۲۵ رفروری ۱۹۷۸ء

* ۷۹-۱۹۷۸ء ریاستی منصوبہ
* اہم فیصلے برا لاحِ عامہ
* انتخابا کار اور طریقہ

قیمت : ۵۰ پیسے

بیلٹ پیپر دینے سے قبل پولنگ آفیسر ووٹر
کی شناخت کرتے ہیں۔

بوڑھے اور جوان سب ہی ووٹ دینے
کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

قومی راج

۲۵ر فروری ۱۹۷۸ء

جلد نمبر ۵ ٭ شمارہ نمبر ۱-۴

ہر ماہ کی ۱۰ ار اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے

فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبد الغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: موہن پاٹل

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبد الوحید خاں جامعی

ووٹروں کو آگاہی

پولنگ آفسر ووٹروں کی فہرست میں آپ کا نام پالینے کے بعد آپ کے بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی پر اَنمِٹ سیاہی سے نشان لگا دے گا۔ اس کے بعد ووٹ کی گلابی پرچی (بیلٹ پیپر) آپ کو دی جائے گی۔

اس پرچی پر امیدواروں کے نام اور ہر امیدوار کے نام کے سامنے اُس کا نشان درج ہے۔

پولنگ افسر سے ووٹ پرچی لینے کے بعد آپ اگلی ٹیبل پر جائیں۔ پولنگ افسر یہ ووٹ پرچی لیکر اس کی سیدھی اور آڑھی تہہ کرے گا۔ پھر ووٹ پرچی کی تہہ کھول کر آپ کو دے گا اور اس کے ساتھ سیاہی لگا ربر اسٹیمپ بھی دیگا۔

یہ ووٹ پرچی اور ربر اسٹیمپ لے کر آپ اندر ووٹ خانہ میں جائیں۔ صرف ایک ہی ممبر چنا جائے گا لہٰذا صرف ایک ممبر ہی کے نشان پر ربر اسٹیمپ لگائیے۔

ووٹ پرچی کو ٹیبل پر رکھئے اور جس امیدوار کو آپ ووٹ دینا چاہتے ہیں اس کے نشان پر صاف صاف مُہر لگائیے۔

ایک سے زیادہ نشان پر مُہر مت لگائیے۔ ووٹ پرچی کی پُشت پر کوئی نشان نہ لگائیے۔ کوئی دوسرا نشان یا انگوٹھے کا نشان بھی نہ ڈالیے۔ ووٹ پرچی پر اپنے دستخط یا کوئی لفظ نہ لکھئے۔ اگر آپ نے ایسی کوئی حرکت کی تو آپ کی ووٹ پرچی رد کردی جائیگی

مُہر لگانے کے بعد ووٹ کی پرچی کو اسی طرح تہہ کریئے جیسا کہ پہلے کی گئی تھی اور ووٹ خانے سے باہر آجایئے۔

تہہ شدہ ووٹ پرچی بیلٹ باکس میں ڈال دیجئے جو ٹیبل پر رکھا ہوگا اور ربر اسٹیمپ پولنگ آفسر کو واپس کر دیجئے۔

کوئی مشکل پیش آنے پر پریذائیڈنگ افسر سے پوچھنے میں مت گھبرایئے وہ آپ کی مدد کے لئے وہاں موجود رہیں گے۔

قومی راج کا آئندہ شمارہ ۲۵ر مارچ کا ہوگا۔ جو ۱۰ر مارچ اور ۲۵ر مارچ کا مشترکہ شمارہ ہوگا۔

کچھ ناگزیر وجوہات کی بناء پر قومی راج کے تین شمارے (۱۰ر جنوری۔ ۲۵ر جنوری اور ۱۰ر فروری ۱۹۷۸ء) شائع نہ ہو سکے۔ جس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

وی. وینکٹیشن
سیکریٹری، پلاننگ

۱۹۷۸-۷۹ء منصوبہ

زرعی و دیہی ترقی

پچھلے سالانہ منصوبہ کی طرح ۱۹۷۸-۷۹ء کا ریاستی منصوبہ بدستور انہیں خصوصیات کا حامل ہے مثلاً زرعی پیداوار، دیہی ترقی، سینچائی اور بجلی پیداوار پر اس میں بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ بہرحال ۱۹۷۷-۷۸ء میں پیش نظر خرچ تقریباً ۲۶۸٫۷۵ کروڑ روپے کے مقابلے میں آئندہ سال منصوبہ کا خرچ ۳۵ کروڑ سرمایہ کاری سمیت ۱۰ فیصد بڑھ جاتا ہے۔

زرعی پیداوار، دیہی ترقی اور دیہاتوں میں روزگار بہم کرنے کے لئے تقریباً ۳۶ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کل مصارف کا ۲۵٫۴ فیصد ہے اس پروگرام کے تحت سرگرمیاں زراعت اور اس سے متعلقہ سروسیز جاری کی ہیں۔ امداد باہمی، سینچائی، دیہی بجلی رسانی، دیہی اور چھوٹی صنعت، مبلغ [illegible] گارنٹی اسکیم بھی اسی میں شامل ہیں۔

۱۹۷۸-۷۹ء میں غذائی پیداوار [illegible] لاکھ ٹن ہونے کی توقع ہے جبکہ ۱۹۷۷-۷۸ء میں یہ مقدار ۹۹٫۵۵ لاکھ ٹن تھی۔ اسی طرح دیگر نفع بخش فصلوں میں اضافہ کی امید ہے، یعنی گنے کی پیداوار ۲۲۲ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۲۴۴ لاکھ ٹن اور کپاس ۱۰ لاکھ گانٹھوں سے ۱۲ لاکھ گانٹھیں پیدا ہونے کی امید ہے۔ اسی طرح زیر کاشت رقبے میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ کیمیاوی کھاد کی کھپت بھی ۱۹۷۸-۷۹ء میں تقریباً ۵٫۹۱ لاکھ ٹن ہو جائے گی۔ جبکہ ۱۹۷۷-۷۸ء میں یہ مقدار ۴٫۰۲ لاکھ ٹن تھی۔ آئندہ مالی سال میں مجموعی فصلی رقبہ تقریباً ۵۰،۰۰۰ ہیکٹر تک بڑھ جائے گا۔

آئندہ سال دیگر اقدامات مثلاً پودوں کی حفاظت، غذائی اور دیگر فصلوں کے روگ کی روک تھام وغیرہ کو بھی تیز تر کیا جائے گا۔ آیاکٹ ترقی کے سلسلے میں زمین سدھار کام ۱٫۳۵ لاکھ ہیکٹر علاقے میں مختلف سینچائی پروجیکٹوں کے تحت شروع کیا جائے گا جو مکمل ہو چکے ہیں یا مکمل ہونے والے ہیں۔

مزید پاور

آئندہ سال پاور جنریشن اور اس کے ٹرانسمیشن کے مصارف میں کافی اضافہ کیا جائے گا۔ ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران تقریباً ۴۲۰ میگاواٹ مزید پاور پیدا کی جائے گی نیز تقریباً ۲۸۱۴ سرکٹ کلومیٹر لمبی ٹرانسمیشن لائنیں ڈالی جائیں گی۔ امید ہے کہ بجلی رسانی پروگرام سے ۹۰۰ دیہات اور تقریباً ۷٫۵۰۰ زرعی پمپ فیضیاب ہوں گے۔

جہاں تک ممکن ہے اس پروگرام کے لئے زیادہ سرمایہ بہم پہنچایا جائے گا، جو قومی اور شیڈولڈ بنکوں سے حاصل کیا جائے گا۔

صنعتی ترقی

صنعتی ترقی کے میدان میں چھوٹی صنعتوں کے سیکٹر میں ۵٫۷۵۰ نئے یونٹ قائم کئے جائیں گے جن میں ۵۶٫۵۰۰ اشخاص کو ملازمت مل سکے گی۔ آئندہ سال تعلیم یافتہ بیکاروں کے لئے بنیادی مالی امداد (سیڈ منی) کی اسکیم بھی بڑھائی جائے گی تاکہ تقریباً [illegible] یونٹوں کو امداد بہم پہنچائی جا سکے۔ صنعتی بستیوں کے پروگرام کے مدنظر آئندہ مقصد یہ ہے کہ ان بستیوں کو مستحکم بنایا جائے جو کہ یہاں جاری ہو چکی ہیں۔ اس طرح توقع ہے کہ ان بستیوں میں چالو یونٹوں کی تعداد بڑھ کر ۲٫۷۶۶ ہو جائے گی جو ۱۹۷۷-۷۸ء میں [illegible] تھی۔ ان میں رکھے جانے والے اشخاص کی تعداد بڑھ کر تقریباً [illegible] ہو جائے گی جبکہ بمطابق ۱۹۷۷-۷۸ء میں [illegible] تھی۔

راستوں کی تعمیر

جن دیہی علاقوں میں سڑکیں ہیں وہاں نئے راستوں کی تعمیر سے دیہاتوں میں سواصلاتی ذرائع بہم ہو جائیں گے۔ یہ راستے عموماً ریاست کی بڑی شاہراہ اور اضلاع کی بڑی سڑکوں سے مربوط ہو جائیں گے۔

دیہاتوں میں پلی اور بڑی سڑکوں کی تعمیر میں حکومت نے دلچسپی لیتے ہوئے ۱۹۷۷-۷۸ء میں ان دیہی علاقوں میں سڑکوں کا سلسلہ قائم کرنے میں کافی کام کیا ہے۔ اس پروگرام کو اب ۱۹۷۸-۷۹ء میں بھی بڑھایا جا رہا ہے اور ۲۰ کروڑ روپے کا تخمینہ مقرر کیا گیا ہے۔ ان سڑکوں کے علاوہ ۹۰۰ کیلومیٹر کی سڑکوں کو کشادہ کیا جائے گا۔ یہ کام بھی ۱۹۷۸-۷۹ء میں مکمل ہو جائے گا۔

امدادِ باہمی

ماضی قریب میں کوآپریٹو تحریک نے ریاست میں نمایاں ترقی کی ہے ۱۸٫۵۰۰ سے زائد ایگریکلچرل کریڈٹ سوسائیٹیوں نے کام شروع کیا ہے اور ان کے تقریباً ۴۷٫۵ لاکھ ممبر ہیں۔ ۱۹۷۸-۷۹ء میں ممبروں کی تعداد میں اضافہ متوقع ہے اور اس طرح ۴۸ لاکھ ممبر ہو جائیں گے۔ مختصر مدت، اوسط مدت اور طویل مدت کے لئے بالترتیب، ۲۲۵ کروڑ روپے، ۵ کروڑ روپے اور ۳۰ کروڑ روپے کے قرضہ جات دینے کی سہولت کا تخمینہ مقرر کیا گیا ہے۔

کسانوں کو اُن کی پیداوار کو مارکیٹ میں لانے کے لئے کوآپریٹو مارکیٹنگ کی سہولت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ تمام اضلاع کے کسانوں کو اس سے

فائدہ پہنچے گا۔

کوآپریٹیو مارکیٹنگ ایجنسیوں کے ذریعہ زرعی پیداوار کی قیمتوں میں سال ۱۹۷۷-۷۸ء کے ۴۴۰ کروڑ روپے کے مقابلہ میں ۱۹۷۸-۷۹ء میں اضافہ ہوگا اور یہ رقم ۴۵۰ کروڑ روپے ہو جائے گی۔ ۱۹۷۸-۷۹ء میں تین نئی شکر فیکٹریاں، ایک چاول کی مل اور کپاس کی دھنائی یونٹوں کا قیام عمل میں آئے گا۔ اس طرح اس ضمن میں بھی پیداوار بڑھے گی۔

ایک اندازے کے مطابق پروگرام کے تحت بھی ۱۹۷۷-۷۸ء کے ۲۴۲٫۵۷ کروڑ کے مقابلے میں ۱۹۷۸-۷۹ء میں ۵۴٫۵۶ کروڑ کے اضافہ کی توقع ہے۔

سال ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران خصوصی اقدامات کے ذریعے تمام پرائمری اسکولوں میں بال واڑی کی سہولت، ان تعلقوں میں جہاں کاٹیج ہسپتال کی سہولت نہیں ہے، اس اسکیم کے تحت ایسے دیہاتوں میں کاٹیج ہسپتال تعمیر کئے جائیں گے۔ دیہی قبائلی پسماندہ علاقوں کے بچوں کو اسکولوں میں درمیان کے وقفے میں کھانے کی سہولت، دیہی سڑکوں کی تعمیر اور ان سڑکوں کو دیہاتوں اور ریاستی و ضلعی شاہراہوں سے منسلک کیا جائے گا۔ جھونپڑپٹیوں میں سدھار کے کاموں کے تحت ضروری وسائل کی فراہمی، ان کی باز آبادکاری اور بے گھر مزدور کسانوں کے لئے گھروں کی سہولت بھی فراہم ہوگی۔ ان کے لئے چھوٹے چھوٹے مکانات بنائے جائیں گے۔

کوآپریٹیو سیکٹر میں چھوٹی اور اوسط صنعتوں کی حوصلہ افزائی کے ضمن میں ایک نئی اسکیم بنائی گئی ہے۔ اس اسکیم کے ذریعہ قرضہ جات کی صورت میں ترغیبی امداد دی جائے گی۔ شکر فیکٹریوں کے ادا کئے گئے پرچیز ٹیکس کے سلسلہ میں بھی آئندہ سال مزید اقدامات کئے جائیں گے۔ یہ اقدامات غیر صنعتی علاقوں میں صنعتوں کے قائم کرنے کی "سیکوم" کی تجاویز اور خطوط پر ترغیبی امداد اور سہولتوں کی صورت میں ہوں گے۔ اس اسکیم کے تحت شکر فیکٹریوں کی سہولت حاصل ہوگی کہ وہ دیگر پیداواری کام شروع کریں تاکہ ان دیہی علاقوں میں مزید روزگار فراہم کرنے کے مواقع حاصل ہوسکیں اور اسی طرح انھیں دیہی علاقوں میں خام مال کی فراہمی اور کھپت کے بھی مواقع حاصل ہوسکیں۔

ریاست میں حکومت نے تیل کے بیج کی فراہمی کا ایک کارپوریشن قائم کیا ہے جس کے ذریعے پیداوار اور اس سے بنائی گئی چیزوں کے لئے تعاون حاصل ہوگا۔ کارپوریشن کے شیئر کیپٹل میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ متعدد بہ اضافہ پروسیسنگ انڈسٹریز اور خام مال کے ضمن میں ہو۔

تعلیمی میدان میں اور نوجوانوں کی بہبودی کے سلسلہ میں کھیل کود کے لئے کشادہ میدانوں اور بڑے پیمانے پر تعلقوں میں اسٹیڈیم کی تعمیر ہوگی۔ اس مد میں ۱۹۷۸-۷۹ء میں تقریباً ایک کروڑ روپے صرف کئے جائیں گے۔

اسی طرح سیکنڈری اسکولوں میں پیشہ ورانہ فنی ترغیبی نصاب عنقریب شروع کیا جائے گا۔

ایک تخمینہ کے مطابق ۱۹۷۸-۷۹ء کے ۷۳۵ کروڑ روپے کی رقم پانچویں سالانہ ریاستی منصوبے میں مجموعی رقم ۲٬۵۸۷٫۰۱ کروڑ روپے ہوگی۔ یہ رقم پلاننگ کمیشن کے پانچویں سالانہ ریاستی منصوبے کی منظور کردہ ۲٬۳۴۷٫۶۱ کے مقابلے میں ہوگی۔ پانچویں سالانہ منصوبے کے تحت مجموعی سالانہ اخراجات کی مد اور اس کا فیصد ذیل میں درج ہے۔

سال		(روپے کروڑ میں) تخمینی مصارف	مجموعی فیصد
۱۹۷۴-۷۵ء	(یقینی)	۲۹۷٫۰۶	۱۱٫۵
۱۹۷۵-۷۶ء	(〃)	۳۸۰٫۸۸	۱۴٫۷
۱۹۷۶-۷۷ء	(〃)	۵۰۵٫۳۲	۱۹٫۵
۱۹۷۷-۷۸ء	(متوقع)	۶۶۸٫۷۵	۲۵٫۹
۱۹۷۸-۷۹ء	(تخمینہ)	۷۳۵٫۰۰	۲۸٫۴
کل		۲۵۸۷٫۰۱	۱۰۰٫۰۰

منصوبے پر ایک نظر

گروپ	روپے (کروڑ میں) تخمینی مصارف	فیصد مجموعی
۱۔ زراعت اور متعلقہ سروسیز	۵۱٫۶۱	۷٫۰۲
۲۔ امداد باہمی	۸٫۶۶	۱٫۱۸
۳۔ آبپاشی منصوبے	۱۱۲٫۰۰	۱۵٫۲۴
۴۔ برقی ترقیات	۲۳٫۸۷	۳۸٫۶۲
۵۔ صنعت اور کانکنی	۲۸٫۷۵	۳٫۹۱
۶۔ مواصلات	۶۳٫۵۵	۸٫۶۵
۷۔ سماجی اور طبقہ جاتی خدمات	۱۲۵٫۸۳	۱۷٫۱۲
۸۔ ایمپلائمنٹ گارنٹی اسکیم	۶۰٫۰۰	۸٫۱۶
۹۔ دیگر پروگرام	۰٫۷۳	۰٫۱۰

اہم فیصلے برائے فلاحِ عامہ

عام لوگوں خصوصاً کمزور طبقات کے لوگوں کی زندگی میں خوشحالی لانے کے لئے ریاستی حکومت نے کچھ اہم اور دور اندیشانہ فیصلے کئے۔ اس سلسلے میں بے زمین ادیباسیوں کی زندگی میں استقامت، تعلیم یافتہ بیروزگار نوجوانوں کے لئے خود۔ روزگار اور چھوٹے کسانوں کو کم داموں پر بیج اور کھاد کی فراہمی جیسے اقدامات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس مضمون میں مختصراً ان اسکیمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سے درحقیقت اس ترقی کا اندازہ ہوتا ہے جو ریاست میں لوگوں کی بھلائی کی خاطر ان اسکیمات کے زیرِ عمل لانے کے نتیجہ میں ہوئی ہے۔ ریاست میں مختلف شعبہ جات کے لئے ترقی کی اسکیمیں بناتے وقت غریب سے غریب آدمی کی ترقی اور بھلائی کا خیال رکھا گیا۔ انتظامیہ کو بھی عام آدمی کی بھلائی کی برابر فکر ہے۔ چنانچہ اس نے اُن کی ضروریات کو سمجھ کر تیزی سے معاشی اور سماجی انقلاب لانے کے لئے مستعدی سے کام کیا۔

زراعتی ترقی

ریاستی حکومت نے دس لاکھ ٹن اناج کی پیداوار کے لئے زبردست پروگرام بنایا جو پوری تندہی کے ساتھ ریاست کے طول و عرض میں زیرِ عمل لایا گیا۔ اس سال تقریباً ۴۰ لاکھ ہیکٹر پر مخلوط اور زیادہ پیداوار دینے والی اقسام کے بیج بوئے گئے۔ یہ بھی بذاتِ خود ایک اور ریکارڈ ہے۔

اس پروگرام کو زیرِ عمل لاتے وقت یہ کوشش کی گئی کہ یہ چھوٹے سے چھوٹے کسان کے لئے بھی سودمند ہو۔ اس مقصد سے فصل خریف میں ۹۴۲۳۱ ہیکٹر میں ۱۳۴ پلاٹ پروجیکٹ اور فصل ربیع میں ۹۱۰,۴۸ ہیکٹر میں ۲۳۰ پلاٹ پروجیکٹ شروع کئے گئے۔

چھوٹے زمین مالکان جو بند اور سطح ہمواری سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھا سکے تھے انھیں ۶۸ کروڑ روپے کی حد تک اُن کے قرضوں میں چھوٹ دی گئی اس طرح ایسے تقریباً ۴۰ فیصدی چھوٹے مالکان زمین کو فائدہ پہنچا ہے۔

ایسے درج خاص کسانوں کو جو ۷٫۵۰ روپے تک محصول اراضی ادا کرتے ہیں، تو مہیائے بنکوں سے قرض لیتے وقت اسٹیمپ ڈیوٹی یا رجسٹریشن فیس دینا نہیں پڑتی۔ اس رعایت سے ایسے ۳۶ لاکھ کسانوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اب ۱۴۲۳۷ دیہاتوں میں جہاں الحاق اراضی اسکیم زیرِ عمل لائی گئی ہے انتقال اراضی کے لئے کلکٹر یا سب ڈویزنل افسر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اس طرح ۹۰ فیصدی لین دین سہل ہو گیا ہے۔

اب یہ طے کیا گیا ہے کہ حکومت کی جانب سے حاصل کردہ اراضی کے معاملے میں زرتلافی کی رقم تاریخ حصولِ اراضی سے ۱۵ سے بڑھا کر ۳۰ فیصد نیز شرح سود ۴ سے بڑھا کر ۸ فیصد کر دی جائے۔ اس سلسلہ میں ریاستی مجلس قانون ساز کا منظور کردہ بل صدر کے پاس اُن کی منظوری کے لئے بھیجا گیا ہے۔

آب پاشی پروجیکٹوں سے سیراب ہونے والے علاقوں میں ۵، ایم سی فٹ تک پرکولیشن ٹینکوں کی تعمیر کی اجازت دیدی گئی ہے۔

تعمیری لاگت میں اضافے کے مدنظر کولہاپور ٹائپ کے بندھاروں اور اسٹوریج ٹینکوں کے کفایتی پیمانے پر نظرِ ثانی کر کے اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ایسے سینچائی کام جن پر زمانہ قلت کے دوران دس فیصد سے زائد کام انجام پا چکا ہے کفایتی پیمانے کا لحاظ کئے بغیر شروع کئے جانے چاہئیں، بشرطیکہ پروجیکٹ کے گردونواح میں کوئی دیگر ضمانت روزگار اسکیم کام نہ ہو رہا ہو۔

اُٹھاؤ سینچائی اسکیموں کے معاملہ میں گنّا اور کیلا وغیرہ جیسی دوامی فصلوں کے لئے بارہ سال کی مدت کے واسطے ۳۳ فیصد تک علاقے کی سینچائی کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ قبل ازیں کسانوں کو سینچائی علاقے کے ۱۵ فیصد پر سینچائی کی اجازت تھی۔

پروجیکٹ سے متاثرہ اشخاص کے فائدے کے خیال سے اُٹھاؤ اسکیموں کے معاملے میں ایک فیصد حد سینچائی بڑھا کر چھ فیصد کر دی گئی ہے۔

۶۶۵ لاکھ روپے کی مالیت کے لگ بھگ ۸۶۰ کوئنٹل مخلوط اقسام کے جوار بیج ایسے کسانوں کو مہیا کئے گئے جو اپنے کھیتوں میں ناگلی اور دھان کی کاشت کرتے ہیں۔

چھوٹے کسانوں کی بھلائی کی خاطر ۲۳ اضلاع میں علاقہ سُدھار اسکیم زیرِ عمل لائی گئی۔ اسی طرح چھوٹے کسانوں کے لئے مخصوص مرکز کے

زیر سرپرستی اسکیم تیرہ اضلاع میں جاری ہے۔ ان دو اسکیموں کے تحت چھوٹے کسانوں کو قرض اور امداد دی جاتی ہے۔ مرکز کے تحت وسیع ایمپل ہسبنڈری شُدھار اسکیم کے تحت جو ۱۴۴ اضلاع میں زیرِ عمل ہے چھوٹے مالکان اراضی اور بے زمین مزدوروں کو پولٹری، سؤر اور بھیڑ بکریاں وغیرہ پالنے کے لئے قرض اور امداد دی جاتی ہے۔ سالِ رواں میں اس مقصد کے لئے ۷۰ لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔

۷۴ لاکھ کھاتے پستکوں میں سے تقریباً ۴۸ لاکھ تیار ہیں اور اُن میں سے ۳۲ لاکھ تقسیم کی جا چکی ہیں۔ ۷۵ء۰ روپے سے کم محصول اراضی دینے والوں کو یہ کھاتے پستک جس کی قیمت ۳ روپے ہے، مفت دی جائیگی البتہ انھیں اس کھاتے پستک میں اندراج کے لئے ۲ روپے دینا پڑینگے۔

ایسے تمام کسانوں کو جو پانچ روپے سے کم محصول اراضی ادا کرتے ہیں آئندہ سے ادائی نہ کرنا پڑے گی۔ اس رعایت سے تقریباً ۲۰ لاکھ غریب کسانوں کو فائدہ پہنچے گا۔

۲۰ روپے تک محصول اراضی ادا کرنے والوں کو اُن کی باقی قرض رقوم پر عام سود اور تعزیری سود میں چھوٹ دی جائے گی۔

سرکاری واجبات کی وصولی میں جبری کارروائی روک دی گئی ہے اور کھاتے داروں کو اپنی باقی رقومات ادا کرنے کے لئے تین سال دیئے گئے ہیں۔ ضبط شدہ اراضی، سازوسامان اور برتن وغیرہ متعلقہ کھاتے داروں کو واپس کر دیئے گئے ہیں۔

ایسے معاملات میں جہاں حاصل کردہ اراضی پر قبضہ لے لیا گیا ہے۔ نیز مشترکہ پیمائش مکمل ہو چکی ہے، مالکان کو تخمینی لاگت کی ۸۰ فیصد کی حد تک پیشگی رقم ادا کی جائے گی۔

پسماندہ طبقات کی ترقی

حکومت نے یہ عزم کیا ہے کہ مندرج جاتیوں، مندرج قبائل اور پسماندہ طبقات وغیرہ جیسے سماج کے کمزور ورگوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

پسماندہ طبقات کو دی جانے والی تمام رعائتیں نو بُدھوں کو بھی دی جاتی ہیں۔

نئے اراضی حد بندی قانون کے تحت ۱,۴۰,۶۹۰ ہیکٹر اراضی فاضل قرار دی گئی اور لگ بھگ ۱,۰۹,۰۱۵ ہیکٹر اراضی ۷۲,۸۹۳ نئے زمینداروں کو بانٹ دی گئی ہے جن میں ۵۰ فیصد مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل سے متعلق ہیں۔

حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پسماندہ طبقات کی بہبودی کے لئے ایک خود مختار کارپوریشن قائم کی جائے۔

مندرج جاتیوں، مندرج قبائل، ڈیمکت جاتیوں؛ خانہ بدوش قبائل نیز دیگر پسماندہ طبقات کے لئے سرکاری ملازمتوں میں جگہیں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ احکامات صادر کئے گئے ہیں کہ اس معاملہ میں کمی کو دور کیا جائے گا۔ یہ احکامات ان امداد باہمی اداروں پر بھی لاگو ہیں جن میں دس سے زیادہ ملازم رکھے جاتے ہیں۔

تعلیمی اداروں اور میڈیکل، انجینیئرنگ اور دیگر کورسوں میں بھی جگہیں محفوظ کی گئی ہیں۔ مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل کے ایسے اُمیدوار جو حسبِ لیاقت میڈیکل اور انجینیئرنگ کالجوں میں داخلہ کے مستحق ہیں ان جاتیوں اور قبائل کے مخصوص کوٹے میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

ہریجنوں اور ڈیمکت جاتیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے معاملے میں قانونی کارروائی کے لئے ایک "اسپیشل سیل" قائم کیا گیا ہے۔

ادیباسیوں کی بھلائی کی خاطر ۱۴۰ کروڑ روپے کا خاص قبائلی ضمنی منصوبہ برابر عمل میں لایا جا رہا ہے۔

اس امر کے باوجود کہ نئے اسکول کھولنے پر پابندی ہے، ادیباسی علاقوں میں متعلقہ ضلع پریشد کی جانب سے ضروری سفارش پر ایسے اسکول کھولنے کی اجازت ہے۔

"بک بنک" کی اسکیم اب ساتویں جماعت تک تعلیم پانے والے طلبا کیلئے بھی لاگو کر دی گئی ہے۔ قبل ازیں یہ اسکیم چوتھی جماعت تک کے لئے تھی۔

مہاراشٹر اراضی محصول ضابطہ اور لگان داری قوانین (ترمیم ایکٹ ۱۹۷۴ء) کے تحت قانون بنایا گیا ہے تاکہ ادیباسی زمینداروں کو ان کی تمام اراضی واپس دلا دی جائے جو غیر قانونی فروخت کے نتیجہ غیر ادیباسیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اب تک ۱۳,۹۳۴ معاملات کا اندراج ہوا ہے جن میں سے اگست ۱۹۷۷ء تک ۱۲,۱۹۳ معاملات میں فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں ۹,۲۰۱ ہیکٹر اراضی پر ۵,۲۵۷ ادیباسیوں کو قبضہ دلا دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بازیابی اراضی برائے مندرج قبائل ایکٹ بابت ۱۹۷۴ء کے تحت جس کا مقصد اصل ادیباسی زمینداروں کو ان کی تمام اراضی واپس دلانا ہے جو جائز طور سے غیر ادیباسیوں کو منتقل کی گئی ہے اگست ۱۹۷۷ء تک ۱۳,۵۰۷ معاملات میں تصفیہ کیا گیا اور ۵,۸۶۷ ہیکٹر اراضی ۳,۶۴۴ ادیباسیوں کو واپس دلائی گئی۔

●●

اِنتخابات اور طریقۂ کار

ریاست مہاراشٹر میں مجلس قانون ساز کے انتخابات ۲۵ رفروری ۱۹۷۸ء کو ہونے والے ہیں۔

دستور ہند کی دفعات اور حلقہ بندی قانون (Delimitation Act) کے شرائط کے مطابق صدر ہند کی جانب سے ایک حلقہ بندی کمیشن مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ کمیشن ریاست کو علاقوں میں تقسیم کرتا ہے تاکہ علاقہ وار نمائندوں کا ایوانِ زیریں اور مجلس قانون ساز کیلئے انتخاب کیا جا سکے۔ ایسے حلقوں کو پارلیمنٹری اور اسمبلی حلقے کہا جاتا ہے۔ ہر مردم شماری کے بعد ایسا ایک کمیشن مقرر کیا جاتا ہے۔ آخری مردم شماری ۱۹۷۱ء میں کی گئی تھی۔ جس کے بعد حلقہ بندی کمیشن صدر ہند کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے۔ مردم شماری کے عہدہ داروں سے تصدیق شدہ ریاستی آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے مجلس قانون ساز کے چناؤ کیلئے امیدواروں کی تعداد کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

اسمبلی حلقے اس طریقے سے تقسیم کئے جاتے ہیں جو پورے کے پورے ضلعوں میں سما سکیں۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست مہاراشٹر کی آبادی ۵۰٬۴۱۲٬۲۳۵ ہے۔ اسمیں سے ۳٬۲۵٬۷۶۱ پسماندہ طبقات اور ۲٬۹۵۴٬۲۴۹ دیگر پسماندہ قبائل کی آبادی پر مشتمل ہے۔ ریاست مہاراشٹر میں ۲۶ اضلاع ہیں۔ اس بنا پر مہاراشٹر میں ۲۸۸ حلقے مقرر کئے گئے ہیں (اسمبلی کی موجودہ تعداد ۲۷۰ ہے)۔ ۲۸۸ اسمبلی حلقوں میں سے پسماندہ طبقات اور دیگر پسماندہ اقوام کیلئے بالترتیب ۲۲ حلقے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ حلقے محفوظ رکھنے کا دار و مدار پسماندہ طبقات اقوام کی آبادی کے تناسب پر ہوتا ہے۔ اسمبلی حلقوں کی اوسط تعداد فی ضلع ۱۱ ہوتی ہے۔ وردھا ضلع میں اسمبلی حلقوں کی تعداد سب سے کم ہے یعنی صرف ۴ جبکہ بمبئی میں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے یعنی ۳۴۔

دستورِ ہند کی دفعات کے مطابق صدر ہند کی جانب سے مقرر کردہ الیکشن کمیشن ایک مکمل اختیاری کمیشن قرار دیا گیا ہے جسے انتخابات کرانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ یہ ایک آزاد حیثیت رکھتا ہے۔ اسمیں ایک چیف الیکشن کمشنر ہوتا ہے جو کہ نہ تو ریاستی اور نہ مرکزی حکومت کے ماتحت ہوتا ہے بلکہ آزادانہ طور پر اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ الیکشن کمیشن کے زیر نگرانی انتخابی فہرست یعنی رائے دہندگان کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ اسی طرح سے انتخابات کے تمام کام مثلاً ووٹنگ، ووٹوں کی شماری وغیرہ الیکشن کمیشن برائے ہند کی زیر نگرانی عمل میں لائے جاتے ہیں۔ اور ریاستی حکومت کو اسمیں مداخلت کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔

چیف الکٹورل آفیسر کے فرائض

ریاستوں میں ایک چیف الکٹورل آفیسر ہوتا ہے جو کہ ریاست میں الکشن کمیشن کے نمائندہ کی حیثیت سے فرائض انجام دیتا ہے۔ یہ عہدہ دار سرکاری ملازم ضرور ہوتا ہے لیکن ایوانِ زیریں اور مجلس قانون ساز کے انتخابات کے سلسلے میں حکومت کا اسپر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ وہ اپنے فرائض مکمل طور سے الیکشن کمیشن برائے ہند کے زیر نگرانی انجام دیتا ہے۔ اور یہی طریقہ الیکشن مشینری کی غیر جانبداری ظاہر کرتا ہے۔

انتخابات اور فہرست کی تیاری کی تمام تر ذمہ داری ویسے تو چیف الکٹورل آفیسر پر ہوتی ہے لیکن عملی طور سے دوسرے عہدہ دار مثلاً ڈسٹرکٹ الکٹورل رجسٹریشن آفیسر، اسسٹنٹ الکٹورل رجسٹریشن آفیسر، ریٹرننگ آفیسر اور اسسٹنٹ ریٹرننگ آفیسر وغیرہ بھی اعانت کرتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ الیکشن آفیسر ضلع کلکٹر ہوتا ہے جو اپنے ضلع میں انتخابات اور فہرست کی تیاری کی کارروائیوں پر نظر رکھتا ہے۔ انتخابات کیلئے مرکز کا قیام، اور انتخابات سے متعلق عہدہ داروں کی تقرری بھی ضلع کلکٹر کے سپرد ہوتی ہے۔ اسے ضلع میں چیف الکٹورل آفیسر کا نمائندہ کہا جا سکتا ہے۔

ہر اسمبلی حلقہ کیلئے ایک الکٹورل رجسٹریشن آفیسر اور دو یا تین معاون الکٹورل رجسٹریشن آفیسرس ہوتے ہیں۔ ڈپٹی کلکٹرس، الکٹورل رجسٹریشن آفیسرس اور تحصیلدار معاون الکٹورل رجسٹریشن آفیسرس کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ انتخابی فہرست کی تیاری کیلئے گھر گھر نمبر شماری کی جاتی ہے اور الکٹورل رجسٹریشن آفیسر اور معاون الکٹورل رجسٹریشن آفیسر فہرست کی ٹھیک طور سے تیاری اور کسی قسم کے دعوے اور اعتراضات کو طے کرنے کے مکمل طور سے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ انتخابات کروانے کے سلسلے میں یعنی چناؤ کی کارروائی اور نتیجہ کا اعلان وغیرہ سے متعلق ایک ریٹرننگ

(باقی صفحہ ۹ پر)

ریاست میں منصوبہ بند صنعتی ترقی کے حصول کے لئے بنیادی حکمت عملی یہ رہی ہے کہ زیر ترقی یافتہ علاقوں میں نئی صنعتیں شروع کی جائیں، تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو نئے جوکھم بھرے کاموں کو دلیری کے ساتھ شروع کرنے میں مدد دی جائے؛ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو بڑھاوا دیا جائے وغیرہ۔ اس مقصد کو سامنے رکھ کر کئی اہم فیصلے کئے گئے۔

آغاز کار کے محرک کے طور پر ایک خاص اسکیم شروع کی گئی ہے۔ یہ اسکیم ایک بلاسود قرض کی قسم سے ہے۔ جس میں مستقل اثاثے کے ۱۵ فیصد تک یا ۱۵ لاکھ روپے، کسی صنعتی طور پر زیر ترقی یافتہ علاقے میں نئے کاروبار کو شروع کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

اس مقصد کے لئے تمام صنعتی علاقے، ۲۲ ضلعوں میں (اورنگ آباد، چندرپور، اور رتنا گیری اضلاع، اور بمبئی، پونے کے میٹرو پولیٹن حلقوں کو چھوڑ کر) سرکاری اور امداد باہمی والی صنعتی بستیاں" قابل نشو و نما مراکز" شمار کئے جائیں گے۔

اس بات کا انتظام بھی، ۱۳۰۴ کروڑ روپیوں کی حد تک، کیا گیا ہے کہ تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو نیا کاروبار شروع کرنے کے لئے تخمی سرمایہ فراہم کیا جائے۔

بمبئی عظمیٰ میں نمونے کے ساتھ مطابقت نہ رکھنے والے حلقوں میں واقع تمام صنعتی اکائیوں سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ۳۱ ر دسمبر ۱۹۷۷ تک نمونے کے ساتھ مطابقت نہ رکھنے والے حلقوں کی طرف منتقل ہو جائیں۔ لیکن بھرنٹ کے ناساعد اخراجات اور یوں منتقل ہونے پر صنعتی اکائیوں کو پیش آنے والی تکالیف کے سبب، حکومت نے ایک حقیقت پر مبنی پالیسی متعین کی اور فیصلہ کیا کہ ایسی صنعتی اکائیاں جو صحت عامہ کے لئے وبال جان یا شدید خطرہ نہ ہوں انہیں منتقلی پر مجبور نہ کیا جائے اور جہاں فی الحال وہ واقع ہیں انہیں وہیں رہنے دیا جائے۔ لیکن ایسی اکائیوں کی بابت جنہیں صحت عامہ کے لئے ضرر رساں اور خطرناک ہونے کے باعث منتقل ہونا ہی پڑے گا۔ حکومت انہیں ہٹ جانے پر مجبور کرنے کے لئے تہدیدی اقدامات سے بھی گریز نہ کرے گی۔

اگر کوئی صنعتی کارکن مسلسل تین ماہ تک کام کرے یا وقفہ کیساتھ ۲۴۰ دنوں تک کام کرے تو ایسے کارکن کو مستقل کیا جانا لازمی ہوگا۔

بمبئی شہری حلقے کے زون نمبر ۲ کے نئے صنعتی بستی میں چھوٹے پیمانے کی صنعتیں قائم کرنے کے لئے رعایت دی جا چکی ہے۔

۱۹۷۷-۷۸ء سے "پیکیج انسنٹیو اسکیم" کو ریاستی سطح والی اسکیم شمار کیا جائے گا اس کی بدولت " ایس، آئی سی، او، ایم (سیکام) کی طرف سے کارخانہ داروں کو دی جانے والی مالی مدد دینے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں گی۔

۳ کروڑ روپے کے منظور کردہ سرمایہ سے مہاراشٹرا الیکٹرونک کارپوریشن قائم کی گئی ہے تاکہ ریاست میں الیکٹرونی صنعت کو فروغ دیا جا سکے۔

ریاست مہاراشٹرا کے الیکٹریسٹی بورڈ نے ۲ ر اکتوبر ۱۹۷۷ء سے، اپنے ان گاہکوں کو جن کا تعلق پسماندہ جاتیوں، کمزور طبقوں اور زراعت پیشہ اصحاب سے ہے، بعض رعائتیں دی ہیں۔

جن صارفین کو ڈپنچروں اور ڈپازٹوں سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے: تعلیم یافتہ بیروزگار جو صنعتی اکائیاں قائم کرنے کے خواہشمند ہوں، کم دباؤ والے زراعتی پمپ کنزیومر، کم دباؤ والی چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹیں جو ترقی پذیر حلقوں میں واقع ہوں، دیہی علاقوں میں پائپ کے ذریعہ آبرسانی کی اسکیمیں، کم آمدنی والے گروپ کے لئے مکانات کی اسکیمیں جھونپڑے جو بے زمین مزدوروں کی ملکیت ہوں، پسماندہ جاتیوں سے تعلق رکھنے والے کنزیومروں کے لئے ابتدائی صحت کے مراکز اور دیہی سڑکوں کے لئے روشنی۔

اسی طرح پسماندہ جاتیوں سے تعلق رکھنے والے صارفین کو سروس کنکشن کے اخراجات سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

یہ رعائتیں ۳۱ ر مارچ ۱۹۷۹ء تک جاری رہے گی۔

تعمیر مکانات اور شہری ترقی

رہائشی مکانات کی تعمیر، مکانات کی مرمت، بوسیدہ مکانات

کی ازسرِ نو تعمیر اور گندی بستیوں کی پلان کے مطابق تعمیر اور متوازن ترقی کے لئے حال ہی میں ایک ہاؤسنگ اتھارٹی کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس مقصد کے لئے چار علاقائی بورڈ بھی بنائے جاچکے ہیں۔

مہاراشٹر ہاؤسنگ بورڈ کو سرگرمی کے ساتھ مکانات کی تعمیر کیلئے قرض کے طور پر ایک کروڑ روپے حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اب تک ۱۴٫۵ کروڑ روپے خرچ کئے جاچکے ہیں تاکہ ریاست کے ۱۷ اہم شہروں کی گندہ بستیوں کے لئے بنیادی سہولتوں میں سے سڑکوں، راستوں پر روشنی، پائپ کے ذریعہ آب رسانی، سنڈاسوں وغیرہ کا انتظام کیا جاسکے۔

بلڈنگوں کی مرمت اور تعمیرِ نو سے متعلق بمبئی بورڈ نے ترجیحی فہرست پر ۸۵۰۰ بلڈنگوں میں سے ۲۰۰۵ بلڈنگوں کی مرمت کا کام ہاتھ میں لے چکا ہے۔

ستمبر ۱۹۷۷ء تک ۲۳۵۰ بلڈنگوں کی مرمت مکمل کی گئی اور جس پر ۳۲٫۵۰ کروڑ روپے کی لاگت آئی۔ علاوہ ازیں، بورڈ اس وقت ۸۴ بلڈنگوں کی ازسرِ نو تعمیر کے کام کا آغاز کرچکا ہے۔ ان میں سے ۲۸۰۰ رہائش گاہوں پر مشتمل ۳۰ بلڈنگیں مکمل طور پر ازسرِ نو تعمیر کی جاچکی ہے۔ ۶۵۵۰ رہائش گاہوں پر مشتمل باقیماندہ ۵۴ بلڈنگوں کی ازسرِ نو تعمیر کا کام جاری ہے۔ ان کے علاوہ، بورڈ نے تقریباً ۷٬۲۰۰ رہائشی کمرے مختلف ٹرانزٹ کیمپوں میں تعمیر کئے ہیں۔

میونسپل حلقوں میں پلاٹ کا کم سے کم رقبہ ۳۰۰ مربع میٹر سے گھٹاکر ۵۰ مربع میٹر کم کردیا گیا ہے۔ اس سے ایک عام آدمی میونسپل حلقے میں اپنا ذاتی مکان بنواسکے گا۔ شہری حلقوں میں ڈیولپمنٹ کنٹرول رولز نرم کردیئے گئے ہیں تاکہ غریب لوگ بھی اپنے مکانات کی توسیع کرسکیں۔

رہائشی حلقوں میں مارفین کے لئے دوکانیں کھولنے پر پہلے بہت سی پابندیاں تھیں۔ اب ان پابندیوں کو نرم کردیا گیا ہے۔ اور یہ اصول تسلیم کرلیا گیا ہے کہ سہولت کے لئے دوکانیں کھولی جاسکتی ہیں۔

ترقیاتی اسکیموں کے تحت میونسپل کارپوریشنوں کو، حکومت کی ملکیت والی وہ زمینیں مفت دی جائینگی جو کھیل کود کے میدانوں، دواخانوں، اسکولوں وغیرہ کے لئے مختص ہیں اور میونسپل کارپوریشنوں کے حدود میں واقع ہیں۔

میونسپل حلقوں میں دستیاب زمین، متعلق اداروں کو اسکول یا کالج کی بلڈنگوں، عوامی لائبریریوں، کام کرنے والی عورتوں اور طالب علموں کے لئے ہاسٹل وغیرہ کے لئے مروجہ قیمت کے ۲۵ فیصد نرخ پر اور کھیل کود کے لئے مروجہ قیمت کے ۱۰ فیصد نرخ پر دی جائے گی۔

یاتریوں پر عائد کردہ ٹیکس منسوخ کردیا گیا ہے۔ نتیجتاً متعلقہ میونسپلٹیوں کو اس کمی کو پورا کرنے کیلئے گرانٹ دی جائے گی۔

ریاستی حکومت نے اربن لینڈ (سیلنگ اینڈ ریگولیشن) ایکٹ کے تحت بعض رعائتیں دی ہیں تاکہ کمزور طبقوں کی رہائشی ضرورتوں کو تیز تر کیا جائے۔ اس اسکیم کے تحت، جو کمزور طبقوں کے لئے ہے، تعمیر کئے جانے والے رہائشی کمروں کی قیمت پر حد لگادی گئی ہے۔ قیمت فروخت ۵۰ روپیہ فی مربع فیٹ سے زیادہ نہیں ہوگی۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء سے بھیما ڈیلٹا اور گوداوری ڈیلٹا کے سلسلے میں پانی کو گندہ کرنے سے ممانعت کی اسکیم عائد کی جاچکی ہے۔

تعلیم

دسی، کلاس میونسپلٹیوں میں واقع پرائمری اسکولوں کو دی جانے والی تعلیمی گرانٹ میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ ایسی میونسپلٹیاں ۱۹۷۰ء سے منظور کردہ اخراجات کا ۹۰ فیصدی پارہی ہیں۔ اب وہ سو فیصد گرانٹ پائینگی۔

یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک خود اختیارانہ جماعت، یعنی ادارۂ تعلیم بالغان، قائم کیا جائے تاکہ تعلیم بالغان کے کام کو معقول پیمانے پر چلایا جاسکے۔

یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سائنسی آلات کی خرید کے لئے ۱۰٫۰۰۰ روپے کا گرانٹ ہمت افزائی کے طور پر ہر ضلع میں کم از کم دو منتخب، غیرسرکاری تسلیم شدہ ثانوی اسکولوں کو اور ان ضلعوں میں جو لگاتار اچھی ترقی اور بہتر انتظامات کا ثبوت دیں ان میں سے دو فیصد منتخب اسکولوں کو عطا کیا جائے۔

گاؤں کے وہ غریب طالب علم جو ضلع یا تعلقہ کے بڑے شہر یا قصبہ میں پڑھتے ہیں، ان کے کھانے کے ڈبے ایس، ٹی (اسٹیٹ ٹرانسپورٹ) مفت لے جایا کرے گی۔ اسی طرح دیہاتوں کے غریب طالب علموں کو سہ ماہی یا ششماہی سیزن ٹکٹ دیئے جائیں گے تاکہ وہ ایس، ٹی سے عام کرایہ کا ایک تہائی ادا کرکے سفر کرسکیں۔

دیہات کی اسکولوں میں حسابات اور سائنس کے لئے ذریعہ تعلیم صرف انگریزی ہے۔ دیہاتوں کے لئے یہ پابندی بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان مضامین کی تعلیم مادری زبان کے ذریعہ ہو۔ اس فیصلے سے تقریباً تمام دیہاتی طالب علم فیضیاب ہونگے۔

دوسرے فیصلے

مہاراشٹر میں ۱۴۷ صحت کے ابتدائی مراکز اور ۳۲۵۰ ضمنی مراکز کام کر رہے ہیں۔ اس خیال سے کہ صحیح معیار کی دوائیں ان مراکز کو فراہم کی جائیں۔ انہیں دیا جانے والا گرانٹ ۱۰،۰۰۰ روپے سے بڑھا کر ۱۲،۰۰۰ روپے فی ابتدائی مرکز اور ۱۰۰۰ روپے سے ۲۰۰۰ روپے فی ضمنی مرکز کر دیا گیا ہے۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء کے دوران میڈیکل تعلیم کے روز افزوں مطالبے کو پورا کرنے کی غرض سے ریاست میں میڈیکل کالجوں میں ۲۰۰ زائد سیٹوں کا اضافہ کیا گیا۔

دیہی صحت دگرام آروگیہ رکشک، اسکیم پر عملدر آمد ہونے لگا ہے۔ اس کی رفتار تیز تر کر دی گئی ہے اور اسکے لئے دیہی حلقوں سے چنا ہوا ٹرینڈ عملہ مقرر کیا گیا ہے۔

ایک فلم، اسٹیج اور کلچرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے قیام سے امید ہے کہ مختلف قسم کے آرٹ جیسے مراٹھی فلمی صنعت، مراٹھی اسٹیج، عوام کے آرٹ، رزمیہ نظمیں یا آلھے، عوامی ڈرامے وغیرہ کو بڑھاوا ملے گا۔

"۱۹۷۶ء کے دوران ایمپلائمنٹ گارنٹی اسکیم (ملازمت کی ضمانتی اسکیم) پر ۵۰ کروڑ روپیہ صرف کیا گیا تھا۔ سالِ رواں میں اس اسکیم پر ۷۲ کروڑ روپیہ صرف کیا گیا تھا۔ اس اسکیم کے تحت، ماہرانہ کام جیسے چھوٹے پیمانے پر آبپاشی، پانی چھاننے کے تالابوں وغیرہ کے کام اب کئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کا ۶۰ : ۴۰ کا تناسب برقرار رہے۔

۲۵ کروڑ روپیوں کا دیہی حلقوں میں سڑکوں کی تعمیر سے متعلق ایک تیز رفتار پروگرام شروع کیا گیا ہے تاکہ ۷۰۰۰ کیلو میٹر لمبی سڑک کی تعمیر مکمل ہو جائے۔

ریاست کے ۳۲،۶۵ لاکھ بے زمین لوگوں میں سے ۳۲،۶۲ لاکھ جیسی بڑی تعداد میں بے زمین لوگوں کو فی کس ۱۰۰ مربع گز کا پلاٹ دیا گیا ہے ان بے زمین لوگوں میں سے ۷۰ فیصد کا تعلق درج فہرست جاتیوں، درج فہرست قبائل اور خانہ بدوش قبیلوں اور دوسرے پسماندہ طبقوں سے ہے۔ جولائی ۱۹۷۷ء کے آخر تک ۲،۶۱،۳۵۱ بے زمین لوگوں کو مکانات دیئے جا چکے ہیں اور سالِ رواں کا نشانہ ۳۰،۰۰۰ مکانات مقرر ہے۔ ان مکانات کی تعمیر کے لئے ۲،۷۱ کروڑ روپے عطا کئے گئے ہیں۔ تعمیری خرچ کی حد جو پہلے فی مکان ۳۵۰ روپے مقرر تھی اب فی مکان ۵۰۰ روپے کر دی گئی ہے۔

منصوبہ بندیوں سے وابستہ لوگوں کو نئے گوٹھانوں میں واقع سرکاری زمینیں، حسب دستیابی، دی جائیں گی تاکہ چوپایوں کے لئے گھاس چارہ اُگایا جا سکے اور ساتھ ہی منڈیوں کا قیام بھی عمل میں لایا جائے۔ اس کے علاوہ ایسی سہولتیں جیسے پانی کی بہم رسانی بجلی، پختہ سڑکوں کی تعمیر، عام استعمال کے لئے سنڈاسوں وغیرہ کا بھی ان گوٹھانوں میں بندوبست کیا جانا مقصود ہے۔

ترجمہ: عبداللہ

(باقی صفحہ ۔ سے آگے)

آفیسر جو کہ ڈپٹی کلکٹر کے درجہ کا ہوتا ہے۔ ہر اسمبلی حلقہ کیلئے مقرر کیا جاتا ہے اور اسکی مدد کیلئے تحصیلدار کے درجہ کا معاون ریٹرننگ آفیسر مقرر کیا جاتا ہے۔ انتخابات کا اعلان ہوتے ہی اُن کا کام شروع ہوتا ہے اور نتیجہ کے اعلان تک جاری رہتا ہے۔

پریزائڈنگ آفیسرس اور پولنگ آفیسرس دوسرے عہدہ دار ہیں جو انتخابات کے دن رائے دہندگان کی نگرانی کرتے ہیں۔ ہر مرکز پر رائے دہندگان کی ملاقات ان عہدہ داروں سے ہوتی ہے۔ پریزائڈنگ آفیسرس اور پولنگ آفیسرس سرکاری اور نیم سرکاری ملازم ہوتے ہیں۔ ان کا تقرر صرف انتخاب کے دن تک کیلئے محدود ہوتا ہے۔ رائے دہندگان کو ووٹ کے استعمال کے سلسلے میں مدد دینا ان عہدہ داروں کے فرائض میں شامل ہے۔ اسمبلی حلقہ میں ۱۰۰ سے ۱۵۰ پولنگ اسٹیشن قائم کئے جاتے ہیں۔ اسمیں ایک پریزائڈنگ آفیسر اور تین یا ۴ پولنگ آفیسرس ہوتے ہیں۔ انتخابات کے دن پریزائڈنگ آفیسرس کا کام سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اپنے معاون عہدہ داروں کی مدد سے انتخابات کی کارروائی، بیلٹ بکس کی سیل بندی، اور ان بکسوں کی ووٹوں کی گنتی کیلئے قائم کردہ مراکز تک پہنچانے کی ذمہ داری پریزائڈنگ آفیسر کے سپرد ہوتی ہے۔

ترجمہ: زیب النساء اقبال

> اسٹیٹ لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخابات کی وجہ سے ۲۵ فروری ۱۹۷۸ء کو نگوشی ایبل انسٹرومنٹ ایکٹ ۱۸۸۱ء کے تحت ریاست مہاراشٹر میں عام تعطیل رہے گی۔

مہاراسمبلی حلقہ میں ووٹروں کی کل تعداد کا گوشوارہ
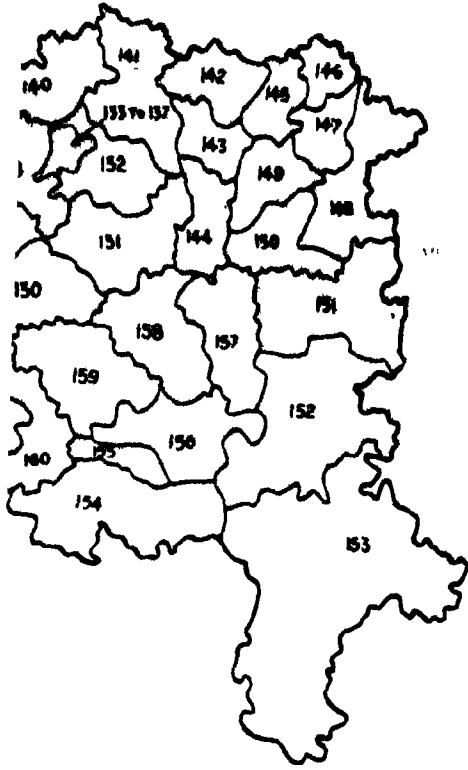
نمبر شمار	ضلع	نمبر شمار	حلقہ نمبر و نام	ووٹروں کی کل تعداد
۱۔	رتناگیری	۱	ساونت واڑی	۹۷,۴۵۵
		۲	وینگرلا	۹۴,۳۸۰
		۳	مالون	۹۴,۱۸۹
		۴	دیوگڈھ	۸۴,۱۳۵
		۵	راجاپور	۹۹,۹۸۴
		۶	رتناگیری	۱,۰۶,۸۲۷
		۷	سنگمیشور	۹۹,۳۲۱
		۸	گوہاگڑھ	۹۷,۱۹۷
		۹	چپلون	۸۵,۰۴۶
		۱۰	کھیڈ	۹۳,۰۴۶
		۱۱	داپولی	۱,۰۰,۱۰۴
۲۔	قلابہ	۱۲	مہاڈ	۹۳,۴۵۱
		۱۳	شریوردھن	۱,۰۷,۰۱۶
		۱۴	مان گاؤں	۹۵,۲۰۰
		۱۵	ییین	۹۸,۹۷۸
		۱۶	علی باغ	۱,۰۲,۸۹۳
		۱۷	پنویل	۱,۰۳,۱۹۲
		۱۸	کھلاپور	۱,۰۸,۹۴۹
۳۔	بمبئی عظمیٰ	۱۹	قلابہ	۹۹,۶۲۹
		۲۰	عمرکھاڑی	۱,۲۲,۱۶۱
		۲۱	ممبادیوی	۱,۱۱,۴۰۰
		۲۲	کھیت واڑی	۱,۲۵,۰۱۳
		۲۳	اوپیرا ہاؤس	۱,۰۸,۶۸۶
		۲۴	ملبار ہل	۱,۳۸,۷۶۳
		۲۵	چنچپوکلی	۱,۱۵,۱۸۱
		۲۶	ناگپاڑہ	۱,۰۶,۶۶۹
		۲۷	مجگاؤں	۹۸,۶۰۵
		۲۸	پریل	۱,۲۱,۹۷۹
		۲۹	سیوڑی	۱,۱۹,۷۱۵
		۳۰	ورلی	۱,۱۱,۱۳۱

مہارا
اسمبلی حلقہ ہائے

ب ۱۹۷۸ء

121
120
122
127
123
124
125
117
126
128
163
164
115
161
165
162
166
167
168
169
170
171
172
173
174
140
141
142
133 TO 137
143
138
152
129
131
144
130
158
157
159
156
160
155
154

	نمبر	نام	تعداد
	۳۱	نیگاؤں	۱,۱۵,۰۱۳
	۳۲	دادر	۱,۱۹,۱۲۹
	۳۳	ماٹونگا	۱,۲۰,۱۰۸
	۳۴	ماہم	۱,۱۱,۳۵۲
	۳۵	دھاراوی (ایس سی)	۱,۲۷,۴۲۳
	۳۶	باندرہ	۱,۱۶,۸۸۴
	۳۷	کھیرواڑی	۱,۱۰,۱۹۵
	۳۸	ولے پارلے	۱,۲۴,۳۶۳
	۳۹	امبولی	۱,۳۳,۷۶۰
	۴۰	سانتا کروز	۱,۳۲,۲۵۹
	۴۱	اندھیری	۱,۴۵,۱۶۲
	۴۲	گوریگاؤں	۱,۲۱,۸۷۹
	۴۳	ملاڈ	۱,۴۲,۱۶۶
	۴۴	کاندیولی	۱,۳۹,۰۶۱
	۴۵	بوریولی	۱,۴۱,۱۹۴
	۴۶	ٹرامبے	۱,۴۴,۰۵۳
	۴۷	چیمبور	۱,۲۳,۶۰۵
	۴۸	نہرو نگر	۱,۱۸,۰۷۷
	۴۹	کرلا	۱,۴۵,۳۳۳
	۵۰	گھاٹ کوپر	۱,۲۳,۹۷۷
	۵۱	بھانڈوپ	۱,۴۸,۴۷۴
	۵۲	مُلنڈ	۱,۴۷,۲۶۲
تھانے	۵۳	تھانے	۱,۳۲,۸۷۵
	۵۴	بیلاپور	۱,۱۷,۶۹۴
	۵۵	الہاس نگر	۱,۰۹,۸۴۱
	۵۶	امبرناتھ	۱,۲۱,۹۱۱
	۵۷	کلیان	۱,۳۹,۳۶۲
	۵۸	مُرباد	۹۷,۹۰۰
	۵۹	واڑا (ایس ٹی)	۱,۱۵,۳۹۶
	۶۰	بھیونڈی	۱,۲۲,۹۲۶
	۶۱	بسین	۱,۱۴,۶۹۸
	۶۲	پال گھر (ایس ٹی)	۱,۰۰,۶۲۷
	۶۳	دھانو (ایس ٹی)	۱,۰۸,۰۱۵
	۶۴	جواہر (ایس ٹی)	۱,۱۱,۸۴۳

	نمبر	نام	تعداد
	۶۵	شاہ پور (ایس ٹی)	۹۲,۸۹۹
۵۔ ناشک	۶۶	اگت پوری (〃 〃)	۱,۰۳,۷۸۴
	۶۷	ناشک	۱,۲۴,۹۷۹
	۶۸	دیولالی (ایس سی)	۱,۰۷,۷۱۲
	۶۹	سنّر	۹۹,۹۰۴
	۷۰	نپھاڑ	۱,۰۲,۱۹۸
	۷۱	یاولہ	۱,۰۲,۳۱۷
	۷۲	ناندگاؤں	۱,۰۷,۷۴۹
	۷۳	مالیگاؤں	۱,۱۰,۶۱۰
	۷۴	دھابڑی	۹۲,۲۷۰
	۷۵	چاندور	۹۴,۷۴۹
	۷۶	ڈنڈوری (ایس ٹی)	۱,۰۰,۹۰۸
	۷۷	سُرگنا (ایس ٹی)	۹۰,۰۸۴
	۷۸	کلون (〃 〃)	۹۶,۱۳۰
	۷۹	باگلان	۹۶,۵۳۹
۶۔ دھولے	۸۰	سکری (ایس ٹی)	۱,۰۹,۱۱۵
	۸۱	نواپور (〃 〃)	۱,۰۷,۲۳۱
	۸۲	نندور بار (〃 〃)	۱,۱۲,۰۳۹
	۸۳	تالوڈا (〃 〃)	۸۴,۶۶۰
	۸۴	اکرانی (〃 〃)	۷۹,۲۹۲
	۸۵	شہاڈ	۱,۰۳,۱۵۹
	۸۶	شرپور	۹۷,۱۱۳
	۸۷	سنکھیڈا	۹۷,۴۷۱
	۸۸	کشمبا	۱,۰۲,۴۷۸
	۸۹	دھولے	۱,۰۴,۹۵۰
۷۔ جلگاؤں	۹۰	چالیس گاؤں (ایس سی)	۱,۱۳,۶۳۹
	۹۱	پارولہ	۱,۱۸,۷۷۷
	۹۲	املنیر	۱,۱۶,۷۴۹
	۹۳	چوپڑا	۹۳,۹۳۷
	۹۴	ایرنڈول	۱,۱۰,۳۲۶
	۹۵	جلگاؤں	۱,۱۵,۴۴۳
	۹۶	پاچورا	۱,۱۰,۵۳۸
	۹۷	جامنیر	۹۹,۹۶۵
	۹۸	بھوساول	۱,۱۹,۵۲۷

ضلع	نمبر	حلقہ	آبادی
	۹۹	یاول	۱,۰۰,۳۳۶
	۱۰۰	راویر	۱,۰۱,۳۵۵
	۱۰۱	ایدلباد	۱,۰۴,۶۱۹
۸۔ بلڈانہ	۱۰۲	ملکاپور	۱,۰۰,۲۱۳
	۱۰۳	بلڈانہ	۱,۰۹,۷۶۸
	۱۰۴	چکھلی	۱,۰۸,۴۶۰
	۱۰۵	سنکھیڈراجا	۱,۰۲,۸۲۳
	۱۰۶	مہیکر	۹۸,۳۸۵
	۱۰۷	کھامگاؤں	۱,۱۵,۰۵۷
	۱۰۸	جالمب	۱,۰۲,۸۱۶
۹۔ آکولہ	۱۰۹	آکوٹ	۹۴,۳۰۰
	۱۱۰	بورگاؤں منجو	۱,۰۵,۹۶۲
	۱۱۱	آکولہ	۱,۰۸,۵۹۷
	۱۱۲	بالاپور	۱,۰۲,۹۷۰
	۱۱۳	میڈشی	۹۰,۶۸۲
	۱۱۴	واشم (ایس سی)	۹۲,۵۹۱
	۱۱۵	مانگرول پیر	۱,۰۱,۲۴۰
	۱۱۶	مرتضی پور	۹۹,۳۵۲
	۱۱۷	کارنجہ	۹۲,۵۹۱
۱۰۔ امراؤتی	۱۱۸	دریاپور	۹۴,۸۷۴
	۱۱۹	میلگھاٹ (ایس ٹی)	۹۷,۲۶۱
	۱۲۰	اچلپور	۱,۰۸,۲۴۸
	۱۲۱	مورشی	۹۳,۹۱۱
	۱۲۲	تیوسا	۹۰,۶۹۷
	۱۲۳	والگاؤں	۹۶,۴۵۴
	۱۲۴	امراؤتی	۱,۱۶,۳۹۳
	۱۲۵	بڈنیرہ	۹۶,۵۹۸
	۱۲۶	چاندور	۹۴,۲۴۳
۱۱۔ وردھا	۱۲۷	آروی	۱,۱۸,۲۲۷
	۱۲۸	پلگاؤں	۱,۰۸,۰۳۵
	۱۲۹	وردھا	۱,۰۸,۶۶۵
	۱۳۰	ہنگنگھاٹ	۱,۲۱,۹۳۴
۱۲۔ ناگپور	۱۳۱	عمیر	۱,۱۳,۷۹۱
	۱۳۲	کامٹی	۱,۱۳,۸۹۵
	۱۳۳	ناگپور جنوب (ایس سی)	۱,۱۳,۳۴۰
	۱۳۴	ناگپور مشرق	۱,۲۸,۸۲۹
	۱۳۵	،، جنوب	۱,۰۸,۵۴۹
	۱۳۶	،، وسط	۱,۰۴,۷۱۸
	۱۳۷	،، مغرب	۱,۲۲,۳۰۶
	۱۳۸	کلمیشور	۱,۰۳,۳۷۱
	۱۳۹	کٹول	۹۳,۹۴۴
	۱۴۰	ساؤنیر	۱,۰۰,۶۹۰
	۱۴۱	رام ٹیک	۱,۱۰,۴۶۳
۱۳۔ بھنڈارہ	۱۴۲	تسار	۹۹,۷۴۴
	۱۴۳	بھنڈارہ	۹۶,۸۰۹
	۱۴۴	اڈیار	۱,۰۴,۹۳۱
	۱۴۵	تیرورا (ایس سی)	۱,۱۲,۲۵۸
	۱۴۶	گوندیا	۱,۱۱,۵۸۷
	۱۴۷	گوریگاؤں	۱,۰۲,۸۰۴
	۱۴۸	امگاؤں	۱,۱۴,۲۰۵
	۱۴۹	سکولی	۱,۱۰,۵۲۷
	۱۵۰	لکھندور	۱,۱۴,۴۹۷
۱۴۔ چندرپور	۱۵۱	آرموری (ایس ٹی)	۱,۰۵,۱۳۳
	۱۵۲	گڈچرولی (،، ،،)	۹۹,۱۶۳
	۱۵۳	سیرونچہ (،، ،،)	۹۰,۲۳۰
	۱۵۴	راجورا	۱,۱۰,۸۰۳
	۱۵۵	چندرپور	۱,۱۷,۱۱۶
	۱۵۶	ساؤلی	۱,۰۴,۱۳۲
	۱۵۷	برہمپوری	۱,۱۸,۲۸۷
	۱۵۸	چیمور	۱,۱۹,۱۱۲
	۱۵۹	بھدراوتی	۱,۱۴,۶۹۶
۱۵۔ ایوت محل	۱۶۰	وانی	۱,۰۱,۱۵۱
	۱۶۱	رالیگاؤں (ایس ٹی)	۱,۰۹,۴۲۹
	۱۶۲	کیلاپور (،، ،،)	۹۱,۹۲۰
	۱۶۳	ایوت محل	۱,۰۲,۶۴۸
	۱۶۴	درواہ	۱,۰۰,۸۵۶
	۱۶۵	دگراس	۱,۰۷,۳۲۱
	۱۶۶	پوسد	۱,۰۲,۶۷۱

ضلع	نمبر	حلقہ	آبادی
	۱۶۷	عمرکھیڈ	۱,۰۱,۰۶۸
۱۶۔ ناندیڑ	۱۶۸	کنوٹ	۹۲,۸۰۲
	۱۶۹	ہدگاؤں	۱,۰۴,۲۲۵
	۱۷۰	ناندیڑ	۱,۲۳,۱۷۲
	۱۷۱	مُدھ کھیڑ	۱,۰۸,۴۴۱
	۱۷۲	بھوکر	۱,۰۰,۶۹۷
	۱۷۳	بلولی	۱,۲۶,۲۴۷
	۱۷۴	مُکھیڈ (ایس سی)	۱,۲۰,۷۵۰
	۱۷۵	کندھار	۱,۱۸,۱۰۷
۱۷۔ پربھنی	۱۷۶	گنگاکھیڈ (ایس سی)	۱,۰۰,۶۴۹
	۱۷۷	سنگناپور	۹۷,۱۲۴
	۱۷۸	پربھنی	۱,۰۳,۶۸۱
	۱۷۹	باسمتھ	۱,۱۰,۶۲۸
	۱۸۰	کلامنوری	۱,۰۹,۶۵۵
	۱۸۱	ہنگولی	۱,۰۹,۹۰۴
	۱۸۲	جنتور	۱,۰۵,۱۱۳
	۱۸۳	پاتھری	۹۲,۱۰۳
	۱۸۴	پارتور	۱,۰۰,۸۵۶
۱۸۔ اورنگ آباد	۱۸۵	امباد	۱,۰۷,۷۸۰
	۱۸۶	جالنہ	۱,۱۳,۲۵۲
	۱۸۷	بدناپور	۱,۱۱,۸۳۸
	۱۸۸	بھوکردان	۱,۱۱,۳۴۰
	۱۸۹	سلود	۹۴,۴۷۹
	۱۹۰	کنّاد	۱,۱۴,۲۳۰
	۱۹۱	ویجاپور	۱,۰۲,۳۹۵
	۱۹۲	گنگاپور	۱,۲۴,۶۵۸
	۱۹۳	اورنگ آباد (مغرب)	۱,۳۵,۹۲۵
	۱۹۴	" (مشرق)	۱,۲۲,۳۹۱
	۱۹۵	پیٹھن	۹۸,۰۱۴
۱۹۔ بیڑ	۱۹۶	گیورائے	۱,۰۷,۰۸۸
	۱۹۷	منجلیگاؤں	۱,۲۳,۴۸۳
	۱۹۸	بیڑ	۱,۱۸,۳۵۸
	۱۹۹	آشٹی	۱,۲۷,۳۲۰
	۲۰۰	چوسالہ	۱,۴۱,۹۲۶

ضلع	نمبر	حلقہ	آبادی
	۲۰۱	کیج (ایس سی)	۱,۲۲,۱۶۵
	۲۰۲	رینا پور	۱,۱۶,۹۶۸
۲۰۔ عثمان آباد	۲۰۳	احمد پور	۹۹,۸۶۹
	۲۰۴	اُدگیر	۱,۰۹,۳۰۴
	۲۰۵	بیر (ایس سی)	۹۱,۶۱۴
	۲۰۶	لاتور	۱,۲۵,۵۳۹
	۲۰۷	کلام (ایس سی)	۱,۰۰,۸۵۰
	۲۰۸	پرنڈا	۱,۰۹,۱۷۳
	۲۰۹	عثمان آباد	۱,۰۵,۴۵۷
	۲۱۰	اوسا	۹۲,۴۱۲
	۲۱۱	نیلنگا	۱,۱۲,۹۸۲
	۲۱۲	اُمرگا	۱,۰۷,۳۶۵
	۲۱۳	تلجاپور	۸۶,۷۳۳
۲۱۔ سولاپور	۲۱۴	اکل کوٹ	۹۲,۰۲۲
	۲۱۵	سولاپور (جنوب)	۹۰,۶۲۸
	۲۱۶	" شہر (")	۵۳,۰۰۱
	۲۱۷	" " (شمال)	۹۷,۰۷۲
	۲۱۸	جنوبی سولاپور (ایس سی)	۹۳,۸۶۹
	۲۱۹	منگلی ویڈھا	۹۴,۵۳۳
	۲۲۰	مہول	۹۰,۶۴۲
	۲۲۱	بارشی	۹۲,۲۷۸
	۲۲۲	مدھا	۱,۰۶,۰۶۹
	۲۲۳	پنڈھرپور	۱,۰۷,۰۴۸
	۲۲۴	سنگولہ	۱,۱۶,۵۴۴
	۲۲۵	ملسیراس	۱,۱۰,۶۸۴
	۲۲۶	کرمالا	۸۴,۷۴۷
۲۲۔ احمد نگر	۲۲۷	کرجت (ایس سی)	۹۸,۶۲۱
	۲۲۸	شریگونڈہ	۱,۰۸,۶۴۲
	۲۲۹	احمد نگر (جنوب)	۱,۰۰,۵۳۴
	۲۳۰	" (شمال)	۱,۱۵,۸۴۸
	۲۳۱	پاتھرڈی	۱,۱۰,۰۹۰
	۲۳۲	شیوگاؤں	۹۸,۶۲۸
	۲۳۳	شری رامپور	۹۱,۶۴۰
	۲۳۴	شیرڈی	۸۸,۸۰۰

ضلع	نمبر	حلقہ	ووٹر
	۲۳۵	کوپرگاؤں	۹۳,۵۴۲
	۲۳۶	راہوری	۹۳,۳۹۷
	۲۳۷	پارنر	۸۷,۰۰۷
	۲۳۸	سنگمنیر	۱,۰۵,۲۸۷
	۲۳۹	نگرآکولہ (ایس ٹی)	۱,۱۳,۲۴۶
۲۳۔ پونے	۲۴۰	جنیر	۱,۰۴,۷۱۵
	۲۴۱	امبیگاؤں	۸۶,۳۳۲
	۲۴۲	کھیڈ آلندی	۱,۱۴,۲۰۱
	۲۴۳	ماول	۱,۰۲,۹۲۴
	۲۴۴	مُلشی	۱,۰۱,۵۳۵
	۲۴۵	حویلی	۱,۳۵,۳۸۵
	۲۴۶	بوپڑی	۸۷,۲۹۶
	۲۴۷	شیواجی نگر	۱,۲۷,۱۷۴
	۲۴۸	پاروتی (ایس سی)	۱,۳۱,۷۸۸
	۲۴۹	کسبا پیٹھ	۱,۱۵,۰۰۶
	۲۵۰	بھوانی پیٹھ	۱,۰۸,۷۵۷
	۲۵۱	پونے کینٹ	۹۸,۹۱۳
	۲۵۲	سیرور	۹۲,۸۸۷
	۲۵۳	ڈھونڈ	۱,۲۱,۴۸۰
	۲۵۴	اندا پور	۱,۱۳,۴۶۸
	۲۵۵	بارامتی	۱,۰۵,۵۶۷
	۲۵۶	پُرندھر	۱,۱۵,۶۲۹
	۲۵۷	بھور	۹۰,۲۱۶
۲۴۔ ستارہ	۲۵۸	پھلٹن	۱,۰۰,۳۹۰
	۲۵۹	مان (ایس سی)	۱,۱۰,۸۰۱
	۲۶۰	کھٹاؤ	۹۷,۷۲۸
	۲۶۱	کوریگاؤں	۹۴,۷۹۸
	۲۶۲	وائی	۹۲,۲۷۳
	۲۶۳	جاولی	۱,۰۴,۱۴۷
	۲۶۴	ستارہ	۱,۰۵,۳۵۱
	۲۶۵	پاٹن	۱,۰۷,۰۵۳
	۲۶۶	کراڈ (جنوب)	۱,۰۶,۳۶۵
	۲۶۷	کراڈ (شمال)	۱,۰۸,۸۵۸
۲۵۔ سانگلی	۲۶۸	شیرال	۱,۰۹,۵۹۳
	۲۶۹	والوا	۱,۱۲,۳۳۹
	۲۷۰	بھیلاواڈی وانگی	۱,۰۶,۹۶۱
	۲۷۱	سانگلی	۹۹,۹۷۴
	۲۷۲	میرج	۹۵,۳۱۳
	۲۷۳	تسگاؤں	۹۸,۱۶۴
	۲۷۴	کھاناپور اٹپاڑی	۱,۰۸,۰۴۱
	۲۷۵	کواٹھے۔ مہانکل	۱,۰۰,۷۴۰
	۲۷۶	جاٹھ (ایس سی)	۱,۰۴,۵۲۴
۲۶۔ کولہاپور	۲۷۷	شیرول	۱,۰۶,۹۲۰
	۲۷۸	اچل کرنجی	۱,۱۲,۶۸۷
	۲۷۹	وڈگاؤں (ایس سی)	۱,۰۶,۵۳۹
	۲۸۰	شاہوواڑی	۱,۰۰,۲۵۴
	۲۸۱	پنہالہ	۹۱,۵۵۳
	۲۸۲	سانگرول	۹۷,۴۸۰
	۲۸۳	رادھانگری	۱,۰۸,۱۴۱
	۲۸۴	کولہاپور	۱,۰۶,۶۶۷
	۲۸۵	کاردیر	۱,۱۰,۹۷۷
	۲۸۶	کاگل	۹۴,۲۸۲
	۲۸۷	گندھنگ لج	۹۹,۷۰۸
	۲۸۸	چاندگڈھ	۹۹,۲۷۸

۲۸۸ نشستوں کے لئے ۱۸۱۹ اُمیدوار میدان میں

مہاراشٹرا اسمبلی کی ۲۸۸ نشستوں کے لئے ایک ہزار آٹھ سو اُنیس اُمیدوار مقابلے کے لئے میدان میں آئے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں جو اسمبلی انتخابات ہوئے تھے اس میں ۲۷۰ نشستوں کے لئے ایک ہزار ایک سو چھیانوے اُمیدواروں نے حصّہ لیا تھا، جب کہ ۱۹۶۷ء میں ہونے والے انتخاب میں اُمیدواروں کی تعداد ایک ہزار دو سو اڑتیس تھی۔ اس مرتبہ تقریباً چار ہزار اشخاص نے نامزدگی کے لئے فارم داخل کئے تھے۔

ضلع واری اُمیدوار اس طرح ہیں: رتناگیری ۴۸، قلابہ۔ ۳۵، بمبئی عظمیٰ۔ ۲۱۲، تھانے۔ ۷۱، ناشک۔ ۹۰، دھولے۔ ۵۹، جلگاؤں۔ ۷۲، بلڈانہ۔ ۴۰، اکولہ۔ ۶۹، امراؤتی۔ ۷۲، وردھا۔ ۲۶، ناگپور۔ ۹۹، بھنڈارہ ۴۷، چندرپور۔ ۵۲، ایوت محل۔ ۴۸، ناندیڑ۔ ۵۷، پربھنی۔ ۵۹، اورنگ آباد۔ ۸۲، بیڑ۔ ۳۸، عثمان آباد ۶۷، سولاپور۔ ۷۷، احمد نگر۔ ۶۵، پونے۔ ۱۱۴، ستارہ۔ ۷۰، سانگلی ۴۷ اور کولہاپور۔ ۷۲

اسمبلی الیکشن

اُمیدواروں کی ضِلع واری اور پارٹی کے مطابق تعداد

ضِلع	جنتا	آئی این سی	آئی این سی (ار)	پی ڈبلیو پی	سی پی آئی	سی پی آئی (ایم)	دیگر	کل تعداد
رتناگیری	۱۱	۱۱	۶	۱	-	-	۱۹	۴۸
قلابہ	۶	۷	۲	۴	۱	-	۱۵	۳۵
بمبئی عظمیٰ	۲۸	۳۰	۲۹	۱	۶	۳	۱۱۵	۲۱۲
تھانے	۹	۱۲	۷	۶	۱	۱	۳۵	۷۱
ناشک	۱۰	۱۱	۱۱	۱	۳	۱	۵۳	۹۰
دھولے	۸	۱۰	۸	۲	۲	۱	۲۸	۵۹
جلگاؤں	۹	۱۱	۱۰	۳	۱	-	۳۸	۷۲
بلڈانہ	۵	۶	۶	۴	۱	-	۱۸	۴
آکولہ	۵	۸	۸	۴	۱	-	۴۳	۶۹
امراوتی	۷	۷	۶	۲	۳	-	۴۷	۷۲
وردھا	۱	۴	۳	-	-	۱	۱۷	۲۶
ناگپور	۶	۹	۹	۱	۳	-	۷۱	۹۹
بھنڈارہ	۷	۷	۹	-	۲	-	۴۹	۷۴
چندرپور	۴	۸	۶	-	۱	-	۳۹	۵۸
ایوت محل	۵	۷	۴	۳	۲	-	۲۷	۴۸
ناندیڑ	۵	۶	۴	۴	۲	-	۳۶	۵۷
پربھنی	۶	۸	۹	۷	-	۱	۲۸	۵۹
اورنگ آباد	۱۱	۱۰	۱۰	۴	۲	-	۴۵	۸۲
بیڑ	۴	۶	۲	۲	۱	۱	۲۲	۳۸
عثمان آباد	۶	۱۰	۵	۱۰	۲	-	۳۴	۶۷
سولاپور	۷	۱۱	۱۰	۶	۱	۱	۴۱	۷۷
احمدنگر	۱۳	۱۲	۸	-	۷	-	۲۵	۶۵
پُونے	۱۶	۱۷	۱۰	۳	۱	-	۶۵	۱۱۲
ستارا	۸	۱۰	۷	۴	۳	-	۳۸	۷۰
سانگلی	۸	۹	۶	۷	۱	-	۱۶	۴۷
کولہاپور	۹	۱۱	۶	۹	۲	۱	۲۴	۷۲
کل تعداد	۲۱۴	۲۵۸	۲۰۱	۸۸	۴۹	۱۱	۹۹۸	۱۸۱۹

مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخاب - فروری ۱۹۷۸ء

نمبر شمار	ضلع کا نام	ووٹروں کی کُل تعداد	مرد ووٹروں کی تعداد	خواتین ووٹروں کی تعداد	پولنگ اسٹیشنوں کی تعداد
۱-	رتناگیری	۱۰,۵۱,۶۸۴	۴,۱۲,۶۴۵	۶,۳۹,۰۳۹	۱,۵۹۱
۲-	قلابہ	۷,۰۹,۶۷۹	۳,۳۲,۸۳۳	۳,۷۶,۸۴۶	۹۲۳
۳-	بمبئی عظمیٰ	۴۲,۳۹,۶۶۳	۲۵,۷۸,۹۱۱	۱۶,۶۰,۷۵۲	۴,۱۹۲
۴-	تھانے	۱۴,۸۶,۰۰۲	۷,۸۴,۰۵۱	۷,۰۱,۹۵۱	۱,۸۲۸
۵-	ناشک	۱۴,۲۹,۹۳۳	۷,۱۴,۴۵۹	۷,۱۵,۴۷۴	۱,۸۷۹
۶-	دھولے	۹,۹۷,۵۰۳	۴,۸۹,۸۴۵	۵,۰۷,۶۵۸	۱,۳۵۸
۷-	جلگاؤں	۱۳,۰۵,۲۰۸	۶,۵۵,۵۵۱	۶,۴۹,۶۵۷	۱,۶۹۶
۸-	بلڈانہ	۷,۳۷,۵۲۲	۳,۶۷,۱۱۶	۳,۷۰,۴۰۶	۹۱۵
۹-	آکولہ	۸,۸۸,۲۸۵	۴,۴۸,۷۴۶	۴,۳۹,۵۳۹	۱,۰۴۷
۱۰-	امراؤتی	۸,۸۸,۶۷۹	۴,۶۳,۹۶۷	۴,۲۴,۷۱۲	۱,۱۶۸
۱۱-	وردھا	۴,۵۶,۸۶۱	۲,۳۴,۱۱۱	۲,۲۲,۷۵۰	۵۷۷
۱۲-	ناگپور	۱۲,۱۳,۸۹۶	۶,۲۹,۷۵۴	۵,۸۴,۱۴۲	۱,۴۱۱
۱۳-	بھنڈارہ	۹,۶۷,۶۶۲	۴,۷۶,۲۰۲	۴,۹۱,۴۶۰	۱,۲۲۵
۱۴-	چندرپور	۹,۷۸,۶۷۲	۴,۸۸,۷۳۵	۴,۸۹,۹۳۷	۱,۲۳۸
۱۵-	ایوت محل	۸,۱۷,۰۶۴	۴,۰۸,۲۱۱	۴,۰۸,۸۵۳	۹۷۳
۱۶-	ناندیڑ	۸,۹۴,۴۴۲	۴,۴۵,۸۱۰	۴,۴۸,۶۳۲	۱,۰۷۷
۱۷-	پربھنی	۹,۲۹,۷۱۳	۴,۶۱,۰۹۷	۴,۶۸,۶۱۶	۱,۱۰۷
۱۸-	اورنگ آباد	۱۲,۳۶,۲۷۰	۶,۱۴,۵۷۴	۶,۲۱,۶۹۶	۱,۵۱۶
۱۹-	بیڑ	۸,۳۷,۳۰۷	۴,۲۰,۴۱۱	۴,۱۶,۸۹۶	۱,۰۷۹
۲۰-	عثمان آباد	۱۱,۴۱,۲۹۸	۵,۷۹,۵۵۸	۵,۶۱,۷۴۰	۱,۴۴۵
۲۱-	سولاپور	۱۲,۲۹,۱۳۸	۶,۴۵,۱۳۹	۵,۸۳,۹۹۹	۱,۵۲۸
۲۲-	احمدنگر	۱۳,۰۵,۲۸۲	۶,۴۹,۴۲۰	۶,۵۵,۸۶۲	۱,۷۴۰
۲۳-	پونے	۱۹,۵۳,۵۷۳	۹,۸۲,۰۹۲	۹,۷۱,۴۸۱	۲,۳۶۴
۲۴-	ستارا	۱۰,۲۷,۶۶۴	۴,۷۱,۶۲۲	۵,۵۶,۰۴۲	۱,۵۹۶
۲۵-	سانگلی	۹,۳۵,۶۴۹	۴,۶۴,۰۱۵	۴,۷۱,۶۳۴	۱,۱۷۹
۲۶-	کولہاپور	۱۲,۳۴,۴۸۶	۶,۰۹,۱۲۰	۶,۲۵,۳۶۶	۱,۶۰۱
	کُل تعداد	۳,۰۳,۹۳,۱۳۵	۱,۵۸,۲۷,۹۹۵	۱,۵۰,۶۵,۱۴۰	۳۸,۳۵۳

جگمگاتے سورج کی کرنوں تلے - چھوٹے کسان

ریاست مہاراشٹر میں زراعتی پیداوار کے سلسلے میں چھوٹے اور عام کسان بڑی اہمیت رکھتے ہیں. کسان طبقہ میں ان کی تعداد ۶۰ فیصد ہونے کے باوجود، ماضی میں انھیں ایسے ذرائع حاصل نہیں تھے جن کی مدد سے وہ اناج کی پیداوار میں خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتے ــــ لہٰذا حکومت نے اناج کے سلسلے میں ریاست کو خود کفیل بنانے میں ایسے کسانوں کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے انھیں زرعی میدان میں جائز مقام دلانے کی خاطر کئی اہم اقدامات کئے ہیں.

ایسے ہی اقدامات میں سے ایک اسکیم اختیار کی گئی ہے جسے پائلٹ اسکیم کے نام سے جانا جاتا ہے. یہ اسکیم جو ہر ضلع کے ایک یا دو منتخب تعلقوں میں روبہ عمل ہے، کسانوں کی ہر ضرورت چاہے وہ زراعت سے متعلق ہو یا کسی اور حیز سے جو کسانوں کی حالت بہتر بنانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے، کو پورا کرنے میں اعانت کرتی ہے.

ضمنی مشغلے

ایسی ہی اسکیموں میں ایک ضمنی مشغلوں کی اسکیم ہے جو کہ نہ صرف کسانوں کے لئے وقت گذاری کا مصرف ہے بلکہ ان سے اچھی خاصی آمدنی بھی ہو جاتی ہے. ان مشغلوں میں پولٹری، فارمنگ، بھیڑ بکریاں یا خنزیر وغیرہ پالنا شامل ہیں. ان کے علاوہ کچھ گھریلو صنعت بھی شامل ہے. چھوٹے کسانوں کو گھر تعمیر کرنے کے لئے نہ صرف اراضی کے خطے دیئے جاتے ہیں بلکہ گھر کی تعمیر میں بھی امداد کی جاتی ہے.

علاوہ ازیں، ایسے کسانوں جن کی زمین کا محصول ۵۰ پیسہ فی ایکڑ سے کم ہے اور جن زمینوں کی آبپاشی، ندی یا پانی کے دوسرے ذرائع حاصل نہیں ہیں. حکومت نے ان کسانوں کے قرضے معاف کرنے کا فیصلہ کیا ہے. اس کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ زمین کی حفاظت کے تحت زمین سُدھار کے کام مثلاً کنٹور بنڈنگ وغیرہ پر جو اخراجات ہوتے ہیں اُسے کئی کسان برداشت نہیں کر پاتے. اب ایسے اخراجات خشک زمینوں کے مالکوں سے وصول نہیں کئے جاتے.

اسی طرح ایسی زمینوں کے مالک جو کہ ۵۰ پیسے فی ایکڑ سے زیادہ محصول ادا کرتے [illegible] لیکن اُن کی زمینوں کو کنٹور بنڈنگ سے خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا ہے تو ان کے قرضے بھی معاف کئے جائیں گے. اس فیصلے سے ۶۸ کروڑ روپے کے اخراجات ہوں گے اور ۳۰ سے ۴۰ فیصد کسانوں کو فائدہ پہنچے گا.

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ تقریباً ۱۷،۸۲،۵۰۰ روپے وصول نہ کئے جائیں جو کہ نالا بندی کے کُل اخراجات کا ۵ فیصدی ہے اور ان پر واجب الادا ہے جنھوں نے یہ سہولت حاصل کی تھی.

مرکزی اسکیم

مزید یہ کہ کسانوں کی فلاح و بہبودی کی ایک مرکزی اسکیم ریاست کے ۱۴ اضلاع میں روبہ عمل ہے. اس اسکیم کے تحت چھوٹے زمینداروں، کسانوں اور زراعت پیشہ مزدوروں کو قرض، ایڈوانس اور دوسری مالی امداد دیجاتی ہے. امسال اس مقصد کے لئے ۶۹ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں. لائسنس فیس ۵۰ روپے سے گھٹا کر ۱۰ روپے اور ۱۰ روپے سے گھٹا کر ۲ روپیہ کر دینے سے لائسنس رکھنے والوں کو جانوروں کی دیکھ بھال اور ان کی نقل و حمل میں کافی سہولت حاصل ہو گئی ہے.

خُشک کھیتی کے مسائل

چھوٹے اور درمیانی طبقے کے کسانوں کے مسائل کو خشک کھیتی کے مسائل کے ساتھ جوڑا گیا ہے. اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ خُشک کھیتی اور فصل بونے کے نئے طریقۂ کار کام میں لائے جائیں جن کے ذریعہ لِفٹ کی مدد سے آبپاشی کا انتظام کیا جا سکے اور فراہمی سرمایہ کیا جائے. ریاست مہاراشٹر میں ان تمام مسائل پر سختی سے اقدامات کئے جا رہے ہیں. مختلف مقامات پر لِفٹ کے ذریعے آبپاشی کی اسکیم منظور کی گئی ہے. کسانوں کی سوسائٹی کی جانب سے ان کسانوں کو قرضے پیش کئے جا رہے ہیں جو قرضہ حاصل کرنے کی حیثیت نہیں رکھتے.

خشک علاقوں کے سُدھار کے لئے ایک خاص اسکیم مُرتب کی جا رہی ہے جس میں پانی کے شیڈ اور دوسرے ہر ممکن اقدامات شامل ہیں جو ایسے علاقوں کو قابل استعمال بنانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں.

• ترجمہ: ایم. اقبال

خبریں ۔ تصویروں میں

"کل ہند گنا فصل مقابلے" میں شریک کسان مرکزی وزیر برائے زراعت اور آبپاشی، شری سُرجیت سنگھ برنالہ کے ساتھ۔ مہاراشٹر کے انعام یافتہ کسان شری منوہر بالو راؤ ڈُنراتے، بائیں سے چوتھے نمبر پر کھڑے نظر آرہے ہیں۔

شری ایل۔ ایچ۔ اے رنگو، نگرانِ جنگلات، اورنگ آباد ڈویژن ایک طالبہ کو انعام دے رہے ہیں، جس نے اورنگ آباد میں "وائلڈ لائف ویک" تقریبات کے سلسلہ میں مضمون نویسی اور مصوری کے مقابلہ میں انعام حاصل کیا تھا۔

شری برج لال ورما، مرکزی وزیر برائے مواصلات نے، حال ہی میں مہاتما جیوتبا پُھلے اور سیناپتی باپٹ کی یاد میں جاری کردہ خاص یادگاری ٹکٹوں کی رسم اجرا، ایک تقریب میں انجام دی جو پُونے میں مہاتما پُھلے کے مکان کے سامنے منعقد کی گئی تھی۔ اس تصویر میں شری ورما، مہاتما پُھلے کے یادگاری ٹکٹوں کی ایک البم پُونے کے میئر شری ہمبیر راؤ موزے کو پیش کر رہے ہیں۔

بھنڈارہ جیل کے قیدی، اناج کے بورے بھر رہے ہیں، جو انھوں نے جیل کے فارم میں اُگایا ہے۔

پیپلس ایکشن فور ڈویلپمنٹ، پی اے ڈی، مہاراشٹر نے حال ہی میں ناگپور میں اناج پیداوار پروگرام کی امداد کے لئے ایک کلچرل پروگرام بعنوان "میج آف انڈیا" کا اہتمام کیا تھا جو شری یوگیندر ڈیسائی نے پیش کیا۔ اسی موقع کی تصاویر ہیں۔

مہر بند کرنے سے قبل بیلٹ باکس پولنگ ایجنٹ
کو دکھایا جاتا ہے جس میں ووٹ ڈالے جاتے ہیں.

ووٹرس قطار بنائے پولنگ بوتھ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں.

Qaumiraj Regd. No. MH-BY-South-544 *Licence No. 89 for ' without prepayment of postage*

ووٹ ڈالنے میں ادیباسی ہوں یا
معذور، کوئی بھی پیچھے نہیں رہتا۔

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی میں چھپوا کر شائع کی

قومی راج
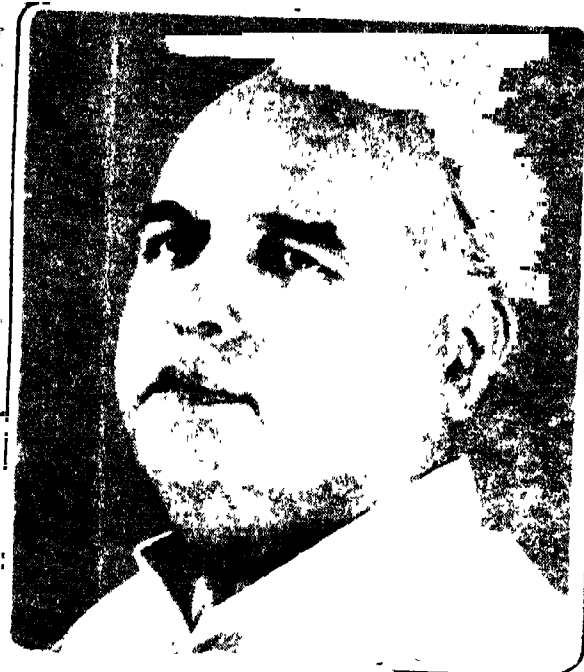
۱۰/اپریل ۱۹۷۸ء

★ ہمارے وزیر اعلیٰ
★ ہمارے نائب وزیر اعلیٰ
★ گورنر کا خطاب
★ وزیر مالیات کی بجٹ پر تقریر

قیمت : ۵۰ پیسے

حق رائے دہی حاصل ہونے کے بعد یہ نوجوان بہ سہیلی مسرت سے ووٹ ڈالتے ہوئے دکھائی دے رہی ہیں۔
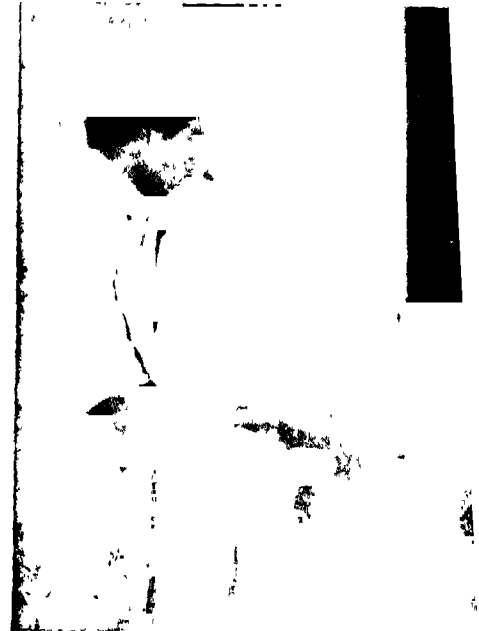
گذشتہ ۲۷ فروری سنہ ۱۹۷۸ء کو پورے مہاراشٹر میں ڈالے گئے ووٹوں کی گنتی شروع ہوئی۔ اس دن رائے شماری کے ایک مرکز پر لمحہ بہ لمحہ نتیجہ جاننے کے مشتاق لوگوں کا ہجوم۔

قومی راج

جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۵، ۶، ۷

۱۰ مارچ، ۲۵ مارچ، ۱۰ اپریل ۱۹۷۸ء

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ۔ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب:

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:
چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر منترالیہ، بمبئی ۳۲۔ ۴۰۰۰

سخنہائے گفتنی

قومی راج کا زیر نظر شمارہ مشترکہ شمارہ ہے۔ پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ ۱۰ مارچ اور ۲۵ مارچ کے دونوں شمارے مشترکہ ہوں گے مگر اس مرتبہ انھیں شماروں میں ۱۰ اپریل کا شمارہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ ۲۵ اپریل سے قومی راج کی اشاعت پابندی سے ہوتی رہے گی۔

اس شمارے میں ریاست میں ہونیوالے اسمبلی انتخاب میں کامیاب ہونیوالوں کے نام ان کا حلقۂ انتخاب آپ کی اطلاع کے لئے شائع کئے جارہے ہیں۔ نئی کابینہ میں شامل ہونے والے وزراء کے نام ان کی تصاویر اور زندگی کے مختصر حالات بھی شائع کئے جارہے ہیں

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے ۱۷ مارچ ۱۹۷۸ء کو ریاستی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا جو آپ اس شمارے میں پڑھ سکیں گے اور آپ کو معلوم ہو سکے گا کہ ریاست کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے کیا عزائم ہیں۔ اس کے علاوہ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل اور نائب وزیر اعلیٰ شری این۔ کے ترپڑے کی زندگی کے مختصر حالات بھی شائع کئے جارہے ہیں۔

۲۰ مارچ کو مہاراشٹر کے وزیر مالیات شری وائی۔ جی موہتے نے اسمبلی میں سالانہ بجٹ پیش کیا۔ اس بجٹ پر مشتمل ایک مضمون شریک اشاعت ہے۔

قومی راج کے علامہ اقبال نمبر کی مقبولیت آپ کے مسلسل آنے والے خطوط سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جب بھی آپ "اقبال نمبر" کا مطالعہ مکمل کرلیں اپنی رائے سے نوازیں۔

خواجہ عبدالغفور

اعلان

قومی راج کا "علامہ اقبال" نمبر ہر مکتبۂ خیال میں شرف مقبولیت پا رہا ہے اور ہر روز ہندوستان اور بیرونی ممالک سے اسے حاصل کرنے کے خواہشمند خطوط ارسال کر رہے ہیں۔

کیونکہ اب "علامہ اقبال" نمبر کی صرف چند سو کاپیاں باقی رہ گئی ہیں اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ خاص نمبر صرف انھیں حضرات کی خدمت میں روانہ کیا جائے جو قومی راج کا زر سالانہ مبلغ دس روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں گے۔

منی آرڈر، چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر منترالیہ، بمبئی ۳۲۔ ۴۰۰۰ کے نام سے روانہ کئے جائیں۔ کوپن پر اپنا نام، پتہ، پن کوڈ نمبر واضح طور پر ضرور تحریر فرمائیں۔

شری وسنت راؤ پاٹل

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

پہلی مرتبہ شری وسنت راؤ پاٹل ۱۷ اپریل ۱۹۷۷ء کو مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اسمبلی کے انتخابات کے بعد دوسری مرتبہ آپ نے ۷ مارچ ۱۹۷۸ء کو وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف لیا۔

شری پاٹل مہاراشٹر کے عظیم رہنما ہیں عوام کی خدمت ان کی زندگی کا مسلک ہے۔ مہاراشٹر میں امدادِ باہمی تحریک کے زبردست حامی اور علمبردار ہیں۔ آپ نے آنجہانی ڈاکٹر دھانن جے راؤ گاڈگل اور شری وکھے پاٹل کے دوش بدوش ریاست میں اس تحریک کو فروغ دینے کے لئے بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ عوام و خواص میں آپ وسنت دادا کے نام سے مقبول ہیں۔ وسنت دادا نے جگہ جگہ کوآپریٹیو سیکٹر میں شکر کارخانے، اسپننگ مل اور آئل مل قائم کرکے مغربی مہاراشٹر کے دیہی علاقوں کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔ اور امداد باہمی تحریک کے ذریعہ ریاست کے بڑے خطہ کو سبز انقلاب سے ہمکنار کیا ہے۔

وسنت دادا پاٹل نے زرعی و دیہی ترقی، اور صنعتی ترقی، امدادِ باہمی کے ساتھ ہی ساتھ ضمنی مشغلے اور خشک کھیتی کے مسائل کی طرف بھی خاص طور سے توجہ دی اور ۷۹-۱۹۷۸ء کے سالانہ منصوبے میں اس سمت بہت زور رہا۔ زرعی پیداوار، دیہی ترقی اور دیہاتوں میں روزگار فراہم کرنے کے لئے تقریباً ۲۶۰ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ وسنت دادا پاٹل اچھی طرح جانتے ہیں کہ نقل و حمل کے ذرائع جب تک اچھے اور مکمل نہ ہوں تجارت میں رکاوٹیں حائل رہیں گی۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے انھوں نے ان دیہاتوں میں جہاں کچی سڑکیں ہیں وہاں پکی سڑکیں بنواکر مواصلاتی نظام کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔

عوام کے ہمدرد اور مخلص شری وسنت دادا نے ہمیشہ عوام ہی کی ترجمانی کی اور ان ہی کی بھلائی کی خاطر سرگرم عمل رہے۔ شری پاٹل ۱۴ نومبر ۱۹۱۷ء کو ضلع سانگلی میں واقع پدمالا نامی چھوٹے سے دیہات میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنی نوجوانی ہی سے انڈین نیشنل کانگریس کے رکن رہے۔

۱۹۴۰ء میں آپ کو انفرادی ستیہ گرہ کے لئے چنا گیا جس کے نتیجہ میں چھ ماہ کی قید برداشت کی۔ ۱۹۴۲ء کی "ہندوستان چھوڑدو" تحریک کے دوران شری پاٹل کی تنظیمی صلاحیتیں ابھریں، اور آپ نے روپوش رہ کر لوگوں کے دلوں میں بدیسی حکمرانوں کے خلاف بغاوت پیدا کی۔ ایک مرتبہ شری پاٹل اور ان کے ساتھی ۱۹ رائفلیں اٹھا کر بچ نکلنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک گولی اُن کے کاندھے پر لگی اور گرفتار کر لئے گئے اور ۱۳ سال کی سزائے قید بامشقت دی گئی۔ آزادی کے بعد ہی ان کی رہائی عمل میں آئی۔

آزاد ہندوستان میں شری پاٹل اپنی تنظیمی صلاحیت اور مہارت کے ساتھ امداد باہمی تحریک کو فروغ دینے میں لگ گئے۔ آپ کی زیر قیادت کسانوں میں اعتماد بحال ہوا اور وہ مل کر پوری قوت سے سرگرم عمل ہوگئے۔ شری پاٹل نے زرعی و صنعتی سماج کا پیغام دور دور تک پہنچایا۔ کاشتکا

بقایا صفحہ ۲ پر

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی شری وسنت دادا پاٹل وزیر اعلیٰ سے عہدے اور رازداری کا حلف لے رہے ہیں۔

شری این. کے تِرپُڑے

نائب وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

شری ناشک راؤ گھنشادو ترپڑے، نائب وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، ایک منفرد شخصیت اور خوبیوں کے مالک ہیں. فطرتاً ذہین و متین، سنجیدہ و ردبار اور سرگرم عمل انسان. ہمہ وقت سماجی زندگی کا مطالعہ، سماجی خدمت درغریبوں و پسماندہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے جد و جہد۔ یہی سدا ان ن زندگی کا شعار رہا ہے۔

۳۵ سال ہی کی عمر میں شری ترپڑے سابق حکومت مدھیہ پردیش کے ائب وزیر برائے مالیات مقرر ہوئے۔ یہ ترقی ان کی زندگی میں ایک سنگِ میل ی حیثیت رکھتی ہے، جو کالج، وکالت، صحافت اور مزدور تحریک کے یدانوں میں بڑی ہماہمی اور مشکلات سے دوچار رہی۔

شری ترپڑے کو آپ کے دوست احباب 'بالا صاحب' کے نام سے پکارتے ہیں. آپ نے ضلع بھنڈارہ کے گنیش پور نامی گاؤں میں ایک متوسط خاندان میں جنم لیا۔ اسکول اور کالج میں ذہین اور ممتاز طالب علم رہے۔ ہر قسم کی سماجی اور معاشی رکاوٹوں اور مشکلات کا مقابلہ کیا اور کامیابی و مقبولیت سے ہمکنار ہوئے۔

آپ نے میٹرک کے امتحان میں سنسکرت میں امتیاز حاصل کیا تھا. آج بھی جب کبھی انھیں اپنی مصروف ترین زندگی میں کچھ وقت ملتا ہے تو اس زبان سے اپنے لگاؤ اور شوق کا اعادہ کرتے ہیں۔

شری ترپڑے ۱۶؍جنوری ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ۱۹۴۲ء میں گریجویٹ ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں ایل ایل بی کی سند حاصل کی۔ یہ ہندوستان کی جنگِ آزادی کا بڑا اہم اور ہنگامہ خیز دور تھا اور عوام میں ڈسپلن، اصلاح کا جذبہ اور روشن خیالی پیدا کرنے کے لئے نہایت سازگار۔ یہ روشن خیالی اور بیداری پیدا کرنے میں شری ترپڑے نے اپنا حصہ ادا کیا۔ ناگپور کے ایک رسالہ 'راشٹر دوت' کے نائب مدیر کی حیثیت سے خوب تجربہ حاصل کیا۔ پھر اس تجربے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے آپ نے ہفتہ وار 'اروِن' جاری کیا اور اس کی ادارت کے فرائض انجام دیئے. یہ اخبار پسماندہ طبقات کے سُدھار کے لئے وقف تھا. یہ ۱۹۴۵ء کا واقعہ ہے

اسی زمانہ میں آپ نے بھنڈارہ میں وکیل کی حیثیت سے پریکٹس شروع کی۔ اس سے آپ کو مزدور طبقہ، زیادہ تر بیڑی مزدوروں اور کھیتی مزدوروں کو درپیش مسائل پوری گہرائی کے ساتھ سمجھنے میں بڑی مدد ملی. بہرحال مزدوروں کے مسائل کی زیادہ سے زیادہ جانکاری کے ساتھ انھیں حل کرنے کا جذبہ بڑھا۔ اس طرح پیشہ وکالت سے دلچسپی معدوم ہونے لگی اور بالآخر آپ ایک مزدور یونین کے صدر بن گئے جس کے اراکین کی تعداد لگ بھگ دو لاکھ تھی۔ بعد ازاں آپ نے بیڑی مزدوروں کے لئے مناسب اُجرت کے سوال پر تحریک چلائی اور اس کے باعث آپ چھ ماہ تک نظر بند رہے۔ یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی شری این. کے ترپڑے نائب وزیر اعلیٰ سے عہدے اور رازداری کا حلف لے رہے ہیں

۱۹۵۲ء میں آپ کی سرگرمیوں اور کامیابیوں کا دائرہ وسیع ہوا۔ آپ انڈی پینڈنٹ لیبر پارٹی کے صدر رہے نیز گرنی کامگار یونین، بیڑی مزدور یونین آئل مل ورکرس یونین اور ۲۹ دیگر یونینوں کے مقبول ترین لیڈر قرار پائے۔ آپ ڈیپریسڈ کلاسیز ایجوکیشن سوسائٹی کے صدر رہے۔ اور اس کی زیر سرپرستی متعدد اسکولوں، بالک مندر، ہوسٹل اور دیگر اداروں کے معاملات میں ذاتی دلچسپی لی۔ آپ بھنڈارہ جن پد پرائمری ٹیچرس ایسوسی ایشن کے صدر اور بھنڈارہ اسٹاف جنرلسٹ ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ نیز ودربھ ساہتیہ سنگھ کی مجلس عاملہ کے بھی رکن رہے۔ انہی وسیع سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کو سماجی کارکنوں کی جمعیت میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ کی قیادت سے ان اداروں کو تقویت ملی اور ان کا کام آگے بڑھتا رہا۔

۱۹۵۴ء میں آپ سابقہ مدھیہ پردیش حکومت کے نائب وزیر برائے مالیات مقرر ہوئے۔ مالیات کے علاوہ مندرج جاتیوں کی فلاح و بہبود، چُنگی محصول، رجسٹریشن اور بحالی سے متعلق اہم محکمہ جات بھی آپ ہی کے سپرد تھے۔ ریاستوں کی تشکیلِ نو کے بعد آپ بڑی ذولسانی ریاست بمبئی کی وزارت میں وزیر برائے سماجی بہبود مقرر ہوئے۔ بعد ازاں آپ وزیر برائے جنگلات، وزیر برائے ہاؤسنگ اور وزیر برائے بہبودی قبائل اور سیاحت رہے۔

اضلاع ودربھ میں پھیلے ہوئے بڑی تعداد میں اسکول، بال واڑیاں اور ہوسٹل شری ترپڑے کی دلچسپی کا مظہر ہیں۔ جن کی وجہ سے غریب اور پسماندہ لوگوں میں تعلیم فروغ پا رہی ہے۔ اسی طرح آپ کی دوسری سرگرمیوں مثلاً کالج اور یونیورسٹی طلبہ کے لئے 'بک بنک' کی تحریک وغیرہ میں نوجوانوں کے تئیں تعمیری جذبہ کارفرما ہے۔ آپ نے نوجوانوں میں ایک اور تحریک بھی شروع کی تاکہ جہیز جیسی سماجی برائیوں کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کیا جائے۔

سچائی اور انصاف کے حامی شری ترپڑے اپنا ہر کام پوری سوجھ بوجھ عزم و استقلال اور مستعدی سے انجام دیتے ہیں۔ درماندہ اور دکھی انسانوں کو دیکھ کر آں کا دل بھر آتا ہے اور ان کی بے لوث خدمت، ہی آپ کی زندگی کا اولین مقصد ہے۔

●●

بقیہ 'شری وسنت راؤ پاٹل' ص سے آگے

اور عام آدمی کی خاطر مخلص اور پرجوش کارکنوں کی ایک بڑی جمعیت تیار ہوگئی جس کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ سانگلی میں ایک منڈی (مارکیٹ یارڈ) کا قیام شری پاٹل کی پہلی زبردست کارگزاری ہے۔ کسانوں کی یہ معمولی مانگ کہ ان کی پیداوار ٹھیک سے تولی جائے اور مناسب نگرانی میں فروخت کیجائے منوانے کے لئے آپ کو سخت جدوجہد کرنا پڑی۔ اسی زمانے سے شری پاٹل نے ستارا اور سانگلی اضلاع میں پوری شدت اور تیزی سے امداد باہمی تحریک چلائی۔ آپ متعدد امداد باہمی جماعتوں مثلاً زراعتی امداد باہمی جماعتوں، مارکیٹ کمیٹیوں، کوآپریٹیو ڈسٹلریز، سہکار سمنٹ کارخانہ، سہکار بنک، ڈسٹرکٹ لینڈ ڈیولپمنٹ بنک، کوآپریٹیو اسپننگ مل، کوآپریٹیو پولٹری فارم اور کوآپریٹیو شکر کارخانوں سے وابستہ رہے ہیں۔ آپ ہی کی تحریک پر سانگلی اور میرج میں انڈسٹریل کوآپریٹیو اسٹیٹس کا قیام عمل میں آیا۔

آپ ہی کی حوصلہ افزائی سے سانگلی میں ایک تربیتی ادارہ قائم ہوا تاکہ قائم ہونے والے متعدد کارخانوں کے لئے ماہر ورکروں اور ٹیکنیکل افراد کو تربیت دی جاسکے۔ شری وسنت دادا پاٹل مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو بنک کے چیرمین اور آل انڈیا کوآپریٹیو شوگر ملز فیڈریشن کے صدر بھی رہے ہیں۔

آپ نے مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے اس کی قیادت کی اور راشٹریہ مل مزدور سنگھ، بمبئی کے بھی صدر رہے اس زمانے میں مزدور تحریک کو بڑی تقویت پہنچی۔ وسنت دادا پاٹل کو ۱۷ر مارچ ۱۹۷۲ء میں مہاراشٹر کابینہ میں بحیثیت وزیر سینچائی اور پاور شامل کیا گیا تھا۔

اسمبلی کے نئے اسپیکر و ڈپٹی اسپیکر

شری شیوراج پاٹل

اسپیکر مہاراشٹر مجلس قانون ساز

مہاراشٹر کے اسپیکر کی حیثیت سے شری شیوراج پاٹل (کانگریس) کا انتخاب ۱۷ر مارچ ۱۹۷۸ء کو بمبئی میں عمل میں آیا۔ آپ نے اپنے مخالف اُمیدوار شری کیشو راؤ پوار کو ۱۲۰ ووٹوں سے شکست دی شری پاٹل کو ۱۵۴ ووٹ حاصل ہوئے۔ جبکہ شری پوار کو ۱۳۴ ووٹ ملے۔

عارضی اسپیکر شری ڈی۔ ایس۔ دیسائی نے نتائج کا اعلان کیا۔ نتائج کا اعلان ہوتے ہی اجلاس نے شری پاٹل کو مبارکباد دی اور ڈسک بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد تالیوں کی گونج میں شری پاٹل، وزیر اعلیٰ وسنت دادا پاٹل اور اپوزیشن لیڈر شری اتم راؤ پاٹل کی پیشوائی میں اسپیکر کی کرسی پر براجمان ہوئے۔

ایوان کے دونوں بازو کے اراکین نے اسپیکر کا گرمجوشی سے استقبال کیا، اور ایوان کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی آپ کی قابلیت پر اعتماد کا اظہار کیا۔

وزیر اعلیٰ نے ایوان کی اعلیٰ روایات کا ذکر کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ شری شیوراج پاٹل بھی ان روایات کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کریں گے۔

شری اتم راؤ پاٹل اپوزیشن لیڈر نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انتخابات کے بعد ایوان کی نوعیت بدل گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ انھیں توقع ہے کہ نئے اسپیکر اس تبدیلی کو مدنظر رکھیں گے اور بغیر کسی بھید بھاؤ کے سب کے ساتھ انصاف کریں گے۔

نئے اسپیکر کو مبارکباد دینے والوں میں شری جی۔ اے دیشمکھ، شری پی۔ کے کرڈلے، شری کیشو راؤ پوار، شری ایس بی چوان، شریمتی پربھا راؤ، وزیر برائے امداد باہمی و سیاحت، شری جسونت راؤ دھوتے کے علاوہ دیگر افراد بھی شامل تھے۔

آپ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ضلع عثمان آباد کے تعلقہ احمد پور چکور میں پیدا ہوئے۔ چکور، لاتور، حیدرآباد اور بمبئی میں تعلیم پائی۔ آپ بی۔ ایس سی۔ ایل ایل ایم ہیں۔

تعلیمی سرگرمیوں سے آپ کا گہرا تعلق رہا ہے۔ حیدرآباد، اورنگ آباد اور لاتور میں قانون کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ مراٹھواڑہ یونیورسٹی کے سینیٹ اور مراٹھواڑہ ایگریکلچرل یونیورسٹی کی مجلس عاملہ کے رکن رہے ہیں۔ لاتور میونسپل کونسل کے تین سال تک چیرمین رہے اور اس عرصہ میں لاتور

بقایا صفحہ ۲۰ پر

شری جی۔ آر گرودڑ

ڈپٹی اسپیکر، مہاراشٹر مجلس قانون ساز

جلگاؤں ضلع کے جامنیر حلقہ سے آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے منتخب رکن شری گجانن راؤ رگھوناتھ گرودڑ ۲۱ر مارچ ۱۹۷۸ء کو مہاراشٹر مجلس قانون ساز کے ڈپٹی اسپیکر چُنے گئے

کانگریس لیجسلیٹو فرنٹ کے نامزد شری گرودڑ کو ۱۴۸ ووٹ ملے جبکہ ان کے مخالف جنتا پارٹی کے امیدوار شری پران لال وہرا کو ۱۳۵ حاصل ہوئے۔ چار ووٹ رد ہوئے۔ نتائج کے اعلان کے بعد وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل، مخالف پارٹی لیڈر شری اتم راؤ پاٹل، اسپیکر شری شیوراج پاٹل، شری کے۔ این۔ دیشمکھ اور دوسرے اراکین نے شری گرودڑ کو مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ شری گرودڑ ایوان کی روایات کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کریں گے۔

۳ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ضلع جلگاؤں کے

بقایا صفحہ ۱۶ پر

عوام کی اُمیدیں پوری کرنے کے لئے حکومتِ مہاراشٹر کا عزم

گورنر، شری صادق علی کا مشترکہ اجلاس سے خطاب

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے ۱۷ مارچ ۱۹۷۸ء کو ریاستی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانات کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔

اراکین کا بہ مسرت خیر مقدم کرتے ہوئے شری صادق علی نے فرمایا کہ اسمبلی کے عام انتخابات کے بعد یہ پہلا اجلاس ہے اور ۱۹۷۸ء کا بھی یہ پہلا اجلاس ہے۔ مہاراشٹر کے گورنر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد میرا بھی یہ پہلا موقع ہے کہ میں آپ سے مخاطب ہوں۔

اس سال مہاراشٹر میں مخلوط حکومت بنی ہے۔ اور یہ سرکار ایسے منصوبوں کو عمل میں لائے گی جن سے عام آدمی کی اُمیدیں اور توقعات پوری ہو سکیں گی حکومت آئندہ سال جن اہم کاموں کو جاری رکھے گی یا جو نئے کام شروع کرے گی میں انھیں آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

پلاننگ کمیشن سے بات چیت کے بعد ریاست مہاراشٹر کے سالانہ پلان کا خرچ طے کر دیا گیا ہے جو ۷۹-۱۹۷۸ء کے لئے ۷۳۵ کروڑ روپے کا ہے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں متوقع خرچ آئندہ سال کے مقابلے میں ۱۰ فیصد بڑھ جاتا ہے۔

آئندہ سال کے منصوبے میں زراعتی پیداوار، دیہی ترقی اور دیہی روزگار سے متعلق پروگراموں پر زور دیا گیا ہے۔ ان کاموں کے لئے کل مصارف میں سے خاصا فیصد حصہ رکھا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت سرگرمیاں زراعت اور اس سے متعلق کام، امداد باہمی، سینچائی، دیہی بجلی رسانی، دیہی اور چھوٹی صنعت و امپلائمنٹ گارنٹی اسکیم بھی اس میں شامل ہے۔

اقل ترین ضروریات پروگرام کے مصارف میں بھی کافی اضافہ کرنے کی تجویز ہے، جو ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران تقریباً ۲۴٫۵۷ کروڑ روپے تھا۔ اسی پروگرام میں پرائمری اسکولوں میں بال واڑی قائم کرنے کی سہولت مہیا کرنا، دیہی علاقوں میں کاٹیج اسپتال تعمیر کرنا بھی شامل ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ہر ڈھائی لاکھ کی آبادی کے لئے ایک اسپتال اور گرام پنچائت سے۔ اسمبلی کے اندر کاٹیج اسپتال کو قائم کرنا۔ شہر کی گندی بستیوں، دیہی علاقوں اور قبائلی علاقوں میں اسکول جانے والے چوتھی کلاس تک کے بچوں کے لئے دوپہر کے وقفے میں کھانے کا انتظام، دیہی سڑکوں کی تعمیر اور ان سڑکوں کو دیہاتوں اور ریاستی و ضلعی شاہراہوں سے منسلک کرنا، جھونپڑپٹیوں میں سُدھار کے کاموں کے تحت ضروری وسائل کی فراہمی، ان کی بازآبادکاری اور بے گھر کسان مزدوروں کے لئے گھروں کی سہولت، یہ سب کام اس پروگرام میں شامل کئے گئے ہیں۔

کوآپریٹیو سیکٹر میں چھوٹی اور اوسط صنعتوں کی حوصلہ افزائی کے ضمن میں ایک نئی اسکیم بنائی گئی ہے۔ اس اسکیم کے ذریعہ قرضہ جات کی صورت میں ترغیبی امداد دی جائے گی۔ شکر فیکٹریوں کے ادا کئے پرچیز ٹیکس کے سلسلے میں بھی آئندہ سال مزید اقدامات کئے جائیں گے۔ یہ اقدامات غیر صنعتی علاقوں میں صنعتیں قائم کرنے کی "سیکوم" کی تجاویز اور خطوط پر ترغیبی امداد اور سہولتوں کی صورت میں ہوں گے۔ اس اسکیم کے تحت شکر فیکٹریوں کی سہولت حاصل ہوگی کہ وہ دیگر پیداواری کام شروع کریں تاکہ ان دیہی علاقوں میں مزید روزگار فراہم کرنے کے مواقع حاصل ہو سکیں اور اسی طرح انھیں دیہی علاقوں میں خام مال کی فراہمی اور کھپت کے بھی مواقع حاصل ہو سکیں۔

ریاست میں حکومت نے تیل کے بیج کی فراہمی کا ایک کارپوریشن قائم کیا ہے جس کے ذریعہ پیداوار اور اس سے بنائی گئی چیزوں کے لئے تعاون حاصل ہوگا۔ کارپوریشن کے شیئر کیپٹل میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ معتد بہ اضافہ پروسیسنگ انڈسٹریز اور خام مال کے ضمن میں ہو۔

ماضی قریب میں کوآپریٹو تحریک نے ریاست میں نمایاں ترقی کی ہے۔ ۱۸٫۵۰۰ سے زائد ایگریکلچرل کریڈٹ سوسائیٹیوں نے کام شروع کیا ہے اور ان کے تقریباً ۴۷٫۵ لاکھ ممبر ہیں۔ ۷۹-۱۹۷۸ء میں ممبروں کی تعداد میں اضافہ متوقع ہے۔ اور اس طرح ۴۸ لاکھ ممبر ہو جائیں گے۔ مختصر مدت، اوسط مدت اور طویل مدت کے لئے بالترتیب ۲۲۵ کروڑ روپے، ۵ کروڑ روپے اور ۳۰ کروڑ روپے کے قرضہ جات دینے کی سہولت کا تخمینہ مقرر کیا گیا ہے۔ کسانوں کو ان کی پیداوار کو مارکیٹ میں لانے کے لئے کوآپریٹو مارکٹنگ کی سہولت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ تمام اضلاع کے کسانوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ کوآپریٹو مارکیٹنگ ایجنسیوں کے ذریعہ زرعی پیداوار کی قیمتوں میں سال

۱۹۷۷-۷۸ء کے ۴۴ کروڑ روپے کے مقابلہ میں ۱۹۷۸-۷۹ء میں اضافہ ہوگا اور یہ رقم ۵۰٫۴ کروڑ روپے ہو جائے گی۔ ۱۹۷۸-۷۹ء میں تین نئی شکر فیکٹریاں، ایک چاول کی مل اور کپاس کی دھنائی یونٹوں کا قیام عمل میں آئے گا اس طرح اس ضمن میں بھی پیداوار بڑھے گی۔

تعلیمی میدان میں اور نوجوانوں کی بہبودی کے سلسلے میں کھیل کود کے لئے کشادہ میدانوں اور تعلقوں میں بڑے پیمانے پر اسٹیڈیم کی تعمیر کے لئے ۱۹۷۸-۷۹ء میں کام شروع کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح سیکنڈری اسکولوں میں پیشہ ورانہ فنی تربیتی نصاب عنقریب شروع کیا جائے گا۔

مہاراشٹر میں ریاستی حکومت روزگار ضمانت اسکیم دیہی غریبوں کی بہبودی کی خاطر زیر عمل لا رہی ہے، جو بہت مقبول ہوئی ہے۔ ضمانتِ روزگار کو آئینی قرار دینے کی غرض سے ریاستی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانات نے مہاراشٹر روزگار ضمانت بِل بابت ۱۹۷۷ء پاس کیا ہے جس پر صدر ہند کی جانب سے منظوری باقی ہے۔

حکومت نے حال ہی میں حکمنامہ جاری کر کے بیک ورڈ کلاس ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے قیام کی منظوری دیدی۔ اس کارپوریشن کا منظور شدہ سرمایہ ۲٫۵ کروڑ روپے ہے۔

حکومت نے حکمنامہ جاری کر کے مہاراشٹر فلم اسٹیج اینڈ کلچرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے قیام کی بھی منظوری دیدی ہے۔ جس کا منظور شدہ سرمایہ ۲٫۵ کروڑ روپے ہے۔ اس کارپوریشن نے کام شروع کر دیا ہے اور توقع ہے کہ اگلے مالیاتی سال کے دوران اس کی سرگرمیاں تیز تر ہو جائیں گی۔

خریف کی فصل اچھی ہوئی ہے، لہٰذا ریاست کی غذائی صورت حال اطمینان بخش ہے اور امید ہے کہ سال کے دوران ایسی ہی رہے گی۔ اسی وجہ سے حکومت نے لازمی وصولی کے ذریعہ اناج اکٹھا کرنا روک دیا ہے۔ لیکن امدادی بھاؤ پر رضاکارانہ طور سے خریداری اسکیم جاری رکھی گئی ہے۔

مالیاتی سال کے آغاز سے ضروری اشیاء کے دام بڑھنے کے مدنظر حکومت نے خریداروں کی مشکلات کو کم کرنے کے خیال سے ۵٫۰۰ میٹرک ٹن مونگ پھلی کا تیل اور ۵٫۰۰۰ میٹرک ٹن ریفائنڈ سرسوں کا تیل امدادی شرح پر تقسیم کیا۔

حکومت کی پالیسی یہی رہی ہے کہ ضروری اشیاء کی قیمت بڑھنے نہ دی جائے۔ اگر کاشتکاروں کو یہ یقین رہے کہ انھیں اپنی پیداوار پر منافع بخش قیمت ملے گی تو پیداوار بڑھتی ہے اور اس سے ضروری اشیاء کی قیمتیں بھی بڑھنے نہیں پاتیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ کاشتکاروں کو ضروری پیداواری سامان جیسے کھاد اور سرمایہ رعایتی شرح پر ملتا رہے۔ لہٰذا ریاستی حکومت مرکزی حکومت پر برابر زور دیتی رہے گی کہ اس مقصد کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

۱۹۷۷-۷۸ء میں زراعتی موسم عموماً قابلِ اطمینان رہا۔ بہرحال جنوب مغربی مون سون کی تاخیر کی وجہ سے کپاس کے زیر کاشت رقبہ میں کمی ہوگئی ۱۹۷۷-۷۸ء میں ریاست میں اناج کی پیداوار کی سطح پہلے کے مقابلے میں سب سے زیادہ رہی۔ ۱۹۷۸-۷۹ء میں حکومت کی یہی کوشش رہے گی کہ اناج کی پیداوار اور بھی بڑھے۔

اسی طرح نقد فصلوں کی پیداوار میں بھی اضافہ کی امید ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے حکومت متعدد ترقیاتی پروگرام زیر عمل لائے گی۔

حکومت نے ایک شیپ ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ نیز ایک خاص مویشی سُدھار پروگرام منظور کیا گیا ہے تاکہ دیہی آبادی کے کمزور طبقات کے لئے سودمند روزی کے مواقع بڑھیں۔

فی الحال ریاست میں تمام ذرائع سے سینچا جانیوالا علاقہ کل پیداواری علاقے کا ۱۰ فیصد ہے۔ ۹۰ فیصد کاشتکاری علاقہ مون سون کے رحم و کرم پر ہے۔ بارہ اضلاع کے ۷۸ تعلقہ جات دیرینہ خشک سالی کے شکار ہیں لہٰذا حکومت نے ریاست میں آبپاشی کی سہولتیں تیزی کے ساتھ بڑھانے کے کام کو مقدم رکھا ہے سینچائی ترقیاتی پروگرام کو تیز تر بنانے کی غرض سے حکومت نے ورلڈ بنک سے بات چیت شروع کی ہے تاکہ ریاست میں چھ بڑے سینچائی پروجیکٹوں یعنی بھیما، ککڑی، کرشنا، وارنا، آپر پین گنگا اور اپر وردھا کے لئے قرض امداد حاصل کی جا سکے۔ ۱۹۷۷-۷۸ء میں پورنا۔ جائیک واڑی سینچائی پروجیکٹوں کے لئے انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن نے ۷ کروڑ ڈالر کی قرض امداد منظور کی ہے جو آئندہ چار سال کے دوران حاصل کی جائے گی۔

۱۹۷۷-۷۸ء کے سالانہ منصوبہ میں بڑے اور درمیانی منصوبہ جات پر تقریباً ۱۴۱ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے جس کے نتیجہ میں جون ۱۹۷۸ء تک مزید ۱٫۳۰ لاکھ ہیکٹر زمین پر سینچائی ہو سکے گی۔ اس کے علاوہ ریاستی سیکٹر کی چھوٹی سینچائی اسکیموں اور سینچائی ترقیاتی کارپوریشن کی اٹھاؤ سینچائی اسکیموں کے ذریعہ جون ۱۹۷۸ء تک مزید ۲۵ ہزار ہیکٹر اراضی پر سینچائی ہو سکے گی۔ اس طرح توقع ہے کہ جون ۱۹۷۸ء تک مزید ۱٫۵۵ لاکھ ہیکٹر پر سینچائی ہو سکے گی۔

حالیہ سالوں میں ریاستی حکومت نے پاور سیکٹر پر مصارف میں اضافہ کیا ہے۔ ۱۹۷۷-۷۸ء میں منصوبہ کا تخمینہ مصارف بڑھا کر ۲۵۴ کروڑ روپے کر دیا گیا۔ جبکہ ۱۹۷۴-۷۵ء میں صرف ۸۹٫۲۶ کروڑ روپے تھا۔ فی الحال ریاست میں بجلی کی قوتِ پیداوار ۲۸۴۷٫۷ میگاواٹ ہے۔ ملک کی دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں مہاراشٹر میں بجلی کی مانگ زیادہ ہے۔ پھر بھی مختلف شعبوں کے لئے بجلی کی مقررہ پندرہ فیصد کٹوتی گھٹا کر اس سال ۱۰ فیصد کر دی گئی ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ ملک میں ایک کارگذار بجلی بورڈ ہے۔ نقصان ٹرانسمیشن کم ہو کر ۴ء۱۷ فیصد رہ گیا ہے جو کل ہند اوسط ۲۰ فیصد سے کم ہے۔

ستمبر ۱۹۷۷ء تک بورڈ نے ۲۱٫۴۸۰ گاؤں اور قصبات میں بجلی پہنچائی نیز ۴٫۶۲٫۶۸۰ پمپوں کو برقا دیا۔ ستمبر ۱۹۷۷ء تک کل ۱۲٫۱۵۰ ہریجن بستیوں اور ۸۴۵ قبائلی گاؤں کو بجلی پہنچا دی گئی۔ ۱۹۷۶۔۷۷ء میں تو ۲٫۰۳۱ ہریجن بستیوں میں بجلی پہنچا کر ایک ریکارڈ قائم کیا گیا۔

انتہائی کوشش کے باوجود ریاستی حکومت ۱۹۷۷۔۷۸ء کے کپاس موسم میں کپاس اجارہ داری خریداری اسکیم چلانے کے لئے ریزرو بنک آف انڈیا سے کافی قرض حاصل نہ کرسکی۔ لہٰذا حکومت کو مہاراشٹر خام کپاس (وصولی پروسیسنگ اور فروخت) ایکٹ ۱۹۷۱ء کی بعض دفعات معطل کرنا پڑیں جن سے اس کو اجارہ داری روپ دیا گیا تھا۔ اس تعطلی کے بعد بھی تاجروں کو اب کپاس کے آزادانہ بیوپار کی اجازت مل گئی ہے۔ بہرحال کپاس کے کسانوں کے مفاد کے تحفظ کی خاطر حکومت نے نظرثانی شدہ اسکیم جاری رکھی تاکہ ان مزارعین کپاس سے امدادی بھاؤ پر کپاس خریدی جاسکے جو اس بھاؤ پر کپاس دینے کے لئے آمادہ ہوں۔

۱۹۷۷ء میں صنعتی تعلقات کی صورت حال ۱۹۷۶ء کے مقابلے میں قدرے مایوس کن رہی۔ ۱۹۷۷ء میں کام بندی کی ۶۰۰ وارداتوں کے سبب ۴۲ء۸۲ لاکھ کام کے دنوں کا نقصان ہوا جن سے لگ بھگ ۲ء۷۰ لاکھ مزدور متاثر ہوئے۔ اس کے مقابلے میں ۱۹۷۶ء میں کام بندی کی ۳۳۷ وارداتوں کے سبب ۴ء۹۳ لاکھ کام کے دنوں کا نقصان ہوا تھا اور اس سے ۱ء۵۱ لاکھ مزدور متاثر ہوئے تھے۔ بہرحال یہ بتاتے ہوئے مجھے خوشی ہے کہ ایسے بیشتر معاملات میں سمجھا بجھا کر اور باہمی مفاہمت سے جھگڑوں کو طے کرانے میں حکومت کی کوشش کافی کامیاب ہوئی ہے۔ پچھلے سال کے مقابلے میں ۱۹۷۷ء سال میں تالابندی، چھٹنی اور کام بندی کے معاملے میں صورت حال نمایاں طور سے سدھری ہے۔ محکمۂ محنت کے صنعتی تعلقات عملہ کی جانب سے ہر سطح پر انتہائی کوشش اور بالائی سطح پر حکومت کی جانب سے فوری مداخلت کی وجہ سے یہ بہتری ممکن ہوئی۔

۱۷ مارچ ۱۹۷۸ء کو گورنر شری صادق علی، ریاستی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرنے تشریف لا رہے ہیں اُن کے ساتھ شری شیوراج پاٹل، اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

حکومت مہاراشٹر نے اپنی ترقی پسندانہ مزدور پالیسی کے مطابق پارلیمنٹ کے منظور کردہ قوانین کے علاوہ اور کئی قوانین وضع کئے تاکہ مزدوروں کے محفوظ اور غیر محفوظ دونوں قسم کے طبقات کے مفاد کا اور زیادہ بہتر تحفظ کیا جاسکے۔

جولائی ۱۹۷۷ء میں حکومت نے بمبئی میٹرو پولیٹن ریجن کے لئے صنعتی مقام کے تعین سے متعلق اپنی پالیسی میں ترمیم کی تاکہ ان مشکلات کو دور کیا جاسکے جو بیشتر پالیسی کو زیر عمل لانے کے دوران ظاہر ہوئی تھیں ریاستی حکومت نے مرکزی حکومت کی امدادی اسکیم کی نہج پر خاص سرمایہ محرک اسکیم جاری کی۔ اس اسکیم کے تحت ان علاقوں میں جنھیں حکومت نے "گروتھ سینٹر" کا نام دیا ہے، نئی صنعتوں کے قیام کے لئے صنعت کاروں کو طویل المیعاد بلا سود بلا ضمانت قرضہ جات دیئے جائیں گے۔ فی الحال حکومت کی قائم کردہ چار علاقائی ترقیاتی کارپوریشنیں نئی صنعتوں کے قیام میں بڑا موثر حصہ لے رہی ہیں۔ سرمایہ کاری میں ان کا حصہ ۹۴ یونٹوں میں ۳۴۴ روپے کی حد تک ہے۔ دسمبر ۱۹۷۷ء تک ان کارپوریشنوں نے ۱۲٫۷۰۰ تعلیمیافتہ بے روزگار افراد کو نیا کاروبار شروع کرنے کے لئے امداد دی۔ حکومت نے ریاست میں الیکٹرونک انڈسٹری کو فروغ دینے کی غرض سے مہاراشٹر الیکٹرونک کارپوریشن لمیٹڈ قائم کی ہے۔ اس کارپوریشن کا منظور شدہ سرمایہ حصص ۳ کروڑ روپے ہے، جبکہ اولاً ادا شدہ سرمایہ ۱ء۵۰ کروڑ روپے ہے۔

ریاستی حکومت نے "ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی" قائم کی ہے۔ اس ادارے کے قیام سے یہ توقع پیدا ہوئی ہے کہ خصوصاً کم آمدنی والے طبقہ کے افراد کے لئے تعمیر مکانات، اور جھونپڑ پٹیوں کے سدھار کی رفتار تیز ہوجائے گی۔ نئی بمبئی کے علاقے میں ۹۵ دیہاتوں نیز ناندیڑ، ناشک، اورنگ آباد اور ناگپور کے نئے شہروں کے لئے 'سڈکو' خاص ترقیاتی ادارہ ہے۔ 'سڈکو' کا خاص مقصد یہ ہے کہ 'ہڈکو' کی مالی مدد سے

بڑے پیمانے پر تعمیر مکانات پروگرام شروع کیا جائے۔

موٹر وہیکل ٹیکس کے خاتمے کی وجہ سے میونسپل کونسل کو ہونے والے نقصان کی تلافی کی غرض سے موٹر وہیکل ٹیکسیشن انکوائری کمیٹی نے میونسپل کونسل کو ضمنی مدد دینے کی سفارش کی تھی۔ میری حکومت نے ٹیکس کی کل وصولی پر ۱۰ فیصدی کے مساوی گرانٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ لہذا ۲٫۳۱ کروڑ روپیہ میونسپل کونسل اور متعلقہ کارپوریشن کو منظور کیا جا چکا ہے۔

میونسپل کونسل کی جانب سے یاترا ٹیکس کی وصولی اگر وہ ۲۵۰۰۰ روپے سے کم نہیں ہے، کو حکومت نے بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ طے کیا گیا ہے کہ گذشتہ تین سالوں کے دوران کل وصول شدہ رقم میں سے وصولی کے اخراجات کم کر کے باقی ماندہ رقم پر ۷۵ فیصدی کے مساوی گرانٹ دی جائے۔

مہاراشٹر میں میونسپل علاقوں کے ۱۹۸ علاقوں میں پائپ کے ذریعے پانی کی سہولت حاصل ہے۔ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء کے دوران گوند یا کو بھی یہ سہولت دستیاب ہوگی اور بھیونڈی میں زیر زمین نالوں کا کام مکمل ہو جائے گا۔ ان دونوں کاموں کو انٹرنیشنل ڈیولپ منٹ ایسوسی ایشن کی مالی امداد حاصل ہے۔ اور تیزی سے مکمل ہو رہے ہیں۔ توقع ہے کہ اس اسکیم کے تحت جون ۱۹۷۸ء تک بمبئی میونسپل کارپوریشن کو ۱۰۰ ایم۔ جی۔ ڈی زیادہ پانی سپلائی ہو سکے گا۔

۲ر اکتوبر ۱۹۷۷ء سے کمیونٹی ہیلتھ ورکرس اسکیم، آکولہ، امراؤتی وردھا، کولہاپور اور رتناگیری اضلاع میں پرائمری ہیلتھ کے مرکزی بلاک میں شروع کی جا چکی ہے۔ باقی ماندہ ۲۰ اضلاع میں ہر جگہ صرف ایک مرکزی بلاک میں اس اسکیم پر عمل کیا جا رہا ہے۔

حکومت ہند کی میڈیکل کونسل سے مشورہ کے بعد حکومت نے جاری تعلیمی سال کے لئے ریاست کے مختلف میڈیکل کالجوں میں مزید ۷۰۰ آسامی کو منظور کر لیا ہے۔ حکومت نے تسلیم شدہ مستقل یونانی اور آیورویدک تعلیمی اداروں کو ان کے منظور شدہ اخراجات یا جائز خسارہ پر گرانٹ۔ ان ایڈ رقم کو ۷۵ فیصدی سے بڑھا کر ۹۰ فیصدی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلہ پر عمل ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران کیا جائے گا۔ سرکاری یا پرائیویٹ آیورویدک کالج کے طلباء کو ڈگری حاصل کرنے کے لئے وہیں کام کرنے کی شرط پوری کرنا ہوتا ہے۔

ان طلباء کو ماہانہ ۱۷۵ روپے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ حکومت نے ایسے اداروں کے ان اخراجات کو جائز منظور کرتے ہوئے گرانٹ۔ ان۔ ایڈ دینا منظور کیا ہے۔ ایسے ادارے اب وظیفہ میں دی جانے والی کل رقم پر ۷۵ ٪ کے مساوی حکومت سے گرانٹ۔ ان۔ ایڈ کے مستحق ہوں گے۔

مقامی اداروں کی جانب سے چلائے جانیوالے پرائمری اور حکومت سے امداد نہ پانے والے سیکنڈری اسکولوں میں پانچویں تا ساتویں کے طلباء کے لئے سماج کے کمزور طبقات کے بچوں کے لئے جاری کردہ بک بنک اسکیم میں جاری تعلیمی سال سے توسیع کر دی گئی ہے۔ اسی اسکیم کو آئندہ سال سے آٹھویں تا دہم جماعتوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے لئے بھی جاری کئے جانے کی تجویز کی گئی ہے۔ ۱۵,۰۰۰ سے کم آبادی والے علاقوں میں 'سی' کلاس میونسپل کونسل کے زیر نگرانی پرائمری اسکولوں میں ہونے والے جائز اخراجات پر گرانٹ کی رقم کو حکومت نے ۹۰ فیصدی سے بڑھا کر ۱۰۰ فیصدی کر دیا ہے۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء سے حکومت نے ایک اسکیم شروع کی ہے جس کے تحت حکومت سے امداد نہ پانے والے آرٹ، سائنس، کامرس اور ایجوکیشن کالجوں میں ٹیچنگ اور غیر ٹیچنگ اسٹاف کو باقاعدہ پوری تنخواہ اور بھتہ وغیرہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایڈ۔ ہاک امداد کے طور پر ان کالجوں کو ۴٫۵۰ کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔ اگست ۱۹۷۷ء میں حکومت نے دو قانون منظور کئے تھے جن کی رو سے پرائیویٹ کالجوں اور ثانوی اسکولوں کے انتظامیہ اور ملازمین کے مابین سروس وغیرہ کے جھگڑے طے کرنے کے لئے ایک۔ فرد پر مشتمل ٹریبونل قائم کئے جا سکتے ہیں۔ اس قانون کو صدر کی منظوری حاصل ہونا باقی ہے۔

ہائر سیکنڈری اور یونیورسٹی سے آنیوالے طلباء ٹیکنیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں داخلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی کثیر تعداد کے مدنظر حکومت نے ان اداروں میں اس سال سے ۵۲۵ آسامیاں زائد کر دی ہیں۔ حکومت نے اے آئی سی۔ ٹی۔ ای / یو۔ جی سی کے سفارش کردہ نئے اسکیل انجینئرنگ کالج کے ٹیچر اسٹاف کو بھی دینا منظور کیا ہے۔ یہ اسکیل یکم جنوری ۱۹۷۳ء سے دیا جائے گا۔ ریاست کے غیر سرکاری انجینئرنگ کالج اور پالی ٹیکنک اداروں کی مالی مشکلات کو حل کرنے کے لئے حکومت نے اُن کے جائز اخراجات پر گرانٹ کی رقم اس سال سے ۷۵ فیصدی سے بڑھا کر ۹۰ فیصد کر دی ہے۔

اس سال تقریباً ۲۲۳۵ کلومیٹر قومی شاہراہوں کو دوہری سطحوں میں جوڑا کیا گیا پونے، سولاپور، بمبئی۔ آگرہ اور بمبئی۔ تھانے قومی شاہراہوں کی مزید درستگی کی گئی اور جہاں جہاں وہ گنجان علاقوں سے گذرتی ہیں وہاں ان کی سمتوں کو بدلنے کا کام کیا جا رہا ہے۔ اس سال یہی سڑکوں کی تعمیر کے لئے اٹھارہ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا اور اس پروگرام کے تحت پانچ ہزار کلومیٹر پر تعمیرات یا درستگی کی جائے گی۔ اس کام کی اعانت کے لئے ضلع پریشد کی جانب سے ۷ کروڑ روپے کا سرمایہ ایسے ہی کام کے لئے لگائے جانے کی اُمید ہے۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ ضلع پریشد، پنچائت سمیتی اور دیہی پنچایت کے سپرد رقم میں سے بچت کے ذریعہ اس رقم میں اضافہ کیا جائے۔

حکومتِ ہند کے فراہم کردہ قرضہ کی سہولت سے مہابرل۔ امیٹ کے قریب رتناگیری اور قلابہ ضلعوں کو ملانے والی دریائے ساوتری کے آر پار پُل کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے اور ریوڈانڈا پر پُل کا کام تیزی سے مکمل ہو رہا ہے۔

مہاراشٹر زراعتی زمین (حد بندی) قانون بابت ۱۹۶۱ء میں ترمیمات کی وجہ سے ۱۴۰۰۶۹۰ ہیکٹر زمین کو فاضل زمین ظاہر کی گئی۔ اس میں سے ۱۰۹۰۱۵ ہیکٹر زمین ۲،۸۹۳،۷ لوگوں میں تقسیم کی گئی۔ ۶۰ فیصدی سے زیادہ زمین پسماندہ اقوام، نومیڈک اقوام، دیمکتا جاتی اور نیو بدھسٹ لوگوں کو دی گئی۔

دیہاتوں میں اب تک ۳،۶۲ لاکھ بے زمین اور بے گھر لوگوں کو مکانات کے لئے زمین عطا کی گئی۔ ان میں ۷۰ فیصدی مختلف پسماندہ طبقات کے افراد ہیں۔

حقوق کے ریکارڈ میں سے نقول حاصل کرنے کی ضرورت کو ختم کرنے کے لئے زمینداروں کو انفرادی مکمل کھاتے پُستک دیئے جا رہے ہیں اب تک ۳۵ لاکھ کھاتے داروں کو پُستکیں دی جا چکی ہیں۔ پُستک کی قیمت ۳ روپے فی پُستک ہے۔ البتہ جو کھاتے دار سالانہ ½ ۷ روپے سے زائد محصول ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں انھیں یہ پُستک مُفت دی جاتی ہے۔

مہاراشٹر کے نو مختلف دیہی علاقوں میں ۱۷ فروری ۱۹۷۶ء سے دیہی زمین (حد بندی و ضابطہ) قانون بابت ۱۹۷۶ء کا نفاذ عمل میں آیا ہے۔ پونے، سولاپور، ناسک اور ناگپور سے اس قانون کے تحت ۵۷،۶۶ ہیکٹر زمین حاصل کی گئی۔ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کو تعمیرات کے لئے ۱۳۱ معاملات میں اب تک ۳۲۳،۸،۴۸ مربع میٹر زمین اس قانون سے مستثنیٰ قرار دی گئی۔

سیلس ٹیکس انکوائری کمیٹی ۷۶-۱۹۷۵ء کی سفارشات پر فیصلے کے نتیجہ میں میری حکومت اس سال کے دوران ایک مجوزہ قانون پیش کرنا چاہتی ہے جس کی رُو سے بمبئی سیلس ٹیکس قانون بابت ۱۹۵۹ء کی جگہ مہاراشٹر سیلس ٹیکس قانون بابت ۱۹۷۸ء متعارف کیا جائیگا۔ ان تبدیلیوں سے طریقہ کار میں آسانی پیدا ہوگی، ٹیکس چوری میں کمی واقع ہوگی اور ریاست میں صنعت و حرفت کو فروغ حاصل ہوگا۔

ریاستی پولس کو جدید بنانے کے لئے بمبئی میں انسپکٹر جنرل پولس کے دفتر میں ۷،۳ لاکھ روپے کی لاگت سے ایک کمپیوٹر لگانے کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ پولس والوں کے لئے گھروں کی تعمیر کے کام میں تیزی پیدا کرنے کے لئے ریاستی حکومت حتی الامکان کوشش کر رہی ہے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ۱۶۵۴ مکانات تعمیر کئے جا چکے ہیں یا خرید ے جا چکے ہیں۔

ہریجن اور سماج کے دوسرے کمزور طبقات پر ظلم و ستم کی شکایات سے نپٹنے کے لئے محکمۂ داخلہ میں ایک خصوصی سیل قائم کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک خصوصی یونٹ انسپکٹر جنرل پولس کے دفتر میں بھی قائم کیا گیا ہے۔

قبائلی ضمنی منصوبہ کی تشکیل کر کے حکومت نے مہاراشٹر کے ۱۳ ضلعوں میں قبائیلیوں کی ترقی کے لئے ایک بڑا قدم اُٹھایا ہے۔ مارکٹنگ اور سُودی قرضے جیسی ناپسندیدہ کارروائیاں ختم کرنے کے لئے حکومت نے مہاراشٹر قبائلی معاشی حالت (سُدھار) قانون بابت ۱۹۷۶ء عمل میں لایا ہے جس کی رُو سے قبائلی ضمنی منصوبے کے زیر تحت آنیوالے علاقوں میں قبائیلیوں کے پرانے قرضہ جات معاف کر دیئے گئے ہیں۔ سود کا کاروبار کرنیوالے تاجروں کو ہٹانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اُسے ادیباسی کوآپریٹو سوسائٹی قائم کر کے پُر کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اب تک ۲۲۲ ادیباسی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی جا چکی ہیں۔ منافع خوروں کے ہاتھوں سے قبائیلیوں کو بچانے کے لئے حکومت نے قبائلی علاقوں کے سات تعلقوں میں خاص خاص زراعتی اور جنگلاتی پیداوار کی مشترکہ خریداری کا طریقہ شروع کیا ہے۔ عارضی طور سے یہ اسکیم ۱۱ دسمبر ۷۶ء سے جاری ہے۔ مذکورہ بالا قانون کے تحت قبائلی منصوبہ بندی علاقوں میں زراعتی اور جنگلاتی پیداوار کی خریداری کے لئے حکومت نے قبائلی ترقی کارپوریشن کو اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ خاص خاص اشیاء کے لئے اس کارپوریشن نے ۲۶،۴۲،۷ لاکھ روپے کا سرمایہ لگایا ہے۔

قبائلی منصوبہ۔ بند علاقوں میں مختلف اسکیموں کو عمل میں لانے کے لئے ۱۶ آئی۔ ٹی۔ ڈی پروجیکٹوں کے لئے ۱۶ پروجیکٹ آفیسر مقرر کئے گئے ہیں۔ اپنے اپنے پروجیکٹ علاقوں میں اسکیم کو ٹھیک طور سے عمل میں لانے کی ذمہ داری اِن آفیسروں کے سپرد کی گئی ہے۔

امسال قبائلی ضمنی منصوبہ بند علاقوں میں اسکیموں کے لئے ۴۰ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا۔ حکومت آئندہ سال کے لئے اس میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ مگر اس سلسلے میں زراعت، تعلیم، رسل و رسائل، آبپاشی اور بجلی کے معاملات کو ترجیح دی جائے گی۔

معزز اراکین۔ اس مختصر اجلاس کے وقفہ میں آپ کو اکاؤنٹ بجٹ جو آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اس پر اپنی رائے دینی ہے اور اس سلسلہ کے مطالبات پر غور کرنا ہے۔ آپ کو چند آرڈی ننس کو قانون کی شکل میں پیش کرنے کے لئے مجوزہ قانون، چند بے حد ضروری قانون جنھیں حکومت جاری کرنا چاہتی ہے اور دستور میں ترمیم کے قانون کی تصدیق کے معاملات پر بھی غور کرنا ہے۔ آپ کے سامنے دیگر سرکاری اور غیر سرکاری ضروری معاملات بھی زیر بحث لائے جائیں گے۔

اس سال جن قانون پر غور کرنا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ بمبئی لیجسلیچر ممبرس (نا قابلیت کی علیحدگی) قانون میں بابت

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

درمیانی بجٹ برائے سال ۷۹ - ۱۹۷۸ء

ترقی پسندانہ اقدامات کے ذریعہ سماجی ومعاشی انقلاب

وزیر مالیات شری موہیتے کی تقریر

وزیر مالیات شری وائی ۔ جے موہیتے نے ۲۱ مارچ ۱۹۷۸ء کو ریاستی اسمبلی میں درمیانی بجٹ برائے سال ۷۹ - ۱۹۷۸ء پیش کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ سماجی عدل وانصاف کے ساتھ معاشی ترقی ایک تدریجی مرحلۂ عمل ہے اور اس طرح سماجی ومعاشی انقلاب سلسلہ وار یکے بعد دیگرے ترقی پسندانہ اقدامات کے ذریعہ ہی رونما ہوسکتا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ سماج کی عام فلاح وبہبودی کی خاطر مقاصد کے حصول میں ریاست کے سب ہی باشندوں اور ایوان کے تمام اراکین کا دلی تعاون حاصل رہے گا ۔

وزیر مالیات نے بتایا کہ یہ درمیانی بجٹ اس مقصد سے پیش کیا گیا ہے تاکہ اس کی منظوری حاصل کرکے آئندہ سال اول چار ماہ کے رواں سرکاری اخراجات پورے کئے جاسکیں ۔ اس درمیانی بجٹ میں ریونیو کھاتہ پر ۵۵ ر ۱۴۲ کروڑ روپے کی بچت اور کیپیٹل کھاتہ پر ۷۷ ر ۱۸۱ کروڑ روپے کا خسارہ بتایا گیا ہے ۔ اس طرح کل ۲۲ ر ۴۲ کروڑ روپے کا معمولی خسارہ بیٹھتا ہے ۔

قیمتوں میں اضافے کے معاملے پر نظر ڈالتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ہول سیل پرائس انڈکس کے مطابق ۱۲ ماہ کی مدت مختتمہ جنوری ۱۹۷۸ء میں اضافہ تقریباً ۸ر ۱ فیصد ہوا جبکہ کنزیومر پرائس انڈکس کے مطابق دسمبر ۱۹۷۷ء میں ختم ہونے والی بارہ ماہ کی مدت میں تقریباً ۸ر ۷ فیصد کا اضافہ ہوا تھا ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پچھلی کی منافع خوری کے باعث تھوک سطح قیمت پر صارفین کو اسی ترتیب سے فائدہ نہ پہنچ سکا ۔ لہٰذا اس بات کی شدید اور فوری ضرورت ہے کہ ملک میں مال کے نظام تقسیم کو درست اور ہموار کیا جائے ۔ اور اس مقصد سے عام تقسیم طریقہ اور کنزیومر کوآپریٹیو سوسائیٹوں کو قوی بنایا جائے ۔

مہاراشٹر کے وزیر مالیات شری وائی ۔ جے ۔ موہیتے (داہنی طرف) اور وزیر مملکت شری سوشیل کمار شندے (بائیں طرف) "بجٹ کی تکمیل میں محو ۔

پے کمیشن کی نمایاں سفارشات :

شری موہیتے نے آگے بیان کیا کہ حکومت نے دوسرے ریاستی پے کمیشن کی سفارشات پر فیصلے کیے ہیں جو ۷۶ - ۱۹۷۵ء سال میں سرکاری اور ضلع پریشد کے ملازمین نیز امدادی اسکولوں کے مدرسین کی شرح تنخواہ اور بھتوں پر نظر ثانی کے معاملے پر غور کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا ۔ نظر ثانی کے معاملے میں آپ نے ایوان کی توجہ کچھ خاص شرح تنخواہ اور بھتوں کی جانب مبذول کرائی جو یہ ہیں :

(۱) ملازمین کے کم ترین درجہ پر قابل قبول اقل ترین تنخواہ ۲۰۰ روپے

ہے جب کہ مرکزی حکومت کے تحت ایسی ہی اقل ترین تنخواہ ۱۹۶ روپے ہے۔

(۲) بیشتر معاملات میں خصوصاً اول پانچ درجوں پر ریاستی حکومت کے ملازمین کو دی جانے والی نئی شرح اس شرح تنخواہ سے زیادہ ہے جو مرکزی حکومت کے اسی درجہ کے ملازمین کو ملتی ہے۔ اس طرح ریاستی کے درجہ چہارم کے ادنیٰ ترین درجہ پر ملازم کی شرح تنخواہ ۲۰۰ - ۲۸۰ روپے رہے گی۔ جبکہ مرکزی حکومت کی جانب سے ایسے ہی ملازم کے لئے منظور شدہ شرح تنخواہ ۱۹۶ - ۲۳۲ روپے ہے۔ اسی طرح ریاستی حکومت کے ماتحت کلرک کے لئے منظور شدہ شرح ۲۶۰ - ۴۹۵ روپے ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں مرکزی حکومت کی منظور کردہ شرح ۲۶۰ - ۴۰۰ روپے ہے۔

(۳) گو ریاستی حکومت کی جانب سے تعین تنخواہ ضابطہ وہی ہے جو مرکزی حکومت نے منظور کیا ہے۔ تاہم اس میں کم سے کم ۲۵ روپے اضافہ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ روپے اضافہ کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔ جبکہ مرکزی حکومت کے ضابطہ کے تحت یہی گنجائش اضافہ بالترتیب ۱۵ روپے اور ۵۰ روپے ہے۔

(۴) عوضی مقامی بھتہ، (کمپنسیٹری لوکل الاؤنس) اسکیم بمبئی پونے، ناگپور اور سولاپور کے علاوہ اورنگ آباد اور کولھاپور کے شہروں میں بھی لاگو ہوگی۔ مرکزی حکومت کے احکامات کے تحت اورنگ آباد اور کولھاپور میں تعینات ملازمین کے لئے مذکورہ کوئی عوضی مقامی بھتہ منظور نہیں کیا گیا ہے۔

(۵) مرکزی حکومت کے تحت ان ملازمین کے لئے کرایہ مکان بھتہ منظور کیا گیا ہے جو ایسے شہروں اور قصبات میں تعینات کئے گئے ہیں جہاں کی آبادی پچاس ہزار سے زیادہ ہے۔ کرایہ مکان بھتے کے لئے ریاستی حکومت کی منظورہ اسکیم کے تحت ایسے ملازمین کرایہ مکان بھتے کے مستحق ہیں جو میونسپل شہروں اور تعلقہ پنچایت سمیتی کے صدر مقامات میں خواہ ان کی آبادی کتنی ہی ہو مقیم ہیں۔

مزید برآں یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ سرکاری ملازمین کے جنرل پراویڈنٹ فنڈ میں ان کے کھاتے میں جمع اور باقی رقومات پر شرح سود ½ فیصد بڑھا دی جائے۔ یہ نئی شرح سود یکم اپریل ۱۹۷۷ء سے لاگو ہے اور اس کے مطابق ۲۵۰ روپے کی رقم تک جمع شدہ اور بقایا رقومات پر شرح سود ۸ فیصد اور اس سے زیادہ باقی رقومات پر ½۷ فیصد ہے۔ یہ نئی شرح مرکزی حکومت کے ملازمین کے لیے منظور شدہ شرح کے برابر ہے۔

پے کمیشن کی سفارشات پر حکومت کے فیصلے جات کے نتیجے میں ۵۸٫۰۷ کروڑ روپے کا بار بڑھ گیا ہے۔ جو اس سے بھی زیادہ ہے جس کا کہ پے کمیشن کی رپورٹ میں اندازہ لگایا گیا تھا۔ پے کمیشن کی سفارشات کے باعث سالانہ بار ۲۸٫۱۵ کروڑ روپے ہوتا ہے۔ بہرحال حکومت نے جو مختلف فیصلے کئے ہیں۔ ان کے باعث یہ بار تقریباً ۳۶ کروڑ روپے تک ہو جانے کا۔

اسی کے ساتھ حکومت نے کوتوال اور پولیس پاٹل کے معاوضہ پر غور کیا۔ جسے پے کمیشن نے شامل نہیں کیا ہے۔ اس معاملے میں یہ طے کیا گیا ہے کہ کوتوال کے معاوضہ میں ۳۰ روپے ماہانہ اضافہ منظور کیا جائے۔ جو ۸۰ روپے سے لے کر ۱۱۵ روپے تک ماہانہ یکجا معاوضہ پاتا ہے۔ نیز یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ پولیس پاٹل کے لیے ۷۵ روپے ماہانہ معاوضہ منظور کیا جائے جو فی الحال اپنے گاؤں کی آبادی کے لحاظ سے ۲۵ روپے سالانہ اور ۳۰۰ روپے سالانہ معاوضہ پاتے ہیں۔ معاوضہ میں یہ اضافہ دسمبر ۱۹۷۷ء سے منظور کیا گیا ہے۔ اور اس کے باعث ریاستی خزانہ پر سالانہ ۳۴٫۴۰ کروڑ روپے کا مزید بار پڑے گا۔

مذکورہ بالا دو فیصلہ جات کے باعث سالانہ اضافی بار ۳۹٫۴۰ کروڑ روپے ہو جاتا ہے

مزید برآں یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ آئندہ سے ریاستی حکومت کوئی الگ پے کمیشن مقرر نہ کرے گی۔ آئندہ جب کبھی بھی مرکزی حکومت پے کمیشن مقرر کرے گی تو شرح تنخواہ کے معاملے میں اس کی سفارشات پر مرکزی حکومت کے فیصلے ریاستی حکومت کے ملازمین کے مساوی درجوں پر بھی لاگو کر دیے جائیں گے۔ اسی طرح تعین تنخواہ ضابطہ لاگو ہوگا۔

سرکاری ملازمین نے گزشتہ ۱۴ دسمبر ۱۹۷۷ء سے ۵ فروری ۱۹۷۸ء تک اپنے مطالبات یعنی مرکزی حکومت کی جانب سے اپنے ملازمین کے لئے منظور شدہ شرح کے برابر مہنگائی بھتہ، جبراً ریٹائر کئے گئے ملازمین کی بحالی اور پے کمیشن کی سفارشات میں بعض ترمیمات منوانے کے لئے جو ہڑتال کی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے وزیر مالیات نے واضح کیا کہ ریاست کی مالی حالت کے مدنظر یہ ممکن نہ تھا کہ حکومت ہند سرکار کی جانب سے کسی امداد کے بغیر ان مطالبات کو منظور کر سکے۔ مرکزی حکومت کی شرح پر مہنگائی بھتہ میں برابری کے بارے میں مطالبات مان لینے پر سالانہ ۴۸ کروڑ روپے کا اضافی بار پڑتا

اس کا حکومت کی ترقیاتی سرگرمیوں پر اثر پڑتا۔

بہرحال اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ سے مہنگائی بھتے میں کوئی بھی اضافہ اسی شرح سے اور تاریخ سے نافذ العمل ہوگا۔ جو مرکزی حکومت نے منظور کی ہوگی۔ اسی فیصلے کے مطابق حکومت نے فی الحال مہنگائی بھتے کی چودھویں قسط اسی شرح اور اسی تاریخ (یعنی یکم ستمبر ۱۹۷۷ء) سے منظور کر دی ہے۔ جو مرکزی حکومت کی جانب سے منظور کی گئی تھی۔

مرکزی حکومت نے یکم جنوری ۱۹۷۸ء سے پندرھویں قسط دینے کا اعلان کیا ہے، ریاستی حکومت بھی یہ قسط اسی تاریخ سے اسی شرح اور طریقہ پر منظور اور ادا کرے گی۔ جو مرکزی حکومت کی جانب سے طے کیا جائے گا۔

کمیٹی کا تقرر:

وزیر اعلیٰ نے یہ اعلان کیا تھا کہ مرکزی اور ریاستی حکومت کے ملازمین کے مہنگائی بھتے کے مابین تقریباً ۱۱ فیصدی فرق کو کم کرنے کے لئے ۲ کروڑ روپے کی رقم بطور فوری ادائیگی دی جا سکتی ہے اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے وزیر مالیات نے بتایا کہ حکومت کا ارادہ یہ ہے کہ اس وعدے کو پورا کر کے ۲ کروڑ روپے کی رقم فوراً ادا کر دی جائے۔ مزید برآں حکومت نے اب یہ طے کیا ہے کہ سرکاری حکام اور ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو ریاست کی مالی حالت پر نظر ڈالے گی۔ نیز اس امر پر غور کرے گی کہ مرکزی اور ریاستی ملازمین کے مہنگائی بھتے کی شرح میں اس فرق کو کہاں تک اور کس طرح بتدریج مناسب مدت میں دور کیا جا سکتا ہے۔ یہ کمیٹی حکومت کو یہ مشورہ بھی دے گی کہ ۲ کروڑ روپے کی یہ فوری امدادی رقم اس مقصد کے تحت کس طرح تقسیم کی جا سکتی ہے مزید برآں کمیٹی اس بات کا بھی خیال رکھے گی کہ تنخواہ اور مہنگائی بھتے کو ملا کر ریاستی حکومت کے ملازمین کا 'پے پیکٹ' یعنی کل معاوضہ کی رقم اس سے زیادہ نہ ہونے پائے جو مرکزی حکومت کے ملازمین کو ملتی ہے۔

مالیاتی کمیشن کو یادداشت:

ساتویں مالیاتی کمیشن کو پیش کردہ یادداشت کے سلسلے میں وزیر مالیات نے اس کے چند اہم مشوروں کا ذکر کیا جو یہ ہیں:

کمیشن کو چاہیئے کہ مرکزی حکومت کی حالت ذرائع کا اسی طریقہ پر جائزہ لے جس طرح کہ ریاستوں کے معاملے میں کیا جاتا ہے۔ نیز اس ضمن میں اس حکومت کے اخراجات میں کفایت کے امکانات کا بھی مناسب خیال رکھے۔ اس میں حکومت کی حد فاضل کا اندازہ بھی کیا جائے اور اسی بنیاد پر مرکز سے ریاستوں کو ذرائع کی منتقلی کے بارے میں سفارش کی جائے۔

کمیشن منجملہ 'قابل تقسیم مجموعہ' کا سائز کافی بڑھا دے تاکہ ریاستی حکومتوں کو ذمے داری اخراجات کے حساب سے ذرائع کا متناسب حصہ مل سکے جو انھیں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے درکار ہوتا ہے۔

انکم ٹیکس آمدنی کی منتقلی کے معاملے میں ریاستوں کا حصہ کم سے کم ۹۵ فیصد ہونا چاہیئے۔ ریاستوں کے درمیان تقسیم کی اسکیم میں کم از کم ۴۰ فیصدی پاسنگ جمع رقم میں لازمی جز کے لحاظ سے دیا جائے۔

ٹیکس آمدنی کی پوری منتقلی اسکیم ان امور کے لحاظ سے مرتب کی جائے جو متعلقہ ٹیکس سے نسبت رکھتے ہوں۔ غیر منصوبہ کھاتہ میں خسارہ کی بنیاد پر ریاستوں کی ضروریات کو منتقلی یا تقسیم کے معاملے میں پیمانہ نہ بنایا جائے۔

مرکزی حکومت کی ایکسائز ڈیوٹی کے معاملے میں قابل تقسیم مجموعہ میں ریاستوں کا حصہ ۲۰ فیصد سے بڑھا کر ۵۰ فیصد کر دیا جائے تقسیم شہری اور دیگر آبادی پر ۵۰ : ۵۰ کے تناسب سے پاسنگ پر مبنی ہونی چاہیئے۔

جہاں تک اضافی ایکسائز ڈیوٹی کا تعلق ہے ضمانتی رقم سے اوپر ان محصولات کی آمدنی تمام ریاستوں میں جمع شدہ کل بکری ٹیکس رقم کو ملا کر مجموعہ کے مقابل ہر ریاست میں وصول شدہ بکری ٹیکس آمدنی کے تناسب سے تقسیم کی جائے۔ مرکزی ایکسائز اور اضافی ایکسائز کی شرح وصولی میں متناسب حصہ رکھا جائے۔

مناسب امداد بطور خاص مہیا کی جائے تاکہ آمدنی میں اس نقصان کی بھرپائی ہو سکے جو شراب بندی سے متعلق قومی پالیسی کی عمل آوری کے باعث ہوگا۔ اس سلسلے میں ریاست کی حالت آمدنی کا لحاظ نہ کیا جائے جس کا کمیشن جائزہ لے گا۔

فی الحال مرکز کی جانب سے قدرتی آفات کے باعث مصائب پیش آنے پر راحت پہنچانے کے لئے پیشگی پلان امداد کے سوا اور کوئی دیگر امداد دستیاب نہیں ہوتی۔ کمیشن کو چاہیئے کہ اس پالیسی

نیز قدرتی آفات سے متاثر ریاستوں کے اخراجات راحت کے لئے رقم بہم پہنچانے کے معاملے پر نظر ثانی کرے۔

ترقیات کے پہلو:

وزیر مالیات نے فرمایا کہ سال رواں میں زراعتی موسم قابل اطمینان رہا اور سال کے دوران اناج کی پیداوار بڑھانے کا رجحان برقرار رہا۔ جس سے اندازاً اناج کی پیداوار تقریباً ۹۹٫۵۵ لاکھ ٹن کی سطح تک پہنچ گئی۔ یہ اچھی مخلوط اور زیادہ پیداواری اقسام فصل خصوصاً جوار، دھان اور گیہوں کے زیر کاشت رقبہ بڑھانے تیز دیہاتوں کی سطح تک سرکاری اور امداد باہمی جماعتوں کے ذریعہ پیداواری ضروری سامان بہم پہنچانے کے باعث ممکن ہوا۔ رواں سال میں اچھی اقسام فصل کے تحت علاقہ نمایاں طور سے بڑھ کر ۱۶٫۴۰ لاکھ ہیکٹر ہوگیا۔

شری موہیتے نے مزید بیان کیا کہ ریاست میں سینچائی اسکیموں کی مدِ ترقی پر نظر ثانی کے بعد مرکزی حکومت نے سال رواں کے دوران ۱۵ کروڑ روپے کی پیشگی پلان امداد منظور کی۔ تاکہ سات بڑے اور سولہ درمیانی سینچائی پروجیکٹوں پر کام کی رفتار اور تیز کی جا سکے۔ اسی طرح چھوٹے سینچائی منصوبوں پر کام کی رفتار تیز کرنے کی غرض سے دو کروڑ روپے کی رقم نیز قبائلی علاقہ جات میں ایسے ہی منصوبوں کے لئے مزید ایک کروڑ روپے کی رقم بہم پہنچائی گئی ہے۔ سال رواں میں ریاستی سیکٹر کے آب پاشی کاموں پر متوقع خرچ ۱۵۷٫۸۶ کروڑ روپے ہے۔

بجٹ پر ایک نظر:

(کروڑ روپے میں)

	بجٹ تخمینہ ۷۸-۱۹۷۷ء	نظر ثانی شدہ ۷۸-۱۹۷۷ء	بجٹ تخمینہ ۷۹-۱۹۷۸ء
(الف) محصول کھاتہ			
آمدنی (بشمول زائد وسائل)	۱۳۳۷٫۴۶	۱۳۳۳٫۹۵	۱۴۳۵٫۹۹
اخراجات	۱۲۲۱٫۷۳	۱۱۹۷٫۹۵	۱۳۲۱٫۴۴
فاضل	+۱۱۵٫۷۳	+۱۳۶٫۰۰	+۱۱۴٫۵۵
(ب) اصل کھاتہ			
آمدنی	۵۰۶٫۶۶	۴۷۷٫۳۴	۵۱۱٫۲۰
اخراجات	۵۹۵٫۱۵	۶۰۱٫۰۰	۶۲۹٫۹۷
خسارہ	-۸۸٫۴۹	-۱۲۳٫۶۶	-۱۱۸٫۷۷
(ج) کل میزان			
آمدنی	۱۸۴۴٫۱۲	۱۸۱۱٫۲۹	۱۹۴۷٫۱۹
اخراجات	۱۸۱۶٫۸۸	۱۷۹۸٫۹۵	۱۹۵۱٫۴۱
فاضل یا خسارہ	+۲۷٫۲۴	+۱۲٫۳۴	-۴٫۲۲
غیر بجٹ منصوبہ مصارف	-۱۴٫۳۸	......	....
کل فاضل	+۱۲٫۸۶	+۱۲٫۳۴	

سال ۱۹۷۷ - ۱۹۷۸ء کے دوران ۲۰۰ دیہاتوں میں دیہی پانی سپلائی کرنے کی اسکیم کو روبہ عمل لانے کی تجویز پیش کی گئی۔ شری موہیتے نے بتایا کہ مختلف اسکیموں کو روبہ عمل لانے کے لئے بیمہ کارپوریشن سے بھی ۳۶ و ۹ کروڑ روپیہ بطور قرض حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ۔

وزیر مالیات نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پانی کی سپلائی سے متعلق اسکیموں پر عمل تیزی سے جاری ہے ۔ ۲۲۰۰ کنوؤں کی تیاری امسال مکمل ہونے کی توقع ہے ۔ جس سے دور دراز دیہاتوں میں پینے کے پانی کی فراہمی ہوسکے گی ۔ شری موہیتے نے کہا کہ ۱۹۷۶-۷۷ کے دوران مختصر وقفے کے قرضہ جات کا تخمینہ ۱۹۲ کروڑ روپیہ کے لگ بھگ تھا ۔ یہ قرضے کوآپریٹیو سوسائیٹیوں کی طرف سے پیش کئے گئے تھے ۔ اس رقم میں سے ۳۷ر۹۰ کروڑ روپیہ قرض کی سہولت کے طور پر چھوٹے کسانوں کو دیا گیا قرض معافی قانون کے نتیجے میں مصرف قرض کی اسکیم جو گزشتہ سال شروع کی گئی تھی اس میں مزید تقویت پیدا کرکے جاری رکھا گیا ہے ۔ امسال کوآپریٹیو اداروں کی جانب سے قرض کی رقم ۷۵ لاکھ روپئے تک اور ضلع کوآپریٹیو بنکوں کی جانب سے ۱۲۵ لاکھ روپئے تک پہنچنے کی توقع ہے ۔ زراعت سے متعلق دھولیہ سولاپور اور اورنگ آباد میں ایک اہم پروگرام پر عملدرآمد جاری ہے ۔

وزیر مالیات نے مزید کہا کہ ریاست میں شکر تیار کرنے والے صنعتی اداروں بشمول کوآپریٹیو کارخانوں نے گنے سے شکر کی ریکارڈ توڑ مقدار تیار کی ہے ۔ جو بالترتیب ۵۹ر۱۵ لاکھ ٹن اور ۹۰ر۱۳ لاکھ ٹن ہے ۔ ۶۹ کوآپریٹیو کارخانوں میں سے جنھیں گزشتہ سال حکومت ہند نے لائسنس دیا ہے، ۵۱ کارخانوں میں شکر کی تیاری کا کام جاری ہے ۔ بقیہ کارخانوں میں بھی کام شروع کرنے کے لئے ریاست جدوجہد میں مصروف ہے ۔

اس کے علاوہ ادیباسی خدمات عامہ سوسائٹیاں اور دیہی سطح پر پیشہ ور طبقے کی سوسائٹیوں کی تشکیل کی کوشش کی جارہی ہے ۔ اب تک ۲۲۲ ادیباسی سوسائٹیاں قائم کی جاچکی ہیں ۔ موخرالذکر سوسائٹیوں کی وجہ سے تقریباً ۲۰۰۰ کاریگروں کو نوکریاں فراہم کی جاچکی ہیں ۔ ان سوسائٹیوں کو حکومت کی جانب سے ۷۰ لاکھ روپیہ کا قرضہ دیا گیا ہے ۔ مزید ۵ کروڑ روپئے کا قرضہ کھادی اور دیہی صنعتی بورڈ اور ڈسٹرکٹ سینٹرل کوآپریٹیو بنکوں کی جانب سے فراہم کیا گیا ہے ۔ آپ نے مزید بتایا کہ ریزرو بنک سے مناسب قرضہ کی سہولت حاصل نہ ہونے کی بنا پر کپاس کی اشتراکی اسکیم کو کام میں لانے کے لئے مہاراشٹر کچی کپاس (حصولی، صفائی اور مارکٹنگ) قانون بابت ۱۹۷۱ کی چند دفعات کو منسوخ کردیا گیا ہے ۔ البتہ کپاس کی زراعت کرنے والوں کو نقصان سے بچانے کے لئے حکومت نے مارکٹنگ فیڈریشن کے ذریعہ مناسب قیمت پر کپاس خریدنے کی اسکیم پر عمل جاری رکھا ہے ۔ ریاست بھر میں اس فیڈریشن کے ۱۸۰ مراکز ہیں ۔ اور اب تک ۹۴ر۴ لاکھ کوئنٹل کپاس خریدا جاچکا ہے ۔

بجلی کی زائد فراہمی کی اسکیم سے متعلق شری موہیتے نے انکشاف کیا کہ ریاست بھر میں سال کے خاتمے تک ۲۸۴۷ میگھا واٹ پاور بشمول ۹۶ میگھا واٹ پاور جو کہ ہائیڈرو پاور اسکیم کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہے فراہم کئے جانے کی توقع ہے ۔ یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے کہ آئندہ چار یا پانچ سال کے دوران ۲۵۰۰ میگھا واٹ زائد پاور سپلائی کیا جاسکے گا ۔ اس سلسلے میں ۵۰۰ میگھا واٹ کا ایک یونٹ قائم کرنے کی میسرز ٹاٹا کی پیشکش کو منظور کیا جاچکا ہے اور عالمی بنک سے ضروری سہولت حاصل کرنے کے متعلق گفتگو جاری ہے ۔

جاری سال میں دیہاتوں میں بجلی کی فراہمی تسلی بخش رہی ۔ ۹۴۰ دیہاتوں میں بجلی کی فراہمی تسلی بخش رہی ۔ اور ۲۳۸۰۰ بجلی کے پمپ لگائے گئے ۔ سڑکوں کی تعمیر کے متعلق آپ نے بتایا کہ دیہی سڑکوں کی تعمیر میں کچھ رکاوٹیں پیش آئی ہیں ۔ اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ فنڈ کی ضرورت ہے ۔ اس سلسلے میں مقامی اداروں سے بھی تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ۔ ۱۹۷۷-۷۸ء کے دوران ۲۵ کروڑ روپئے کے سرمائے سے پختہ سڑکیں تعمیر کئے جانے کی توقع ہے ۔ اس کام کے لئے ۶۸۰۰ کلومیٹر زمین استعمال میں لائی جائے گی ۔ ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران ایک خصوصی منصوبے کے تحت سڑکوں کی درستگی کے کاموں کو عمل میں لایا جائے گا ۔

قبائلی منصوبے :

شری موہیتے نے کہا کہ مہاراشٹر کے ۱۳ ضلعوں میں قبائلی علاقوں کی ترقی کے منصوبے زیر عمل ہیں ۔ ادیباسی کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کرنے کے ساتھ ساتھ مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو ٹرائیبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹیڈ کو حکومت کا نمائندہ مقرر کرتے ہوئے زراعت کی پیداوار کی تجارت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے ۔ اس کارپوریشن نے جنگلاتی اور زراعتی پیداوار کی خریدی شروع کردی ہے ۔ قبائلی علاقوں میں ترقیاتی اسکیموں میں تیزی پیدا کرنے کے لئے قبائلی علاقوں کو ۱۶ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ ان علاقوں میں مختلف امور مثلاً تعلیم، صحت، زراعت، آب پاشی، رسل و رسائل وغیرہ سے متعلق ضروری اقدامات کئے جارہے ہیں ۔

وزیر مالیات نے بتایا کہ ۱۹۷۸-۷۹ء کے ریاستی منصوبے کی

سائز کے پیش نظر پلاننگ کمیشن نے ۷۳۵ کروڑ روپیہ منظور کیا ہے۔ اس میں سے ۹٫۰۹ ۱ کروڑ روپیہ خود مختار اداروں کے اپنے وسائل سے حاصل کیا جائے گا۔ جن میں مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ اور مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ شامل ہیں۔ حالیہ بجٹ میں ۵۶۲٫۰۹ کروڑ روپے کی رقم مندرجہ ذیل کاموں میں لگائی جائے گی:

۱۔ زراعت اور اس سے متعلق دیگر امور	۴۷٫۷۶	کروڑ روپے
۲۔ کوآپریشن	۷٫۱۹	"
۳۔ پانی اور بجلی	۳۱۹٫۴۶	"
۴۔ صنعت اور کانیں	۲۳٫۳۸	"
۵۔ ٹرانسپورٹ و رسل و رسائل	۲۴٫۶۴	"
۶۔ سماجی بہبود	۷۹٫۲۶	"
۷۔ روزگار ضمانت اسکیم	۶۰٫۰۰	"
۸۔ دیگر پروگرام	۴۰٫۰۰	"
کل میزان	۵۶۲٫۰۹	"

۱۰۱٫۷۶ کروڑ روپے کی رقم ترقیاتی اسکیموں کی تفصیلات طے ہوجانے کے بعد فاضل بجٹ میں پیش کی جائے گی۔

رولنگ پلان:

شری موہیتے نے بتایا کہ ۷۹-۱۹۷۸ء سے رولنگ پلان شروع کیا جارہا ہے۔ جس کی اطلاع مرکز نے ریاستی حکومتوں کو دے دی ہے۔ آپ نے کہا ابھی کوئی تفصیلات طے نہیں کی گئی ہیں۔ لیکن آپ نے امید ظاہر کی کہ مرکزی حکومت کوئی فیصلہ کرنے سے قبل اس معاملے میں حکومت مہاراشٹرا سے مشورہ کرے گی تاکہ حالات کا جائزہ لیا جاسکے۔ رولنگ پلان کی حمایت میں یہ جواز پیش کیا گیا ہے کہ معینہ مدت کے منصوبے، قدرتی حادثات، عالمی منڈی کے اتار چڑھاؤ اور دیگر دشواریوں کی وجہ سے توقعات کے مطابق مکمل نہیں ہوپاتے۔ علاوہ ازیں ان دشواریوں کی پیشین گوئی بھی نہیں کی جاسکتی۔ جس کی وجہ سے سرمایہ لگانے سے پرہیز کیا جاسکے۔

وزیر مالیات نے کہا کہ یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ ہر سال کے خاتمہ پر اگر منصوبہ پر نظر ثانی کی جائے تو ایسی کئی دشواریوں پر بڑی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ پنج سالہ منصوبہ پر عمل کے دوران یہ اصول رہا ہے کہ ہر ڈھائی سال بعد منصوبہ کا جائزہ لیا جائے۔ ایسا کرتے وقت بھی کبھی کبھی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اور وقت پر نہ ہی مناسب معلومات حاصل کی جاسکیں اور نہ ہی منصوبہ میں ردوبدل کیا جاسکا۔ اگر جائزہ کی مدت کم کرکے ایک سال کردی گئی تو اس مختصر مدت میں منصوبے کی ترقیاتی رپورٹ حاصل کرنا اور اس پر غور کرنا ناممکن ہوجائے گا۔ اس وجہ سے منصوبہ پر عمل غیر یقینی بن جائے گا۔

شری موہیتے نے کہا کہ نئے طریقہ کار کی وجہ سے سالانہ منصوبوں کے وسائل کا اندازہ لگانا بھی ایک مسئلہ بن جائے گا۔ دستور کے مطابق فنانس کمیشن کی سفارشات صرف معینہ مدت تک یعنی پانچ سال تک جاری رہ سکتی ہیں۔ اس لیے ریاستی حکومتیں پانچ سال کے لئے اپنے وسائل کے بارے میں قیاس آرائیاں کرسکتی ہیں اور انحطاط پیدا ہونے کی صورت میں ایک طے شدہ فارمولے کے تحت مرکز سے مدد لی جاسکتی ہے۔ لیکن رولنگ پلان تیار کرتے وقت چھٹے سال کے لئے گنجائش نکالی گئی تو ریاستی حکومتوں کو اس بارے میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ اس طرح سے وسائل کا اندازہ غیر یقینی ہوجائے گا۔

شری موہیتے نے کہا کہ رولنگ پلان کے سلسلے میں ان خیالات کو مرکز تک پہنچا دیا ہے۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ رولنگ پلان کی تجویز قبول کرنے سے پیشتر حکومت ہند ریاستی حکومتوں کے نظریات پر غور کرے گی۔

مہاراشٹر کے پنج سالہ منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے وزیر مالیات نے کہا کہ شروع شروع میں اس منصوبے کی وسعت کے پیش نظر ۱۹۲۱ کروڑ روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رقم بڑھا کر ۲۳۴۸ کروڑ روپے کردی گئی۔ اب ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران یہ رقم ۲۵۰۷ کروڑ ہونے کی توقع ہے۔ ۷۹-۱۹۷۸ء میں سالانہ منصوبے کے لئے ریاست کو ۷۳۵ کروڑ روپیہ درکار ہوگا۔ ●●

صفحہ ۵ سے آگے (ڈپٹی اسپیکر)
مقام شیندورنی میں شری گروڈ کا جنم ہوا۔ آپ بھارتیہ ودیا پیٹھ کے اچاریہ ہیں۔ آپ بی اے ہیں اور ایس۔ ٹی سی امتحان میں جلگاؤں بھر میں اول آئے تھے۔ شیندورنی ایجوکیشن سوسائٹی جلگاؤں کا سب سے بڑا تعلیمی ادارہ ہے۔ جس کے تحت چار کالج، ۱۴ ثانوی اسکول، ۳۵ ہوسٹل اور ۱۹ بال واڑی اسکول چلائے جاتے ہیں۔ آپ کو اس سوسائٹی کے منتظم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۲ء تک آپ جلگاؤں ضلع پریشد میں اپوزیشن لیڈر رہ چکے ہیں۔ پی۔ ایس۔ پی کے ٹکٹ پر ۱۹۵۷ء میں جامنیر حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں اسی حلقہ سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے کامیاب ہوئے۔

آپ نے یورپ، امریکہ، کنیڈا، جاپان، ہالینڈ، ملیشیا اور دیگر ممالک کا وسیع دورہ کیا ہے۔ ●

ریاست مہاراشٹر کی نئی کابینہ
وزراء کا تعارف

شری ایس، اے، ہولکر

وزیر برائے پبلک ورکس اور ڈیری ترقی

آپ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۸ء کو مکھیڑ، تعلقہ کیج، ضلع بیڑ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد سے B.Sc (بی ایس سی) کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۵۲ء میں ایل ایل بی، پھر کیج اور بیڑ میں قانون کی پریکٹس شروع کردی۔ ۱۹۵۲ء سے آپ کیج تعلقہ کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ آپ بیڑ ضلع کانگریس کمیٹی کی ایگزیکیٹو کمیٹی کے ممبر بھی چنے گئے۔ ۱۹۶۶ء میں اربن کیج بنک کے صدر چنے گئے۔ بیڑ میں بال بھیم آرٹس اور سائنس کالج کو قائم کرنے میں ایک اہم رول ادا کیا۔ ۱۹۵۸ء سے آپ لوکل بورڈ کے صدر بیڑ ضلع پنچایت منڈل، بیڑ کے نائب صدر رہے۔

ضلع پریشدوں کے قیام کے بعد آپ بیڑ ضلع پریشد کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۶۷ء کے اسمبلی کے انتخابات میں آپ مہاراشٹر قانون ساز اسمبلی کے لیے کیج حلقہ انتخاب سے کامیاب ہوئے۔ اور آپ کو نائب وزیر برائے صنعت اور تعلیم مقرر کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۶۹ء میں آپ کو وزیر مملکت برائے محصول و امداد باہمی مقرر کیا گیا۔

۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں آپ گیورائی حلقۂ انتخاب سے بلامقابلہ کامیاب ہو گئے۔ اور پھر دوبارہ آپ کو وزیر مملکت برائے محصول و امداد باہمی مقرر کیا گیا۔ آپ کو وزیر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ اور آپ کلچرل افیرز، انرجی (تھرمل پاور جنریشن)، کھیل کود اور پرنٹنگ پریس کے لیے نومبر ۱۹۷۴ء میں انچارج بنا دیا گیا۔ آپ وسنت دادا پاٹل کی منسٹری میں وزیر برائے پبلک ورکس تھے۔

۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ منجلے گاؤں حلقہ انتخاب سے دوبارہ کامیاب ہو گئے۔

شریمتی پربھا راؤ

وزیر برائے امداد باہمی اور سیاحت

ایم اے (پالیٹیکل سائنس) ڈگری اور انڈین کلاسیکل میوزک میں ڈپلوما کی حامل

ہیں۔ کالج کے دنوں میں آپ نے ہندوستان کی طرف سے دو مرتبہ غیر ممالک میں یونیورسٹی ٹیم کے کیپٹن کی حیثیت سے اور ثقافتی وفد کی رہنمائی کر چکی ہیں۔

عوامی زندگی میں آپ پنچایتی راج باڈیز اور امداد باہمی اداروں کی ممبر بن کر داخل ہوئیں۔ آپ سات سال تک وردھا ضلع امداد باہمی زمین ترقیاتی بنک کی صدر رہیں۔ آپ قومی امداد باہمی یونین (دہلی) کی ممبر تھیں۔ آپ یونیورسٹی کورٹ (اکولہ) کی بھی ممبر تھیں۔ ۱۹۷۲ء میں آپ مہاراشٹر اسمبلی کے انتخابات میں کامیاب ہوئیں اور کابینہ میں آپ وزیر مملکت برائے تعلیم اور پلاننگ کی حیثیت سے داخل ہوئیں اور کچھ عرصے تک آپ نے صنعت کے عہدے کا زائد کام بھی انجام دیا۔ آپ کافی عرصے تک تعلیم یوتھ سروسیز اور کھیل کود کے لیے کابینہ وزیر رہیں۔

آپ نے ۱۹۷۲ء میں میکسیکو میں اقوام متحدہ کانفرنس برائے خواتین، ہندوستانی وفد کی نمائندگی کی۔

آپ نے ۱۹۷۶ء میں مشرقی برلن میں منعقدہ بین الاقوامی پیڈاگوجیکل کانفرنس میں ہندوستانی وفد کی نمائندگی کی۔

آپ ۱۹۷۸ء میں وردھا ضلع کے پل گاؤں حلقۂ انتخاب سے اسمبلی الیکشن میں کامیاب ہوئیں۔

شری ایم۔ ڈی۔ چودھری

وزیر برائے مال و بازآبادکاری

آپ ۱۶ جون ۱۹۲۸ء میں ناسک میں پیدا ہوئے۔ آپ دھانا جی نانا عرف دادا صاحب چودھری، مہاراشٹر کے ایک مشہور سماجی کارکن کے اکلوتے بیٹے ہیں۔

آپ نے کھروڈا آشرم میں تعلیم حاصل کی۔ یہ آشرم رفتہ رفتہ ترقی کر کے جنتا ایجوکیشن منڈل بن گیا۔ پھر آپ نے جلگاؤں میں فیض پور اور بھساول ہائی اسکولوں میں بھی تعلیم حاصل کی اور دھا میں جی ایس کالج آف کامرس اور اکنامکس میں داخلہ لیا۔ اور پھر دو مضامین میں امتیازی نمبر حاصل کر کے بی کام کا امتحان پاس کیا۔ اور ناگپور یونیورسٹی میں چوتھے نمبر پر رہے۔ آپ یونیورسٹی میں ایم کام کے امتحان میں پانچویں نمبر پر تھے۔

آپ پس ماندہ اقوام اور ادیواسیوں کے فلاحی کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ ۱۹۵۷ء بمبئی قانون ساز اسمبلی کے لیے جلگاؤں میں راویر حلقۂ انتخاب سے کامیاب ہوئے۔ اور آپ نائب وزیر برائے آب پاشی مقرر ہوئے۔

مہاراشٹر کی اولین منسٹری میں آپ نائب وزیر برائے مال تھے جبکہ سیلنگ ایکٹ کا قانون پاس ہوا تھا۔ حکومت کی فاضل زمینوں کو بے زمین افراد میں تقسیم کرنے کا اہم فیصلہ بھی آپ ہی کا تھا۔

۱۹۶۷ء میں راویر حلقۂ انتخاب سے مہاراشٹر قانون ساز اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ آپ اس سے قبل منسٹری میں وزیر دیہی ترقی اور وزیر برائے پبلک ورکس تھے۔ آپ وزیر تعلیم بھی رہ چکے اور مہاراشٹر اسمبلی میں تعلیم پر وہائٹ پیپر کے تیار کرنے اور منظور کروانے کے لیے پیش پیش رہے۔

آپ ۱۹۷۲ء میں راویر حلقۂ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے کامیاب ہوئے اور آپ کو وزیر مال چھوٹی بچت اور جنگلات مقرر کیا گیا۔

اپریل ۱۹۷۷ء کی نئی منسٹری میں آپ کو وزیر محصول کا عہدہ دیا گیا تھا۔

۱۹۷۸ء میں راویر حلقہ سے اسمبلی کے لئے کامیاب ہوئے۔

شری یشونت راؤ جیجابا موہیتے

وزیر برائے مالیات فوڈ اور سول سپلائی

آپ ۷ نومبر ۱۹۲۰ء میں ستارہ ضلع کے کراڈ تعلقہ میں راٹھیر بنرگ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اسلام پور اور کولھاپور میں تعلیم پائی۔ آپ پیشہ کے لحاظ سے کاشت کار ہیں۔ آپ ۱۹۵۲ء سے ریاستی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ مہاراشٹر کی پہلی منسٹری میں آپ نائب وزیر برائے داخلہ تھے۔

آپ ۱۹۶۲ء کے عام انتخابات میں کراڈ جنوبی حلقۂ انتخاب سے اسمبلی کے لیے کامیاب ہوئے۔ اور آپ کو پھر نائب وزیر برائے داخلہ مقرر کیا گیا۔

آپ کو ۱۹۶۳ء میں نائب وزیر برائے زراعت بنایا گیا۔

آپ ۱۹۶۷ء میں کراڈ (ستارہ) کے حلقہ انتخاب سے اسمبلی کے لئے کامیاب ہوئے مارچ ۱۹۶۷ء میں وزیر برائے ہاؤسنگ ریاستی روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن مقرر ہوئے۔

آپ نے ریاست میں امداد باہمی تحریک کو بہت تقویت پہنچائی۔

اسمبلی میں کاٹن ٹریڈ ریگولیشن بل کو پاس کرانے میں پیش پیش رہے۔

۱۹۷۲ء کے عام انتخابات کے بعد امداد باہمی کے انچارج تھے۔ اور پھر فروری ۷۶ء سے وزیر مالیات ہوئے۔

۱۹۷۸ء میں کراڈ جنوبی حلقہ سے اسمبلی کے انتخابات میں دوبارہ کامیاب ہوئے۔

شری بالو راؤ کالے

وزیر برائے دیہی ترقی، ٹرانسپورٹ و اوقاف

آپ ۲۵ اگست ۱۹۲۶ء کو کھرچنے واقع تعلقہ جلگاؤں۔ ضلع جلگاؤں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سائیگاؤں میں پائی۔ آپ کا رجحان اسکولی دور ہی سے کاشت کاری اور سماجی خدمات کی جانب رہا ہے۔

۱۹۴۰-۴۲ء میں آپ نے سیاست میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ سائیگاؤں اسکول بورڈ کے آپ سکریٹری تھے اور سائیگاؤں ڈیولپمنٹ کوآپریٹیو سوسائٹی میں بحیثیت چیرمین بھی کام کیا۔

بارڈر کیمپ اسکیم کے تحت آپ ۴۷-۱۹۴۶ء میں بحیثیت مجاہد آزادی

کے، سینڈورنی کے لوجی کیمپ سے منسلک رہے، اور آزاد حیدرآباد تحریک (جدوجہد) کے تحت آپ نے سائیگاؤں پولس اسٹیشن پر ایک مسلح حملے کی سربراہی کی۔ پولس ایکشن میں بڑی سرگرمی دکھائی اور سزا یاب ہوئے لیکن زنداں سے فرار ہو گئے۔

حیدرآباد کی آزادی کے بعد تعلیمی کوآپریٹو اور مزدور تحریک میں حصہ لینا جاری رکھا اور ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء حیدرآباد اسٹیٹ پیس کمیٹی کے چیرمین رہے۔

۱۹۵۸ء میں آپ مراٹھواڑہ شکشن پرسارک منڈل کے ممبر رہے ہیں۔ اجنتا ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ، نیو کالج اورنگ آباد اور کامرس کالج سائیگاؤں کے بانی اور آخرالذکر ہر دو کالجوں کے چیرمین ہیں۔

کوآپریٹیو تحریک کو آپ نے نمایاں فروغ دیا۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں اورنگ آباد ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو بورڈ کے صدر رہے ۱۹۶۱ء میں اورنگ آباد ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ بینک کی بنیاد رکھی اور ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۲ء تک اس کے صدر رہے۔ ۱۹۶۵ء سے ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو یارن مل کے چیرمین ہیں۔ آپ ایس۔ ٹی ورکرس یونین (ناسک) گورنمنٹ پریس یونین (ناسک) کے صدر، قومی راج

ڈسٹرکٹ سوبجر بورڈ، ڈسٹرکٹ اسمال سیونگس بورڈ اور ۲۰ نکاتی پروگرام عمل آوری کمیٹی کے ممبر رہ چکے ہیں۔

۱۹۶۱ء میں ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے صدر رہے، ریاستی اسمبلی کے لیے ۱۹۶۲ء میں سلوڈ حلقہ سے اور ۱۹۶۷ء میں کھولکردن حلقہ سے منتخب ہوئے۔ لوک سبھا کے لئے ۱۹۷۱ء میں جالنہ حلقہ سے چنے گئے۔ گزشتہ وزارت میں آپ نائب وزیر برائے امور داخلہ اور بعد میں وزیر برائے نقل و حمل و جیل رہ چکے ہیں۔

گزشتہ فروری میں آپ وزارت سے مستعفی ہوگئے، آپ اسٹیٹ لیجسلیٹیو کونسل کے ممبر ہیں۔

شری رام راؤ وامن راؤ اڈک

وزیر برائے آبپاشی، سماجی بہبود، قبائلی بہبود، قانون و عدلیہ

پیدائش ۲۴ر جولائی ۱۹۲۷ء میں تری رامپور ضلع احمدنگر میں ہوئی۔ ایل ایل بی ۱۹۵۱ء میں بمبئی یونیورسٹی سے کیا ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۹ء بار کونسل آف مہاراشٹر کے چیرمین اور ۱۹۷۴ء میں ویسٹرن انڈیا ایڈوکیٹس ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ آپ کئی سماجی، تعلیمی اداروں بشمول

آل انڈیا مراٹھا سکشن پریشد سے منسلک رہے ہیں۔

سماجی اصلاحات آپ کا خاصہ رہا ہے اور ستیہ شودھک سماج سے وابستہ اور ۱۹۷۴ء میں اس کے صدر رہ چکے ہیں۔

۱۹۶۹ء کی تقسیم کے بعد آپ کانگریس سے منسلک ہو گئے اور بی پی سی سی کے نائب صدر رہے۔

آپ مہاراشٹر کے ایڈوکیٹ جنرل اور اسٹیٹ لاء کمیشن کے چیرمین بھی رہ چکے ہیں۔

شری شرد پوار

وزیر برائے انڈسٹریز و لیبر

۱۲ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ طالب علمی کے دور سے ہی سیاست میں دلچسپی لیتے رہے۔ کامرس کالج پونا کے زمانے میں اسٹوڈنٹس اینڈ یوتھ آرگنائزیشن کے صدر رہے اور دیہی علاقوں سے پونا آنے والے طلباء کے مسئلوں پر خصوصی توجہ دی چینی حملے کے دوران یوتھ ڈیفنس کمیٹی کے کام کو کامیابی سے چلایا۔ ۱۹۶۰ء سے ریاستی یوتھ تحریکوں

میں سرگرم عمل رہے اور یوتھ کانگریس کی ذمہ داریوں کو ریاستی سطح پر بڑا سہارا دیا۔ یونیسکو کی دعوت پر جاپان، امریکہ، کناڈا، انگلینڈ، جرمنی کے دورے کئے ٹوکیو اور قاہرہ میں ہونے والی عالمی یوتھ کانفرنسوں میں شرکت کی۔

۱۹۶۷ء میں پونے کے بارہ متی حلقہ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے چنے گئے۔ پچھلے پانچ برسوں کے درمیان نہایت قابلیت سے مختلف ذمہ داریوں جیسے سکریٹری برائے مہاراشٹر کانگریس لیجسلیچر پارٹی، جنرل سکریٹری آف ایم پی سی سی، صدر کانگریس فورم فار سوشلسٹ ایکشن اور سکریٹری برائے سیز فنس ڈیفنس کمیٹی سے عہدہ برا ہوئے ہیں۔ اپنے علقے میں کئی تعمیری اسکیموں جنہیں مائنر (چھوٹی) آبپاشی پروگرام قابل ذکر ہے کے روح رواں ہیں۔ آپ محاشیات، یوتھ تحریکوں، آب پاشی اور کھیل کود میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں نیز مہاراشٹر کھوکھو ایسوسی ایشن و مہاراشٹر کبڈی ایسوسی ایشن کے نائب صدر ہیں اور حال ہی میں ایمچور کبڈی فیڈریشن آف انڈیا کے صدر چنے گئے ہیں۔

۱۹۷۲ء کے انتخابات میں بارہ متی حلقہ سے دوبارہ منتخب ہوئے۔ اور وزیر مملکت برائے امور داخلہ، پبلسٹی، بازآبادکاری اور پروٹوکول مقرر ہوئے۔

نومبر ۱۹۷۴ء میں کابینی تبدیلی کے بعد آپ کو ترقی دے کر کابینی درجہ کے وزیر برائے تعلیم اور یوتھ ویلفیئر بنایا گیا۔

فروری ۱۹۷۵ء میں کاشت کاری کا محکمہ دیا گیا۔ فروری ۱۹۷۶ء کی کابینی تبدیلی کے بعد تعلیم کے ساتھ کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اینڈ کھار لینڈس کا محکمہ بھی دے دیا گیا۔

شری وسنت دادا پاٹل کی وزارت میں وزیر داخلہ تھے۔ ۱۹۷۸ء میں بارہ متی حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

شری جواہر لال امولک چند جی ڈرڈا

وزیر برائے انرجی، اسپورٹس اینڈ یوتھ سروسیز

پیدائش ۲ر جولائی ۱۹۲۳ء میں ہوئی ناگپور سے شائع ہونیوالے مراٹھی روزنامہ لوک مت، کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ جنگ آزادی کی تحریکوں میں حصہ لیا اور ۱۹۴۲ء میں قید ہوئے۔ کبھی ایوت محل ضلع کانگریس کمیٹی کے چیرمین تھے ودربھ پردیش کانگریس کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ ودربھ میں کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۷ سے ۱۹۷۸ تک مہاراشٹر ہاؤسنگ فائنانس سوسائٹی کے چیرمین رہے۔ آل انڈیا ہاؤسنگ فیڈریشن کے نائب چیرمین اور ورلڈ ہاؤسنگ آرگنائزیشن کے ممبر ہیں۔

ایوت محل امولک چند کالج کی انتظامیہ باڈی کے چیرمین ہیں۔ ریاستی قانون ساز کونسل کے ۱۹۷۲ء سے ممبر ہیں۔

شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر

وزیر برائے صحت عامہ، خاندانی بہبود اور امور قانون

۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے، ناگپور یونیورسٹی سے ایم اے ایل ایل بی کیا۔ ۱۹۶۵ تک وکالت کرتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کے ممبر اور ۱۹۶۲ء میں تعلقہ کانگریس کمیٹی کے صدر رہ چکے ہیں۔

۱۹۶۲ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء کے جنرل الیکشن میں نیلنگا حلقہ سے ایم ایل اے منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۳ء - ۱۹۶۷ء کے دوران ضلع کانگریس کمیٹی کے صدر رہے۔ مختلف قانون ساز کمیٹیوں اور مہاراشٹر ایجوکیشن سوسائٹی نیلنگا کے چیرمین رہے۔

۱۹۷۴ء میں نائیک وزارت میں وزیر مملکت برائے محصول، بازآبادکاری اور پارلیمینٹری امور مقرر ہوئے۔

۲۱ر اپریل ۱۹۷۷ء میں وسنت دادا وزارت میں وزیر برائے آبپاشی مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۸ء کے الیکشن میں عثمان آباد ضلع میں نیلنگا حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

ڈاکٹر پی۔ ایم۔ ڈیکاٹے

وزیر برائے زراعت اور کھانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی

آپ ۳ر اپریل ۱۹۱۴ء کو شیوسی تعلقہ امریڈ ضلع ناگپور میں پیدا ہوئے۔ پٹنہ ویٹرنری کالج بہار سے ویٹرنری سائنس کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۲ء تک ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کی۔ ۱۹۴۲ء میں سرکاری ملازمت سے سُبکدوش ہوئے اور کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ چندرپور ضلع کی بربھوری کانگریس کمیٹی میں بحیثیت ممبر کام کیا۔ مرحوم دادا صاحب کنمور کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے آپ نے ناگپور میونسپل کارپوریشن میں ویٹرنری آفیسر کی ملازمت اختیار کی۔ پھر دوبارہ مرحوم کے مشورے سے ۱۹۶۰ء میں کانگریس میں شامل ہوئے۔ ۱۹۴۸ء سے آپ شیوسی گرام پنچائت کے ممبر رہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک جن پد سبھا، امریڈ کے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۸ء تک ناگپور ضلع پریشد کے رکن رہے۔

آپ ناگپور ضلع پریشد، پنجاب راؤ ایگریکلچرل یونیورسٹی، مہاراشٹر اسٹیٹ فارسٹ لیبر کوآپریٹیو سوسائٹی میں متعدد عہدوں پر فائز رہے۔ اپنے وطن میں تعلیمی اداروں سے آپ کا قریبی تعلق رہا ہے۔

قومی راج

۱۹۵۵ء میں گوا کی آزادی کی جدوجہد میں شریک رہے۔

۱۹۷۸ء کے انتخابات میں امریڈ حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

شری سدھاکر راؤ نائک

وزیر ہاؤسنگ، اسمال اسکیل انڈسٹری اور فشریز

آپ ۴۲ سال کے ہیں۔ طالبعلمی کے زمانے میں بھودان تحریک میں حصہ لیا۔ ایوت محل ضلع کی پد یاترا کی۔ آپ ناگپور یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں۔

آپ نے ایوت محل میں دیہی علاقوں میں غریبوں کو جدید طبی امداد فراہم کرنے کی غرض سے متعدد طبی تحریکیں چلائیں۔

۱۹۷۲ء میں ضلع پریشد کے چیرمین بنے ۱۰ سال تک پوسد تعلقہ پنچائت سمیتی کے چیرمین رہے۔

آپ کو ادب، سنگیت اور کھیلوں سے بے حد دلچسپی ہے۔ ہفتہ وار گرام سوراجیہ اور ماہانہ 'سونالی' کامیابی سے پیش کرتے رہے۔ ایوت محل میں منعقدہ مراٹھی ادبی کانفرنس کے چیرمین رہے۔

آپ وسنت دادا وزارت میں محکمۂ زراعت، سی. اے. ڈی. اے اور ڈیری کی

ڈیولپمنٹ کے ریاستی وزیر رہے۔ ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ پوسد حلقہ سے منتخب ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر بالی رام وامن ہیرے

وزیر تعلیم

آپ ناشک ضلع کے تعلقہ مالیگاؤں میں نیم گاؤں کے مقام پر ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ کالج کے زمانے میں آپ نے ناشک ضلع ودیارتھی اودے منڈل قائم کیا۔ آپ گاندھی ودیالیہ ادرہا ودیالیہ مالیگاؤں کے رکن رہے۔ مرحوم بھاؤ صاحب ہیرے میموریل فنڈ کمیٹی کی صدر بنے اور ناشک ڈسٹرکٹ سنٹرل کوآپریٹیو بینک کے ڈائرکٹر کی خدمات انجام دیں۔ دبھاڑی حلقہ سے ۱۹۷۲ء میں اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں دوبارہ اسی حلقہ سے انتخاب جیتا۔

آپ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور ڈاکٹری پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں کھیلوں میں آپ کو ٹیبل ٹینس، بیڈ منٹن اور والی بال سے دلچسپی ہے۔

وزرائے مملکت

شری اودے سنگھ راؤ نانا صاحب گائکواڑ

جنرل ایڈمنسٹریشن، پلاننگ اور اربن ڈیولپمنٹ وزیر مملکت

۲۸ اگست ۱۹۳۰ء میں ضلع ستارا کے شاہوواڑی تعلقہ میں سپترا کے مقام پر آپ کا جنم ہوا۔ آپ پیشہ سے کسان ہیں۔ آپ نے زراعت میں ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے شوٹنگ (مارکس مین بو۔ایس۔ اے) میں بھی ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ آپ آئی۔ ایف۔ وائی۔ ای (امریکہ) سند یافتہ ہیں۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ شاہوواڑی کانگریس کمیٹی اور کولہاپور کانگریس کمیٹی کے سکریٹری رہے کولہاپور کانگریس کمیٹی کے صدر بنے۔ آپ مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔

آپ کولہاپور ڈسٹرکٹ سینٹرل کوآپریٹو بنک لمٹیڈ، کولہاپور کے چیرمین ہیں۔ مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹو بنک لمٹیڈ بمبئی، وارنا سہکاری ساکھر کارخانہ لمٹیڈ، وارنانگر، وشواس سہکاری قومی راج ساکھر کارخانہ لمٹیڈ اور کولہاپور ضلع پربشد خریدی۔ وکری سنگھ کے بورڈ آف ڈائرکٹرس میں شامل تھے۔

ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ، کولہاپور کے نائب صدر رہے۔

مہاراشٹر وزارت میں آپ ۱۹۷۴ء سے ریاستی وزیر رہے ہیں۔ اور سول سپلائی، صحت عامہ، انرجی، صنعت و دیہی ترقی محکموں سے متعلق فرائض انجام دیئے ہیں۔

ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء میں مشرقی یورپی ممالک میں مہاراشٹر الیکٹریسٹی بورڈ کے وفد کی نمائندگی کی۔

آپ شاہوواڑی حلقہ انتخاب سے منتخب ہوئے ہیں۔

شری راموا یم، پیٹل

وزیر مملکت آبپاشی و سماجی بہبود

آپ ۱۹۳۸ء میں امراوتی ضلع کے تعلقہ میلگھاٹ میں دھارنی کے مقام پر پیدا ہوئے دھارنی کے اسکول میں تعلیم حاصل کی اور امراوتی کالج میں تعلیم مکمل کی۔ آپ اکنامکس میں ایم اے۔ ہیں۔

دھارنی پنچایت سمیتی کے ممداواڑی علاقے سے ضلع پرلشد کے لئے منتخب ہوئے۔

۱۹۶۸ء میں میلگھاٹ حلقہ سے ضمنی۔ انتخاب میں بلامقابلہ مہاراشٹر مجلس قانون ساز کے لئے منتخب ہوئے۔

طالب علمی کے زمانے سے ہی آپ سماجی کاموں میں مصروف رہے ہیں۔ قبائلی لوگوں کی سماجی و معاشی فلاح و بہبود کے لئے آپ نے مرحوم شری دیارام این پیٹیل کے ہمراہ نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

۱۹۷۲ء کے جنرل الیکشن میں میلگھاٹ حلقہ سے آپ دوبارہ اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے آپ محکمۂ جنگلات و سماجی بہبود کے نائب وزیر اور ریاستی وزیر رہے ہیں۔ ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ میلگھاٹ حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

شری سید فاروق پاشا

وزیر مملکت برائے صنعت، تعلیم و اوقاف

آپ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۷ء اور پھر ۱۹۷۲ء میں عام انتخابات میں مسلسل ناندیڑ حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوتے رہے ہیں۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۱ء تک آپ ناندیڑ ڈسٹرکٹ ڈیولپمنٹ بورڈ کے سکریٹری رہے۔ مراٹھواڑہ اوقاف بورڈ، اقلیتی بورڈ اور اردو اکیڈیمی کے رکن رہے۔ آپ نے اسٹیٹ لیجسلیچر پریویلیج، پبلک

ورکس اور پبلک اکاؤنٹ کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔ ۱۹ مارچ ۱۹۷۶ء میں آپ ریاستی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر منتخب ہوئے۔

وسنت دادا پاٹل وزارت میں آپ ریاستی وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔
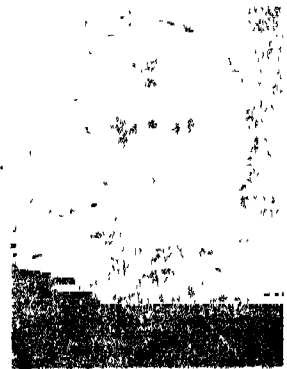
شری تیج سنگھ راؤ بھوسلے

وزیر مملکت برائے محنت اور لیجسلیٹو افیئرس

شری تیج سنگھ راؤ بھوسلے شروع ہی سے سیاسی وسماجی کاموں میں گہری دلچسپی لیتے تھے اور ان کی یہ دلچسپی کالج کے زمانے میں عام ہوگئی۔ آپ انڈین نیشنل کانگریس کے سرگرم کارکن ہیں۔

۱۹۶۹ء میں ناگپور میونسپل کارپوریشن کے الیکشن میں منتخب ہوئے اور اسی سال ناگپور کے میئر بھی۔ ناگپور میونسپل کارپوریشن کے انتخاب ۱۹۷۵ء میں دوبارہ منتخب ہوئے اور ۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک رولنگ پارٹی کے لیڈر رہے۔

بڈاپسٹ میں ہونے والی انٹرنیشنل پیس کانفرنس میں آپ ہندوستانی وفد کے ممبر بھی تھے۔ مزدور تحریک میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ مزدوروں کے مسائل حل کرنے کے لئے آپ نے خاص طور سے کام کئے ہیں۔

قومی راج

مزدوروں کی بہت سی جماعتوں کے آپ صدر رہیں۔ کھیل کود سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں کماٹھی حلقۂ انتخاب سے آپ اسمبلی الیکشن میں کامیاب ہوئے ہیں۔

شری سوشیل کمار شندے

وزیر مملکت برائے مالیات، صحت عامہ اور فیملی ویلفیئر

آپ سولاپور میں ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ ایک وہ وقت بھی تھا جب کہ شندے صاحب بارہ سال کی عمر میں سولاپور کی این۔ ایم واڈیا اسپتال میں دس روپے ماہانہ کی تنخواہ پر وارڈبوائے کی حیثیت سے کام کرتے تھے کیونکہ انھیں اپنی تعلیم بھی جاری رکھنا تھی اور سر سے والد کا سایہ بھی اٹھ گیا تھا، اس وجہ سے انھوں نے یہ نوکری کرنا منظور کی تھی۔ سولاپور ڈسٹرکٹ آفس میں ۱۹۵۷ء میں آپ نے بطور پیون (چپراسی) کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۶۰ء میں پیون بنے۔

اپنی ہمہ جہتی، بلند عزائم اور کاموں میں دلچسپی کی وجہ سے ۱۹۶۱ء میں آپ نے ایس ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخلہ لینے کے بعد بھی اپنی اس نوکری کو جاری رکھا اور محنت کرنے سے کبھی نہیں شرمائے۔ ۱۹۶۲ء میں بطور کلرک اسی دفتر میں آپ کا تقرر ہوا۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ دل میں تعلیم حاصل کرنے کی لگن تھی، اس لئے وہ قانون پڑھنے پونے تشریف لے گئے اور لاء کالج میں داخلہ لے لیا۔ پونے میں آپ نے طلبا کی بہت سی تحریکوں میں عملی حصہ لیا۔ اسی دوران آپ کانگریس کے مشہور لیڈر کاکاصاحب گاڈگل کی ہدایات بھی حاصل کرتے رہے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے دوران ہی آپ کا تقرر پولس سب انسپکٹر کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ آپ نے پولس ڈپارٹمنٹ میں ملازمت شروع کردی مگر اپنی تعلیم بھی جاری رکھی اور ۱۹۶۹ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کرلیا۔

نومبر ۱۹۷۱ء میں آپ نے اپنی نوکری سے استعفیٰ دیدیا اور ۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو آپ مہاراشٹر اسٹیٹ کانگریس فورم برائے سوشلسٹ ایکشن کے کنوینر ہوئے۔ آپ سول ڈیفنس کمیٹی کے سکریٹری بھی رہے اور ایم پی سی سی میں ہریجن اور گریجن کے لئے قائم کردہ سیل کے انچارج بھی رہے۔

۱۹۷۴ء میں سولاپور ضلع کے کرمالا حلقہ انتخاب سے مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور اسی سال مہاراشٹر کی کابینہ میں بطور وزیر مملکت برائے ٹرانسپورٹ اور یوتھ ویلفیئر شریک ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ وزیر مملکت برائے سوشل ویلفیئر کلچرل آفیئرس یوتھ سروسیز کھیل، اینمل ہسبنڈری اور ملک اسکیم رہے۔ آپ نے ادیباسیوں کی خوشحالی کے کاموں میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۷۶ء میں جب مہاراشٹر کی کابینہ کی دوبارہ تشکیل ہوئی اس وقت آپ کابینہ میں وزیر مملکت برائے سوشل ویلفیئر، کلچرل آفیئرس یوتھ سروسیز اور اسپورٹس شامل ہوئے۔

فروری ۱۹۷۸ء میں آپ سولاپور (شمالی) حلقہ انتخاب سے اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔

شری شاہ جی راؤ پاٹل

وزیر مملکت برائے کوآپریشن و دیہی ترقی

شری شاہ جی راؤ پاٹل ضلع سولاپور تعلقہ موہول کے نرکھیڈ مقام پر ۱۲ / نومبر ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے. آپ گریجویٹ ہیں اور اسی کے ساتھ آپ نے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی ہے. اپنی طالبعلمی کے زمانے میں آپ کانگریس سوا دل کے سرگرم کارکن رہے ہیں. آپ ایک قانون داں ہیں، مگر کاشتکاری سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں.

آپ سولاپور کے دو تعلیمی اداروں کے ایگزیکیٹو ممبر رہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۹ء تک آپ سولاپور ضلع پریشد کے نائب صدر رہے اور ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک اس کے صدر.

فروری ۱۹۷۸ء میں ہونے والے اسمبلی انتخاب میں آپ موہول حلقہ انتخاب سے منتخب ہوئے. ۱۹۷۴ء میں بھی آپ اسی حلقہ کے نمائندے تھے.

شری شانتارام گوپال راؤ گھولپ

وزیر مملکت برائے محصول، بازآبادکاری اور ماہی گیری

آپ تھانے ضلع مرباد تعلقہ کے دھسائی مقام پر ایک کسان خاندان میں ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے تعلیمی میدان میں آپ نے قانون کی ڈگری حاصل کی ہے.

مرباد حلقہ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کیلئے ۱۹۶۲ء میں منتخب ہوئے. آپ نے ریاستی لیجسلیچر کی فارسٹ اینڈ وائزری، پبلک اکاؤنٹس محصول، لاء جوائنٹ سلیکٹ اور ایگریکلچرل جوائنٹ سیلیکٹ کمیٹیوں کے ممبر کی حیثیت سے بھی کام کیا ہے دو سال تک آپ سب آرڈینیٹ لیجسلیشن کمیٹی کے چیرمین رہے. چار سال تک آپ مرباد سیکاری سہکاری سنگھ اور تھانے ڈسٹرکٹ پرچیز یونین کے چیرمین بھی رہے ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک آپ مرباد تعلقہ ڈیولپ منٹ بورڈ کے ممبر رہے. آپ نے ملی جلی شادیوں کے سلسلہ میں نمایاں کام انجام دیئے ہیں.

کابینہ میں کچھ عرصہ تک آپ نائب وزیر رہے اور بعد ازاں وزیر مملکت ہوئے فروری ۱۹۷۸ کے انتخاب میں مرباد حلقۂ انتخاب سے آپ منتخب ہوئے.

شری رام بھاؤ لنگاڑے

وزیر مملکت برائے داخلہ، جیل، جنگلات اور ثقافتی امور

آپ یکم جولائی ۱۹۲۷ء میں بلڈانہ میں پیدا ہوئے. آپ نے طلبہ اور نوجوانوں کی تنظیموں کے لئے خاص طور سے کام کیا اور ریاستی یوتھ کانگریس کے سکریٹری بھی رہے. آپ دودربھ کے طلبہ کی تحریک سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ ودربھ ہاؤسنگ بورڈ کے وائس چیرمین اور ناگپور یونیورسٹی بورڈ کے ممبر بھی رہے ہیں.

آپ نے بی. اے پاس کرنے کے بعد ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا. آپ بلڈانہ کے ایک تعلیمی ادارہ سے وابستہ ہیں.

شری رام منوہر ترپاٹھی

وزیر مملکت برائے شہری ترقی، پروٹوکال، اطلاعات، تعلقات عامہ

ترپاٹھی جی اترپردیش کے ضلع رائے بریلی کے میسر کھیڑا مقام پر ۲۵ / جنوری ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے. آپ نے ایم۔ اے کا امتحان نمایاں حیثیت سے پاس کیا. ہندی کے معروف ادیب ہیں. مضافاتی بمبئی میں متعدد چال کمیٹیاں اس نقطہ نظر سے قائم کیں کہ وہاں رہنے والوں کے مسائل اجتماعی طور پر حل کئے جا سکیں. ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۳ء تک بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی کے ممبر رہے اور ۱۹۶۲ء - ۱۹۶۱ء میں بمبئی میونسپل کارپوریشن میں پارٹی کے وہپ. بمبئی میونسپل کارپوریشن کی کئی کمیٹیوں میں کام کیا.

۱۹۷۲ء کے انتخاب میں آپ کھاڑے کو بیہ حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ بیکری ورکرس کی کم سے کم اجرت کمیٹی کے بھی ممبر رہے ہیں۔

پروفیسر خان محمد اظہر حسین

وزیر مملکت برائے زراعت نیز کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی

آپ ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اکولہ میں پیدا ہوئے۔ اسکول کی تعلیم اکولہ میں اور کالج کی تعلیم امراؤتی اور ناگپور میں حاصل کی۔ ایم۔ ایس سی (نباتات) کے لئے شیواجی کالج اکولہ میں داخل ہوئے۔ اپنے ہر امتحان میں اول درجہ سے کامیاب ہوتے رہے۔

۱۹۷۴ء میں اکولہ میونسپل کونسل میں منتخب ہوئے۔ بطور چیرمین پانی فراہمی کمیٹی انھوں نے کونسل کے فلٹریشن پلانٹ کی تکمیل کرائی۔

ریاستی حکومت کی جانب سے موصوف کو اسٹیٹ یوتھ ویلفیر بورڈ پر بطور رکن متعین کیا گیا آپ اردو ہائی اسکول کی ایگزیکیٹو کمیٹی کے نائب صدر بھی تھے۔

آپ ایک اچھے اسپورٹس مین ہیں۔ اکولہ ضلع فٹ بال ایتھلیٹک اسیوسی ایشن کے رکن بھی ہیں۔

شری ارجن تلسی رام پوار

وزیر مملکت برائے پبلک ورکس اور ڈیری ترقی

یکم دسمبر ۱۹۳۸ء کو ضلع ناشک میں کلوان تعلقہ کے مقام دلوت میں پیدا ہوئے۔ موصوف ایم۔ اے ہیں۔ پانچ سال تک ناشک ڈسٹرکٹ سوشل ریفارمز کمیٹی کے چیرمین کے طور پر کام کیا۔ قبائلیوں کے مسائل حل کرنے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں تعلیم اور روزگار کی توسیع میں عملی حصہ لیتے ہیں۔ ۱۹۶۷ء سے ناشک ضلع پریشد کے رکن رہے ہیں۔ موصوف ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک راہوری زراعتی یونیورسٹی کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔

ضلع پریشد زراعت اور امداد باہمی کمیٹی کی سربراہی ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک کی۔

۱۹۷۲ء میں ریاستی اسمبلی میں منتخب ہوئے اور کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔

۱۹۷۸ء میں کلوان (ایس ٹی) حلقے سے منتخب ہوئے۔

شری رام پرشاد وٹھل راؤ بوراڈے

وزیر مملکت برائے ٹرانسپورٹ و سیاحت

۴۵ سال عمر۔ پیشے سے کاشتکار، ساتھ ہی صدر، پرتور تعلقہ پنچایت سمیتی۔ یوتڑا کے باشندے ہے۔ انھوں نے اورنگ آباد اور حیدرآباد سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ دس سال تک پنچایت سمیتی کے سرپنچ بعد میں نائب صدر و صدر رہے۔ امداد باہمی سوسائٹیوں کو منظم کیا اور پرتور کو آپریٹیو جننگ فیکٹری قائم کی۔ پرتور میں دو اسکول بھی شروع کئے۔

ہریجنوں اور پسماندہ لوگوں کی فلاح و بہبود میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔

اپوزیشن لیڈر، شری اُتم راؤ پاٹل

آپ ضلع جلگاؤں کے مقام مالیگاؤں میں ۱۲ر فروری ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے. ایم. اے. ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی. مراٹھی کے ساتھ انگریزی، ہندی اور گجراتی پر عبور حاصل ہے. ہفتہ وار 'سدرشن' کے بانی اور ایڈیٹر ہیں. آپ مانے ہوئے جرنلسٹ ہیں. آپ کے کئی مضامین شائع ہوئے ہیں. جن میں "سہکاری شیتلا دِرُدھ واپرائے" (یعنی کوآپریٹیو فارمنگ کی مخالفت اور اس کا مناسب بدل) اور "مہنگائی میمانسہ" (بڑھتی ہوئی قیمتوں کا تنقیدی جائزہ) شامل ہیں۔ پیشہ کے اعتبار سے آپ ایڈوکیٹ ہیں اور ۱۹۷۷ء سے جنتا پارٹی میں شامل ہیں۔

عوامی اداروں سے آپ کو دلچسپی ہے اور ان سے متعلقہ امور میں آپ سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہیں. امداد باہمی اداروں کے قانونی مشیر ہیں۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۹ء تک مہاراشٹر پردیش جن سنگھ کے صدر رہے۔ ۱۹۵۴ء سے آپ جن سنگھ کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۰ء تک بھارتیہ جن سنگھ کے نائب صدر اور ۱۹۶۴ء سے مہاراشٹر جن سنگھ کے سکریٹری رہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۵ء تک ریاستی قانون ساز کونسل کے رکن رہے. لیکن سمیکت مہاراشٹر کے سوال پر آپ نے اپنی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا. ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک لوک سبھا کے ممبر رہے ۱۹۶۶ء سے فروری ۱۹۷۸ء تک ریاستی قانون ساز کونسل میں اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں. جنتا پارٹی کے ٹکٹ پر ۱۹۷۸ء میں پارولہ حلقہ سے ایم. ایل. اے. منتخب ہونے کے بعد ریاستی مجلس قانون ساز میں اپوزیشن لیڈر مقرر ہوئے.

شری سُدھاکر رام کرشنا گنگنے

وزیر مملکت برائے انرجی، اسپورٹس اور یوتھ سروسیز

ضلع اکولہ کے مقام اکوٹ میں ۱۹۴۷ء کو کسان خاندان میں پیدا ہوئے. ناگپور یونیورسٹی کے کامرس اور لا گریجویٹ ہیں.

نوجوانوں کے مسائل کے چیمپئن رہے ہیں. کئی یوتھ آرگنائزیشنوں کے سربراہ رہے ہیں موصوف مہاراشٹر پردیش یوتھ کانگریس کمیٹی کے صدر رہے نیشنل اسٹوڈنٹس یونین آف انڈیا کی مہاراشٹر کی شاخ کے صدر نیز ناگپور یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے بھی صدر رہے. اس وقت آئی. این سی (آئی) کی پارلیمنٹری بورڈ کے رکن ہیں. اور ایم. پی سی سی (آئی) کے ایکزیکیٹو ممبر ہیں

اپنے اسکول اور کالج کے زمانہ میں طالب علموں کو منظم کرنے میں عملی حصہ لیا۔ مارچ ۱۹۷۵ء میں ورلڈ یوتھ اور اسٹوڈنٹس کانفرنس میں بطور نمائندے کے غیر ممالک کا دورہ کیا.

مرکزی اور ریاستی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ کئی کمیٹیوں کے رکن ہیں۔ ۱۹۷۸ء کے چناؤ میں ضلع اکولہ کے اکوٹ حلقہ سے چن کر آئے.

شری دتاتریہ راگھو باجی میگھے،

وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ فوڈ اور سول سپلائز

۱۱ر نومبر ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے. ناگپور یونی ورسٹی کے گریجویٹ ہیں. یوتھ آرگنائزر کے طور پر جانے جاتے ہیں. یوتھ کیڈر کے آرکیٹکٹ ہیں. نو سال تک چتن دیس پورا فرینڈز کوآپریٹو بنک کے ڈائرکٹر رہے. حال ہی میں ریاستی حکومت نے جواہر بال بھون اسکیم میں بطور رکن مقرر کیا ہے.

ناگپور کی گندی بستیوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے عملی حصہ لیا. جبکہ وہ نیشنل کوآپریٹیو ہاؤسنگ کارپوریشن ناگپور کے نائب صدر ہوئے.

مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخاب فروری ۱۹۷۸ء

منتخب اُمیدواروں کے نام

ضلع رتناگیری

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱	ساونت واڑی	شری جیانند مٹکر	جنتا
۲	ونیگرلا	شری پی اے کنلیکر	جنتا
۳	مالون	شری وائی۔ بی۔ دلوی	جنتا
۴	دیوگڈھ	شری وی۔ ایس۔ سائم	جنتا
۵	راجاپور	شری ایل۔ آر۔ ہاتنکر	جنتا
۶	رتناگیری	شریمتی کسم ابھیانکر	جنتا
۷	سنگمیشور	شری جگن ناتھ راؤ جادھو	جنتا
۸	گوہاگڈھ	ڈاکٹر ایس۔ ڈی۔ ناٹو	جنتا
۹	چپلون	شری آر۔ کے۔ شندے	جنتا
۱۰	کھیڈ	شری اے۔ جی۔ بھوسلے	جنتا
۱۱	داپولی	شری جی۔ ڈی سکپال	جنتا
۱۲	مہاڈ	شری نانا پرہیت	جنتا
۱۳	شریوردھن	شری اے کے اے شکور دلے کریم	جنتا
۱۴	مانگاؤں	شری آر۔ وی۔ مہالنگے	کانگریس
۱۵	پین	شری اے۔ ٹی۔ پاٹل	کانگریس
۱۶	علی باغ	شری دتا پاٹل	پی۔ ڈبلیو پی
۱۷	پنویل	شری۔ ڈی۔ این پاٹل	پی ڈبلیو پی
۱۸	کھلاپور	شری بی۔ ایل۔ پاٹل	کانگریس

بمبئی عظمیٰ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۹	قلابہ	شری رنجیت بھانو	جنتا
۲۰	عمرکھاڑی	شری اے۔ آئی۔ چوروواڈ والا	جنتا
۲۱	ممبادیوی	شری ایم۔ پی۔ پاریکھ	جنتا
۲۲	کھیت واڑی	شری کے۔ اے خان	جنتا
۲۳	اوپیرا ہاؤس	شریمتی جیونتی بہن مہتا	جنتا
۲۴	ملبارہل	شری۔ ڈی۔ اے۔ ڈیسائی	جنتا
۲۵	چنچپوکلی	شری۔ ایس۔ ٹی کاڈسکر	جنتا
۲۶	ناگپاڑہ	شری ایم۔ اسحاق جمخانہ والا	جنتا
۲۷	مجگاؤں	شری۔ ڈی۔ جی کامت	جنتا
۲۸	پریل	شری واسو ڈیسائی	جنتا
۲۹	سیوڑی	شری۔ ڈی۔ پی کالمبے	آزاد
۳۰	ورلی	شری۔ پی۔ کے۔ کرنے	سی۔ پی۔ ایم
۳۱	نیگام	شری این۔ کے ساونت	جنتا
۳۲	دادر	شری ایچ۔ ایس۔ گپتے	جنتا
۳۳	ماٹونگا	شری ایس۔ بجے کوہلی	جنتا
۳۴	ماہم	شری ایف۔ ایم۔ پنٹو	جنتا
۳۵	دھاراوی	شری ستیندر مورے	سی۔ پی۔ ایم
۳۶	باندرہ	شری ایس۔ ایس وردے	جنتا
۳۷	کھیرواڑی	شری رام داس نائیک	جنتا
۳۸	دلے پارلے	شری پران لال وہرا	جنتا
۳۹	امبولی	شری رمیش شیٹھ	جنتا
۴۰	سنتاکروز	شری ایس۔ آر سنہہ	جنتا
۴۱	اندھیری	شری این۔ بی سامنت	جنتا
۴۲	گوریگاؤں	شری پی۔ بی سامنت	جنتا
۴۳	ملاڈ	شریمتی کمل ڈیسائی	جنتا

نمبر شمار حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۴۴ کاندیولی	شری ایچ. پی اپادھیائے	جنتا
۴۵ بوریولی	شری رام نائیک	جنتا
۴۶ ٹرامبے	شری ایس. بالکرشن	آزاد
۴۷ چیمبور	شری حسو ایڈوانی	جنتا
۴۸ نہرونگر	شری لیاقت حسین	جنتا
۴۹ کرلا	شری خان شمس الحق	جنتا
۵۰ گھاٹ کوپر	شری جے. جی پاریکھ	جنتا
۵۱ بھانڈوپ	شری پربھاکر سنیز گیری	سی. پی. ایم
۵۲ ملنڈ	شری پی. آر. پٹورودھن	جنتا
۵۳ تھانے	شری جی. ایم کولی	جنتا
۵۴ بیلاپور	شری جی. پی بھوٹر	جنتا
۵۵ الہاس نگر	شری ایس. کے ہرچندانی	جنتا
۵۶ امبرناتھ	شری جے. ایس پاٹل	جنتا
۵۷ کلیان	شری رام کپاسے	جنتا
۵۸ مرباد	شری ایس. جی گھولپ	کانگریس
۵۹ داڑہ	شری ایس. آر. دانی	جنتا
۶۰ بھیونڈی	شری پی. ڈی. ٹاورے	آزاد
۶۱ بسین	شری. پی. آر چودھری	جنتا
۶۲ پالگھر	شری اے. کے سنگاڑے	جنتا
۶۳ دہانو	شری ایس. ایم چوان	سی. پی. ایم
۶۴ جواہر	شری بی. ایل کرہاڈا	سی پی ایم
۶۵ شاہپور	شری کے. آر. تیلام	پی. ڈبلیو پی

ضلع ناشک

نمبر شمار حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۶۶ اِگتپوری (ایس ٹی)	شری بی ایس داگھ	کانگریس (آئی)
۶۷ ناشک	شری دی. جی اُپادھے	جنتا
۶۸ دیولالی	شری بی ایس اہیرے	آزاد
۶۹ سِنّر (ایس سی)	شری ایس ایس گاڈک	آزاد
۷۰ نپھاڑ	شری دی. پی پاٹل	کانگریس
۷۱ یاولہ	شری جے. ڈی پاٹل	آزاد
۷۲ نندگاؤں	شری کے بسی نہارہ	آزاد
۷۳ مالیگاؤں	شری نہال احمد	جنتا

نمبر شمار حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۷۴ دابھڑی	شری بی ڈبلیو ہیرے	کانگریس (آئی)
۷۵ چاندور	شری کے. ڈی ڈاڈکر	جنتا
۷۶ ڈنڈوری (ایس ٹی)	شری بی. ڈی گائیکواڑ	کانگریس (آئی)
۷۷ سرگنا (ایس ٹی)	شری جے. پی گادٹ	سی. پی. ایم
۷۸ کالون (ایس ٹی)	شری اے. ٹی پوار	کانگریس
۷۹ باگلان (ایس ٹی)	شری ایل. ٹی پوار	کانگریس (آئی)

ضلع دھولے

نمبر شمار حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۸۰ سکری (ایس ٹی)	شری ایس. پی مالسورے	کانگریس (آئی)
۸۱ نواپور (ایس ٹی)	شری جے. ایس وسارے	کانگریس (آئی)
۸۲ نندربار (ایس ٹی)	شری آر. پی. ولوی	کانگریس
۸۳ تالوڈا (ایس ٹی)	شری. ڈی. ڈی پڈوی	جنتا
۸۴ اکرانی (ایس. ٹی)	شری ایس. پی جادھو	جنتا
۸۵ شہاڈا	شری جے. جے پادل	کانگریس
۸۶ شیرپور	شری پی. ایم پاٹل	جنتا
۸۷ سنکھیڈا	شری ایم. ڈی ششودے	آزاد
۸۸ کُسُمبا	شری آر. سی. پاٹل	کانگریس (آئی)
۸۹ دھولے	شری کے. ایم کھوپڑے	کانگریس (آئی)

جلگاؤں

نمبر شمار حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۹۰ چالیس گاؤں (ایس سی)	شری ڈی. ڈی چوان	کانگریس
۹۱ پارولہ	شری اتم راؤ پاٹل	جنتا
۹۲ املینر	شری جی. ڈبلیو. پاٹل	جنتا
۹۳ چوپڑا	شری ایم. کے چودھری	جنتا
۹۴ ایرنڈول	شری ایم. ڈی. پاٹل	جنتا
۹۵ جلگاؤں	شری آئی. آیس جین	کانگریس (آئی)
۹۶ پاچورہ	شری اُنکار داگھ	جنتا
۹۷ جامنیر	شری جی. آر. گردو	آزاد
۹۸ بھوساول	شری ڈی. این بھولے	کانگریس
۹۹ یاول	شریمتی سندھو چودھری	جنتا
۱۰۰ راویر	شری ایم. ڈی چودھری	کانگریس
۱۰۱ ایدل آباد	شریمتی پرتبھا پاٹل	کانگریس

بلڈانہ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۰۲	ملکاپور	شری ارجن وانکھیڈے	جنتا
۱۰۳	بلڈانہ	شری ایس. بی پاٹل	کانگریس (آئی)
۱۰۴	چکھلی	شری جے. ڈی. بوندرے	کانگریس (آئی)
۱۰۵	سندکھیڈ راجا	شری جے. کے کھرات	کانگریس (آئی)
۱۰۶	مہیکر	شری ایس. کے ساؤجی	کانگریس (آئی)
۱۰۷	کھامگاؤں	شری پی. پی فنڈکر	جنتا
۱۰۸	جالمب	شری ٹی. پی ڈھونکنے	پی. ڈبلیو پی

آکولہ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۰۹	آکوٹ	شری ایس. آر. گنگانے	کانگریس (آئی)
۱۱۰	بورگاؤں منجو	شری ایم. آر. آپوٹیکر	کانگریس (آئی)
۱۱۱	آکولہ	شری خان ایم. اے حسین	کانگریس (آئی)
۱۱۲	بالاپور	شری پی. این گجراتی	کانگریس (آئی)
۱۱۳	میڈشی	شری وی. کے سندے	کانگریس (آئی)
۱۱۴	واشم (ایس سی)	شری بی. این وانکھیڈے	کانگریس (آئی)
۱۱۵	منگرول پیر	شری اے. کے پاٹل	پی ڈبلیو پی
۱۱۶	مرتضیٰ پور	شری ڈی. ایم ٹھاکرے	کانگریس (آئی)
۱۱۷	کارنجا	شری اے. کے دلیش مکھ	آزاد

امراوتی

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۱۸	دریاپور	شری ایس. کے بوبڑے	آزاد
۱۱۹	میلگھاٹ (ایس ٹی)	شری آر. ایم پٹیل	کانگریس (آئی)
۱۲۰	اچلپور	شری ڈبلیو. بی. بھوکرے	آزاد
۱۲۱	مورشی	شری ایم. ایس. آنڈے	کانگریس (آئی)
۱۲۲	تیوسا	شری سی. آر. ٹھاکر	آزاد
۱۲۳	وانگاؤں	شری بی. پی سابلے	کانگریس (آئی)
۱۲۴	امراوتی	شری ایس. سی بھویار	کانگریس (آئی)
۱۲۵	بدنیرا	شری ایم. بی. یادو	کانگریس (آئی)
۱۲۶	چاندور	شری ایس. آر. سوالاکھے	کانگریس (آئی)

وردھا

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۲۷	آروی	شری ایس. جی جوڑی والا	آزاد
۱۲۸	پلگاؤں	شریمتی پربھاراؤ	کانگریس (آئی)
۱۲۹	وردھا	شری پرمود شندے	کانگریس (آئی)
۱۳۰	ہنگن گھاٹ	شری ڈی. زیڈ. کوٹھے	کانگریس (آئی)

ناگپور

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۳۱	امریڈ	شری پی. ایم. ڈیکاٹے	کانگریس (آئی)
۱۳۲	کامٹی	شری ٹی. ایل بھوسلے	کانگریس (آئی)
۱۳۳	ناگپور شمال (ایس سی)	شری ایس. جے ڈونگرے	آزاد
۱۳۴	ناگپور (مشرق)	شری پی. بی پروہت	کانگریس (آئی)
۱۳۵	ناگپور (جنوب)	شری جی. ایم ونجاری	کانگریس (آئی)
۱۳۶	ناگپور (وسطی)	شری بی. ایس سروے	کانگریس (آئی)
۱۳۷	ناگپور (مغرب)	شری بی. جی. ملک	کانگریس (آئی)
۱۳۸	کالمیشور	شری بی. ایم گائیکواڑ	آزاد
۱۳۹	کٹول	شری ایم. جی ملنکے	کانگریس (آئی)
۱۴۰	ساؤنیر	شری آر. سی. نائیک	کانگریس (آئی)
۱۴۱	رام ٹیک	شری جی. ایف مہاجن	کانگریس (آئی)

بھنڈارہ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۴۲	تمسار	شری ایس. این کاریمورے	کانگریس (آئی)
۱۴۳	بھنڈارہ	شری وی. ایس دوبے	کانگریس (آئی)
۱۴۴	اڈیار	شری وی. ایس تکھرے	کانگریس (آئی)
۱۴۵	تیروڑا (ایس سی)	شری ایل. جی واسنک	کانگریس (آئی)
۱۴۶	گوندیا	شریمتی راجکماری باجپئی	کانگریس (آئی)
۱۴۷	گوریگاؤں	شری جی. ایچ ناگپورے	کانگریس (آئی)
۱۴۸	آمگاؤں	شری ایم. ایس شیوانکر	جنتا
۱۴۹	ساکولی	شری ایم. ٹی. بیدرکر	کانگریس (آئی)
۱۵۰	لکھندور	شری ایچ. این بھیا	کانگریس (آئی)

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۵۱	ارموری (ایس ٹی)	شری ڈی. وی. نارنورے	آزاد
۱۵۲	گھڑچرولی (ایس ٹی)	شری ڈی. ٹی مڈاوی	کانگریس (آئی)
۱۵۳	سرونچا (ایس ٹی)	شری بی. جے میشرام	آزاد
۱۵۴	راجورا	شری بی. جے مسلے	جنتا
۱۵۵	چندرپور	شری این. سی پگ لیا	کانگریس آئی
۱۵۶	ساؤلی	شری ڈی. پی بھانڈیکر	کانگریس (آئی)
۱۵۷	برہم پوری	شری بی. ایس بھینڈارکر	کانگریس (آئی)
۱۵۸	چمور	شری اے. ایس سوناونے	کانگریس (آئی)
۱۵۹	بھدراوتی	شری این. وائی شنڈے	کانگریس (آئی)

ایوت محل

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۶۰	وانی	شری بی. ایم پانگھاٹے	کانگریس (آئی)
۱۶۱	رالیگاؤں (ایس ٹی)	شری ایس. ڈی دھروے	کانگریس (آئی)
۱۶۲	کیلاپور (ایس ٹی)	شری ایل. ایم. میسرام	کانگریس (آئی)
۱۶۳	ایوت محل	شری جے. بی دھوتے	آزاد
۱۶۴	وارودا	شری ایچ. آر. مندھانا	آزاد
۱۶۵	دگرس	شری این. این امبڈوار	آزاد
۱۶۶	پوسد	شری سدھاکر نائیک	کانگریس
۱۶۷	عمرکھیڈ	شری اے اے دیوسرکر	کانگریس

ناندیڑ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۶۸	کنوت	شری یو. بی راٹھور	کانگریس
۱۶۹	ہدگاؤں	شری این. ایم. پوار	جنتا
۱۷۰	ناندیڑ	شری نوراللہ خان بسم اللہ خان	جنتا
۱۷۱	مدکھیڑ	شری چندر کانت مسکی	جنتا
۱۷۲	بھوکر	شری ایس. بی چوان	آزاد
۱۷۳	بلولی	شری جی. ایم. پٹنے	جنتا
۱۷۴	مکھیڈ (ایس سی)	شری ایم. آر. گھاٹے	آزاد
۱۷۵	کندھار	شری جی. ایم کردڑے	پی ڈبلیو پی

پربھنی

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۷۶	گنگاکھیڈ (ایس سی)	شری ڈی. ایم. گائیکواڑ	پی ڈبلیو پی
۱۷۷	سنگاپور	شری یو اے. گوالی	کانگریس
۱۷۸	پربھنی	شری راؤصاحب جامکر	کانگریس
۱۷۹	باسمتھ	شری پی. آر. دلیش مکھ	جنتا
۱۸۰	کلم نوری	شری وی. بی. مسکے	سی. پی. ایم
۱۸۱	ہنگولی	شری ڈی. بی جائے لگندے	جنتا
۱۸۲	جنتور	شری جی. این. راٹھی	پی. ڈبلیو پی
۱۸۳	پاتھری	شری سکھارام نکھاتے	کانگریس
۱۸۴	پارتور	شری آر. وی بوراڈے	کانگریس (آئی)
۱۸۵	امبڈ	شری بی. ایس سولنکے	جنتا

اورنگ آباد

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۸۶	جالنہ	شری کے. پی بھیسے	کانگریس (آئی)
۱۸۷	بدناپور	شری ایس. ایل کولکر	کانگریس (آئی)
۱۸۸	بھوکردان	شری وی. آر. پاٹل	جنتا
۱۸۹	سلود	شری این. بی گاڈمیکر	جنتا
۱۹۰	کناڈ	شری ٹی. ایس پاٹل	جنتا
۱۹۱	ویجاپور	شری یو. کے. پٹواری	جنتا
۱۹۲	گنگاپور	شری ایل. ای منال	کانگریس
۱۹۳	اورنگ آباد (مغرب)	شری عبدالعظیم	کانگریس (آئی)
۱۹۴	اورنگ آباد (مشرق)	شری آر. ای. گاوندے	جنتا
۱۹۵	پیٹھن	شری بی. اے تھوراٹ	جنتا

بیڑ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۱۹۶	گیورائی	شری ایس. اے پنڈت	کانگریس
۱۹۷	منجلیگاؤں	شری ایس. اے سولنکے	کانگریس
۱۹۸	بیڑ	شری اے. ایل نوالے	جنتا
۱۹۹	آشٹی	شری ایل. وی. جادھو	کانگریس
۲۰۰	چوسالہ	شری بی. این کوکاٹے	کانگریس
۲۰۱	کیج (ایس سی)	شری بی. این ستپوتے	آزاد
۲۰۲	رینا پور	شری آر. وی. مندھے	کانگریس

عثمان آباد

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۲۰۳	احمدپور	شری کے. این. دیشمکھ	پی ڈبلیو پی

نمبر شمار	حلقہ	منتخب اُمیدوار	پارٹی
۲۰۴	ادگیر	شری بی۔ کے بادھو	کانگریس
۲۰۵	ہر (ایس سی)	شری ٹی۔ پی۔ کامبلے	آزاد
۲۰۶	لاتور	شری شیوراج پاٹل	کانگریس
۲۰۷	کلام (ایس سی)	شری کے۔ ای گھوڈکے	پی ڈبلیو پی
۲۰۸	پرندا	شری دی۔ اے دیشمکھ	جنتا
۲۰۹	عثمان آباد	شری پی۔ پی۔ پاٹل	کانگریس
۲۱۰	اوسا	شری کے۔ ایس۔ سوناوٗنے	کانگریس
۲۱۱	نیلنگا	شری ایس۔ بی۔ پاٹل	کانگریس
۲۱۲	اُمرگا	شری بی۔ ایس۔ چالوکیہ	کانگریس
۲۱۳	تلجاپور	شری ایم۔ بی کھلبلے	پی۔ ڈبلیو پی

سولا پور

نمبر شمار	حلقہ	منتخب اُمیدوار	پارٹی
۲۱۴	اکل کوٹ	شری آئی۔ آئی۔ پٹیل	جنتا
۲۱۵	سولاپور (جنوب)	شری اے۔ این۔ دیوکاٹے	کانگریس (آئی)
۲۱۶	سولاپور شہر (جنوب)	شری بی۔ ایل۔ رونے	جنتا
۲۱۷	سولاپور شہر (شمال)	شری نرائن، این۔ آدم	سی پی ایم
۲۱۸	سولاپور شہر (جنوب) (ایس سی)	شری ایس۔ ایس شندے	کانگریس
۲۱۹	منگل ویڈھا (ایس سی)	شری این۔ ایس کامبلے	آزاد
۲۲۰	جہول	شری ایس۔ ایس۔ پاٹل	کانگریس (آئی)
۲۲۱	بارشی	شری کے۔ این دیشمکھ	کانگریس
۲۲۲	مڈھا	شری کے۔ کے پربت	آزاد
۲۲۳	پنڈھرپور	شری اے۔ کے پاٹل	کانگریس
۲۲۴	سنگولہ	شری جی۔ اے دیشمکھ	پی۔ ڈبلیو پی
۲۲۵	ملیسراس	شری شام راؤ پاٹل	جنتا
۲۲۶	کرمالا	شری این۔ ایم۔ جگتاپ	کانگریس

احمد نگر

نمبر شمار	حلقہ	منتخب اُمیدوار	پارٹی
۲۲۷	کرجت (ایس سی)	شری بی۔ ڈی کامبلے	آزاد
۲۲۸	شریگونڈہ	شری ایس۔ این ناگواڈے	کانگریس
۲۲۹	احمد نگر (جنوب)	شری کمار سپترشی	جنتا
۲۳۰	احمد نگر (شمال)	شری ایم۔ ڈی۔ شرکے	آزاد
۲۳۱	پاتھرڈی	شری بی۔ ڈی۔ ڈھاکنے	جنتا

نمبر شمار	حلقہ	منتخب اُمیدوار	پارٹی
۲۳۲	شیگاؤں	شری دی۔ بی لنگھے	سی۔ پی۔ آئی
۲۳۳	شری رامپور	شری جی۔ ڈبلیو اڈیک	کانگریس
۲۳۴	شیرڈی	شری سی۔ بی گھوگارے	کانگریس
۲۳۵	کوپرگاؤں	شری ایس۔ جی کولہے	کانگریس
۲۳۶	راہوری	شری کے۔ ایل۔ پوار	کانگریس
۲۳۷	پارنیر	شری ایس۔ ڈی کالے	کانگریس
۲۳۸	سنگمینر	شری بی۔ ایس تھورات	کانگریس
۲۳۹	نگرآکولہ (ایس ٹی)	شری وائی۔ ایس بھنگارے	کانگریس

پونے

نمبر شمار	حلقہ	منتخب اُمیدوار	پارٹی
۲۴۰	جنّر	شری کرشنا راؤ منڈھے	کانگریس
۲۴۱	امبیگاؤں	شری بی۔ ڈی کالے	کانگریس
۲۴۲	کھیڈ آلندی	شری آر۔ جے کنڈ اگے	کانگریس
۲۴۳	ماول	شری کے۔ ڈی بھیگڑے	کانگریس
۲۴۴	ملشی	شری این۔ آر۔ مالٹے	کانگریس
۲۴۵	حویلی	شری ایس۔ ٹی۔ فوگے	جنتا
۲۴۶	بوپڑی	شری ایل۔ ٹی ساونت	آزاد
۲۴۷	شیواجی نگر	شریمتی شانتی نائیک	جنتا
۲۴۸	پاروتی (ایس سی)	شری سبھاش سردگوڈ	جنتا
۲۴۹	قصبہ پیٹھ	شری اے۔ ڈی لیلے	جنتا
۲۵۰	بھوانی پیٹھ	بھائی ویدیا	جنتا
۲۵۱	پونے کینٹ	شری دی۔ بی ٹوپے	جنتا
۲۵۲	سیرور	شری بی۔ بی ڈونڈکر	جنتا
۲۵۳	ڈھونڈ	شری آر۔ بی تکوانے	جنتا
۲۵۴	اندا پور	شری ایس۔ بی پاٹل	کانگریس
۲۵۵	بارامتی	شری شرد پوار	کانگریس
۲۵۶	پُرندھر	شری دادا جادھو راؤ	جنتا
۲۵۷	بھور	شری ایس۔ آر جیدھے	آزاد

ستارہ

نمبر شمار	حلقہ	منتخب اُمیدوار	پارٹی
۲۵۸	پھلٹن	شری دی۔ ایم۔ نائیک نمبالکر	جنتا
۲۵۹	مان (ایس سی)	شری دی۔ ٹی سوناوٗنے	کانگریس

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۲۶۰	کھٹاؤ	شری کے۔ ایس پاٹل	کانگریس
۲۶۱	کوریگاؤں	شری ایس۔ سی جگتاپ	کانگریس
۲۶۲	وائی	شری پی۔ بی بھوسلے	کانگریس
۲۶۳	جاؤلی	شری بی۔ ڈی بھیلارے	کانگریس
۲۶۴	ستارہ	شری راجے بھوسلے ابھے سنگھ ساہو مہاراج	جنتا
۲۶۵	پاٹن	شری ڈی۔ ایس۔ دیسائی	جنتا
۲[illegible]	کراڈ (جنوب)	شری کے۔ پی۔ پوار	پی ڈبلیو پی
۲۶۷	کراڈ (شمال)	شری وائے۔ جی موہتے	کانگریس

سانگلی

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۲۶۸	شیرولہ	شری ایس۔ بی دیشمکھ	آزاد
۲۶۹	والوہ	شری وی۔ بی شندے	کانگریس
۲۷۰	بھیل واڑی وانگی	شری ایس۔ اے چوان	کانگریس
۲۷۱	سانگلی	شری وسنت دادا پاٹل	کانگریس
۲۷۲	میرج	شری ایم۔ جی شندے	کانگریس
۲۷۳	تسگاؤں	شری۔ ڈی۔ کے پاٹل	کانگریس
۲۷۴	کھاناپور اٹپاڑی	شری ایس۔ جی سالونکے	کانگریس
۲۷۵	کواٹھے مہانکل	شری وی۔ ایس پاٹل	کانگریس
۲۷۶	جاٹھ (ایس سی)	شری جے۔ آئی۔ سوہنی	کانگریس

کولہاپور

نمبر شمار	حلقہ	منتخب امیدوار	پارٹی
۲۷۷	شیرول	شری رتنا پا کمبھار	کانگریس
۲۷۸	ایچل کرنجی	شری ایس۔ پی پاٹل	سی۔ پی۔ ایم
۲۷۹	وڈگاؤں (ایس سی)	شری این۔ ایس مانے	جنتا
۲۸۰	شاہو واڑی	شری یو۔ این گائیکواڑ	کانگریس
۲۸۱	پنہالہ	شری وائے۔ ای پاٹل	کانگریس
۲۸۲	سانگرل	شری ایس۔ ایس بوندرے	کانگریس
۲۸۳	رادھانگری	شری ڈی۔ بی جادھو	کانگریس
۲۸۴	کولہاپور	شری آر۔ آر سبنس	جنتا
۲۸۵	کاروِیر	شری آر بی پاٹل	کانگریس
۲۸۶	کاگل	شری وی جے گھاٹگے	آزاد
۲۸۷	گاڈھنگ لج	شری ایس۔ ایس گھالی	کانگریس (آئی)
۲۸۸	چاندگڑھ	شری وائی۔ بی پاٹل	آزاد

پارٹی وارانہ ووٹ اور فیصد

پارٹی	ووٹ		فیصد
جنتا ...	۵۵،۹۵،۲۲۳	...	۲۷٫۲۲ فیصد
کانگریس	۵۱،۲۹،۱۲۶	...	۲۴٫۵۱ 〃
کانگریس (آئی)	۳۷،۳۲،۶۲۶	...	۱۷٫۸۴ 〃
پی ڈبلیو پی	۱۰،۵۸،۰۹۱	...	۵٫۰۵ 〃
سی پی ایم	۳،۶۲،۵۵۴	...	۱٫۷۳ 〃
سی پی آئی	۲،۸۷،۷۹۵		۱٫۳۷ 〃
دیگر	۴۶،۵۴،۷۶۵		۲۲٫۲۸ 〃

ووٹ

ووٹروں کی کُل تعداد	...	۳،۰۹،۷۹،۵۰۲
ڈالے گئے ووٹ	...	۲،۰۹،۲۰،۱۹۰
صحیح ووٹ	...	۲،۰۳،۱۷،۰۴۳
ناکارہ ووٹ	...	۶،۰۳،۱۴۷

انتخاب کی جھلکیاں

پارٹی وارانہ نشستوں کا مقابلہ

جنتا	۲۱۴	—	کانگریس	۲۵۸
پی ڈبلیو پی	۸۸	—	کانگریس (آئی)	۲۰۲
سی پی ایم	۱۲	—	سی پی آئی	۴۸
دیگر	۹۸۷		کُل:	۱۸۱۹

• رویندر پینگے

ضلع رتناگیری

ضلع رتناگیری حسین و پُرفسوں خطہ کوکن کا قلب ہے۔ اس کا قدرتی حُسن، سرسبزی و ہریالی، [ن]یلی نیلی گہری وادیاں، فرحت بخش ساحل اور بل کھاتی سُرخ سُرخ سڑکیں مقامی باشندوں ہی [ک]ے لئے نہیں بلکہ یہاں آنے جانے والے سب ہی لوگوں کے لئے دلفریب ہیں۔

ہم سب ہی نے سُنا ہے کہ یہ قدیم سرزمین بھگوان پرشو رام کی تخلیق ہے۔ لوک مانیہ تلک، [و]نی۔ جی کھیر، نانا صاحب گورے، حمید دلوائی اور ایسے ہی دیگر مہان سپوت اسی ضلع سے تعلق رکھتے [ہ]یں۔ سوا تنتر یہ ویر ساورکر کون بھُلا سکتا ہے جو سالوں تک رتناگیری میں مکان پر نظر بند رہے۔

کونکن کیا ہے؟ وسیع و عریض سمندر کے کنارے پھیلا خطہ۔ اس کی کھاڑیاں، صاف و شفاف [پ]انی، گنگناتی ندیاں، چشمے اور جھرنے، پُرفریب پہاڑ، ان پر پھیلے گھنے جنگل، دھان کے کھیت [چ]ھوٹے چھوٹے ندی نالوں پر چوبی پُل، چھوٹی چھوٹی پُرسکون بستیاں، مندر، گاؤں کے مدرسے، [ر]وح پرور ماحول، سیدھے سادھے باشندے، ان کی نرالی کھری بول چال، ان کی مقدمہ بازیاں [پ]ال لے جھگڑے اور گاؤں کے ڈاکئے جو پُرپیچ پہاڑی راستوں پر میلوں پیدل چل کر خط اور منی آرڈر پہنچاتے [ہ]یں۔ یہ ہے خطہ کوکن کا رنگ و روپ اور اس کی شان۔

رتناگیری ضلع شاندار ماضی رکھتا ہے۔ چالوکیہ، یادو اور وجے نگر جیسے مہان راجوں نے یہاں [ر]اج پاٹ کیا۔ بندرگاہوں کی وجہ سے وجے پور کے سرداروں کی اس ضلع پر خاص نظر رہی۔ وینگرلا [م]یں ڈچوں اور راجہ پور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مال خانے تھے۔ داپولی میں انگریزی فوج کا ایک [ق]لعہ تھا۔ یہ تمام تاریخی عمارات آج بھی اچھی حالت میں ہیں اور سیاحوں کی آمد کی منتظر۔

اس ضلع کے کچھ حصہ پر چھترپتی شیواجی مہاراج کی بھی حکومت رہی۔ مالوان میں مشہور سمندری قلعہ سندھو درگ شیواجی مہاراج نے ۱۶۶۷ء میں بنوایا تھا جس کی نگرانی گووند وشوا ناتھ پربھو نے کی تھی۔ قلعہ کی جگہ کا انتخاب شیواجی مہاراج نے خود کیا تھا اور [ا]س کی تعمیر میں خود اپنے ہاتھوں سے کام کیا۔ یہاں ایک مندر میں اُن کی پتھر [ک]ے بنی مورتی کی پُوجا کی جاتی ہے جس کا 'مُکٹ' رو پہلی اور 'مکھوٹا' [ط]لائی ہے۔ یہاں بھی ایک پتھر کی سِل پر ان کے دست و پا کے نقوش [ب]نائے گئے ہیں جس پر چھوٹا سا چھتر بنا ہے۔

شیواجی مہاراج نے وجے درگ کی مرمت کرائی تھی نیز کھارکے [پا]ٹن خلیج میں ایک بندرگاہ بنوائی تھی۔ رتناگیری کے ساحل پر انگریزوں کا [را]ج تھا اور ساونت واڑی علاقے میں پرتگالیوں کی حکومت تھی۔ پیشوا کے [ز]مانے میں یہ علاقہ مراٹھوں کے پاس رہا۔ چھترپتی سمبھاجی مہاراج کو مغلوں [ن]ے سنگمیشور میں قید کر لیا تھا۔ نانا پھڈنس نے سدا شیوراؤ بھاؤ دغاباز [ک]و قلعہ رتناگیری میں مقید کر دیا تھا۔ برما کے راجہ تھیبا نے بھی رتناگیری میں [ا]پنی سزائے قید کاٹی تھی۔

رتناگیری کے باشندے خدا پرست اور روحانیت کے قائل ہیں۔ مہان سنت کوی مثلاً سوہیرو بااِمبے اور ساتم مہاراج جیسے مذہبی رہنما اسی سرزمین کے باسی تھے۔

اس ضلع کا رقبہ ۱۳۰۰۰ کلومیٹر ہے اور ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی تقریباً ۲۰ لاکھ ہے جن میں ۹ لاکھ مرد اور بقیہ عورتیں ہیں۔ رتناگیری میں عموماً گاؤں کے باشندوں کی زندگی بڑی سادہ اور پُرسکون ہے۔ صرف جہاں تہاں دوڑتی ہوئی سرکاری جیپوں کی آواز سُنائی دے جاتی ہے۔ ضلع کے قصبات اور شہروں میں بھی شہروں جیسی ہلچل نظر نہیں آتی۔ لیکن یہاں کے لوگ عموماً گرم مزاج اور کھرے واقع ہوئے ہیں۔

تہوار اور میلہ: ضلع بھر میں جہاں مندروں، مٹھوں، سمادھیوں

آزادی کے بعد سے ماہی گیری صنعت خوب فروغ پا رہی ہے مالون کی "بمبڑہ" آجکل فوج کو مہیا کی جاتی ہے۔ 'کولمبی' مچھلی امریکی ڈالر کما رہی ہے سامنے کی تصویر میں مچھلیاں لے جانیوالی ایک ریفریجریٹڈ یعنی ٹھنڈی گاڑی۔

ایسے کونکن بندھارے، موسم گرما میں بھی دھان پیدا کرنے میں بڑے معاون ہیں۔

کوآپریٹو منگلور ٹائلز فیکٹری، آدیوارے، تعلقہ راجہ پور میں عورتیں کام میں محو۔ ضلع میں قائم ایسے کارخانوں کی وجہ سے کام کی تلاش میں دیہی باشندوں کی ممبئی اور دیگر بڑے صنعتی شہروں کو ہجرت رک گئی ہے۔

اور پاڑکوں وغیرہ کی بہتات ہے، 'گاؤں میلے' کارتک پورنیما سے شروع ہوتے ہیں اور بڑے اُتساہ اور لگن کے ساتھ برکھا کے آغاز تک منائے جاتے ہیں۔ پرشورام چپلون، گنپتی پُلے، آدیوارے کی مہاکلی، راجہ پور کے دھوت پاپیشور، کوچرے کی مہادیوی شانتا، درگا، وٹو بارنڈی اور وینگرلا کے رامیشور چند مشہور و معروف دیوی دیوتا ہیں جو یہاں کے لاکھوں لوگوں کے دلوں میں براجمان ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان کی خوشنودی بنا ان کا جینا محال ہے۔

'ہوم ہون' روزمرہ کا معمول ہے۔ ہولی پرنویہ یعنی نذرانہ پیش کرنے کی رسم آریاؤں کی اگنی پوجا رسم کی یادگار ہے۔ لوگ درختوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کھیتوں پر مرغیاں بھینٹ کرتے ہیں، اوجھل 'پشاچ' یعنی بھوت کو ناریل چڑھاتے ہیں اور مُردوں کی رُوح کو خوش کرتے ہیں۔ یہ دراوڑ لوگوں کی میراث ہے۔

شِمگا (ہولی) اور گوری گنپتی دو بڑے تہوار ہیں۔ ان تہواروں کے موقعوں پر گاؤں واسی 'کھیلے' کا اہتمام کرتے ہیں۔ 'دشوتری کھیلے' وینگرلا کا خاصہ ہے۔ ماٹھ اور پنگولی کے گاؤں 'لوک کلا' میں شہرت رکھتے ہیں۔ میلوں میں ڈرامے بھی کھیلے جاتے ہیں۔ لیکن آجکل صرف مقبولِ عام 'ہری کیرتن' اور بھجن باقی رہ گئے ہیں۔ انھیں سننے کے لئے مختلف مندروں میں لوگوں کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ کیرتن برہمنوں کی اجارہ داری ہے اور بھجن زیادہ تر دانی اور گردہی گاتے ہیں۔ سنسکرت کی مذہبی کتابوں کا گیان کم ہی ہے۔ پوجا یا اور کوئی مذہبی رسم انجام دینے کے لئے پجاری کی تلاش میں میلوں دوڑنا پڑتا ہے۔

ایک زمانہ میں ضلع رتناگیری کے لوگ منی آرڈروں کی رقم سے ہی گذر بسر کرتے تھے جو انھیں بمبئی میں مقیم اُن کے رشتہ داروں کی جانب سے موصول ہوتی رہتی تھی۔ یہاں کے ہر خاندان کا کم سے کم ایک فرد بمبئی میں کسی مِل یا فیکٹری میں ملازم تھا۔ بہت سے لوگ خاص طور سے مالون کے مراٹھے پولس میں تھے۔ اونچے طبقہ کے لوگ ڈاکخانہ، ریلوے یا کپڑے کی دکانوں میں ملازم تھے۔ چوتھی جماعت تک پڑھے لکھے نوجوان بمبئی میونسپل کارپوریشن کے محکمۂ تعلیم میں ملازمت کرتے تھے۔ کچھ لوگ کنزروینسی اور ڈرینج ڈیپارٹمنٹ یعنی صفائی کھاتہ میں کام کرتے تھے۔ معاش کا کوئی اور ذریعہ یا طریقہ لوگوں کی نظر میں نہ تھا۔

کونکن میں حصولِ آزادی تک معیشت کا زیادہ تر انحصار منی آرڈر کے ذریعہ موصولہ رقم پر ہی رہا جو بمبئی سے پہنچتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کوئی صنعتی سرگرمی نہ تھی۔ حصولِ آزادی کے بعد صورت حال دھیرے دھیرے بدلنے لگی۔ اولاً ماہی گیری صنعت کو فروغ حاصل ہوا۔ مچھلیوں کی بڑی مانگ ہے۔ مالون کی 'بانگڑہ' ٹین کے ڈبوں میں سپلائی کی جاتی ہے۔ 'کولامبی' سے آجکل ہمیں امریکی ڈالر مل رہا ہے۔ چنانچہ اس صورت حال کے مدنظر ماہی گیری کی کشتیوں کو بڑے پیمانے پر میکانکی یا مشینی بنا دیا گیا ہے۔ میرین بیالوجیکل ریسرچ سینٹر ڈاکٹر رانا ڈے کی سربراہی میں ترقی کر رہا ہے۔

ریڈی اور اس کے گرد و نواح کے علاقہ میں لوہا اور مینگنیز دستیاب ہے۔ جاپان کو اس کی برآمد بڑھانے کی غرض سے تیزی کے ساتھ بندرگاہوں کے سدھار کا کام شروع ہوا تاکہ بڑی سی مال بردار جہاز مختلف بندرگاہوں پر لنگر انداز ہو سکیں۔ ریتی، کیچڑ ہٹا کر نئے گھاٹ بنائے گئے۔ آجکل ریڈی میں گھاٹ اور لائٹ ہاؤس بھی ہے۔ رتناگیری میں بھگونی بندرگاہ اب دوالی بندرگاہ بن گئی ہے۔

جدید زراعت : داپولی میں واقع کونکن زراعتی یونیورسٹی نہ صرف ضلع رتناگیری بلکہ سارے کونکن میں جدید زراعت کو فروغ دینے میں معاون ہے۔ پھل اور اناج کی نئی اقسامِ فصل اُگانے کے لئے تجربات کئے جا رہے ہیں۔ داپولی کے مرتفع میدان میں کافی اور ربڑ کے پودے اُگانے کے لئے بڑے پیمانے پر کوشش کی جا رہی ہے۔ رتناگیری کو کیلیفورنیا بنانے کا خواب مستقبل قریب ہی میں پورا ہو جائے گا۔

سماج وادی مشہور و معروف سائنس داں ڈاکٹر ایکناتھ گوڑلے داپولی میں خوشبودار گھاس اُگانے میں لگے ہیں۔ رتناگیری میں واقع ریسرچ سینٹر ناریل اور سُپاری کی کاشت پر پوری توجہ دے رہا ہے۔ مینگو ریسرچ سینٹر، وینگرلا عمدہ کام کر رہا ہے۔ اننّاس کے سلسلہ میں بھی تجرباتی کام جاری ہے۔ دھان بلاشبہ ضلع کی خاص فصل ہے اور کوکم اور کولتھ غریبوں کی مرغوب غذا ہے اور کاجو امیروں کا کھاجہ۔

صنعتی ترقی : ضلع میں بڑے پیمانے پر صنعتی ترقی کی تحریک کی گئی ہے۔ رتناگیری شہر میں المونیم کا کارخانہ قائم کیا جانے والا ہے۔ جے. کے فائلز نے ایک فائلز فیکٹری جاری کی ہے۔ چپلون میں ایک پیپر فیکٹری کھولی گئی ہے۔

ورلڈ بینک کے قرض کی بدولت کڈال ایک صنعتی مرکز بنتا جا رہا ہے۔ وائی میں گورڈن کمپنی نے ایک مشین پارٹس فیکٹری کھولی ہے اور چار کروڑ روپے کی مالیت کا مال افریقہ کو برآمد کر رہی ہے۔ پسماندہ علاقہ میں واقع ہونے کی وجہ سے اس فیکٹری کو کئی مراعات کا حق دیا گیا ہے جاپان کے تعاون سے کھولی گئی تھی۔ نیوّن کمپنی بھی مشینری پارٹس

تیار کرتی ہے۔ سہیادری سلکون گلاس ویر بناتی ہے۔

اگر مجوزہ بڑے منصوبہ جات یعنی کونکن ریلوے، ساحل سمندر سے آگے ۱۲۸ کلومیٹر دور آنگو بینک سے قدرتی موتیوں کی پیداوار، اور معدنیاتی تیل کی پیداوار نیز ایلومینیم فیکٹری کے منصوبے روبہ عمل آجائیں تو ضلع کی معاشی حالت میں نمایاں انقلاب رونما ہوگا۔

صنعتوں کے فروغ کی حوصلہ افزائی کرنیوالی کونکن دکاس ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا ایک شاخ دفتر رتناگیری میں ہے۔

جنوب میں واقع بنڈا میں فینی تیار کی جاتی ہے۔ ضلع میں سترہ کاجو فیکٹریاں ہیں جن کی سالانہ پیداوار ۶۰۰۰۰ کوئنٹل ہے۔ مالون میں واقع فیکٹریاں جن کے مالکان کامتھ اور زدان بیئے ہیں اور وینگرلا کی فیکٹریاں جن کے مالک شیرو ڈکر ہیں، اچھی شہرت رکھتی ہیں۔ ان فیکٹریوں کے ذریعہ مقامی عورتوں کے لئے روزی کا ایک وسیلہ پیدا ہوگیا ہے۔ ریڈی کی گوگیٹ مائنز کی تیار کردہ اشیاء کی بیرونی منڈیوں میں بڑی مانگ ہے۔

ضلع میں ۲۰ بند ہیں، جن سے گرمائی دھان کی کاشت میں مدد ملتی ہے اس کھیتی کی وجہ سے اس حصہ میں یہ خشک زمین گرمیوں میں بھی بارآور ہوگئی ہے

چپلون میں سرکاری ڈیری کے ذریعہ کسانوں کو معاون پیشہ مل گیا ہے۔

رتناگیری ڈسٹرکٹ سیل پرچیز اسوسی ایشن آم کی منڈی میں داخل ہوگئی ہے اور بیرونی ممالک کو آم برآمد کرنے لگی ہے۔ کچھ لوگوں کو رئیس زمینداروں کے آم کے باغوں میں کاشت کا نیا کام مل گیا ہے۔

ماضی میں میٹرک امتحانات کا مرکز صرف رتناگیری میں تھا اب ہر تعلقہ میں کالج کھل گئے ہیں۔

رتناگیری میں حال ہی میں قائم شدہ ریڈیو اسٹیشن عام تعلیم کے میدان میں ایک اور پیش قدمی ہے جس سے مقامی کلاکاروں اور ہونہار نوجوانوں کے لئے مواقع بڑھ گئے ہیں۔ صحافت کے میدان میں 'بلونت'، 'رتن بھومی' اور کیرت وغیرہ جیسے اخبارات کی خدمات قابل قدر ہیں۔

تلخیص: عبدالوحید خاں

خطبہ گورنر مہاراشٹر
(باقی صفحہ ۷ سے آگے)

۱۹۵۶ء میں مزید ترمیم کرنے کا قانون۔

۲۔ چند خدمات عامہ میں سختی سے ڈسپلن قائم کرنے اور اس سے متعلق دوسرے معاملات کا قانون۔

۳۔ بمبئی ہنگامی جنسی فنڈ (ترمیمی) قانون بابت ۱۹۷۸ء

۴۔ مہاراشٹر (سپلیمنٹری) ایپروپری ایشن قانون بابت ۱۹۷۸ء

۵۔ مہاراشٹر ایپروپری ایشن (ووٹ اکاؤنٹ) قانون بابت ۱۹۷۸ء

۶۔ بمبئی ہوم گارڈز قانون بابت ۱۹۴۷ء میں ترمیم قانون

۷۔ مہاراشٹر سلم علاقے (سدھار، صفائی اور ترقی) ترمیمی قانون بابت ۱۹۷۸ء

۸۔ مہاراشٹر ضلع پریشد اور پنچائت سمیتی (ترمیمی) قانون بابت ۱۹۷۸ء

۹۔ بمبئی دیہی پنچائت (ترمیمی)، قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۰۔ بمبئی پبلک ٹرسٹ (ترمیمی)، قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۱۔ قاضی (مہاراشٹر ترمیمی) قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۲۔ مہاراشٹر میونسپلٹی (ترمیمی) قانون ۱۹۷۸ء

۱۳۔ مہاراشٹر میونسپل کونسل اور میونسپل کارپوریشن قانون (ریاستی مجلس قانون ساز کے انتخابات کی وجہ سے انتخابات کا ملتوی کیا جانا)، بابت ۱۹۷۷ء میں مزید ترمیم کا قانون۔

۱۴۔ مہاراشٹر کرایہ داری قانون (ترمیم) بابت ۱۹۷۸ء

۱۵۔ مہاراشٹر لینڈ ریوینیو کوڈ۔ پسماندہ اقوام کو زمین کی بحالی (ترمیمی)، قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۶۔ مہاراشٹر جنگلات (قبضہ جات) (ترمیمی)، قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۷۔ مغربی ہندوستان کا پرنس آف ویلز میوزیم (ترمیمی)، قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۸۔ مہاراشٹر سیلس ٹیکس قانون بابت ۱۹۷۸ء

۱۹۔ بمبئی وزراء کی تنخواہ و بھتہ (ترمیمی)، قانون بابت ۱۹۷۸ء

۲۰۔ مہاراشٹر مخالف پارٹی لیڈر کی تنخواہ و بھتہ قانون بابت ۱۹۷۸ء

لہٰذا آپ لوگوں کے سامنے بے شمار مسائل پیش ہوں گے اس لئے میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ قانون ساز کی حیثیت سے اپنے فرائض مخلصانہ طور سے انجام دیں گے۔ آپ کی کامیابی کے لئے میں دعاگو ہوں۔ جے ہند!

مراسلت و ترسیل زر کے دوران حوالہ نمبر اور کوپن منی آرڈر پر اپنا پورا پتہ اردو کے ساتھ ہندی یا انگریزی میں بھی لکھ دیں تاکہ فوری اندراجات میں آسانی ہو۔ (ادارہ)

• بیکل اتساہی
بلرام پور۔ گونڈہ (یو۔پی)

بیکلؔ جی گاؤں کو لوٹ چلو اِس شہر کے لوگ ہٹیلے ہیں
ہے جوالا مکھی ہر ایک بدن، پر من کے سبھی برفیلے ہیں

سڑکوں پہ اُجالوں کے پہرے، چورا ہے کھڑے گونگے بہرے
گلیوں میں اندھیروں کے چہرے، چپ چپ ہیں مگر بھڑکیلے ہیں

کس اور چلوں کس ٹھور رُکوں، چلئے تو بہک جاتے ہیں قدم
رُکئے تو ڈگر پی جاتی ہے پگ پگ کا سبھاؤ نشیلے ہیں

کیا جانیئے یہ کب سے ہیں کھڑے چلمن کے پرے سُدھ بُدھ بسرے
شیشے کی دُکاں میں پتھر کے دروازے بڑے شرمیلے ہیں

ہیں کرشن کھڑے شو کیسوں میں، بانسریاں بکیں فٹ پاتھوں پر
رادھا کے سجائے جوڑے میں جو پھول ہیں وہ پتھریلے ہیں

گو فکر ہے قید لکیروں میں جکڑی ہے نظر تنویروں میں!!
احساس کی چولی کے پھر بھی کچھ بند ابھی تک ڈھیلے ہیں

گھونگھرو کی صدائیں جھانکتی ہیں اِس پار اُداس دریچوں سے
اُس پار سِسکتے جیون کے رُوکھے سنگیت رسیلے ہیں

بھونچال کے اِس لہکے پٹ پر چڑھتی ہوئی ندیا کے تٹ پر
مُسکاتے ہوئے یہ اُونچے محل بھیگی ہوئی ریت کے ٹیلے ہیں

اَمرت کے گھڑے کو لہوں پہ دھرے پنگھٹ سے اُٹھے بل کھاتے ہوئے
پیاسوں کو بھی ڈس لیتے ہیں، بادل یہ بڑے زہریلے ہیں!

• ڈاکٹر نایاب لکھنوی
مالیگاؤں ۔ (ناسک)

مہاراشٹر میں

ہر رنگ کی بہار مہاراشٹر میں ہے
فطرت کا لالہ زار مہاراشٹر میں ہے
کرتی ہے اُس کو پیار سمندر کی موج موج
ساحل فلک وقار مہاراشٹر میں ہے
دروازہ ہند کا ہے جسے بمبئی کہیں !
کوکن کا کوہسار مہاراشٹر میں ہے
آئینہ دارِ صنعت و حرفت بنا ہوا
ہر شہر، ہر دیار مہاراشٹر میں ہے
شہرت ملی ہے جس کو اجنتا کے نام سے
وہ بے مثال غار مہاراشٹر میں ہے
گوداوری مچلتی ہے ناسک کی گود میں
پونہ کا آبشار مہاراشٹر میں ہے
لوناولہ کی شان بھی شملہ سے کم نہیں
یہ نقش شاہکار مہاراشٹر میں ہے
میرا کے گیت، سنت تکارام کے بھجن !
مخدوم کی پکار مہاراشٹر میں ہے
پھیلے ہیں علم و فن کے اُجالے قریب دور
تہذیب کا نکھار مہاراشٹر میں ہے
امن و امان کے سائے میں رقصاں ہے زندگی
ہر گوشہ خوشگوار مہاراشٹر میں ہے

نایاب ! یہ زمیں ہے مساوات کی زمیں
سب کے دلوں میں پیار مہاراشٹر میں ہے

• شفیع اللہ خاں راز اٹاوی
(ایم۔اے)
ایس۔این کالج ،کٹرہ پردل خاں
اٹاوہ ۔ یوپی

غزل

کوئی جادہ نہ کوئی جادہ ہے
کہئے اب راز کیا ارادہ ہے
رُوح پر ظلمتوں کے سائے ہیں !
جسم پر نور کا لبادہ ہے
آپ دھوکے میں آ نہ جائیں کہیں
قاتلوں کا لباس سادہ ہے
ہوش میں آ گئے ہیں مستانے
یہ کمالِ سرورِ بادہ ہے
عقل ہے رخشِ ارتقا پہ سوار
عشق بے چارہ پا پیادہ ہے
اُس نے رسماً مزاج پوچھا ہے
یہ کرم بھی بہت زیادہ ہے
کوئی گنجائشِ کرم نہ رہے
اس ستمگر کا یہ ارادہ ہے
غالباً میرا جل رہا ہے لہو
آج کچھ روشنی زیادہ ہے
اُن کا کردار پوچھتے کیا ہو
[illegible] جن کا بے ارادہ ہے

راز آنسو سنبھال کر رکھئے
غم بھی دُنیا کا شاہزادہ ہے
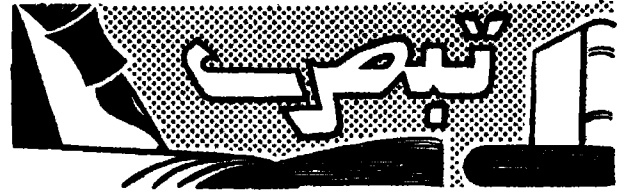
ریاض احمد خان

صحبتِ یار آخر شد

ڈاکٹر شعیب اعظمی بنیاد فرہنگ ایران کی دعوت پر اپنے دیگر ساتھی اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ ایران کی سیاحت کے لئے گئے۔ واپسی پر انھوں نے "صحبتِ یار آخر شد" کے نام سے اپنا سفرنامہ بتوسط انڈو پرشین سوسائٹی دلی، شائع کیا۔ جس کی طباعت جمال پرنٹنگ پریس دلی میں ہوئی۔

کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خاص طور سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف شعیب اعظمی بلکہ ان کے تمام ہم سفر ایران کے تہذیب و تمدن، حسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ سفر ایک اسٹڈی ٹور بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس قافلے کے تمام ممبران کو سوائے گھومنے پھرنے اور فارسی زبان سیکھنے کے اور کوئی کام نہ تھا۔

سب سے پہلے ڈاکٹر شعیب اعظمی نے ایران کا حدود دار لعد وہاں کے ریستوران، بنیاد فرہنگ ایران کی صاف ستھری دو منزلہ عمارت، ٹریفک کا ہجوم، مختلف اقسام کے کھانے اور قہوہ وغیرہ کے بارے میں بڑی عمدہ اور معلوماتی باتیں لکھی ہیں، پھر وہاں کی تفریح گاہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے خاص توجہ پارک فرح جو تہران اور بلوار کی زینت ہے اس کے بارے میں بڑا عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ جہاں شام ہوتے ہوتے ایک جمِ غفیر جمع ہوجاتا ہے اور تفننِ طبع کا سامان مہیا کرتا ہے۔ "ایران" کے بارے میں جو بھی ڈاکٹر شعیب اعظمی نے تحریر کیا ہے، اس سے ایران کا کچھ نقشہ ذہن میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ اسی شہر پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی گئی ہے اور کل ۲۲۴ صفحات میں سے ۹۲ صفحات پر ایران کے مختلف گوشوں پر بڑے سلیقے سے روشنی ڈالی ہے۔ طرزِ بیان دلکش ہے، اور کہیں بھی کسی قسم کی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔ ہر سفر اپنے اندر دلچسپی لئے ہوئے ہے اور جیسے جیسے پڑھتے جائیں تلاش اور جستجو کا جذبہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ یہی باتیں اس کی کامیابی کی دلیل ہیں۔

ایران کے بعد ڈاکٹر شعیب اعظمی نے اصفہان کی سیر کرائی اور معلوم ہوا کہ اصفہان ایران کے شہروں میں سے ایک خوبصورت اور قدیم شہر ہے۔ اس شہر کی تاریخ کم از کم پڑھنے والوں کے لئے نئی ہے۔ اصفہان کے سبزہ زار، چمکتی دمکتی رونق کا حسین منظر پیش کیا ہے اور پڑھتے ہوئے یہ سارا سماں نظروں میں رقصاں ہوجاتا ہے۔

ہم ہندوستانیوں کے لئے "شیراز" نیا نہیں ہے جس کی وجہ حافظ شیرازی ہیں اور بس۔ ہاں شیراز کے گل و بلبل اور خاص طور سے گلاب کے پھول بھی ہمارے لئے نئے نہیں ہیں۔ اور انہی چیزوں کو ہم نے شیراز کا نام دے رکھا ہے۔ ڈاکٹر شعیب اعظمی نے شیراز کا بڑے دلکش انداز میں تعارف بھی کرایا ہے۔

شیراز سے خراسان اور خراسان سے تہران کے سفر کی روداد بھی بڑے دلکش انداز میں بیان کی گئی ہے۔ قاری کی دلچسپی ہر وقت قائم رہتی ہے اور کسی بھی صفحہ کی ایک سطر بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا بلکہ دلچسپی اور تجسس بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور یہی اس سفرنامے کی کامیابی کی دلیل ہے۔

ایک جگہ البتہ ڈاکٹر شعیب نے لکھا ہے کہ انھوں نے اثنائے سفر میں یادداشت یا نوٹ باقاعدہ نہیں لکھے۔ تعجب ہوتا ہے کہ مختصر نوٹ اور یادداشت کے سہارے لکھے ہوئے مضامین اس قدر مکمل اور جامع ہیں کہ ڈاکٹر شعیب کی بات پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ غرضیکہ "صحبتِ یار آخر شد" بڑی معلوماتی کتاب ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے جو بطور سیاح ایران جانا چاہتے ہوں انھیں اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہی نہیں بلکہ مقدم ہے۔ اس عمدہ سفرنامے پر ڈاکٹر شعیب اعظمی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ مبارکباد کے مستحق اربابِ بنیاد فرہنگ ایران بھی ہیں کہ انھوں نے بطور مہمان ایک قابل شخصیت کا انتخاب کیا، جس نے اپنی لگن اور کاوشوں سے ہندوستان کے اردو داں طبقے کو ایران سے متعارف کرایا جس کا ہر لائبریری میں ہونا ضروری ہے۔

"صحبتِ یار آخر شد" کا ایک نسخہ پندرہ روپے میں مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ اردو بازار، دہلی یا انڈو پرشین سوسائٹی، شیخ چاند اسٹریٹ لال کنواں، دہلی سے خرید یا منگوایا جاسکتا ہے بمبئی میں اسے مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، پرنسس بلڈنگ، نزد جے جے اسپتال سے خریدا جاسکتا ہے۔

نشاطِ جنوں

مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکاڈمی کے مالی تعاون سے شائع ہونیوالا مجموعہ "نشاطِ جنوں"، نشاط ہندی کی منتخب شدہ غزلوں کا گلدستہ ہے جس کی طباعت کے فرائض یونیورسل پریس بمبئی ۸ نے بڑی خوش اسلوبی اور دیدہ ریزی سے انجام دیئے ہیں۔ اس مجموعہ کو نشاط ہندی نے "ان پتھروں کے نام جن سے سر ٹکرانے کو جی چاہتا ہے" انتساب کیا ہے۔ انتساب کے بعد شاعر نے "اپنے بارے"

میں لکھا ہے اور شاعر کے بارے میں حسن کمال نے۔ خوبصورت سرورق عمدہ کتابت، سفید عراقی کاغذ پر مشتمل ۹۶ صفحات کا یہ مجموعۂ کلام ہندوستان کے سخنوروں کی خدمت میں سنسار پبلیکیشن ہاؤس کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جہاں تک نشاط ہندی کا تعلق ہے، کیونکہ وہ سرزمین لکھنؤ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ شاعری انھیں ورثہ میں ملی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ نشاط ہندی ایک نوجوان شاعر ہیں اور اپنے احساسات کو اشعار میں ڈھالنا خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں شام اودھ کا سہانا سماں، پھولوں کی مہک، فضاؤں میں رقص کرتے ہوئے رنگین آنچل، نشیمن اور نشیمن سے اُٹھنے والا دھواں، سب ہی کچھ ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ نشاط، فکر اور تجسس کی وادی میں بھی غوطہ زن نظر آتے ہیں۔ نشاط نے بیشمار نظمیں، گیت، قطعات اور رباعیاں لکھی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر کچھ نظمیں ایک دو گیت اور چند قطعات و رباعیاں بھی اس مجموعہ میں شامل کی جاتیں؟

یوں تو بے شمار اشعار دعوت فکر دیتے ہیں مگر بعض بعض جگہ نشاط نے خیالات کی بلند پروازی کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اس مجموعہ کی پہلی غزل کا شعر ہے

تمہاری مانگ میں افشاں کے تارے
میری نظروں کے نیچے کہکشاں ہے

کبھی کبھی انسان اپنی خوش فہمی میں اپنی ہی ذات کو فراموش کر دیتا ہے نشاط کا نظریۂ حیات تو یہ ہے کہ انسان اپنے لئے کم اور دوسرے انسانوں کے لئے زیادہ کام کرے۔ مگر اس مشینی دور میں یہ کہاں ممکن؟ نشاط انہی جذبات کو اس طرح ادا کرتے ہیں

کوئی بھی تو نہ مِلا دنیا میں بمشکل نشاط
سب پریزاد ہیں انسان بناؤں کس کو

اس مجموعۂ کلام میں آپ کو ایسی بے شمار غزلیں ملیں گی جن کا براہ راست تعلق زندگی سے ہے۔ زندگی کے رنج و غم سے ہے۔ زندگی سے وابستہ سماج سے ہے۔ متفرق اشعار ملاحظہ فرمایئے

محفلِ غیر میں جا کر جو بدل جاؤ گے
پھر کسے یاد مرے غم کا فسانہ ہوگا

مست ہیں وادیاں بہاروں کی
کس نے یوں زندگی لُٹائی ہے

مُسکرانے کی منادی، نالہ و شیون منع!
اور پھر اس پر سزا یہ چھین لیں تنہائیاں

نشاط ہندی کے اس خوبصورت مجموعۂ کلام کو آپ دس رُد پے میں سنسار پبلشنگ ہاؤس، ۱۷۵-اے، موتی شاہ روڈ، خلافت کمپاؤنڈ، بائیکلہ بمبئی نمبر ۲۷...۴ سے خرید سکتے ہیں یا آرڈر دے کر منگوا سکتے ہیں۔

●●

جاگتی آنکھوں کا خواب

"جاگتی آنکھوں کا خواب" نازاں جمشید پوری کی تجدیدی نظموں کا مجموعہ ہے۔ نازاں نوجوان شاعر ہیں۔ ان کے شاعرانہ مزاج کو تقلید پسند نہ آئی۔ اسی وجہ سے انھوں نے قافیہ اور ردیف کی قید سے آزاد ہو کر اپنے خیالات تجدیدی نظموں میں ادا کرنا شروع کئے۔ زندگی سے وابستہ حقیقتوں کی طرف نظریں دوڑائیں اور جو کچھ دیکھا اُسے محسوس کرتے ہوئے انہیں تجربات کو اشعار میں مقید کرتے گئے۔ یہ مجموعہ کل اسّی صفحات پر مشتمل ہے۔ راما آرٹ پریس امرتسر نے طباعت کے فرائض انجام دیئے ہیں جو غازی بخش اینڈ سنز، شاپ ایریا، دھکی ڈیہہ جمشید پور (بہار) سے پانچ روپے میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسی مجموعہ کی ایک نظم بعنوان "دامن" ملاحظہ فرمایئے:

چیونٹیوں کی قطاروں سے
اتحاد و ملت کی
روشنی ٹپکتی ہے
پھر بھی آج انسان کیوں؟
تیرگی کی راہوں میں
دشمنی کے ذرّوں سے

اور اپنے دامن کو
داغ دار کرتے ہیں
آج کے انسانوں سے
چیونٹیاں ہی بہتر ہیں

صفحہ ۳۰ سے آگے

شہر میں رفاہِ عامہ کے تعلق سے نمایاں خدمات انجام دیں۔

۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ پبلک ورکس کمیٹی کے اعلیٰ عہدیدار کی حیثیت سے کام کیا۔ ۲۷ر فروری ۱۹۷۷ء کو ڈپٹی وزیر قانون انصاف، آبپاشی اور پروٹوکال مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۷۷ء میں ریاستی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر بنے۔ ۱۹۷۸ء میں لاتور حلقۂ انتخاب سے مہاراشٹر اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

برف پر پھسلنے کی تربیت

حکومت ہیماچل پردیش نے ۱۹۷۸ء سال کے دوران برف پر پھسلنے کی تربیت کے لئے ایک تعلیمی کورس کا سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس پروگرام کے تحت منالی میں مختلف مدت کے کورس کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو ۲۱ دن، ۲۸ دن اور ۱۴ دن کی مدت کے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں دیگر تفصیلات مثلاً کورس کی مدت، فیس، سامان، قابلیت، عمر وغیرہ تمام اضلاع کے اسپورٹ آفیسر اور مہاراشٹر کے ڈائرکٹر، اسپورٹ ویلفیر اور یوتھ سینٹر سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

قابل معذوروں کو انعامات

معذوروں کو برابر کا درجہ دلانے کے قائم کردہ نیشنل سوسائٹی نے یہاں معذوروں کا ۱۹ واں عالمی دن منایا۔ اس سلسلہ میں سوسائٹی کے چیرمین شری وجے مرچینٹ کی زیرصدارت ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں امریکہ کے محکمۂ صحت، تعلیم وفلاح بہبود کے سربراہ شری ولسین اے میسی کے ہاتھوں ۱۴ قابل معذور ملازمین کو نقد انعامات اور سات مالک ملازمین کو شیلڈ تقسیم کی گئی۔

شری میسی نے معذوروں کی فلاح وبہبود سے متعلق سوسائٹی کی خدمات کو سراہا۔ شری وجے مرچینٹ نے مہمانوں کا استقبال کیا اور سوسائٹی کی دیگر خدمات پر روشنی ڈالی۔ شری ڈی۔ ایس کینتے نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر فلم "کوشش" دکھائی گئی۔

۱۹۷۱ء سے مذکورہ بالا سوسائٹی نے ماہر وقابل معذور ملازمین اور ان کے مالکان کو انعامات تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس طریقے سے معذور ملازمین کی ہمت افزائی کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مالکان کے لئے بہترین خدمات انجام دیں۔ اسی طرح مالکان کو بھی انعامات دیئے جاتے ہیں کہ وہ معذور افراد کو زیادہ سے زیادہ ملازمت دیں۔ اس سال کے انعامات میسرز سردار کاربونک گیس کمپنی لمیٹڈ اور لائنز کلب ملاڈ کی جانب سے دیئے گئے۔

یوتھ ہوسٹل

حکومت ہند نے ملک بھر میں یوتھ ہوسٹل قائم کئے ہیں جہاں غیر ممالک سے آنے والے نوجوان سیاحوں کو اور اندرون ملک سیاحت کے لئے نوجوانوں کے گروپ کو کم خرچ پر رہائشی جگہیں دی جاتی ہیں۔ یہ ہوسٹل سیاح گروپ کے لئے سیر وتفریح کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یوتھ آرگنائزیشن ضلع اسپورٹ آفیسر سے مزید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ہندی ڈرامہ مقابلے ـ "راجہ ابدی پاس" اوّل

ڈائرکٹر ثقافتی امور کی جانب سے سترہویں مہاراشٹر ناٹیہ مہوتسو کے پروگرام میں ہندی ڈراموں کے مقابلے ناگپور کے دھنوتے رنگ مندر میں منعقد کئے گئے۔ اس مقابلے میں ناٹیہ رنگا، اور رنگ کے ہندی ڈرامے "راجہ ابدی پاس" کو ۱۰۰۰ روپے کا پہلا انعام دیا گیا۔ ۵۰۰ روپے کا دوسرا انعام "ارے مایا دی سرور" کو دیا گیا۔

جنگ آزادی کے سپاہیوں کو منی آرڈر سے پنشن

حکومت مہاراشٹر نے اعلان کیا ہے کہ جنگ آزادی کے سپاہیوں کو ان کی پنشن کی رقم بذریعہ منی آرڈر حکومت کے خرچ پر فراہم کی جائے گی۔ اب تک یہ خرچ لوگوں کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

جسمانی طور پر معذوروں کے لئے قومی انعام

حکومت ہند نے مہاراشٹر کے مندرجہ ذیل ایسے مالکان کو قومی انعام دینے کے لئے منتخب کیا ہے جن کی ملازمت میں جسمانی طور پر معذور افراد بہترین کام کرتے ہیں۔

مالکان: دی مرارجی ڈورمین اسمتھ پرائیویٹ لمیٹڈ، ورلی، بمبئی؛ دی بھارت بجلی لمیٹڈ، تھانے اور دی بھور انڈسٹریز لمیٹیڈ، بمبئی۔

ملازمین: شری ایچ۔ پی امبوسٹا ٹیلکم فیکٹری، دیونار بمبئی اور شری پی۔ وینکٹیشور راؤ، بکنگ آفس، ائیرانڈیا، نریمان پوائنٹ، بمبئی

کالج ٹیچروں کے لئے نئے اسکیل کے تحت سالانہ اضافہ کا اجراء

سرکاری کالجوں کے ایسے ٹیچر جو یکم جنوری ۱۹۷۸ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۷۸ء کے دوران ۱۳۰۰ روپے کی حد تک پہنچیں گے (۷۰۰ ـ ۱۶۰۰ کے نئے اسکیل کے تحت) حکومت مہاراشٹر کی ہدایت کے بموجب مزید سالانہ اضافے کے مستحق ہوں گے۔

البتہ یکم جنوری ۱۹۷۹ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء کی مدت کے دوران جو ٹیچر سالانہ اضافے کے حقدار ہوں گے، ان کے اضافے کا اجراء صرف اس وقت کیا جائے گا جب متعلقہ یونیورسٹی کی کمیٹی اس بات کی تصدیق کرے کہ

انھوں نے تسلی بخش طور پر اپنے فرائض انجام دیئے ہیں۔

یہ کمیٹی سیکریٹری ایجوکیشن اور یوتھ سروس ڈیپارٹمنٹ کے زیر قیادت قائم کی جائے گی۔ جس میں ایجوکیشن ڈائرکٹر (ہائر ایجوکیشن) آرٹ، کامرس، اور ایجوکیشن شعبہ سے متعلق ایک رکن اور سائنس سے متعلق ایک رکن شامل ہوں گے۔ ان اراکین کا انتخاب حکومت کرے گی۔

سیاسی و سماجی اراکین کو ہتھکڑی نہ پہنائی جائے

پولس کو نائب وزیر اعلیٰ کی ہدایت

نائب وزیر اعلیٰ اور وزیر داخلہ مہاراشٹر، شری این کے ترپڑے نے پولس کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ کسی سیاسی و سماجی کارکن کو نہ ہی ہتھکڑی پہنائیں اور نہ ہی سڑکوں پر گشت کرائیں۔ بجز اس کے معاملہ نہایت سنگین ہو اور وہ بھی اس وقت جب متعلقہ ضلع سپرنٹنڈنٹ پولس کی منظوری حاصل ہو۔

یہ ہدایت اخباروں میں شائع ہوئی خبروں کے نتیجہ میں جاری کی گئی، جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ ضلع سولاپور کے شہر بارشی میں سیاسی، سماجی اراکین کو گرفتار کرنے کے بعد ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور انھیں سڑکوں پر گشت کرایا گیا۔

پنشن کے بقایا کی ادائیگی

حکومت مہاراشٹر نے ہدایت جاری کی ہے کہ ضلع پریشد، میونسپل اسکول بورڈ اور میونسپل کونسل کے پرائمری ٹیچروں کو دی جانیوالی اضافی پنشن کا بقایا جو یکم اپریل ۱۹۷۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۷۶ء کی مدت کا ہے، ایسے ٹیچر کو دیا جائے جو اس مدت کے دوران فوت ہو گئے۔ ان کے رشتہ داروں کو بجائے تین قسطوں کے یکمشت دیا جائے۔

سماج کے کمزور طبقات کے لئے مکانات

آخری تاریخ ۳۱ مئی تک بڑھادی گئی

ریاست مہاراشٹر میں ایسے مالکان اراضی جو زائد اراضی پر شہری اراضی (حد بندی و ضابطہ) قانون بابت ۱۹۷۶ء کی دفعہ ۲۰ کی سہولت حاصل کرتے ہوئے کمزور طبقات کے لئے مکانات تعمیر کروانا چاہتے ہوں وہ اپنے متعلقہ علاقہ کے عہدیداروں کے ذریعہ حکومت کو درخواست روانہ کر سکتے ہیں۔ حکومت مہاراشٹر نے درخواست وصول کرنے کی آخری تاریخ ۳۱ مئی ۱۹۷۸ء تک بڑھادی ہے۔

ادیباسیوں کی بے حالی کے خلاف اقدامات

قبائلی ترقی کارپوریشن کی کاروائیاں

مشترک خریداری بند ہونے کے باوجود بھی قبائلی ترقی کارپوریشن نے اپنی زیر نگرانی سوسائٹیوں (ادیباسی کوآپریٹو سوسائٹی) کے ذریعہ ضروری اشیاء کی خریداری جاری رکھی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ قبائلیوں کا اعتماد حاصل کرنے کی غرض سے بیوپاریوں نے بھی دھاوا بول دیا ہے۔ اب انھوں نے سات تعلقوں میں مشترک خریداری جاری کئے جانے سے قبل کی قیمت سے زائد قیمت دینے کا اعلان کیا ہے۔

مہاراشٹر قبائلی ترقی کارپوریشن کے منیجنگ ڈائرکٹر شری پی۔ کے۔ ایم رائے نے حال ہی میں ناشک ضلع کے پینٹ اور سرگانہ بازار کا دورہ کیا تھا۔ یہاں بیوپاریوں نے ورائی کی قیمت ۱۳۲ روپے فی کنٹل کا اعلان کیا تھا جبکہ کارپوریشن کی مقررہ قیمت ۱۴۷ روپے تھی۔ جب یہ اعلان ہوا کہ کارپوریشن ۱۴۷ روپے قیمت خرید دے رہی ہے تو بیوپاریوں نے قیمت بڑھا کر ۱۴۸ روپے کر دی۔ بیوپاریوں کے ساتھ چند بناوٹی سودوں میں اس بات کا انکشاف ہوا کہ ورائی کے لئے اصل قیمت صرف ۱۳۸ روپے ادا کی گئی۔ اگر کارپوریشن نے اس علاقے میں اپنی سوسائٹی کے ذریعہ اقدامات نہ کئے ہوتے تو قیمت اور بھی کم دی جاتی۔ سرگانہ جیسے بازار میں چونکہ بیوپاریوں نے قبائلی لوگوں سے دیہاتوں میں اشیاء خریدنے کے نئے ڈھنگ اختیار کئے ہیں، ۳۰ فیصد اشیاء ادیباسی سوسائٹی میں لائی جاتی ہیں، البتہ اندرونی علاقوں میں ۹۰ فیصد اشیاء ادیباسی کوآپریٹو سوسائٹی میں لائی جاتی ہیں۔ ایسی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو ہدایت جاری کی گئی ہے کہ وہ سرگانہ جیسے تیز بازار میں اشیاء خریدنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

کرنجالی میں بھی چند بناوٹی سودے کئے گئے۔ یہاں پتہ چلا کہ بیوپاریوں نے ورائی کی قیمت ۱۴۱ روپے مقرر کی تھی جبکہ کارپوریشن کی قیمت ۱۴۵ روپے تھی، مگر حقیقت میں یہ دیکھا گیا کہ صرف ۱۳۵ روپے قیمت ادا کی گئی۔

غریب قبائلیوں کی لاعلمی اور جہالت کا کس طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے اس کی مثال اس وقت سامنے آئی جب منیجنگ ڈائرکٹر سرگانہ مارکیٹ کا دورہ کر رہے تھے۔ یہاں ایک قبائلی نے ایک درجن کیلے خریدے لیکن جب منیجنگ ڈائرکٹر نے ان کی گنتی کی تو کیلے بجائے ۱۲ کے ۱۰ صرف، نکلے۔

"سفید ہاتھی" ٹیکس معاف: حکومت مہاراشٹر نے حالیہ سال کیلئے ہندی فلم "سفید ہاتھی" کی ریاست بھر میں نمائش پر چند شرائط کے ساتھ تفریحی ٹیکس معاف کر دیا ہے۔

چھوٹے کسانوں کی مشکلات کو حل کرنے کے اقدامات

زراعتی زمین کی بحالی

مہاراشٹر پرائیویٹ فارسٹ (اکویزیشن) ایکٹ' بابت ۱۹۵۵ء جو کہ اگست ۱۹۷۵ء سے نافذ العمل ہے، کے تحت کئی ایسے معاملات جس میں زراعتی زمین اصل مالکوں کے حوالے نہ کئے جانے کی بنا پر چھوٹے کسانوں کو مشکلات پیش آئی ہیں حکومت کے علم میں لائی گئی ہیں۔

ڈپٹی کلکٹر، ایگریکلچرل آفیسر اور فورسٹ آفیسر پر مشتمل حکومت کی قائم کردہ ڈسٹرکٹ ٹربیونل اسٹڈی ٹیم نے تھانے، قلابہ اور رتناگیری علاقوں کا دورہ کیا۔ اس دورے سے یہ پتہ چلا کہ مذکورہ ایکٹ کے نافذ ہونے سے قبل جن زمینوں پر قانونی طور سے زراعت کی گئی تھی، انھیں بھی فارم ۷۔۱۲ کی خانہ پُری نہ کئے جانے کی بناء پر قبضہ سے مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ قانون کی رو سے جو زمین کسانوں کے پاس رہنی چاہئے تھی ان سے بھی ان کسانوں کو محروم کر دیا گیا۔

ان کسانوں کے مسائل حل کرنے کی غرض سے حکومت نے دیہی علاقوں کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ اس کمیٹی میں سرکل انسپکٹر، سرکل آفیسر (محصول)، رینج فوریسٹ آفیسر یا فورسٹر اور سرپنچ شامل ہیں۔ یہ کمیٹی ان تمام جنگلات کی جو قانون کے زیر اثر ہیں اور ان کے متعلق تمام معاملات کی جانچ کریگی اور اس بات پر بھی غور کرے گی کہ آیا مذکورہ قانون کی دفعہ ۲ کے تحت ۲ ہیکٹر زمین کو قبضہ سے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ یہ کمیٹی اس بات کی بھی جانچ کرے گی کہ آیا فارم آٹھ۔ بارہ کی ٹھیک طور سے خانہ پُری کی گئی ہے یا نہیں۔

کمیٹی کو کہا گیا ہے کہ وہ پنچنامہ تیار کرے اور ان تمام زمینوں کی تفصیلات پیش کرے جو ۳۰ اگست ۱۹۷۵ء تک زیر کاشت تھیں۔

حکومت کے حکمنامے کے مطابق سب ڈویژنل آفیسر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ۲ ہیکٹر (۵ ایکڑ) زمین کو مستثنیٰ قرار دیئے جانے کے معاملات طے کرے۔ اگر کسی شخص کو سب ڈویژنل آفیسر سے شکایت ہو تو حکومت اور کمشنر اس شکایت پر غور کر سکتے ہیں۔ کلکٹر اور سب ڈویژنل افسران کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ مذکورہ قانون کے تحت زمینوں کی بحالی کا کام دو مہینے کے اندر مکمل کرلیں تاکہ چھوٹے کسانوں کو دوسرے فصلی سال کے لئے زمین حاصل ہو سکے۔

ان اقدامات سے اُمید کی جاتی ہے کہ چھوٹے کسان جن کی زمینیں لے لی گئی تھیں، انھیں سہولت حاصل ہو گی۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں، تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ ہر شمارے میں شائع کیا جا رہا ہے ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔

انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ آپ اپنے سوالات مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرما سکتے ہیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' (پندرہ روزہ) نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ۔ پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰۰۰

خبر طلبیدہ

مضامین پر معاوضہ نہیں دیا جاتا —— مضمون نگار حضرات نوٹ فرمالیں۔

(ادارہ)

تصویریں - تصویروں میں

کیرالا کے وزیر اعلیٰ، شری اے۔ کے انتونی (دائیں) ۲۲ رفروری ۱۹۷۸ء
گورنر بھون بمبئی میں منعقدہ ایک تقریب میں مہاراشٹر کے گورنر شری
صادق علی کے دست مبارک سے کیرالا کے طوفان زدگان کی امداد کے
لئے گیارہ لاکھ روپے کا چیک قبول فرما رہے ہیں۔

مسٹر فام وان ڈونگ، وزیر اعظم، سوشلسٹ
ری پبلک آف ویت نام کی بمبئی میں آمد
پر گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی نے ان کا
استقبال کیا۔ آپ ۲۷ رفروری ۱۹۷۸ء کو
بمبئی تشریف لائے تھے۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری وسنت دادا پاٹل،
۱۸ رفروری ۱۹۷۸ء کو بمبئی میں ممتاز فلمی
اداکار اور پریذیڈنٹ، سنے انڈسٹریز سائیکلو
ریلیف کمیٹی شری دلیپ کمار سے ۱٫۷۰٫۵۵
روپے کا چیک قبول کرتے ہوئے۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے
حال ہی میں رتناگیری میں
تلک میموریل مندر میں گورنمنٹ کی طرف
سے جاری شدہ لائبریری کا معائنہ کیا۔ زیرِ نظر
تصویر میں شریمتی شانتی صادق علی، شری
وی، بی ستدرے ڈپٹی ڈائرکٹر آف لائبریری
دیکھے جا سکتے ہیں۔
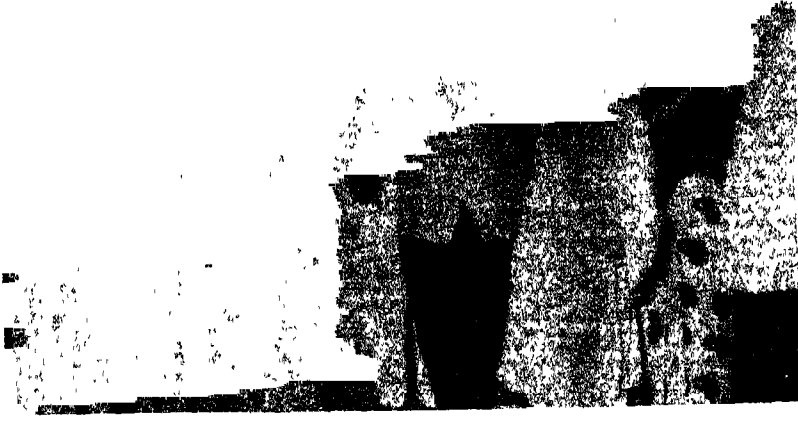
سو سالہ بزرگ خاتون شریمتی ستنابائی
رام چندر موسالے، شہر رتناگیری میں
ایک انتخابی مرکز پر ووٹ دیتے ہوئے۔

۲۶۲۳ کروڑ روپے کی لاگت سے بھنڈارہ ضلع
کے مقام گوندیا میں تعمیر کیا گیا ایک ذخیرۂ آب پلانٹ
جس سے شہر میں روزانہ بارہ ملین صاف پانی فراہم
کیا جا سکے گا۔
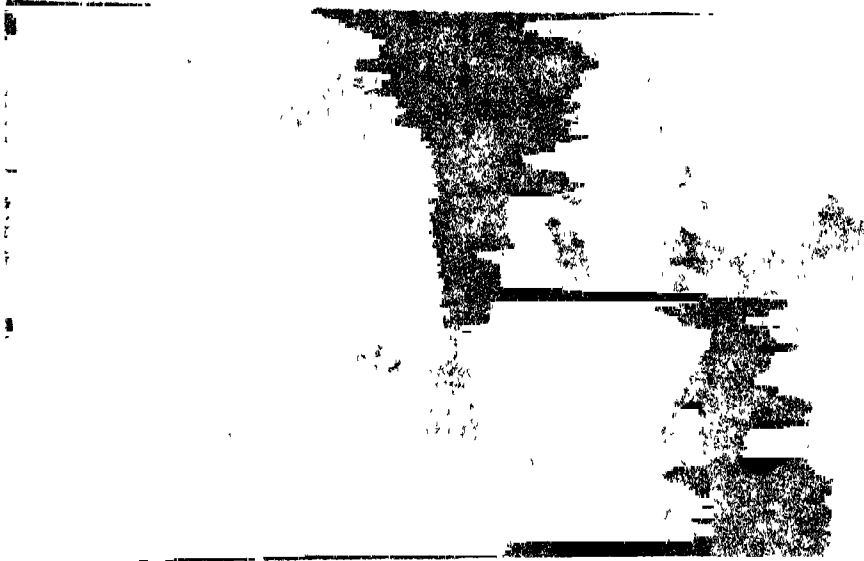
گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے میرکرواڑا، ضلع رتناگیری میں ۶۶ء۲ کروڑ روپے کی لاگت سے تعمیر کی جانیوالی فشنگ پورٹ کا سنگِ بنیاد حال ہی میں رکھا۔ اس تصویر میں شریمتی صادق علی بھی نظر آرہی ہیں۔

شریمتی شانتی صادق علی، حال ہی میں رتناگیری مہیلا منڈل تشریف لے گئیں جہاں اس موقع پر بچوں نے تفریحی پروگرام پیش کیا۔
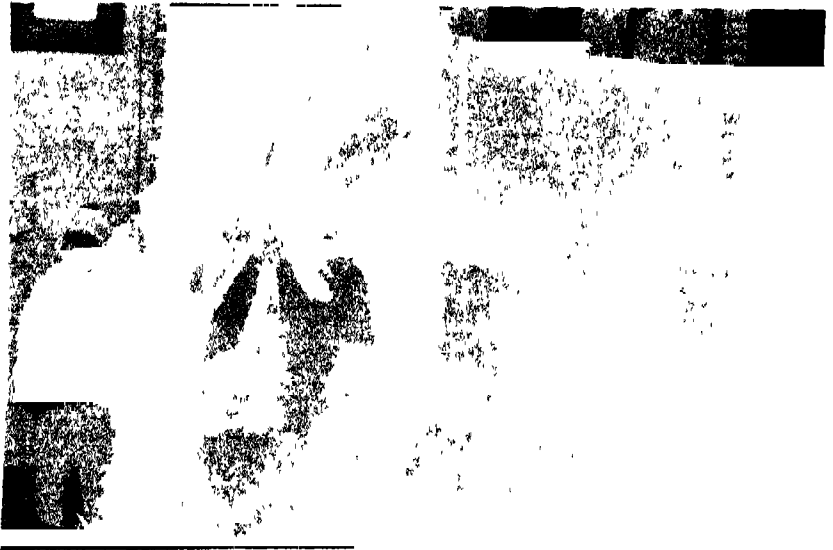
ضلع چندرپور کے بھدراوتی حلقہ میں ۲۵ رفروری ۱۹۷۸ء کو ہونے والے ریاستی اسمبلی انتخاب کا منظر جہاں جوانوں کے ساتھ بوڑھے اور معذور بھی ووٹ ڈالنے میں پیچھے نہ رہے۔

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی حال ہی میں رتناگیری میں واقع پسماندہ طبقات کے ایک اسٹوڈنٹس ہوسٹل تشریف لے گئے۔ یہ ہوسٹل سوامی وویکا نند شکشن سنستھا چلاتی ہے۔ اس موقع پر ورنر موصوف اور شریمتی صادق علی نے ہوسٹل کے احاطہ میں ایک پودا لگایا۔

ستارا کی راج ماتا، سمنرا راجے بھونسلے نے گذشتہ ۵ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو گیٹ وے آف انڈیا، بمبئی میں چھترپتی شیواجی مہاراج کے مجسمہ کے "شیومدرا" کے طلائی نشان کی پوجا کی اور "شیومدرا ٹرسٹ" کا قیام عمل میں آیا۔ تصویر میں شری یو۔این گائیکواڑ، جو کہ اس وقت وزیر مملکت برائے صنعت تھے، بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۲۱ر فروری ۱۹۷۸ء کو بمبئی یونیورسٹی کے کانووکیشن ہال میں منعقدہ تقریب میں شری دی۔ بی کرنک کی تصنیف "ایم۔ این رائے پولیٹیکل بائوگرافی" کا رسمی اجراء کیا۔

کراس میدان بمبئی میں منعقدہ
صنعتی نمائش
میں "مہاراشٹر پویلین" کا منظر

شری موہن پاٹل: چیف ڈائرکٹر،
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک
ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، "مہاراشٹر
پویلین" میں مہاراشٹر اسٹیٹ ماڈرلوم
کارپوریشن کے اسٹال کا افتتاح کرتے ہوئے

پویلین میں شیشے کے آرائشی ظروف
جانور اور پرندوں کی دوکان جو اسی
وقت شیشے کو تپا کر تیار کئے جاتے
ہیں۔ تصویر میں شری سالوی اپنے
کام میں منہمک نظر آرہے ہیں۔

مہاراشٹر پویلین میں کولہاپوری
چپلوں کی دوکان

ایک انتخابی مرکز پر ووٹ دینے
مرد اور خواتین کس سکون اور
سے اپنی اپنی باری کا انتظار کر
ہیں۔

اپنا حق رائے دہی استعمال کر
لئے کولی مچھیروں کا جوش و خرو
یہ مچھیرے کشتی کے ذریعہ انتخ
مرکز پہنچے ۔

بزرگ مچھیرا کسے فخر سے ووٹ
رہا ہے ۔

قومی راج

۲۵ اپریل ۱۹۷۸ء قیمت ۵۰ پیسے
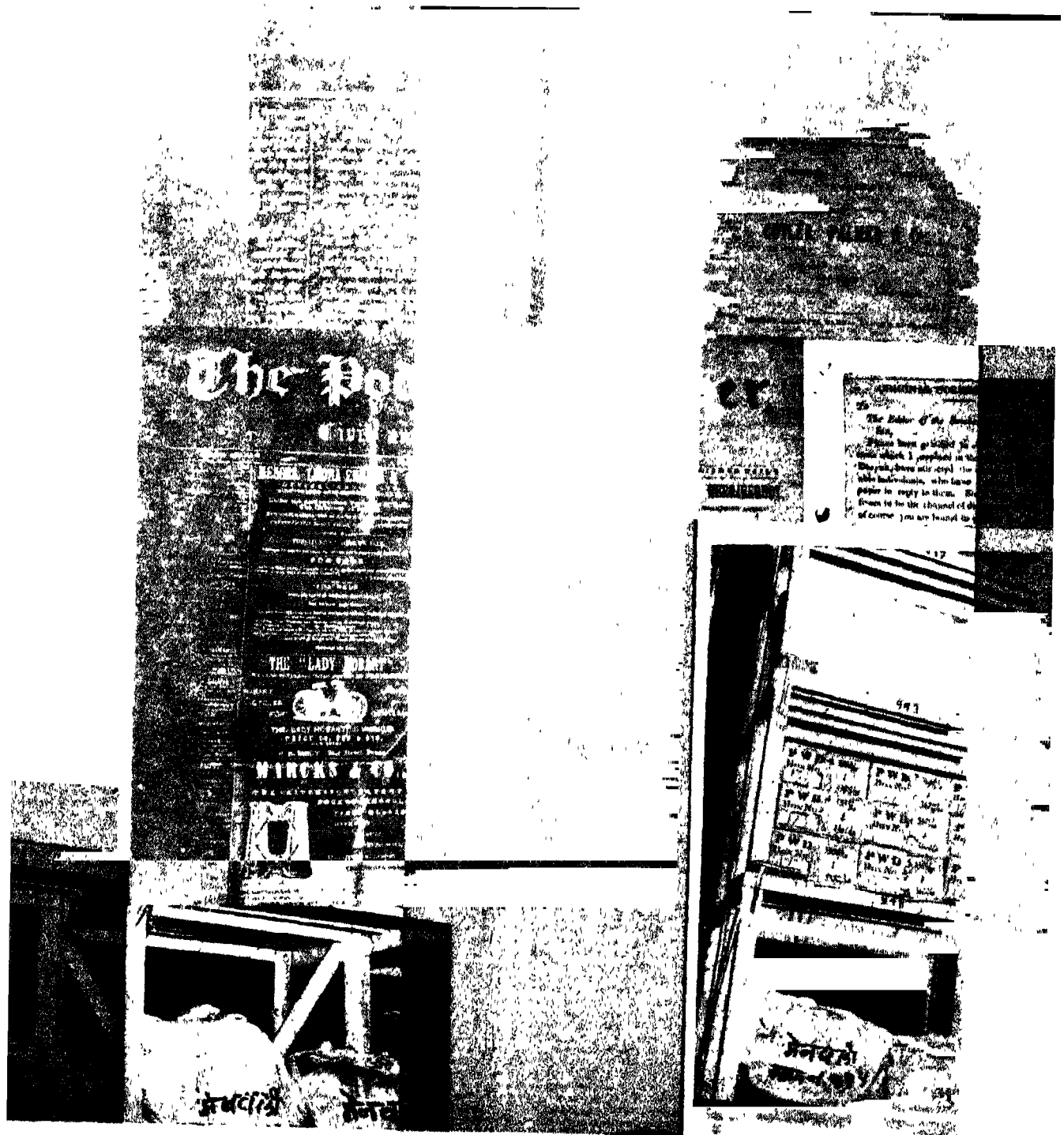
ممبئی دفتر خانہ - ریسرچ میں معاون

گرمیوں کی چھٹیوں میں سیر و تفریح

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کی طرف سے اعلان انعامات

۱۷ - واں مہاراشٹر ریاستی

ڈرامہ مقابلہ

ڈرامہ کرائم بیشن (دوسرا انعام) ڈرامہ نگار: (مترجم) شری رام کھانڈیکر، ہدایت کار بسنوت کیلکر، ڈرامہ کے ایک منظر میں اروِن لیملے (رہیگو) اور مرنالینی جوگلیکر (اولگا)

ڈرامہ لارک: ڈرامہ نگار (مترجم) اجیت سات بھائی۔ اداکار: سواتی پرانجپے (رانی) چندرکانت دگھے (ڈینس کے بشپ) اور اجیت سات بھائی (وارِک) ڈرامہ کے ایک منظر میں۔

قومی راج

۲۵ اپریل ۱۹۷۸ء

جلد: ۵ • شمارہ: ۸

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے • فی پرچہ: ۵۰ پیسے

نگران: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

سخن ہائے گفتنی

زیرِ نظر شمارہ میں آرکیوز (دفتر خانہ) پر ایک خاص مضمون شامل ہے۔ اس خاص مضمون کی مناسبت سے ہی ٹائیٹل صفحہ تیار کیا گیا ہے۔ حالانکہ قارئین اس مضمون کو بڑا خشک پائیں گے مگر پڑھنے کے بعد وہ اس حقیقت سے انکار بھی نہ کر سکیں گے کہ مضمون اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور ہر لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہے۔

قومی راج کے "علامہ اقبال نمبر" کے بارے میں قارئین کے خطوط مسلسل آرہے ہیں۔ اس شمارے میں ان خطوط سے اقتباسات لے کر شائع کئے جا رہے ہیں۔ مگر یہ سلسلہ کیونکہ کافی طویل ہوگا، اس لئے آئندہ شماروں میں بھی اسے جاری رکھا جائے گا۔

قومی راج کے پچھلے شمارے میں کچھ ادبی صفحات شامل کئے گئے تھے اور اس شمارے میں بھی آپ کچھ ادبی صفحات پائیں گے۔ اس سلسلے میں ہمیں اُمید ہے کہ آپ اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

خواجہ عبدالغفور

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: محمد الوحید خاں جامعی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ: چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲
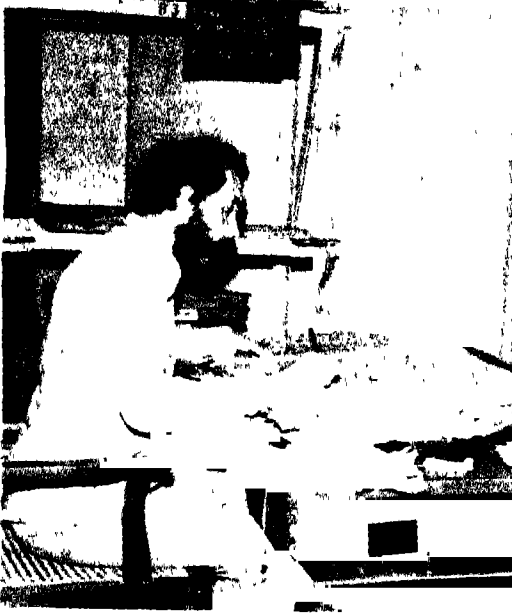
بمبئی دفتر خانہ
(BOMBAY ARCHIVES)
ریسرچ میں معاون

• ڈی۔ آر۔ املاڈی
سپرنٹنڈنٹ، ڈائرکٹوریٹ آف آرکیوز۔ بمبئی

ریسرچ اسکالر اخبارات کے فائل دیکھنے میں مصروف

گو ہندوستان میں انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں آرکیوز یعنی 'دفتر خانہ' کا جدید طریقہ رائج کیا۔ لیکن یہ تصور زمانۂ قدیم ہی سے یہاں موجود تھا۔ ویدک زمانے میں تو اس کی ضرورت ہی نہ پڑی، کیوں کہ خیالات اور واقعات ذہن میں محفوظ کر لئے جاتے تھے۔ وید کاغذ یا پتوں وغیرہ پر تحریر نہ کئے جاتے تھے بلکہ یہ منہ زبانی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ لفظ 'ریکارڈ' لاطینی لفظ ہے جس کے معنی ہیں قوت حافظہ یا ذہن۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں لکھائی کا طریقہ غالباً 'سوتر' عہد کے دوسرے نصف میں رائج ہوا۔ لکھائی کا طریقہ ایجاد ہونے سے قبل مختلف چیزوں مثلاً مٹی، لکڑی، پتھر، چٹان، غار، پتیوں یا جانوروں کی کھالوں پر نشان، خاکہ، مصوری یا نقاشی کے ذریعہ ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔

قدیم زمانہ میں ہندوستان کے بیشتر حصّوں میں ایسے دفاتر حالانے مختلف ناموں کے تحت موجود تھے۔ لیکن ان کے انتظام و انصرام وغیرہ کے بارے میں تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں کیونکہ عہدِ قدیم اور وسطیٰ کا ریکارڈ ہندوستان پر بیرونی حملہ آوروں اور قدرتی آفات کے سبب زیادہ تر تلف یا برباد ہو گیا۔ 'جاتک' اور دیگر بدھ تحریروں میں اس امر کا ذکر ہے کہ کس طرح اور حالات میں 'ریکارڈ' حوالہ جات کی غرض سے رکھا جاتا تھا اور ان کا انتظام کیا جاتا تھا۔ 'بدھ سنگھا' کے اجلاس کی کارروائیاں رہنمائی کی غرض سے ضبطِ تحریر میں لائی جاتی تھیں۔ اس مقصد سے مستقل منشی یا 'محرر' مقرر ہوتے تھے جو کارروائیاں اور قرار دادیں ضبطِ تحریر میں لاتے اور محفوظ رکھتے تھے۔

یان چونگ نے ۶۴۴-۶۳۰ ق م میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا، اس نے اپنے سفرنامے میں ان ریاستوں میں جن کا اس نے دورہ کیا تھا منظم ریکارڈ دفاتر کا ذکر کیا ہے۔ اس نے تحریر کیا ہے کہ "جہاں تک تاریخی دستاویزات اور سرکاری کاغذات کا تعلق ہے اِن کی حفاظت کے لئے الگ نگراں ہیں۔ سرکاری تحریروں اور ریاستی کاغذات کو مجموعی طور سے 'نیل پیٹھ' کا نام دیا گیا ہے۔" اس سے واضح ہوتا ہے کہ بدھ زمانہ میں بھی ریکارڈ دفاتر موجود تھے۔

عہدِ کوٹلیہ: کوٹلیہ کے ارتھ شاستر (۳۰۰ ق۔م) میں اس زمانہ میں قدیم دستاویزات کے تحفظ و انتظام کے بارے میں واضح بیان ملتا ہے۔ اور اصطلاح 'اکشپتالیہ' کا مطلب ہی ہے 'جنرل ریکارڈ روم'۔ دفتر کا نقشہ اس طرح بیان کیا گیا ہے "دفتر کا دروازہ شمال یا مشرق کی سمت، کلرکوں کی نشستیں اور ان سے الگ الماریاں جن پر کھاتے ترتیب سے رکھے ہیں؛'

ریکارڈ سلسلہ وار ترتیب سے رکھا جاتا تھا۔ یہ حکومت کی مختلف سرگرمیوں مثلاً دشمن راجاؤں کے نام جاری شدہ الٹی میٹم یا معاہدۂ صلح کی نقول پر مشتمل ہوتا تھا۔ گپت عہد کے مختلف کتبات میں درج 'اکشپتالیکا' کے معنی ہیں 'نگرانِ ریکارڈ'۔

جنوبی ہند میں چولا راجاؤں کے باقاعدہ ریکارڈ دفاتر تھے جہاں اُن کے 'تال پتر' یا ان کی اصطلاح میں 'اولے' محفوظ رکھے جاتے تھے۔ چولاؤں کے تحت ریکارڈ کا نظام خصوصی نوعیت کا تھا جس میں منتظمین اس امر کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے کہ شاہی احکامات کے اندراج میں حتی الامکان غلطی

کا امکان نہ رہے۔

عہدِ وسطیٰ: شکرانتی ایک اور قابلِ ذکر ذریعہ ہے جس میں عہدِ وسطیٰ میں طریقۂ ریکارڈ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں ریکارڈ کے مختلف درجوں، ضمنی درجوں، ریکارڈ رکھنے، ریکارڈ دفاتر اور نگرانِ ریکارڈ کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ شکرانتی کے مطابق ریاست کی کوئی کارروائی تحریری دستاویز کے بنا نہ ہوتی تھی۔ شاہی تحریریں تین اقسام کی تھیں جو نظم و نسق، اطلاعات یا فیصلہ جات سے متعلق ہوتی تھیں۔ تقسیم جائداد، تحائف، خریداری، فروخت، وصولیابی، منتقلی اور قرضہ جات سے متعلق شاہی یا عام دستاویز کی تیاری کے بارے میں عام قوانین تھے۔

عہد وسطیٰ میں مسلمان حکمرانوں کے ایسے محافظ خانے تھے لیکن بدقسمتی سے ان کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ سلاطین دہلی کے نظامِ حکومت میں شاہی گھربار چھتیس شعبوں میں منقسم تھا جنھیں "کارخانہ" کہا جاتا تھا۔ ہر کارخانہ میں ایک الگ مالیاتی شعبہ ہوتا تھا جہاں حساب کتاب رکھا جاتا تھا اور بالآخر دیوانِ وزارت کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ ٹکسال، عمارات، محکمۂ شراغرسانی، زراعت، خیراتی ادارے اور کارخانے دیوان وزارت کے ماتحت تھے۔ 'مجموعہ دار' رعایا کو دیئے گئے قرضوں اور بقایا کا حساب رکھتے تھے۔ دیوانِ انشاء نامی وزارت مقامی حکومت کی نگرانی اور شاہی مراسلات کا انتظام کرتی تھی۔ شاہی احکامات کے مسودات کی تیاری، مفتی اور عامل کی جانب سے تمام مراسلات کی وصولی اور شاہی احکامات کی ترسیل کا کام اس وزارت کے سپرد تھا۔

وجے نگر راجیہ میں ریکارڈ دفاتر کی موجودگی کا ثبوت عبدالرضا کے سفرنامہ سے ملتا ہے جس نے ۱۴۴۲ء میں وجے نگر کا دورہ کیا تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ "بادشاہ کے محل کے دائیں جانب 'دیوان خانہ' یا 'وزیر دفتر' ہے جو بڑا وسیع ہے اور 'چہل ستون' یعنی چالیس ستون دار ہال نما ہے اور اس کے سامنے بلند گیلری ہے جو آدمی کے قد سے اونچی ہے، یہ تیس گز لمبی اور چھ گز چوڑی ہے۔ یہاں ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور کاتب بیٹھتے ہیں۔"

پیٹر منڈی کے بیان کے مطابق ۱۷۶۳-۱۵۱۳ء کے دوران کیلاڈی راجیہ کا ریکارڈ دفتر راجدھانی میں تھا جس کا نام اکیری تھا۔ اس دفتر میں محفوظ دستاویزات تانبے کی طشتریوں کے علاوہ تال پتر پنکوں 'کاڈتیا' اور کاغذات پر مشتمل تھیں، جو ۱۷۶۳ء میں حیدر علی کے حملہ کے دوران ضائع ہو گئیں۔

مغل عہد میں ہندوستان میں ایسے محافظ خانوں کا نظام بہتر تھا۔ ابوالفضل کے لکھے ہوئے اکبر نامہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکبر نے کس طرح کا ریکارڈ دفتر قائم کیا تھا جو فتحپور سیکری میں تھا۔ دستاویزات جمع کرنے اور رکھنے کیلئے ایک الگ عمارت مخصوص کی گئی تھی جس کا نام 'دفترخانہ' تھا۔ یہ بادشاہ کے محل کے قریب واقع تھی۔ اس میں ایک کمرہ تھا جو ۲۸ فٹ ۶ انچ چوڑا اور ۴۴ فٹ ۶ انچ لمبا تھا اور اس کے گرد ۸ فٹ ۶ انچ چوڑا ستونی برآمدہ تھا۔

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ "ریکارڈ رکھنا حکومت کے تئیں ایک عمدہ کام ہے۔ یہ ہر سماج کے لئے ضروری ہے۔ اس قسم کے قدیمی دفتر کے اعلیٰ مقاصد کی قدر و قیمت موجودہ دور ہی میں واضح ہوتی ہے۔" اکبر نے ہوشیار، نیک، دیانتدار، مخلص اور تجربہ کار محرر مقرر کئے تھے اور دفتر غیر جانبدار افسران کے سپرد کیا تھا جو براہ راست اس کی زیر نگرانی تھے۔

مغل بادشاہوں مثلاً شاہجہاں اور اورنگ زیب نے سرکاری کتابچے یا 'دستورالعمل' جاری کئے تھے جن میں دیگر قوانین و ضوابط کے علاوہ سرکاری کاغذات دربار کو بھیجنے سے متعلق قواعد بھی درج تھے۔ یہ ریکارڈ مختلف دفاتر دیوان میں پیش کرنا ضروری تھا۔ مغل حکام کو بہت سے کھاتے مثلاً مراسلات کی نقول' نامی فہرست'، 'توصیفی فہرست'، 'تاریخ ملازمت حکام' خبرنامہ، اور موصولہ مراسلات نیز حسابات مع نقول' خلاصہ یا مکمل صورت میں محفوظ رکھنا پڑتے تھے۔ دارالانشا یا شعبۂ مراسلات میں شہنشاہ کے دربار یا کیمپ کے اخبارات یا خبرنامے محفوظ رکھے جاتے تھے جو شاہی دربار میں متعین متعلقہ عاملین، جاگیری رؤسا اور صوبائی 'والسرالوں' کو ارسال کرتے تھے۔ اس شعبہ کے کاغذات جو باقی رہ گئے ہیں مغل تاریخ کے جدید طلباء کے لئے بڑی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ یہ مغل نظام بہادر شاہ کے آخری زمانے تک جاری رہا۔

مراٹھا دفتر خانہ: مراٹھوں کے زمانے میں بھی ریکارڈ محکمہ تھا اور باقاعدہ طریقے پر بستوں کی شکل میں ان کا ریکارڈ آج بھی پونے میں واقع پیشوا دفتر میں محفوظ ہے۔ بدقسمتی سے مراٹھا راجیہ کے بانی چھترپتی شیواجی مہاراج کے شاہی دفترخانے سے متعلق سرکاری کاغذات ہم تک نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ ۱۶۸۹ء میں ذوالفقار خان نے رائے گڈھ کا محاصرہ کر کے اس قلعہ کو فتح کر لیا تھا اور اس کے شاہی دفترخانہ کو نذر آتش کر دیا تھا۔

سیکریٹریٹ جیسے مراٹھے 'حضور دفتر' کہتے تھے۔ ایک خاصا بڑا ادارہ تھا جہاں دو سو سے زیادہ کارکن ملازم ہوتے تھے۔ پیشوائی نظام حکومت کی تمام شاخوں کے ریکارڈ بڑی احتیاط اور ترتیب سے وہاں محفوظ رکھے جاتے تھے۔ یہ دفترخانہ یا 'ریکارڈ ڈپارٹمنٹ' مراٹھا نظامِ حکومت کے اٹھارہ

کارخانہ جات کی فہرست میں شامل تھا۔ اضلاع اور صوبائی راجیوں میں دفتر خانے تھے اور اُن کے نگراں افسر کو دفتر دار کہا جاتا تھا۔

اوّلین برطانوی ریکارڈ : سولہویں[۱۶] اور سترھویں[۱۷] صدی میں یورپی طاقتوں یعنی انگریز، فرانسیسی، ڈچ اور پرتگالیوں نے اس ملک میں تجارتی منڈیاں قائم کرلی تھیں۔ انگریز تاجر کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور بالآخر انھوں نے اپنی منظم قائم کرلی یہی وجہ ہے کہ ریاستی اور مرکزی دفتر خانوں میں بیشتر ریکارڈ برطانوی انتظامیہ ہی کا جمع کردہ ہے۔ ابتدا میں انھوں نے اپنا اقتدار بنگال، بمبئی اور مدراس میں مستحکم کیا جس کا اظہار ان مقامات پر قائم شدہ ریکارڈ دفاتر سے ہوتا ہے۔

ہندوستان میں برطانوی عملداریوں میں مدراس (فورٹ سینٹ جارج) پہلا صوبہ تھا جہاں ۱۸۰۵ء میں ریکارڈ دفتر کا قیام عمل میں آیا۔ پھر کلکتہ میں جنرل ریکارڈ آفس (فورٹ ولیم) ۱۸۱۳ء میں اور بمبئی ریکارڈ آفس ۱۸۲۱ء میں قائم ہوا۔

ایڈمنڈ برک کے بیان کے مطابق ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت، حکومت تحریر، یعنی حکومت ریکارڈ تھی، جس کی کوشش یہی تھی کہ سلک کونسل کی ہر کارروائی قلم بند کی جائے۔ کمپنی سرکار کے بیشتر تاریخی مواد سے جو ہم تک پہنچا ہے یہی واضح ہوتا ہے کہ اس کی تمام کارروائیاں بڑی احتیاط سے قلم بند کی گئی ہیں۔

بمبئی ریکارڈ : ابتدا میں بمبئی ریکارڈ آفس زیریں سیکریٹری آفس قائم تھا۔ کئی مقامات کی تبدیلی کے بعد یہ بالآخر ۱۸۸۸ء میں موجودہ عمارت یعنی الفنسٹن کالج بلڈنگ میں قائم کیا گیا۔ یہاں ۱۶۳۰ء میں سورت فیکٹری کے قیام کے بعد سے برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا ریکارڈ نیز حکومت بمبئی پریذیڈنسی اور ۱۹۵۵ء تک ریاست مہاراشٹر کے غیر مروجہ ریکارڈ محفوظ ہیں۔ فی الحال یہاں تقریباً ۵ لاکھ مجلد کتب اور فائلیں ہیں جن میں حصول اقتدار، فوجی تحریکات، دیہی معیشت، نقل و حمل، فراہمی آب، صنعت، بندرگاہوں کی ترقی، تعلیم، صحت عامہ اور عام انتظامیہ کے دیگر تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

موجودہ عمارت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یہاں ۱۹۵۰ء سے مزید ریکارڈ جمع کرنا مجبوراً بند کردیا گیا ہے۔

بمبئی کے دفتر خانہ میں بمبئی پریذیڈنسی کے بعد برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اور اس کے بعد کے حکمرانوں کے زمانے کا ریکارڈ اکٹھا کیا گیا ہے۔ ایک تجارتی ادارہ کی حیثیت سے برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا آغاز ہوا تھا جس نے آگے چل کر بڑی عملداری اور اختیار حاصل کرلیا۔ یہ دفتر خانے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بیشتر حکومت کا چھوڑا ہوا بیش قیمت ورثہ ہیں اور یہاں پچھلی تین صدیوں کا قدیم ذخیرہ محفوظ ہے۔

نوعیت ریکارڈ : بمبئی دفتر خانہ ہندوستان میں اولین انگریزی ریکارڈ کا درجہ رکھتا ہے۔ قبل از ۱۸۲۰ء ریکارڈ، متفرق ڈائریوں کتب روئداد، خطوط اور دیگر کتب وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اُن کی جلدوں کی کل تعداد تقریباً ۷۰۰۰ ہزار ہے۔ نظام اندراج میں اصلاح کے بعد ۱۸۲۱ء سے سرکاری کارروائیوں کا ریکارڈ سال، ردیف اور مضمون وار ترتیب دیکر جلدوں کی شکل میں محفوظ کیا گیا ہے۔ ان جلدوں کی تعداد تقریباً ۷۶،۰۰۰ ہے۔ فائل یعنی مسل بندی کا طریقہ ۱۹۲۱ء سے رائج ہوا۔ یہ ریکارڈ میکسویل نظام (ہر ایک موضوع کے لئے ایک مسل) کے مطابق رکھا جاتا ہے اور ان کی تعداد چار لاکھ فائلوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ اس ذخیرہ میں تقریباً ۹ لاکھ مطبوعہ ریکارڈ، خلاصہ جات کارروائی، سول فہرستیں اور گزٹ وغیرہ شامل ہیں۔

ریکارڈ کی ترتیب : یہ ریکارڈ آہنی خانے دار الماریوں میں ترتیب سے رکھا گیا ہے جس کی بلندی ۶ میٹر ہے۔ ایسی الماریوں نے تقریباً ۴۱،۰۰۰ مستقیم فٹ جگہ گھیری ہے۔ فی الحال یہ ذخیرہ ۹۸،۰۰۰ مجلد ضخیم کتب اور چار لاکھ فائلوں پر مشتمل ہے۔ مطبوعات کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ دستوری ضروریات کے تحت یہ ذخیرۂ کتب وغیرہ جمع کیا گیا۔

دفتر خانہ کا یہ مواد بند کتاب ہی کی مانند جمع رہتا اگر اس کے بارے میں ریسرچ کی غرض سے کوئی مناسب معاون ذریعہ نہ ہوتا۔ یہ معاون ذریعہ کلیدی کتب، والیوم لسٹ اور انڈکس کی صورت میں مہیا کیا گیا ہے جن کی مدد سے ضروری ریکارڈ بآسانی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ان کلیدی کتب اور فہرستوں وغیرہ کی تعداد ۱،۴۷۳ ہے۔

تنظیم نو سے قبل ریکارڈ آفس کا مقررہ کام یہ تھا: سرکاری محکموں کی جانب سے ریکارڈ کے لئے موصولہ مطالبات کی تعمیل، لوگوں کو مطبوعہ ریکارڈ سے اقتباسات کی مستند نقول کی فراہمی، ذخیرہ کتب وغیرہ کی صفائی اور دیکھ بھال، مستند ریسرچ کی غرض سے دستاویزات کی فراہمی۔

بعدازاں طریقہ کار قدرے بدل گیا۔ ریکارڈ کی مقررہ صفائی اور دیکھ بھال کے علاوہ اس کی دائمی حفاظت کے لئے بھی مستقل اقدام کئے گئے۔

پرانے مسودات کو درست کرکے بھیجا جا رہا ہے

جلد سازی سے کتابوں کی زندگی بڑھ جاتی ہے

دیمک اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے اقدامات

پرانے ریکارڈ مختلف بنڈلوں میں

REPORT

EXTERNAL COMMERCE

BOMBAY

۱۸۶۷ء میں شائع شدہ کتاب کا سرورق

سرکاری ریکارڈ الماریوں میں محفوظ رکھے جاتے ہیں

رلیسرچ میں معاون ریکارڈ: رلیسرچ کے مقصد سے مفید ریکارڈ کافی وسیع ہے اور متعلقہ مواد کی تلاش میں محققین کا قیمتی وقت اِسی طرح بچایا جا سکتا ہے کہ حوالہ جات کے لئے معاون ذریعہ ہو یعنی دستی فہرست، کیٹالاگ اور انڈکس وغیرہ۔ لہذا رلیسرچ برانچ کے ذمے ایک اہم کام یہ ہے کہ تحقیقاتی کام کے لئے مناسب حوالہ جاتی ذریعہ تیار کرے۔

رلیسرچ میں مزید امداد کی غرض سے ۱۹۶۲ء سے دفتر ایک شش ماہی بلیٹن شائع کر رہا ہے جس میں رلیسرچ سے متعلق موضوعات پر جمع شدہ اصل مواد شائع کیا جاتا ہے۔ اب تک آٹھ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ دوہرا شمارہ (نواں و دسواں) بعنوان "نانا صاحب کی سوانح" پریس میں ہے۔

اشاعتی پروگرام: برطانوی راج کے زمانے میں بھی منتقلی ملکیت، عرب، فارس اور افریقہ، آثار قدیمہ، برطانوی اضلاع کی کیفیت، سروے اور سماجی اصلاحات وغیرہ جیسے وسیع موضوعات سے متعلق سرکاری ریکارڈ سے منتخب حصے شائع کئے جاتے تھے۔ ۱۸۸۸ء میں جارج ڈبلیو فارسٹ، ڈائرکٹر ریکارڈز نے ان ریکارڈ سے تاریخی نوعیت کا مواد مرتب کر کے شائع کیا۔ اس سلسلے میں 'مراٹھا سیریز' اور 'ہوم سیریز' قابل ذکر ہیں۔

ریکارڈ آفس کی تنظیم نو سے قبل حکومت نے پونا ریذیڈنسی ریکارڈ (۱۱ جلدیں)، پیشوا دفتر کے سلیکشن (۴۵ جلدیں) اور پیشوا کی ڈائریاں شائع کیں۔ اول دو سلسلہ کتب کی اشاعت میں ڈاکٹر جادو ناتھ سرکار اور ڈاکٹر جی۔ ایس۔ سردیسائی معاون تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد مراسلات پونہ ریذیڈنسی کی بقیہ چار جلدیں شائع کی جا چکی ہیں۔ اس کے بعد سے پیشوا دفتر کے لئے نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مراٹھا تاریخ کا فارسی ریکارڈ (انگریزی ترجمہ) دو جلدوں میں ڈاکٹر جادو ناتھ سرکار نے مرتب کیا تھا۔

رلیسرچ میں شائع شدہ معاون کتب یہ ہیں: کتاب الفہرس معاملات خفیہ اور پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ سیریز (۱۷۵۵-۱۸۲۰ء) شاہی دفتر ریکارڈ کی فہرست (الائینیشن آفس، پونہ) نیز نیواڑی کے ریکارڈ کے لئے مماثل فہرست (کولہاپور ریکارڈ آفس)۔

رلیسرچ میں حصّہ: اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے بمبئی ریکارڈ آفس نے رلیسرچ میں کافی اعانت کی ہے۔ اس سلسلہ میں فارسٹ سلیکشن اور دیگر مطبوعات قابل ذکر ہیں۔ کئی رلیسرچ اسکالروں نے اپنی تحقیقاتی کتب شائع کی ہیں جو بمبئی دفتر خانہ کے مواد ہی پر مبنی ہیں۔ ان میں چند قابل ذکر یہ ہیں: گائیکواڑ آف بڑودہ (۱۰ جلدوں میں) از گینسے اور رباناجی، بمبئی اور سِدّی از باناجی اور انگریوز آف قلابہ از شر لو استو، باجی راؤ اور ایسٹ انڈیا کمپنی از جی۔ سی گپتا۔ سال بہ سال رلیسرچ طلباء کی تعداد باقاعدہ بڑھتی گئی۔ ہمارے ملکی طلباء کے مقابلے میں بدیسی طلباء رلیسرچ میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ ڈائرکٹر کی کوششوں سے تاریخی گھرانوں کے زیر تحویل ریکارڈ کی تحصیل بھی ممکن ہو سکی۔ ان میں یہ ریکارڈ شامل ہیں: دفاتر پٹوردھن آف سانگلی، ہولکر (چاندوڈ)، نانا پھڈنس (مینا دلی)، مانے آف مہسواڈ، شرکے اور موہیتے آف ستارہ۔ اس مواد کی چھان بین اور رلیسرچ سے مراٹھا تاریخ پر نئی روشنی پڑے گی۔

بمبئی دفتر خانے کا ریکارڈ مورخین اور حکمرانوں کے لئے ایک 'معلوماتی کان' ہے۔ زراعت، جنگلات، محصولات، سڑک اور ہسپتال وغیرہ سے متعلق مسائل فاضل اور تجربہ کار ماہرین کے زیر غور رہتے ہیں۔ ان کے زیر بحث کئی مسائل دقیق ہیں اور ان کا آخری حل نکالنا ہے۔ لہذا ان محفوظ تاریخی تحریروں کا مطالعہ اس معاملہ میں بڑا ممد و معاون ہوگا۔

ریکارڈ کی اہمیت

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دفاتر سورت کے بعد سے بمبئی کا ریکارڈ سب سے پُرانا ہے۔ پُونے میں پیشوا دفتر نیز پونے پریذیڈنسی ریکارڈوں سے مراٹھوں اور برطانوی انتظامیہ کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ کولہاپور کے کاغذات بشمول باوڈا دفتر چھترپتی اور ان کے سرداروں سے متعلق ہے۔ اُڑیسہ اور بنگال کے کچھ حصے کے بارے میں بھونسلے سرداروں اور انگریزوں کے درمیان رابطہ قائم ہوا اور ان کا ریکارڈ قابل قدر ہے۔ یہ سب ناگپور میں رکھا گیا ہے۔ اورنگ آباد بعد کے حکمرانوں کا مرکز رہا ہے یہاں مختلف سرکاری کاغذات ہیں جو بیشتر جدید عہد کے بارے میں ہیں، یہ عمدہ تاریخی ذخیرہ ہے جس میں ہند کے باشندوں، عام زندگی اور یہاں برسر اقتدار آنے والے بدیسیوں کی زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

مہاراشٹر میں اندراج دفاتر کی حلقہ واری تقسیم

نمبر شمار	حلقہ کا نام	حلقۂ اختیار	دفتر کا پتہ
۱	بمبئی 'اے'	بمبئی عظمیٰ	سماج شکشن مندر
۲	بمبئی 'بی'		آدرش نگر، ورلی
۳	بمبئی 'سی'	ضلع تھانے	بمبئی۔ ۴۰۰۰۲۵
۴	پونے	پونے، احمد نگر، شولاپور اور قلابہ اضلاع	۴۰۸۔ مہاتما پھلے واڑہ، گنج پیٹھ، پونے۔ ۴۱۱۰۰۲
۵	ناگپور	ناگپور، بھنڈارا، چندر پور اور اکولہ اضلاع	۵۳۔ میگھ دوت، مادھو نگر، ناگپور۔ ۴۴۰۰۱۰
۶	اورنگ آباد	اورنگ آباد، ناندیڑ، پربھنی، بیڑ اور عثمان آباد اضلاع	کریشی یوگ، نیو عثمان پورہ، اورنگ آباد۔ ۴۳۱۰۰۱
۷	ناشک	ناشک، جلگاؤں اور دھولے اضلاع	۱۲۵۔ ترمبک دروازہ، نزد پربھات ٹاکیز ناشک
۸	امراوتی	امراوتی، وردھا، بلڈانہ اور ایوت محل اضلاع	۳۷۔ کانگریس نگر، امراوتی
۹	کولہاپور	کولہاپور، ستارہ، سانگلی اور رتنا گیری اضلاع	۲۹۴۲۔ سی وارڈ، شنوار پیٹھ، کولہاپور

دفتر خانہ جات کی ترقی: دفتر خانہ کی اس اہمیت اور مقاصد کے مدنظر گذشتہ تیس چالیس سال کے دوران کئی ترقیاتی اقدامات کئے گئے ہیں۔ بمبئی ریکارڈ آفس اب ترقی کر کے سینٹرل آرکیول ایجنسی آف گورنمنٹ آف مہاراشٹر بن گیا ہے۔ اب یہ محض سرکاری ریکارڈ کا محافظ خانہ ہی نہیں

یہ ریکارڈ آفس اب محض قدیم تحریروں وغیرہ کے محافظ خانے ہی نہیں رہے ہیں بلکہ ان کا مقصد اور فرض یہ بھی ہے کہ اس مفید مواد کو مرتب کر کے فی الحال منصوبہ بندی اور دیگر سرگرمیوں میں حکومت اور لوگوں کی رہنمائی اور اعانت کریں۔

بلکہ مرکز معلومات اور مخزن علم دفن بن گیا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے متعدد غیر ملکی طلبہ یہاں آتے ہیں اور اپنی ریسرچ میں بمبئی دفتر خانہ کے ذخیرہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

اس لحاظ سے 'بمبئی ریکارڈ' کی بیشتر حلقوں میں بڑی مانگ ہے۔ گوا، نگرحویلی اور کچھ کے معاملات میں ان کی بین الاقوامی اہمیت واضح ہو چکی ہے تاریخی معلومات اور انٹرنیشنل کورٹ کے سوالنامہ کے جوابات مہیا کرنے کی غرض سے ریسرچ کارکنوں کی ایک جماعت لگائی گئی تھی تاکہ تمام سیکریٹریٹ محکموں کے ریکارڈ سے ۱۷۴۰ء سے ۱۹۵۵ء تک مفید مواد منتقل کیا جا سکے۔

صحیح پس منظر کی جانکاری کے بغیر انتظامیہ کے سامنے فوقتاً فوقتاً پیش ہونے والے مسائل کا تصفیہ ریت پر گھروندا بنانے کے مترادف ہے وسیع تر معنوں میں تاریخ کی بھی یہی اہمیت ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے ہم ماضی کو اچھی طرح جان کر حال کو بہتر طور سے سمجھیں اور خوش تر مستقبل کی تعمیر کریں۔ لہذا تاریخی ریکارڈ کا مناسب تحفظ اور دیکھ بھال اشد ضروری ہے اور منتظم اور حکمراں اس کے ہمنوا ہیں۔

صفحہ ۱۱ سے آگے

شام تک بذریعہ لگژری بس۔ کرایہ ۲۸ روپے فی کس۔

لگژری لانچ کے ذریعہ ایلفنٹا کی سیر جو صبح ۹ بجے روانہ ہوتی ہے اور ایک بجے دوپہر کو واپس آتی ہے۔ شرح کرایہ فی بالغ ۱۵ روپے اور فی بچہ ۷½ روپے ہے۔

اورنگ آباد سے: ہر روز لگژری بس کے ذریعہ صبح ۸ بجے سے شام کے ۶ بجے تک اجنتا کی سیر۔ شرح کرایہ بڑے کے لئے ۲۸ روپے اور بچہ کے لئے ۱۸ روپے ہے۔

ایلورہ کی سیر کے لئے ہر روز لگژری بس صبح ۸½ بجے روانہ ہوتی ہے۔ کرایہ بڑے کے لئے ۱۵ روپے اور بچہ کے لئے ۱۰ روپے ہے۔

گوا سے: ہر روز صبح ۸ بجے سے شام کے ۶ بجے تک لگژری بس کے ذریعہ سیر کرایہ ۱۵ روپے فی کس ہے۔ پاناجی، واسکو فورٹ، کولوا بیچ، مارگاؤں، منگیشی اور شانتا درگ مندر، اور کیتھیڈرل، کی سیر کرائی جائیگی۔

لگژری بس کے ذریعہ روزانہ ایک اور دورہ کا انتظام کیا گیا ہے، جو دوپہر کے ۳ بجے روانہ ہوگی اور ۷ بجے واپس ہوگی۔ کرایہ ۸ روپے فی کس ہے۔ اس سلسلے میں پاناجی، کالن گنٹے بیچ، ماپوکا سٹی، میرا مار بیچ اور دونا پاولہ مقامات کی سیر کرائی جائے گی۔

مہابلیشور سے: تین مقامی سیریں۔ (۱) پرتاپ گڑھ درشن۔ روزانہ صبح ۸ بجے سے دن کے ۱۰½ بجے تک سیمی لگژری بس کے ذریعہ سیر۔ کرایہ پانچ روپے فی کس۔ (۲) پنچ گنی درشن روزانہ سیمی لگژری بس کے ذریعہ دوپہر ۱۱ بجے سے ۱½ بجے تک۔ کرایہ ۵ روپے فی کس۔ (۳) مہابلیشور درشن۔ روزانہ ۲½ بجے دوپہر سے ۷½ بجے شام تک بذریعہ سیمی لگژری بس۔ کرایہ ۷ روپے فی کس۔

لوناولہ سے: لوناولہ۔ ہالی ڈے کیمپ۔ کارلہ غار۔ یہ سیر جمعرات کے سوا ہر روز صبح ۷½ بجے اور دوپہر ۱۲½ بجے کے درمیان سیمی لگژری بس کے ذریعہ کرائی جائے گی۔ کرایہ یک طرفہ ۲ روپے فی کس ہے۔

لوناولہ کھنڈالہ درشن: اس سیر کا انتظام جمعرات کے سوا ہر روز سیمی لگژری بس کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ جو ۳ بجے سہ پہر روانہ ہوتی ہے اور شام کے ۷ بجے واپس آتی ہے۔ اس کا کرایہ ۵ روپے فی کس ہے۔ یہ بسیں لوناولہ اسٹیشن سے روانہ ہوتی ہیں۔

مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کسی بھی مقام کے لیئے خاص اجتماعی سیر کا بھی انتظام کرتی ہے۔ ایئرکنڈیشن کوچ اور لگژری بسیں کرایہ پر مہیا کی جاتی ہیں۔

مزید معلومات ٹورس ڈویژن، مادام کاما روڈ، مقابل ایل۔ آئی۔ سی بلڈنگ بمبئی ۲۰۰۰۰۴؛ اورنگ آباد، گوا اور پونے میں واقع کارپوریشن کے دفاتر نیز مہابلیشور اور کارلہ ہالی ڈے کیمپس سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

قارئین کرام سے

گذارش ہے کہ اپنے جامع اور مفید مضامین صاف، خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھ کر روانہ فرمائیں۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں سیر و تفریح

مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا پروگرام

مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے آنے والی تعطیلات گرما کے دوران مہاراشٹر کے اہم مقامات سیاحت مثلاً بمبئی، اورنگ آباد، مہابلیشور اور لوناولہ کی باقاعدہ سیر اور روزانہ سفر کا بندوبست کیا ہے۔

بمبئی سے اورنگ آباد، گوا (پاناجی)، شیرڈی، مہابلیشور، اور کارلہ۔ لوناولہ تک ٹرانسپورٹ سروس کا بندوبست۔

بمبئی ـ اورنگ آباد روزانہ سروس، بذریعہ ایرکنڈیشنڈ کوچ، بمبئی اور اورنگ آباد سے روانگی بوقت ½۸ بجے شب، یہ اگلے دن سویرے منزل مقصود پر پہنچے گی۔ اس سروس کا شرح کرایہ (یک طرفہ) یہ ہے۔ ۶۲٫۱۰ روپے فی بالغ اور ۳۱٫۰۵ روپے فی بچہ (۳ سال سے اوپر اور ۱۲ سال سے کم عمر) یہ سروس کھوپولی، لوناولہ (کارلہ) پونے اور احمد نگر میں مسافروں کی ضروریات پوری کرے گی۔

بمبئی۔ پاناجی سروس روزانہ سروس بذریعہ لگزری بس، روانگی ہر ایک مقام سے بوقت ½۴ بجے شام۔ شرح کرایہ ۶۰ روپے اور ۳۰ روپے (یکطرفہ) برائے بالغ اور بچہ بالترتیب یہ سروس ۸ را پریل اور ۳۰ رجون ۱۹۷۸ء کے درمیان جاری رہے گی۔

بمبئی۔ مہابلیشور روزانہ سروس بذریعہ لگزری بس، بمبئی سے صبح ½۶ بجے روانہ ہوکر دوپہر ½۱ بجے مہابلیشور پہنچے گی اور مہابلیشور سے سہ پہر کو ۳ بجے روانہ ہوکر ½۹ بجے شب بمبئی پہنچے گی۔ بڑے اور بچے کے لئے بالترتیب شرح کرایہ ۳۵ روپے اور ۱۷٫۵۰ روپے (یک طرفہ) یہ سروس ۸ اپریل ۱۹۷۸ء اور ۱۰ رجون ۱۹۷۸ء کے دوران جاری رہے گی۔

بمبئی۔ شیرڈی سفر و واپسی بذریعہ لگزری بس، ہر بدھ کو روانگی بوقت ۸ بجے شب اور جمعرات کو ۱۰ بجے شب بمبئی واپسی بڑے اور بچہ کے لئے شرح کرایہ بالترتیب ۳۰ روپے اور ۱۷٫۵۰ روپے (یکطرفہ) بڑے کے لئے ریٹرن ٹکٹ ۶۵ روپے اور بچہ کے لئے ۳۵٫۰ روپے میں دستیاب ہوگا۔

بمبئی، کارلہ۔ بھاجہ۔ لوناولہ۔ کھنڈالہ کی سیر بذریعہ سیمی لگزری بس جو ہر اتوار اور چھٹی کے دن صبح ½۶ بجے روانہ ہوگی۔ بمبئی پہنچنے کا وقت صبح ½۹ بجے ہے۔ شرح کرایہ بڑے اور بچہ کے لئے بالترتیب ۳۵ روپے اور ۲۵ روپے ہے۔ اس کرایہ میں ناشتہ شامل ہے۔ اس سیر سفر کا انتظام ۳۰ را پریل ۱۹۷۸ء سے ۱۱ رجون ۱۹۷۸ء تک رہے گا۔

باقاعدہ دورے چھٹیوں کے دوران اورنگ آباد۔ اجنتا، ایلورہ مہابلیشور۔ پنچ گنی۔ پرتاپ گڑھ۔ گوا۔ بھنڈارہ۔ اور اشتا و نائک کے لئے باقاعدہ سیر کا انتظام کیا گیا ہے۔ اسی طرح مقررہ تاریخوں پر کشمیر، جنوبی ہند، کلکتہ، دارجلنگ، آسام اور مہاراشٹر درشن کے لئے خاص طور پر سیر کا اہتمام کیا جائے گا۔

کوئی بھی سیاح کسی بھی دن اورنگ آباد۔ اجنتا۔ ایلورہ کی سیر کے لئے رات میں ½۸ بجے روانہ ہوسکتا ہے اور چوتھے دن صبح ۷ بجے واپس آسکتا ہے۔ اورنگ آباد تک سفر اور واپسی بذریعہ ایرکنڈیشنڈ کوچ ہوگی اور اورنگ آباد سے مقامات کی سیر بذریعہ لگزری بس ہوگی۔ سفر خرچ کی شرح دو اقسام کے تحت ہے۔

شرح کفائتی سیر، مع قیام ہالی ڈے کیمپ اور بلا طعام بڑے کے لئے ۲۰۰ روپے اور بچے کے لئے ۱۹۰ روپے۔

"ڈی لکس ٹور" کا خرچ، اسٹار ہوٹل میں قیام نیز طعام کے ساتھ ۴۰۰ روپے فی فرد ہے۔

مہابلیشور۔ پنچ گنی۔ پرتاپ گڑھ کے لئے روزانہ باقاعدہ بذریعہ لگزری کوچ، جو صبح ½۶ بجے روانہ ہوگی اور تیسرے دن شب میں ½۹ بجے واپس پہنچے گی۔ شرح کرایہ بڑے کے لئے ۱۵۰ روپے اور بچہ کے لئے ۱۲۵ روپے ہے۔ اس سیر کا انتظام ۸ ر اپریل ۱۹۷۸ء اور ۱۰ رجون

۱۹۷۸ء کے دوران جاری رہے گا۔

۱۴ اپریل ۱۹۷۸ء سے ۲ جون ۱۹۷۸ء تک سیمی لگژری بس کے ذریعہ مہابلیشور کی سیر کے لئے خاص انتظام کیا جائے گا جس کے تحت ہفتہ میں تین دن یعنی ہر منگل، جمعہ اور اتوار کو بس چلے گی۔ روانگی دوپہر کو ایک بجے ہوا کرے گی اور تیسرے دن شب میں ۹ بجے واپسی ہوگی۔ کرایہ بڑے کے لئے ۱۲۵ روپے اور بچے کے لئے ۱۱۵ روپے ہے۔

۸ اپریل ۱۹۷۸ء سے ۱۰ جون ۱۹۷۸ء تک سیمی لگژری بسوں کے ذریعہ بھنڈارہ کی سیر و تفریح کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ بس ہر سنیچر کے دن دوپہر دو بجے روانہ ہوگی اور اتوار کو ۹ بجے شب واپس آئے گی۔ شرح کرایہ بڑے کے لئے ۷۵ روپے اور بچے کے لئے ۵۰ روپے ہے۔

گوا کی سیر گوا کی سیر کے لئے دو طرح کے انتظامات ہیں۔ ہر روز لگژری بس شام کو ½۴ بجے روانہ ہوگی اور پانچویں دن صبح ۷ بجے واپس پہنچے گی۔ شرح کرایہ بڑے کے لئے ۲۱۵ روپے اور بچہ کے لئے ۲۰۵ روپے ہے جس میں کھانا شامل نہیں۔

دوسری قسم کے سفر میں لگژری بس ہر جمعہ کو شام کے ۴ بجے روانہ ہوا کرے گی اور منگل کے دن ۷ بجے صبح واپس پہنچے گی۔ شرح کرایہ بڑے کے لئے ۲۸۵ روپے اور بچے کے لئے ۲۷۵ روپے ہے۔ اس شرح کرایہ میں کھانا بھی شامل ہے۔ گوا کی سیر کے لئے یہ دونوں طرح کا انتظام ۸ اپریل ۱۹۷۸ء سے ۱۰ جون ۱۹۷۸ء تک جاری رہے گا۔

اشتاونائک کی سیر: اشتاونائک کی سیر کے لئے سنکشتی چترتھی کے موقع پر ماہ مئی میں ۲۳ سے ۲۵ تاریخ تک سفر کا انتظام کیا گیا ہے سفر بذریعہ سیمی لگژری بس ہوگا اور کرایہ بڑے کے لئے ۱۷۵ روپے اور بچے کے لئے ۱۶۵ روپے ہوگا۔ روانگی صبح ۶ بجے اور واپسی شام کے ۷ بجے ہوگی۔

مہاراشٹر درشن: مہاراشٹر درشن کے لئے سیمی لگژری بس کے ذریعہ سفر کا انتظام کیا گیا ہے اس سلسلے میں روانگی ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء کو صبح ½۶ اور واپسی ۲۵ مئی ۱۹۷۸ء کو شب میں ½۹ بجے تک ہوگی۔ شرح کرایہ بڑے کے لئے ۶۷۵ روپے اور بچے کے لئے ۶۲۵ روپے ہے۔ مہاراشٹر درشن میں یہ مقامات شامل ہیں۔ ناسک۔ شیرڈی۔ اورنگ آباد۔ ایلورہ۔ پیٹھن۔ ...نا۔ اور دھنگ ناتھ، پارلی، دیجناتھ، ابنے جوگئی، تلجاپور، پنڈھرپور،

کولہاپور، پنہالہ، نرسوباچی واڑی، مہابلیشور، پرتاپ گڈھ، جیجوری، مورگاؤں، پونے، کارلہ، بھاجہ اور لوناولہ، کھنڈالہ۔

قلعہ شیواجی مہاراج: طلبہ کے لئے اس تعلیمی سیر میں ایک ممتاز تاریخ داں ہمراہ ہوں گے۔ یہ سفر معمولی بس کے ذریعہ ہوگا جو ۱۳ مئی ۱۹۷۸ء کو صبح ۵ بجے روانہ ہوگی اور ۱۹ مئی ۱۹۷۸ء کو شام کے ½۷ بجے واپس آئے گی۔ سب خرچ کل ملاکر ۲۴۰ روپے فی کس ہوگا۔

کشمیر: کشمیر کی سیر کے لئے تین دورے ہوں گے یعنی (۱) ۵ مئی سے ۱۷ مئی ۱۹۷۸ء تک (۲) ۱۹ مئی سے ۳۱ مئی ۱۹۷۸ء تک اور (۳) ۲ جون سے ۱۴ جون ۱۹۷۸ء تک۔ بڑے کے لئے شرح کرایہ بذریعہ فرسٹ کلاس (ریل) ۱۳۷۵ روپے اور سیکنڈ کلاس سلیپر ۱۰۷۵ روپے ہے۔ بچہ کے لئے فرسٹ کلاس (ریل) ۱۲۲۵ روپے اور سیکنڈ کلاس سلیپر ۱۰۲۵ روپے ہے۔

جنوبی ہند: اس سلسلے میں تامل ناڈو اور کرناٹک کے اہم مقامات کی سیر شامل ہے۔ روانگی ۱۲ مئی کو اور واپسی ۲۹ مئی ۱۹۷۸ء کو ہوگی کرایہ بذریعہ ریل فرسٹ کلاس کے لئے فی بالغ ۱۶۰۰ روپے اور سیکنڈ کلاس سلیپر ۱۳۰۰ روپے ہے۔ بچہ کے لئے کرایہ بالترتیب ۱۵۰۰ روپے اور ۱۲۰۰ روپے ہے۔

کلکتہ۔ دارجلنگ۔ آسام: اس دورے میں روانگی ۵ مئی ۱۹۷۸ء کو اور واپسی ۲۳ مئی ۱۹۷۸ء کو ہوگی۔ سفر خرچ فی بالغ ۱۶۳۰ روپے اور فی بچہ ۱۵۸۰ روپے ہے۔

مقامی سیر: مقامی سیاحت میں بمبئی۔ گوا۔ اورنگ آباد مہابلیشور اور لوناولہ شامل ہیں۔

بمبئی سے: شہر بمبئی کے قابل دید مقامات کی سیر کے لئے ہر روز دوپہر کے بعد، لگژری بس کے ذریعہ (½۲ بجے دوپہر سے ½۶ شام تک)، انتظام کیا گیا ہے۔ فی کس کرایہ ۱۸ روپے ہے۔

نواح بمبئی کی سیر: اتوار اور دیگر چھٹی کے دن ۱۲ بجے دوپہر سے ½۷ بجے

(باقی صفحہ ۹ پر)

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کی جانب سے

ادیبوں شاعروں اور اداروں کو امداد

حکومت مہاراشٹر نے بخوشی ریاست مہاراشٹر اُردو اکیڈیمی کے فیصلہ کے مطابق حسب ذیل افراد اور اداروں کے لئے مالی امداد و اعانت کی منظوری دیدی ہے :

۱۔ مسوّدات کی اشاعت کے لئے امداد

عنوان	مصنّف کا نام و پتہ	رقم
۱۔ آرزو لکھنوی	پروفیسر مجاہد حسینی، ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ اُردو اور پرشین، ایم۔ ڈی کالج، پریل، بمبئی ۱۲	۲,۰۰۰ روپے
۲۔ اقبال کی تلاش میں	ڈاکٹر ظ انصاری، ۳۲۔ نسرین، قلابہ، بمبئی ۵	۳,۵۰۰ 〃
۳۔ ہماری لوک کہانیاں	شری تخشب مسعود، ۱۲/۳ جوشاد پورہ، مالے گاؤں، ناسک	۱,۲۰۰ 〃
۴۔ زمین گھومتی ہے۔	شری منیر انجم، ۸۲۔ کماٹی پورہ، آٹھویں لین، روم ۶، دوسرا مالا، بمبئی ۔ ۸	۲,۰۰۰ 〃
۵۔ ادبی معیارات	شری سہیل بیابانی، ہاؤس نمبر ۴۔ ۶۔ ۹۷، نیا مونڈھا روڈ، اورنگ آباد	۲,۰۰۰ 〃
۶۔ ہزار داستاں	شری حمید اختر، ۴۱۔ بی، گرگو وارڈ، جونا بھٹی، مالے گاؤں، ناسک	۱,۵۰۰ 〃
۷۔ نور و نکہت	شری جوہر کھامگانوی، انجمن جونیئر کالج، کھامگاؤں، بلڈانہ	۲,۰۰۰ 〃
۸۔ مورناچ	شری ندا فاضلی، ۲۰۵/بی/۳ گورنمنٹ کالونی، باندرہ ایسٹ، بمبئی ۔ ۵۱	۳,۰۰۰ روپے
۹۔ خوشبو کا کرب	مس نکہت خان، ۳۲۔ چھندواڑہ روڈ، ناگپور	۱,۵۰۰ 〃
۱۰۔ ناتمام	شری یعقوب عثمانی، جے سنگھ پورہ، اورنگ آباد	۳,۰۰۰ 〃
۱۱۔ کرب خود کلامی	شاعر (اعجاز صدیقی مرحوم) پوسٹ بکس نمبر ۴۵۲۶، بمبئی ۳	۴,۶۷۰ 〃
۱۲۔ شامِ گراں	شری عبدالرحیم نشتر، غنی بنگال اسٹور، انصاری وارڈ، بھنڈارہ	۲,۰۰۰ 〃
۱۳۔ سبیل	شری بدیع الزماں خاور، ڈ ہتمکر کوارٹرز، منڈن گڈھ، داپولی، رتنا گیری	۲,۵۰۰ 〃
۱۴۔ مثنوی گلزار وحدت	ڈاکٹر نور السعید اختر، ۳۔ نشاط فلیٹ، رستی والا کمپاؤنڈ، سی ایس ٹی روڈ، کرلا، بمبئی ۷۰	۱۰۰۰ 〃
۱۵۔ عکسِ آرزو	شری منیر آرزو، ۷۔ رائلشی دیو چال، خوجہ جماعت خانہ کے سامنے، اولڈ آگرہ روڈ، بمبئی ۷۰	۲,۰۰۰ 〃
۱۶۔ ستیارہ	شری نہال انصاری، ۲۱۳/۶، ادبی روڈ، آزاد نگر، مالے گاؤں، ناسک	۱۰۰۰ 〃
۱۷۔ سچائیاں	شری ظفر گورکھپوری، مولانا پروے چال، ہال روڈ، کرلا، بمبئی ۷۰	۱۰۰۰ 〃
۱۸۔ کہانی نگر	شری آفتاب حسین، ۱۴۔ سی، البیرا اپارٹمنٹ، تیسرا مالا، دوسری پانڈیا گلی، بمبئی ۵۴	۵۰۰ 〃

کل میزان : ۳۷,۳۷۰ روپے

حسب ذیل کالج اسٹوڈنٹس سوسائیٹیوں کے لئے امداد

اُردو سوسائٹی، برہانی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس، بمبئی	۱۰۰۰ روپے
،، ،، ، مہاراشٹر کالج آف آرٹس اینڈ سائنس، بمبئی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، سینٹ زیورس کالج، بمبئی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، سڈنہم کالج آف کامرس، بمبئی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، انجمن خیرالاسلام جونیر کالج آف ایجوکیشن	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، انجمن کالج آف کامرس اینڈ اکونامکس	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، لالہ لاجپت رائے کالج آف کامرس اینڈ اکونامکس	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، کے. سی ہندوجہ کالج آف کامرس	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، مہارشی دیانند کالج، بمبئی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، اسمٰعیل یوسف کالج، بمبئی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، مولانا آزاد کالج، اورنگ آباد	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، گورنمنٹ آرٹس اینڈ سائنس کالج، اورنگ آباد	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، مراٹھواڑہ کالج آف ایجوکیشن، اورنگ آباد	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، پنڈت نہرو مہاودیالیہ، اورنگ آباد	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، ناگپور مہاودیالیہ، ناگپور	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، پونا کالج آف آرٹس اینڈ سائنس، پونے	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، دیگلور کالج، دیگلور، ناندیڑ	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، پیپلز کالج، ناندیڑ	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، سائنس کالج، ناندیڑ	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، ایس. بی. ای. ایس کالج آف سائنس، اورنگ آباد	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، ودربھ مہاودیالیہ، امراؤتی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، شری منتی کے. ایل مہاودیالیہ، امراؤتی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، بال بھیم آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کالج، بیڑ	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، ایس. آر. ٹی مہاودیالیہ، بیڑ	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، شری شیواجی کالج، پربھنی	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، مہاراشٹر اُدے گیری مہاودیالیہ، اُودگیر	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، شیواجی مہاودیالیہ، اُودگیر	۱۰۰۰ ،،
،، ،، ، جی. ایس کالج، کھامگاؤں	۱۰۰۰ ،،
کل میزان:	۲۸،۰۰۰ ،،

۳۔ اُردو انجمنوں کو امداد

حسب ذیل ۱۶ انجمنوں کے لئے امداد منظور کی گئی جو ریاست مہاراشٹر میں اُردو زبان کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کی مختلف سرگرمیوں کے لئے ۷۵۰ روپے کی رقم دی جائے گی۔

۱۔ انجمن ترقی اُردو، احمد نگر
۲۔ انجمن خیال، امراؤتی
۳۔ انجمن فروغ تعلیم، دھولے
۴۔ بسین اُردو ایجوکیشن سوسائٹی، بسین
۵۔ انور ویلفیر سوسائٹی، امراؤتی
۶۔ محمدیہ ایجوکیشن سوسائٹی، امراؤتی

کل رقم: ۴،۵۰۰ روپے

۱۵ رجسٹرڈ لائبریریوں میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ سو کی رقم منظور کی گئی ہے۔ ان لائبریریوں میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو روپے مالیت کی کتابیں مہیا کی جائیں گی:

۱۔ سبھاش سرواجنک واچنالیہ، سبھاش پیٹھ، ناشک
۲۔ اکبری جنرل لائبریری، ایولہ، ناشک
۳۔ مومن لائبریری، بنگال پورہ، بھیونڈی
۴۔ بھیونڈی دیورس ہائی اسکول لائبریری، بھیونڈی
۵۔ بزم احباب، حجرپا اسٹریٹ، بمبئی ۸
۶۔ عوامی ادارہ، ملک اسٹریٹ، مومن پورہ، بمبئی ۱۱
۷۔ مولانا آزاد لائبریری، اچل پور، امراؤتی
۸۔ صبح نو لائبریری، اقبال روڈ، دھولے
۹۔ جمعیت اہل سنت والجماعت لائبریری، بھیونڈی
۱۰۔ انوار الادب لائبریری، صدر بازار، ناگپور
۱۱۔ صدر مسلم لائبریری، صدر بازار، ناگپور
۱۲۔ دارالمطالعہ لائبریری، دیگلور، ناندیڑ
۱۳۔ رحمت سرواجنک واچنالیہ، اکولہ
۱۴۔ انجمن بی. آئی. ٹی بلاکس اینڈ چالس لائبریری، بمبئی ۳
۱۵۔ انجمن مسلمانان مجگاؤں، مجگاؤں، بمبئی ۱۰

انجمن اسلام کی زیر سرپرستی کریمی لائبریری کے لئے اس کی نایاب کتب کی حفاظت کے لئے ۵،۰۰۰ روپے کی رقم منظور کی گئی ہے۔ (کل رقم امداد: ۱۲،۵۰۰ روپے)
اس طرح مجموعی طور سے کل ۸۲،۳۷۰ روپے کی امداد دی گئی ہے۔

●●

شاعروں ادیبوں اور صحافیوں کو انعامات

اردو شاعروں، ادیبوں اور صحافیوں کی حوصلہ افزائی اسکیم کے تحت ان کی بہترین منتخبہ تخلیقات (سال ۱۹۷۶) پر مندرجہ ذیل انعامات دینے کی منظوری دی گئی ہے۔

کتاب کا نام — مصنف کا نام و پتہ — انعام کی رقم

:- (نظم) :-

روپے

۱۔ عکسِ دوراں (پہلا انعام) ڈاکٹر منشا الرحمٰن خاں منشا ۱۱؍ استار کی ٹاؤن ناگپور۔۱ — =/۲۰۰

۲۔ دیوانِ ناطق (دوسرا انعام) شری عبدالحلیم قدوائی روڈ ناگپور (برائے ترتیب دیوانِ ناطق) — =/۱۰۰

:- (نثر) :-

۳۔ راستے اور کھڑکیاں (پہلا انعام) شری الوخان ۴۷۔ پیر خان اسٹریٹ III بمبئی ۴۰۰۰۰۸ — =/۲۰۰

۴۔ کیسے کانٹوں رین اندھیری (دوسرا انعام) شریمتی واجدہ تبسم ۱؍۱ ریلوے بلاکس سانتا کروز (ویسٹ) بمبئی ۴۰۰۰۵۴ — =/۱۰۰

۵۔ انسانیت کا پلیٹ فارم (تیسرا انعام) شری مرزا پارس بیگ ہنگوری، شیخ صاحب کی چال قریش نگر، کرلا، بمبئی ۴۰۰۰۷۰ — =/۵۰

: تحقیقی ادب :-

۶۔ مخدوم علی ماہمی (پہلا انعام) شری پروانا صلاحی احمد سیلر ہائی اسکول ڈمٹمکر روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸ — =/۲۰۰

(۷)۔ مراٹھی ادب کا مطالعہ (دوسرا انعام) شری یونس اگاسکر مہاراشٹر کالج، بلاسس روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸ — =/۱۰۰

۸۔ نوحِ ناروی (تیسرا انعام) شری ظفر اسلام ظفر رئیس ہائی اسکول۔ بھیونڈی۔ — =/۵۰

:- بچوں کا ادب :-

۹۔ ناچ ری گڑیا (پہلا انعام) شری ظفر گورکھپوری، ایم پی چال، پال روڈ، کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰ — =/۲۰۰

۱۰۔ شگوفہ (دوسرا انعام) شری امین حزیں ۸۳-۱ ردی وار پیٹھ یوسف۔ ۲ — =/۱۰۰

۱۱۔ ہمت کا پھل (تیسرا انعام) شری موج صہبائی ۲؍۸ ٹرانزٹ کیمپ بائیکلہ اسٹیشن روڈ بمبئی ۴۰۰۰۱۱ — =/۵۰

:- صحافت :-

۱۲۔ اورنگ آباد ٹائمز — شری محمد عارف، اورنگ آباد ٹائمز اورنگ آباد — =/۵۰

۱۳۔ ندائے بنکر — شری اصغر انصاری، ندائے بنکر مالیگاؤں، ضلع ناشک — =/۵۰

پانچ ہزار روپے کا خصوصی انعام شریمتی سلمیٰ صدیقی کو کرشن چندر مرحوم کی یاد میں تصنیف کرنے اور ان کی بائیوگرافی ترتیب دینے کے لئے دیا گیا۔

ضروری توجہ کیلئے: ترسیلِ زر اور مراسلت کے دوران حوالہ نمبر، جو آپ کے خطوط یا پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے، ضرور تحریر فرمایئے۔ (ادارہ)

محمد رضی الدین معظم
بی کام، بی ایڈ۔ ایل ایل بی

بچوّں کی غذا میں پُروٹین کی اہمیت

کسی بھی بچے کی مادّی نشو ونما اور ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو غذا وہ کھاتا ہے اس میں نہ صرف یہ کہ پُروٹین، چکنائی اور کاربو ہائڈریٹ ہوں بلکہ وٹامن یاتین) اور نمکیات بھی شامل ہوں۔ وٹامن دراصل کیمیکل مادّوں کے روپ کا نام ہے جو بجائے خود نہ جسم بناتے ہیں نہ توانائی (انرجی) فراہم رتے ہیں جیسے کہ پُروٹین، چکنائی اور کاربوہائڈریٹ سے ہوتا ہے۔ لیکن امن نظامِ جسمانی کے افعال میں بہت ہی اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اور ن مرکبات کو جزو بدن بنانے میں مددگار و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ بچے کی بالغ آدمی کی غذا میں کسی بھی وٹامن کی کمی یا بالکل نہ ہونے سے خصوصی یماریاں ہو جاتی ہیں۔ جنھیں ہائپو وٹامنوسِس یا ایوٹامنوسِس کہا اتا ہے۔ اکثر اوقات جو بیماریاں دبی دبائی پڑی ہوتی ہیں اور اندر ہی اندر مُلاتی رہتی ہیں یا پرانے مرض کی طرح باقی رہتی ہیں وہ ہائپو وٹامنوسِس ایوٹامنوسِس کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں اور شدت اختیار کر لیتی یں۔ اور اگر وٹامن نہ کھائے جائیں تو ان کا علاج بہت مشکل ہو جاتا ہے رجلد موت واقع ہو سکتی ہے۔

لفظ وٹامن کے معنی زندگی کو سہارا دینے والے کے ہیں۔ وٹامن کی ضویاتی اور حیاتیاتی اہمیت یہ ہے کہ وہ خمیر۔ اینزائم۔ کے ساتھ کام ۔کے پروٹین کے چکنائی اور کاربوہائیڈریٹ کے ہاضمے سے متعلق سارے بنیادی ردعمل کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ خلیوں اور لینیجو TISSUES ،تعمیر پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ وٹامن کے خصوصی افعال ہی کا نتیجہ ہے کہ ب الگ سارے اعضاء اور لینجوں کی مادی فعلی سرگرمی نیز پورے نظامِ سمانی کا فعل جاری رہتا ہے۔

انسانی نظامِ جسمانی وٹامن خود بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ں لئے انھیں ضروری تعداد میں غذا کے ساتھ کھانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص سا کھانا کھاتا ہے جس میں وٹامن کی کمی ہوتی ہے تو اسے ہائپو وٹامنوسِس وجائے گی۔ اگر غذا میں کوئی وٹامن بالکل ہی نہ ہو گا تو اسے ایوٹامنوسِس ا شدید عارضہ ہو جائے گا۔ تیزی سے بڑھتے ہوئے بچے کے نظامِ جسمانی ں وٹامن خاص طور پر اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بچے کی غذا میں کسی طرح ے بھی عدم توازن سے بدہضمی ہو جاتی ہے۔

انسان کے لئے جو وٹامن ضروری ہوتے ہیں ان کو دو گروہوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ روغن میں حل ہونے والے اور پانی میں حل ہونیوالے تقریباً سارے وٹامنوں کے نام انگریزی حروف تہجی کے ساتھ منسلک کر کے بنائے گئے ہیں۔

وٹامن 'اے'، 'ڈی'، 'ای' اور 'کے' روغن میں حل ہونے والے وٹامن ہیں اور وٹامن 'سی'، 'بی کامپلکس'، بایومیکس، پیوتوٹونک ایڈ اور فولک ایڈ پانی میں تحلیل ہونے والے وٹامن ہیں۔

روغن میں حل ہونے والے وٹامنوں کے نام ہی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ وٹامن صرف مختلف قسم کی نباسپتی چکنائی اور جانوروں سے حاصل ہونے والی چکنائی میں ہوتے ہیں۔ جسم کو یہ وٹامن برابر پہنچاتے رہنے کے لئے آدمی کو روزانہ ضروری مقدار میں چکنائی کھانی چاہیئے۔ کاڈ لیور آئل، مکھن، انڈے کی زردی، کلیجی اور مچھلی کا گوشت، مغزیات، سرسوں اور سویابین کے تیل میں وٹامن اے، ڈی اور کے بہت زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے۔ وٹامن اے سے پہلے جو کیروٹین دستیاب ہوتا ہے وہ پھلوں اور سبزیوں مثلاً پالک، گاجر، لوکی، ٹماٹر، آم، پپیتہ انجیر اور تازہ خوبانی وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ لیکن سبزیوں سے حاصل ہونے والا کیروٹین اس وقت تک آنتوں سے خون میں نہیں آتا اور وٹامن اے نہیں بنتا جب تک انسان کی غذا میں تیل نہ شامل ہو۔ اس لئے کہ یہ وٹامن صرف چکنائی میں حل ہو سکتا ہے۔ پانی میں حل ہونے والے وٹامن کسی نہ کسی حد تک سارے پھلوں اور سبزیوں میں پائے جاتے ہیں۔ مندرجہ جدول میں بتایا گیا ہے کہ عام ہندوستانی سبزیوں اور پھلوں میں ایک سو گرام میں وٹامن کی مقدار کتنی ہوتی ہے۔

یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ اگر پھلوں اور سبزیوں کے بالکل چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ دیئے جائیں تو پانی میں حل ہونے والے وٹامن ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور انھیں آگ پر زیادہ دیر تک پکایا جائے تو بالکل ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

ہائپو وٹامنوسِس کو روکنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کو پھلوں اور سبزیوں کا عرق اور چھلے ہوئے پھل اور سبزیاں (بغیر پکائے ہوئے) دیئے

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

قومی راج کے علامہ اقبال صدی خصوصی نمبر پہ معزز قارئین کے خطوط سے اقتباسات

جناب سکندر علی وجد صاحب (ممبر راجیہ سبھا) بمبئی۔ ۸

" میں نے قومی راج کا 'اقبال نمبر' پورا پڑھا۔ کلامِ اقبال کا انتخاب
ت اچھا ہے۔ قومی ترانے " سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا"
ے بارے میں گاندھی جی کا خط ایک اہم قومی یادگار کی حیثیت رکھتا ہے
ضامین کی ترتیب و تزئین محنت اور سلیقے سے کی گئی ہے۔ ٹائٹل پیج
ہایت موزوں ہے۔ سلمیٰ صدیقی کا مضمون پسند آیا۔ آپ کا یہ علمی و ادبی
ارنامہ قابلِ تعریف ہے۔"

جناب ادیب مالیگانوی۔ آزاد نگر، مالیگاؤں

" اقبال صدی کی تقریبات سے پہلے بھی مختلف رسالوں اور
خبارات کے 'اقبال نمبر' شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس اعتبار میں قومی
اج کا 'اقبال نمبر' ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ تمام مضامین مستند
و معتبر اربابِ قلم کے ہیں اور اسی نسبت سے قابلِ مطالعہ اور لائقِ
تحسین ہیں۔"

جناب صدیق حسن خاں صاحب۔
ایڈمنسٹریٹر وقف نمبر ۳۲، درگاہ شریف، جلبسر، ضلع ایٹہ

" حکومت مہاراشٹر اُردو کی ترویج و اشاعت کے لئے جو اقدام
اُٹھا رہی ہے وہ قومی راج کے علامہ اقبال پر خصوصی نمبر سے ظاہر ہوتے ہیں
جس کے لئے وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ اس نمبر کو شائع کر کے مہاراشٹر نے
بہار، یوپی، دلی اور ہریانہ ریاستوں کی رہنمائی کی ہے جہاں اُردو بیحد
مقبول ہے۔"

جناب شمس کنول صاحب، ایڈیٹر 'گگن' وکھرولی، بمبئی۔ ۸۳

" قومی راج کا علامہ اقبال نمبر غیر معمولی طور پر اچھا نمبر ہے۔ صورت
کے اعتبار سے خوب ہے اور مواد کے اعتبار سے حسین، معنی خیز، معیاری
متنوع اور دلکش و دلپذیر۔ ترتیب نہ صرف اچھی بلکہ لاجواب۔ ڈیزائن
در بیل بوٹوں کا انتخاب قابلِ تعریف اور قابلِ ذکر۔"

جناب ایس۔ احمد صاحب، اسماعیل کرتے روڈ، بمبئی۔ ۳

" علامہ اقبال پر قومی راج کا نمبر پہلی بار دیکھا۔ واقعی حکومت نے
بڑا کام کیا ہے۔ اگر اس کو سراہا نہ گیا تو بداخلاقی ہوگی۔ اقبال نمبر نکالنے پر
حکومت قابلِ مبارکباد ہے۔"

جناب فہیم الدین صاحب، گزری بازار، پربھنی

" شاعرِ مشرق علامہ اقبال نمبر پڑھا۔ حکیم الامت کی حیات کے چند پہلو
اور ان کے فکر و فلسفہ پر نامور ادیبوں کے رشحاتِ قلم مرتب کرنے پر میری
طرف سے دلی مُبارکباد قبول فرمایئے۔"

جناب ایم۔ ایم پاروے، نرائن کولی مارگ، بمبئی۔ ۳

" خاص نمبر اُردو ادب کا گہوارہ ثابت ہوا۔ تمام نمبروں میں قومی راج
کے اس نمبر کا جواب نہیں ہے۔ یہ نمبر ۱۹۷۸ء کا یادگار تاریخی نمبر شمار
کیا جائے گا۔"

جناب غازی معین الدین صاحب، ایڈوکیٹ، بھیلی پورہ، اورنگ آباد

" میں اور میرے قریبی احباب اس سے متفق ہیں کہ قومی راج کے اس
خصوصی شمارے کے تمام مضامین پُرمغز ہیں۔ اُردو ادب میں اس سے کافی
اضافہ ہوا ہے۔"

جناب جمیل مرصع پوری صاحب، جنرل سیکریٹری، مُسلم ڈائرس
اینڈ ہینڈ پرنٹرس ایسوسی ایشن، بمبئی۔ ۳

" اقبال نمبر پر حکومت کا شکریہ ادا نہ کرنا گویا ناانصافی ہوگی۔ نمبر واقعی
بہت عمدہ ہے۔ ہر لحاظ سے۔ کس کس عنوان کی تعریف کی جائے۔"

جناب اختر قریشی صاحب، حاتم پورہ، کھنڈوہ (ایم۔ پی)

" سرورق ہر زاویہ نگاہ سے بے حد دلکش ہے اور ہر اعتبار سے فنکارانہ
صلاحیتوں کا حامل ہے۔ مہاتما گاندھی کا عکسی خط۔ صفحہ ۷ اور ۸ کی
ڈیزائن نہایت مرغوب ہیں۔"

جناب ندیم صدیقی صاحب، ہفت روزہ 'ممبئی والا'، بمبئی۔ ۳

" قومی راج کا، حکومت مہاراشٹر کی جانب سے 'اقبال نمبر' واقعی بہت

عمدہ نمبر ہے۔ یہ نمبر درحقیقت معلوماتی نمبر ہے امید ہے کہ بہت مقبول ہوگا۔

جناب صدر، اُردو ادبِ عالیہ، بمبئی

"ہمیں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ مہاراشٹر گورنمنٹ نے علامہ اقبال پر اتنا ضخیم معلوماتی نمبر نکالا۔ اس نمبر کی اشاعت کے لئے ہم حکومتِ مہاراشٹر کو مبارکباد دیتے ہیں۔"

جناب عبدالرؤف حیات صاحب، تحصیل فتحپور، بارہ بنکی۔ یوپی

"قومی راج دیکھا۔ علامہ اقبال پر اتنا حسین اور جاذبِ نظر پرچہ نکالنے پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

جناب محمد غلام رسول اشرف صاحب، مومن پورہ، ناگپور

"قومی راج کا علامہ اقبال نمبر موصول ہوا۔ یہ نمبر ہر لحاظ سے پسند آیا۔ مبارکباد قبول فرمایئے۔"

جناب محمد سلیم قریشی صاحب، پنچ منڈل اُردو لائبریری، نندربار، دھولے

"علامہ اقبال نمبر ہمیں اور ہمارے تمام ممبرانِ لائبریری کو بہت پسند آیا۔ یہ نمبر ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا ہے۔ سب کی زبان سے تعریف ہو رہی ہے۔ واقعی بے مثال، دلکش اور معلوماتی نمبر ہے۔"

جناب ایم۔ اے صدیقی، ہیڈ ماسٹر، اینگلو اُردو ہائی اسکول، دھولے

"قومی راج کا علامہ اقبال پر خصوصی نمبر اپنے گرد پیش، عمدہ طباعت ور نفیس ترین تزئین و آرائش کے سبب یقیناً ادبی دنیا میں انفرادیت کا حامل ہے، جو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔"

جناب اشفاق حسن خاں صاحب، ایڈوکیٹ، ہولی دروازہ، ایٹہ یوپی

"قومی راج کا اقبال نمبر شاندار ہے۔ اس نمبر کی اہمیت یوں اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسے حکومت مہاراشٹر کے زیر اہتمام نکالا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت مہاراشٹر اُردو کی ترقی میں کس قدر دلچسپی لے رہی ہے۔ نیک خواہشات کے ساتھ۔"

جناب مرزا الیاس بیگ، زیکو شو فیکٹری، آگرہ، یوپی

"قومی راج کا علامہ اقبال پر خصوصی شمارہ نہ صرف اُردو ادیبوں بلکہ طالب علموں کے لئے بھی ایک خزانہ ہے، جس کی باصلاحیت ترتیب کے

بمبئی ۱۵ اپریل: قومی راج کا "علامہ اقبال خصوصی نمبر" گورنر مہاراشٹر شری صادق علی کی خدمت میں شری ایم۔ ایشور راج ماتھر چیف ایڈیٹر نے آج راج بھون میں پیش کیا۔

قومی راج کے ایڈیٹر ریاض احمد خان، شری صادق علی کو مہاتما گاندھی کا وہ تاریخی خط جو علامہ اقبال کی نظم 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' کے بارے میں قومی راج میں شائع ہوا ہے اُس سے متعلق تفصیلات بتلا رہے ہیں۔

لئے داد دیئے بغیر رہا نہیں جا سکتا۔"

جناب نواب ہد علی خاں، جنرل سیکریٹری امیر خسرو لائبریری، ایٹہ، یوپی

"قومی راج کے اقبال نمبر کی خصوصیات نے اسے ملک میں شائع ہوئے دوسرے اقبال نمبروں میں ممتاز مقام بخشا ہے۔ حالانکہ تقریباً تمام ریاستوں سے اُردو رسالے نکلتے ہیں جو کہ ایک ڈاکومنٹری سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس بے مثال شمارے کی اشاعت کے لئے حکومت مہاراشٹر قابلِ ستائش ہے۔"

سو فیصد سے آگے

جائیں۔ بڑے بچوں کو پھل اور سبزیاں پوری کھانی چاہئیں۔ ان کا عرق نکالنے یا گچلا بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہندوستانی سبزیوں اور پھلوں میں وٹامن کی مقدار

(۱۰۰ گرام وزن میں)

نام غذا	وٹامن اے بیٹا کیروٹین آئی یو	وٹامن بی ۱ آئی یو	وٹامن بی ۲ ملی گرام	نکوٹینک ایسڈ ملی گرام	وٹامن سی ملی گرام
سیب	—	۳۳	۲۵	۰۳	۳
کیلا	—	۴۲	۲۵	۰۳	۳
گریپ فروٹ	—	۳۳	۱۸	۰۳	۲۵
انجیر	۴۵۹	—	—	۰۳	۶
لیمو	—	—	۳	۰۳	۳۰
پکے آم	۴,۰۰۰	—	۴۰	۰۲	۱۰
سنترے	۲۹۰	۳۰	۵۰	—	۴۰
پکے پپیتے	۱,۵۰۰	—	۲۰۰	۰۳	۳۰
ناشپاتی	—	—	۲۵	۰۱	—
چقندر	—	۱۰	۷۰	۰۳	۱۵
کرم کلہ	—	—	—	۰۳	۲۵
تربوز	—	—	—	۰۳	۳
گوبھی	۱۰	۹۰	۶۰	۰۱	۵۰
گاجر	۱,۷۰۰	۵۱	۱۵	۰۳	۳
کھیرے	—	۲۰	۳	۰۳	۵
پیاز	—	۳۰	۶	۰۳	۶
آلو	—	۱۵	۹	۹	۵
مولی	—	۵۰	--	—	۱۰
پالک	۲,۲۰۰	۶۰	۵۰	۰۳	۴۰
ٹماٹر	۲۵۰	۳۰	۵۰	۰۳	۲۰

شری رام منوہر نرپاکٹھی، وزیر مملکت برائے شہری ترقیات و اطلاعات حکومت مہاراشٹر نے ۹ اپریل ۱۹۷۸ء کو راج ماتا جیجا بائی روڈ، موگرا ولیج (اندھیری ایسٹ) میں بمبئی بلڈرس کی جانب سے تعمیر ہونے والے "اگاڑی نگر" کا سنگِ بنیاد رکھا۔ تصویر میں شری زکریا اگاڑی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

جناب جگن ناتھ آزاد جلگاؤں کے ایم جے کالج میں منعقدہ اقبال صدی تقریب کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے، زیر نظر تصویر میں پروفیسر انتخاب احمد فخر، جناب شیخ قاسم (جلگاؤں ٹائمز) شیخ محمد اسحٰق، جمیل اصغر و دیگر معززین بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

براهیم اشک، دلی

اردو شاعری میں
ھولی کا رنگ

تیوہار ہماری تہذیب و تمدن کی جھانکی ہیں۔ دلی کی مسرت
، اظہار کا کوئی تو بہانہ چاہیئے۔ شاید اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے
ـسے ابتدائی زمانے کے لوگوں نے تیوہاروں کی روایت کو جنم دیا۔ قدرت
ساتھ انسانی زندگی میں بھی تبدیلی ہونا ضروری ہے۔ رات اور دن بدلتے
۔ پھول کھلتے ہیں بہار آتی ہے۔ پنچھی چہکتے ہیں۔ اور کبھی کبھی سناٹا بھی
جاتا ہے۔ پیڑ سوکھے ٹھنڈ کی طرح اپنی باہیں پھیلائے آکاش کی
فریاد کرتے نظر آتے ہیں۔ ان سارے حالات کا انسانی مزاج اور
سے بھی زیادہ زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ زندگی قدرت کی طرح وقت
سانچے میں ڈھلنے والی ایک شئے ہے۔ اس لئے انسان کسی بھی چیز کی
شکل کو دیکھتے دیکھتے ایک نہ ایک دن اس سے نگاہیں پھیر لیتا ہے۔
س نگاہ پھیر لینے والے مقام پر ہی زندگی میں نئی رنگینیاں بکھیرنے کے
وہ مل جل کر ہنس بولنے اور من بہلانے کے جتن کرتا ہے۔ یہی من
ے کے جتن کسی نہ کسی تیوہار کی روایت ڈالتے ہیں۔

ہندوستان میں بنیادی طور پر دو تہذیبیں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو
مغلوں نے ہمیں دی اور دوسری وہ جسے ہماری آریائی نسل نے جنم دیا۔
طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں خاص طور سے ہندو اور مسلم تہذیبیں
۔ اب اگر ہم تیوہاروں کا ذکر کریں تو ہمارے "بھارتیہ سماج" میں ہندو
سلم تیوہاروں کی رنگارنگ جھانکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ہندو تیوہاروں
ہولی، دیوالی، دشہرا، درگا پوجا اور مسلم تیوہاروں میں عید، شب برات
و خاص ہیں۔

مغلوں کے زمانے میں نہ تو ہمارے یہاں ہندو مسلم بھید بھاؤ
اور نہ ہی ہندوستانی سماج میں فرقہ وارانہ نفرت کی دیوار۔ یہی وجہ
کہ شہنشاہوں کے محلے میں صوبے داروں اور نوابوں کے درباروں میں
مسلم تیوہاروں کے اپنے آداب تھے وہیں دوسری طرف ہندو تیوہاروں
بھی اپنے ٹھاٹ تھے۔ انگریزوں کی پھوٹ کی پالیسی نے ہمارے سماج
ایک دیوار کھڑی کی جو آزادی کے بعد اب ٹوٹتی چلی جا رہی ہے اس
میں جہاں ہمارے سماج سدھارکوں نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے وہیں اردو
کے شاعروں اور ہندی کے کویوں کی کاوشیں بھی قابل ذکر ہیں۔

اردو شاعری میں جہاں دیوالی، درگا پوجا، دشہرا اور دیگر تیوہاروں
پر کھلے دل سے لکھا گیا ہے وہیں ہولی کے رنگوں کی رنگینی کی ایک الگ ہی
سج دھج ہے۔ اردو شاعروں نے ہولی کی ایسی کیسر کیاریاں سجائی ہیں کہ
پڑھ کر مستانے دل رس رنگ کی برکھا میں بھیگ بھیگ جاتا ہے۔ اردو
کی شاعری کو گل و بلبل کی شاعری کہنے والوں کے لئے یہ اس بات کا ثبوت
ہے کہ اس پر لگائی گئی تہمت سراسر بے بنیاد ہے۔ اردو شاعری نے ہمیشہ
وقت کی نبض پر انگلی رکھی ہے اور ان حالات کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔
یہ الگ بات ہے کہ اردو شاعری کا یہ خزانہ ہمارے "اردو والوں" تک ہی محدود
ہے۔ اسے پڑھنے اور سمجھنے کا موقع دیگر زبانوں کے لوگوں کو کم ہی مل پایا ہے
خیر میں اس مضمون میں ہولی کے رنگ برنگے چھینٹوں کی بہار کا ذکر کرنا
ہی مناسب سمجھتا ہوں۔

سب سے پہلے اردو کے عظیم شاعر میر کو ہی لیجئے۔ میر نے اپنے
زمانے کی درباری ہولی کا جو بیان کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے ؎

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر
رنگِ صحبت سے عجب ہیں خرد و پیر

دربار کے بعد جب ہولی محفلوں میں آتی ہے تو یہاں اس کا رنگ نشیلا
اور رسیلا ہو جاتا ہے۔ خوشی اور جوش کا عجیب سماں سا بندھ جاتا ہے
ابیر اور گلال کے بادل چھا جاتے ہیں اور راگ رنگ کی بارش ہونے لگتی
ہے۔ میر نے ہی ہولی کا یہ دوسرا پہلو بھی بڑی ہی خوبی کے ساتھ بیان
کیا ہے ؎

آؤ ساقی بہار گھر آئی　　ہولی میں کتنی شادیاں لائی
خوان بھر بھر ابیر لاتے ہیں　　گل کی پتی ملا اڑاتے ہیں
جشن نوروزِ ہند ہولی ہے　　راگ اور رنگ بولی ٹھولی ہے

درباروں اور محفلوں میں تو ہولی کے آداب ہوتے ہیں۔ لیکن جب
ہولی کے مستانے اپنی مستی میں جھومتے ہوئے سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو
سارے آداب اور ساری روایتوں کی حدیں ٹوٹنے لگتی ہیں ایسے میں ہولی کا
ہڑدنگ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ؎

مہیا سب ہیں اب اسباب ہولی
اٹھو یارو بھرو رنگوں سے جھولی
گلال ابرک سے سب بھر بھر کے جھولی
پکارے یک بیک ہولی ہے ہولی　　(شاہ حاتم)

شہزادیوں اور محل کی کنیزوں کی ہولی کا تو کہنا ہی کیا۔ حسن جب الھڑ ہو جائے اور ساتھ میں مست اور چنچل بھی تو ایسے حسن پر کون اپنی جان نچھاور نہ کرے گا؟ لیکن صاحب ذرا ٹھہریئے گا یہ مینا بازار ہے اور یہاں عورتوں کے علاوہ مرد نہیں آسکتے۔ اگر کوئی مرد یہاں آنے کی جرأت کرتا ہے تو اسے اس گستاخی کی سزا بھگتنی ہوگی۔ ہاں، اگر سب کی نظریں بچا کر آپ تاک جھانک کرنے میں ماہر ہیں تو یہ نظارہ ضرور دیکھ سکتے ہیں ؎

روبرو سب بن رہے ہیں لال زرد
باغ کا بازار ہے اس وقت سرد
ناچنی گا گا کے ہولی دم بہ دم،
جیوں سبھا اندر کی در باغ ارم
جیوں جھڑی ہر سو ہے پچکاری کی دھار
دوڑتی ہیں ناریاں بجلی کے سار (فائز دہلوی)

جوانی کے رس میں بھیگا ہوا حسن ہولی کے رنگ میں جب شرابور ہوتا ہے تو باغ کے گدرائے پکے ہوئے پھل بھی شرمانے لگتے ہیں۔ اور ڈھولک اور دف کی آوازوں پر جب کنیزیں اور شہزادیاں ہولی کے رس بھرے اور محبت سے بھیگے گیت چھیڑتی ہیں تو نو عمر کمسن کشوریوں کے رخسار اور بھی زیادہ سرخ ہو کر اور بھی زیادہ تمتمانے لگتے ہیں اور جو سانولی سلونی مورتیں ہیں ان پر جب کیشر یا رنگ کی بوچھار پڑتی ہے تو گوری چٹی حسینائیں بھی ان کے روپ کے آگے ماند پڑ جاتی ہیں کچھ اسی انداز میں دیکھئے ؎

چمن میں دھوم و غل چاروں طرف ہے
اِدھر ڈھولک اُدھر آواز دف ہے
لگی پچکاریوں کی مار ہونے
ہر اک سو رنگ کی بوچھار ہونے
کوئی ہے سانوری کوئی ہے گوری،
کوئی چمپا برن عمروں میں تھوڑی (شاہ حاتم)

دل میں ہولی کھیلنے کی امنگ کے ساتھ اگر نخرے نہ ہوں تو پھر حسن کی ادا کیا اور ہولی کا مزا کیا۔ ان نخروں میں جھلاہٹ اور لگاوٹ کی ادائیں تو حسن کی خوب صورتی میں چار چاند لگا دیتی ہیں۔ محبت لگاوٹ بن جائے اور اس کے بعد کوئی گالیاں اور کوسنے بھی دے تو دل والا یہی کہے گا کہ "گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا" کیوں کہ ایسی گالیاں اور کوسنے تو دعا بن کے لگتے ہیں۔ اس لگاوٹ اور محبت کی دلفریب تصویر کا بیان سعادت یار خاں رنگین نے بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے ؎

بادل آئے ہیں گھر گلال کے لال
کچھ کسی کا نہیں کسی کو خیال،
کسی نے بھر کے رنگ کا تسلا
ہاتھ سے ہے کسی کا مونہہ ملا
جس کے بالوں میں پڑ گیا ہے ابیر
بڑبڑاتی ہے یہ وہ ہو دل گیر،
ایسی ہولی کا کھو جڑا جاوے
کوئی نوج ایسے کھیل میں آوے
یہ ہنسی تیری بھاڑ میں جائے
تجھ کو ہولی نہ دوسری آوے

لگاوٹ کی اس ادا میں کتنی محبت کی لہریں دوڑتی ہیں یہ تو سینے میں دھڑکتے ہوئے دل ہی جان سکتے ہیں۔ اس لگاوٹ کے انداز سے دل اور بھی زیادہ مچل کر مستانہ وار حسن کو چھیڑنے پر آمادہ ہونے لگتا ہے۔ اور پچکاریوں کی بوچھار نشانے تاک تاک کر مارنے سے بھی کوئی نہیں چوکتا اور ایسے وقت تو بندوق کی گولی کا وار خالی جا سکتا ہے۔ لیکن کمبخت پچکاری کا نشانہ اتنا صحیح بیٹھتا ہے کہ کچھ نہ پوچھئے ؎

گلزار کھلے ہوں پریوں کے اور مجلس کی تیاری ہو،
کپڑوں پر رنگ کے چھینٹوں سے خوش رنگ عجب گلکاری ہو
منہ لال، گلابی آنکھیں ہوں اور ہاتھوں میں پچکاری ہو
اس رنگ بھری پچکاری کو انگیا پر تک کے ماری ہو
سینوں پر رنگ ڈھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
(نظیر اکبر آبادی)

رادھا اور کرشن کی ہولی کا تو کہنا ہی کیا۔ اردو شاعری کی یہ روایت رہی ہے کہ جب کسی خاص موضوع پر لکھا جاتا ہے تو اس کا ایسا بیان پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے۔ اس کا بیان بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور خاص طور سے اس کی بنیادی باتوں کو تفصیل سے پیش کرنے کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اردو میں ہولی کے مرکزی کردار رادھا اور کرشن کو آدرش مان کر بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے ؎

بانکی ادائیں دیکھ کے دل لوٹ پوٹ ہے
گرت کام استری کے کلیجے پہ چوٹ ہے
کانوں میں کنڈلوں کی چمک ہے جڑاؤ سے
رادھا لجائی جاتی ہے چنچل سبھاؤ سے

بقایا صفحہ ۲۵ پر

منشی محمد شعبان تحسینؔ

ایک شہیدِ وطن ایک شاعر

• اشفاق انجم (ایم اے بی ایڈ)
۴ ۔ نیا پورہ ۔ مالیگاؤں

یورپ کی پہلی محشر خیز جنگ ختم ہو چکی تھی۔ جرمنی کا سہ ہ دینے کی پاداش میں ترکی مالِ غنیمت کی طرح آپس میں بانٹا جا رہا تھا۔ خلافت آخری سانسیں لے رہی تھی اس کی سرد ہوتی ہوئی رگوں میں علی برادران اپنے لہو کی گرمی سمو رہے تھے۔ برطانیہ، ہندوستانیوں سے کئے گئے وعدوں سے صاف مکر گیا تھا۔ وعدے کی یاددہانی اور اپنے حقوق کی بحالی کے تقاضوں نے جلیانوالہ باغ کو خون سے تر کر دیا تھا۔ جس کی سُرخی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل چکی تھی۔ گاندھی جی ترکِ موالات اور سودیشی تحریک کا علم بلند کر چکے تھے۔ خلافت تحریک پوری شدّت کے ساتھ اُبھر چکی تھی دل و دماغ میں انگریزوں کے خلاف لاوا پک رہا تھا، نرم زمین کی تلاش تھی اور ۱۵ر اپریل ۱۹۲۲ء کو یہ لاوا مالیگاؤں کے طبقات توڑتا ہوا باہر اُبل پڑا۔

تحریکِ خلافت کے رہنما مولانا جان محمد کا وعظ تھا۔ حسبِ روایت منتظمین لاٹھیاں لئے ہوئے انتظامات میں مصروف تھے۔ حکومت کے حاشیہ برداروں کی نقضِ امن کی رپورٹ پر پولس نے جلسہ گاہ کو گھیر لیا اور تمام منتظمین گرفتار کر لئے گئے۔ مقدمہ چلا، فی کس ساٹھ روپئے جرمانہ ہوا۔ اس جرمِ بے گناہی پر عوام مشتعل ہو گئے، ایک زبردست طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ بھاسکٹ راؤ پولس انسپکٹر نے مجمع پر گولی چلا دی۔ دو افراد جائے واردات پر ہی ہلاک ہو گئے۔ لوگوں کا خون کھول گیا۔ بھاسکٹ بھاگ نکلا مشتعل عوام نے دوکانوں اور مکانوں کو آگ لگانی شروع کر دی تحریکِ آزادی کے پیش رو منشی محمد شعبان نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے کی پوری کوشش کی، لوگوں کو سمجھایا کہ املاک کا اس طرح نذرِ آتش کیا جانا ہمارا اپنا نقصان ہے، ہم کو حاکموں کے خلاف قوت آزمائی ہے۔ اس طرح تو ہم آزادی کی راہ میں دشواریاں پیدا کر رہے ہیں۔ لیکن مجمع تو بے قابو ہو چکا تھا ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ بپھرے ہوئے ہجوم نے بھاسکٹ کو موت کے گھاٹ اتار کر ہی دم لیا۔ فوری طور پر پولس حرکت میں آگئی بڑے پیمانے پر گرفتاریاں ہوئیں۔ منشی شعبان کو اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے حکومت کو نادر موقع ہاتھ آگیا اور انھیں بھی بھاسکٹ کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ جھوٹی شہادتیں، جھوٹے گواہ مہیا کئے گئے، اور اس نوجوان کو یروڈا سینٹرل جیل پونے کے تختۂ دار پر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا جس کی ذات سے ایوانِ شاہی میں زلزلے کی کیفیت رہا کرتی تھی۔

تحریکِ آزادی کا یہ سپاہی جس کے بدن کے مسامات سے حریت کے شعلے نکلتے تھے۔ جب رزمگاہ سے بزم کی جانب آتا تو نسیمِ صباء کے خوشگوار جھونکوں کی طرح شاداب پھولوں کی مسکراہٹیں بکھیرتا ہوا وہ مجاہد کے رُوپ میں نہیں بلکہ ایک شاعر کے رُوپ میں جلوہ گر ہوتا تھا اہلِ ادب اسے تحسینؔ کے نام سے پکارتے اور سر آنکھوں پر جگہ دیتے۔

تحسینؔ کے اشعار دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس کم عمری میں انھوں نے ایسی شاعری کی جس کی توقع ایک پُختہ مشق شاعر سے کی جاسکتی ہے۔ زبان کی سادگی وصفائی، علوِ تخیّل، سلاست و روانی اور غزل کا روایتی و رومانی انداز تحسینؔ کی شاعری میں اپنے بھرپور حُسن کے ساتھ موجود ہے ؎

اُڑتی اُڑتی سی خبر یہ ہے کہ وہ آتے ہیں
دیکھئے درد کی کیا میرے دوا لاتے ہیں

لمحاتِ وصال کے خوش کُن تصور سے جہاں شاعر لطف اندوز ہو رہا ہے وہیں اس خدشہ اور کشمکش میں بھی مبتلا ہے کہ یہ وصل دائمی ہجر کی تمہید ہو لفظ "دیکھئے" کا استعمال شعر میں عجیب کیفیت پیدا کر رہا ہے ؎

چھا گئی آنکھوں میں اس گُل کے تصوّر سے بہار
پھُول ہی پھُول ہر اک سمت نظر آتے ہیں

کس قدر کامل جذبہ ہے کہ طبیعت میں صرف اس گُل کے تصور ہی سے طمانیت، طراوٹ اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے، جب اس کا تصور ہی بہار آفریں ہے تو وہ خود کیا ہوگا؟

فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، جدتِ فکر، ندرتِ خیال، اسلوب کا بانکپن، اچھوتی تشبیہات اور استعارے، محاوروں کا برمحل استعمال وہ عوامل ہیں جو شعر میں زندگی، تازگی و شگفتگی اور بے ساختگی پیدا کرتے ہیں تحسینؔ کے اشعار میں جابجا ان کی جھلکیاں نظر آتی ہیں ؎

آشیاں میرا گلُستاں سے اُڑا کر لے گئی
خیر پوری ہوگئی بادِ خزاں کی آرزو !

یادِ ساقی میں پیا کرتے ہیں اب تو خونِ دل
ہم کو تھی جب تھی شرابِ ارغواں کی آرزو ؎

جذبۂ دل تجھے اللہ سلامت رکھے !
چشمِ بد دور وہ گھر میرے چلے آتے ہیں

دریچہ سے وہ خوش رو جھانکتا ہے ؛ فلک پر یہ مہ کامل نہیں ہے
میں ہوں مشتاق لیکن آنکھ میری ؛ جمالِ یار کے قابل نہیں ہے

روایتی اسلوبِ سخن کی ایک بڑی نمایاں صفت اس کا وہ درد مانوس انداز ہے جسے عرفِ عام میں "رنگِ تغزل" کہا جاتا ہے جس نے اُردو شاعری کو بڑا انیکھاپن بخشا ہے۔ ہزاروں اس کے غمزے کا شکار رہے ہیں لیکن موجودہ دور جسے ادبی کساد بازاری کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس رنگ سے یکسر خالی نظر آتا ہے۔ شاعری سمٹ کر صرف ذات کے اظہار تک محدود ہوگئی ہے اور عوام الناس کے لئے ایک پہیلی کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ اور آفاقیت سے قطعی علاقہ نہیں رکھتی، یہی سبب ہے کہ آج کی شاعری کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہو پا رہی ہے جو قدیم رنگِ سخن کو حاصل ہے۔ آج کے جدید و علامتی اشعار کے مقابلے میں اگر تحسین کے یہ شعر رکھے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ قاری و سامع تحسین کے اشعار کو زیادہ پسند کریں گے کیونکہ یہ اشعار زبان و بیان اور اپنی تازگی کے لحاظ سے کافی کشش رکھتے ہیں ؎

جسے دیکھا اُسے لوٹا، جسے تاکا اُسے مارا
بڑی رہزن بڑی جلاد وہ کافر نظر نکلی

نہ جینے دیتی ہے مجھ کو نہ مرنے دیتی ہے مجھکو
تری اُلفت تو مجھ سے بھی سوا بیداد گر نکلی

قضا ہے جان لینے میں جِلانے میں مسیحا ہے
عجب تاثیر ٹھوکر میں تری اے فتنہ گر نکلی

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال من آمد
۔عا تحسین جب دل سے سرِ وقتِ سحر نکلی

ہر ایک تلفظ ہوا انمول کسی کا ؛ موتی کی لڑی بن گئی تقدیر کسی کی

یہ گریہ و زاری تری بیسود ہے اے دل
سُنتا نہیں جب وہ بُتِ بے پیر کسی کی

خاص طور پر یہ شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

جنت مجھے میراث میں آدم سے ملی ہے
چھن جائے یہ ممکن نہیں جاگیر کسی کی!

تحسین نے یہ شعر اس انداز سے کہا ہے کہ جیسے وہ مستقبل کو دیکھ ہی رہے تھے اور آخر تختۂ دار پر چڑھ کر اس شہیدِ وطن نے اپنی آبائی جاگیر حاصل کرہی لی۔

منشی محمد شعبان تحسین ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں شہادت پائی۔ یعنی انھوں نے صرف ۳۳ برس کی عمر پائی جس میں دو سال قید خانے کی نذر ہو گئے لیکن اس مختصر سی زندگی میں بھی انھوں نے جو کارنامے انجام دیئے وہ سو سالہ زندگی کا حاصل معلوم ہوتے ہیں۔

اگر تحسین اس قدر جلد ہم سے بچھڑ نہ گئے ہوتے تو یقیناً ان کی ذات سے مالیگاؤں کے ادب کو گراں بہا سرمایہ حاصل ہوتا۔ ان کی شہادت ایک زبردست المیہ تو ہے ہی لیکن ایک بڑا سانحہ یہ بھی ہے کہ ان کا سارا کلام ضائع ہوگیا۔ بڑی تلاش و جستجو کے بعد ان کا جو کچھ بھی کلام دستیاب ہو سکا ہے قارئین کی نذر کر رہا ہوں کہ اب یہی ان کی یادگار اور کُل کائنات ہیں ؎

آتا نہیں قابو میں کسی طرح سے وہ بُت
بن آتی نہیں ایک بھی تدبیر کسی کی

موسیٰ کی طرح محوِ تصور ہوں میں ایسا
ہے آٹھ پہر سامنے تصویر کسی کی

کمزور کا کیا حوصلہ شہ زور کے آگے
موت آئی تو چلتی نہیں تدبیر کسی کی

کس شوقِ شہادت میں گرے پڑتے ہیں عاشق
نکلی بھی نہیں میان سے شمشیر کسی کی

نرگس کی طرح وا نہ رہیں کیوں پسِ مُردن
آنکھوں میں پھرا کرتی ہے تصویر کسی کی

تحسین عبث کرتا ہے تو نالہ و فریاد
سُنتا ہی نہیں جب فلکِ پیر کسی کی

●●

یوتھ فورم

قومی راج کے مئی ۱۹۷۷ء کے شمارے سے ہم نے 'یوتھ فورم' کا ایک مستقل فیچر شروع کیا ہے۔ یہ نیا فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور انسٹی ٹیوٹ اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنیوالے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔

اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی کی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ وغیرہ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔ آپ اپنے مضامین مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' (پندرہ روزہ) نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵واں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

• پریم وار برٹنی
۱۱۶۹ - سیکٹر ۸ سی
چنڈی گڑھ (پنجاب)
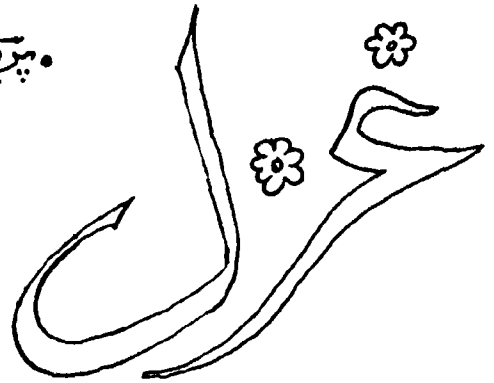
ہم بکھر جائیں گے نغموں بھرے خوابوں کی طرح
مطربہ! چھیڑ کبھی ہم کو ربابوں کی طرح

ایک پردے میں ہیں در پردہ بہت سے پردے
تیری یادیں ہیں پُراسرار حجابوں کی طرح

ظرف کی بات ہے کانٹوں کی خلش دل میں لئے
لوگ ملتے ہیں تر و تازہ گلابوں کی طرح

پیاس کی بوند جو چھلکے تو سمندر بن جائے
ہر نفس خواب دکھاتا ہے سرابوں کی طرح

جن کے سینوں میں ہیں محفوظ محبت کے خطوط
ہم ہیں کچھ ایسی دلآویز کتابوں کی طرح

اور اس دورِ برہنہ کا فسوں کیا کہیئے ؟
سب کے چہرے نظر آتے ہیں نقابوں کی طرح

دل تھا۔ وہ ٹوٹا ہوا تاج محل تھا۔ کیا تھا؟
چاندنی ڈھونڈھ رہی ہے جسے خوابونکی طرح

پریمؔ شاعر تو شہنشاہ ہوا کرتے ہیں !
تم مگر پھرتے ہو کیوں خانہ خرابوں کی طرح

• عدیل مستحسن
تیلی باغ، لکھنؤ (یو. پی)

عالمِ عارضی کی بات کرو
زندہ ہو زندگی کی بات کرو

اشک آ جائیں گے اِن آنکھوں میں
اب نہ تم دوستی کی بات کرو

بات تو جب ہے ظرف ور لوگو!
ہوش میں بیخودی کی بات کرو

شامِ غم سے ہے کچھ گمانِ سحر
رات بھر روشنی کی بات کرو

فرق مٹ جائے رہنمائی کا
رہزنوں رہبری کی بات کرو

آسماں کے ستارے بجھنے لگے
اشکِ تم شبنمی کی بات کرو

اہتمامِ وفا ضروری نہیں
عشق میں دل لگی کی بات کرو

آئینہ ہوں میں دوستو مجھ سے
فرطِ دیوانگی کی بات کرو

غم نہ ہو گر عدیلؔ مستحسن
فکر میں شاعری کی بات کرو

تبصرہ

خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

فِکرنامہ — فِکر تونسوی

'فکرنامہ' فی الحقیقت فکر و دانش کا نامہ ہی نہیں کارنامہ ہے۔ طنز و مزاح اور لطف و لطافت کا شاہکار! یہ فکر کا پلندہ نہیں بلکہ تخلیقی فکر اور سوچ بچار کو اُبھارتا ہے اور اس کی تونس بڑھاتا ہے۔ کرشن چندر نے خوب کہا تھا کہ یہ فکر تونسوی نہیں بلکہ فکر طنز وی ہیں۔

اُن کی فکر برجستہ اور مزاح آور ہے۔ اس کی تمثیل یوں ہے کہ ایک صاحب نے اشتہار دیا کہ انھیں ایک دانشور معتمد خصوصی کی ضرورت ہے جس میں ہر قسم کی صلاحیت موجود ہو۔ انھوں نے بہت ہی فیاضانہ مشاہرہ کا اعلان کیا۔ اُمیدواروں میں سے انھوں نے ایک کا انتخاب کیا اور انھیں یہ کام بتایا گیا کہ وہ ان کی ساری فکروں کو سنبھالے چنانچہ انھوں نے یہ کام سنبھال لیا، صبح سے شام تک اپنے مالک کی اُلجھنوں اور پریشانیوں سے نپٹتے رہے۔ مہینہ ختم ہوا اور ملازم نے اپنی تنخواہ مانگی۔ یہ بولے تنخواہ دینے کے لئے میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی نہیں اور حسبِ معاہدہ یہ فکر بھی آپ کے ذمہ ہے کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی۔"

لیجئے نوکری نہیں کی بلکہ فکرنامہ اپنے سر لے لیا۔ فکر تونسوی اس قسم کی فکریں بانٹتے نہیں۔

ان کا مستقل میدانِ صحافت 'پیاز کے چھلکے' ہے اور ان کے طنز و استہزاء کے نشتر پیاز کے چھلکوں کو ہر دم اتارتے رہتے ہیں اور ہر چھلکے کے اُترنے کے بعد سفید سے سفید پیاز نکھرتی ہے اور پیاز کی تیزی تلخ تر ہوتی جاتی ہے لیکن ان کی تحریروں کی نیش زنی، بسیار نویسی اور زود نویسی کے باوجود کسی کے لئے ازالۂ حیثیت عرفی، ہتک ریزی یا توہین عزت کی وجہ موجہ نہیں بنتی اس لئے کہ وہ اپنی تخلیق کو اپنے ہی نام معنون کرتے ہیں۔ "اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں" اور پھر اپنے آپ کو نشانۂ ملامت بناتے ہوئے بھی دوسروں کو اس چادر میں گھسیٹ لیتے ہیں اور بہ یک وقت تفنن تفکر مسرت، بصیرت، لطف و انبساط فراہم کرتے ہیں۔ خود آگاہ شخصیت کی وجہ سے خود برداشتہ مزاح آپ بیتی کی شکل میں "فکر بیتی" سے شروع ہوتا ہے پھر "جنم سے پُنر جنم تک" اپنے انتقال پُرملال پر آہیں بھرتے ہیں۔ اپنا "وصیت نامہ" تیار کرتے ہیں۔ پسماندگان میں بیوی بچوں کے علاوہ قرضداروں اور قرض خواہوں کے رُوپ میں چند دشمن بناتے ہیں کہ جو پہلے دوست تھے اور بعد از مرگ پھر دوستی کا دم بھریں گے۔

اس کے بعد خود کو عالمِ بالا پر پہنچا کر عالمِ برزخ میں بھٹکتے ہیں اور بالآخر "خدا کی جنت" میں داخل ہوتے ہیں اور اپنی دنیا اور اپنے وجود کو کل کائنات کے مالک اور ملائک سے متعارف کراتے ہیں۔

اپنی موت کے بعد یہ فنا فی اللہ نہیں ہوتے بلکہ مزاح کے سلسلۂ تناسخ کو جاری رکھنے کے لئے "قبر سے واپسی" کا حادثہ سناتے ہیں کہ ان کی روح کو نہ ساتویں آسمان پر اماں ملی اور نہ کسی اور کے جسدِ خاکی میں اماں جس کی وجہ سے ان کو اپنے مردہ جسم اور زندہ روح کے ساتھ وہیں پر لوٹنا پڑا کہ جہاں سے گئے تھے اور پھر اپنے خود کے تعزیتی جلسوں میں شرکت کرنے لگے اور اپنے "پُنر جنم" کی کہانی سُنانے بیٹھ گئے۔ یہاں تک فکر تونسوی کی خود آگاہ شخصیت میں شوخ و طرارستم ظریفی جھلکتی ہے۔ اپنی فطری مرقع نگاری، عکاسی، مصوری، بُت سازی اور لن ترانی سے ہنساتے نہیں بلکہ ہنسنے کا موڈ بناتے ہیں اور قارئین کے جمالیاتی حس کی تسکین کے ذرائع فراہم کرتے ہیں۔

"زورِ خطابت" "مشاعرے میں" "محلہ سُدھار کمیٹی میں" "لیڈروں کی محفل میں" اور پھر اپنے "جنم دن" پر شگفتگی، شائستگی، دردمندی، بذلہ سنجی کے ساتھ ساتھ معقولیت نامعقولیت، تضاد سوجھ بوجھ کی بوکھلاہٹ سے ہنساتے اور چونکاتے ہیں۔ پیکر تراشی اور ماحول آفرینی سے لطائف نگارخانہ سجاتے ہیں صحیح اور اعلیٰ ظرافت کی یہی پہچان ہے۔

"کچھ اپنی پرائی" میں جگ ہنسائی بالکل نہیں' نہ خندہ زہرآلود ہے اور نہ مضحک عناصر میں ظہور ترتیب ہے۔ فکر تونسوی محض لفظوں اور نکتوں کے اُلٹ پھیر کے جادو سے تخیل برانگیختہ جاندار ظرافت پیدا کرتے ہیں یہ دوسروں کا "وارنٹ گرفتاری" نہیں نکالتے بلکہ خود اسیرِ بلا بنتے ہیں۔

ان کی نظروں میں بیوی ایک لطیفہ ہے کہ جو دُہرانے سے باسی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایک ہی جنم کافی سمجھتے ہیں۔ بیویوں کو ٹریڈ یونین کے سارے حقوق سونپ دیتے ہیں کہ خود کو گلوخلاصی مل جائے۔

"بیوی کے ہجر میں" ایک مرثیہ ضرور لکھ ڈالتے ہیں۔ یہ رونا روتے ہیں "سوانار ایک بیمار" کے مصداق خود اپنی بیماری کا دکھ سُناتے ہیں۔

ان کی خود کی زندگی کا المیہ، طنزیہ یا زہرخند محسوس کرنا ہو یا سمجھنا ہو تو "آدھے آدمی کا سفر" مطالعہ کرنا ضروری ہے کہ ان کا یہ سفر وہاں سے شروع ہوتا ہے کہ جہاں سے ان کا آدھا جسم ان کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ان سے علیحدہ ہو جاتا ہے یعنی مفلوج ہو جاتا ہے لیکن مزاح کی حس ان کے دل و دماغ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے یہ آہ و بکا نہیں کرتے، شکوہ و شکایت

سے کام نہیں لیتے۔ اپنی اس بے بسی کو طنز و مزاح کی چاشنی میں رنگ کر اس کو دو آتشہ بناتے ہیں اور گل بوٹے کھلاتے ہیں۔ دعا ہے کہ زورِ قلم اور بھی تیز و تند ہو۔

"شوخیٔ گفتار" کے تحت "لعنت فکری"۔ "عرق انفعال" اور "پیاز کے چھلکے" ایسے اچھوتے اور رنگین موضوعات ہیں کہ جن کا منفرد اور رنگا رنگ اسلوب تحریر ان مٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ اپنی تصنیف کے جملہ حقوق سب کے نام بانٹ کر نکڑ تونسوی نے لطف و لطافت سے سب کو مالا مال کر دیا ہے۔ ان کی تخلیقات مزاحیہ ادب میں امر رہیں گی۔

قیمت، طباعت و اشاعت کے لحاظ سے یہ انمول رتن ہے۔

●●

گھاٹ چڑھے پاگلاس انعام!

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ 'پندرہ روزہ' قومی راج میں قارئین کی رائے' کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے موصول ہونیوالے بہتر اور خیال انگیز خط پر ۲۵ روپے کا انعام بھی دیا جاتا ہے۔

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو پسند کرتے ہیں اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کر سکتے ہیں اور اگر اس سلسلہ میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتے پر روانہ فرمایئے:

مدیر 'پندرہ روزہ' قومی راج'، نیو ایڈ منسٹریٹو بلڈنگ'، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۳۲

صفحہ ۲۰ سے آگے

چنچی کھڑی ہے کشن کے رخ پر نگاہ ہے
ہے پہلوئے جگر میں جگہ، دل میں راہ ہے
(منشی دوار کا پرساد افق لکھنوی)

لیکن آج کا شاعر ہمارے سماج کے بکھراؤ اور زندگی کی تلخیوں سے جدو جہد کر رہا ہے اس جدو جہد میں اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ راس رنگ خوشی کی محفل کے بجائے فضول خرچ کے ڈھونگ نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ پہلے وہ اپنی سماجی زندگی کے مسئلوں کو حل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد ہماری تہذیب و تمدن اور تیوہار کی بات کرنے کی سوچتا ہے ؂

روح کی آواز ہم آہنگ ساز و چنگ ہے
جو بڑے انسان پہ وہ انسانیت کا رنگ ہے
چاہتا ہوں گلشن کہنہ پہ آجائے شباب
تنکا تنکا پھول ہے اور پتہ پتہ آفتاب
ارتقا کے رنگ سے لبریز جھولی ہو مری
انقلاب ایسا کوئی ہو لے تو ہولی ہو مری
(سیماب اکبر آبادی)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو شاعری میں ہولی کے رنگ کی جو کشش ہے وہ تب تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک ہماری تہذیب و تمدن کی دنیا آباد ہے۔ اس کا حسن چڑھتے ہوئے سورج کی طرح بڑھتا ہی جائے گا۔ اور اس حسن کے چاہنے والے روز بروز اپنی تعداد میں اضافہ کرتے چلے جائیں گے۔

نفسِ امارہ

سمجھتا ہے جسے تو گل اے ناداں وہ ہے انگارہ
سراپا ہے ترے مدمقابل نفسِ امارہ!
تو پڑھ لاحول اس پر اور اس ام الخبائث پر
یہی شیطاں ہیں کر دیں گے تجھے گمراہ و آوارہ

مرزا پارس ہنگولوی

▲ شری وسنت دادا پاٹل، وزیر اعلیٰ ۲۹ مارچ کو منترالیہ ممبئی میں منعقدہ ایک اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ جس میں حلقہ ممبئی میں خریف مہم پر غور کیا گیا۔ اس تصویر میں (بائیں سے دائیں) ڈاکٹر پی ایم، ڈی کاتے وزیر زراعت، شری ایم، ڈی چودھری وزیر محصول، شری رام راؤ آدک وزیر آب پاشی اور شری بابوراؤ کالے، وزیر دیہی ترقی بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر تعلیم نے ۲۶ مارچ کو روٹری کلب کے زیر اہتمام مالیگاؤں ضلع ناسک میں مخلوط نسل مویشی نمائش کا افتتاح فرمایا۔ اس تصویر میں ڈاکٹر ہیرے مخلوط نسل کی ایک گائے دیکھ رہے ہیں۔

▼ ضلع سانگلی میں وسگڑے ناندرے کے قریب ایرالا ندی پر ایک پل
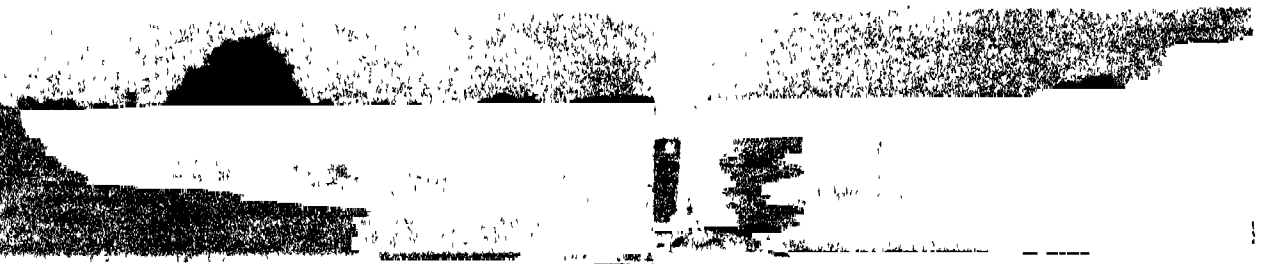
وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل آئی آپریشن دِشِبر، کی اختتامی تقریب سے خطاب کر رہے ہیں۔ جو ۲۸ مارچ سرودیہ ہسپتال گھاٹ کوپر بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔ اس تصویر میں ڈاکٹر ایم، سی، مودی، شری شر دلپوار، وزیر صنعت و محنت اور شری شیوراج پاٹل اسپیکر مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

طوفان زدگان کی امداد کے لئے ۱۵،۱ روپے کا چیک ملاڈ سینٹرل اسکول دہیموریل بال مندر کے پرنسپل وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کو پیش کر رہے ہیں۔

شری پرشوتم دار دھیکر، ریاست مہاراشٹر ڈرامہ مقابلوں کے سلسلے میں شری سبھاش سونا ڈتے کو بہترین ہدایت کاری پر ایوارڈ دے رہے ہیں۔ شری سبھاش نے ناٹک "ڈینر" کی ہدایت کاری کی تھی۔

ریاستی ڈرامہ مقابلوں میں ناٹیہ نرتا، ناشک کے پیش کردہ ناٹک "ڈینر" نے اول انعام حاصل کیا۔ اس تصویر میں شریمتی سوننداد کشت شری پرشوتم دار دیکر سے انعام قبول کرتے ہوئے دکھائی دے رہی ہیں۔

مہاراشٹر کے ۱۵۰۰ وارکریوں کی ڈنڈی سنت گیانیشور اور نامدیو ' پاڈکا ' سمیت وٹھل آشرم رشی کیش جاتے ہوئے راشٹرپتی بھون نئی دہلی میں ٹھہری تھی ۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں صدر ہند شری این سنجیوا ریڈی ' پاڈکا ' پر پھول چڑھا رہے ہیں ۔ شری وائی بی چوان بھی جو اس وقت لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر تھے دکھائی دے رہے ہیں ۔

محکمہ جنگلات کی جانب سے جاری کردہ منی بس جو سیاحوں کو ناگ جھرہ اور رلوے گاؤں پارک جیسے مقامات کی سیر کراتی ہے ۔

ضلع بلڈانہ کے شیگاؤں میں سنت گجانن مہاراج کا سوانگ پرگٹ دن انتیس مارچ کو منایا گیا ۔ اس موقع پر لی گئی تصاویر میں بائیں طرف ہوائی جہاز سے پھولوں کا چھڑکاؤ اور دائیں طرف مہان سنت کے مندر پر چراغاں
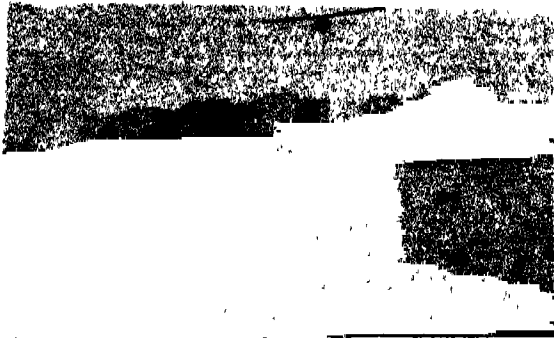
۵۰ لاکھ روپیہ کا چیک گورنر آندھرا پردیش کو پیش کیا گیا۔

شریمتی مکھرجی مہاراشٹر کے شہریوں کی شکر گذار۔

مہاراشٹر کے گورنر اور شہریوں کی طوفان زدوں کی امدادی کمیٹی کے صدر شری صادق علی نے یکم اپریل کو راج بھون میں ۵۰ لاکھ روپیہ کا چیک گورنر آندھرا پردیش شریمتی شاردا مکھرجی کی خدمت میں پیش کیا۔

شری صادق علی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آندھرا پردیش کے ساحلی علاقوں میں آندھی کی تباہ کاریوں نے دنیا بھر کو متاثر کیا ہے۔ اس آندھی میں جانی و مالی نقصانات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ان طوفان زدوں کی امداد کیلئے دنیا بھر کے عوام اور اداروں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ مہاراشٹر کے عوام نے بھی اپنی روایت برقرار رکھی اور متاثرہ افراد کیلئے دل کھول کر چندہ دیا۔

گورنر آندھرا پردیش سے رائے مشورہ کے بعد مہاراشٹر شہریوں کی امدادی کمیٹی نے طوفان سے متاثرہ افراد، خصوصاً ماہی گیروں اور بنکروں کی باز آبادکاری کی تجویز منظور کرلی ہے۔ گورنر شری صادق علی نے متاثرہ افراد کی امداد کو منظم طور سے جاری رکھنے پر شریمتی مکھرجی کی تعریف کی وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ بہتر ہوگا اگر آندھرا پردیش کے باشندوں کو آئندہ ایسی ناگہانی آفتوں سے بچانے کیلئے کسی مستقل حفاظتی اقدامات پر اس امدادی رقم کو صرف کیا جائے۔ آپ نے مزید کہا کہ ریاست مہاراشٹر کے باشندوں نے امدادی رقم جمع کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا نتیجتہً جمع شدہ رقم دو کروڑ تک پہنچ چکی ہے جبکہ اصل نشانہ صرف ایک کروڑ روپیہ تھا۔ آپنے ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے رقم جمع کرنے اور اسمیں اضافہ کرنے میں حصہ لیا۔ آپ نے یقین دلایا کہ جلد ہی اس رقم کی دوسری قسط بھی ادا کردی جائے گی۔

شریمتی شاردا مکھرجی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ریاست مہاراشٹر کے عوام کی تہہ دل سے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے ہمدردی اور بھائی چارہ کے جذبہ سے کام لیتے ہوئے آندھرا پردیش کے عوام کی امداد کیلئے دل کھول کر چندہ دیا۔

غریب بستیوں میں طبّی کیمپ لگوائیے

نائب وزیراعلیٰ کی ڈاکٹروں سے اپیل

ناگرک سہکاری رنگنالیہ میں طبّی تفتیش کے ایک شعبہ کا افتتاح کرتے ہوئے نائب وزیراعلیٰ مہاراشٹر، شری این، کے ترپوڑے نے ناگپور میں فرمایا کہ ہمیں اپنا سماجی قرض چکانا ہے۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ ہم غریبوں کیلئے مفت طبّی امداد کا انتظام کریں۔ آپ نے ڈاکٹروں سے اپیل کی کہ وہ غریبوں کی بستیوں میں طبّی کیمپ لگوائیں۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ کوآپریٹو ہسپتال کو کامیاب بنانے کے لئے ڈاکٹر، مریض اور شہریوں کو مل جل کر کام کرنا چاہیئے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ اس ہسپتال میں ۲۰ فیصد بستر سماج کے کمزور طبقات کے افراد کیلئے مخصوص کردیئے جائیں تو بہتر ہوگا۔

ناگپور شہر کے ہسپتالوں میں ابتک میڈیکل کالج ہسپتال میں چھ بستر اور مائو ہسپتال میں چار بستر تھے۔ اب کوآپریٹو ہسپتال میں دو بستر کے اضافے سے شہر کے ہسپتالوں میں بستروں کی کل تعداد ۱۲ ہوگئی ہے۔ آپ نے یقین دلایا کہ جلد ہی یہاں سرجری اور دل کی سرجری کے شعبے بھی قائم کئے جائینگے۔

نائب وزیراعلیٰ نے جوکہ کوآپریٹو ہسپتال کے چیرمین بھی ہیں۔ حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جلد ہی یہاں ڈایا لاسِس یونٹ بھی جاری کی جائیں گی۔ جس کے لئے شری رویانے آلات کا عطیہ دیا ہے۔ اس یونٹ کے جاری ہونے پر مریضوں کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو جائے گی جنھیں اپنے علاج کیلئے بمبئی جانا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر بی جے صوبیدار، وائس چیرمین نے اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا کہ یہ ہسپتال ۱۹۷۳ء میں شروع کیا گیا اور ۱۹۷۷ء تک یہاں مریضوں کی تعداد ۱۰،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ ہسپتال کے سکریٹری۔ ڈاکٹر دیے کاشیکر نے کہا کہ ہسپتال روز بروز ترقی پر ہے اور ہسپتال کی آمدنی ۳۰ سے ۲۵ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ اس ہسپتال میں آنجہانی شری بہاری لال جی کھانڈیل وال کے عطیات سے طبّی تفتیش کے شعبہ کا اجراء کیا گیا ہے۔

بمبئی میٹروپولیٹن ریجن اتھارٹی کا "کام کے مرکز" کا سروے

اوقات میں ردّ و بدل کی اسکیم

بمبئی میٹروپولیٹن علاقائی ترقی کی ٹرانسپورٹ اور آمد و رفت کمیٹی "کام کے مرکز" کا سروے کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ اس اسکیم کا منشاء

عظمیٰ کے مختلف اداروں میں کام کے اوقات کا جائزہ لینا ہے تاکہ ٹرینوں
یوں میں بھیڑ پر قابو پایا جاسکے۔ اس اسکیم میں تین درجے ہیں۔ پہلے درجے
ٹرینوں میں مسافروں کی آمد و رفت، دوسرے درجے میں ملازموں کے
فات سفر اور تیسرے درجے میں بمبئی کے اہم علاقوں میں بس مسافروں کی
راد کا جائزہ لینا ہے۔

فی الحال اس سروے کے تحت ۷،۴۰۰ اداروں میں سے ۵۰۰
وں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جہاں ۲۴ سے زیادہ ملازمین کام کرتے ہیں۔ اسی
ج ...۲۶ ملازمین کا انتخاب کیا گیا جن سے ان کے گھر سے کام کے مراکز
مسافت کے بارے میں معلومات اکٹھا کی جائیں گی۔ اس سروے کے مکمل
نے کے بعد کام کے اوقات کا تعین کیا جاسکے گا۔

میٹروپولیٹن اتھارٹی نے ملازمین، اداروں اور عوام سے اپیل کی ہے
. وہ اس سلسلے میں پورا پورا تعاون کریں۔

نہ ورانہ ٹیکس وغیرہ اب بنکوں میں قبول کئے جائینگے

حکومت مہاراشٹر نے یکم اپریل سے بمبئی عظمیٰ میں بذریعہ چیک یا
ر اسٹیٹ بنک آف انڈیا اور اسکی شاخیں اور مندرجہ ذیل ۱۴ دیگر قومیائے
ے بنکوں میں پروفیشن ٹیکس، سیلز ٹیکس، اور سنیٹرل سیلز ٹیکس کی ادائیگی کئے
انے کا انتظام کیا ہے۔

الہ آباد بنک، بنک آف برودہ۔ بنک آف انڈیا، بنک آف
ہاراشٹر، کینرا بنک، سنٹرل بنک آف انڈیا، دینا بنک، انڈین بنک،
نڈین اور سیز بنک، پنجاب نیشنل بنک، سنڈیکیٹ بنک، یونین بنک
ف انڈیا، یونائیٹڈ بنک آف انڈیا، اور یونائیٹڈ کمرشیل بنک۔

یہ سہولت ریزرو بنک اور اسٹیٹ بنک آف انڈیا کی مقررہ
اخوں کے علاوہ ہے۔ بیرون بمبئی کے باشندوں کیلئے پروفیشن ٹیکس کی ادائیگی
ذریعہ چیک مندرجہ بالا ۱۴ بنکوں میں سے کسی بھی بنک کی شاخ میں کیجائے گی۔
سہولت بھی ضلع کے مقررہ مرکز سے ادائیگی کی سہولت کے علاوہ ہے۔

چیک کسی بھی بنک کی شاخ کے نام ہونا چاہئیے جس کے ساتھ چالان
ارم منسلک ہونے چاہئیں۔ یہ فارم بنک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

سکول ٹیچروں کے بچوں کو مفت تعلیم

سکیم میں مزید رعائت

پرائمری اسکول ٹیچروں کے بچے جو اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اُن کے
لئے ایس۔ ایس۔ سی سے پہلی کلاسوں میں فری شپ کیلئے ۴۵ فیصدی مارکس
کی شرط کو حکومت مہاراشٹر نے آئندہ تعلیمی سال ۷۹ - ۱۹۷۸ سے ختم کردینے
کا فیصلہ کیا ہے۔ اب ایسے طالبعلموں کو اونچی کلاس میں ترقی دی جانے پر
فری شپ کی رعائت دی جائیگی۔ اونچی کلاس میں ترقی نہ ملنے پر ان طالبعلموں
کو یہ رعائت نہیں دیجائیگی۔ البتہ آئندہ سال آئندہ امتحان میں کامیاب
ہونے پر یہ رعایت دوبارہ دیجائیگی۔

مدت میں توسیع

بمبئی ڈویژن (بمبئی عظمیٰ کو چھوڑکر) اور مراٹھواڑہ کے علاقوں میں
دواخانوں میں کام کرنے والے ملازمین کی حالت ملازمت اور اجرت کے
سلسلے میں حکومت کو مشورہ دینے کی غرض سے قائم کیگئی کمیٹی کی مدت
میں ۳۰ اپریل ۱۹۷۸ء تک توسیع کردی گئی ہے۔

علاقائی ترقی قانون کے تحت کمپیٹنٹ اتھارٹی کا تقرر

مہاراشٹر ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ ایکٹ بابت ۱۹۷۶ء کے
تحت حکومت مہاراشٹر نے مندرجۂ ذیل چار آفیسران کا کمپیٹنٹ اتھارٹی
کی حیثیت سے تقرر کیا ہے۔ شری بی۔ این گلگے۔ ڈپٹی چیف ایڈمنسٹریٹیو
آفیسر (ٹرانزٹ کیمپ) بمبئی ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ، بمبئی آپکے
زیر تحت مذکورہ قانون کے آٹھویں باب میں درج علاقے ہیں)، شری ایم۔ این
نرسولے ڈپٹی کلکٹر، آپ کے تحت مذکورہ قانون کے آٹھویں باب میں درج
علاقے چھوڑ کر بمبئی شہر کے علاقے چھوڑکر بمبئی عظمیٰ کے علاقے واقع ماہم،
باندرہ، چونابھٹی، کرلا، چمبور، گھاٹکوپر، اور وکرولی ہیں۔ اور تھانہ ضلع
میں قلابہ اور رتناگری کے علاقے ہیں۔ سری آر، جی نرورکر، انڈر سکریٹری
آپکے تحت مذکورہ بالا علاقوں کے سوائے بمبئی عظمیٰ میں واقع تمام علاقے
ہیں۔ شری ایم۔ جی کالے ڈپٹی کلکٹر پونہ، آپکے زیر تحت ہاؤسنگ اور ایریا
ڈیولپمنٹ بورڈ میں شامل پونہ، اورنگ آباد اور ناگپور کے علاقے ہیں۔

میونسپل پرائمری ٹیچروں کی آزمائشی مدت

میونسپل اسکول بورڈ کے تحت مغربی مہاراشٹر میں واقع اسکولوں (بشمول
پونہ، شولاپور اور کولہاپور کے میونسپل کونسل کے اسکول) میں وہ تمام ٹیچر جن کا
تقرر ۱۴ دسمبر ۱۹۷۶ء اور ۲۵ ستمبر ۱۹۷۸ء کے درمیان ہوا ہے۔ ان کی آزمائشی
مدت بجائے دو سال کے ایک سال سمجھی جائے گی۔ اس مدت کے مکمل ہونے
پر یہ ٹیچر پہلے اضافے کے مستحق ہونگے۔ یکم اپریل ۱۹۷۶ء سے ان کی فرضی تنخواہ

مقرر ہونے کے بعد ہوئے کمیشن کو سفارشات کی روشنی میں حکومت کی جانب سے منظور کردہ نئے اسکیل میں نئے سرے سے مقرر کی جائیگی۔ البتہ یکم اپریل ۱۹۷۶ء سے قبل کے بقایا کے یہ ٹیچر مستحق نہیں ہونگے۔

سیاحت کو فروغ دینے کی کوششیں

بین الاقوامی کونسل برائے سیاحت کی جانب سے "اندرونی و بیرونی سیاحت کیلئے سہولیتیں" کے عنوان پر ایک کانفرنس کا وزیر اعلےٰ شری وسنت دادا پاٹل نے یکم اپریل کو افتتاح کیا۔ اس موقعہ پر اپنی تقریر میں شری پاٹل نے حکومت، کارپوریشن اور سیاحی اداروں کی سیاحت کو فروغ دینے کی کوششوں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ غیر دلچسپ مقاموں کو سیاحت کے نقطۂ نظر سے سدھارا جانا چاہیئے۔ آپ نے بتایا کہ مہاراشٹر پہلی ریاست ہے جہاں سیاحوں کیلئے کم از کم ۱۱ ہالی ڈے کیمپ جاری کئے گئے ہیں۔

شریمتی پربھاراؤ، وزیر برائے سیاحت نے مہاراشٹر میں سیاحت سے متعلق ایک تربیتی ادارہ قائم کئے جانے کی تجویز پیش کی۔

کونسل کے بانی و صدر شری جے، ایچ طالع یار خان نے مہمانوں کا استقبال کیا اور شری ڈی، آر، پردھان نے شکریہ ادا کیا۔

علامتوں اور ناموں کا قانون

سختی سے پابندی ضروری

اخبارات اور دیگر رسائل جنمیں سونیئیر اور اشتہارات وغیرہ شائع ہوتے ہیں۔ انھیں حکومت ہند نے مطلع کیا ہے کہ وہ علامتوں اور ناموں کے قانون (ناجائز استعمال سے گریز) بابت ۱۹۵۰ء کی شرائط کا نہ صرف دھیان رکھیں بلکہ اُن پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔

مذکورہ قانون مرکزی قانون ہے جس کی رو سے مرکزی حکومت یا حکومت کے کسی با اختیار عہدہ دار کی اجازت کے بغیر درج فہرست علامت یا نام کبھی بھی تجارتی یا نجی مقصد کیلئے یا کسی ٹریڈ مارک کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آیا بے خیالی میں یا مقصداً اِس قانون کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ حکومت یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ اِس قانون کی خلاف ورزی پر تعزیری اقدامات کئے جائینگے۔

کتاب کی ضبطی

گورنر اتر پردیش نے الجواد بک ڈپو، وارانسی کی جانب سے شائع کردہ کتاب "سلیم بن قیس الہلالی" کی ہر جلد کو بحق سرکار ضبط کرنے کا حکم دیا ہے۔

ایک کروڑ روپے کے بانڈ ۔ حکومت کی ضمانت

ریاست مہاراشٹر کی کارپوریشن برائے مالیت کی جانب سے جاری کردہ ایک کروڑ روپیہ کے بونڈ کیلئے حکومت نے ضمانت دینا منظور کیا ہے۔ یہ بونڈ اصل رقم مع شرح سود ½ ۶ فیصدی کی واجب الادائیگی کے سلسلے میں ہے۔ اس رقم میں سے انکم ٹیکس منہا کیا جائیگا۔

ایک کروڑ روپیہ سے زائد، ۱۰ فیصد رقم تک اور اس پر ½ ۶ شرح سود کیلئے بھی حکومت نے ضمانت دینا منظور کیا ہے۔

حکومت مہاراشٹر اور گوا، دمن اور دیو کی حکومتوں کے مابین معاہدہ کی رو سے اس ضمانت میں ½ حصہ کی ذمہ دار ہونگی۔

ملازمت پیشہ خواتین کیلئے ہوسٹل

حکومت ہند نے مرکزی حکومت کی اسکیم کے تحت ملازمت پیشہ خواتین کیلئے ہوسٹلوں کی تعمیر میں نرمی کر دی ہے جس کے تحت اب ہر اس شہر میں ہوسٹل تعمیر کیا جاسکے گا جہاں آبادی دو لاکھ یا اس سے زائد ہوگی۔ اس طرح سے ہر اس شہر میں ہاسٹل کی سہولت دستیاب ہوگی، جہاں ملازمت پیشہ خواتین کی تعداد کم از کم ۲۵ ہوگی۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ جہاں رضاکارانہ انجمنیں نہ ہوں وہاں لوکل باڈیز / اتھارٹیز کو امداد فراہم کی جائے گی۔

یہ امداد کسی بہت ہی خاص معاملہ میں ہی امداد باہمی ادارے کو دی جائیگی

مہاراشٹر نیوز ریل ع۱۱/۲

اِس نیوز ریل میں ۲۵ فروری ۱۹۷۸ء کو منعقدہ ریاستی اسمبلی انتخابات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خاص خاص پہلوؤں مثلاً مختلف پارٹیوں کے پرچار، حکام انتخابات کی جانب سے بیلٹ بکس، ووٹوں کی گنتی اور ووٹ ڈالنے کے بارے میں احتیاطی اقدامات کو تفصیل سے دکھایا گیا ہے۔ اس فلم کا اختتام وزیر اعلےٰ اور دیگر وزراء کی رسم حلف برداری پر ہوتا ہے۔ اس نیوز ریل میں جمہوریت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

دکھا (شراب بندی پر تیار کی گئی چھ ریل کی فیچر فلم)

اس فلم کی کہانی گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی کے گرد گھومتی ہے جس کا نام چنگی ہے۔ ستائی گاؤں میں رہنے والی یہ لڑکی بڑی بھولی بھالی اور ہنس مکھ ہے۔ اس کا بوڑھا باپ مزدور ہے اور اس کا چھوٹا بھائی کھیتوں اور سمندر کے کنارے گھومتا پھرتا ہے۔

چنگی کو اسی گاؤں کے ایک نوجوان وشواس سے لگاؤ تھا۔ وشواس اس گاؤں میں زندگی کی نئی روح پھونکنا چاہتا تھا۔ دونوں خاندانوں میں بڑی یگانگت تھی اور گاؤں بھی اُن کا ہمنوا تھا۔

اپنے بوڑھے باپ کے اٹھ جانے سے چنگی تن تنہا رہ گئی اسے اپنا گھر بار سنبھالنا پڑا اور چھوٹے بھائی کی پرورش کی ذمے داری اسی پر آ پڑی وشواس اس کی مدد کرتا اور کھیتی باڑی میں اس کا ہاتھ بٹاتا۔ دھیرے دھیرے وشواس کی محبت چنگی کے دل میں پروان چڑھنے لگی اور من ہی من میں وشواس سے بیاہ کی اچھا پیدا ہوئی۔ چنگی کے پتا کی موت کے بعد گاؤں کا ایک درزی گنگارام چنگی پر بری نظر رکھنے لگا۔ گنگارام وشواس اور اس کے ترقی پسند خیالات سے جلتا تھا۔

ایک دن، وشواس ایک 'کسان سمینار' میں شرکت کے لئے ضلع کے صدر مقام چلا گیا اور چنگی سے کہہ گیا کہ میں 'پورن ماشی' کے دن واپس آؤں گا جبکہ گاؤں میں میلہ بھی بھرتا ہے۔ چنگی دن بھر راہ دیکھتی رہی لیکن وشواس واپس نہیں آیا۔ یہ 'پورن ماشی' کا دن تھا اور گاؤں کا میلہ پورے شباب پر تھا۔ چنگی لوگوں کی بھیڑ میں گھومتی رہی۔ اس کی آنکھیں وشواس کو تلاش کر رہی تھیں لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ چنگی اپنے گھر لوٹتے ہوئے اس گلی سے گذری جہاں گنگارام کا مکان تھا۔ پورا گاؤں میلہ منانے میں مصروف تھا۔ گنگارام نے دیکھا چنگی اور اس کا چھوٹا بھائی اکیلے ہیں۔ اس نے انھیں گھر پر بلایا۔ چنگی کے چھوٹے بھائی کو اس کے یار دوست کھینچ کر گاؤں کے میلہ میں لے گئے۔ چنگی گنگارام کے گھر میں اکیلی بیٹھی رہ گئی۔ گنگارام نے شراب پی اور بدمست ہو گیا۔ اس نے اس کی تنہائی سے فائدہ اٹھا کر اس کی عزت لوٹ لی۔ میلہ میں اس کے یار دوستوں نے چنگی کے چھوٹے بھائی کو بھی زبردستی شراب پلائی اور نتیجہ یہ کہ وہاں چنگی کی مدد کرنے والا کوئی نہ رہا۔ گنگارام نے گاؤں کی اس بھولی بھالی دوشیزہ چنگی کے دامن کو داغدار اور اس کی عصمت کو پارہ پارہ کر دیا وہ اس وقت مدد کے لئے اپنے چھوٹے بھائی ہی کو پکار سکتی تھی، لیکن وہ تو خود نشہ میں تھا۔

چنگی گاؤں میں رسوا ہو گئی۔ چنگی وشواس کے ساتھ بیاہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے وفا نہ کی۔ چنگی کا آخری سہارا اس کا چھوٹا بھائی ہی تھا لیکن وہ بھی شراب میں ڈوب چکا تھا۔ گنگارام کو وہ اپنے پتا کے سمان سمجھتی تھی لیکن اس بدبخت نے اس کی عزت ہی لوٹ لی۔ چنگی جیون سے نراش ہو گئی۔

پھر اس نراش اور بے سہارا لڑکی کی ایک مل مزدور جگو سے شادی ہو گئی۔ کچھ دن تو زندگی چین سے گذری۔ لیکن ایک دن جگو گھر واپس آیا، اس وقت اس نے خوب پی رکھی تھی اور شراب کی خالی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔ چنگی کو یہ دیکھ کر سخت صدمہ پہنچا۔ اس نے وحشت زدہ ڈب ڈبائی آنکھوں سے جگو کو اس طرح دیکھا جیسے کہ وہ کوئی بھوت ہو۔

ریاستی ڈرامہ مقابلہ

'پتر' کو پہلا انعام

سترہویں مہاراشٹر ریاست ناٹیہ مہوتسو کے سلسلے میں ڈائرکٹوریٹ آف کلچرل افیرز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر کے زیر اہتمام ڈرامہ مقابلہ میں "ناٹیہ نمرتا" ناسک کو اس کے ناٹک "پنتر" پر ۳۰۰۰ روپے کا اول انعام اور بڑودہ امیچرز ڈرامیٹک کلب بڑودہ کو اس کے ڈرامے "کرائم پیشن" پر ۲۰۰۰ روپے کا دوسرا انعام دیا گیا۔ تیسرے انعام کے لئے ججوں نے کسی کی سفارش نہیں کی۔

۱۷۶ داخلوں میں سے صرف ۱۱ ڈرامے آخری مقابلے کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

شری سبھاش سوناونے کو "پتر" ناٹک کی بہترین ہدایت کاری پر ۵۰۰ روپے کا پہلا انعام، شری بشونت کیلکر کو دوسرا انعام ۲۵۰ روپے (کرائم پیشن) شری وسنت پرانجپے کو تیسرا انعام ۱۵۰ روپے (پراوشتھا پاش دیو) کو دیا گیا۔

چوتھے انعام کے لئے ججوں نے کسی کی سفارش نہیں کی۔

کرائم پیشن ڈرامے میں بہترین لائٹ پر شری رمیش کدم کو ۱۰۱ روپے اور شری نریندر داتے کو ناٹک پتر میں بہترین سیٹنگ پر ۱۰۱ روپے کا انعام دیا گیا۔ پتر میں بہترین موسیقی پر شری کیلاش پاٹل اور شریمتی نندنی بیجے کو ۱۰۱ روپے کا انعام دیا گیا۔

بہترین اداکاری پر ۱۰۱ روپے کا انعام نیز ایک ایک سلور میڈل نو اداکاروں کو دیا گیا۔

ججوں کے فرائض شری جی آر، کامت، شری ڈبلیو ایل، کلکرنی، شری اشوک جین، شری وسنت سبنس اور شریمتی پشپا بھاوے نے انجام دیئے۔

ڈرامہ "پیتر" (اول انعام) ڈرامہ نگار منوہر شمانے
ہدایت کار سبھاش سوناڈنے، کماری بجے شری
کالے (ماں) شری کرشنا دکشت (باپ)
اور شری انیل دکشت (اجیت) ڈرامہ کے
ایک منظر میں۔

ڈرامہ "پیتر"، شریمتی سواننددی دکشت (دہنی)
اور شری انیل دکشت (اجیت) ڈرامے کے
ایک نازک منظر میں۔

موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲ نے گورنمنٹ سینٹرل پریس، ممبئی ۴۰۰۰۰۴ میں چھپوا کر شائع کیا

قومی راج

★ مہاراشٹر سرگرمِ عمل
★ ماڑیا گونڈ۔ ترقی کے لئے طویل سفر
★ دیہی صنعت کاری

۱۰ مئی ۱۹۷۸ء • قیمت: ۵۰ پیسے

بمبئی کے مرمت اور تعمیرِ نو عمارات بورڈ نے ابتک
۳۰ عمارتیں نئے سرے سے تعمیر کی ہیں۔ جن میں ۲٫۸۰۰
مکانات ہیں۔
یہ اُس نئی عمارت کی تصویر ہے جو اس بورڈ نے
"تنڈے واڑی" نائیگام میں تعمیر کی ہے۔ اس کے علاوہ
بورڈ نے ۳٫۳۵۰ عمارتوں کی مرمت و درستی کا کام بھی
انجام دیا ہے۔

ادیباسی بچے بھی اب تعلیم پا رہے ہیں۔ سالِ رواں
میں قبائلی ذیلی منصوبہ کے لئے چالیس کروڑ روپے کی
رقم رکھی گئی ہے تاکہ ادیباسیوں سے متعلق تعلیم صحت
زراعت، آبپاشی اور سوا اصلاتی پروگرام کی رفتار
تیز کی جا سکے۔

واشی، نئی بمبئی میں نئی بستی جو
ـڈکو نے تعمیر کی ہے

قومی راج

جلد ۵ ؛ ۱۰ رمئی ۱۹۷۸ء ؛ شمارہ نمبر ۹

ہر ماہ کی ۱۰ ر اور ۲۵ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ✶ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی. اے. ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم. ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سخنہائے گفتنی

یکم مئی ۱۹۶۰ء کو ریاست مہاراشٹر کی تشکیل ہوئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک مہاراشٹر میں بے مثال ترقی ہوئی ہے جس کی جھلکیاں آپ کو شری بنود راؤ کے مضمون 'مہاراشٹر سرگرم عمل' میں نظر آئیں گی۔ اس کے ساتھ ہی دیگر اہم معلوماتی مضامین بھی اس شمارے میں شامل ہیں۔

قومی راج کا یہ شمارہ دراصل "یوم مہاراشٹر" نمبر ہے۔ اس شمارے میں "جنگل بانی" کے عنوان پر شری این. جے جوشی کی تخلیق شامل ہے۔ جوشی صاحب نے بڑے پُراثر انداز میں جنگلات، درخت کاری اور جنگلات سے حاصل ہونے والی اشیاء کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔

۲۹ ر اپریل کو راج بھون بمبئی کے دربار ہال میں مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کی جانب سے جلسۂ تقسیم انعامات منعقد ہوا جس کے بارے میں آپ کو تفصیلی معلومات اس شمارے سے حاصل ہوں گی۔

جہاں تک ادبی صفحات کا تعلق ہے اس شمارے میں غزلوں کے علاوہ شری نوشاد علی کا تاثراتی مضمون "فلمی موسیقی اور عوامی بولیاں" اور ڈاکٹر خورشید نعمانی کا مقالہ "مجاز کی انقلابی شاعری" پیش خدمت ہے جو آپ کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ اپنی رائے بطور خاص تحریر فرماتے رہیئے۔

خواجہ عبدالغفور

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

غریبوں کیلئے مزید آسامیاں

یومِ مہاراشٹر کے موقع پر

وزیراعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کا پیغام

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل نے یوم مہاراشٹر کے موقع پر اپنے پیغام میں اعلان کیا کہ ایسے افراد کے لئے جن کے خاندان میں کوئی بھی برسر روزگار نہ ہو، نیم سرکاری اور امداد باہمی اداروں نیز حکومت سے امداد پانے والے تعلیمی اداروں میں اسّی فیصدی آسامیاں محفوظ کی جائیں گی۔

آپ نے اس موقع پر ریڈیو اور ٹیلیویزن سے نشر کئے گئے اپنے پیغام میں انکشاف کیا کہ نئی حکومت نے غریبوں کی فلاح و بہبودی سے متعلق متعدد اسکیمیں تشکیل دی ہیں جن پر عوام کے تعاون سے کامیابی کے ساتھ عمل کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ انھیں بڑے نازک وقت میں ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ عام انتخابات میں کسی پارٹی کو فیصلہ کن اکثریت حاصل نہیں ہوسکی لیکن عوام کی بہبود کے لئے ایک مستحکم حکومت کی ضرورت کانگریس۔ سوشلسٹ محاذ نے پوری کردی ہے جو جمہوریت اور سوشلزم پر یقین رکھتی ہے۔

وزیراعلیٰ نے کہا کہ مالی طور پر کمزور طلباء کے لئے مفت تعلیم کی سہولت مہیا کرنے کے لئے آمدنی کی حد مزید بڑھانے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ اس کے علاوہ ریاست کے ہر تعلقہ میں غریب لڑکیوں کے لئے ایک ہوسٹل تعمیر کرنے پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔

شری پاٹل نے اعلان کیا کہ اقلیتی طبقوں کی شکایات اور ان کے مسائل حل کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا اور اس کی سفارشات پر ضروری توجہ دی جائے گی۔ ادی واسیوں کے تعلق سے آپ نے بتایا کہ ان طبقات کو دستور میں دی گئی مراعات سے باقاعدہ فیضیاب کرنے کے لئے ایک خصوصی سیل قائم کیا جائے گا۔

وزیراعلیٰ نے مزید کہا کہ زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے ایک تحریک چلائی جائے گی، اور کسانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انھیں زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

مزدور طبقے کی فلاح و بہبود سے متعلق آپ نے کہا کہ اس سلسلے میں متعدد اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ آئندہ پانچ سال میں ریاست کے ہر تعلقہ میں کم از کم ایک انڈسٹریل اسٹیٹ قائم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ایسی صنعتیں جہاں ... دا یا اس سے زائد افراد ملازمت کرتے ہوں انھیں کم از کم اجرت کے قانون کا پابند بنایا جائے گا، اور ٹریڈ یونینوں کو اختیارات دیئے جائیں گے کہ وہ پراویڈنٹ فنڈ، انشورنس اور دیگر معاملوں میں دھوکہ دہی کے خلاف قانونی کارروائی کرسکیں۔

آخر میں آپ نے کہا کہ عوام کا بھروسہ اور عملی تعاون ہی موجودہ حکومت کے لئے زبردست طاقت کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے یقین دلایا کہ عوام کی توقعات اور خواہشات کی تکمیل کے لئے حکومت ہر ممکن جد و جہد جاری رکھے گی۔

● ڈنکر ساکریکر

ڈاکٹر کوٹنس :

ہندوستانی جذبہ کا ایک اعلیٰ نشان

ڈاکٹر دوار کاناتھ کوٹنس

صدیوں تک ہندوستان کی ایشیائی ہستیاں گمنامی کے گوشے میں تھیں ذہن میں وہ بہترین دن یاد نہ رہے جب کہ بدھ مت کے ماننے والے ہندو، اور اسلامی مشنریوں نے ہندوستان سے دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا اور لامتناہی پہاڑی سلسلوں کو پار کر کے اور مختلف مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے میلوں دور جاکر امن، محبت، بھائی چارگی کا پیغام، ہندوستانی فنون لطیفہ وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کو آگاہ کیا۔ نو آبادکاری جنگ کے تاریک دور میں یہ تمام باتیں ختم ہو گئیں۔ لیکن ہندوستانی جذبہ ساکت وصامت نہ رہ سکا۔ مفکروں اور شاعروں نے اس دیپ کو دوبارہ جلایا اور ہندوستان میں ایک بار پھر ایشیائی جذبہ پیدا ہوگیا۔

گرو دیو ٹیگور نے ہندوستان کے اولین ثقافتی سفیر کی حیثیت سے ایشیا کا دورہ کیا۔ اپنے چین کے دورے کے وقت جب وہ ٹوکیو میں تھے تو انھوں نے چین پر جاپان کے حملے کا ذکر بہت ہی غم اور غصہ کے ساتھ کیا تھا۔ ان کی اس تنقید کی وجہ سے ان پر حملہ بھی ہوا لیکن انھوں نے اپنے حالات کو بہت سنبھالا اور سیاسی یا فوجی طاقتوں کے سامنے سر نہ جھکایا۔

مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو نے ان کی اس اخلاقی اور ثقافتی جرأت کو بہت سراہا۔ اور اس کو ہندوستان میں پھیلانا چاہا۔ گرچہ ہندوستان خود آزادی کی جنگ لڑ رہا تھا پھر بھی اس نے ایشیا اور افریقہ میں بسنے والے لوگوں کی آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں برابر تعاون کیا۔

ان دنوں ہندوستان، چین سے زیادہ قریبی رشتہ اپنائے ہوئے تھا۔ اس زمانے میں چین، جاپان اور یورپ کے حملہ آوروں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں جب کہ جاپان نے اپنی طاقتوں کا استعمال چین کے خلاف کیا تو ہندوستانی طلبا، نے بمبئی میں واقع جاپان کے قونصل آفس کے سامنے مظاہرہ کیا اور چین کی حمایت میں نعرے لگائے۔ نیشنل کانگریس نے جب جواہر لال نہرو کی قیادت میں اس بات کا فیصلہ کیا کہ آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والے چینی لوگوں کے لئے ایک طبی مشن بھیجنا چاہیئے تو یہ تحریک ایک قومی تحریک کے طور پر نمودار ہو گئی۔ اس طبی مشن میں ہندوستان کے چنندہ لوگ شامل تھے۔ ڈاکٹر ایم اٹل اس مشن کے رہنما تھے۔ اس میں ڈاکٹر بی کے باسو، ڈاکٹر مکھرجی، ڈاکٹر گھولکر اور ڈاکٹر دوار کاناتھ کوٹنس تھے۔ ڈاکٹر کوٹنس نے چینی عوام کے دلوں کو جیت لیا۔ اور ان کا نام ہندوستانی اور چینی عوام کے درمیان دوستی اور بھائی چارگی کے لئے ایک کڑی بن گیا۔ ڈاکٹر کوٹنس ہندوستان کی طرف سے ایک بین الاقوامی نشان بن گئے۔

ہندوستان اور چین کے تعلقات جو کہ کوئی بیس سال سے کشیدہ تھے اب دونوں ملکوں کے رہنماؤں کی کوششوں سے ہموار ہوتے جا رہے ہیں جارحیت شک اور غصہ کی فضا رفتہ رفتہ دوستی میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ اسی لئے یہ ایک اچھا موقع ہے۔ جب کہ ڈاکٹر کوٹنس کی نمایاں کارگذاریوں کو اور ان کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

دوار کاناتھ کوٹنس سولاپور کے ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے میں

ڈاکٹر کوٹنس کی اہلیہ
چنگ لان
ان کی والدہ سیتا بائی
اور بیٹا انگ ہوا

پیدا ہوئے۔ طالب علم کی حیثیت سے وہ کوئی غیر معمولی نہ تھے۔ لیکن وہ بہت جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کر لینے والے اور حساس طبیعت کے تھے۔ وہ گاندھی جی کے عدم تعاون تحریک سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۲ء میں کھادی اور سودیشی کا حلف اٹھایا۔

وہ اپنی میڈیکل تعلیم کے لئے بمبئی آئے۔ جی۔ ایس میڈیکل میں ایک طالب علم کی حیثیت سے انھوں نے کالج کی ہڑتال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ڈین کے خلاف بہت شعلہ آور تقریریں کیں۔ اس کے نتیجہ میں انھیں یہ کالج چھوڑنا پڑا۔ اور پھر گرانٹ میڈیکل کالج میں داخلہ لینا پڑا۔ طالب علم کی حیثیت سے وہ جے جے اسپتال میں مریضوں کی تکلیف اور دکھ درد سے ذاتی طور پر واقف تھے اس لئے جب چین پر جاپان کے حملے کی خبریں آنے لگیں اور اس کے نتیجے میں جب اخباروں کے ذریعہ بھی معلوم ہوا کہ نہرو نے چین میں ایک میڈیکل مشن بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے تو دوارکا ناتھ کوٹنس اس مشن میں شامل ہونے کے لئے فوراً دوڑ پڑے۔

یکم ستمبر ۱۹۳۸ء کے دن بمبئی کے عوام کی طرف سے اس مشن کو زبردست طور پر الوداع کیا گیا۔ اس مشن کی رہنما شریمتی سروجنی نائیڈو تھیں۔ اس کو کولمبو، پی نونگ، سنگاپور اور ہانگ کانگ میں ہندوستانی اور چینی عوام کی طرف سے بہت اچھا استقبال پیش کیا گیا۔ چین پہنچنے کے بعد ہندوستانی ڈاکٹروں نے کئی مہینوں تک ہانکو اور چینگ کنگ جو کہ فروری ۱۹۳۹ء میں چین کے دارالخلافہ تھے کے فوجی اسپتالوں میں کام کیا۔ اس مشن کے ساتھ دوائیوں کے اور طبی سامانوں کے ۵۰ کیس تھے، ایک ایکس رے یونٹ اور ایک ایمبولنس بھی تھی۔ ان سپاہیوں کے لئے جو کہ دشمنوں کے ساتھ بہت قلیل طبی سہولتوں کے ساتھ برسرپیکار تھے، ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے یہ تحفہ بہت ہی قیمتی تھا۔" چاؤ چینگ ایچ ہیز، ڈائرکٹر ہیلتھ ڈپارٹمنٹ چائینز پیپلز لبریشن آرمی نے فرمایا تھا:

۱۹۳۹ء بنیان کی طبی حالت بہت خراب تھی۔ ہندوستانی ڈاکٹروں نے فوج کی خاص سہولتیں طلب نہیں کیں۔ غاروں میں اپنے دن گذارے، سادہ کھانا کھا کر لوگوں کی تکالیف اور مصیبتوں میں ہاتھ بٹایا۔ ماؤزے تنگ اکثر ان سے ملاقات کے لئے آتا اور انھیں اپنے خاندانی مہمان کی طرح اکثر دعوت پر مدعو کرتا تھا۔ ہندوستانی ڈاکٹر خاص طور پر ڈاکٹر کوٹنس چین کے بڑے بڑے لیڈروں بشمول ماؤزے تنگ، چو، این، لائی۔ چو۔ تے کمانڈر انچیف آف، ۱۸ ردیں آرمی گروپ کے اچھے دوستوں میں شامل ہو گئے۔

تاہم ہندوستانی ڈاکٹر اندر واقع اسپتالوں کے کاموں سے زیادہ خوش نہیں تھے وہ چاہتے تھے کہ وہ محاذ تک جائیں اور زخمی سپاہیوں کو فوری طبی امداد پہنچا کر ان کی زندگیوں کو بچالیں۔ ان کی یہ بھی دلی خواہش تھی کہ جدوجہد کی اولین رپورٹ کو حاصل کر سکیں۔ آخرکار ۴ نومبر ۱۹۳۹ء کے دن ڈاکٹر کوٹنس، ڈاکٹر اٹل اور ڈاکٹر باسو بنیان چھوڑ کر شانسی پروانس کے جنوب مشرقی حصے کی جانب جاپانی، مخالف اڈوں پر پہنچ گئے۔ انھیں ۱۱۷ ویں رجمنٹ کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ اور انھوں نے اوہینی اور بانی سوی کے محاذ پر اپنا کام انجام دیا۔ جنگ میں وقفے کے دوران انھوں نے رجمنٹ کے افسروں سے گوریلا جنگ کے تجربات سنے جس میں ڈاکٹر کوٹنس نے بہت دلچسپی لی۔ انھوں نے اس لیکچر کے

شمالی چین کے شہر شجیا چانگ کے یادگار قبرستان میں
ڈاکٹر کوٹنس کی سمادھی

عنوانات لوٹ کرلئے۔

جنگی حالات میں کام کرتے وقت ڈاکٹر کوٹنس اور ان کے رفقاء کو بے حساب دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کو دشمنوں کے حلقوں تک پہنچ جانا پڑتا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں خزاں کے دنوں میں ڈاکٹر کوٹنس اور باسو جاپانی مخالف اڈوں تک جو کہ شنسی، چھاہار، ہوپی بارڈر ریجن تک پہنچ گئے۔ اس وقت ۸ ویں فوجیوں نے جاپانیوں کے خلاف ایک زبردست حملہ کر دیا تھا اور گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ ڈاکٹر کوٹنس کو جنوبی محاذ پر بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے اپنے کاموں کا تین طرفہ جائزہ لیا۔ (۱) مریضوں اور زخمیوں کی فوری تیمارداری (۲) کسی بھی زخمی کو جنگی محاذ پر پڑا نہ رہنے دیا جائے۔ (۳) طبی سامانوں اور دوائیوں کا کفایتی استعمال، ۱۳ دن کی جنگ کے دوران ڈاکٹر کوٹنس نے آٹھ سو سے زیادہ سپاہیوں کا علاج کیا اور ۵۵۸ آپریشن کئے۔ وہ ۷۲ گھنٹوں تک آرام سے سو نہ سکے۔ صرف اس وجہ سے کہ زخمی سپاہیوں کا وقت پر علاج کیا جا سکے۔ جو کہ گھمسان کی جنگ سے لگاتار لائے جا رہے تھے۔

ینیان واپس آنے پر ڈاکٹر کوٹنس نے شنسی چھاہار ہوپی بارڈر ریجن کے بین الاقوامی امن اسپتال کے ڈائرکٹر کی ذمہ داری قبول کر لی انھوں نے سرجری کے مضمون پر بے شمار میڈیکل اسکول میں کئی بار لیکچر بھی دیا۔ انھوں نے مریضوں کی خدمت بھی کی اور ساتھ ہی ساتھ پڑھاتے بھی تھے۔ دو سال سے زیادہ عرصے تک انھوں نے شنسی چھاہار ہوپی بارڈر ریجن میں کام کیا اور ۹۰۰ سے زیادہ آپریشن کئے اور سینکڑوں

تروپی راج

مریضوں کو موت کے منہ سے بچا لیا۔ وہ بہت رحمدل اور نرم دل تھے اور مریضوں کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اکثر وہ آپریشن کرتے وقت کھانے کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے اور رات کو بہت تھوڑی دیر کے لئے سوتے تھے۔ اس خدمت کی وجہ سے وہ وہاں کے لوگوں میں بہت مقبول ہو گئے اور ان کو پیار سے "بلیک ماما" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

۱۹۴۱ء میں شنسی چھاہار، ہوپی بارڈر ریجن میں زندگی بہت تکلیف دہ ہو گئی اس لئے کہ جنگ پورے زور شور سے جاری تھی۔ ڈاکٹر کوٹنس سپاہیوں کے ساتھ رہتے تھے۔

کئی مہینوں تک آپریشنوں کا سلسلہ چلتا رہا لیکن انھوں نے کبھی بھی تھکاوٹ کا اظہار نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ زندگی کی خوشیوں سے ہمکنار رہے۔ ڈاکٹر باسو کو لکھتے ہوئے انھوں نے یہ لکھا: "میں یہاں مصیبتوں اور دشواریوں کی زندگی گذار رہا ہوں۔ ایسی مصیبتیں جن سے میں اب تک دوچار نہیں ہوا۔ لیکن مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب بھی میری زندگی خوشی اور لطف سے بھری ہوئی ہے۔ مجھے بہادر فوج اور ان لوگوں سے محبت ہے جو کہ جواں مردوں کی طرح کچلے جا رہے ہیں۔ قسطائی اپنی طاقت کے بل بوتے پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ وہ اکثر اپنے چینی دوستوں سے یہ کہتے تھے کہ ان کا چین آنے کا مقصد یہ ہے: (۱) محاذ پر جا کر زخمی افسروں اور سپاہیوں کا علاج کرنا (۲) جاپان اور قسطائیوں کے خلاف جنگ میں فتح کا پرچار کرنا۔ (۳) سیکھنے کے لئے۔

جب وہ چنگ کنگ میں تھے تو انھیں اپنے والد کی موت کی غمناک خبر ملی اور ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ گھر واپس آجائیں انھوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا "یہاں لوگوں کو میری بہت ضرورت ہے"۔

ان کی شادی چنگ لن سے ہوئی جو اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ محبت میں مذہب، زبان اور قومیت کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ وہ پیکنگ میں جبکہ جاپانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا ایک نرس کی تربیت حاصل کر رہی تھیں خوش قسمتی سے وہ ینیان فرار ہونے میں کامیاب ہو گئیں جہاں وہ نرسنگ کی تعلیم دیتی تھیں۔ اور ڈاکٹر کوٹنس کی اسسٹنٹ رہیں۔ ڈاکٹر کوٹنس کی تکلیف زدہ لوگوں کی مدد نے اس کا دل جیت لیا اور جلد ہی ان دونوں نے شادی کر لی ان کا ایک لڑکا ہے جس کا نام ہوا ہے جس کے معنی ہندوستان اور چین ہیں۔

بہت جلد لگاتار محنت نے اپنا اثر دکھایا ان پر مرگی کا دورہ

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

بمبئی میٹروپولیٹن ریجن ڈیولپمنٹ اتھارٹی

مقاصد و فرائض

رام منوہر تریاٹھی

وزیر مملکت برائے شہری ترقی، پروٹوکول، اطلاعات و پبلسٹی شری رام منوہر تریاٹھی نے بمرڈا کے قیام، مقاصد اور فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ اُمید ظاہر کی کہ باضابطہ ترقیاتی مراکز کو فروغ دینے کے لئے اس کی کوششوں سے آئندہ نہ صرف شہریوں کی زندگی بہتر ہوگی بلکہ اس سے دیہی معیشت کو بھی تقویت پہنچے گی۔

بمبئی شہر جس کی آبادی ۱۹۵۱ء میں ۲۹ لاکھ تھی اب ۷۵ لاکھ سے متجاوز ہوگئی ہے۔ یہ حیرتناک اضافہ لازماً معیشت و حرفت کی تحریک، قدرتی بندرگاہ، ریاستی سرکار کے صدر مقام اور مالیاتی و بنک اداروں کے اجتماع کے باعث رونما ہوا۔ اس لگاتار اضافے اور ترقی کے ساتھ مسائل بھی بڑھے۔ ان میں مکانات، فراہمیٔ آب اور نقل و حمل جیسے کٹھن مسائل کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ بڑھوتری بمبئی عظمیٰ کی علاقائی حدود تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ گرد و نواح کے علاقے خصوصاً کلیان کے نواح میں شمال مشرقی علاقے بہ کسی حد تک بندرگاہ کے پار اصل خطہ میں بھی پھیل گئی۔

وسیع بنیاد پر علاقائی منصوبہ بندی کی ضرورت ۱۹۶۵ء میں اس وقت واضح ہوئی جبکہ آنجہانی ڈاکٹر ڈی۔ آر گاڈگل کی زیر صدارت مقررہ کمیٹی نے یہ سفارش کی کہ ایک قانون وضع کیا جائے تاکہ میٹروپولیٹن ریجنل پلاننگ بورڈس کا قیام عمل میں آسکے۔ نیز انھوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ بمبئی کے لئے میٹروپولیٹن ریجن کی بنیاد پر منصوبہ بندی کی جائے۔ چنانچہ علاقائی منصوبہ بنانے کے لئے مہاراشٹر ریجنل اور ٹاؤن پلاننگ ایکٹ بابت ۱۹۶۶ء کے تحت بمبئی میٹروپولیٹن ریجنل پلاننگ بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔

تین سال کی طویل کارروائی کے بعد بورڈ نے ۱۹۷۰ء میں علاقائی منصوبے کا مسودہ تیار کیا جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ بمبئی کے معاملے میں حل یہی ہے کہ اس علاقے میں نئے ترقیاتی مراکز کو سرگرم منصوبہ بند طریقہ پر ترقی دی جائے۔ نئی بمبئی اور کلیان کمپلکس کو اہم ترقیاتی مراکز قرار دیا گیا۔ اسی سال نئی بمبئی کی منصوبہ بندی اور ترقی کے لئے "سڈکو" کا قیام عمل میں آیا، جو بمبئی کے مقابل مرکز کشش ہوگا۔ علاقائی منصوبہ ۱۹۷۳ء میں منظور کیا گیا حالانکہ علاقائی منصوبے میں علاقائی ترقی کا نمونہ واضح طور پر پیش کیا گیا ہے تاہم اس علاقہ میں کارگزار مختلف ایجنسیوں کی سرگرمیوں میں لگاتار ربط و تعاون اور ان پر نگرانی کی ضرورت فی الواقعی محسوس کی گئی۔ لگاتار منصوبہ بندی، رابطہ اور ترقیاتی سرمایہ کاری کے لئے واحد میٹروپولیٹن اتھارٹی ضروری سمجھی گئی۔ لہٰذا ریاستی حکومت نے ۱۹۷۴ء میں بمبئی میٹروپولیٹن ریجن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (بمرڈا) ایکٹ وضع کیا اور مارچ ۱۹۷۵ء میں اتھارٹی کا قیام عمل میں آیا۔

اتھارٹی: یہ اتھارٹی ۱۶ اراکین پر مشتمل اعلیٰ سطح جماعت ہے جس میں ریاستی حکومت کے آٹھ وزراء، اس علاقہ میں مقامی اداروں کے منتخب صدر اور اس علاقے میں سرگرم عمل بڑی ترقیاتی ایجنسیوں کی نمائندگی کرنے والے عہدیداران شامل ہیں۔ وزیر برائے شہری ترقی (فی الحال وزیر اعلیٰ) اتھارٹی کے چیرمین ہیں۔ ایکٹ کی رو سے اتھارٹی کی ایک اسٹینڈنگ کمیٹی اور ایگزیکیٹو کمیٹی نیز تین کارگزار بورڈ یعنی ٹرانسپورٹ اور کمیونیکیشن بورڈ، واٹر ریسورسز مینجمنٹ بورڈ اور ہاؤسنگ اربن رینیول اور اکالوجی بورڈ قائم کئے جائیں گے جو اس کے عملی بازو ہیں۔

ایکٹ میں اتھارٹی کے لئے کچھ ذرائع سرمایہ بھی تجویز کئے گئے ہیں جو یہ ہیں:

(الف) ریاستی حکومت کی جانب سے سالانہ مبلغ پانچ کروڑ روپے کی رقم۔

(ب) ایک ریوالونگ فنڈ جس میں ریاستی حکومت کو کل ۱۰ کروڑ روپے کی رقم دینا ہوگی۔

(ج) قرضہ جات جو اتھارٹی مالیاتی اداروں یا حکومت سے حاصل کرسکتی ہے۔

(د) سیس یعنی خاص محصول جو ملکیت کی قابل شمار قیمت کے ۵ فیصد سے زیادہ نہ ہوگا۔ یہ محصول ریاستی حکومت اتھارٹی کی درخواست پر عائد کرے گی۔

(۵) اتھارٹی کی اسکیموں سے فیضیاب ہونے والے علاقوں کے معاملہ سدھار محصول۔ ابتدا میں اتھارٹی کو زیادہ تر اول دو ذرائع پر انحصار کرنا ہوگا

امور و فرائض : اتھارٹی کے امور و فرائض یہ ہیں۔ (۱) منصوبہ بندی اور رابطہ (۲) پروجیکٹ کی ترتیب و ترقی اور ترقیٔ مالیات (۳) علاقائی سرمایہ کاری پروگرام (۴) علاقائی اہمیت کے حامل پروجیکٹوں کی عمل آوری (۵) لوکل اتھارٹی کی امداد اور (۶) خاص طرز کی ترقیات کے معاملے میں ترقیاتی نگرانی۔

منصوبہ بندی اور رابطہ : (الف) منصوبہ بندی اور رابطہ کے کام کی انجام دہی کے لئے یہ ضروری تھا کہ علاقائی ترقی کے پسندیدہ نمونہ کے بارے میں واضح خاکہ سامنے ہو۔ 'بمرڈا' کے مختلف پروجیکٹوں اور پالیسیوں کی رہنمائی کے لئے ایسے خاکے کی ضرورت تھی۔ اس سلسلہ میں اتھارٹی نے ایک پالیسی پیپر منظور کیا۔ موجودہ نمونہ ترقیات 'مونو۔ سینٹرک' نوعیت کا ہے جس میں جنوبی بمبئی حاوی مرکز ہے۔ جہاں سرکاری اور نجی دفاتر، مالیاتی ادارہ جات، تھوک اور ہیٹکل بیوپار نیز بندرگاہ سب ہی اکٹھا ہو گئے ہیں۔ بمبئی کے بیشتر موجودہ مسائل کا سبب اس کی خاص جزیرہ نمائی اور جغرافیائی حالت ہے۔

۱۹۷۱ء میں علاقائی شہری آبادی لگ بھگ ستّر لاکھ تھی۔ توقع ہے کہ یہ اس صدی کے اختتام تک ۱۵ ملین یعنی ڈیڑھ کروڑ تک پہنچ جائے گی اس خطہ میں شہری آبادی کی موجودہ تقسیم اور اس صدی کے اختتام تک متوقع اضافہ بالترتیب صفحہ ۹ اور ۱۰ پر خاکہ ۱ اور ۲ میں ظاہر کیا گیا ہے

اس پس منظر میں پالیسی پیپر کے تحت علاقائی ترقی کے دو خاکوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔ یہ خاکے صفحہ ۱۱ اور ۱۲ پر دیئے گئے ہیں۔ تعمیر مکانات، نقل و حمل اور پانی فراہمی پر لاگت کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکہ ۱ کی لاگت خاکہ ۲ کی لاگت سے ۲۰۰ کروڑ روپے تک بڑھ جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں یہ وہ قیمت ہے جو موجودہ علاقائی ترقی ڈھانچہ کو جاری رکھنے کی صورت میں دینا ہوگی۔

دونوں خاکوں میں بنیادی فرق جنوبی بمبئی میں وسائل روزی کے اکٹھا ہو جانے کے معاملے میں ہے جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ۱۹۸۶ء تک جنوبی بمبئی میں جاری ہونے والے ہر اضافی کام وغیرہ کے لئے مزید ۲۳,۰۰۰ روپے کی لاگت درکار ہوگی۔ بہر صورت ۱۹۸۶ء سے آگے یہ اضافی لاگت بڑھ کر ۴۸,۰۰۰ روپے تک پہنچ جائے گی۔ لہٰذا قرطاس میں علاقائی ترقی کے لئے دوسری قسم کے ترقیاتی مراکز کی پُرزور سفارش کی گئی ہے۔ مقررہ ترقیاتی مراکز یہ ہیں: باندرہ، کرلا کمپلیکس، دو ضلع مراکز (بمبئی عظمیٰ کے مشرقی اور مغربی مضافات میں ایک ایک) کلیان کمپلیکس اور نئی بمبئی۔

ترقی کے معاملے میں رہنمائی کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے قرطاس میں حسب ذیل لازمی پالیسیاں اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے:

(۱) تجارتی اور قیام دفتر پالیسی، (۲) صنعتی محل وقوع پالیسی (۳) علاقائی شہری تعمیر مکانات پالیسی اور (۴) علاقائی عام ٹرانسپورٹ پالیسی۔

مذکورہ بالا ہر ایک پالیسی کی ترتیب کے بارے میں تفصیلی کام الگ سے شروع کیا گیا ہے۔ علاقائی شہری ہاؤسنگ پالیسی کے متعلق کام مکمل ہو چکا ہے۔

(ب) علاقائی شہری ہاؤسنگ پالیسی۔ علاقائی شہری تعمیرات پر مفصل پالیسی قرطاس غور و خوض کے بعد اتھارٹی نے منظور کر لیا ہے۔ اس پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ اس علاقے کی ہاؤسنگ ضروریات کا تعین کیا جائے اور ایسی پالیسی وضع کی جائے جس سے مقررہ ذرائع اور حدود کے اندر ضروریات پوری ہو سکیں اور جھونپڑ پٹیوں کی بڑھوتری رک جائے۔ اس پالیسی کے تحت موجودہ مکانات کی حفاظت اور جھونپڑ پٹی سدھار کی ضروریات جتائی گئی ہے۔ نیز نئے مکانات کی تعمیر کے زبردست مسئلے پر پوری طرح توجہ دی گئی ہے۔ اندازہ ہے کہ اگلی دہائی میں ہر سال تقریباً ۶۰,۰۰۰ شہری ہاؤسنگ یونٹوں کی ضرورت ہوگی، جبکہ اس ضرورت کے مقابلے میں عوامی، نجی اور امداد باہمی شعبوں کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت کار اور مساعی سے کل ملا کر مجموعی طور سے یہ تعداد ہر سال تقریباً ۲۵,۰۰۰ یونٹ ہی ہوتی ہے۔

شہر میں بسنے والے خاندانوں کی آمدنی اور انھیں حاصل ہونیوالے قرضوں کی سہولت کا جائزہ لینے پر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۴۲ فیصدی افراد کا گھریلو بجٹ ۶۴۰ روپے سے کم ہے اور صرف ۱۹ فیصدی افراد کا بجٹ ۱۶۰۰ روپیہ سے زیادہ ہے۔ اس طرح سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ لوگوں کی اکثریت منعہ دمنزلہ آرسی سی گھروں کی تعمیر کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی۔ انھیں صرف دیسی ٹائل اور اینٹوں سے بنے ہوئے ایسے مکانات چاہئیں جن میں بوقت ضرورت توسیع کی جا سکتی ہے یا انھیں دوبارہ بنایا جا سکتا ہے۔ پھر بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ایسی قیمت پر اراضی دی جائے جو ان کے لئے قابل برداشت ہو اور۔ آر۔ایس کی پالیسی میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ آسامیوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔

اسی پالیسی کے پیش نظر مذکورہ بالا قسم کے مکانات کی تعمیر کے لئے یہ تجویز کیا ہے کہ عوامی ایجنسیاں مکانات کے لئے زمین کی حصولی

پرزیادہ توجہ دیں اور مکانات کی تعمیر کا کام مالکان پر چھوڑ دیں۔

او۔آر۔ایس کو مزید فروغ دینے کے لئے پبلک ہاؤسنگ اور ہاؤسنگ فنانس ایجنسیوں میں رابطہ قائم کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے تاکہ ان کے ذریعے مختلف آمدنی والے طبقات کو ضروری مالی امداد اور مکانات تقسیم کئے جاسکیں۔

(ج) نئی بمبئی کے لئے ترقیاتی منصوبہ کا مسودہ: بی۔ایم۔آر۔ڈی۔اے (مرڈا) نے نئی بمبئی کے لئے ترقیاتی منصوبے سے متعلق کئی تجاویز پیش کی ہیں جن میں سے اہم یہ ہیں۔ نئی بمبئی میں سرکاری دفتروں کے قیام کے لئے (۱) حکومت کی کارروائیاں۔ (۲) 'سِڈکو' کو طویل المدتی قرض کی فراہمی تاکہ تعمیری کاموں میں مزید تاخیر نہ ہو۔

منصوبوں کی تشکیل: بی۔ایم۔آر۔ڈی اے (مرڈا) کا دوسرا اہم مقصد مختلف پروجیکٹوں کے لئے مالی اعانت کرنا ہے۔ اس کے لئے پروجیکٹوں کے انتخاب کی ذمہ داری اس ادارے نے اپنے سر لی ہے تاکہ قرض دینے والے اداروں کے ذریعے حاصل ہونیوالی مالی امداد علاقے کی ترقی پر ٹھیک طور سے استعمال کی جاسکے۔

اس سلسلے میں بمبئی شہری ٹرانسپورٹ پروجیکٹ کے لئے عالمی بنک سے ۲۵ ملین ڈالر کا قرض حاصل کرنے میں مذکورہ ادارہ نے قابلِ قدر جدوجہد کی ہے۔ اس پروجیکٹ میں بی۔ای۔ایس۔ٹی اور میونسپل کارپوریشن کی مدد لی جائے گی۔ انھیں مالی امداد دی جائے گی تاکہ بسوں کی سہولت حاصل ہوسکے اور بسوں کی آمدورفت کے لئے سڑکیں تعمیر ہوسکیں۔ اس کے علاوہ عوام کے لئے سڑکیں، فلائی اوور وغیرہ کا بھی انتظام ہوسکے۔ مذکورہ ادارہ کے ذمے اس پروجیکٹ کی نگرانی ہے۔

اس کے علاوہ مزید اقدامات پر غور کیا جارہا ہے۔ مثلاً وڈالا پر ایک ٹرک ٹرمینل قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔ اس کے علاوہ بمبئی کی بندرگاہ سے شمال میں تھانہ کریک اور الہاس ندی اور جنوب میں دھرمتر کریک تک دریائی راستے سے مال لانے لے جانے کے لئے سہولت کی فراہمی پر بھی غور کیا جارہا ہے۔ اس پروجیکٹ پر لاگت کا تخمینہ ۱۶ کروڑ روپیہ ہے۔ اس پروجیکٹ پر عمل کرنے کے لئے ایک کروڑ روپیہ کے صرفہ سے واشی پر بند تعمیر کرنے کے ایک منصوبہ کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ اس پر عمل درآمد کے نتیجہ میں بمبئی کی سڑکوں اور بندرگاہوں پر بھیڑ میں کافی کمی واقع ہوجائے گی۔

کلیان، تھانے اور بھیونڈی کے علاقوں میں ۸۰ کروڑ روپے کے صرفہ سے پانی کی فراہمی اور گٹر وغیرہ سے متعلق پروجیکٹ کے لئے مذکورہ ادارہ ایک رپورٹ کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس رپورٹ کے مکمل ہونے پر اس پروجیکٹ کے لئے عالمی بنک سے قرض حاصل ہوسکے گا۔ کلیان کمپلیکس کے لئے متعدد شعبوں پر منحصر ایک پروجیکٹ کا خاکہ ریاستی حکومت اور حکومت ہند کو پیش کیا جاچکا ہے تاکہ آئی۔ڈی۔اے سے قرضہ دستیاب ہوسکے۔

مختلف ترقیاتی کاموں کے لئے مالی امداد کے بطور بی۔ایم۔آر۔ڈی۔اے۔ (مرڈا) نے میفکو کو واشی میں ایک مارکیٹ کی تعمیر کے لئے اور علی باغ، بھیونڈی اور امبرناتھ میونسپل کونسل کو آب رسانی اسکیم کیلئے مالی امداد منظور کی ہے، پھر بھی فنڈ کی کمی کے باعث مذکورہ ادارہ مخصوص علاقوں سے متعلق کوئی اہم کام انجام نہیں دے سکا ہے۔

مذکورہ ادارے کے پاس دو طرح کے فنڈ ہیں۔ ایک فنڈ جسے متحرک فنڈ کہتے ہیں ایسے پروجیکٹوں کے لئے وقف ہے جن کے مکمل ہونے کے بعد لگایا گیا سرمایہ ایک خاص مدت میں واپس ہوسکتا ہے۔ دوسرا فنڈ قرض کی فراہمی کا فنڈ کہلاتا ہے۔ یہ فنڈ سرمایہ فراہم کرنیوالے مختلف اداروں سے مالی امداد کی صورت میں حاصل ہونیوالے سرمائے کو مختلف ایجنسیوں کے سپرد کئے جانے سے متعلق ہے۔

تعمیراتی کاموں کے لئے قرضوں کی شرائط نرم ہونی چاہئے۔ ایسے قرضے فی الحال صرف حکومت ہند اور عالمی بنک سے ہی حاصل ہوسکتے ہیں۔ پھر بھی براہ راست مستفید ہونے والے ادارے اور ریاستی حکومت، حکومت ہند اور عالمی بنک سے حاصل کئے ہوئے سرمایہ کے پیش نظر کم و بیش مساوی امداد دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مستفید ہونیوالے اداروں میں میونسپل کونسل مالی طور پر کمزور ہے۔ تھانے اور قلابہ کے کونسل اپنے وسائل سے اتنا سرمایہ پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

اس لئے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ بی۔ایم۔آر۔ڈی۔اے (مرڈا) قانون میں سالانہ پانچ کروڑ روپے سرمایہ کی فراہمی کی نسبت شرط پر غور کیا جائے۔ دوسرے معنوں میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ بمبئی عظمیٰ سے کاروباری نظام کو دوسرے علاقوں میں پھیلا دیا جائے۔ اس پروگرام میں تقویت اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ سالانہ پانچ کروڑ روپے کی فراہمی ممکن ہوسکے گی۔

سرمایہ لگائے جانے کا پروگرام: مختلف ایجنسیوں کے درمیان، جو ترقیاتی کاموں میں مصروف ہیں، رابطہ قائم کرنے کی غرض سے یہ پروگرام اہمیت رکھتا ہے۔ بی۔ایم۔آر۔ڈی۔اے (مرڈا) نے ۱۹۷۹-۸۴ء کی مدت تک سرمایہ کی فراہمی کے لئے ایک پنجسالہ منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت مختلف امور کے لئے باہمی طور پر سرمائے کی فراہمی کا اندازہ ہوسکے گا۔ موجودہ ذرائع اور حال

خاکہ ۲

ہونے والے ذرائع کے درمیان خلاء کو پورا کیا جا سکے گا۔ اس طرح کا طویل المدتی سرمایہ کا مطلوبہ علاقے کی ترقی میں تیزی پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

مخصوص پروجیکٹوں کی تکمیل :

اگرچہ مذکورہ ادارہ کا کام منصوبہ بندی اور رابطہ پیدا کرنا ہے۔ پھر بھی مخصوص پروجیکٹوں کی تکمیل اسی کے ذمے ہے۔ مثلاً باندرہ۔ کرلا کمپلیکس پروجیکٹ۔ اس پروجیکٹ کے لئے ماہم کریک کا ۳۵۰ ہیکٹر ساحلی علاقہ درکار ہوگا۔ اس کی تکمیل .... تجارتی ادارے اور ۲۰،۰۰۰ مکانات کے لئے گنجائش نکل سکے گی۔ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جنوبی بمبئی کے بی اور سی وارڈ میں واقع سوتی کپڑے کی تجارت کو باندرہ۔ کرلا میں منتقل کر دیا جائے۔ شروع شروع میں تقریباً ۳۰۰۰ ہول سیل یونٹ باندرہ کرلا منتقل کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ماہم۔ کریک ناکہ بندی کا منصوبہ بھی شامل ہے جس کی وجہ سے اطراف کے علاقوں میں قدرتی طور پر پانی کے نکاس میں سدھار پیدا ہو جائے گا اور سینٹرل ریلوے ٹریک اور آگرہ روڈ پر سیلاب جیسی صورت حال سے بچاؤ ہو سکے گا۔ اس مکمل پروجیکٹ پر کل ۵۰ کروڑ روپے کی لاگت کا اندازہ ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے گا اس رقم کا استعمال متحرک فنڈ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

باندرہ۔ کرلا کے علاوہ مذکورہ ادارہ علاقائی ترقیاتی اسکیم دیگر علاقوں مثلاً کلیان، تھانے اور بھیونڈی وغیرہ میں بھی آزمانا چاہتا ہے۔

مقامی اداروں کو امداد :

بمبئی عظمیٰ کے علاوہ ۱۳ میونسپل کونسلیں اس ریاست میں قائم ہیں۔ مختلف وجوہات کی بنا پر یہ کونسل ترقیاتی اسکیم سے متعلق بڑے امور کی ذمہ داری لینے کے قابل نہیں ہیں۔ مذکورہ ادارے نے ان مقامی اداروں کو امداد دینے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس سلسلے میں کلیان میں ایک دفتر قائم کیا گیا ہے۔ اسی دفتر سے مختلف ترقیاتی پروجیکٹوں کا منصوبہ بنایا جا چکا ہے اور ادارے کے بجٹ برائے ۷۹۔۱۹۷۸ء میں ۴۰ لاکھ روپیہ بطور مالی امداد شامل کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ مقامی اداروں کی مالی حالت کو سدھارنے کے لئے بھی مالی ذرائع میں توسیع پیدا کرنے سے متعلق امور میں ہر طور سے امداد کرتا ہے۔

ڈیولپمنٹ کنٹرول :

جیسا اس سے پہلے کہا گیا ہے کہ مذکورہ ادارہ کا خاص کام مختلف شعبوں کا پھیلاؤ ہے۔ اس کے باوجود اس کام میں مزید تیزی پیدا ہونے تک جنوبی بمبئی میں دفتروں اور ہول سیل اداروں کے پھیلاؤ کو روکنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لئے میٹرو بمبئی کے زیر قیادت ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے تاکہ ایسے امور پر قابو پایا جا سکے۔ اس کمیٹی کی سفارش پر مذکورہ ادارہ نے ۱۰ جون ۱۹۷۷ء کو ایک اطلاع نامے کے ذریعے اس بات کو ضروری قرار دیا کہ شہر بمبئی میں دفاتر اور ہول سیل شعبوں میں مزید ترقی کیلئے یا ۳۲ (۱) کے علاوہ ایف۔ ایس۔ آئی پر مشتمل ترقیاتی امور یا دہ امور جو ڈیولپمنٹ کنٹرول رول کے مطابق ہیں۔ ان تمام کے لئے مذکورہ ادارہ کی اجازت حاصل ہونا ضروری ہے۔ یہ اطلاع نامہ شروع میں دو سال تک نافذ رہے گا۔ اس مدت میں بمبئی عظمیٰ ترقیاتی منصوبہ پر نظر ثانی مکمل ہونے کی توقع ہے جس کے بعد موجودہ ڈیولپمنٹ کنٹرول رولس میں مذکورہ اطلاع نامے کو شامل کرنے کی گنجائش نکل سکے گی۔

علاقائی وسعت کی اہمیت کے پیش نظر مذکورہ ادارہ نے بمبئی عظمیٰ کے شہری مسائل کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ پھر بھی مذکورہ ادارہ دیہی مسائل سے بھی ناواقف نہیں ہے۔ مختلف وجوہات کی بنا پر یہ ادارہ دیہی مسائل پر زیادہ توجہ نہیں دے سکا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ ان علاقوں تعمیراتی کاموں کی بہت ضرورت ہے لیکن مالی طور سے اس قابل

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

خاکہ ۲: بمبئی میٹروپولیٹن ریجن آبادی ۲۰۰۱ء کا نقشہ ۲: پولی - نکلیٹڈ اسٹرکچر

خاکہ ۱۔ بمبئی میٹروپولیٹن ریجن ۲ آبادی ۱۹۷۱ء

خاکہ ۳: بمبئی میٹروپولیٹن ریجن آبادی ۲۰۰۱ء کا نقشہ ۱: موزوں سڑک اسٹرکچر

سماجی جنگل بانی

* (این ۔ جے جوشی (آئی۔ ایف۔ ایس)
کنزرویٹر آف فارسٹ و ڈپٹی
سیکریٹری، محکمہ محصولات جنگلات

سوشل فارسٹری، یعنی سماجی جنگل بانی حال ہی کی اصطلاح ہے لیکن
تصور نیا نہیں ۔ یہ اصطلاح اولاً انڈین فارسٹری کے ضمن میں قومی کمیشن
برائے زراعت نے اس موضوع پر اپنی عبوری رپورٹ میں استعمال کی
تھی جو کہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی تھی ۔ اس رپورٹ میں پیداواری جنگل
اور سماجی جنگل بانی (پروڈکشن فارسٹری اینڈ سوشل فارسٹری) کے درمیان
ں امتیاز کو مانا گیا ہے جس کا اظہار جیک ویسٹوبائے نے ہندوستان میں
۱۹۶۸ء میں منعقدہ نویں کامن ویلتھ فارسٹری کانفرنس سے اپنے افتتاحیہ خطبہ
ں کیا تھا ۔ اس امتیاز کی تفصیلات میں جانے سے قبل یہ مناسب ہوگا کہ ہم معاشرہ
ر جنگلات کے درمیان رشتہ پر نظر ڈالیں ۔

زمانۂ قدیم سے انسان اور جنگل کے درمیان قریبی رشتہ رہا ہے ۔ تمدن
کے آغاز سے قبل انسان غاروں میں رہتا تھا اور اس کی زندگی کا انحصار جنگل
سے دستیاب ہونے والے پھلوں اور سبزیوں نیز جنگلی جانوروں کے گوشت پر تھا ۔
ن کاشتکاری کی دریافت اور جانکاری کے بعد انسان نے خانہ بدوشی ترک کر دی
ر جنگلاتی اراضی کے قریب ہی دیہاتوں اور قصبات میں آباد ہو گیا اور وہیں زمین
ہموار کر کے کاشت کرنے لگا ۔

آبادی کے بڑھنے پر کاشت کاری اور آباد کاری کے لئے اور زیادہ زمین
کی ضرورت پڑی تو جنگل صاف کر کے یہ زمین حاصل کی گئی ۔ اس طرح ترقی تمدن
کے پہلے دور میں زیادہ سے زیادہ جنگل پاٹ دیئے گئے ۔

بہر حال جہاں یہ بربادی حد سے بڑھ گئی وہاں خود انسانی تمدن کے
وجود ہی کو خطرہ لاحق ہو گیا ۔ بابل اور میسوپوٹامیہ جیسے قدیم تہذیب و تمدن کی
بربادی کا ایک اصل سبب یہی ہے کہ یک لخت جنگلات کاٹ پاٹ
دینے سے فضا اور زراعت وغیرہ پر بُرا اثر پڑا تھا ۔

واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ دو صدیوں کے دوران ہی سائنٹفک طریقہ پر
انتظام جنگلات کی اہمیت تسلیم کی گئی تاکہ جنگلات کی حفاظت کی جا سکے
اور ہر سال متواتر جنگل کی مختلف پیداوار حاصل ہوتی رہے ۔ سائنسی طریقے پر
انتظام جنگلات کے معاملہ میں یورپی ممالک خصوصاً جرمنی اور فرانس
اول کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ہندوستان میں سائنسی طریقے پر جنگلات کی
دیکھ بھال یا جنگل بانی کا رواج مشکل سے ایک صدی پرانا ہے ۔ ۱۸۹۴ء
میں قومی جنگلات پالیسی وضع کی گئی ۔ اس پالیسی کے مطابق جنگلات ان
کے انتظامی مقاصد کے لحاظ سے چار اقسام میں تقسیم کئے گئے تھے ۔ (۱) محافظ
جنگلات جو ڈھلوان علاقہ میں واقع ہیں اور جن کی دیکھ بھال کی ضرورت
ہے تاکہ اس خطہ کی آب و ہوا اور قدرتی فضا صاف اور محفوظ رہے ۔
(۲) تجارتی جنگلات جن کی دیکھ بھال قیمتی عمارتی لکڑی کی پیداوار
کے مقصد سے ضروری ہے (۳) چھوٹے جنگلات جن کی نگہداشت کا خاص
مقصد یہ ہے کہ معمولی لکڑی، ایندھن اور چرائی کے لئے مقامی ضرورت پوری
ہوتی رہے ۔ (۴) چرائی زمین جو برائے نام جنگل ہے اور محض چرائی زمین کے طور
پر استعمال ہوتی ہے ۔ اس کے انتظام کا مقصد یہ ہے کہ مویشی چرانے کے لئے
مقامی ضرورت پوری ہوتی رہے ۔

اس پر نظر ثانی کی گئی اور ۱۹۵۲ء کی قومی جنگلات پالیسی نے اس
کی جگہ لی ۔ اولین جنگلات پالیسی کے بعد طبعی، معاشی اور سیاسی میدانوں
میں رونما ہونے والے انقلابات کے مدنظر یہ نظر ثانی ضروری تھی ۔ نئی پالیسی
کے تحت بھی جنگلات کی عملی درجہ بندی کی گئی یعنی محافظ جنگلات، قومی جنگلات
دیہی جنگلات اور شجری خطہ ۔ قومی جنگلات کی دیکھ ریکھ اس بنا پر ضروری
قرار دی گئی تاکہ ... پیداوار برابر بڑھتی رہے اور اس سے دفاع،
مواصلات اور صنعت کی ضروریات پوری ہوتی رہیں ۔ اس میں یہ سفارش
بھی کی گئی ہے کہ جہاں کہیں ممکن ہو قدرتی اور موسمی حالات کی بہتری نیز لوگوں
کی عام بھلائی کی غرض سے شجری اراضی رکھی جائے ۔ اس بات پر زور دیا
گیا ہے کہ پیداواری، حفاظتی اور طبعی اثرات وافادہ کے لحاظ سے جنگلات
زمین میں برابر کے حصہ دار ہیں ۔ اس طرح سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے
اور متوازن معیشت فروغ پاتی ہے ۔ لہٰذا یہ سفارش کی گئی کہ کل خطۂ زمین
کا اوسطاً ۱/۳ ۳۳ فیصد حصہ زیر جنگلات رکھنا چاہیئے ۔

مذکورہ بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جنگلات معاشرہ کی بھلائی میں
مختلف طریقوں سے کتنا اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ جنگلات آب و ہوا کو معتدل
رکھتے ہیں، بارش لاتے ہیں، زیر زمین نمی کو برقرار رکھتے ہیں اور زمین کو
کٹنے پھٹنے سے بچاتے ہیں ۔ ان سے نہ صرف متصل زراعتی زمین کی
قوتِ پیداوار برقرار رہتی ہے بلکہ یہ سیلاب کی روک تھام وغیرہ میں بھی
بڑے معاون ہوتے ہیں ۔

تجارتی یا قومی جنگلات سے عمارتی لکڑی جو فرنیچر بنانے اور ریلوے

لائن ڈالنے وغیرہ کے کام آتی ہے، جلانے کی لکڑی، کوئلہ ایندھن، مویشیوں کے لئے چارہ اور گھاس نیز اسی طرح کی کئی کارآمد اشیاء مثلاً بانس، شہد، لاکھ، ادویات اور جڑی بوٹیاں وغیرہ حاصل ہوتی ہیں.

آزادی کے بعد تیز رفتار صنعتی ترقی کے ساتھ خام مال کے طور پر جنگلاتی پیداواروں کی اہمیت ہماری قومی معیشت میں کافی بڑھ گئی ہے. مثلاً پیپر اور ریان صنعت کے لئے بانس اور پلپ وڈ، پلائی وڈ اور دیگر ٹمبر انڈسٹری کے لئے عمارتی لکڑی، کاٹھ انڈسٹری کے لئے کھیر ٹمبر اور ٹیننگ اینڈ انڈسٹری کے لئے درختوں کی چھال وغیرہ درکار ہوتی ہے. دیہی جنگلات، گاؤں واسیوں کی معمولی لکڑی کے لئے ضروریات پوری کرتے ہیں جو انھیں زراعتی آلات اور ایندھن کے لئے درکار ہوتی ہے. اس جدید زمانہ میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جنگلات لوگوں کے لئے سیر و تفریح کے مواقع بھی مہیا کرتے ہیں. آج صنعتی شہروں کے لوگوں کو بڑے ہیجان انگیز ماحول میں زندگی گذارنی پڑتی ہے. لہذا یہ نہایت ضروری ہے کہ شہری باشندے جنگل کے قدرتی پُرسکون اور فرحت بخش ماحول میں کچھ وقت گذاریں تاکہ ان کے دل و دماغ کو سکون اور راحت ملے آج خصوصاً جنگلی جانوروں کے مامن اور قومی پارکوں میں سیر و تفریح کا سامان ہے. اس بیان سے پیداواری جنگل اور سماجی جنگل بانی کے درمیان امتیاز بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے.

قومی پالیسی جنگلات کے تحت کُل رقبۂ زمین کے زیادہ سے زیادہ مقررہ ۳۳½ فیصد حصّہ کے مقابلے میں ہند میں مجموعی طور پر اصل فیصد حصّہ صرف ۲۲٫۸ ہے جبکہ مہاراشٹر میں یہ صرف ۲۱٫۵ فیصد ہے. اس طرح جنگلاتی رقبہ پیداواری نیز سماجی ضروریات پوری کرنے کے لئے نہایت ناکافی ہے.

اسی پس منظر میں قومی کمیشن برائے زراعت نے فارسٹری پر اپنی رپورٹ میں جو ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی تھی، دیہی آبادی اور جنگلاتی ذرائع کے بندوبست میں سوشل فارسٹری کی سماجی و اقتصادی اہمیت جتائی. کمیشن نے سماجی جنگل بانی کے حسب ذیل مقاصد تسلیم کئے ہیں:

۱) دیہی علاقوں کو جلانے کی لکڑی مہیا کرنا اور ایندھن کے طور پر گوبر کا استعمال روکنا.

۲) معمولی لکڑی کی فراہمی (۳) چارہ کی سپلائی

۴) زراعتی میدانوں کو ہواؤں سے بچانا

۵) سیر و تفریح کی سہولتیں بہم پہنچانا.

اگر سماجی جنگل بانی اوالذکر دو مقاصد پوری طرح پورے ہو جائیں، تو اس سے پیداواری جنگل پر بھاری بوجھ کم ہو گا جو اسے فی الحال ان ۲ مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اُٹھانا پڑتا ہے. نیز اس سے صنعتی استعمال کے لئے لکڑی کی بڑھتی ہوئی ضرورت پوری ہو سکے گی.

کمیشن نے سماجی جنگل بانی کے مقاصد کی تکمیل کے لئے حسب ذیل پروگرام کی سفارش کی ہے:

۱) فارم فارسٹری

۲) توسیعی جنگل بانی

۳) اُجڑے جنگلات کی بحالی

۴) تفریحی جنگل بانی

اب ہمیں مختصراً یہ دیکھنا ہے کہ اس پروگرام کا مطمح نظر کیا ہے.

فارم فارسٹری کا مقصد یہ ہے کہ فارم اراضی پر جنگل بانی یعنی انفرادی فارموں میں یا باندھ اور مینڈھ پر شجرکاری کی جائے. یہ نیا خیال نہیں ہے. فی الحقیقت اکثر کسان اپنے کھیتوں کی مینڈوں پر بانس، ٹیک، کھیر، نیم، ببول اور آم وغیرہ کے درخت لگاتے ہیں. ون مہوتسو منانے کے سلسلے میں بھی اس طرح کی شجرکاری کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے. بہرحال اس پروگرام کی پوری قوت بروئے کار نہیں آئی ہے. اگر زیادہ سے زیادہ ممکنہ حد تک فارم جنگل بانی پر عمل کیا جائے تو صرف اسی ذریعہ ہی سے ایندھن اور معمولی لکڑی کی ضرورت بخوبی پوری ہو سکتی ہے اور خاص جنگلات صنعتی لکڑی کی پیداوار کے لئے مختص رہ سکتے ہیں. اس طرح گوبر بھی بچ سکتا ہے اور اسے ایندھن کے طور پر جلانے کے بجائے کھاد کے طور پر کام میں لایا جا سکتا ہے.

فارم اراضی کے کنارے یوکلپٹس اور کیسورینا جیسے تیزی سے بڑھنے والے اقسام کی باقاعدہ شجرکاری غذائی فصل اُگانے کے مقابلے میں معاشی طور سے زیادہ سودمند ہے. گجرات اور تاملناڈو میں بشتر کسانوں نے اب زراعتی فصل کی جگہ درخت پودے کی فصل اُگانا شروع کر دی ہے. پنجاب اور ہریانہ میں بھی کھیت کناروں پر بڑے پیمانے پر یوکلپٹس درخت ہی اُگائے جا رہے ہیں.

توسیعی جنگل بانی

توسیعی جنگل بانی: اس میں تین طرح کے کام شامل ہیں:

(الف) بڑی زمین، پنچایتی زمین اور دیہی چرائی زمین پر گھاس، چارہ اور درخت اُگانا.

(ب) خشک خطوں میں درختوں کی چھتر پٹی تاکہ زراعتی اراضی تیز و تند ہواؤں کے باعث بربادی وغیرہ سے بچی رہے.

(ج) سڑکوں، نہروں اور ریلوے لائنوں کے کنارے کنارے تیزی سے بڑھنے والے اقسام کی درخت کاری.

مہاراشٹر میں پانچ سالہ منصوبہ جات کے تحت ۶۷-۱۹۶۶ء سے مشترکہ اراضی پر درخت کاری کی اسکیم روبہ عمل ہے اور ۷۸-۱۹۷۷ء تک

مختلف دیہاتوں میں ۸۹۲ر ۵ ہیکٹر پر کام ہو چکا ہے۔ محکمۂ جنگلات کی جانب سے پودے لگا کر اُن کی نگہداشت کا کام گرام پنچایتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

گجرات اور راجستھان میں درختوں کی چھتر پٹی کا کام بڑے پیمانے پر شروع کیا گیا ہے تاکہ کچھ اور راجستھان کے ریگستان کا پھیلاؤ روکا جا سکے۔ مہاراشٹر میں تیز ہواؤں سے ایسے نقصان کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے۔

پنجاب اور ہریانہ میں سڑکوں، نہروں اور ریلوے لائنوں کے کنارے شجر کاری کے سلسلہ میں قابل تعریف کام ہوا ہے۔ دہلی سے چنڈی گڑھ تک گرانٹ ٹرنک روڈ پر دونوں جانب یوکلپٹس درختوں کی دس پندرہ قطاریں لگائی گئی ہیں۔ فی الحال ان درختوں سے پیپر ملوں کو درکار گودا (پلپ وڈ) مہیا کیا جا رہا ہے۔ اس طرح سماجی جنگل بانی بھی پیداواری جنگل بانی ہی کی طرح فیض پہنچا رہی ہے۔

مہاراشٹر میں محکمۂ جنگلات نے ۶۷-۱۹۶۶ء سے لے کر ۷۷-۱۹۷۶ء تک ملگاؤں، دھولے اور اورنگ آباد اضلاع میں لب سڑک ۱۵۲۷ کلو میٹر طویل حصہ پر درخت کاری کی ہے۔ اب یہ کام پبلک ورکس اور ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا گیا ہے، کیونکہ یہ محکمہ ہی اس علاقہ کا ذمہ دار ہے۔ اور بہتر طریقے پر ان درختوں کی نگہداشت اور حفاظت کا کام انجام دے سکتا ہے۔ محکمۂ جنگلات اب صرف سڑکوں کے کنارے درخت کاری کے لئے پودے فراہم کرتا ہے۔

اُجاڑ جنگلات کی بحالی: دیہی اور نیم شہری علاقوں کے نواح میں بڑے اُجاڑ جنگلوں کو بحال کرنے اور وہاں تیزی سے بڑھنے والے اقسام کی شجر کاری کی ضرورت ہے جن سے مقامی آبادی کو ایندھن اور معمولی لکڑی مل سکے۔ اس پروگرام کے لئے حکومت ہند ۵۰ فیصد مالی امداد دیتی ہے۔ مہاراشٹر میں ایسے اُجاڑ جنگلات کی بحالی کے لئے ایک اسکیم ۷۷-۱۹۷۶ء سے زیر عمل ہے۔ اب تک ۲۸۱۱ ہیکٹر علاقہ پر درخت لگائے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ابھی بہت کچھ آگے کام کرنا ہے کیونکہ مہاراشٹر میں اس پروگرام کے تحت کل دو لاکھ سے بھی اوپر علاقہ آتا ہے۔

اس پروگرام کے تحت نیشنل پارکوں اور جنگلی جانوروں کے مامن کے علاوہ شہروں اور قصبات کے قریب ہرے بھرے کنج اور باغات بھی بنائے جائیں گے جہاں لوگ سیر و تفریح کر سکیں۔ مہاراشٹر نے اس سلسلہ میں نمایاں کام کیا ہے۔ یہاں چار نیشنل پارک (بوریولی، نوے گاؤں، پینچ اور تاڈوبا)، جنگلی جانوروں کے آٹھ مامن (ناگ زیرہ، بور، بادل، کنونت، تانسہ، کرنالہ، رادھانگری اور میل گھاٹ ٹائیگر ریزرو) نیز امبولی، پنہالہ، مہابلیشور، پنچ گاؤں، پاروتی نزد پونے، ماتھیران، سمینری ہل ناگپور، چکالا اور اورنگ آباد وغیرہ میں متعدد فارسٹ پارک ہیں۔

جنگلات ملک کی بیش بہا دولت ہیں۔ لہٰذا ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ اس دولت کی حفاظت کرنے میں معاون ہو۔ عام طور سے سماجی جنگل بانی اور خاص طور سے فارم فارسٹری اور توسیعی جنگل بانی کی کامیابی کا دار و مدار مقامی آبادی کے دلی تعاون عمل پر ہے۔ اس مقصد کے لئے لوگوں میں حسن تعاون عمل پیدا کرنا ایک بڑا کام ہے اور سماج کے روشن خیال طبقہ، منتظمین اور سماجی کارکنوں ہی کو یہ ذمہ داری اٹھانا ہوگی۔
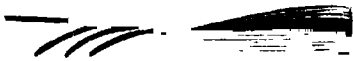
بہترین خط پر انعام

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پندرہ روزہ 'قومی راج' میں "قارئین کی رائے" کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلہ میں موصول ہونے والے بہتر اور خیال انگیز خط پر ۲۵ روپے کا انعام بھی دیا جاتا ہے۔

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو پسند کرتے ہیں اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کر سکتے ہیں اور اگر اس سلسلہ میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار کرنا چاہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط اس پتے پر روانہ فرمایئے:

مدیر 'قومی راج' پندرھواں منزلہ،
نیو ایڈ منسٹریٹو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

• آننت کرواڈے

ماڑیا گونڈ

ترقی کے لئے طویل سفر

گزشتہ سال انسداد جذام کے کام سے متعلق سماجی کارکنوں کی ایک کانفرنس اورنگ آباد میں منعقد ہوئی تھی۔ بابا آمٹے نے جو اس بیماری کو مٹانے میں اپنی سرگرمیوں کی بنا پر اب کرم یوگی کہلاتے ہیں کانفرنس میں مندوبین کے سامنے مثالی پروگرام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ طبی طلبہ کو چاہیئے کہ وہ ریاست کے ترقی یافتہ علاقوں کی بجائے نسبتاً غیر معروف علاقوں میں کام کریں۔ مندوبین کو آپ نے یہ مشورہ دیا کہ وہ دور دراز واقع مقام بھامر گڈھ کے دورے کا منصوبہ بنائیں جہاں ماڑیا گونڈ نامی قدیم اور گمنام قبیلہ آباد ہے۔

چنانچہ ۲۰ مئی ۱۹۷۷ء کو میڈیکل کالج اورنگ آباد کے ۱۶ میڈیکل طلبہ نے بھامر گڈھ جانے کا منصوبہ بنایا۔ یہ آنند ون، سومنا تھ اور ناگے پلی سے ہیم کلش تک ۲۰۰ کلومیٹر کی مسافت ہے۔ بابا کے صاحبزادے اور بہو ڈاکٹر پرکاش اور شریمتی مندا پرکاش ہیم کلش میں ایک اسپتال چلاتے ہیں۔ ان طلبہ نے تقریباً ۳۰ گاؤں کا دورہ کیا تاکہ ان قدیم باشندوں کی اصل زندگی اور رہن سہن کا قریب سے مشاہدہ کرسکیں۔ اس علاقہ میں ان کی آبادی تقریباً ستاسی ہزار ہے۔ یہ طلبہ کے لئے ایک نادر موقع تھا جبکہ وہ ایک ایسی زندگی کو دیکھ سکے جو ان کی اپنی زندگی سے کہیں الگ ہے۔

یہ سہل کام نہ تھا۔ یہ قدیم باشندے مہذب دنیا سے اس قدر نامانوس ہیں کہ جب کبھی وہ کسی شہری علاقے سے آنے والے اجنبی یا خوش پوش آدمی کو دیکھتے ہیں تو بھاگ کر پہاڑوں میں روپوش ہوجاتے ہیں۔ یہ خانہ بدوش قبائل ہیں۔ کس طرح تریسٹھ سالہ ضعیف بابا آمٹے ان لوگوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور ان سے رشتہ قائم رکھتے ہیں یہ واقعی ایک چمتکار سے کم نہیں۔

ان سے میل جول رکھنے کا صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ ان کے علاقے میں کاندا، ہلدی اور نمک فروخت کیا جائے۔ بابا نے یہ کام بڑی خوبی

اور ہوشیاری سے انجام دیا اور بالآخر وہ اس کاندے والے، کو اچھا ساتھی سمجھنے لگے۔

جہاں تک ان کی جسمانی ساخت اور روپ رنگ کا تعلق ہے: ماڑیا سیاہ فام لیکن بڑے جیوٹ لوگ ہیں۔ کمر کے گرد لپٹی چھوٹی سی لنگوٹی ہی مرد اور عورت دونوں کا لباس ہے۔ عورتیں اپنا سینہ چھپانے کے لئے بھی کوئی کپڑا نہیں پہنتیں۔ عورتیں چہرے پر "گودن" یعنی نقش کاری کی شوقین ہیں اور جس عورت کا چہرہ جتنا زیادہ گودن سے بھرا ہو وہ اتنی ہی زیادہ خوب صورت سمجھی جاتی ہے۔

یہ لوگ کسی قسم کے جوتے وغیرہ بھی نہیں پہنتے۔ وہ ننگے پاؤں ویران پتھریلے اور پہاڑی علاقوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور ان کے تلوے انتہائی سخت ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ غذا کی تلاش میں جگہ جگہ گھومتے ہیں لیکن ان کے پاؤں کبھی زخمی نہیں ہوتے۔

طلبہ نے ڈوبر، اربواڑہ، نیل گنڈہ اور لاہیر وغیرہ جیسے چھوٹے چھوٹے گاؤں کا دورہ کیا۔ گونڈ عموماً چھوٹے موٹے گاؤں ہی میں رہتے ہیں۔ جیسے ہی طلبہ ان کی بستی میں قدم رکھتے گونڈ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ خوش قسمتی سے ناشک کے مکنڈ دکشت اور سانگلی کے شرد کلکرنی یہ دو طالب علم ماڑیا بولی جانتے تھے۔ یہ دونوں ماڑیا کے مقبول گیت گاتے تاکہ وہ لوگ ادھر متوجہ ہوں۔ یہ ترکیب کارگر رہی اور دھیرے دھیرے ماڑیا ان پر بھروسہ کرنے لگے۔

گونڈ دنیا سے بے خبر لوگ ہیں۔ پہلے انھیں اتنا بھی نہیں معلوم تھا کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں۔ طلبہ کو دن کے وقت گاؤں میں چند ہی مرد نظر آئے۔ وہاں زیادہ تر عورتیں اور بچے ہی تھے انھیں بتایا گیا کہ مرد جنگل میں شکار کے لئے گئے ہیں۔ ان کا روزمرہ کا کھانا جڑ پودے ہیں۔ وہ پرندے بھی مارتے ہیں۔ غذا کی تلاش میں انھیں چاول مل جائیں تو وہ شوق سے کھا لیتے ہیں۔ وہ کھیتی باڑی سے ناواقف ہیں لہٰذا خود زمین جوتتے بوتے نہیں۔ ان کے علاقے میں نمک کمیاب ہے۔ لہٰذا وہ تین کلو چاول کے عوض صرف ایک کلو نمک لینے پر بھی آمادہ رہتے ہیں ایک جگہ بابا آمٹے نے بچوں میں بسکٹ اور چاکلیٹ تقسیم کیں یہ بچے کاغذ بھی نگل گئے جس میں چاکلیٹ لپٹی رہتی ہے۔

نقل گونڈوں کی خاص صفت ہے۔ اگر کسی نل پر آپ اپنے ہاتھ دھوئیں تو وہاں موجود ماڑیا بھی فوراً اپنے ہاتھ دھو ڈالے گا۔ آپ اشنان کریں گے تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ یہ سراسر نقل ہوتی ہے اور اسے دیکھ کر کوئی بھی شخص ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ماڑیا اس دھرتی کی ہر چیز کھاتے ہیں۔ وہ بھیڑ بکری، گوریا، کوے

دھوم دھڑاکے دار "ماڑیا ناچ"۔

ان میں شادی بیاہ کے موقع پر ناچ اور شراب نوشی کا عام رواج ہے۔

ڈھول اور بانسری ان کے مقبول آلات موسیقی ہیں۔

حتیٰ کہ سانپ تک کو مارنے سے نہیں چوکتے۔ وہ کافی دنوں کے لئے گوشت جمع کر لیتے ہیں۔ اس کا شوربہ تیار کرتے ہیں اور بھات کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ جو ذرا جان کار بن گئے ہیں ایک قسم کے چاول پوکری کی کاشت کرنے لگے ہیں۔ ان کی کاشت کاری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ موسم برسات سے قبل جنگل جلا ڈالتے ہیں اور وہاں بیج بکھیر دیتے ہیں یہی ان کی بوائی ہے۔ کو یری ایک قسم کا کھانے کا اناج ہے۔

وہ شکار پر جاتے ہیں اور جو بھی جانور ملے مار کر کھا جاتے ہیں۔ بہرحال ان کا عام کھانا جڑیں، پودے اور پرندے ہیں۔ طلبہ کو آس پاس کوئی گوریا یا کوا نظر نہیں آیا۔ انھیں وہاں صرف پرندہ نیل کنٹھ دکھائی دیا۔ یہ یقیناً مقدس پرندہ سمجھا جاتا ہوگا۔ اسی لئے بچ گیا۔ وہ مرغے مرغیاں بھی کھاتے ہیں۔ وہ دودھ نہیں پیتے۔ اس کے استعمال اور فوائد سے بھی ناواقف ہیں۔ حالاں کہ وہ گائیں پالتے ہیں۔ لیکن ان کا دودھ خود یا گھریلو ضرورت کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں یہ بچھڑوں کا حق ہے۔ یہ ان کا روایتی عقیدہ ہے۔ وہ اپنے پراچین ریت رواج کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ کبھی ان کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

گونڈ ہر قسم کے اناج گیہوں، جوار یا باجرہ سے واقف ہیں۔ لیکن خود کسی قسم کی بوائی نہیں کرتے۔ وہ ندیوں یا کنووں سے پانی لاتے ہیں شراب کے تو وہ رسیا ہیں۔ فی الحقیقت جنم، شادی بیاہ اور موت، یہ سب ان کے خیال میں صرف شراب نوشی ہی کے مواقع ہیں۔ وہ مہوا پھول سے شراب

ایک ماڑیا گونڈ اپنی بیوی کے ساتھ

بناتے ہیں۔ تاڑی بھی انھیں مرغوب ہے۔ شراب پی کر جھوٹی جھوٹی باتوں پر لڑ بیٹھتے ہیں۔

کچھ لوگ شہد جمع کرتے ہیں۔ وہ شیر کا شکار بھی کرتے ہیں اور اس کی کھال بیچ دیتے ہیں۔ وہ مچھلی کا شکار بھی کرتے ہیں لیکن اس کے لئے جال نہیں بلکہ بانس کے جھابے استعمال کرتے ہیں۔ بانس سے تیر کمان بھی بناتے ہیں۔ کچھ لوگ تیندو کی پتیوں سے بیڑیاں بھی بناتے ہیں۔ ہزار پتیوں کا گٹھا تین چار روپے میں پڑتا ہے۔ ماڑیا چاہے تو دن بھر اتنا کام بخوبی انجام دے کر باقاعدہ کمائی کر سکتا ہے۔ وہ بیل بھی پالتے ہیں اور بیڑی کے پتے ڈھونے کے لئے انھیں استعمال کرتے ہیں۔

ماڑیا کو ہتھیاروں کا بھی شوق ہے۔ تیر کمان اور کلہاڑی سدا ان کے پاس رہتی ہے۔ کچھ لوگ بندوق بھی رکھتے ہیں۔ ان ہتھیاروں سے وہ جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ چیتے بھی ان کی زد سے نہیں بچتے۔

ماڑیا عورتیں زیورات کی شوقین ہیں۔ وہ عام طور سے چاندی ہی کے زیور پسند کرتی ہیں۔ وہ عموماً چاندی اور رنگین موتیوں سے بنی مالائیں پہنتی ہیں۔ ایسے ہی اتنے زیادہ زیور پہنتی ہیں کہ ساری گردن ڈھک جاتی ہے۔ وہ کانوں میں بڑے بالے ہاتھ میں چاندی کی چوڑیاں، پاؤں میں کڑے اور انگلیوں میں چھلے انگوٹھیاں پہنتی ہیں۔ بالوں میں ہیرپن بھی لگاتی ہیں۔ ماڑیا مرد اتنے زیور نہیں پہنتے۔ کچھ مرد صرف دائیں ہاتھ میں کڑا، چوڑی اور کان میں ایک قسم کا چھلا ڈالے رہتے ہیں۔ مرد داڑھی مونڈتے ہیں۔ لیکن مونچھیں رکھتے ہیں۔ بعض لڑکے سر کے بال بیچ میں سے کاڑھتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ انھیں کنگھا بھی استعمال کرنا آتا ہے۔

وہ جادو ٹونے پر وشواس رکھتے ہیں۔ کسی کے بیمار پڑنے پر پہلے وہ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس پر کسی جادو ٹونے کا اثر تو نہیں، پھر ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔ اپنے گاؤں سے باہر والوں کے جادو ٹونے کو دور کرنے کے لئے وہ آر پار دو بانس گاڑتے ہیں اور پرندہ وغیرہ مار کر اس پر باندھ دیتے ہیں۔

وہ بانس کے چھوٹے چھوٹے منڈپ بنا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ چھکڑے گاڑیاں بھی بناتے ہیں۔ اور منت مانتے ہیں کہ وہ حادثات سے محفوظ رہیں۔

طلبہ نے کوہیم گنڈا میں ماڑیوں کا ایک مندر بھی دیکھا جہاں مٹی کی مورتیاں بنی تھیں۔ مور کے پر بکھرے تھے۔ نیز وہاں لکڑی اور پتھر کی مورتیاں بھی تھیں۔

ماڑیوں میں شادی بیاہ کی رسوم بالکل جدا ہیں لڑکی اور لڑکوں کے

کالے اور جیوٹ ماڑیا
ہتھیار انہیں بہت عزیز ہیں۔ کلہاڑی سدا ان کے پاس رہتی ہے۔

بالغ ہونے پر انھیں تین دن تک 'گوٹل' (مشترکہ قیام گاہ) جہاں وہ آزادی سے آپس میں ملتے ہیں اور قربت حاصل کرتے ہیں۔ چوتھے دن لڑکے اپنی اپنی دلہن پسند کرتے ہیں۔ ہر لڑکا جو لڑکی اسے پسند ہو اور جس سے شادی کرنا چاہتا ہو اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔ اس طرح گاؤں پنچایت کے سامنے بیاہ ہوتا ہے۔ لڑکی اس طرح دلہن ہونے کے بعد صرف اپنے شوہر ہی سے جنسی تعلق رکھتی ہے۔ گو گونڈوں میں شادی سے قبل ایسے میل جول کی اجازت ہے لیکن شادی کے بعد اس کی قطعی ممانعت ہے۔ گونڈ لڑکیوں کو بھی اپنا اپنا بر پسند کرنے کی آزادی ہے اور کسی لڑکی کو ایسے لڑکے سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جو اسے پسند نہ ہو۔ گو گوٹل میں لڑکا آزادی سے جنسی میل رکھتا ہے، لیکن شادی کے بعد اسے کھلے عام یہ بتانے کی ہر گز اجازت نہیں کہ فلاں فلاں لڑکی سے یہ رشتہ تھا۔ اگر وہ اس کا اظہار کر دے تو گونڈ اسے جان سے مار ڈالتے ہیں۔ لڑکے کو اپنی دلہن کو چاول، نمک اور زیورات دینا پڑتے ہیں۔ اگر لڑکا یہ زیورات بہم نہ پہنچا سکے تو بھی وہ اور اس کی منگیتر ازدواجی زندگی شروع کر سکتے ہیں اور اولاد بھی پیدا کر سکتے ہیں بالآخر ان کی شادی اس وقت انجام پذیر ہوتی ہے جبکہ لڑکا چاندی کے زیورات لے کر آتا ہے۔

موت مرن کے موقع پر بھی شراب پی جاتی ہے۔ وہ ڈھول باجے کے ساتھ میت اٹھاتے ہیں۔ ماڑیا مردے کو جلاتے نہیں بلکہ گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ بعد ازاں وہ قبر پر انسانی قد کے برابر پتھر کی مورتی بٹھا دیتے ہیں۔ جسے وہ "ارسکل" کہتے ہیں۔ مردہ کی حسب خواہش پرندہ یا بندوق بطور نشانی رکھ دیتے ہیں۔ وبا کے پھوٹنے پر پورے پورے گاؤں موت اور تباہی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ایک گاؤں میں طلبہ کو سینکڑوں 'ارسکل' نظر آئے حالاں کہ وہاں موجودہ گھروں کی تعداد بمشکل دس بارہ ہوگی۔

گونڈوں میں دماغی بخار (BRAIN FEVER) اور 'شب کوری' کی بیماری عام ہے۔ کچھ لوگوں میں ڈٹامن کی بھی کمی ہے۔ ان میں ایک بھی شخص کسی نفسیاتی یا ذہنی بیماری وغیرہ میں مبتلا نظر نہ آیا۔

دوا دارو کے لئے ماڑیا ڈاکٹر پرکاش اور شریمتی مندا پرکاش کے شفاخانہ آتے ہیں۔ اس اسپتال تک پہنچنے کے لئے انھیں چالیس پچاس میل کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ لیکن انھیں ان دونوں ڈاکٹروں پر پورا پورا وشواس ہے۔ لہٰذا اتنی لمبی مسافت طے کرکے ہیم کلش میں واقع ان کے اسپتال پہنچنا انھیں دوبھر نہیں گذرتا، بعض مریض ندی پار کر کے ہیں۔ اور اسپتال پہنچتے ہیں۔ اگر اسپتال آتے ہوئے کوئی مریض راستے ہی میں مر جائے تو ماڑیا اسے پانی میں پھینک دیتے ہیں۔ وہ کسی کی راہ نہیں دیکھتے۔ موت بھی انھیں نہیں روک سکتی۔ یہ خانہ بدوش قبیلے کے افراد ہیں۔ انھیں بابا آمٹے اور ایسے ہی طلبہ کی معیت اور رہنمائی میں ابھی منزل پر پہنچنے کے لئے میلوں چلنا ہے۔

تلخیص۔ عبدالوحید خاں جامعی

(صفحہ ۵ سے آگے)

پڑنے لگا۔ انھوں نے برطانوی کونسل جنرل کو دو سال کے لئے ویزا بڑھانے کی درخواست کی۔ لیکن بدقسمتی سے ۳ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو ان کا دیہانت ہوگیا۔

ان کی موت کی وجہ سے پورے چین میں غم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ چیرمین ماوزے تنگ نے کہا: "ہم ڈاکٹر کوٹنس کی بین الاقوامیت کو کبھی بھلا نہیں سکتے"۔ چینیوں نے "ڈاکٹر کوٹنس سے سیکھئے" کی ایک مہم بھی شروع کر دی۔

چو این لائی نے جو کہ بعد میں چین کے وزیر اعظم بن گئے کہا "ڈاکٹر کوٹنس ہندوستان اور چین کے درمیان دوستی کے ایک نشان تھے۔ اور ہندوستانیوں کی طرف سے ایک مثال تھے جب کہ انھوں نے جاپانیوں کے جارحیت پسندی کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کا نام دونوں ملکوں میں یاد رہے گا۔" میڈم سن یٹ سین نے کہا "انھوں نے مکمل طور پر وہ چیز دے دی جس پر ان کو بھروسہ تھا انھوں نے بہت عظیم کام انجام دیا اور انھوں نے اسی طرح زندگی گذاری۔ ان کی یاد نہ صرف ہندوستانیوں کو یاد رہے گی بلکہ ہم لوگوں کو بھی مستقبل میں وہ ہمیشہ یاد آتے رہیں گے۔ اس لئے کہ انھوں نے ہمیشہ مستقبل کے لئے ہی جدوجہد کی ہے۔

ڈاکٹر کوٹنس جیسے اعلیٰ کردار کے لوگوں کی وجہ سے ہی ہندوستان کی تہذیب و تمدن کا پیغام دنیا میں پھیلتا رہا ہے۔ یہ محبت، بھائی چارگی باہمی اتفاق کا پیغام ہے جو کہ دوسروں کی تکلیفوں کے وقت پیش کیا جانا چاہیئے۔ ڈاکٹر کوٹنس ہندوستان کے اعلیٰ سپوت تھے۔

(ترجمہ:۔ عبداللہ)

دیہی صنعتکاری

• ایم۔ آر۔ کولہاٹکر
مینجنگ ڈائرکٹر ایم ایس ایف سی

ہندوستان کی زراعت پر منحصر دیہی معیشت کی حوصلہ افزائی کے لئے نہ صرف زراعت کو جدیدیت بخشنا ہی ضروری ہے بلکہ زبردست صنعتکاری کی بھی اشد ضرورت ہے۔ زراعتی سیکٹر میں روزگار کے مواقع محدود ہیں اور دیہی علاقوں میں مزدوروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو یہ سیکٹر کسی بھی حالت میں ضم نہیں کر سکے گا۔ حال تک صنعتیں معاشی نیز دیگر سہولتوں کے مدنظر شہری علاقوں تک محدود تھیں اور وہ بھی بعض منتخبہ شہروں میں ہی۔ ۱۹۵۰ء کے درمیان تک ملک میں صنعتکاری کی رفتار کافی سست رہی۔ مگر جب (۱۹۵۶ء میں) دوسرا پنجسالہ منصوبہ شروع کیا گیا تو ملک میں صنعتکاری کی رفتار میں سُرعت پیدا ہوئی۔ خاص کر بھاری صنعتوں میں پبلک سیکٹر کے داخلے اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو ادارہ جاتی امداد کی فراہمی کے سبب ہی ملک کی صنعتکاری میں تیز تر اضافہ ہوا۔

بہرحال اب بھی ملک کے ایک بہت بڑے جغرافیائی علاقے میں صنعتی خلا موجود ہے۔ اس طرح صنعتوں نیز دیگر ثانوی کارروائیوں کی غیر موجودگی کے سبب دیہی علاقوں کی بڑھتی ہوئی محنت کش آبادی کو روزگار نہ ملنے کی وجہ سے اور ان کی آمدنی میں اضافہ نہ ہونے کے سبب ان کی بڑی تعداد ان علاقوں سے شہروں اور صنعتی مقامات کی جانب گذشتہ دو دہائیوں میں تیزی سے ہجرت کرتی رہی ہے۔

مہاراشٹر میں جو کہ ہر معنوں میں ملک کی سب سے بڑی صنعتی ریاست ہے صنعتی گنجانیت کا اثر یہ ہے کہ بمبئی عظمیٰ کی آبادی نیز دیگر صنعتی شہروں کی آبادی اور دیہی علاقوں کی پسماندگی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

صنعتی ترقی کی مرکزیت ختم کرنے کے لئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے مختلف اسکیمیں تیار کی ہیں، اور ان پر عمل بھی کر رہی ہیں۔ ان اسکیموں کے ذریعہ یہ بھی کوشش کی جا رہی ہے کہ بڑی بنیاد اور طول و عرض پر منحصر ایک جوکھم کاروں کا طبقہ تیار کیا جائے تاکہ صنعت کاری کے ساتھ ساتھ اس کی ترقی سے حاصل ہونیوالے فوائد سماج کے مختلف سیکٹر کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو فراہم ہو سکیں۔

کسی بھی صنعتی پروجیکٹ میں مالی ضروریات زبردست اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ رقم کی کمی ہی ملک کی صنعتی ترقی کی سست روی کی ذمہ دار ہے۔ مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن جو کہ ایم ایس ایف سی ایکٹ بابت ۱۹۵۷ء کے تحت قائم کی گئی تاکہ چھوٹی اور درمیانی پیمانے کی صنعتوں کو لمبی مدت کے لئے مالی امداد فراہم کرے اس طرح اس کو دیہی صنعتکاری کی عمل آوری میں ایک زبردست کردار نبھانا ہے۔ اور اس نے گذشتہ ۱۵ سالوں کے دوران ریاست میں غیر مرکزی صنعتی ترقی کی حوصلہ افزائی میں قابل ذکر کام انجام دیا ہے۔

کمپنی کاری کے مقاصد میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں اس کے تحت دیہی علاقوں میں صنعتوں کی کوئی خاص اسکیم ایم ایس ایف سی کے پاس نہیں ہے مگر اس کی اپنی مختلف اسکیموں کے تحت کارپوریشن پسماندہ اور ترقی پذیر علاقوں میں قائم ہو رہے صنعتی پراجکٹوں کی ترجیحی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے۔

کارپوریشن ریاست کے ہر علاقے نیز مرکز کے زیر تحت علاقے گوا، دمن اور ڈیو کی صنعتوں کو مالی امداد کی پیشکش کرتی ہے۔ مگر خصوصی پسماندہ اور ترقی پذیر علاقوں کی صنعتوں کے لئے حالات و شرائط کچھ زیادہ ہی نرم رکھتی ہے۔ ان علاقوں میں کم سے کم شرح سود اور حد پر صنعتوں کو مالی امداد فراہم کرتی ہے۔ مندرج ۱۳ پسماندہ اضلاع میں شرح سود عام ادارہ جاتی شرح اور حد (پروموٹرز کا حصہ) سے ۳ فیصد کم ہے جو کہ کارپوریشن نے اپنی تعلیم یافتہ بیروزگاروں ہنرمند جوکھم کاروں کی اسکیم کے تحت طے کیا ہے۔ وہ تو دیگر علاقوں کے پروجیکٹوں کیلئے طے شدہ شرح سے ۵ سے ۱۰ فیصد تک کم ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳ میں سے ۳ مندرج پسماندہ اضلاع ۱۵ فیصدی مرکزی نقد سبسیڈی کے بھی مستحق ہیں۔ اس طرح اگر کوئی جوکھم کار کسی پسماندہ علاقے میں صنعتی یونٹ شروع کرنا چاہے تو رقم اس کے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے، بشرطیکہ وہ پروجیکٹ معاشی طور پر چل جانے والا ہو۔

گذشتہ سولہ سالوں کے دوران (یعنی ۶۳-۱۹۶۲ء سے ۷۸-۱۹۷۷ء تک) کارپوریشن نے مہاراشٹر میں ۱۱۷۴۱ صنعتی یونٹوں ۱۳۱٫۰۷ کروڑ روپے بطور مالی امداد کے منظور کئے۔ اس میں مندرج پسماندہ اضلاع کا حصہ ۳۰ فیصدی (۳۰.۸۵) پروجیکٹوں کی تعداد ہے اور رقم میں ۲۶٫۳۶ فیصدی (۸۹٫۳۴ کروڑ روپے) ہے۔ اس حقیقت پر غور کرتے ہوئے کہ کچھ سال قبل تک یہ اضلاع ریاست کے صنعتی نقشے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے یہ کوئی کم کامیابی نہیں ہے۔ یہ بھی نوٹ کرنے کے لائق ہے۔

خاکہ ۶

مہاراشٹر میں ایف ایس ایف سی کی جانب سے منظور کردہ مالی امداد میں
پسماندہ اضلاع کا حصہ۔

(رقم لاکھ روپے میں)

اضلاع	۱۹۶۲-۶۳ء	۱۹۶۹-۷۰ء	۱۹۷۶-۷۷ء	۱۹۷۷-۷۸ء*	کل میزان ۱۹۶۲-۶۳ء سے ۱۹۷۷-۷۸ء
پسماندہ اضلاع	۲۱٫۷۴ (۱۰٫۵۳)	۱۶۲٫۶۷ (۲۰٫۵۱)	۷۶۱٫۶۲ (۳۱٫۶۰)	۸۵۸٫۲۳ (۳۵٫۳۶)	۴۴۸۹٫۲۰ (۲۶٫۳۶)
کل	۲۰۶٫۳۹ (۱۰۰)	۷۳۹٫۰۹ (۱۰۰)	۲۴۰۹٫۸۵ (۱۰۰)	۲۴۲۷٫۵۰ (۱۰۰)	۱۷۰۳۰٫۴۹ (۱۰۰)
	* عارضی				

یہ پسماندہ اضلاع زیادہ تر غیر صنعتی علاقے ہیں اور کارپوریشن کی جانب سے
ان علاقوں میں صنعتوں کو زیادہ سے زیادہ مالی امداد دینے کا رجحان بلاواسطہ
ان صنعتی علاقوں میں صنعتوں کے قیام میں تیز گامی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔
کارپوریشن ایس آئی سی اور ایم سی کے علاوہ ریجنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور
ایم آئی ڈی سی کی جانب سے اس سلسلہ میں کوششیں قابل تعریف ہیں۔ مرکز
کی جانب سے امداد بھی صنعتوں کو ان علاقوں میں منتقل کرنے کی ایک اہم وجہ ہے

پسماندہ علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے علاوہ کارپوریشن قلیل آبادی
والے علاقوں میں بھی صنعتوں کے قیام کی کوشش کرتی رہی ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۷۷ء
تک ۱۸۹۴ صنعتی پروجیکٹ کارپوریشن کی مالی امداد سے فیضیاب ہوئے۔
یہ تمام پروجیکٹ مجموعی طور پر ۵۸۶ مقامات پر قائم کئے گئے۔ ۲۵۳۸
پروجیکٹ ۲۶ مرکزی ضلعوں میں۔ ۶۵۳ پروجیکٹ ۱۳۴ تعلقہ جات میں
اور ۹۹۸ پروجیکٹ دیہاتوں میں قائم کئے گئے۔

مرکزی حکومت کی نئی صنعتی پالیسی کا خصوصی مقصد چھوٹی اور دیہی علاقوں
کی صنعتوں کو فروغ دینا ہے۔ اس سلسلہ میں ایسے اقدامات اپنائے جا رہے ہیں
جس سے اس مقصد کو حاصل کرنے میں کم سے کم وقت درکار ہوگا اور ساتھ ہی
ساتھ صنعتوں کا پھیلاؤ بھی ممکن ہو سکے گا۔

بہرحال کسی صنعت کے قیام کے لئے ذرائع آمدنی کے بنیادی اصول کو بھلایا
نہیں جا سکتا۔ لہٰذا دیہی علاقے ایسی صنعتوں کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں
جن کا ان علاقوں سے گہرا تعلق ہو۔ اس طرح بھاری صنعتوں کو چھوڑ کر زراعت
سے متعلق دوسری صنعتیں مثلاً کھانڈسری، دال کی چکیاں، چاول کی چکیاں
پودوں سے عرق نکالنے والی صنعتیں وغیرہ دیہی علاقوں میں فائدہ مند
ثابت ہو سکتی ہیں۔

دوسری اہم وجہ جو دیہی علاقوں میں جدید صنعتوں کی رکاوٹ کا باعث
ہے وہ ہے ماہر صنعتکاری کی غیر دستیابی۔ دیہی علاقوں میں ضروری سہولتوں
کی کمی، غیر دلچسپی کا سامان، ناپختہ سڑکیں وغیرہ ماہر صنعتکاروں کو دیہی
علاقوں میں منتقل کرنے میں مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ جب تک ان علاقوں میں
تمام سہولتیں مہیا نہ کی جائیں، صنعتوں کے قیام اور ان کے فروغ میں رکاوٹ
حائل رہے گی۔ اس سلسلے میں ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں اور ریاستوں
کے متعدد علاقوں میں پانی، بجلی، سڑکوں کی تعمیر اور دیگر انتظامات کا کام تسلی
بخش طور پر انجام دیا جا رہا ہے۔

جہاں تک کارپوریشن کا تعلق ہے وہ ہر مفید صنعتی پروجیکٹ کے لئے
مالی امداد فراہم کرنے کی پوری کوشش کرتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ
کارپوریشن کے طریقۂ کار میں اہم تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں تاکہ ضرورت مند
اداروں کی ضروریات پوری کی جا سکے۔ ایک نئی ایجنسی بنام ضلع صنعتی مرکز
قائم کی گئی جس کا کام دیہی صنعتوں کو فروغ دینا ہے۔ توقع ہے کہ کارپوریشن
اس معاملے میں بھی اہم کردار انجام دے گی۔

***

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں
اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں، تاہم قارئین کو اس میں کچھ
نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات
میں مزید اضافے کے خیال سے 'سوال وجواب' کا خصوصی صفحہ
شائع کیا جا رہا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ
پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ
سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے سوالات
اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔

آپ اپنے سوالات مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرما سکتے ہیں:
ایڈیٹر قومی راج — نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ،
بندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

انسانی فلاح و بہبود

مہاراشٹر سرگرم عمل

• بنود راؤ

یکم مئی ۱۹۶۰ء میں ریاست مہاراشٹر قائم ہوئی۔ اس وقت سے لائق اور سمجھ دار سیاسی قائدین اور کارگزار و مستعد عملہ مہاراشٹر کی سال بہ سال تیز تر ترقی کے لئے متحدہ طور سے سرگرم عمل ہے۔ اس اثنا میں ریاست کے اول پانچ سالہ منصوبہ کے مطابق منصوبہ جاتی صرفہ ۳۰ء۴۳ کروڑ روپے سے بڑھ کر اب ۳۵۰ کروڑ روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اور یہ بھی صرف ایک سال (۷۸-۱۹۷۷ء) کے لئے ہے۔ اسی طرح ریاست میں فی کس آمدنی بھی بقیہ ہندوستان کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

سماجی انصاف کے مدنظر معاشی ترقی کے معاملے میں بھی ریاست خصوصاً دیہی علاقوں میں جہاں بڑی ضرورت ہے غریبوں کے لئے فراہمی آب، مکانات، روزگار، اسپتال سڑکوں اور تعلیم کی مدات پر بتدریج زیادہ رقم صرف کر رہی ہے۔

ریاست کی بے مثال ضمانت روزگار اسکیم کے تحت اس شخص کو جو کام کرنے کا خواہش مند ہے۔ کام کی یا آمدنی ضمانت دی گئی ہے۔ نیز اس کا بیشتر سرمایہ سودمند کاموں مثلاً سینچائی، نہروں کی کھدائی، زمین سدھار، حفاظت اراضی اور جنگلات کے کام پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس طرح معاشی ترقی کی رفتار بھی تیز تر ہوتی ہے۔

پیداوار میں برابر اضافہ کے ساتھ آج غذائی صورت حال کہیں زیادہ اطمینان بخش ہے۔ جتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ اس کا سہرا سرکاری زراعتی عملہ امداد باہمی جماعتوں اور کاشت کاروں کے سر ہے۔

اسی کے ساتھ ریاستوں کے مابین گیہوں اور چاول لانے لے جانے پر پابندی کے خاتمے سے عام نظام تقسیم پر بار کم ہوا۔ نیز نظام کو درست بھی کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں اچھا اناج لوگوں کو بآسانی ملنے لگا ہے۔ جہاں تک شکر کا تعلق ہے دیہی علاقوں کو جنھیں اب تک شہروں کے مقابلے میں کم مقدار میں شکر ملتی تھی اب برابر کی مقدار میں شکر ملے گی۔

دیگر ضروریات زندگی بھی اب عام آدمی کو پہلے کے مقابلے میں بہ سہولت مل رہی ہے۔ گھاسلیٹ کپڑا کھانے کے تیل اور دودھ مناسب بھاؤ پر بہم پہنچانے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ غریب بچوں کے لئے بک بنک کی اسکیم برابر ترقی کر رہی ہے۔ غیر سرکاری امدادی کالجوں کے عملے کو ان کے معاوضہ کی باقاعدہ اور پوری ادائیگی کا یقین دلایا گیا ہے۔ اور اس مقصد سے ۵ء۴ کروڑ روپے کی امداد منظور کی گئی ہے۔ میڈیکل انجینیرنگ اور ٹیکنیکل سیٹوں کے لئے بڑھتی ہوئی مانگ

ضمانت روزگار اسکیم کے سلسلے میں ایک پرکولیشن ٹینک پر جاری کام ۔ اس اسکیم کے شمال رواں میں ۶۰ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

کو پورا کرنے کی غرض سے ان کالجوں میں داخلے کی گنجائش بڑھادی گئی ہے ۔منظور شدہ ایورویدا اور یونانی تعلیمی اداروں اور اسپتالوں کے لئے امداد و اعانت میں اضافہ کیا گیا ہے ۔ نیز انجینیئرنگ کالجوں اور پالی ٹیکنک اداروں کے لئے بھی سرکاری امداد کی شرح بڑھادی گئی ہے ۔

بجلی ، زراعتی اور صنعتی ترقی کے لئے ناگزیر ہے ۔ مہاراشٹر بجلی کی پیداوار اور کھپت کے معاملے میں ملک بھر میں سب سے اول ہے — ۷۷ - ۱۹۷۶ء میں منصوبہ جاتی مصارف کی رقم ۲۶ ء ۸۹ کروڑ روپے سے بڑھاکر ۷۹ - ۱۹۷۸ء کے لئے ۲۸۳ کروڑ روپے کر دی گئی ہے نیز آئندہ ۶ سال کے دوران منصوبہ کے مطابق موجودہ ۲۸۴۷ میگاواٹ کی صلاحیت پیداوار دوگنا ہوجائے گی ۔ اس عرصہ میں فی الحال ۲۰،۰۰۰ سے زیادہ آباد دیہاتوں نیز ریاست کی آبادی کے ۴/۵ سے اوپر حصہ کو بجلی پہنچائی جارہی ہے ۔ اسی طرح ۵۰ ء ۴ زراعتی پمپوں کو برقی قوت بہم پہنچائی گئی ہے۔

آب پاشی کو انتہائی ترجیح دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ ریاست کے نوے فیصدی فصلی علاقے میں کاشت کا انحصار بارش کی نوعیت پر ہے ۔ حکومت چھ بڑے پروجیکٹوں کے واسطے قرض حاصل کرنے کے لئے ورلڈ بنک سے بات چیت کر رہی ہے ۔ دریں اثنا انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے ۷۰ ملین ڈالر قرض کی منظوری مل گئی ہے۔

اس اثنا میں مقصد یہ ہے کہ کمانڈ ایریا کو مسلسل ترقی دے کر تمام ذرائع آب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے ۷۶ - ۱۹۷۵ء میں ۲۶۰ ، ۱۰ ، ۲ ہیکٹر علاقے کے ۸ ء ۹۶ فیصد پر موثر طریقے سے سینچائی کی گنجائش تھی جو ۸ ء ۲ ۸ فیصد تک بڑھ گئی ہے ۔ یہ پروگرام جاری رہے گا۔

انصاف و مساوات کے مقصد سے سماجی و معاشی نابرابری ختم کرنے نیز مساوی مواقع بہم پہنچانے پر زور دیا جارہا ہے ۔ دیہی علاقوں میں جو آج تک روایاتی طور سے سماجی و معاشی نابرابری کا شکار رہے ہیں اس پروگرام کو زیادہ زوردار ڈھنگ سے زیر عمل لایا جارہا ہے ۔

اس مقصد کے تحت حکومت ناتواں اور پس ماندہ لوگوں کی زندگی بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے ۔ اور اس کام کی ابتدا غریب اور مظلوم ترین طبقات سے کی گئی ہے ۔ ادیباسیوں اور قبائلی جاتیوں کی معاشی حالت سدھارنے کے لئے ایک قبائل سدھار کارپوریشن (ٹرائیبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن) قائم کی گئی ہے ۔ قبائلی ذیلی منصوبہ کے علاقہ جات میں ایک نئے قانون کی رو سے قبائل کے پرانے قرضے بے باق قرار دیئے گئے ہیں ۔ جہاں ساہوکاروں نے قبل ازیں ان کا استحصال کیا تھا ۔ وہاں اب متفرق المقاصد امداد باہمی ادارے امداد و راحت بہم پہنچائیں گے ۔

نئے زراعتی اراضی حدبندی ایکٹ کے ذریعہ واگذاشت اراضی کا ۶۰ فیصد سے زیادہ حصہ مندرج جاتیوں ، مندرج قبائل ، خانہ بدوش قبائل ، وبمکت جاتیوں اور نو بدھوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ اسی طرح مکانات کے لئے ۶۲ ء ۳ لاکھ بے گھر اشخاص کو قطعات اراضی کا تقریباً ۷۰ فیصد حصہ دیا گیا ہے ۔

فی الحال تمام زمینداروں کو ذاتی کھاتے پستک یعنی لینڈ پاس بکس دی گئی ہیں ۔ ان کے ذریعہ اب چھوٹے کسان بڑے زمینداروں اور دیہی ادھیکاریوں کی بے ایمانی اور بددیانتی سے محفوظ رہیں گے ۔

حکومت کو خواتین کی بہبودی کی بھی فکر ہے اس تصویر میں جہلا منڈل کا سلائی اور کشیدہ کاری کا شعبہ، جہاں خواتین کام کرکے آمدنی بڑھاتی ہیں۔

پسماندہ طبقات کی فلاح و بہبود حکومت کا عزیزترین مقصد ہے جس کے مدنظر متعدد انقلابی اقدامات کئے گئے ہیں تاکہ ان لوگوں کی حالت بہتر ہو۔ ایک پس ماندہ طبقات ترقیاتی کارپوریشن قائم کی جارہی ہے جس کا منظورشدہ سرمایہ ۲/۵ کروڑ روپے ہے۔

حکومت ہریجنوں پر کسی قسم کا ظلم و زیادتی برداشت نہ کرے گی فوری شناخت، چھان بین اور ازالہ شکایات کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کیا گیا ہے۔

ایک ہزار ایک سو چھیاسٹھ دیہی پانی فراہمی اسکیمیں زیرعمل ہیں۔ دیہاتوں اور نئی بستیوں میں پینے کے پانی کے سپلائی پروگرام کے سلسلے میں سال رواں میں تقریباً ۲۳۰۰ کنویں بن جائیں گے۔ مزید برآں ۷۵۰ اور کنویں بھی مکمل ہوجانے کی توقع ہے۔ صرف ۷۸ - ۱۹۷۷ء سال ہی میں تقریباً دو ہزار گاؤں کو پینے کا پانی ملنے لگا۔

نئے پروجیکٹوں کے باعث بے گھر بار ہو جانے والے اشخاص کے مسائل پوری انسانی ہمدردی کے طالب ہیں اور اسی جذبے کے ساتھ ان پر توجہ دی جارہی ہے۔ ان کی بازآبادکاری اور امداد و اعانت کے لئے مختلف تدابیر کی گئی ہیں۔ چنانچہ غیر دوامی علاقوں میں جہاں نہریں خود بندہی سے جاری ہوتی ہیں۔ پانی کی مقدار جو ذخیرہ آب سے لینے کی اجازت ہے ایک سے ۶ فیصد تک بڑھادی گئی ہے۔ اسی طرح دوامی علاقوں میں بھی فیصد مقدار بڑھادی گئی ہے۔ تاکہ پروجیکٹ سے متاثرہ اشخاص اٹھائو کام جاری رکھ سکیں۔

باندھوں کی تعمیر کے بعد ہٹائے جانے والے بیشتر گاؤں دوسری جگہ آباد کئے گئے جہاں بجلی جیسی آسائشیں بھی مہیا کی گئی ہیں۔ حکومت مویشی چرانے کے لئے بڑی زمین اور نل پانی اجتماعی و انفرادی بنیاد پر مہیا کرے گی۔

یاتری ٹیکس ختم کردیا گیا ہے۔ اس دھرتی پر جہاں ایکناتھ، تکارام، نامدیو، رام داس و گیانیشور، جنابائی، کنھوپترا اور چوکھیلا جیسے مہان سنتوں نے جنم لیا۔ یہ نہایت مناسب اور ضروری ہے کہ یاتریوں کے مسائل پر مناسب توجہ دی جائے۔

سالہا سال سے اب لاکھوں یاتریوں کو جو پوتر پنڈھرپور جاتے ہیں اور وہاں دھٹوبا رکمنی کی پوجا کے لئے ٹھہرتے ہیں۔ قیام گاہ، صاف ستھرے کھانے اور پانی، صفائی اور راستوں وغیرہ کے سلسلے میں پوری طرح بنیادی سہولتیں نہ ملنے کی وجہ سے دقتیں اٹھانا پڑتی ہیں۔ ان دقتوں کو اب دور کرنا ہے لہذا یہ کوشش جاری ہے کہ کچھ ہی عرصے میں پنڈھرپور کو ایسا خوبصورت دلکش اور قابل دید مقام بنادیا جائے جہاں یاتری آرام سے ٹھہر سکیں اور یہ سیاحت کا مرکز کہلائے۔

مہاراشٹر کی امداد تحریک بھی خصوصاً قابل ذکر ہے۔ پانچ لاکھ سے زیادہ امداد باہمی انجمنیں جن کے ممبروں کی تعداد ۱۱۲ لاکھ ہے۔ ریاست کی زراعتی پیداوار میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے چھوٹے اور معمولی کسانوں کی مالی ضروریات پوری کرتی ہیں اور دلالوں سے بچاکر ان کی پیداوار

[illegible]
ہم پہنچانے کے سلسلہ میں مویشی افزائشِ نسل اسکیم سے فیضیاب ہوئے ہیں

ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت، سودمند رفاہی کام انجام دیئے جاتے ہیں۔ یہ اُن گڑھوں کی تصویر ہے جو مذکورہ اسکیم کے تحت درخت کاری کے لیئے ایک پہاڑی پر کھودے گئے ہیں

بمبئی۔احمد آباد روڈ پر، دسئی کھاڑی پل، جس سے دسئی اور بمبئی کے درمیان فاصلہ ۸۳۰ کلومیٹر کم ہوگیا ہے۔

ادیباسی شادی کا ایک منظر ▲

تعلیم کے میدان میں مہاراشٹر کی پیش قدمی
درختوں کے ٹھنڈے سائے میں دو بچے پڑھائی میں مگن ◀

▼ گورےگاؤں، ممبئی میں زیرِ تعمیر فلم نگری کے علاقے میں ایک مصنوعی جھیل

▲ ریاستی حکومت کی جانب سے حوصلہ افزائی اور دوسرے بینکوں سے مالی امداد پاکر ایسی گھریلو صنعتیں فروغ پا رہی ہیں

◀ مہاراشٹر کے "انابِ شاہی" اور "تھامسن سیڈلیس" ناسک کے انگوروں کی دیش کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی بڑی مانگ ہے

ریاست مہاراشٹر، ماہی گیری اور مچھلی کی پیداوار میں پیش پیش ہے ماہی گیری صنعت کو سائنٹفک طریقہ پر فروغ دیا جا رہا ہے اور اسکے باعث یہاں مچھلی کی پیداوار ڈھائی گنا بڑھ گئی ہے اس سے ماہی گیروں کی معاشی حالت بھی بہتر ہوئی ہے ▼

کلکڑی پروجیکٹ کے تحت کلکڑی نہر۔ پانچ ماندھوں
پر مشتمل اس پروجیکٹ کی تکمیل پر اضلاع پونے، احمد نگر
اور سولاپور میں ۱,۲۰,۰۰۰ ہیکٹر زمین پر سینچائی ہو سکے گی

مہاراشٹر میں زور و شور سے جاری درخت کاری
پروگرام کے تحت ضلع چندر پور میں ٹیک کا جنگل
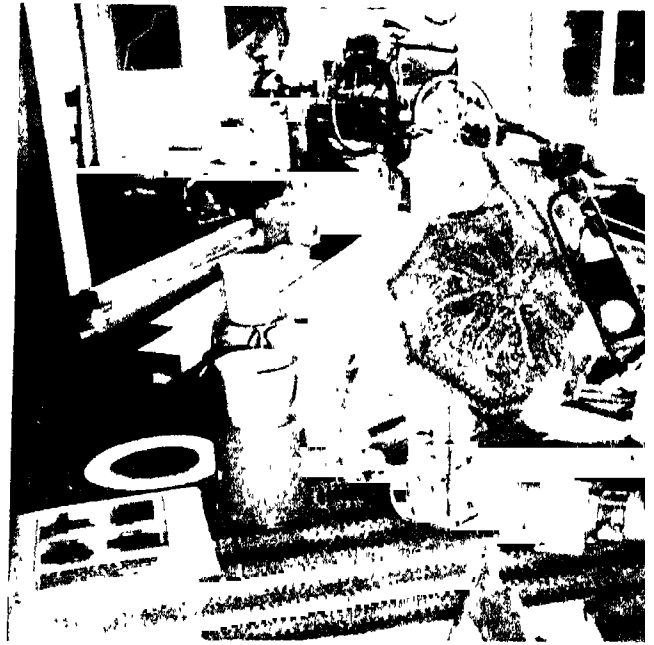
ریاست مہاراشٹر سے برآمد کی جانے والی متفرق اشیاء
ریاست سے ہر سال ۱۳۰۰ کروڑ روپے کی مالیت کی
انجینئرنگ اشیاء، کیمیکلس و ادویات، پلاسٹک
سامان، سوتی کپڑا اور میرین پروڈکٹس وغیرہ برآمد کی
جاتی ہیں۔

کسان مختلف امدادِ باہمی مرکزوں پر دودھ فروخت کر کے اپنی آمدنی بڑھاتے ہیں۔

فروخت کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ امدادِ باہمی شکر کارخانوں کے فروغ پانے سے ۱۴ لاکھ ٹن مقدار میں شکر تیار ہونے لگی ہے جو ایک ریکارڈ ہے۔

مہاراشٹر کو بھارت کی معاشی راج دھانی کا نام دیا جاتا ہے جس کا وہ صحیح معنوں میں مستحق ہے۔ ریاست کی یہ حکمتِ عملی کہ صنعتی پیداوار ہمیشہ زیادہ سے زیادہ بڑھتی ہی رہے اور اسی کے ساتھ ریاست بھر میں سب ہی علاقے متوازن صنعتی ترقی پائیں۔ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں چھوٹی صنعتوں کو فروغ دینا اور نئے کام جاری کرنے میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی حوصلہ افزائی بھی شامل ہے۔ اس مقصد کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے ہیں۔

مزدور اور منتظمین کے درمیان تعلقات کا معاملہ بھی ہمیشہ اہم رہا ہے کام کے ایک دن کا بھی نقصان بڑا گراں پڑتا ہے۔ اس نقصان سے بچنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ حکومت یہی چاہتی ہے اور اس کی برابر یہی کوشش رہی ہے کہ مزدور کی محنت کے لحاظ سے اس کے ساتھ بہتر سلوک ہو اور مفادِ عامہ کے مدِنظر پیداوار کے ان دو عناصر کے درمیان توازن برقرار رہے۔ پارلیمنٹ کے منظور کردہ قوانین کے ماسوا بھی اس کے غیر محفوظ نیز محفوظ دونوں طرح کے مزدوروں کی خاطر کئی قوانین وضع کئے ہیں۔

شہروں میں تیزی سے آبادی بڑھنے کے باعث مکانات کا مسئلہ ایک چیلنج بن گیا ہے۔ "ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی" کے قیام سے خصوصاً کم آمدنی رکھنے والے لوگوں کے لئے تعمیرِ مکانات اور

گرامن آروگیہ یوجنا کے تحت ایک گاؤں میں ڈاکٹروں کی جماعت خواتین مریضوں کے معائنہ میں مصروف۔

جھونپڑپٹی سدھار اسکیم میں تیزی پیدا ہو گئی۔ بمبئی، پونے اور ناگپور کے میٹروپولیٹن علاقہ جات کے لئے علاقائی منصوبے ہیں۔ بمبئی اور پونے کی ضروریات بمبئی میٹروپولیٹن ڈیولپمنٹ اتھارٹی پوری کرتی ہے سڈکو، نئی بمبئی، ناسک اور نگ آباد اور ناگپور کی ترقی کے لئے کام کرتی ہے۔

نئی نئی بستیوں کے قیام کے لئے ایک مستقل اور جامع پروگرام بھی روبہ عمل ہے جس سے شہر کے باسیوں کو کافی راحت نصیب ہو گی۔ ۷۹-۱۹۷۴ء مدت کے لئے آخری منصوبہ مصارف ۵۰۰ء۲ کروڑ روپے سے بھی اوپر بڑھ جانے کا امکان ہے۔ یہ بات یقیناً اثر انگیز ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے ان افراد کی جد وجہد اور عزم کا بھی اظہار ہوتا ہے جنھیں بقول رسکن اور گاندھی جی آخری درجہ تک انسانی فلاح و بہبود کی فکر ہے۔

مراسلت و ترسیلِ زر

کے دوران حوالہ نمبر اور کوپن منی آرڈر پر اپنا پورا پتہ اُردو کے ساتھ ہندی یا انگریزی میں بھی تحریر کریں تاکہ فوری اندراجات میں آسانی ہو۔

(ادارہ)

قومی راج کے اقبال صدی نمبر سے متعلق قارئین کی رائے

بدیع الزماں خاور، منڈن گڑھ، داپولی (ضلع رتناگیری)

صوری و معنوی لحاظ سے قومی راج کا اقبال نمبر حقیقت میں خوب ہے۔ میری طرف سے اس کی اشاعت پر دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔

متین بدایونی (ایم۔اے) کولی واڑہ، کلیان

قومی راج کا عظیم الشان "اقبال نمبر" ہر لحاظ سے عظیم الشان، قابل تعریف اور قابل قدر ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے صحیح معنوں میں علامہ اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے۔ یہ نمبر ہر اردو داں کے پاس اور ہر اردو دارالمطالعہ میں ہونا چاہیئے۔

عزمی خیرآبادی، مہاراج نگر، لکھیم پور کھیری (یوپی)

'قومی راج' کے خصوصی اقبال صدی نمبر کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس نمبر کو دیکھ کر مجھے ایک نئی بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ نمبر تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک نمبر وہ ہوتے ہیں جو کاروباری مقاصد کے لیئے نکالے جاتے ہیں ایک وہ جو "برائے بیت" نکالے جاتے ہیں۔ اور تیسری قسم ایسے نمبروں کی ہوتی ہے جو واقعی نمبر ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں 'قومی راج' کا اقبال نمبر آتا ہے۔ اسے نہایت محنت اور خلوص سے ترتیب دیا گیا ہے۔ واقعی بڑی کاوش اور دقت نظری سے کام لیا گیا ہے۔ مضامین کا انتخاب خوب ہے مگر سرورق اور صفحہ ۷ کا ڈیزائن نہ صرف بہت خوب ہے بلکہ فکر انگیز بھی ہے۔

جی۔جی خان، نسبت روڈ، مجگاؤں، ممبئی ۱۰

قومی راج کا اقبال صدی خصوصی نمبر ملتے ہی بے ساختہ تحسین و آفرین کے کلمات زبان پر آنے لگے۔

اس نادرالوجود نمبر کی تزئین و ترتیب، کتابت و طباعت، جدت و ندرت اور توازن کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ہر صفحہ ایک گوہر آب دار کی طرح دمکتا ہوا اور پھر سرورق کے پیام امن نے تو سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔

یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ اس نمبر کی قیمت اس کے ہموزن سونے کی قیمت سے بھی زیادہ ہے۔

ایم۔اقبال (ایم۔اے) کھانڈیا اسٹریٹ، ممبئی ۸

تعجب و مسرت کی انتہا نہ رہی، جب قومی راج کا خوبصورت 'ڈاکٹر اقبال نمبر' نظروں کے سامنے آیا۔ گلستانِ اہلِ قلم سے لئے گئے چیدہ چیدہ پھولوں کی مہک سدا بہار ہے۔ دل سے صدائے تحسین بلند ہوتی ہے کہ قوم کے پیغامبر ڈاکٹر سر محمد اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کر کے قومی راج نے نہ صرف یہ کہ اپنی روایت کی شان برقرار رکھی ہے بلکہ "قومی راج" ہونے کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کیا ہے۔

بے شک مضامین تو قابلِ تعریف ہیں ہی لیکن ناانصافی ہوگی اگر آپ کی ادارت کی تعریف نہ کی جائے۔ تصاویر کے انتخاب اور ان کے مناسب عنوانات نے ان میں جان ڈال دی ہے۔

مجموعی طور سے قومی راج کا اقبال نمبر "گنجینۂ ادب" ہے، جسے ہر باشعور شخص کی لائبریری کی زینت ہونا چاہیئے۔

جلیس سہسوانی۔ چیف ایڈیٹر گلکدہ سہسوان' بدایوں (یو۔پی)

سرورق کی جدت و ندرت اور کشش ہی سے آپ کی باصلاحیت کاوشوں کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔ یقیناً علم و ادب کے ایوان میں قومی راج کا خصوصی نمبر جو بلاشبہ اپنے دامن میں گرانقدر گہر سمیٹے ہوئے ہے مقبول ہوگا۔

حکیم محمد یوسف' مدیر 'بخشیات' کلکتہ ۲۳

ماشاءاللہ آپ لوگوں نے بڑی کاوش سے اور نہایت اہتمام کے ساتھ اقبال نمبر نکالا ہے، کتابت، طباعت کے ساتھ سرورق کا ڈیزائن خوب ہے۔

انیس مرزا۔ امام باڑہ روڈ، ممبئی ۳

اقبال نمبر کا سرورق ہی اتنا جاذبِ نظر ہے کہ ایک بار نظر پڑ کر دیر تک ہٹنا بھول جاتی ہے۔

آپ نے ہندوستان کے بہت اچھے اچھے قلم کار یکجا کر دیئے ہیں۔ اب تک جو نمبر شائع ہوئے ہیں ان میں قومی راج کا اقبال نمبر ہر لحاظ سے بہترین ولاجواب ہے۔

ڈاکٹر صفدر آہ، گنیش پوری، براہ دسئی روڈ (ویسٹرن ریلوے)

اس بات پر میں اظہار خیال کر چکا ہوں کہ قومی راج، اردو رسالوں کی عام روش سے الگ ایک مفید اور نظر نواز مجلہ ہے۔ اس پرچے کے کئی خاص نمبر نکل چکے ہیں جن میں اس کا تازہ کارنامہ "اقبال صدی خصوصی نمبر" ہے جو ایک بہترین ادبی تحفہ ہے۔ اس نمبر میں صوری دلکشی اور حسنِ تدوین کے ساتھ اس کے تمام مضامین بڑے پُر وقار اور پُر از معلومات ہیں۔

(نوٹ: ڈاکٹر صفدر آہ کا قومی راج کے علامہ اقبال نمبر پر تبصرہ آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمایئے۔)

محمد یوسف کھتری، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ۔ بمبئی

حکومت مہاراشٹر اور قومی راج کے ادارہ کو اس خوبصورت و خوب سیرت نمبر نکالنے پر دلی مبارکباد۔ علامہ اقبال صدی کی تقریبات میں کئی خاص نمبر دیکھنے میں آئے مگر قومی راج کی بات ہی کچھ اور ہے۔

صبا نظامی۔ ایس۔ وی۔ پی روڈ، بمبئی ۴

قومی راج نے اقبال نمبر کے ذریعے علامہ اقبال کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اس صدی کا اگر "اقبال نمبر" کو شاہکار کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر اور آپ سب اس عظیم کارنامے کی ادائیگی پر بے پناہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

سید آل رسول نظمی، ہیپی ہاؤس کالینا کرلا روڈ، سانتا کروز ایسٹ، بمبئی ۲۹

قومی راج کے اقبال نمبر کو بلاشبہ صفِ اوّل کی خصوصی اشاعتوں کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ مضامین کی بات جانے دیجئے آپ نے اس نمبر میں اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار کا احاطہ کرنے والی کچھ ایسی تصاویر اور عکس ہائے تحریر شامل کئے ہیں جو اس سے قبل کم از کم میری نظر سے نہیں گذرے۔

یہ صحیح ہے کہ صفحات کی قلت کے باعث کچھ پہلو تشنہ رہ گئے ہیں مگر جو پہلو لئے گئے ہیں وہ مبسوط و جامع ہیں۔

شاعر مشرق کو ریاست مہاراشٹر کا یہ خراج عقیدت بہت عمدہ ہے قومی راج کے اقبال نمبر کے متعلق میری رائے صرف اتنی سی ہے ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دلی مبارکباد

نور الحق (ٹیچر)، بھوتیا دروازہ، دسہرہ روڈ، ناگپور

قومی راج کا "اقبال نمبر" دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی، جس محنت اور لگن سے آپ نے اور آپ کے معاونین نے اسے ترتیب دیا وہ قابلِ تعریف ہے۔ میں اپنی جانب سے آپ سب کو اور حکومت مہاراشٹر کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

افتخار احمد فخر، انجمن فروغ تعلیم، مولوی گنج، دھولے (مہاراشٹر)

قومی راج کا "اقبال نمبر" فی الواقع اقبالیات میں ایک گرانقدر اضافہ ہے اس کے بیشتر مضامین بڑی عرق ریزی اور دماغ سوزی کے مظہر ہیں۔ اس قدر متنوع اور پُر بہار نمبر کی پیش کش پر ادارہ ہر طرح کی تحسین و آفرین کا مستحق ہے

قومی راج کا "اقبال نمبر" ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور محفوظ کئے جانے کے لائق ہے۔

شوکت علی سکندر علی، اردو مدرس، پارولہ، ضلع جلگاؤں

خصوصی نمبر میں آپ نے زیستِ اقبال کی ایسی ایسی جھلکیاں پیش کی ہیں کہ بس پڑھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے۔

دلکش تصاویر، دیگر خوبیاں، کن کن خوبیوں کی تعریف کی جائے، الفاظ کی تنگ دامانی کا شدید احساس ہو رہا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ اس خصوصی نمبر کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں جو اس جیسے رفیع الشان اور بے نظیر پرچے کے شایان شان ہوں۔

محمد غلام رسول اشرف، تکیہ معصوم شاہ، مومن پورہ، ناگپور ۱۸

سرورق کی کشش، اندرونی صفحات کی تزئین، مضامین کی ترتیب و افادیت نیز عمدہ کتابت و طباعت غرضیکہ ہر چیز قاری کے دل و دماغ پر ایسا اثر چھوڑتی ہے کہ جسے آسانی سے وہ بھلا نہیں سکتا۔

ملک کے دیگر اداروں سے شائع ہونے والے تمام نمبروں میں قومی راج کا "اقبال نمبر" اپنی انفرادیت اور افادیت کے سبب سے یادگار رہے گا۔

مضمون نگار صاحبان سے گذارش ہے کہ اپنے مضامین صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھ کر روانہ فرمائیں۔

(ادارہ)

نوشاد علی
آشیانہ کارٹر روڈ، باندرہ
بمبئی ۴۰۰۰۵۰

فلمی موسیقی اور عوامی بولیاں

یہ ایک دلچسپ لسانی حقیقت ہے کہ ہندی اردو علاقے میں بول چال اور ادب کی زبان میں اتنا فرق ہے کہ بعض اوقات یہ ماننا دشوار ہوجاتا ہے کہ ہندی اردو اسی علاقے کی زبانیں ہیں۔ اس علاقے میں لوگوں کی اکثریت ہندی یا اردو نہیں بولتی۔ لوگ بھوجپوری، اودھی، روہیلی، بندیل کھنڈی، چھتیس گڑھی، برج، ہریانی، جھواڑی، مواتی اور کھڑی بولی میں بات چیت کرتے ہیں۔ اور خرید و فروخت، رنج و خوشی اور زندگی گذارتے ہیں۔

موسیقی بھی زندگی ہی کا ایک روپ ہے۔ فرد اور کائنات، سماج اور کائنات کی گفتگو کی زبان ہے۔ دلوں سے دلوں کی گفتگو کی زبان ہے۔ اور یہ ذمہ داری اٹھانا کسی خالص ادبی زبان کے بس کا روگ بھی نہیں۔ جن دنوں ہماری قومی موسیقی کی زبان سنسکرت تھی ان دنوں کی سنسکرت کو قواعد کی زنجیریں پہنا کر عوام سے دور نہیں کیا تھا۔ وہ ویدک سنسکرت تھی جو آریوں کی بول چال کی زبان تھی۔ وہ جب تک بول چال کی زبان رہی تب تک ہماری موسیقی کی زبان بھی رہی۔ جب قواعد کی آمریت پگھلا سیسہ بن کر کانوں میں ڈالی جانے لگی تو موسیقی نے بھی اس سنسکرت کی طرف پیٹھ کرلی۔ کیوں کہ موسیقی کا تعلق قواعد کی کسی کتاب سے نہیں بلکہ دل کی کتاب سے ہے۔ ہماری دھرپت، دھمار اور خیال، ہمارے ولمبت اور درت، ہماری ٹھمریاں، ہمارے دادرے، ٹپّے، ساون، پھاگ اور سادرا کی رگوں میں ہماری بولیوں کا رس خون بن کر بہنے لگا....

ایک زمانے تک چونکہ ہندوستانی سیاست کا مرکز آگرہ رہا اس لئے شمالی ہندوستان کی تہذیب پر برج بھاشا کا گہرا اثر پڑا۔ لیکن یہ اثر اکہرا اور اتنا سادہ نہیں۔ برج بھاشا کرشن بھومی کی زبان ہے۔ برج بھاشا میں جمنا بہتی ہے اور مدھوبن لہلہاتا ہے اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بھکتی کال اور ریتی کال کی شاعری متھرا کی طرف منہ کئے مدھوبن کی ہواؤں میں سانس لے رہی ہے۔ برج کرشن بھگتی کی زبان ہے اور اس بولی کے رنگ سے سورداس اور میرا بائی ہی کی طرح رس کھان اور تاج بھی شرابور ہیں۔ بھگتی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا.... موسیقی بھگتی کی انتہائی شکل ہے۔ اس لئے موسیقی کا بھی کوئی مذہب نہیں ہوتا اور اسی لئے سوامی ہری داس کے چراغ سے یہاں تان سین کا چراغ جلتا ہے۔

لیکن برج بھاشا بہرحال ایک علاقے کی زبان ہے اور دوسرے علاقوں کی آتما پر برج کا پیرہن پورا نہیں اترتا تھا۔ سیاسی اتھل پتھل

نے اپنا اثر بھی دکھایا اور برج کی اکثریت بھی دھیرے دھیرے ختم ہوئی۔ اور دوسری بولیاں اپنا حق جتانے لگیں۔ اودھی، بھوج پوری اور راجستھانی کے نام خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں۔ اودھی کا حق زیادہ تھا کہ وہ شری رام کے علاقے کی بولی ہے۔ مگر بھوج پوری اپنے رس کی پچکاری لے کر برج اور اودھی دونوں سے آنکھیں ملانے لگی .... اور یہی تینوں بولیاں ہیں جو فلمی سنگیت کی زبان بن گئی ہیں۔

فلمی سنگیت پر برج کی بہت گہری چھاپ شاید اس لئے نہ پڑ سکی کہ ہمارے مشہور اور مقبول فلمی گانے لکھنے والوں میں سے شاید کوئی برج بھومی کا نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود برج کے اثر سے فلمی گانے دامن نہ بچا سکے۔ بابل مورا نیہر چھوٹو جائے .... شاید یہ بابل برج بھومی سے نکلے ہوئے ہندوستانی موسیقی گا رہی تھی۔

لیکن فلم میں بھوج پوری کے بڑھتے ہوئے اثر کی کہانی بالکل دوسری ہے۔ ہندی فلم ہندی اردو ڈرامے کی طرح اپنے علاقے سے دور بمبئی میں پروان چڑھی، بمبئی نہ برج سے آشنا تھی۔ نہ اودھی سے۔ لیکن بمبئی پوربی اتر پردیش کے کامگاروں سے پٹی پڑی تھی۔ ٹیکسٹائل ملوں کے مزدور، پانی والے، چنے والے، دودھ والے، یہ پوری آبادی تقریباً بھوجپوری علاقے کی ہے اور یہ پوری آبادی لگ بھگ بھوج پوری علاقے کی ہے۔ اس لئے بھوج پوری ہندی فلموں کے گنواروں اور دیہاتیوں کی زبان مان لی گئی ہے۔ بمبئی کے لوگ اس زبان سے متعارف تھے۔ اس لئے اودھی اور برج کے مقابلے میں ہندی فلموں کے لئے اودھی اور برج کے مقابلے میں بھوجپوری زیادہ قابل قبول تھی —— اور اسی لئے بھوجپوری (جسے فلمی لوگ پوربی کہتے ہیں) ہندی اردو کے ساتھ ساتھ ہندی فلموں کا ایک لازمی جز بن گئی۔

موسیقی دلوں میں اترنے کے لئے زینے تلاش کرتی ہی رہتی ہے۔ اس لئے فلمی سنگیت نے بھی بھوجپوری، اودھی اور برج کو زینے کے طور پر استعمال کیا کہ تینوں بولیاں ہندی اردو علاقے کی عوامی بولیاں ہیں۔

آرزو، کیدار شرما، پردیپ، شیلندر، شکیل بدایونی، مجروح سلطانپوری اور اندیور وغیرہ نے اپنے گیتوں کی پچکاری میں بھوجپوری، اودھی اور برج بھاشا کے رنگ گھول گھول کر خوب خوب پھاگ کھیلا اور ہندوستانی عوام کو شرابور کر دیا اور ہوا سے ان گیتوں کا رنگ یوں ٹپکنے لگا جیسے بقول میر تقی میر "شراب چولتے ہیں۔"

ان دنوں بھی جب کہ سنگیت کے نام پر شور تخلیق کیا جا رہا ہے اگر آپ فلمی گانوں کی طرف دیکھیں تو آپ یہی پائیں گے کہ آج بھی زیادہ تر وہی گانے مقبول ہو رہے ہیں جن میں ان عوامی بولیوں کا پٹ ہے۔ کچھ مکھڑے ملاحظہ کیجئے یہ نئے بھی ہیں اور پرانے بھی اور انھیں آج کے جدید وضع والے گانوں سے ملا کے دیکھئے تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ کن گانوں میں آتما، رس اور رنگ، اور کن گانوں کا نہ کوئی کیریکٹر ہے نہ انداز اور نہ لہجہ ....

۱۔ مورے سیاں جی اتریں گے پار ہو
ندیا دھیرے بہو۔ (اڑن کھٹولا)

۲۔ نین ہین کو راہ دکھا دو پر بھو پگ پگ
ٹھوکر کھاؤں (سورداس)

۳۔ بالم آئے بسو مورے من میں (دیوداس)

۴۔ پیا بن ناہی آوت چین (")

۵۔ نہیں آئے گھنشیام گھر آئے بدرا (")

۶۔ پنچھی باورا چاند سے پریت لگائے (سورداس)

۷۔ اب راجہ بھئے مورے بالم وہ دن
بھول گئے۔ (ناگن)

۸۔ موہے پنگھٹ پہ نندلال چھیڑ گیو رے (مغل اعظم)

۹۔ موہے بھول گئے سانوریا (بیجو باورا)

۱۰۔ من تڑپت ہری درشن کو (")

۱۱۔ جاؤ بڑے بھگوان بنے انسان
ہنو تو جانوں (چترلیکھا)

۱۲۔ نیل کمل مسکائے بھنورا جھوٹی
قسمیں کھائے۔ (چترلیکھا)

۱۳۔ شیام نہ آئے، جیا مورا جائے
سکھی کا کروں (کسی ناٹک سے)

۱۴۔ ٹھمک ٹھمک گردھاری نٹور نند چلت
چال نئی (استاد جھنڈے خاں)

۱۵۔ دگا باج توری بتیاں نامانوں رے
(گنگا جمنا)

۱۶۔ سانجھ بھئے گھر آیا پنچھی بھور بھئے اڑ جاتا ہے

۱۷۔ من جھوٹے سپن دکھائے

۱۸۔ مدھوبن میں رادھیکا ناچے رے، گردھر
کی مرلیا باجے (کوہ نور)

۱۹۔ تورا من بڑا پاپی سنوریا رے (گنگا جمنا)

۲۰۔ ڈھونڈو ڈھونڈو رے ساجنا
مورے کان کا بالا (گنگا جمنا)

۲۱۔ بنسیا بن نا دھر دیلیا (دستک)

۲۲۔ جوگیا سے پریت کیے (کئے) دکھ ہوئے۔
(کرم کوٹ)

۲۳۔ ماتی ری میں کاسے کہو پیر اپنے جیا کی۔
(دستک)

۲۴۔ جادوگر ہمری نگریا میں آئے (بندنی)

۲۵۔ او بسنتی پون پاگل ناچا رے ناچا۔
(جس دیش میں گنگا بہتی ہے)

۲۶۔ مجھ چھانڈ چلے مجدھار (اچھوت کنیا)

۲۷۔ دھیرے بہو ندیا، دھیرے بہو، ہم اتر ہوں پار
(اچھوت کنیا)

۲۸۔ گائے جا گیت ملن کے تو اپنی لگن کے سجن
گھر جانا ہے۔ (میلہ)

۲۹۔ پیا توسے نیناں لاگے رے (گائیڈ)

۳۰۔ پیا ملن کو جانا (نیال کنڈل)

۳۱۔ دو نیناں متوارے تہارے ہم پر ظلم کریں۔ (زندگی)

۳۲۔ گھٹا گھنگھور گھور، مور مچاوے شور، مورے سجن آجا۔ (تان سین)

۳۳۔ گاڑی والے گاڑی دھیرے ہانک رے (مدر انڈیا)

۳۴۔ نگری نگری دوارے دوارے ڈھونڈوں رے ساوریا (مدر انڈیا)

۳۵۔ ڈولے ہردے کی نیا

۳۶۔ مورے آنگن میں آئے آلی

میں چال چلوں متوالی

۳۷۔ اک بنگلہ بنے نیارا (پریسیڈنٹ)

۳۸۔ سوجا راجکماری سوجا (زندگی)

۳۹۔ دکل مورا متوا ان بن ہائے (ممتا)

۴۰۔ چھم چھم چھم باجے پائل موری

آجا چوری چوری (ہم لوگ)

۴۱۔ کیسے آؤں ندیا کے تیر (چترلیکھا)

۴۲۔ اڑتی ہوا میں جاتی چڑیا گاتی ہے یہ راگ (اچھوت کنیا)

۴۳۔ لگن مورے من کی بلم نہیں جانیں (بابل)

۴۴۔ مل کے بچھڑ گئیں انکھیاں (رتن)

۴۵۔ سجر لاگی راجہ تورے بنگلے پر (کالا پانی)

۴۶۔ پایل مورا نیہر چھوٹو جائے (اسٹریٹ سنگر)

۴۷۔ کاہے کو بیاہی بدیس

۴۸۔ جو میں جانتی، بچھڑت ہو سیاں گھونگھٹ میں آگ لگا دیتی۔ (شباب)

۴۹۔ لاگی مورے من کی او ساجنا

ذرا یاد رکھنا (ستیاب)

۵۰۔ اب کی نہ جیو بدیس (پاکیزہ)

۵۱۔ موری بالی عمریا میں داگ لگائے گیو بلما (")

۵۲۔ ٹھاڑے رہیو بلکے یار (")

یہی وہ گانے ہیں جن کا راستہ سیدھا دلوں تک جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان گانوں میں ہندی اردو علاقے کی روح کی کارفرمائی ہے۔ اس میں گنگا کی لہریں ہیں۔ جمنا کا کنارا ہے، کچے مکھن کا رنگ اور مزا ہے۔ پیپل کا سایہ ہے اور برگدوں کے جھاڑوں کی سنجیدگی اور مصوری اور اداسی ہے۔ دیپک سے نکھار نک، جوگیلے بسنت نک۔ ہندی اردو علاقہ کی ساری کائنات ان گانوں میں جلوہ گر ہے۔ ◻◻

صفحہ ۳۴ سے آگے

میں بھی متعلقہ محکمہ جات کے ذمے ہیں کہ جہاں ابھی اُردو اکادمی قائم نہیں ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں اُردو کا مستقبل بہرحال روشن ہے اور یہ دنیا کی بےمثال زبانوں میں ممتاز و ممیز ہے۔

(صفحہ ۹ سے آگے)

نہیں ہیں کہ ان پر لگایا گیا سرمایہ محصول کے ذریعے وصول ہو سکے۔ حتیٰ کہ مرکزی حکومت یا بین الاقوامی ایجنسیوں سے قرض لیتے وقت بھی اس بات کا پہلے سے اندازہ کرنا ہوگا کہ آیا یہ علاقے رقم واپس کرنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں!

مذکورہ ادارہ متحرک فنڈ کی مدد سے اپنے ذرائع وسیع کرنا چاہتا ہے تاکہ ایسے امور میں مدد دی جا سکے۔ لیکن ابھی صرف تین سال کے عرصہ میں کوئی واضح ذرائع حاصل کرنا اس ادارہ کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ریاستی حکومت کی جانب سے سالانہ ۵ کروڑ روپے کی دائمی امداد بھی بی۔ ایم آر ڈی۔ اے (بمرڈا) کے لئے بیرونی امداد حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

شعبوں کے پھیلاؤ کی سمت اس ادارہ کی جدوجہد سے نہ صرف یہ کہ شہری آبادی کے لئے بہتر زندگی کے مواقع فراہم ہو سکیں گے بلکہ دیہی معیشت کو بھی تقویت مل سکے گی۔

●●

چار شعر

صابر دت
۴۹ محمد علی روڈ۔ بمبئی ۳۔۔۔۴۰۰

بات نکلی جو ماہ پاروں کی
روشنی گھٹ گئی ستاروں کی

پھول جو بھی تھا زخم دل نکلا
کیسی عزت لٹی بہاروں کی

دل میں ہیں یوں امید کے چھینٹے
دھوپ ہو جیسے شاخساروں کی

کس نے دیکھی ہے کس کو ملتی ہے
زندگی ہم سے بادہ خواروں کی

* خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

ہندوستان کا سب سے زیادہ زرخیز علاقہ گنگا جمنا کا دوآبہ ہے، یہیں پر آریاؤں نے اپنے ڈیرے ڈالے اور بڑی آبادیاں قائم کی ہیں۔ یہیں پر بیرونِ ہند سے آنیوالوں نے زور آزمائیاں کیں اور اپنا رنگ جمایا۔ مذاہب، تہذیب و تمدن، ثقافتی اور سماجی پستی و عروج یہیں پر رنگ لاتے رہے، یہی علاقہ رام اور کرشن کی جنم بھومی ہے۔ شیو کی نگری (وارانا سی) ہے اور گوتم بدھ کی حکومت اور بدھ مت کا آغاز یہیں سے ہوا۔ مغلوں کی یلغار اور پھر ان کا یہیں پر بس جانا اور ہندوستان کو ایک نیا رنگ و روپ دینا، یہ ساری باتیں اسی علاقہ میں ہوتی رہیں اور یہیں ہندو مسلم تہذیب کا سنگم بہتا رہا۔ ان سب خوشگوار، ناخوشگوار حادثات میں جو بات سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ ایک ایسی بولی کا جنم ہے کہ جو فوجی لشکروں، معمولی بازاروں اور فارسی، عربی، سنسکرت اور دیگر مقامی زبانوں کے میل جول اور رابطہ سے غیر مرئی طور پر بنتی اور پروان چڑھتی رہی۔ دکن نے اسے ادبی روپ دیا

دلی نے اسے اردوئے معلّیٰ بنایا۔ مغلوں نے کچھ بڑھاوا دیا، عزّت دی اور رتبہ دیا۔ اس کے بعد اودھ اور رامپور نے بھی اس کو سہارا دیا۔ لکھنؤ نے اس کی پرداخت کی اور اس کو جلا دی۔ وَلی دکنی اور سراج دکنی نے بھی اس کو ادب کا درجہ دیا، امیر خسروؔ ہندی اور اردو زبانوں کے شاعر کہلائے جاتے ہیں۔ انھوں نے اس کو ہندوی کہا، برج بھاشا کہا، کھڑی بولی کہا، ہریانوی یا دہلوی بھی کہا، ان کے بعد وجہیؔ، ابراہیم عادل شاہ، میرؔ اور سوداؔ نے بھی اپنی مادری زبان ہندوی یا ہندی کہا۔

ترک ہندوستانیم من ہندوی گویم جواب
شکر مصری ندارم کو عرب گویم سخن
— امیر خسروؔ

'میں ہندوستانی ترک ہوں اس لئے صرف ہندی میں جواب دے سکتا ہوں۔ میرے پاس مصری یا عربی نہیں ہے تو میں عربی کیونکر بولوں گا۔'

آج برصغیر میں بولی جانیوالی زبان ایک ہے، چاہے اُسے کسی نام سے یاد کیجئے، لیکن

لِلّٰہ اس کو فرقوں میں نہ بانٹئے۔ حالانکہ دستور ہند کے ضمیمہ ۸ میں دو علیحدہ ناموں سے درج ہیں لیکن سوائے رسم الخط کے یہ ایک ہی تو ہیں رسم الخط بھی شاید ایک ہی ہو جاتا اگر دیوناگری والے غ۔ ق۔ خ جیسے حروف کو بندیوں کے ذریعہ اپنا لیتے۔ کہنے کو تو عربی فارسی الفاظ پر مشتمل ہے، لیکن بتائیے تو ہندوستان کی کون سی زبان ہے جس نے ان الفاظ کو نہیں اپنایا، مراٹھی کو لیجئے، جمع بندی اول کارکن، دوم کارکن، چٹ نویس، حضر نویس، تحصیلدار وغیرہ وغیرہ سینکڑوں الفاظ اس نے اپنا لئے، ایسی مثالیں دوسری زبانوں میں بھی بے حد و حساب ملتی ہیں اور یہ بات کچھ ڈھکی چھپی نہیں کہ جنوبی ہند کے مسلمانوں نے مراٹھی، گجراتی، تامل، ملیالم، کوکنی وغیرہ کو اپنی مادری زبان بنایا ہے۔ اسی طرح بنگال، پنجاب اور سندھ کے مسلمان اپنے ساتھی ہندوؤں سے کچھ فرق و امتیاز نہیں کرتے اور مقامی طور پر اسی زبان کو اپنی مادری زبان بتاتے ہیں۔ قدرتی طور پر اردو زبان کی ساخت آریائی ہے کیونکہ اس کی گرامر وہی ہے جو آریائی زبانوں کی مشترکہ گرامر ہے۔ عربی کے الفاظ اس میں ضرور شامل ہیں مگر ان سے

اس زبان کی قدرتی بناوٹ میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ اُردو گرامر کو عربی گرامر سے کوئی واسطہ نہیں رہا یہ کہ جو حضرات اُردو میں عربی۔ فارسی الفاظ کی بھرمار کرتے ہیں اور ہندی میں سنسکرت کی، وہ خواہ مخواہ بھی تفرقہ پیدا کرتے ہیں اور اچھے بھلے برادرانہ تعلقات کو مخالفانہ رنگ دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر تلمیحات کو اُردو میں ہندوستانی بنیاد پر رکھا جائے، ہندوستانی تاریخ اور دیومالا مذہب اور رسم و رواج سے میل کرایا جائے تو یقیناً یہ فرق نہ صرف زبانوں میں مٹ جائے گا بلکہ دلوں سے بھی دور ہو جائے گا۔

"اُردو ادب کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ ماضی میں گل و بلبل، عاشق و معشوق، خمریات اور جذبات کی زبان رہی لیکن حیدرآباد نے اس کو سائنس، انجینئری، ڈاکٹری معاشیات، عمرانیات، نفسیات اور دیگر جدید علوم سے عثمانیہ یونیورسٹی میں تعلیمات کی زبان قرار دیکر دنیا کی زبانوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ چنانچہ اُردو زبان میں تعلیم حاصل کرنیوالوں میں کئی ریاستوں کے گورنر ہیں۔ ملک کے کونہ کونہ میں انجنیئر، ڈاکٹر، سائنس داں، ریاضی داں غرض کہ ہر شعبہ علم و سائنس میں ممتاز و ممیز ہستیاں ہیں!"

حیدرآباد کے علاوہ کشمیر نے بھی اس کو سرکاری زبان کا درجہ عطا کیا اور اس خطہ میں آج بھی یہ مقبول ترین زبان ہے۔ دہلی حیدرآباد، لکھنؤ کے ساتھ ساتھ رام پور علی گڑھ، الہ آباد، اعظم گڑھ، اورنگ آباد لاتور، بدایوں، گورکھپور، کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج، جے پور، گجرات کی گجری، غرض کہ ملک کے گوشہ گوشہ میں اُردو پھیل گئی اور رابطہ کی زبان بن گئی۔

کئی ریاستوں نے اسے سرکاری زبان کی حیثیت دی۔ کہیں کہیں یہ عوام میں اتنی مقبول ہوئی کہ کل ہند معیار کے اساتذہ، ادیب، اور شعرائے کرام نے اس کو وہ جلا دی کہ جو آج تک زنگ آلود نہ ہو سکی۔ یہ کسی خاص خطہ کی ملکیت نہ ہوتے ہوئے بھی ہندوستان گیر ہو گئی اور ہر صوبہ نے اس کو اپنا لیا۔ اس کے نامی گرامی شعراء میں دہلوی، لکھنوی، الہ آبادی، گورکھپوری، اکبرآبادی، بدایونی، دکنی، بھوپالی، بنارسی، لدھیانوی، جے پوری، سلطانپوری، علیگ، کاشمیری، بجنوری، مالیگانوی، رُدولوی، ہرگانوی، وغیرہ وغیرہ سب ہی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شاید ہی کوئی چھوٹے سے چھوٹا خطہ ایسا ہوگا کہ جہاں سے کوئی شاعر، کوئی ادیب، کوئی صحافی نہ پیدا ہوا ہو اور ہندوستان بھر میں نام نہ کمایا ہو۔

اس سے پہلے کہ ہم اس کا جائزہ لیں کہ اُردو زبان نے آزادی ہند کے بعد کتنی ترقی کی اور اس کے بولنے والوں نے اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ایک جملہ معترضہ ضروری سمجھتا ہوں۔ پچھلے دس بیس برسوں سے یہ واویلا مچا ہوا ہے کہ اُردو زبان کو سرکار کی منفی حکمت عملی یا عدم توجہی کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اُردو کو جو بھی نقصان پہنچا ہے وہ محض اُردو والوں کی پست ہمتی، شکستہ ذہنیت، قنوطیت اور یاس آمیز فکر ہے ورنہ اُردو کے لئے جس قدر ساز گار اور پیار بھرا ماحول آج میسر ہے شاید ہی کبھی رہا ہو۔ ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو یہ حقائق اور اعداد و شمار واضح کریں گے کہ یہاں پر اُردو کچھ اس انداز سے پروان چڑھ رہی ہے کہ لوگ چاہے کتنا ہی چیخیں پکاریں یہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ کچھ صوبہ وار اعداد و شمار ملاحظہ فرمایئے:

صوبہ	۱۹۵۱ء	۱۹۶۱ء	۱۹۷۱ء
اترپردیش	۴۳ لاکھ	۷۹ لاکھ	۹۰ لاکھ
بہار	۲۷ "	۴۲ "	۹۹ "
مہاراشٹر	۲۱ "	۲۷ "	بلکہ ایک کروڑ ۳۶ لاکھ
آندھرا		۲۵ "	۳۳ لاکھ
میسور	۹ "	۲۰ " دوگنی سے زیادہ	۴۶ "
مغربی بنگال	۵٫۵ "	۸ "	۹٫۵ " ۳ کروڑ آبادی میں
ٹامل ناڈو	۱۵ لاکھ کی مادری زبان لیکن ایک کروڑ سے زیادہ بولتے، سمجھتے اور لکھتے ہیں۔		
راجستھان	۱٫۵ لاکھ	۵ لاکھ	۶٫۵ لاکھ
گجرات	۴ لاکھ	۶ لاکھ	۶ لاکھ
پنجاب، ہریانہ، ہماچل پردیش	۲٫۵ لاکھ	۳ لاکھ	(تقسیم کی وجہ سے اعداد خلط ملط ہیں)
دہلی	۱٫۵ لاکھ	۲٫۵ لاکھ	۷٫۵ فیصد

یہاں پر یہ بات یاد رہنی چاہیئے کہ مردم شماری میں اُردو کو مادری زبان لکھواتے وقت لوگ اُردو بول چال، لکھنے پڑھنے اور صلاحیتوں کا حوالہ نہیں دیتے۔ اس لئے ہمارے پاس ایسے اعداد نہیں جو یہ بتا سکیں کہ اُردو جاننے والے، بولنے کتنے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہر ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں آنے جانیوالے اسی زبان کے ذریعہ آپس میں بات چیت کرتے ہیں اور اُردو، ہندی کا فرق جو محض رسم الخط اور لیپی کا فرق ہے بالکل نظرانداز ہو جاتا ہے۔

پورے ہندوستان کو جس زبان نے

ایک رشتہ میں جوڑ رکھا ہے وہ ہندی فلموں کی زبان ہے۔ گو کہ فلم ہندی کہلاتے ہیں ان کی زبان کو بھی ہندی کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے اور بڑے سے بڑا اُردو ادیب اور شاعر بھی اس کے مکالمے اور گانے ہندی کے نام سے لکھتا ہے لیکن درحقیقت ہندوستان کی یہی وہ زبان ہے کہ جس نے یک جہتی اور ایکتا کے بندھنوں میں سب کو جوڑ رکھا ہے۔ اُردو والے تو اس کو اُردو ہی مانتے ہیں اور اس سے کوئی پرخاش نہیں کہ یہ ہندی کہلاتی ہے' اس قسم کا جھگڑا کہیں بھی نہیں اور یہ دونوں محض رسم الخط

یا اُردو فارسی سنسکرت کے الفاظ کی کمی یا زیادتی کی وجہ سے مانا جاتا ہے تو بھی کوئی فرق نہیں رکھتی ہیں۔ اُردو بہرحال پروان چڑھ رہی ہے، اُردو ترقی کر رہی ہے۔ ہر طرح سے اس کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے اور یہ بھی زمانے کا ساتھ دے رہی ہے۔ شاہوں کے دربار میں عیش و نشاط کی زبان تھی، محلات میں بیگمات کی زبان تھی۔ ہندوستان کی آزادی کی ٹھنڈی جنگ میں یہ پیش پیش تھی آج یہ سائنس کی زبان ہے، فن کی زبان ہے عوام الناس کی زبان ہے اور سب کی مشترکہ میراث ہے۔ اُردو ادب کو سنوارنے اور دنیا کے ترقی یافتہ ادب میں اس کو مقام عطا کرنے والوں میں جہاں میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ، جوشؔ ساحرؔ، ساغرؔ، اعجازؔ، مجروحؔ، اختر الایمانؔ جذبیؔ، جاں نثار اخترؔ، فیض احمد فیضؔ ہیں' وہیں پر دیا شنکر نسیمؔ، فراقؔ گورکھپوری، آنند نرائن مُلّاؔ، گوپی ناتھ امنؔ، ڈاکٹر موہن سنگھ، جوشؔ ملسیانی، تلوک چند محرومؔ، جگن ناتھ آزادؔ، نریش کمار شادؔ، ایسے سینکڑوں نام گنائے جاسکتے ہیں۔ منشی پریم چند، رامانند ساگر، کرشن چندر، راجندر سنگھ

بیدیؔ، کنور مہندر سنگھ بیدی، مہندر ناتھ، اوپندر ناتھ اشکؔ جیسے سینکڑوں نام گنائے جاسکتے ہیں کہ جنھوں نے اُردو کو دلہن کا سا نکھار عطا کیا ہے۔ اُردو لب و لہجہ، تفکّر، رنگ و آہنگ غرض کہ سیکولرزم کی جملہ خصوصیات کی نہ صرف حامل ہے بلکہ علم بردار ہے۔ اسی زبان میں ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ہے اور مسلمان ادیبوں اور شاعروں کے قلم سے گیتا، دیومالا اور ہندو مذہب کی مقدس روایات لکھی گئی ہیں۔ میر سوداؔ، میر حسن انشاءؔ، نظیرؔ، انیسؔ جیسے اساتذہ کے علاوہ حالیہ دور میں بھی یہی روایات نظر آتی ہیں۔ علامہ اقبالؔ کی زبان سے سماعت فرمایئے ؎

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مُکتی پریت میں ہے

یہاں پر ایسے سینکڑوں شاعروں اور ادیبوں کے اقتباسات پیش کئے جاسکتے ہیں۔

صوبہ وار اگر تعلیمی سہولتوں، مدارس کی تعداد، اخبارات و رسائل کی اشاعت و ترویج ادبی و علمی سرگرمیوں، کتب خانوں' ادبی انجمنوں، سرکاری دفاتر اور اُردو کی سمجھ بوجھ و ریاستی سرکاروں کی امداد، اُردو کی ترویج و اشاعت کی تجویزیں، ادبی ٹرسٹ، ادارہ ہائے مصنّفین، محکمہ جات تراجم و اطلاعات و تعلقات عامہ، مطبوعات کی سہولتیں، انعامات و اعزازات اور پھر نئی نئی تجاویز کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح مُنوّر ہو جاتی ہے کہ اُردو کی خاطر خواہ ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔

آج دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہندوستان ہے۔ اس کی سیکولر اور سوشلسٹ جڑیں اتنی گہری اور مضبوط ہیں کہ اب ان کو کسی طرح بھی دھکا نہیں لگ سکتا۔ اسی سیکولر جمہوریت کا کرشمہ ہے کہ ہر فرد کو ہر مذہب، ہر زبان اور ہر تہذیب کو پھلنے پھولنے کا بنیادی حق میسّر ہے۔ اُردو کے تعلق سے یہ بات بطور خاص بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی مجموعی آبادی میں اُردو بولنے والوں کی تعداد ۱۵ سے ۲۰ فیصد ہے وہاں پر الیکٹورل رول اُردو میں بھی شائع کرائے گئے ہیں تاکہ اُردو بولنے والوں کو الیکشن میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

حکومت ہند کی وزارت تعلیم اور سماجی بہبود نے بیورو فار پرموشن آف اُردو قائم کر کے اُردو نصابی تعلیم کے دائرے کو وسیع تر کرنے کے سلسلے میں ایسے تجربات کئے ہیں کہ جن سے مستقبل میں اُردو کے طالب علموں کو کافی سہولتیں مہیا ہوسکیں گی۔

اس بورڈ نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے تمام ضروری کتابیں پہلے اُردو میں تیار کر لی جائیں تاکہ ضرورت پڑنے پر بی۔ اے ایم۔ اے' کے طالب علموں کو کوئی دشواری نہ ہو۔

اُردو کی کتابوں کی طباعت و اشاعت میں لیتھو پریس اور خطاطی و کتابت کی دشواریاں بھی رہی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے فن خطاطی کی کلاسیں کھولی جارہی ہیں اور آفسیٹ پریس کو زیادہ سے زیادہ کام میں لایا جارہا ہے۔ اُردو ترقی بورڈ نے نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ کی تمام درسی کتب کو اُردو میں ترجمہ کرنے اور طبع کرنے کی ذمّہ داری لے لی ہے۔ پہلے مرحلے میں ۴۰ کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ آندھرا پردیش کے بورڈ نے اس خصوص میں ایک شعبہ قائم کیا ہے جس میں یہ بورڈ ۷۵ کے منجملہ کئی کتابیں تاریخ دستور انگلستان اور خالص جیومیٹری میں شائع کر رہا ہے۔ آندھرا پردیش میں تین اُردو میڈیم ٹیچرس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کئے جارہے ہیں۔

مہاراشٹر میں بھی اُردو اکادمی کی گوناگوں کارکردگی کے سوا اس کے تحت ایک پریس قائم کیا گیا ہے جو اُردو کی کتابیں شائع کریگا.

ایک اندازے کے مطابق ۱۹۷۶ء میں اُردو کی لگ بھگ چار سو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ یہ تعداد ہر لحاظ سے امید افزاء ہے۔ حسب سابق سب سے زیادہ تعداد میں شعری مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ اور شعری مجموعوں میں سب سے زیادہ غزلیات کا حصہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو میں غزلیں کتنی مقبول ہیں۔

ناول اور افسانوں کے مجموعے بہت کم شائع ہوئے ہیں۔ تنقیدی اور تحقیقی کتابوں کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور ایسی کتابیں تو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں جو برسوں کی محنت اور غور و فکر اور تلاش و تحقیق کا نتیجہ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ارباب فکر و دانش اس روایات کو آگے بڑھائیں۔ غزلیں ضرور شائع ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ طویل نظمیں، تمثیلیں اور منظوم ڈرامے بھی شائع ہوں۔ تنقید کے ساتھ ساتھ کسی ایک مضمون پر جامع کتابیں بھی لکھی جائیں۔ تحقیق کے نام پر جو تحقیقی مقالے شائع ہوتے ہیں ان میں سے اکثر اعلیٰ معیار کے حامل ہوتے ہیں۔ ہمارے پورے کلاسیکی ادب کے از سر نو جائزے کی ضرورت ہے۔ رسائل اور سمینار کے مضامین اکثر موضوع کا حق ادا نہیں کرتے اس میں بھی سدھار کی ضرورت ہے

سائنس اور عملی موضوعات پر بہت کم کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ترقی اُردو بورڈ مختلف اکاڈمیوں اور اداروں کو اس طرف توجہ دلا رہا ہے۔

نصابی ضرورتوں سے قطع نظر عام آدمیوں کے لئے مفید اور معلوماتی کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں۔ انجمن ترقی اُردو کی پورے ہندوستان میں ۶۰۰ سے زیادہ شاخیں ہیں اور ان سب کی کارکردگی کو بڑھانے اور ان کی افادیت میں اضافہ کرنے کے لائحہ عمل تیار ہیں۔ ملک میں تقریباً ۵ کروڑ اُردو بولنے والوں نے اب یہ طے کیا ہے کہ دہلی میں جس "اُردو گھر" کی بنیاد دس سال پہلے رکھی گئی تھی اس کو اب بہت جلد مکمل کیا جائے۔ اور اس طرح کے اُردو گھر ہر ریاست میں تعمیر کئے جانے کی تجویز بھی زیر غور ہے۔

ہندوستان میں سرکاری تنظیموں، اُردو اکاڈمیوں اور دوسرے خانگی اداروں کے ذریعے ہر سال تقسیم کئے جانیوالے انعامات کی مجموعی تعداد اُردو میں شائع ہونے والی کتابوں کی جملہ تعداد سے زیادہ ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جو اُردو میں تھوڑے بہت مقام کا حامل ہے کوئی نہ کوئی انعام پالیتا ہے.

آج کل ہندوستان کے کئی صوبوں میں اُردو اکاڈمیوں کا قیام ہو چکا ہے۔ ان اکاڈمیوں میں سب سے پرانی اُترپردیش کی اکاڈمی ہے۔ اس کے بعد مہاراشٹر میں اُردو اکاڈمی کا قیام عمل میں آیا اور اب تو آندھرا پردیش اور میسور میں بھی اُردو اکاڈمی قائم ہو گئی ہیں۔ اور ان اکاڈمیوں کے اغراض و مقاصد آگے بیان کئے گئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اُردو کا مستقبل شاندار ہے اُردو کی تعلیم و تدریس کے انتظامات خاطر خواہ اور ترویج و اشاعت بھی حسب دلخواہ ہے۔ اکاش وانی اور دوُر درشن پر بھی اُردو کے لئے کافی وقت دیا جاتا ہے جو اُردو کی مقبولیت کی دلیل ہے.

اکاڈمیوں کے اغراض و مقاصد مختصراً عرض ہیں:

۱۔ اُردو زبان کی ہمہ جہتی ترقی
۲۔ تراجم اور دیگر ادبی سرگرمیوں کے ذریعہ ریاستی زبان اور اردو کے درمیان تخلیقی خیالات کے تبادلے کا فروغ.
۳۔ ایسی اسکیموں اور سرگرمیوں کا آغاز اور ان کی امداد جن سے اُردو کے مقصد کو تقویت پہنچے۔
۴۔ اُردو میں جرائد و رسائل اور کتب کی اشاعت کی ذمہ داری اور ایسے کاموں کی امداد۔
۵۔ ریاست میں مقیم ادباء و شعراء کو ان کی تخلیقات کی اشاعت کے لئے مالی امداد کی فراہمی۔
۶۔ اُردو کی ادبی تنظیموں اور ادبی سرگرمیوں کو مالی امداد۔
۷۔ اُردو کی حوصلہ افزائی کے لئے سیمینار، کانفرنس، سمپوزیم اور نمائشوں کا انعقاد اور ایسی سرگرمیوں کی امداد۔
۸۔ کتب خانوں اور دارالمطالعوں کیلئے کتابوں اور رسائل کی فراہمی۔
۹۔ ریاست میں رہنے والے ادباء و شعراء کو مختلف ادبی میدانوں میں اعلیٰ ادبی مساعی پر مالی انعامات۔
۱۰۔ اُردو اسکالرز اور طلباء کو وظائف اور فیلوشپ۔
۱۱۔ بورڈ کی سرگرمیوں نیز اُردو بولنے والوں کی ضروریات سے وقتاً فوقتاً حکومت کو آگاہ کرنا اور ان کے مسائل کا حل۔
۱۲۔ اُردو کے فروغ کے سلسلے میں پالیسیوں کی تشکیل، حکومت کو مشورہ دینا نیز ان پر عمل درآمد میں مدد دینا۔

اس قسم کی سرگرمیاں ان ریاستوں

(بقایا صفحہ ۳۰ پر)

مجاز کی انقلابی شاعری

• ڈاکٹر خورشید نعمانی
۱۸۰-اے، پائپ روڈ، کرلا، بمبئی ۴۰۰۰۷۰

کسی ادیب یا شاعر کی عظمت کا راز منجملہ دوسری باتوں کے اس بات میں بھی مضمر ہوتا ہے کہ اس نے اپنے عہد اور ماحول کی عکاسی اپنی تخلیقات میں کس حد تک کی ہے۔ یہ ایک کلیہ ہے اور اس کے لئے زمان و مکان کا کوئی تعین نہیں ہے۔ غالب کا کلام ان کی تصانیف منجملہ خطوط ایک طرف فکر و فن کے اعلیٰ نمونے ہیں تو دوسری طرف اپنے عہد کی مکمل تاریخ بھی ہیں۔ مجاز کی شاعری بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ جس نے بھی مجاز کی شاعری کا مطالعہ کیا ہے وہ یہ بات تسلیم کرے گا کہ ان کے فن میں روح عصر جلوہ گر ہے اور ان کی شاعری میں حساس نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن ملتی ہے۔ مجاز کی شاعری پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے اور سب پہلو اپنی جگہ پر خوب ہیں۔ لیکن حقیقت میں مجاز شباب اور انقلاب کے شاعر ہیں، منظر سلیم نے اپنی تصنیف "مجاز، حیات اور شاعری" میں ان دو پہلوؤں پر خاطر خواہ بحث کی ہے۔ شباب اور انقلاب ان کی شاعری میں ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ رومانیت اور انقلاب شباب ہی کے رہین منت ہوا کرتے ہیں۔ انقلاب کا تصور عہد شباب ہی میں آتا ہے، انقلاب نہ تو طفل مکتب لا سکتا ہے اور نہ پیر گوشہ گیر، اس کے لئے عہد شباب کا آہنی عزم اور جرارت حوصلہ درکار ہے۔ اور مجاز کے یہاں یہ عزم و حوصلہ بدرجۂ وافر موجود ہے ؎

به این سیل غم و سیل حوادث
مرا سر ہے کہ اب بھی خم نہیں ہے

مجاز کی انقلابی شاعری مختلف حلقوں میں موضوع بحث رہی ہے اور اس پر دو متضاد رایوں کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ ایک رائے ہے کہ مجاز حقیقی معنوں میں انقلابی شاعر تھے۔ ان کا سیاسی و سماجی شعور پختہ تھا اور وہ انقلاب کا واضح تصور رکھتے تھے۔ اس کا اظہار بھی انھوں نے انتہائی بے باکی و خلوص سے کیا ہے۔ فیض احمد فیض کی اس رائے سے کہ "مجاز انقلاب کا ڈھنڈورچی نہیں مطرب ہے۔" بیشتر ترقی پسند ناظرین متفق ہیں۔ دوسری رائے اس کے مخالف ہے۔ مخالف رائے رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ مجاز کے سیاسی شعور میں پختگی نہ تھی۔ انقلاب کا کوئی واضح تصور نہ تھا اور اگر تھا بھی تو سراسر جذباتی اور تعمیراتی سے زیادہ تخریبی۔ اسلوب احمد انصاری کی یہ رائیں اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

" مجاز کی بیشتر انقلابی نظمیں اعلیٰ اور کامیاب شاعری کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ کیوں کہ ان نظموں میں وہ شاعر کے منصب کا احترام کم کرتے ہیں انقلاب کا ڈھنڈورا زیادہ پیٹتے ہیں۔" [1]

دوسری جگہ پر وہ لکھتے ہیں:

" مجاز کا انقلاب کا تصور سراسر جذباتی ہے جو صرف ایک بے معنی تخریب پر منتج ہوتا ہے۔ وہ نہ انقلاب کے اسباب و آثار اور اس کی قوتوں پر کوئی نظر رکھتے ہیں اور نہ ان کا شاعرانہ انداز فکر کسی سمت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔" [2]

اسی مضمون میں وہ آگے لکھتے ہیں:

" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو شاعری کو انقلاب کا جو تصور جوش نے دیا تھا اسے مجاز نے بغیر کسی تنقیدی محاکمے کے قبول کر لیا ہے اور چونکہ وہ طبعاً غور و فکر کے عادی نہیں ہیں اس لئے نہ اس کے حسن و قبح پر ان کی نظر پڑتی ہے اور نہ وہ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ کر سکتے ہیں۔" [3]

مجاز کی انقلابی شاعری کے سلسلے میں دونوں رائیں افراط و تفریط سے پُر ہیں۔ فیض و احتشام حسین کی یہ رائے کہ ان کا سماجی و سیاسی شعور پختہ تھا اور ان کے یہاں انقلاب کا ایک واضح تصور ملتا ہے۔ کسی حد تک مبالغہ آمیز ہے۔ دوسری طرف اسلوب احمد انصاری کی رائیں بھی شدت پر مبنی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مجاز جوش کی صحبت میں ایک عرصے تک رہے۔ عادات و اطوار زبان و بیان میں بھی ان سے متاثر ہوئے لیکن جہاں تک دونوں کے یہاں انقلاب کا تصور ملتا ہے قدرے مختلف ہے۔ مجاز کا تصور انقلاب جوش کے انقلاب پر اضافہ ہے اور زیادہ واضح ہے۔ جوش کے یہاں یہ تصور صرف ان کی ذات تک محدود ہے اور وہ جس انقلاب کے نقیب ہیں، اس کا خاتمہ جاگیردارانہ ذہنیت پر ہو جاتا ہے۔ مجاز کے انقلاب کا تصور ہمہ گیر ہے وہ انفرادی سے زیادہ اجتماعی حیثیت رکھتا ہے۔ مجاز کے انقلاب کے علمبردار باغی نوجوان تعلیم یافتہ بے روزگار، مزدور اور دہقان ہیں۔ دراصل ان کی شاعری کا زمانہ ہندوستان

[1، 2، 3] مجاز از ادب اور تنقید ص ۲۱۳ تا ۲۱۴

کی تاریخ کا ہیجانی دور تھا۔ سیاسی اعتبار سے ہندوستانی عوام میں بیداری کا دور تھا۔ سرمایہ داری و مزدور کی کشمکش کا دور تھا۔ مجاز کا حساس دل ان سب باتوں کو محسوس کرتا تھا، ان حالات سے نبرد آزما ہونا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظموں میں جگہ جگہ بغاوت کی آگ کے شعلے نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں مجاز کے ذہن کو سمجھنے کے لئے اگر ان کی چند اہم انقلابی نظموں کا جائزہ لیا جائے تو مناسب ہوگا۔

اس سلسلے کی ان کی پہلی نظم "انقلاب" ہے، اس نظم میں وہ انقلاب کا جو تصور پیش کرتے ہیں وہ تعمیر سے زیادہ تخریب پر مبنی ہے۔ نظم میں وہ ملک کی آزادی اور سرخ آندھی کی آمد کا پیغام دیتے ہوئے چار مرحلوں پر زور دیتے ہیں۔

۱۔ مسلح جدوجہد شروع ہونے کے آثار
۲۔ سرمایہ داری نظام کا خاتمہ
۳۔ مزدوروں کا جوش انتقام اور انقلاب کی مسلح جدوجہد کے دوران ہونے والا خون خرابہ
۴۔ آمد انقلاب،

یہی نظم اسلوب احمد انصاری کی تنقید کا زیادہ نشانہ رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس زمانے میں یہ نظم لکھی گئی اس وقت مسلح جدوجہد کے آثار موجود نہ تھے۔ اور خون خرابے کی کبھی کوئی امید نہ تھی لیکن مجاز کے باغی و سرکش دل میں انقلاب کا یہ جذبہ کارفرما ضرور تھا۔ ایسا جذبہ صرف مجاز ہی نہیں بلکہ ہر نوجوان کے دل میں پیدا ہوتا ہے جہاں کچھ کرنے کا عزم ہو لیکن حالات کی ناسازگاری اسے ایسا کرنے سے باز رکھے ؎

یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

یہ نظم اگر عملی طور پر نہیں تو مثالی طور پر ہی نوجوانوں کے دل کی آواز تھی اور آج بھی ان کے دلوں کو گرماتی ہے اور انقلاب کا جذبہ کارفرما کرتی ہے۔

مجاز نے اپنی مشہور نظم "تعارف" میں خود کو "شاعر بیدار" کہا ہے۔ اس نظم کا خالق رومانیت سے گذر کر انقلاب کی سرحدوں تک پہنچا ہے وہ خود کو مجرم، شوخیٔ گفتار، نوع انساں کا پرستار، لپکتا ہوا شعلہ اور چلتی ہوئی تلوار بتاتا ہے۔ اس کے دل میں انسانیت کا درد ہے اور شمشیر زنی (انقلاب) سے انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنا چاہتا ہے۔

"نذر دل" میں وہ محبوب سے مل کر انقلاب تازہ تر پیدا کرنا اور دہر پر چھا جانا چاہتا ہے کہ لوگ اسے دیکھتے رہ جائیں۔

"اندھیری رات کا مسافر" میں راہ کی مشکلات کے باوجود آگے بڑھتے رہنے کا عزم آج کے نوجوانوں کے دلوں میں نیا ولولہ پیدا کرتا ہے۔

"نوجوان سے" میں وہ نوجوانوں کی صلاحیتوں کا احساس بیدار کراتا ہے اور خواہاں ہے کہ انقلاب کی آمد کا انتظار کرنے کے بجائے جلد ہی انقلاب برپا کرنا چاہیئے۔

"نوجوان خاتون سے" مجاز کی ایک اچھی نظم ہے اور ترقی پسند خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔ مجاز عام زندگی کی جدوجہد اور آزادی کی جدوجہد دونوں میں عورت کے حقوق کا حامی تھا۔ اس کے لئے اس کا آنچل پرچم اور ماتھے کا ٹیکہ مرد کی قسمت کا تارہ بنتا ہے۔

"آوارہ" مجاز کی اہم ترین اور مقبول عام نظم ہے، بقول حیات اللہ انصاری "مجاز اگر آوارہ کے علاوہ اور کچھ نہ لکھتے تو بھی اردو شاعری میں ان کا نام باقی رہتا۔"

سردار جعفری اس نظم کے متعلق "لکھنؤ کی پانچ راتیں" میں رقمطراز ہیں:

"یہ نظم نوجوانوں کا اعلان نامہ تھی اور آوارہ کا کردار اردو شاعری میں بغاوت اور آزادی کا پیکر بن کر ابھر آیا۔ اس سے پہلے یہ لفظ صرف پریشان حالی اور پریشان روزگار کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا اور بگولوں کی طرح مارا مارا پھرتا تھا۔ مگر اب یہ بھی سوچتا ہے:

لے کے اک چنگیز کے ہاتھوں سے خنجر توڑ دوں
تاج پر اس کے دمکتا ہے جو پتھر توڑ دوں،
کوئی توڑے یا نہ توڑے میں ہی بڑھ کر توڑ دوں،
اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

کسی ترقی یافتہ زبان کی شاعری کو جس کے پاس پانچ سو برس کی روایت ہو کوئی نیا تصور دینا معمولی بات نہیں ہے۔ یہ شاعر کو زندہ جاوید کر دینے کے لئے کافی ہے۔" [۴۰]

"سرمایہ داری" مجاز کی دوسری اہم نظم ہے جس میں سرمایہ دارانہ نظام کی غلط کاریوں کا پردہ فاش کیا گیا ہے اور اس کی فتنہ زائیوں کا ذکر کرتے ہوئے شاعر آخر میں اس خیال کا اظہار کرتا ہے ؎

مبارک دوستو لبریز ہے اب اس کا پیمانہ
اٹھاؤ آندھیاں کمزور ہے بنیاد کاشانہ

"ادھر بھی آ" کا آخری بند اسلوب احمد انصاری کی اس تنقید کا جواب پیش کرتی ہے جس میں وہ ان کی شاعری میں انقلابی عنصر کو تعمیر سے زیادہ

---

[۴۰] لکھنؤ کی پانچ راتیں، از علی سردار جعفری ص ۲۵

تخریب پر منتج کرتے ہیں ؎

تقدیر کچھ ہو کاوشِ تدبیر بھی تو ہے
تخریب کے لباس میں تعمیر بھی تو ہے
ظلمات کے حجاب میں تنویر بھی تو ہے
آ منتظر ہے عشرتِ فردا ادھر بھی آ

"خوابِ سحر" مجاز کی بھرپور اور اہم ترین نظموں میں سے ایک ہے۔ اس میں ان کا لہجہ متوازن اور خیال انگیز ہے۔ اس نظم کے آخری اشعار سے اجتماعی شعور کا اظہار ہوتا ہے اور مجاز کا تصورِ انقلاب واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ مجاز نے یہ نظم انقلاب روس کی سالگرہ کے موقع پر لکھی تھی۔ اس نظم میں مجاز نے انقلاب روس کو انسانیت کا "خوابِ سحر" قرار دیا ہے اس نظم کے یہ اشعار خاص طور پر قابل توجہ ہیں ؎

اک نہ اک در پر جبینِ شوق گھستی ہی رہی
آدمیت ظلم کی چکی میں پستی ہی رہی —
یہ مسلسل آفتیں یہ یورشیں یہ قتلِ عام
آدمی کب تک رہے اوہامِ باطل کا غلام
ذہنِ انسانی نے اب اوہام کے ظلمات میں
زندگی کی سخت طوفانی اندھیری رات میں
کچھ نہیں تو کم سے کم خوابِ سحر دیکھا تو ہے
جس طرف دیکھا نہ تھا اب تک ادھر دیکھا تو ہے

ان اہم نظموں کے علاوہ آہنگِ نو، آج، بول! اری او دھرتی بول!

پہلا جشنِ آزادی اور فکر، اس سلسلے کی اہم کڑی ہیں۔
مجاز اصل معنی میں انقلابی شاعر تھے یا نہیں اس کا فیصلہ قارئین فیض کے اس قول سے کرلیں گے جو کہ انھوں نے آہنگ کے دیباچہ میں لکھا ہے[۵]

" کامیاب شعر کے لئے (آج کل کے زمانہ میں) شمشیر کی صلابت اور سازِ حجام کا گداز دونوں ضروری ہیں ؎
دلبری با قاہری جادوگری ست
اس امتزاج میں ابھی تک شمشیر کم ہے اور سازِ حجام زیادہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شمشیر زنی کے لئے ایک خاص دماغی زہد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن مجاز کی طبیعت میں زہد کم ہے لذتیت زیادہ، شمشیر زنی کو میں انقلابی شاعری کے معنوں میں استعمال کررہا ہوں، دماغی زہد سے میری مراد ہے ایک مخصوص انقلابی مقصد کے نشر و اظہار میں کلی ذہنی اور جذباتی یکسوئی، تمام غیر متعلق جذباتی ترغیبات سے پرہیز، بے تکھٹن اور محنت طلب علم ہے۔ مجاز ہم سب کی طرح لاابالی اور سہل نگار انسان ہیں۔ چنانچہ جب بھی انھیں کوئی ذوقِ پنہاں کی کامرانی کا موقع ملے باز نہیں رہ سکتے۔"
مجاز کے یہاں دراصل اس دماغی زہد کی کمی تھی جس کو ان کے ناقدین نے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا ورنہ اس کے ایک انقلابی شاعر ہونے میں کسے کلام ہے۔ ★★

[۵] دیباچہ آہنگ از فیض احمد فیض ص ۲

تبصرہ

رفیق جعفر

فن اور شخصیت کا کملیشور نمبر

موجودہ ہندی کے افسانوی ادب میں کملیشور کا نام جانے پہچانے نمایاں ناموں میں سے ایک ہے۔ کملیشور کے ادب کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے "ہندی کہانی" کو آگے بڑھانے اور عالمی ادب میں اس کا مقام بنانے کی سعی کی ہے اور جگہ جگہ پر گہرے نقش چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتے رہے ہیں۔

کملیشور جیسے اہم کہانی کار پر رسالہ "فن اور شخصیت" کے مدیر صابر دت نے اپنے رسالہ کا نمبر نکال کر ایک بہت ہی اہم کام کیا ہے کیوں کہ میرے خیال میں آج تک کسی غیر زبان کے ادیب یا شاعر پر اتنا اچھا اور ضخیم نمبر اردو کے کسی رسالے نے بھی شائع نہیں کیا۔ فن اور شخصیت کے سر یہ سہرا بندھتا ہے کہ اس رسالے نے ایک اہم کہانی کار کو اردو والوں سے تفصیلی طور پر واقف کروایا۔

اس نمبر میں کملیشور کا نیا ناول "ٹوٹے ہوئے مسافر" کے علاوہ پچیس منتخبہ کہانیاں بھی شامل ہیں۔ کملیشور کی تخلیقات کا یہ انتخاب ہی کملیشور کی پہچان ہے۔ گویا یہ انتخاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کملیشور کے فن کا سارا رنگ و روغن ابھر کر آیا ہے جس سے آپ ان کا ادبی قد ناپ تول سکتے ہیں۔

اس میں منتخبہ تخلیقات کے علاوہ کملیشور پر لکھے مضامین بھی ہیں جو ملک کے مختلف زبانوں کے فنکاروں نے لکھے ہیں۔ کچھ اہم شخصیتوں کے ساتھ کملیشور کے فوٹو بھی ہیں۔ اردو کے مشہور افسانہ نگار کشمیری لال ذاکر کے "ٹکڑوں میں بٹا ہوا آدمی" کے عنوان کے تحت کملیشور کی سوانح حیات اپنے قلم سے تحریر کی ہے۔ جو رسالہ فن اور شخصیت" کی روایت کے مطابق ہے۔ کئی اعتبار سے اس نمبر کی حیثیت تاریخی ہوگئی ہے جس کے لئے صابر دت مدیر فن اور شخصیت" مبارکباد کے مستحق ہیں۔ رسالہ ۵ روپیے میں، علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ بمبئی ۳ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ●

● معروف شریفی

دیارِ بمبئی

کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی
دیکھنے ہی سے ہے وابستہ بہارِ بمبئی
اونچی اونچی بلڈنگیں اور خوب صورت راستے
ہاں انھیں باتوں سے ہے شاید وقارِ بمبئی
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

ساحلِ ہندوستاں کی ہے یہ اک نیلم پری
بحر کی آغوش میں بیٹھی ہے یہ مستی بھری
امتیازِ روز و شب سے بے خبر رہتی ہے یہ
رات دن یکساں ہے اس کی رونق و جلوہ گری
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

اک طرف اٹھلا رہی ہے موجِ بحرِ بیکراں
اک طرف دکھلا رہا ہے کوئی اپنی شوخیاں
دور تک پھیلا ہوا یہ شامِ رنگیں کا سماں
اک جہانِ رنگ و بو ہے کارواں در کارواں
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

اونچے اونچے شیش محلوں میں یہ نیلی روشنی
ریشمی پردوں میں پنہاں یہ سرور و سرخوشی
ہاں انھیں رنگیں نظاروں کی قسم لے لیجئے
شیشہ و ساغر میں ڈھلتی ہے یہاں تو زندگی
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

یہ عروسِ ایشیا رقاصۂ یورپ بھی ہے
شمعِ مشرق بھی ہے پروانۂ یورپ بھی ہے
امتزاجِ مشرق و مغرب ہے خوئے بمبئی
اس کی بزمِ ناز میں مے خانۂ یورپ بھی ہے
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

بستیوں کے درمیاں یہ کالی کالی چمنیاں
یہ فضا میں کروٹیں لیتا ہوا مل کا دھواں
یہ سسکتی تلملاتی اور بوجھل سی فضا،
اف اسی عالم سے وابستہ ہے مزدوروں کی جاں
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

بمبئی بستی ہے یا ہے کاروانِ زندگی
رہبری کرتے ہیں جس کی تاجرانِ زندگی
نقدِ جاں دے کر بھی یاں حاصل سکوں ہوتا نہیں
محورِ زر پہ ہے رقصاں یا جہانِ زندگی
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

کوئی شئے ہو پر یہاں کچھ بھی نہیں جنس گراں
علم و فن دین و سیاست ہے یہاں سب کی دکاں
کیسۂ زر ہو تو ہر مشکل یہاں آسان ہے
اور اگر ہو مفلسی تو کیجئے آہ و فغاں
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی،

کتنی وحشتناک ہیں یہ بمبئی کی جھلکیاں
دل کی تاریکی پہ ہنستی ہیں یہاں رنگینیاں
آہ اس فردوس پہ ہوتا ہے دوزخ کا گماں
جلوہ ساماں ہے کہیں یہ اور کہیں شعلہ فشاں
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی،

کوئی عشرت کا ہے بندہ کوئی غربت کا شکار
کوئی صیدِ آرزو ہے کوئی غم سے بے قرار،
چین کی صورت بہر صورت کہیں ملتی نہیں،
شہر تو اچھا ہے لیکن دل ہیں سب کے داغدار
کیا بتاؤں ہمنشیں کیا ہے دیارِ بمبئی

تسنیم فاروقی
باغ قاضی ۔ لکھنؤ

غزل

وہ رنگ ہے کہ جینے جی چھوڑا نہ جائے ہے
ہم نے تو یہ سنا تھا کہ دنیا سرائے ہے

منزل اسی کی راہ میں پلکیں بچھائے ہے
تیرہ فضاؤں میں جو مشعل جلائے ہے

اک سحر سامری تھی وہ پہلی نگاہ ناز
ہر پھر کے دل اسی کی حضوری میں جائے ہے

پچھلے برس تو پھول ہنسی بھول ہی گئے
اب کے بہار دیکھئے کیا گل کھلائے ہے

خود کو کبھی پرائی نگاہوں سے دیکھ تو
تو دوسروں کے حال پہ کیا مسکرائے ہے

رنگوں کے اختلاف کا بازار گرم ہے
پھولوں کو اب قریب سے دیکھا نہ جائے ہے

ساغر میں آئینے میں ستاروں میں پھول میں
میرا مشاہدہ ہے کہ تو مسکرائے ہے

میرے لبوں کی زرد ہنسی پر نہ جائیے
یہ دیکھئے کہ کتنے دکھوں کو چھپائے ہے

تسنیم شعر و فکر کو اک عمر چاہئے!
یہ مشورہ ہے میر کا غالب کی رائے ہے

شفیع اللہ خان راز اٹاوی
کٹرہ پردل خان، اٹاوہ، (یوپی)

غزل

ہم نہ جائیں گے رہنما کے قریب
لوٹ لے گا ہمیں بلا کے قریب

ابتدا دیکھ انتہا کے قریب
زندگی آ گئی فنا کے قریب

ان سے پوچھا کہ زندگی کیا ہے
اک دیا رکھ دیا بجھا کے قریب

آب دیدہ ہے عشرت دنیا
کس قدر غم ہیں بے نوا کے قریب

اک پرندہ لپک کے پہنچا تھا
پھر بھی پیاسا رہا گھٹا کے قریب

ظرفِ دل آزما رہی ہے شراب
جام رکھے ہیں پارسا کے قریب

چشم پرنم وہ آج اٹھے ہیں،
کل جو بیٹھے تھے مسکرا کے قریب

فاصلے رازؔ درمیاں ہیں، مگر،
آدمی پھر بھی ہے خدا کے قریب

خبریں - تصویروں میں

یوم مہاراشٹر کی تقریب کے سلسلے میں، مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی، یکم مئی ۱۹۷۸ء کو شیواجی پارک میں ہونے والی پریڈ کی سلامی لے رہے ہیں

شری وسنت دادا پاٹل نے ۷ اپریل کو برلا ماتوشری سبھا گھر میں "بلڈ پریشر" کی جانکاری کے بارے میں جماعتی اجلاس کا افتتاح کیا۔ تصویر میں وزیر مملکت برائے صحت شری سوشیل کمار شندے دیکھے جا سکتے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۷ اپریل کو راج بھون میں "بلڈ پریشر جانچ مہم" کا افتتاح کیا۔ جو نیشنل کونسل آن ہائپر ٹینشن کی جانب سے جاری کی گئی ہے۔

وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل، مادڈی سو پے اٹھاؤ سینچائی اسکیم تعلقہ پرندھر ضلع پونے کا افتتاح کرتے ہوئے۔ شری ایس، جی پوار وزیر صنعت و محنت بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

۱۴ اپریل کو منترالیہ میں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے ۸۷ ویں جنم دن پر وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے ان کی تصویر کو ہار پہنا کر خراج عقیدت پیش کیا۔

سنہاگڈھ ایکسپریس۔
ہندوستان کی پہلی ڈبل ڈیکر (دومنزلہ) ٹرین جس کا افتتاح پروفیسر مدھو ڈنڈوتے نے پونے میں ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء کو کیا۔

وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل ۱۵ اپریل کو مہاراشٹر ضلع ورت پتر سمپادک سنگھ کے پہلے اجلاس کا افتتاح فرما رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں شری رام منوہر ترپاٹھی وزیر مملکت برائے اطلاعات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

نائب وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری تریڑے نے ۹ اپریل کو ناگرک سہکاری اسپتال میں "ان ٹینسیو کیئر" یونٹ کا افتتاح کیا۔

اردو ادبِ عالیہ کی جانب سے ۲۴ اپریل کو "یومِ اقبالؒ" منایا گیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل علامہ اقبالؒ کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

کرسی پر (دائیں) شریمتی شالنی تائی پاٹل، سگار لکھنوی، شری وامن راؤ مہاڈک میئر آف بمبئی، شری خواجہ عبد الغفور، شمیم طارق اور صبا نظامی، دیکھے جا سکتے ہیں۔

پاکستانی صحافی مضبوط رشتے کے خواہشمند

آل انڈیا مشاعرہ میں اظہار رائے

انجمن خیرالاسلام کے زیر اہتمام منعقد کئے گئے ایک آل انڈیا مشاعرہ میں ڈاکٹر رفیق زکریا، ایم پی و چیرمین مہاراشٹر اُردو اکاڈیمی، سعودی عرب کے نامزد سفیر شری حافظکا، وزیر مملکت شری رام منوہر تر پاٹھی کے علاوہ پاکستانی صحافیوں نے بھی شرکت کی۔

اس موقع پر دونوں جانب کے مقرّروں نے دونوں ملکوں کے مابین تعلقات کے مزید استحکام کی خواہش ظاہر کی۔ پاکستان کے مشہور صحافی شری حافظ محمد اسلم، چیف رپورٹر 'جنگ' کراچی نے اپنی تقریر میں کہاکہ "وہ ہندوستان کے عوام کے دلوں میں ان کے ملک کے لئے خیرسگالی کے جذبے کی قدر کرتے ہیں"۔ اس مشاعرے میں ملک کے مانے ہوئے شعراء نے شرکت کی اور مشاعرے کو کامیابی سے ہمکنار کر دایا۔

شری کے۔ایم اظہر حسین

اکثر اوقات اخبارات اور دیگر رسائل میں وزیر مملکت برائے زراعت و کمانڈ ایریا ڈویلپمنٹ اتھارٹی شری کے۔ایم اظہر حسین کا نام غلط شائع ہوتا ہے۔ اخبارات و رسائل اس بات پر دھیان دیں اور ان کا نام 'کے۔ایم اظہر حسین' صحیح طور سے شائع کریں۔

پاکستانی صحافتی وفد شہر میں

بارہ افراد پر مشتمل پاکستانی صحافتی وفد بنگلور سے ۱۸ اپریل کو بمبئی پہنچا۔ وفد نے بھابھا اٹمک انرجی کا دورہ کیا اور پریس گلڈ آف انڈیا کی جانب سے امبسیڈر ہوٹل میں ایک استقبالیہ میں شرکت کی۔ اس سے قبل وفد نے ٹائمز آف انڈیا پریس کا دورہ کیا۔ اُردو اکاڈیمی کی جانب سے وفد کو منترالیہ میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔

وفد نے وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل سے ملاقات کی اور مختلف اہمی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا۔ اس موقع پر وزیر مملکت برائے اطلاعات شری رام منوہر تر پاٹھی بھی موجود تھے۔

شام کے وقت وفد نے انڈین آئل کارپوریشن کی جانب سے دیئے گئے ایک استقبالیہ میں شرکت کی جو تاج محل ہوٹل میں منعقد ہوا تھا۔

پاکستانی صحافیوں کے وفد نے ۱۶ اپریل ۷۸ء کی شام میں وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل سے سچیوالیہ میں ملاقات کی وزیر اعلیٰ نے اراکین وفد کو "قومی راج" کا "علامہ اقبال صدی خصوصی نمبر" پیش کیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ کے ساتھ (بائیں جانب) شری رام منوہر تر پاٹھی وزیر مملکت برائے اطلاعات، شری موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر اور شری ایم ایشور راج ماتھر ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر (دائیں جانب) دیکھے جاسکتے ہیں۔ چیف منسٹر کے بائیں جانب وفد کے اراکین بیٹھے ہوئے ہیں۔

اُردو کی ترقی کے لئے فضا سازگار ہے

(گورنر مہاراشٹر)

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی

ممبئی ۲۹ اپریل۔ مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے راج بھون کے دربار ہال میں منعقدہ اُردو اکادمی کے تقسیم انعامات کی تقریب میں فرمایا کہ مہاراشٹر میں اُردو کی ترقی کے لئے فضا سازگار ہے۔ اُردو مہاراشٹر کے دیہاتوں میں بولی جاتی ہے اور ان دور دراز علاقوں میں بھی مشاعرے ہوتے رہتے ہیں جس سے اردو کی ہمہ گیری کا پتہ چلتا ہے۔ اب تک اُردو اپنی شیرینی اور لطافت کی وجہ سے ایک زندہ زبان کی حیثیت سے جی رہی ہے اور آئندہ بھی ایک باوقار زبان کی طرح سے زندہ رہے گی جو ہر اُردو داں کی خواہش ہے۔

شری صادق علی نے فرمایا کہ اُردو اور مراٹھی میں بڑا قریبی رشتہ ہے۔ اُردو اکادمی کی یہ کوشش قابلِ تعریف ہے کہ وہ ان دونوں زبانوں کو مزید قریب ترلانے کی کوشش کر رہی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ۱۹ ویں صدی ہی سے زبان کے مسئلے کو اہمیت دی جارہی ہے۔ آزادی کے بعد ہندی ہماری قومی زبان ہوگئی اور دیگر زبانوں کو اپنا مقام مل گیا ہے۔ ہمارے ملک میں ہر سیاست داں اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اُردو پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

شری صادق علی نے فرمایا کہ ملک کی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب اد[illegible] ثقافت آگے بڑھے اور سیاست پیچھے۔ آپ نے کہا کہ ریاست مہاراشٹر [illegible] اُردو کے ساتھ جو سلوک کیا جارہا ہے وہ اس سے مطمئن ہیں۔

اکادمی کے چیرمین ڈاکٹر رفیق زکریا نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اُردو اکاد[illegible] سے جو توقعات وابستہ تھیں اس میں پوری طرح سے کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے لیکن مزید کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش جاری ہے۔ اکادمی او[ر] مشہور شاعروں اور ادیبوں کی انجمن نہیں ہے بلکہ ہر طبقے اور ہر علا[illegible]

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی، شری عبدالحمید بوہیرے، سرپرست مصوّر ماہنامہ 'صبح اُمید' اور بزرگ صحافی کو پانچ ہزار رو[پے] کا خصوصی انعام پیش کر رہے ہیں۔ جو موصو[ف] کو مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کی جا[نب] سے اُن کی چالیس سالہ ادبی خدمات، خصوصاً مراٹھی اور اُردو ادب کو قریب لا[نے] کی گرانقدر مساعی کے صلے میں دیا گیا ہے۔ درمیان میں اکاڈیمی کے سکریٹری شری خوا[جہ] عبدالغفور بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

کے اُردو سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس میں نمائندگی دی گئی ہے۔ انھوں نے اس بات کا انکشاف کیا کہ تین سال کے عرصہ میں اکادمی نے ۶۰ کتابوں کی اشاعت میں مدد کی ہے۔

سید فاروق پاشا وزیر مملکت برائے تعلیم و اُردو اکادمی کے نائب صدر نے اپنی تقریر میں اس تیقن کا اعادہ کیا کہ مہاراشٹر کی مخلوط حکومت اُردو اکادمی کے لئے کئے گئے بیس لاکھ روپے کے وعدوں کو ضرور پورا کریگی کیونکہ وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے اس رقم کی ادائیگی کا اظہار کیا ہے۔

خواجہ عبدالغفور نے مختصراً اُردو اکادمی کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور گذشتہ تین سالوں میں اکادمی نے جو کام انجام دیئے ہیں انھیں سامعین سے روشناس کرایا۔

قبل ازیں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے شری عبدالحمید یوہیرے، شریمتی سلمیٰ صدیقی، منشا الرحمٰن خاں منشاؔ، عبدالحلیم، مولانا پرواز اصلاحی، ظفرالاسلام ظفرؔ، یونس اگاسکر، انور خاں اور ظفر گورکھپوری کو انعامات پیش کئے۔

اس شام راج بھون کا دربار ہال ایک روح پرور منظر پیش کر رہا تھا۔ جہاں صف اول کے ادیب، شعراء، صحافی اور شہر کی مقبول شخصیتیں اُردو اکادمی کے جلسۂ تقسیم انعامات میں شرکت کی غرض سے حاضر تھیں۔

جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی چاء اور دیگر لوازمات سے تواضع کی گئی

وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل اپنی عدیم الفرصتی کے باعث اس جلسہ میں شرکت نہ کرسکے۔ انھوں نے اپنے پیغام میں، جو شری ودیادھر گوکھلے نے سامعین کو پڑھ کر سنایا، انعام یافتگان کو مبارکباد دی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اکاڈمی کی مراٹھی ادب اور اُردو ادب کو قریب لانے کی کوشش قابلِ تعریف ہے۔

شری غلام احمد خاں آرزو صاحب کے انتقال پر

وزیر مملکت شری رام منوہر ترپاٹھی کا تعزیتی پیغام

روزنامہ ہندوستان (اُردو) کے ایڈیٹر جناب غلام احمد خاں آرزو صاحب کے انتقال پر مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے شہری ترقی ویٹرو ٹوکول اور اطلاعات شری رام منوہر ترپاٹھی نے اپنا تعزیتی پیغام دیا ہے جو حسب ذیل ہے:

"مجھے یہ معلوم کرکے دلی صدمہ ہوا کہ بمبئی سے شائع ہونیوالے روزنامہ اُردو اخبار 'ہندوستان' کے ایڈیٹر جناب غلام احمد خاں آرزو اپنے وطن رامپور میں انتقال فرما گئے۔"

"آرزو صاحب میدان صحافت سے تقریباً نصف صدی تک وابستہ رہے اُن کے دیرینہ رفیق کاروں میں حافظ علی بہادر خاں اور عبدالحمید انصاری بھی تھے، ان حضرات نے مل کر اُردو صحافت کو ایک نیا موڑ دیا۔"

"اُردو صحافت میں آرزو صاحب کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ ایک مجاہد آزادی، ایک سخن فہم، رحم دل اور نیک انسان تھے۔ ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ پُر نہیں کیا جاسکتا۔ میں آرزو صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ اس عظیم سانحہ پر میں ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے شریمتی سلمیٰ صدیقی کو مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈمی کی جانب سے ۵ ہزار روپے کا خصوصی انعام پیش کیا۔ جو موصوفہ کو آنجہانی کرشن چندر کی یادیں تصنیف کرنے اور ان کی سوانح ترتیب دینے کے لئے دیا گیا ہے۔

مدھیہ پردیش کے لئے مُہر دستخط ٹرانسپورٹ مالکان کی جانب سے درخواست مطلوب

پبلک اور پرائیویٹ کیریر گاڑیوں کے مالکان کی جانب سے جن کے پاس مہاراشٹر کے پرمٹ ہیں، مدھیہ پردیش کے لئے مُہر دستخط ثبت کرنے کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔

درخواستیں سیکریٹری، اسٹیٹ ٹرانسپورٹ اتھارٹی، متل چیمبرس، پہلا منزلہ، نریمان پوائنٹ، بمبئی ۲۱-۰۰۰۴ کو ۱۵ رمئی ۱۹۷۸ء تک بھیج جانی چاہئے، درخواست گذاروں کو یکم جنوری ۱۹۷۷ء سے ۳۱ رمارچ ۱۹۷۸ء کے دوران مدھیہ پردیش کے لئے حاصل کئے گئے عارضی پرمٹ سے متعلق مناسب ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ جن لوگوں نے درخواستیں روانہ کر دی ہیں انھیں بھی مذکورہ ثبوت پیش کرنا ہوگا ورنہ ان کی درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔

درخواست میں پتہ، گاڑی نمبر، پرمٹ نمبر اور جاری کردہ اتھارٹی، قبل کے مہر دستخط، گاڑی کی تفصیل آیا کہ وہ تعلیم یافتہ بیروزگار (ثبوت پیش کریں) اسکیم کے تحت قرضے پر حاصل کی گئی ہے۔ آیا درخواست گذار پسماندہ اقوام سے تعلق رکھتا ہے (ثبوت پیش کریں) وغیرہ مکمل تفصیلات درج ہونی چاہیئے

ایسوسی ایٹیڈ بال بیرنگ کمپنی کی ہڑتال ختم!

نائب وزیر اعلیٰ شری ترپڑے کی کامیاب جدوجہد کے نتیجہ میں ایسوسی ایٹڈ بال بیرنگ کمپنی چنچوڑ کے ملازمین اور مینجمنٹ میں سمجھوتہ ہونے پر فیکٹری کے ملازمین نے ۴ ردسمبر سے شروع کی گئی ہڑتال ختم کر دی ہے۔ یہ ہڑتال کچھ ملازمین کو ملازمت سے علیحدہ کر دیئے جانے پر احتجاجاً شروع کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں نائب وزیر اعلیٰ شری ترپڑے اور وزیر صنعت و محنت شری شردپوار نے مینجمنٹ اور ملازمین کے نمائندوں سے گفتگو کی اور ان میں سمجھوتہ کروا دیا۔

جانوروں کی برآمد

حکومت مہاراشٹر کی ہدایت کے بموجب جانوروں کی برآمد کے سلسلے میں میونسپل وٹرنری کالج بمبئی کی جانب سے ہیلتھ سرٹیفکیٹ جاری کئے جانے کا کام اب ڈسٹرکٹ اینمل ہسبنڈری آفیسر، بمبئی اور اس کی غیر حاضری میں ریسرچ آفیسر میونسپل ڈیریز یونٹ، آرے کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ ہیلتھ سرٹیفکیٹ کی فیس بھی اب یوں مقرر کی گئی ہے: گھوڑوں اور خچروں کے لئے ۲۵ روپے فی جانور اور کم از کم ۴۰ روپیہ، بھینسوں اور بچھڑوں کے لئے

قومی راج۔

۱۰ روپیہ فی جانور اور کم از کم ۴۰ روپیہ، بھیڑ اور بکری کے لئے ۳ روپیہ فی جانور اور کم از کم ۳۰ روپیہ، کتوں اور دیگر پالتو جانوروں کے لئے ۵ روپیہ فی کتا اور کم از کم ۲۰ روپیہ۔ غذا کے طور پر استعمال ہونیوالے پرندوں میں چوزے یا ۸ ہفتوں کے پرندے ۲۵ روپیہ فی پرندہ اور کم از کم ۴۰ روپیہ۔ آٹھ ہفتوں سے چھوٹے پرندوں کے لئے ۱۰ روپیہ فی پرندہ اور کم از کم ۴۰ روپیہ۔ چھیلا ہوا گوشت تازہ یا سرد خانہ کا؛ بھینس کے لئے ہر پاؤ حصہ پر ۲ روپیہ اور کم از کم ۴۰ روپیہ۔ بھیڑ بکری اور خنزیر کے لئے ۲ روپیہ اور کم از کم ۴۰ روپیہ۔ انڈے ۵۰۰ یا اس سے کم کے لئے ۱ روپیہ اور کم از کم ۴۰ روپیہ۔ زیادہ سے زیادہ قیمتیں مقرر نہیں کی گئی ہیں۔

مہاراشٹر خود کفیل

خریف تحریک کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے ناگپور میں یہ انکشاف کیا کہ جاری سال کے دوران فصل کا نشانہ ایک کروڑ ۱۰ لاکھ میٹرک ٹن رکھا گیا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر پیداوار بڑھانے کی کوششیں جاری رکھی گئیں تو ہماری ریاست جلد ہی اناج کے سلسلہ میں خود کفیل ہو سکتی ہے۔ وزیر زراعت ڈاکٹر پی۔ ایم ڈیکاتے نے کہا کہ کسانوں اور افسران کے مابین تعاون نہایت ضروری ہے۔ اس موقع پر وزیر برائے امور شری جواہرلال ڈرڈا اور وزیر مملکت برائے زراعت شری کے۔ ایم اظہر حسین بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اردو ادب عالیہ کے زیر اہتمام یوم اقبال

بمبئی - ۲۴ راپریل - اردو ادب عالیہ کے زیر اہتمام برلا کریڑا کیندر میں یوم علامہ اقبال کے سلسلے میں ایک جلسہ و آل انڈیا مشاعرہ کا انعقاد ہوا، جس کی صدارت ڈاکٹر ظ انصاری نے فرمائی۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے شری وسنت دادا پاٹل وزیر اعلیٰ حکومت مہاراشٹر بیگم شالینی تائی پاٹل نے شرکت کی۔ بمبئی کے میئر شری وامن راؤ مہاڈک خصوصی طور پر شریک ہوئے۔

جناب خواجہ عبدالغفور نے افتتاح کیا۔ استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین شری صبا نظامی نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ ملک کے ممتاز شعرا میں جناب کامل چاندپوری، جناب جاوید، جناب ندیم صدیقی، جناب صبا نظامی، جناب شمیم طارق، جناب محشر امروہوی، جناب وجاہت حسین خاں دانش اور جناب سعید راہی نے سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ فرمایا۔

بی۔ایم۔آر۔ڈی۔اے کا ۱۵ واں اجلاس

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت راؤ پاٹل بی۔ ایم۔ آر۔ ڈی۔ اے کے ۱۵ ویں اجلاس میں تقریر فرما رہے ہیں۔

بی۔ایم۔آر۔ڈی۔اے کا ۱۵ واں اجلاس ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء کو منعقد کیا گیا۔ وزیراعلیٰ اور وزیر برائے دیہی ترقیات نے اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس کے ایجنڈا میں سالانہ رپورٹ برائے ۷۷-۱۹۷۶ء، اقدامات کی ترقی کا جائزہ برائے سال ۷۸-۱۹۷۷ء اور بجٹ برائے سال ۷۹-۱۹۷۸ء شامل تھے۔ اتھارٹی نے اپنے ۳ سالہ قیام کے دوران کارروائیوں کا جائزہ لیا اور آئندہ سال کے بجٹ کو منظوری دی۔ جس میں سالانہ اقدامات برائے ۷۹-۱۹۷۸ء کے عنصر بھی موجود تھے جو اتھارٹی نے اپنے گذشتہ اجلاس میں منظور کئے تھے۔

اتھارٹی نے مندرجہ ذیل نمایاں کارروائیاں کی ہیں:

۱) اتھارٹی نے کچھ اہم سروے کئے ہیں تاکہ کوئی ایسا منصوبہ طے کیا جا سکے جس کے تحت بمبئی شہر میں بھیڑ بھاڑ کو کم کیا جا سکے، اور کثرت آبادی پر قابو پایا جا سکے۔ لہٰذا مغربی بمبئی میں آفسوں اور تجارتی اداروں کا سروے کیا گیا۔ ہول سیل بازاروں کا جائزہ لیا گیا۔ بمبئی، کلیان کمپلیکس اور تھانے میں ٹرانسپورٹ انتظامات پر غور کیا گیا۔ اس کے علاوہ بمبئی میں پانی کے ذخیروں کا جائزہ لیا گیا۔

۲) بمبئی دیہی ٹرانسپورٹ پروجیکٹ کی نگرانی کے علاوہ، اتھارٹی نے تھانے۔کریک اندرونی پانی کے پروجیکٹ کے ایک حصہ کے بطور واشی پر ایک بندر کی تعمیر سے متعلق ایک مجوزہ پائلیٹ پروجیکٹ کا ایک مکمل خاکہ تیار کر لیا ہے۔ اس پروجیکٹ پر عمل کے نتیجہ میں بمبئی کی سڑکوں اور بندرگاہوں پر بھیڑ بھاڑ میں کمی واقع ہو سکے گی۔

۳) وڈالا۔ انیک علاقہ میں لاریوں کے لئے ایک ٹرمینل بنانے کی تجویز پر غور کیا جا رہا ہے تاکہ مشرقی حصہ میں لاریوں کی بکثرت آمد و رفت میں کمی کی جا سکے۔

۴) اتھارٹی نے بمبئی عظمیٰ کے میونسپل کارپوریشن کی حدود سے باہر کے علاقوں یعنی تھانے، بھیونڈی، ڈومبیولی، کلیان، امبرناتھ، الہاس نگر اور تقریباً ۱۱۰ دیہات) میں بمبئی علاقائی شہری و دیہی آب رسانی اور نالیوں کی اسکیم کو جس پر لاگت کا تخمینہ ۸۰ کروڑ روپے ہے۔ عالمی بینک کے قرضہ جات پروگرام میں شامل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

۵) بمبئی عظمیٰ کے اندرونی علاقوں کی از سر نو تشکیل سے منسلک ایک پروگرام کے تحت باندرہ۔کرلا علاقہ کو مرکزی حیثیت دینے کی غرض سے سدھارا جا رہا ہے۔ کچھ اراضی حاصل کی گئی ہے اس سلسلے میں جنوبی بمبئی سے اسامیوں کو منتقل کئے جانے سے متعلق منصوبوں اور تجویزوں کی اشاعت کی جا چکی ہے۔ علاوہ ازیں اتھارٹی نے باندرہ۔کرلا علاقہ میں ایک نیا ہول سیل کپڑا بازار (جو ۳۰۰۰ ہول سیل بیوپاریوں اور تاجروں کی گنجائش کے قابل ہو گا) قائم کرنے کی تجویز منظور کی ہے۔ اس کے نتیجہ میں کچھ ہی عرصہ میں ہول سیل کپڑا بازار مکمل طور سے باندرہ۔کرلا علاقہ میں قائم ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے شہر کے جنوبی حصہ کے بی اور سی وارڈ میں گنجان آبادی پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکے گا۔

وزیراعلیٰ کا اظہارِ تعزیت: نائیگاؤں کے قریب ریلوے حادثہ میں زخمی ہونے والوں اور ہلاک شدگان کے لئے وزیراعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے اپنے غم کا اظہار کیا ہے۔

واجب الادا رقم کی معاف کئے جانے کی خبر غلط

وزیر برائے امداد باہمی کی وضاحت !

کچھ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ وزیر برائے باہمی امداد شری مینتی پربھا راؤ نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے ایسے کسانوں سے جو سالانہ ۲۰ روپے سے کم محصول ادا کرتے ہیں، ۶۸ کروڑ روپے کی واجب الادا رقم نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر موصوف نے اس سلسلہ میں وضاحت کی ہے کہ حکومت نے تمام واجب الادا رقم وصول کرنے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ غیر آبپاشی اراضی پر زمین کی ہمواری، بندی یا احاطہ بندی وغیرہ کے کاموں کے سلسلہ میں ایسے کسانوں کے بقایاجات جو فی ایکڑ ۵۰ پیسے سے زائد محصول نہیں ادا کرتے، معاف کرنے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ لہٰذا یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ اخبارات میں شائع شدہ خبر کہ حکومت نے واجب الادا رقم معاف کرنے کا فیصلہ کیا ہے، صحیح نہیں ہے۔

علاقائی افواج کے افراد کو رعایت

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری وسنت دادا پاٹل کے زیر قیادت ریاستی مشاورتی کمیٹی برائے علاقائی افواج نے آج منترالیہ میں ایک میٹنگ میں علاقائی افواج کے افراد کو چند رعائتیں دینے کے مسئلہ پر غور وخوض کیا۔ کمیٹی نے محسوس کیا کہ علاقائی افواج کے افراد کو غیر فوجی ملازمتیں حاصل ہونی چاہئیں اور اس سلسلہ میں اس کا تناسب زیادہ ہونا چاہیئے اس کے علاوہ کمیٹی نے چند تجاویز پر غور کیا جن میں تعلیمی سہولیات، بیروزگار علاقائی افواج کے افراد کو ماہانہ ۱۵۰ روپیہ وظیفہ چھ ماہ کے لئے۔ سرکاری ملازمتوں کے لئے عمر کی حد میں رعایت، ۵ سالہ علاقائی افواج میں ملازمت کرنیوالے سرکاری ملازمین کو ایڈوانس انکریمینٹ وغیرہ شامل تھیں۔ وزیر مملکت، داخلہ شری رام لنگاڈے، وزیر مملکت برائے دیہی ترقیات شری اودئے سنگھ راؤ گائیکواڑ، کرنل کے۔ ایس ملک، گروپ کمانڈر شندرن، اور ہوم سیکریٹری شری آر۔ ڈی پردھان نے اس میٹنگ میں شرکت کی۔

سول ڈیفینس تربیت جوانوں کے لئے ضروری

وزیر مملکت برائے انرجی، کھیل اور یوتھ سروس شری سدھاکر گنگا نے کیتھیڈرال اور جون کینن ہائی اسکول کے ۴۵ طلبا، کو سول ڈیفینس کی تربیت مکمل کرنے پر سرٹیفکیٹ تقسیم کئے۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپنے کہا کہ اسکول کے طلباء کو سول ڈیفینس کی تربیت لازمی طور پر حاصل کرنی چاہیئے تاکہ اُن میں ڈسپلین اور ہنگامی حالات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو سکے۔ ڈائرکٹر سول ڈیفینس برگیڈیر بی. جی دیوسکر نے آپ کا استقبال کیا۔

وزارتی ضمنی کمیٹی برائے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ

حکومت مہاراشٹر نے وزیر اعلیٰ کے زیر قیادت وزارتی ضمنی کمیٹی برائے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ کو تسلیم کر لیا ہے۔ وزیر اعلیٰ اس کمیٹی کے چیرمین اور نائب وزیر اعلیٰ اس کے وائس چیرمین ہیں۔ کمیٹی کے دیگر اراکین میں کابینی وزراء اور وزراء مملکت شامل ہیں۔

کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ کمشنر اور سیکریٹری، محکمۂ آبپاشی اس ضمنی کمیٹی کے سیکریٹری ہیں۔

جیون بیمہ کارپوریشن کی جانب سے قرض

حکومت کی ضمانت !

حکومت مہاراشٹر کی ضمانت پر جیون بیمہ کارپوریشن نے نو ضلع پریشدوں کو پینے کا پانی فراہم کئے جانے سے متعلق ایک منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۱ء۸۸ کروڑ روپے کا قرض دینا منظور کیا ہے۔ ان ضلع پریشدوں کے نام اور ان کو دیجانے والی رقم اس طرح ہے :

قلابہ ۵۱ لاکھ روپے، رتناگیری : ۶۴ لاکھ روپے، تھانہ : ۲۳ لاکھ روپے
ناشک : ۱۹ لاکھ روپے، چندراپور : ۹ لاکھ روپے، پربھنی : ۸ لاکھ روپے،
ناگپور : ۵ لاکھ روپے، سانگلی : ۵ لاکھ روپے اور دھولے : ۴ لاکھ روپے۔

پنچایت راج اداروں پر گفتگو

حکومت ہند کی پنچایت کمیٹی کے چیرمین شری اشوک مہتہ نے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل کے ساتھ پنچایت راج اداروں اور ان کے مستقبل کے مسئلے پر تفصیلی بحث کے دوران پنچایت راج کا طریقہ، چھوٹے شہروں کی ضروریات، ضروری اشیاء کی تقسیم، سماجی انصاف وغیرہ جیسے مسائل پر تبادلۂ خیالات کئے۔

وزیر اعلیٰ نے ریاست میں پنچایت راج اداروں کی کارروائیوں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے انکشاف کیا کہ ضلع پریشدوں نے دیہی باشندوں کو براہ راست ترقیاتی کاموں میں حصّہ لینے کے مواقع پیش کئے ہیں۔

وزیر اعلیٰ نے کمیٹی کے چیرمین اور دیگر اراکین کا شکریہ ادا کیا، اور انھیں یقین دلایا کہ پنچایت راج کے فروغ کے سلسلہ میں ریاستی حکومت ہر قسم کا تعاون پیش کرے گی۔ وزیر برائے دیہی ترقیات شری بابوراؤ کالے اور شری وی۔ ایس پاگے بھی اس بحث میں شریک تھے۔

ہینڈلوم ٹریننگ سینٹر، ناگپور میں مہاراشٹر اسٹیٹ ہینڈلوم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے زیر اہتمام جاری کردہ کورس کے تحت ایک بُنکر جدید طریقۂ بنائی سیکھنے میں مصروف
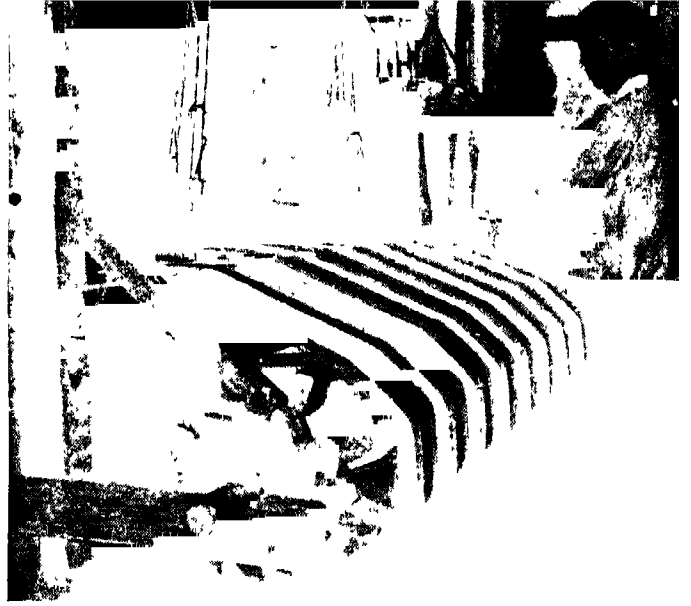
کرلا ڈیری، بمبئی میں بالی مشین کی تھیلیوں میں دودھ بھرا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے کانچ کی بوتلوں کی بچت ہوتی ہے جو کمیاب ہیں۔
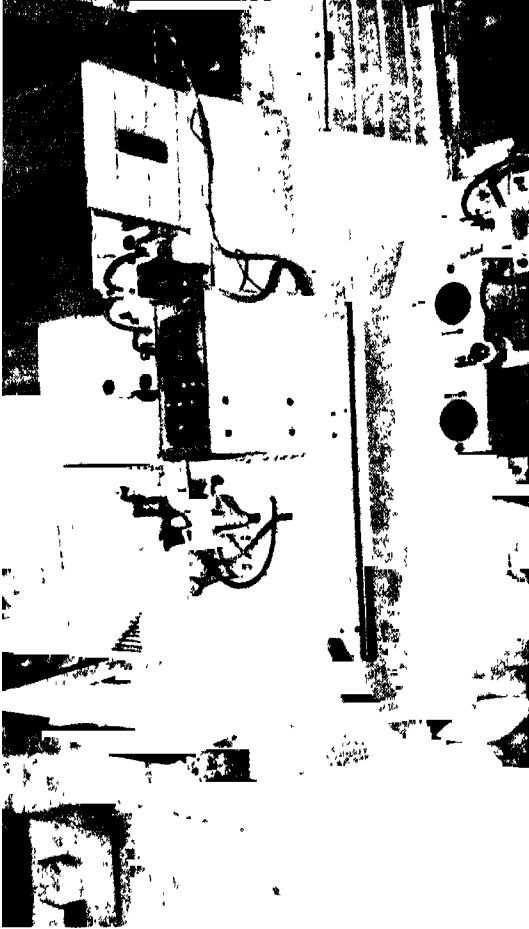
مہاراشٹرا انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے ریاست میں ۵۴ بستیاں بسائی ہیں۔ اس طرح وہاں کے تقریباً پانچ ہزار صنعتی کارخانوں میں ۲۲ء۱ لاکھ اشخاص کو روزی ملی ہے۔ بھوساری انڈسٹریل ایریا پونے میں واقع ایک ٹیپ ریکارڈر فیکٹری میں یہ ورکر ایک مشین پر مصروفِ کار ہے۔
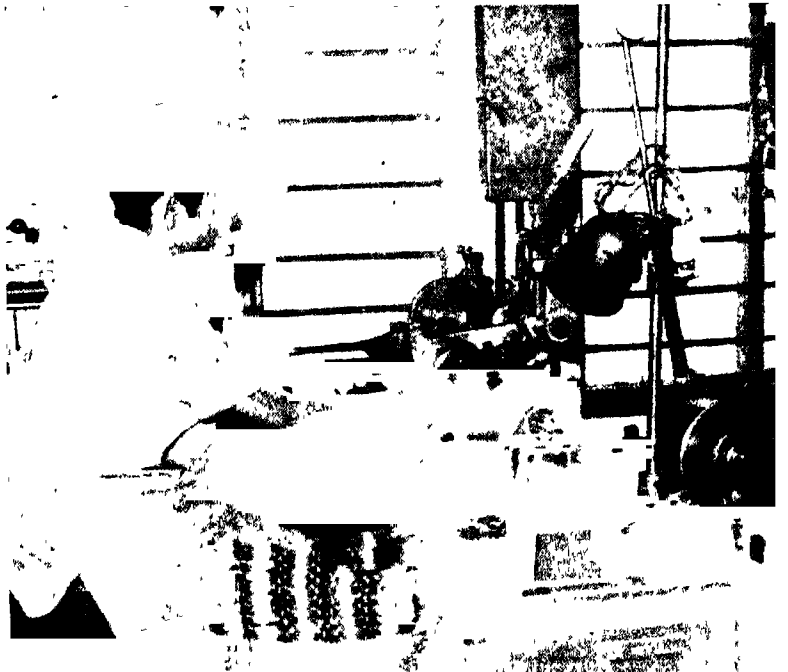
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی میں چھپوا کر شائع کیا۔

قومی راج

۲۵ رمئی ۱۹۷۸ء

شری رام اور لکشمن، وشوامتر کے ساتھ "کمان توڑنے" کے جشن میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے۔ "رامائن" نامی پینٹنگ سے لیا گیا ایک نمونہ جسے اودے پور (میواڑ) میں مصور منوہر نے ۱۶۴۹ء میں بنایا۔
سائز: ۳۶٫۸×۲۲٫۵ سینٹی میٹر
پرنس آف ویلز میوزیم، بمبئی میں محفوظ ہے۔

★ مہاراشٹر میں میوزیم کے عروج کی کہانی

★ ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ میوزیم

قیمت: ۵۰ پیسے

اجمیر میں: حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ شریف پر مغل شہنشاہ جہانگیر کی حاضری کا منظر جو "تزکِ جہانگیری" میں جہانگیر کے موثر اندازِ بیان پر مبنی ہے۔

گروڈا پرندہ، وشنو اور لکشمی کو اپنے بازو پر اُٹھائے ہوئے۔ گیارہویں صدی عیسوی کا یہ مجسمہ، ناگپور کے سینٹرل میوزیم میں ہے۔
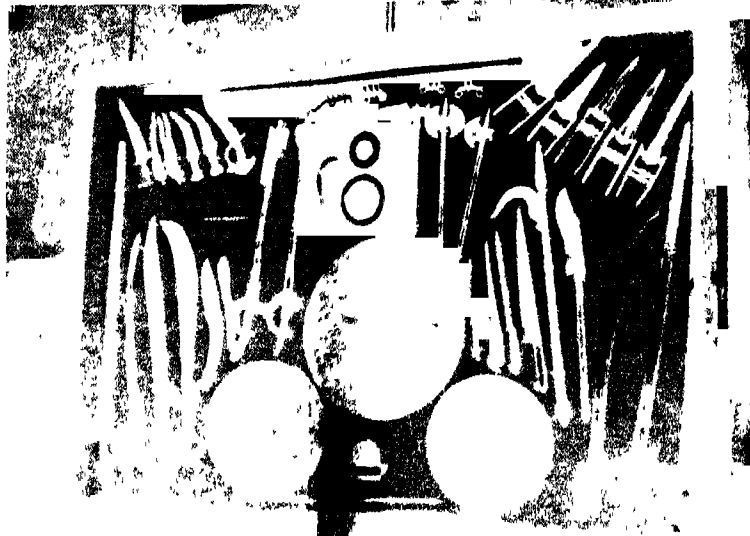
بھوانی میوزیم، اودھ میں، شوکیس میں رکھے ہوئے اسلحہ جات کے نمونے

قومی راج

جلد ۵ ؛ ۲۵ مئی ۱۹۷۸ء ؛ شمارہ نمبر ۱

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ✶ فی پرچہ: ۵۰ پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم ۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامی

سخنہائے گفتنی

قارئین قومی راج نے جس فراخ دلی سے 'قومی راج' میں ادبی مواد کی شمولیت کا خیر مقدم کیا ہے اس کے لئے ہم انتہائی ممنون ہیں۔

زیر نظر شمارہ "مہاراشٹر میں میوزیم کے عروج کی کہانی" پر مشتمل ہے۔ دراصل میوزیم ہماری تہذیب وتمدن کے آئینہ دار ہیں۔ ان میں محفوظ نوادرات دیکھنے سے ہمیں اپنی گذشتہ عظمت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

جہاں تک ادبی تخلیقات کا تعلق ہے اس شمارے میں بھی اچھی غزلیں ہیں۔ ساتھ ہی 'دنیائے ادب میں گذشتہ سال کے اہم واقعات' کی ایک نیوز ریل ہے جو آپ کی یادداشت تازہ کرے گی۔

علامہ اقبال صدی نمبر کے بارے میں آپ کے خطوط بڑی تعداد میں مل رہے ہیں جن میں سے کچھ کے اقتباسات شریک اشاعت ہیں۔ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

بعض قارئین، پچاس پیسے کے ڈاک ٹکٹ روانہ کر کے 'علامہ اقبال نمبر' کی کاپی طلب فرماتے ہیں۔ اب تک تو ان کی خدمت میں 'اقبال نمبر' روانہ کر دیا گیا ہے مگر آئندہ سے 'علامہ اقبال صدی نمبر' صرف انہی حضرات کی خدمت میں روانہ کیا جا سکے گا جو زر سالانہ مبلغ دس روپے روانہ فرما کر سالانہ خریداری قبول فرمائیں گے۔

خواجہ عبدالغفور

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ: — چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

قومی راج کے اقبال صدی نمبر سے متعلق قارئین کی رائے

• جناب جی۔ کے۔ مانک ٹالہ۔ پالی ہل روڈ، کھار، بمبئی ۵۲

آپ نے اردو کے قارئین کو اس سال "قومی راج" کے 'اقبال نمبر' کے روپ میں بہت ہی قیمتی تحفہ دیا ہے۔ آپ کی عرق ریزی کی داد نہ دینا آپ کے ساتھ سراسر بے انصافی ہوگی۔

تقریباً سب ہی مضامین نظم و نثر بہت اعلیٰ پایہ کے تھے۔ یہ نمبر "اقبالیات" کے سرمایہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اُمید ہے کہ آئندہ بھی آپ اس طرح کے معیاری خاص نمبر پیش فرماتے رہیں گے۔

• جناب حرمت الاکرام صاحب، رام باغ، مرزا پور (یو۔پی)

علامہ اقبال نمبر کی ترتیب و تدوین میں جس خوش سلیقگی اور تندہی کی کارفرمائی ہے اس کے لئے ادارہ لائق تحسین و تہنیت ہے۔ اس نمبر میں مواد غیر معمولی ہے جس سے اقبال کی شخصی اور خانگی زندگی کے متعدد اہم پہلو کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ خصوصی شماروں میں جن کا تعلق کسی ادبی شخصیت سے ہوتا ہے، عموماً دور از کار باتیں اور خواہ مخواہ کی فلسفہ طرازیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن قومی راج کا 'اقبال نمبر' ایک جداگانہ نوعیت رکھتا ہے جو میرے نزدیک قابل قدر ہے۔ مبارکباد قبول فرمائیے۔

• جناب احمد صدیقی (بی۔اے)، منہاج پور۔ الہ آباد (یو۔پی)

حکومت مہاراشٹر نے اقبال صدی سے متعلق خصوصی شمارہ پیش کر کے اپنی ادب شناسی کا بین ثبوت پیش کیا ہے علامہ اقبال سے متعلق سب مضامین بہت معیاری اور معلوماتی ہیں۔ یہ مضامین علامہ کی زندگی و فن پر بھرپور روشنی ڈالتے ہیں۔ اُمید ہے کہ ادب نوازی و فن شناسی کی روایت کو برقرار رکھیں گے۔

• جناب عبدالحمید صاحب بیکس، نہرو نگر، کرلا، بمبئی

"بیجا تعریف کرنا میرا مسلک نہیں، لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" کے مصداق اقبال کا خصوصی نمبر آپ نے جس عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مضامین، تصویریں، نظمیں، مقالے، خطوط تمام ایک منہ بولتی تاریخ بن گئے ہیں۔ مصور شہاب کا فن اس خصوصی نمبر میں نمایاں ہے اور تعریف کا مستحق۔ میری خواہش ہے کہ قارئین اپنی معلومات میں اضافہ اور اپنے ذوقِ سلیم کی تشنگی کو مٹانے کے لئے اس نمبر کو خود پڑھیں اور اپنے دوست و احباب سے بھی پڑھنے کی پُرزور سفارش کریں۔

•

• پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ایم۔اے (آنرز) ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ آف اردو، جموں یونیورسٹی، جموں (جموں وکشمیر)

قومی راج کا 'اقبال نمبر' موصول ہو چکا ہے۔ یہ نمبر "اقبالیات" میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عاشقانِ اقبال اسے سنبھال کر رکھیں گے اور حوالوں کے لئے اسے استعمال کریں گے۔

• جناب عبدالرفیق مجبور صاحب نظامی، مرادآباد (یوپی)

قومی راج کا اقبال نمبر نظر نواز ہوا۔ یوں تو پورا شمارہ دنیائے ادب کے لئے ایک تحفہ ہے مگر اس کو شائع کرنے والی حکومت بھی قابل تحسین ہے۔ جناب جگن ناتھ آزاد صاحب نے سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔

• جناب ہلال سیوہاروی صاحب، سیوہارہ (یو۔پی)

قومی راج کا 'اقبال نمبر' نظر سے گذرا جس سے محسوس ہوا کہ یہ پرچہ صرف عام معلومات یا صنعت و حرفت کے بارے میں ہی مضامین شائع نہیں کرتا بلکہ اس کی وسیع النظری مختلف زبانوں اور ان کے ممتاز ادیبوں اور شعراء کو اپنے احاطے میں رکھتی ہے۔ قومی راج نے اقبال نمبر شائع کر کے چند لوگوں کے وہم و گمان کو بھی دور کر دیا ہے جو انھوں نے اقبال کے سلسلے میں اپنے دلوں میں پیدا کر رکھے تھے۔ اس سلسلہ میں جناب جگن ناتھ آزاد کا مضمون آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

• جناب خ۔ زماں انصاری صاحب، وردھا

'اقبال صدی نمبر' باصرہ نواز ہوا۔ اس امر میں مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ "قومی راج" کے خصوصی شمارے۔ 'خسرو نمبر'، گورو تیغ بہادر نمبر، سنت گیانیشور نمبر، گاڈگے مہاراج نمبر اور علامہ اقبال نمبر۔ ایسے ہیں جو اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور نہایت قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ اقبال صدی نمبر ترتیب دیکر آپ نے ایک بے مثال خدمت انجام دی ہے۔ اقبال جس رفعت کے مستحق ہیں، 'قومی راج' کا خراج عقیدت ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ علامہ کی ہمہ گیر شخصیت پر قومی راج میں جس نقطۂ نظر اور جس پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے وہ یقیناً ایک نئی پیشکش ہے اور اقبال کی پہلودار شخصیت کو سمجھنے میں ایک شرح کی حیثیت رکھتی ہے جس کے لئے ادارہ 'قومی راج' مبارکباد کا مستحق ہے۔

مہاراشٹر میں میوزیم کے عُروج کی کہانی

• سداشیو گورکشکر،
ڈائرکٹر
پرنس آف ویلز میوزیم۔ ممبئی

اُوپر: پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی کی عالی شان عمارت، جس کی تعمیر ۱۹۰۹ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۱۱ء میں مکمل ہوئی جس کے معمار مسٹر وٹیٹ تھے۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب میوزیم کا ابھی پوری طرح ارتقاء نہیں ہوا تھا۔ اِن میوزیم کو دیکھتے ہوئے ایک فرانسیسی فلاسفر لامارٹن نے تبصرہ کیا تھا: "میں اِن میوزیم سے اکتا گیا ہوں۔ یہ تو صرف فنون کے قبرستان ہیں"۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ اِن میوزیم کو محض نمائشی نوادرات کے گودام سے جدید ترین شکل اختیار کرنے میں ایک صدی بیت گئی۔

مہاراشٹر میں سب سے قدیم میوزیم ناگپور میں قائم ہوا۔ اب جبکہ یہاں دو میوزیم صدسالہ تقریبات منا رہے ہیں اور تیسرا میوزیم بھی قریب قریب شامل ہونے کو ہے یہ کہنا گراں گذرتا ہے کہ اب بھی ہم اس معاملہ میں کافی پیچھے ہیں ہمارے میوزیم اب بھی ناپختہ ہیں۔ لہٰذا بجائے اسکے کہ ہم بڑے بڑے دعوے کریں، ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی خامیوں پر غور کریں اور انھیں دور کرنے کے ذرائع سوچیں ——

میوزیم کے تعلق سے گذشتہ روز "آج" یا "کل" جیسے الفاظوں کا استعمال شاید ناقص معلوم ہو لیکن تمام ترقی یافتہ ممالک میں میوزیم کی تعریف "ہو گیا" "کرتا ہے" یا "کریں گے" جیسے الفاظوں میں کی جاتی ہے۔

آیئے ہم گذشتہ کل کے میوزیم کا جائزہ دو سرے کی روشنی میں کریں جو ایس۔ پی مارکھم اور ایچ ہارگریوز نے ۱۹۳۶ء میں اور دوسرا حکومت ہند کی نمائندہ کمیٹی نے ۱۹۵۵ء میں کیا تھا۔ مارکھم اور ہارگریوز نے اپنے مشاہدہ میں جو کچھ کہا تھا وہ آج چالیس سال بعد بھی بے معنی نظر نہیں آتا۔ انھوں نے کہا تھا: دنیا میں بجز پسماندہ ممالک کو چھوڑ کر کوئی اور ایسا ملک نہیں جہاں میوزیم اتنی کم تعداد میں ہوں، یا جن کی دیکھ بھال غیر اطمینان بخش ہو یا جو ایک دوسرے سے اتنی دوری پر واقع ہوں۔

وجود کیونکر ہوا :۔

ہندوستان میں ابتدائیں وجوہات کی بناء پر میوزیم تحریک وجود میں آئی۔ تعلیم یافتہ افراد اور سماج کی کوششیں، ملکہ وکٹوریہ کی تقاریب کا جشن اور نوادرات کو یکجا کرنے کی لارڈ کرزن کی کوششیں، ہندوستان میں، اور ساتھ ہی ساتھ مہاراشٹر میں صرف علمی تجسس کی بناء پر پہلا میوزیم وجود میں آیا۔ انڈین میوزیم کلکتہ پہلے وجود میں آیا جس کے بانی ڈنمارک کے علم نباتات کے، ماہر ڈاکٹر نتھانیال والیچ تھے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے مجموعات نذر کئے بلکہ اعزازی محافظ کے طور پر اپنی خدمات بھی پیش کیں۔ اسیطرح ذوق سلیم رکھنے والے ڈاکٹر بسٹ کی کوششوں کے نتیجے میں بمبئی میں البرٹ اور وکٹوریہ میوزیم (جسے اب بھنڈاجی لاڈ سنگھرالیہ کا نام دیا گیا ہے) ۱۹۵۵ء میں جیجا ماتا ادیان پر قائم کئے گئے۔ ریاست میں دوسرا سب سے پرانا میوزیم ناگپور میں ۱۸۶۳ء میں قائم کیا گیا اور مذکورہ بالا وجوہات میں سے دوسری وجہ اس میوزیم کے وجود میں آنے کی بنیاد بنی۔

۱۸۴۵ء میں گرانٹ میڈیکل کالج بمبئی، میں علم الامراض سے متعلق ایک میوزیم قائم کرکے اس ریاست نے نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ یہ میوزیم علم طبیعات کیلئے معاون ثابت ہونے پر دوسرے کالجوں کیلئے ایک نمونہ بنا۔

۱۹۲۵ء میں دو قابل قدر ہستیوں نے اپنے مجموعہ سے متعلق ایک ایک میوزیم قائم کرنے کا منصوبہ پیش کیا۔ محترم پادری ہراس نے سینٹ زیویرس کالج بمبئی میں تاریخی شعبہ سے متعلق ایک انوکھا میوزیم قائم کیا۔ دوسرا میوزیم مراٹھا تاریخ سے متعلق محترم پارسنیس کے مجموعات کیلئے ستارا میں قائم کیا گیا جسے بعد میں حکومت نے خرید لیا اور دکن کالج میں منتقل کر دیا۔

قبل کے میوزیم مختلف شعبوں پر منحصر ہوا کرتے تھے مثلاً آرٹ، نوادرات علم طبیعات، زراعت وغیرہ وغیرہ۔ ناگپور کا سنٹرل میوزیم اس سلسلے کی بہترین مثال ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اس وقت کی حکومت ہند نے اپنی پالیسی میں اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ وہ میوزیم کی ترقی کی کوشاں ہے تاکہ اس کے ذریعہ ملک میں صنعت و حرفت کو فروغ دیا جاسکے۔ لہٰذا اسکے بعد کے سالوں میں ہندوستان میں میوزیم صرف تین چیزوں یعنی آرٹ، نوادرات اور علم طبیعات پر منحصر ہو کر رہ گئے مہاراشٹر کے تمام بڑے اور ترقی یافتہ میوزیم کی بنیادی وجہ بھی حکومت ہند کی وہی قرارداد تھی ۱۸۹۴ء کے درمیانی دس سالوں میں صرف لارڈ ہنری نے بمبئی فائن آرٹ کی نمائش میں اس قرارداد کا ذکر کیا پھر ۱۹۰۴ء میں میوزیم قائم کرنے کی تجویز پر غور کرنے کیلئے ایک کمیٹی تشکیل کی گئی اور بہت حد تک یہ ہوا کہ ۱۹۰۱ء میں لارڈ ہنری نے بمبئی کے ٹاؤن ہال میں ایک مختصر نمائش کا اہتمام کیا۔ شاید معاملہ یوں ہی رہ جاتا لیکن ۱۹۰۵ء میں شہزادے ویلز کی آمد نے میوزیم قائم کرنے کی تجویز کو مزید تقویت بخشی۔ مغربی ہندوستان میں پرنس آف ویلز میوزیم ہی ریاست بھر میں صرف ایک ایسا میوزیم ہے جو بڑے پیمانے پر قائم کیا گیا ہے اور ابتک ہندوستان کے سارے میوزیم میں اعلےٰ مقام رکھتا ہے۔

آزادی کے بعد کے حالات

۱۹۳۶ء سال کے دوران واقعات ہندوستان میں میوزیم کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس وقت سیاسی حالات بالکل مختلف تھے۔ آج کی طرح لسانی ریاستیں نہیں تھیں بلکہ صوبے قائم تھے۔ ۱۹۳۶ء کی رپورٹ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان تمام علاقہ میں جو آج "مہاراشٹر" میں شامل ہے صرف ۱۴ میوزیم تھے اور ۵۰ فیصدی صرف آرٹ اور نوادرات پر منحصر تھے۔ گذشتہ چالیس سالوں کے دوران انمیں سے ۵ میوزیم بند ہو گئے اور دوسرے ۱۴ میوزیم قائم ہوئے اس طرح ان کی کل تعداد ۲۲ تک پہنچ گئی نئے میوزیم یہ ہیں۔

احمد نگر تاریخی میوزیم۔ اوندھ بھوانی میوزیم ولائبریری۔ اورنگ آباد مراٹھواڑہ یونیورسٹی میں شعبہ آثار قدیمہ کا میوزیم، بمبئی۔ نہرو سائنس سینٹر، جو کہ ایک صنعتی اور فنونی میوزیم ہے اور نہرو سینٹر میوزیم برائے تاریخ و سائنس۔ کولہاپور میں کولہاپور میوزیم، پونہ میں راجہ دنکر کیلکر میوزیم، میوزیم آف ارتھرولوڈا، میوزیم آف ٹرائبل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، میوزیم آف دکن کالج پوسٹ گریجویٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سانگلی اسٹیٹ میوزیم، ستارا میں شری چھترپتی شیواجی مہاراج میوزیم اور تر تار میوزیم (زیر غور)

بڑے شہروں میں زیادہ سے زیادہ میوزیم قائم کرنے کا رجحان رہا ہے مثلاً بمبئی میں پانچ اور پونہ میں سات میوزیم قائم کئے گئے ہیں۔

لیکن جسطرح اس تقسیم کا کوئی خاص طریقہ نہیں اپنایا گیا اسی طرح چاہے وہ صوبائی یا مقامی میوزیم ہوں، ان میں مجموعات کے تعلق سے بھی کوئی خصوصی طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔

مہاراشٹر میں سرکاری میوزیم

سینٹرل میوزیم، ناگپور

قائم شدہ، ۱۸۶۳ء۔ اس وقت سر رچرڈ ٹمپل صوبجات متوسط کے چیف کمشنر تھے۔

۱۔ آرٹ اینڈ انڈسٹری
۲۔ ارکیالوجی
۳۔ ایتھنالوجی
۴۔ اکنامکس پروڈکٹس ۵۔ جیالوجی
۶۔ نیچرل ہسٹری ۔ جشن صد سالہ ۱۹۶۴ء

شری چھترپتی شیواجی مہاراج میوزیم، ریاست ستارہ

۱۹۶۶ء میں حکومت مہاراشٹر نے قائم کیا۔ شری وائی۔ بی چوان نے ۱۳ جنوری ۱۹۷۰ء کو افتتاح کیا تھا جو اس وقت حکومت ہند کے وزیر داخلہ تھے۔ جمع شدہ خاص سامان یہ ہے:

۱۔ ہتھیار ۲۔ سپاہیوں اور حکمرانوں کی پوشاکیں
۳۔ مراٹھا دور کے پارچہ جات
۴۔ مصوری ۵۔ سنگی کتبات

ریاست سانگلی میوزیم، سانگلی

۱۹۱۴ء میں یا اس کے لگ بھگ راجہ صاحب سانگلی نے قائم کیا۔ ۹ جنوری ۱۹۵۴ء کو ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن نے افتتاح کیا جو اس وقت ہند کے نائب صدر تھے۔ یکم اگست ۱۹۵۴ء سے عوام کے لئے کھول دیا گیا۔ حکومت مہاراشٹر نے یکم اپریل ۱۹۷۵ء سے اس کا انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

یہاں خصوصاً آرٹ اور مصوری، آئینی و تاریخی اشیاء جمع کی گئی ہیں۔

ٹیر میوزیم، ٹیر، عثمان آباد

قیام ۔ ۱۹۶۷ء (عمارت زیر تعمیر) شری رام لنگ اپا لمنور ے سے موصولہ سامان، اور ٹیر کھدائی میں برآمدہ تاریخی اشیاء جمع کی گئی ہیں۔ چار خاص شعبہ جات:

۱۔ سرخی مائل بادامی پکی مٹی کی مورتیاں
۲۔ کتبات سنگ
۳۔ ہاتھی دانت اور ہڈی کی منقش اشیاء

کولہاپور میوزیم، کولہاپور

۱۹۴۶ء میں ریاست کولہاپور نے قائم کیا تھا۔ آنجہانی راؤ بہادر کے این ڈکشت نے ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو افتتاح کیا۔ جمع شدہ سامان حسب ذیل چھ درجوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ ہتھیار
۲۔ مختلف قسم کے آرٹ نمونے
۳۔ کھدائی سے برآمد تاریخی اشیاء
۴۔ سکے ۵۔ نقاشی
۶۔ سنگی کتبات اور تانبے کے پتر ۷۔ مصوری

شری بھوانی میوزیم اور لائبریری، اوندھ، ضلع ستارہ

۱۹۳۸ء میں شون راؤ پنڈت عرف بالا صاحب پنت پرتیندھی، اوندھ نے قائم کیا۔ آنریبل کنور سر جگدیش پرشاد، ممبر ایگزیکٹو کونسل آف گورنر جنرل کے ہاتھوں افتتاح ہوا۔ چھ خاص شعبوں میں تقسیم ہے:

۱۔ ہندوستانی مصوری
۲۔ مغربی مصوری ۳۔ نقاشی
۴۔ صندل لکڑی اور ہاتھی دانت
۵۔ متفرق شعبے جات ۶۔ لائبریری

سنٹرل میوزیم ناگپور کی شاندار عمارت،
جو ابتدا میں ایک ہال پر مشتمل تھی۔
جس کی توسیع ۱۸۷۰-۷۱ء اور ۱۹۲۶-۲۷ء میں ہوئی۔

اطراف میں ایک جھلک

اعداد و شمار میں نہ جاتے ہوئے ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اس معاملہ میں کہاں تک کامیابی حاصل کی اور ہمارا مقصد کیا ہے اس سلسلے میں چند بنیادی باتیں جو ہماری رہنمائی کر سکتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(الف) میوزیم کے بارے میں جانکاری (ب) میوزیم کا سماجی کردار (ج) سامان اور خاص پروگرام (د) بیٹھی۔

(الف) اگر میوزیم کی اہمیت لوگوں کے مجمع پر منحصر سمجھی جائے تو کسی گاؤں یا چھوٹے سے تعلقہ میں کوئی بہت ہی معمولی سا میوزیم بھی ایک کثیر آبادی کیلئے دلچسپی کا سامان ہو سکتا ہے کیونکہ میلہ جیسے تہوار کے بعد میوزیم ہی لوگوں کو متوجہ کر سکتا ہے جیسے لوگ عام طور سے رانی باغ یا عجائب گھر کے نام سے جانتے ہیں۔

(ب) لہٰذا اگر میوزیم کی سیر علمی نہ ہو تو یہ مشکل ہی سے سمجھ میں آئیگا کہ میوزیم ایک سماجی خدمت بھی انجام دیتے ہیں جہاں سماج کے لوگ ہمیشہ آتے جاتے رہتے ہیں۔

(ج) میوزیم میں رکھا گیا سامان بشرطیکہ اُس میں یکسانیت ہو، میوزیم کی جان ہے۔ خاص پروگرام کا اہتمام بھی اسی بات پر منحصر ہے۔

(د) میوزیم کی تعریف کیلئے "بیٹھی" کو لفظ "نمائش" سے زیادہ موزوں سمجھا گیا ہے کیونکہ اس کے پیچھے کارفرما مقصد محض نمائش نہیں بلکہ کچھ اور گہرا ہے۔

ان تمام نقطوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر ہم ہمارے تمام میوزیم کی اہمیت جانچیں تو انہیں کئی خامیاں نظر آئیں گی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے کئی ایک میوزیم باوجود مشکلات کے اپنے آپ کو بہترین طریقے سے سنبھالے ہوئے ہیں۔ مثلاً پونہ کا بھولے داستو سنگرھالیہ۔ اس میوزیم میں مجموعات یا انھیں نامناسب ڈھنگ سے پیش کرنے کی جو خامیاں ہیں، وہ اسکے تعلیمی عنصر کو اجاگر کرنے کی خصوصیت سے پس انداز ہو جاتی ہیں۔ دکن کالج میوزیم نے بھی بڑی حد تک طالب علم طبقہ کی نمایاں خدمت کی ہے۔ پرنس آف ویلز میوزیم اب ایک نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے اور بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے

کیا سامان کی قلت بڑی خامی ہو سکتی ہے؟ بالکل نہیں۔ مہاراشٹر میں کئی میوزیم ایسے ہیں جو باوجود یکساں حیثیت کے کسی نہ کسی علاقے میں انفرادی طور پر مشہور رہیں۔ یہاں ہمارے میوزیم میں ذخیرہ کے بارے میں معلومات دینا مناسب ہوگا۔ کولھاپور اور ترہ کے میوزیم بظاہر غیر اہم معلوم ہوتے ہیں، مگر قدیم مہاراشٹر اور روم سے تعلقات کے مواد کو اس میوزیم میں بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آج کا ترپا پرانا نگارا عثمان آباد کا معمولی گاؤں ہے جو پہلی صدی عیسوی میں بین الاقوامی بازار کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں کی سرخی مائل مٹی بہت مشہور رہی ہے۔ لیکن سب سے قیمتی یہاں کی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی شری لکشمی کی مورتی ہے۔ کولھاپور میں کانسے سے بنی ہوئی کئی خوبصورت اشیاء ملتی ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور یونانی سمندری دیوتا پوسے ڈان کی کانسے کی مورتی ہے۔

قومی راج

دکن کالج کے آثارِ قدیمہ کے شعبہ میں بھی بیشمار مجموعات ہیں جو مہاراشٹر کی قدیم تمدن پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو سال قبل پرنس آف ویلز میوزیم کی بمبئی میں اسی موضوع پر جو نمائش کی گئی تھی اسمیں وہی اشیاء نمائش محور تھیں۔

تاریخی نوادرات مثلاً تانبے کی تختیاں اور تحریروں کا آئی۔ وی۔ کے راجواڑے سمسودھن منڈل۔ ضلع دھولیہ میں اور بھارت اتہاس سمسودھن منڈل پونہ میں ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ موخر الذکر منڈل میں قیمتی پینٹنگ، مثلاً، دیں صدی کے بھگوت پرانا اور تلمانا وغیرہ موجود ہیں۔ اوندھ میوزیم میں کرات جوینو سلسلے کی بہار اسکول کی پینٹنگ بھی کافی دلچسپ ہے۔ اس طرح ناگپور کے میوزیم میں بھی رجنہ پور کھنکھنی کی کانسے کی جین مورتیاں ہیں۔ ریاست بھر میں ناگپور میوزیم ہی ایسا میوزیم ہے جہاں زمانۂ قدیم کی قیمتی تصاویر کا ذخیرہ موجود ہے۔ ایسے ذخائر جن پر مہاراشٹر کو فخر حاصل ہے راجہ دنکر کیلکا میوزیم، اور ارتھر و پوڈا میوزیم دیولالی، ضلع ناسک میں واقع آرٹلیری میوزیم جیسے بھی موجود ہیں۔

روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والی انفرادی مجموعات مثلاً لکڑی کی بنی ہوئی اشیاء، لیمپ، ہاتھی دانت کا سامان وغیرہ جو کہ دنیکر کیلکر میوزیم میں پیش کی گئی ہیں نہ صرف، یہ کہ انوکھی ہیں بلکہ اس عام خیال کو بھی منفی ثابت کرتی ہیں کہ میوزیم بغیر آثارِ قدیمہ سے متعلق مجموعات کے میوزیم نہیں مانا جاتا۔

حال ہی میں بھارتی افواج کی توپخانہ یونٹ نے دیولالی توپ سے متعلق سامان جمع کرکے اسے میوزیم کا روپ دیا ہے۔ اور اس طرح دفاعی خدمات سے متعلق میوزیم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اسی طرح پونہ کا ارتھر و پوڈا میوزیم ہے جہاں مقامی طور سے تیار کئے گئے سائنس سے متعلق نمونے موجود ہیں جو بالکل جاندار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہی تعلیمی، ریسرچ اور سائنسی معلومات میں اضافہ کا باعث ہے۔

پرنس آف ویلز میوزیم ایسی تمام چیزوں کا مجموعہ ہے۔ یہ میوزیم ریاست بھر میں سب سے بڑا میوزیم ہے۔ یہاں سنگ تراشی کے نمونے، سجاوٹی اشیاء دھات کی بنی ہوئی ہندوستانی مورتیاں، نیپال اور تبت کے فنی نمونے مشہور ہیں ہی مگر سب سے زیادہ دلچسپ اور مشہور ہندوستانی تصاویر کے نمونے ہیں۔ اس میوزیم میں قدرتی تاریخ سے متعلق بھی ایک شعبہ قائم ہے

پھر بھی مہاراشٹر میں میوزیم بین الاقوامی سطح پر توقع کے مطابق نہیں ہیں۔ بین الاقوامی میوزیم کونسل نے میوزیم کی یوں تعریف کی ہے۔ "جو اسلئے قائم کیا گیا ہو کہ اسمیں ذخیرہ محفوظ رہے، معلومات میں اضافہ ہو، اور خصوصاً عام لوگوں میں اسکی تعلیمی اور تفریحی نمائش ہو" میوزیم کے دو خاص مقاصد ہیں۔ دیدہ زیب نمائش اور علمی تجسس۔ ہندوستان میں۔ یہ مقصد پورا نہیں ہو سکا ہے کیونکہ ضروری سامان اور میوزیم کے ٹھیک طرح استعمال میں نمایاں فرق

بھوانی میوزیم، اوندھ میں محبت کی دیوی وِینس کا مرمریں مجسمہ

ہے۔

ذمہ داریاں :۔ میوزیم کے نگرانوں کی کئی ذمہ داریاں ہیں۔

(الف) ریسرچ کیلئے ضروری تعلیمی قابلیت۔

(ب) سامان کی دیکھ بھال۔

(ج) میوزیم کی علمی اور تعلیمی قدر۔

(د) سامان کی پیشی اس طرح کہ ٹھیک طور سے نمائش بھی ہو اور سجاوٹ بھی دلفریب معلوم ہو۔

(ی) نمائش میں آنے والوں سے ملاقات۔

ہمارے ملک میں نگراں صرف ایک ہوتا ہے اور اسکی ذمہ داریاں بیشمار اسلئے ان فرائض کو پورا کرنے میں دشواری پیش آنا غیر متوقع نہیں ہے۔ اکثر اوقات میوزیم کے بارے میں ان کی معلومات پختہ ہوتی ہیں۔ نتیجتاً ہمارے میوزیم صرف علم داں حضرات کی نشست بنکر رہ جاتے ہیں۔ ان کا مقام صرف اس قدر رہ جاتا ہے کہ بس ان کی دیکھ بھال ہو۔ نہ ہی ان کا استعمال کیا جائے نہ ہی انھیں سدھارا جائے۔

دوراب جی ٹاٹا کا تجربہ

ایک مرتبہ جناب دوراب جی ٹاٹا اس وقت کے مرکزی انتظامیہ کے چیف سکریٹری، سر بنجامن رابرٹ سن سے ملاقات کیلئے ناگپور تشریف لائے۔ اتفاق سے سکریٹری صاحب کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا وقت گذاری کے لئے آپ سکریٹریٹ کے مقابل واقع میوزیم چلے گئے۔ وہاں اُن کی نظر مرکزی صوبوں پر مشتمل ایک رنگین نقشہ پر جا پڑی جسمیں جغرافیائی معلومات درج تھیں۔ انھوں نے دیکھا کہ رائے پور کے قریب چاندہ سے ۱۴۰ میل کے فاصلہ پر ضلع درگ کافی کالا کر دیا گیا ہے۔ مقصد یہ دکھانا تھا کہ یہاں لوہا زیادہ مقدار میں دستیاب ہوتا ہے۔ مسٹر ویلڈ کو بلایا گیا جن کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ درگ ضلع کے بارے میں جغرافیائی سروے رپورٹ میں اس کا ذکر ہے۔ میوزیم کے ایک کیس میں درگ سے لایا گیا۔ کچے لوہے کا نمونہ بھی رکھا ہوا تھا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہندستان میں میوزیم بے مقصد کردار ادا کرتے ہیں۔"

(مسٹر ایف۔ آر۔ ہیریس، جمشید جی نسروان جی ٹاٹا (لندن، ۱۹۲۵ء، صفحہ ۱۸۴)

صرف پرنس آف ویلز میوزیم ہی ایسا میوزیم ہے جو ان تمام خامیوں سے پاک ہے۔ یہاں تحقیقی کاموں کیلئے کافی مواد جمع ہے جس کی وجہ سے یہاں کے ذخیرہ کی بھی خصوصیات میں کافی قدر و قیمت ہے۔ نئے ڈھنگ سے لگائی گئیں گیلری بین الاقوامی طور پر مشہور رہیں۔ یہ میوزیم کی سیر کرنے والے لوگوں کیلئے ہر طرح سے مناسب ہیں۔ اسکول اور کالج کے طلباء کیلئے یہاں تعلیمی پروگرام بھی موجود ہے۔ اور سب سے کافی عمدہ بات یہ ہے کہ یہ عوام سے رابطہ کا نادر نمونہ ہے۔

مستقبل پر نگاہ

یکم مئی ۱۹۶۰ء میں مہاراشٹر کا جنم ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد پنجسالہ منصوبہ میں میوزیم کی ترقی اور اس سے متعلق اراکین کیلئے ایک تربیتی کورس کی تجویز شامل کی گئی جس کے لئے ۸۰،۰۰ لاکھ روپیہ وقف کر دیا گیا۔ بیشک تمام تعلیمی امور کیلئے ۲۶۵۰ لاکھ روپیہ کی کل رقم میں مندرجہ بالا پیشکش ناکافی تھی پھر بھی شروعات کیلئے ٹھیک سمجھی گئی۔ آج بھی تعلیمی اُمور کے لئے ۲۰۰ کروڑ کی رقم میں سے میوزیم پر خرچ کی جانے والی رقم میوزیم کی علمی خدمات کی مناسبت سے بیحد ناکافی ہے۔

۱۹۵۵ء میں پیش کردہ ماہرین کمیٹی کی رپورٹ جو ہندستان میں میوزیم کی از سر نو تشکیل اور ترقی کے بارے میں ہے، اہمیت سے خالی نہیں۔ کمیٹی نے میوزیم کے نگرانوں کے عہدہ کیلئے ضروری قابلیت کی شرائط منظور کی تھی تاکہ میوزیم ایک درسگاہ بھی ثابت ہو۔ ریاست میں میوزیم کو کافی مسائل درپیش ہیں۔ ریاست جلد ہی چھٹے منصوبہ بندی میں مصروف ہونے والی ہے۔ اسلئے امید ہے ان مسائل پر کافی غور و خوض کیا جائے گا۔ ان مسائل کو پانچ خانوں میں تقسیم کر کے حل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) میوزیم کے مقصد کا اندازہ لگایا جائے۔ علاقائی تاریخ کو مدِنظر رکھتے ہوئے۔
(۲) بہتر ملازمین کی شمولیت
(۳) تصنیف و تخلیق کے لئے وسیع ذرائع۔
(۴) گیلری نمائش کی ٹھیک طور سے پیشی
(۵) مضبوط عوامی رابطہ۔

بین الاقوامی میوزیم کونسل اور ہندستانی سروے کمیٹی نے اپنی رپورٹ

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

بھوانی میوزیم، اوندھ میں، کینواس پر "بہادر بالک" کی روغنی تصویر۔
مصور: جی۔ چیرسی

شری آر، جی، مائیدیو - سب ایڈیٹر، لوک راجیہ

ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ میوزیم

جے پور اور بنارس کے منقش ظروف

میوزیم اپنے اندر قوم کا فن، کلچر، ماضی کی شان وشوکت سموئے ہوئے ہوتی ہے - ان سے آثار قدیمہ، تاریخ، فن، کرافٹ، علم انسان، تاریخ وغیرہ پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے۔ یہ قوم کے سامنے گذرے ہوئے زمانے کی جھلکیاں پیش کرتی ہیں۔ میوزیم میں مختلف قسم کے آثار قدیمہ کا وجود اتنا ہی اہم سلسلہ ہوتا ہے جتنا کہ کسی طاق، شوکیس، دیوار یا گیلریوں وغیرہ میں پیش کی گئیں تصاویر جو کہ عوام کی دلچسپیوں کو بڑھاتی ہیں۔ ان نمونوں سے میوزیم کی تعلیمی اور جمالیاتی قدریں دوبالا ہوتی ہیں۔

شری وی. این بردے

کیوریٹر،

ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ

میوزیم

میوزیم کی کارکردگی کو جاننے کے لیے میں نے شری وی، این بردے، کیوریٹر آف دی ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ میوزیم سے جو جیجا ماتا ادیان بمبئی کے احاطے میں واقع ہے انٹرویو لیا۔

اس میوزیم کا وجود ڈاکٹر بوالیسٹ جو کہ آثار قدیمہ کے شائقین میں سے تھے؛ کا مرہون منت ہے۔ میوزیم کا کام ۶۰۰۰ روپے کی رقم سے ۱۸۵۵ء میں شروع ہوا۔ میوزیم کے لئے ۸۶ روپے ماہانہ خرچ کرنے کی اجازت تھی اور یہ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ اس میں شروع شروع میں ان چیزوں کی نقلیں رکھی گئیں جن کو مختلف ضلعی کمیٹیوں نے پیرس بھیجا تھا۔ عوام کی نمائش کے لئے اس میوزیم کے دروازے مارچ ۱۸۵۷ء میں کھولے گئے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی وجہ سے یہ لازمی ہو گیا کہ ان تین کمروں کو چھوڑ دیا جائے اور نادر اشیاء کا معمولی خزانہ ٹاؤن ہال میں منتقل کر دیا جائے۔ لیکن ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ کی ان تھک کوششوں کی وجہ سے، جن کے نام سے اب میوزیم کو موسوم کیا گیا ہے اور وکٹوریہ گارڈن اور میوزیم کمیٹی کے ممبران کی وجہ سے اور ان کی کوششوں کی وجہ سے جو عوام اور حکومت کے ذریعہ رقم حاصل ہوئی، میوزیم تحریک کو پھر سے زندہ

کردیا۔ اس کی موجودہ یک منزلہ عمارت کی تعمیر اٹلی کی نشاۃ ثانیہ طرز (یعنی پالاڈین طریقہ) پر ہوئی اور میوزیم کو عوام کے لئے ۲ مئی ۱۸۷۲ء میں کھولا گیا۔ میوزیم کو یکم اکتوبر ۱۸۸۵ء میں ممبئی میونسپل کارپوریشن کے حوالے کر دیا گیا۔

سوال: آپ کے پاس کتنی اشیاء برائے نمائش ہیں؟

جواب: ہمارے پاس تقریباً ...۳۰ اشیاء برائے نمائش ہیں جن کو مختلف حصوں مثلاً زراعت اور گاؤں کی زندگی، اسلحہ، دیہی صنعت، علم انسان، فنون لطیفہ۔ کھود کر نکالی ہوئی قدیم اشیاء، ہندوستانی سکے جات معدنیات اور دوسری قدیم اشیاء کا مجموعہ پرانی بمبئی کی جمع کردہ اشیاء۔ قبل تاریخ اور علم طبقات الارض اور مذہبی اور علم الاصنام وغیرہ میں بانٹا گیا ہے۔

سوال: آپ نادر اشیاء کو کیوں کر حاصل کرتے ہیں؟

جواب: ہمارے پاس اشیاء کا مجموعہ، جیسا کہ آپ کو علم ہے کافی پرانا ہے۔ ہم کو وقتاً فوقتاً محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند اور پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی سے نادر اشیاء ملتی ہیں۔ ممبئی میونسپل کارپوریشن کی جانب سے کسی جگہ کی کھدائی کے وقت اگر کوئی نادر شئے دستیاب ہوجاتی ہے تو اسے اس میوزیم میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ہم مصوروں کے ذریعہ مشہور تاریخی واقعات کی تصاویر بھی تیار کرواتے ہیں۔ ہم ہمیشہ نادر اشیا کی تلاش

ایک سو سال پہلے گورنمنٹ ہاؤس اور ریل ٹینک کا منظر

۱۹ نومبر ۱۸۶۲ء کو سر ایچ بی۔ ای فریئر نے میوزیم کا اوّلین سنگ بنیاد رکھا۔

میں رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے جوانوں نے جو ہتھیار ۱۹۷۱ء کی ہند پاک جنگ کے دوران دشمنوں سے چھین لیے تھے وہ عوام کے لئے بہت بڑی قابل کشش اشیاء ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت ہند اس میوزیم کی درخواست پر جنگ کے تمغے جیسے ویر چکر، پرم ویر چکر وغیرہ کو جو آزادی کے بعد جوانوں کو عطا کئے گئے تھے، نمائش کے لئے رکھنے کی منظوری پر غور کر رہی ہے۔

سوال: آپ ان اشیاء کو نمائش کے لئے کیوں کر پیش کرتے ہیں؟

جواب: اشیاء کو نمائش کے لئے سجا کر پیش کرنا ہی عوام کی دلچسپی کے لئے ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس سے میوزیم کے ذوق اور تعلیمی قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر ہم ہماری اشیا کے نمونوں کو اس طرح نمائش کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک کم عمر کا بچہ بھی اس نمونے کو بآسانی دیکھ سکے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ اشیاء کے نیچے لکھی گئی نوٹ وغیرہ اس طرح لکھی جائیں کہ بآسانی ہر شخص اسے پڑھ سکے۔ ان اشیاء کو یوں رکھا جاتا ہے کہ ان پر قدرتی اور مصنوعی روشنی ٹھیک ٹھیک پڑ سکے۔ تاکہ اشیاء بخوبی دیکھی جاسکیں۔ اس اہم بات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ یہ اشیاء کسی غلط

آدمی کے ہاتھوں اچک نہ لی جائیں یا ان اشیاء کی شکل و شباہت اچک نہ لی جائیں۔ یا ان اشیاء کی شکل و شباہت کو ایسے غلط اشخاص کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اسی لئے ہم ان اشیاء کو کانچ کے کیسوں وغیرہ میں محفوظ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں اور میرا اسٹاف تماشہ بینوں کے درمیان اکثر چکر لگاتا رہتا ہے تاکہ تماشہ بینوں کے خیالات کا اندازہ لگایا جا سکے اور اسی حساب سے نمائش میں تبدیلی وغیرہ کی جا سکے۔ ہمارے پاس تقریباً ۱۵۷۳ مربع میٹر فرشی رقبے کی جگہ ہے اور تقریباً ۲۰۳ مربع میٹر چہار دیواری کی جگہ اور اسی جگہ میں ہم کو نمائش کے طور پر اشیاء کو پیش کرنا پڑ رہا ہے۔ نمائش کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تماشہ بین کے چلنے پھرنے کے لئے کافی جگہ ہو۔

سوال: ہر روز کتنے تماشہ بین میوزیم میں آتے ہیں؟

جواب: روزانہ تقریباً ۲۵۰۰ اشخاص آتے ہیں۔ یہ حاضری منسلکہ چڑیا گھر اور باغ کی حاضری کا ⅓ حصہ ہے۔ یعنی چڑیا گھر دیکھنے آنے والے ہر ۳ اشخاص میں سے ایک شخص میوزیم بھی دیکھنے ضرور جاتا ہے۔

اس حاضری میں اتوار اور عام تعطیلات کے دنوں اور جمعرات کے دن جب مفت داخلے کی اجازت ہوتی ہے کافی اضافہ ہو جاتا ہے ۱۲ سال سے زائد عمر والوں کے لئے داخلہ فیس دس پیسہ فی شخص ہے۔

سوال: میوزیم میں تماشہ بینوں کے لئے کیا سہولتیں ہیں؟

جواب: اپنے تماشہ بینوں کے لئے میوزیم کے افراد کو ضرور بضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ اس بات کی حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ تماشہ بینوں کے لئے یہ نادر نمونے دلچسپی کا باعث ہوں۔ میں اور میرا اسٹاف ہمیشہ اس بات کے لئے کوشاں رہتا ہے کہ وہ تماشہ بینوں کو نمونے سمجھنے میں مدد دیں۔ بعض اشخاص بعض نمونوں کے لئے مزید معلومات چاہتے ہیں۔ ایسے اشخاص بعض ان کے لئے مشورے کے لئے ایک بیاض رکھی گئی ہے۔ ایک رہنمائی کے لئے کتابچہ بھی رکھا گیا ہے جس کی قیمت ۷۵ پیسے فی کاپی ہے۔ فلم فوٹو کھینچنے اور فلم اتارنے کی بھی اجازت ہوتی ہے بشرطیکہ اس کام کے لئے پہلے سے اجازت لی جا چکی ہو اور اس سلسلے میں فیس بھی ادا کی جا چکی ہو۔ داخلہ کے وقت تماشہ بینوں کی اشیاء محفوظ رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ پینے کے پانی کا انتظام ہے۔ عوام کے لئے ایک ٹیلی فون بوتھ ہے۔ اگر تماشہ بین گروپ کی صورت میں آتے ہیں تو بھیڑ کو کم رکھنے اور وقت کی بچت کے لئے گروپ ٹکٹ کا بھی بندوبست ہے۔ میوزیم کے قریب کوئی بس اسٹاپ نہیں تھا۔ اب ایک بس اسٹاپ قائم ہو چکا ہے۔ راستے کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والی حد بندی کو کچھ دنوں قبل اکھاڑ پھینکا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے میوزیم وغیرہ آنے جانے والے تماشہ بینوں کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اب میوزیم کی درخواست پر یہ حد بندی دوبارہ لگا دی گئی ہے اور پیدل چلنے والوں کے لئے کراسنگ بنانے کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔

سوال: کیا میوزیم میں مطالعے کے لئے لائبریری بھی ہے؟

جواب: ایک لائبریری میوزیم سے منسلک ہے۔ جس میں تقریباً ۱۴۰۰ کتابیں ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں ۱۰۰ سال سے بھی زائد عرصہ کی پرانی کتابیں ہیں۔ اکثر کتابیں بمبئی سے متعلق ہیں اور فن اور آثار قدیمہ سے متعلق بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ ایسے اسکالروں کے لئے جو بمبئی شہر سے متعلق معلومات حاصل کرنا

۱۹۷۱ء کی ہند-پاک جنگ میں ملے اسلحہ

ہندوستانی آلات موسیقی، سینگ، ڈھولک، سہنائی، سنکھ، تانپورہ، سُرمنڈل، ستار اور سارنگی بجانے کا طریقہ

چاہتے ہیں یہ لائبریری بہت ہی مفید ہے۔ ان کو لائبریری میں کتابوں کا مطالعہ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

سوال: آپ نمونوں کی حفاظت کیوں کر کرتے ہیں؟

جواب: ہر میوزیم کو ایسے نمونوں کی حفاظت ضروری ہوتی ہے جو بہت نازک ہوتے ہیں اور جن کا وقت گذرنے پر برباد ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم مسلسل وقفہ سے ان اشیا اور نمونوں کو صاف کرتے رہتے ہیں۔ کیڑے مکوڑوں سے بچانے کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ کتابوں اور تحریروں پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ ان کو بخارات یا دھوئیں والے کمروں میں وقفے وقفے سے رکھا جاتا ہے تاکہ کیڑوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔ بعض نمونوں کا رنگ بھی وقت کے ساتھ پھیکا پڑتا جاتا ہے اس بات کی احتیاط برتی جاتی ہے کہ اس قسم کے نمونوں پر سورج کی تیز شعاعیں یا تیز روشنی نہ پڑ سکے۔

نمونوں کے ساتھ ساتھ میوزیم کی عمارت کی حفاظت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ دیمک کی وجہ سے نہ صرف بلڈنگ بلکہ نمونوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ دیمک کو ختم کرنے کے لئے لگاتار علاج کیا جاتا ہے

ہماری طرح پرانی میوزیم کی عمارتوں میں بہت سی کھڑکیاں اور روشن دان ہوتے ہیں۔ اگر ان بلڈنگوں میں تاروں کے جال ہوں تو یہ پرندوں بالخصوص کبوتروں وغیرہ کے لئے آماجگاہ بن جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے نمونوں پر بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے جالوں پر ہم وقفے وقفے سے رنگ و روغن کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ حکومت ہند میوزیم کی ترقی کے لئے گرانٹ دیتی ہے۔ بشرطیکہ حکومت کے پاس سدھار کے لئے مضبوط تجاویز پیش کی جائیں۔ ہماری میوزیم کو اس طرح تین بار گرانٹ مل چکی ہے۔

اس گرانٹ کی مدد سے ہم نے ٹکٹ مشین لگا دی ہے۔ جس طرح کہ ریلوے اسٹیشنوں پر لگی ہوئی ہیں۔ میوزیم اگرچہ تعلیمی جگہ ہوتی ہے پھر بھی ان پر بجلی کا چارج لگتا ہے۔ یہ معاملہ میں نے ایک تماشہ بین کی حیثیت سے ریاستی حکومت تک پہنچایا تھا۔ اب

حکومت نے رعایت دی ہے۔ اس کی وجہ سے تقریباً ۶۰۰ روپیوں کی سالانہ بچت ہوجاتی ہے۔ اور پرنس آف ویلز میوزیم میں تقریباً ۲۵۰۰ روپیوں کی۔ دوسری ریاستوں کی میوزیم کو بھی یہ اطلاع دی جاچکی ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے حکام سے بجلی کے چارج کے سلسلے میں اس طرح کی رعایت حاصل کرلیں۔

سوال: آپ کی میوزیم کی سالانہ آمدنی کیا ہے؟

جواب: ہم کو داخلہ فیس کی وجہ سے تقریباً =/۴۲۰۰ روپے سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ ۱۸ ممبروں کی تنخواہ اور دیگر اخراجات پر تقریباً ۲۵ر۱ لاکھ روپے صرف ہوتے ہیں۔ میوزیم کو ریاستی حکومت سے کوئی گرانٹ نہیں ملتی۔ بمبئی میونسپل کارپوریشن ہی اخراجات برداشت کرتی ہے۔

سوال: آپ کی میوزیم کی دوسری کارگزاریاں کیا کیا ہیں؟

جواب: ہم ہر سال "میوزیم ہفتہ" ماہ جنوری میں مناتے ہیں۔ اس عرصے میں ہم تجدید تربیت اور ہمارے اسٹاف کو آگ پر قابو پانے کی ٹریننگ دیتے ہیں۔ ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہم میں کون کون سی خامیاں ہیں اور یہ کہ ان خامیوں کو کیوں کر دور کیا جاسکتا ہے۔

میوزیم ایسوسی ایشن آف انڈیا ہر سال ملک کے کسی اہم شہر میں کانفرنس منعقد کرتی ہے۔ اس طرح سے میوزیم کے افراد ایک ساتھ بیٹھ کر اپنے مسائل پر غور و خوض کرتے ہیں اور ان کو حل کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرتے ہیں۔

۳۰۰۰ ہزار سے زائد نمونے

ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ میوزیم میں ۳۰۰۰ سے زائد نمونے ہیں جنہیں ۱۲ سیکشنوں میں نمائش کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ زراعتی اور دیہی زندگی کے سیکشن ہیں۔ کاشت کاری کے لئے استعمال ہونے والی اشیاء کی مختلف قسموں کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کو دیکھنے کے بعد کوئی بھی شخص دیہی زندگی اور دیہی زندگی کے خاکے کا ایک صاف منظر دیکھ سکتا ہے۔ ماضی میں استعمال ہونے والے ہتھیار اور جنگی سامانوں کی قسموں کو ہتھیاروں کے سیکشن میں نمائش کے لئے پیش کیا گیا ہے وہ مکمل زرہ بکتر جس کا وزن ۱۹ کلوگرام سے بھی زیادہ ہے۔ اسے بہت ہی نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے اور اس کو دیکھ کر آدمی ضرور چونک جاتا ہے۔

۱۹۷۱ء کے ہند و پاک جنگ کی جنگی ٹرافی بھی تماشہ بینوں کے لئے بڑی کشش رکھتی ہیں۔ دیہی صنعت کے سیکشن میں دھاتوں کے برتن اور دیگر اشیا فنی مہارت کے ساتھ مینا کاری کئے ہوئے برتن وغیرہ نمائش کے لئے پیش کئے گئے، پتھر کے کام، سانچوں میں ڈھلا کاغذ، موتی کے کام، سنہری روغن کے کام، ہاتھی دانت کے کام وغیرہ کی چیزیں بھی رکھی ہوئی ہیں۔

مصنوعات کو بنانے کے ماڈل بھی بہت دلچسپ ہیں۔ فنون لطیفہ کے سیکشن میں نوبل مینیچر (NOBLE MINIATURE) کی پینٹنگ جو کہ ۱۸ ویں صدی کی ہیں پیش کی گئی ہیں۔ رگمالا کی پینٹنگ بھی نمایاں طور پر پیش کی گئی ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے سکے اور دوسرے قدیم ہندوستانی سلطے ہندوستانی سکے سیکشن میں رکھے ہوئے ہیں۔ ۔۔۔ چند جس میں نظر آتی ہیں۔ چاول کے خوشہ کی ڈرائنگ توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

قدیم بمبئی کے مجموعہ میں، بمبئی کا ایک خاکہ سات جزائر کی صورت میں دکھائی دیتا ہے جو کہ پرتگال کے بادشاہ نے ۱۶۶۲ء میں انگلستان کے بادشاہ کو پیش کیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ قدیم بمبئی میں جو نمایاں تبدیلی ہوتی گئی اور جس سے موجودہ بمبئی کی سامنے آئی ان تمام واقعات کو بھی تصویروں میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے تصویروں کی زبانی شہر کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔

قدیم تاریخ اور علم طبقات الارض کے سیکشن میں (ہندوستانی اور غیر ممالک) کے قدیم حجری عہد کے اور متاخر حجری عہد کے پتھر پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان نے اپنی ان تھک کوششوں سے ہمیشہ ترقی کی طرف اپنے آپ کو گامزن کیا ہے۔

مذہبی اور دیومالائی سیکشن میں مٹی اور لکڑی کے خوبصورت نمونے مختلف مذہبوں کی رسومات اور اطوار کو ظاہر کرتے ہیں۔ علم انسان کے سیکشن میں ۱۹ ویں صدی میں استعمال ہونے والی پوشاکیں ہندوستانی کھیل اور مختلف قسم کے موسیقی کے سامان جوانوں اور بوڑھوں کے لئے یکساں قابل کشش ہیں۔

میوزیم کی لائبریری میں آرٹ، علم آثار قدیمہ، تاریخ، قدیم بمبئی وغیرہ پر کتابیں ہیں۔ یہ لائبریری "قدیم بمبئی" سے متعلق بھرپور خزانہ رکھتی ہے۔ طلبا اور اسکالروں کے لئے یہ لائبریری بہت ہی مفید ہے۔

(ترجمہ: عبداللہ)

کامیابی کی کہانی

اچھا بیج "کرشی پنڈت" کا سرتاج!

شری سنور مل، نئی دہلی میں شری جگ جیون رام وزیر دفاع کے ہاتھوں سے "کرشی پنڈت" کا انعام حاصل کرتے ہوئے۔

۷۷-۱۹۷۶ء میں شری سنور مل بیدمل نے گیہوں کی نمایاں فصل پر کل ہند "کرشی پنڈت" کا مایۂ ناز خطاب اور انعام حاصل کیا۔ یہ انعام جس میں نقد تین ہزار روپے کی رقم اور "کرشی پنڈت" کی سند شامل ہے انھیں ۵۵۵۰ء۱۶،۸ کلوگرام فی ہیکٹر (یا ۶۸۰۳۵ء۱۶۸ کوئنٹل) گیہوں پیدا کرنے پر ملا جو اس سال کے دوران سب سے بڑی فصل تھی۔

سنور مل راجے گاؤں، ڈھونڈ تعلقہ، ضلع پونے کے باشندے ہیں نامہ نگار نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کامیابی انھوں نے کس طرح حاصل کی ہے تو انھوں نے بتایا کہ یہ سیدھی سادھی بات ہے۔ میں نے بہترین قسم کا بیج چُنا۔ یہی نہیں بلکہ بیج کا ہر دانہ چنا۔

اس کے بعد انھوں نے مجھے سہل طریقے پر اپنا کاشت کا طریقہ سمجھایا جو انھوں نے برتا تھا۔ بنیادی طور سے دوسرے کسانوں کے مقابلے میں انھیں یہ فائدہ حاصل ہے کہ ان کا کھیت ندی کے پاس واقع ہے جہاں ندی کے سیلاب کے زور سے زرخیز مٹی کی پرت جمتی رہتی ہے۔

انھوں نے بوائی کے لئے اچھے قسم کا گیہوں 'ارجن' پسند کیا۔ انھوں نے ۱۰۰ کلوگرام فی ایکڑ کے حساب سے بیج استعمال کیا، کیونکہ پودوں کی درازی سے پیداوار بھی بہ افراط ہوتی ہے۔ اس بات کا اظہار انھوں نے پہلے مجھ سے کیا تھا۔

کافی کھاد: شری سنور مل مناسب وقت پر مناسب مقدار میں کیمیاوی کھاد کے استعمال کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ انھوں نے بوائی سے قبل ہر ایک ایکڑ قطعہ پر رتی میل، سپھالس اور یوریہ کافی مقدار میں ڈالی۔ اسی طرح انھوں نے اپنی فصل کے لئے فی ایکڑ کے حساب سے ۲۰۳ کلوگرام نائٹروجن، ۱۷۵ کلوگرام فاسفورس اور ۱۲۵ کلوگرام پوٹاش استعمال کی۔

شری سنور مل نے ابتدا ہی سے احتیاط برتی، فصل کی حالت اچھی تھی اور اس پر کسی بیماری یا روگ کا اثر نہ تھا۔ پھر بھی انھوں نے احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور کیڑا مار دوا چھڑکی۔ اور چوہوں وغیرہ کا انسداد کیا۔

شری سنور مل نے ۷۶-۱۹۷۵ء میں ریاستی سطح کے فصل گیہوں مقابلے میں اوّل انعام حاصل کیا تھا۔

●●

سـ۔ راجس ہمز ہی شیواجی مہاراج سنگرالیہ
کا ایک گوشہ ۔ جہاں شیواجی مہاراج
جلوہ افروز ہیں

(صفحہ ۸ سے آگے)
میں دو قسم کے میوزیم کا حوالہ دیا ہے ۔۔

(۱) ریاستی میوزیم :۔ یہ میوزیم ریاست کا ایسا میوزیم ہونا چاہئیے جس سے مختلف مقاصد حاصل ہوں ۔ جو ہندوستانی تہذیب و تمدن کے تمام پہلوؤں کو خاص طور سے متعلقہ ریاست کی تہذیب کو اجاگر کر سکے ۔

(۲) علاقائی میوزیم :۔ علاقائی میوزیم اس علاقہ سے متعلق جس کی نمائندگی کی جا رہی ہو ۔ نوادرات، تاریخ، فنون، پرندوں اور طبعی علوم کے ذخیروں پر منحصر ہونا چاہئیے ۔ اس میوزیم میں ایسی کوئی چیز نہ ہونی چاہئیے جو اسکے حلقۂ مقصد سے باہر ہو ۔ میوزیم کو مقبول بنانے کیلئے چند باتیں ضروری ہیں ۔

قابل اراکین کی فراہمی کیلئے کوشش کی جانی چاہئیے اور اسکے لئے تربیت کا انتظام ہونا چاہئیے تاکہ ملازمین اپنے پیچیدہ فرائض کو سمجھ بوجھ کر انجام دیں ۔ قابل اور تجربہ کار ملازمین مشکل سے حاصل ہوتے ہیں ۔ چونکہ میوزیم میں ایک ملازم کو کئی فرائض انجام دینے ہوتے ہیں ۔ اسلئے ان کی تربیت غیر اہم نہیں سمجھی جا سکتی ۔ ملازم کی حیثیت سے میوزیم میں شامل ہونے سے قبل ہی میوزیم کی وسیع معلومات ہونا بے حد ضروری ہے ۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ میوزیم میں رکھے ہوئے ذخائر کو نئے ڈھنگ سے پیش کرنا چاہئیے ۔ بہت سی چیزیں اب پرانی اور غیر دلچسپ ہو گئیں ہیں ۔

سوائے پرنس آف ویلز میوزیم کے ریاست کے کسی میوزیم میں موجود سامان کو نئے ڈھنگ سے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ۔ تجربہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب پرانے سامان سے بھی ممکن ہے نئے لوازمات حاصل کرنے کے لئے بھی کافی احتیاط برتنا چاہئیے ۔ یہ مسئلہ کافی سنگین ہے کیونکہ ہمارے موجودہ میوزیم پرانے آثارِ قدیمہ، فنون اور دیگر نمونوں پر منحصر ہیں ۔

ہندوستان میں "میوزیم کی متاثر کن معلومات پر ابھی غور نہیں کیا گیا ۔ لیکن پرنس آف ویلز میوزیم کے معاملے میں دوبارہ غور کرنے کا موقع ملا پہلی دفعہ اس وقت جب" مہاراشٹر میں تہذیب کی صبح " نامی نمائش کے خاتمہ پر اُن

ٹرائبل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پونے کے میوزیم میں سلیقے سے رکھے ہوئے مصنوعات جو ماڑیا گونڈ استعمال کرتے تھے ۔

میوزیم میں
رکھے ہوئے
قدیم
آلات موسیقی

پرنس آف ویلز میوزیم
ممبئی کے
ایک نقش کش
میں
ہرنوں کا
غول
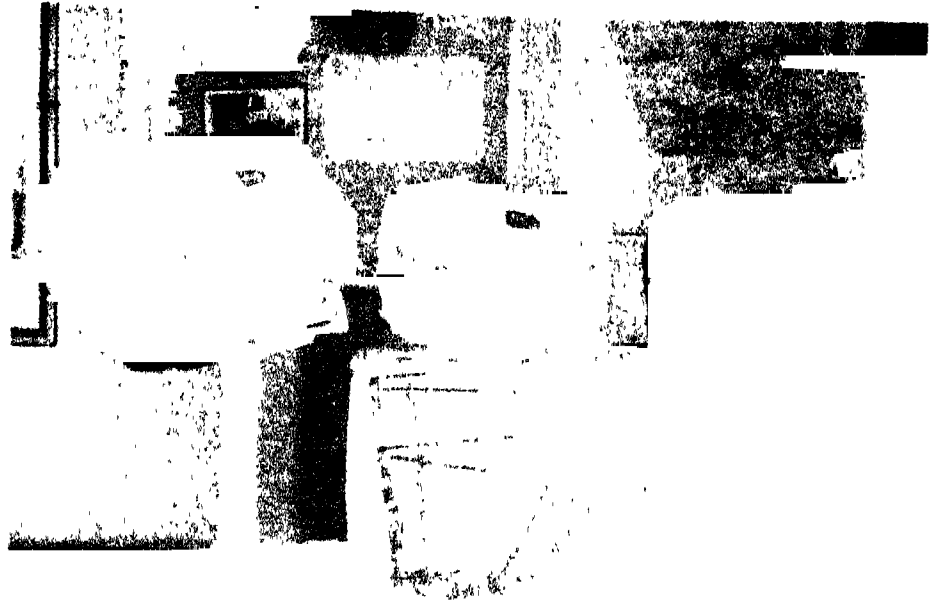
دار لبس۔ اُن کا رہن سہن اور سر و سامان، ٹرائیبل
ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پُونے میں محفوظ ایک نمونہ
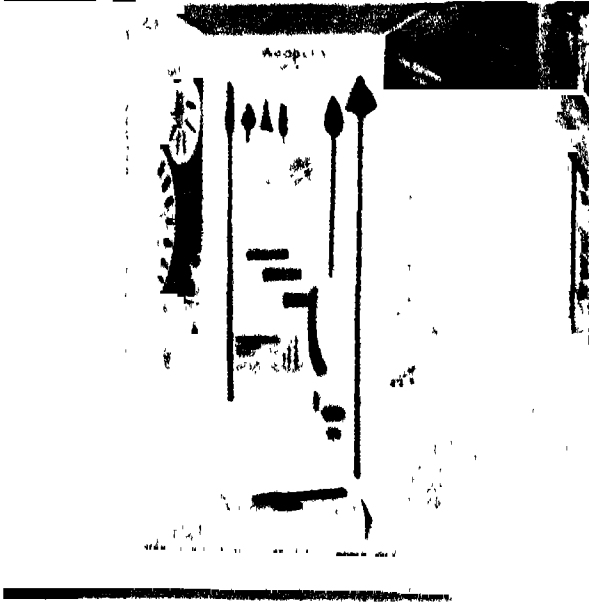
(۲) ماقبل اور ابتدائی ہندوستانی تاریخ سے متعلق
پرنس آف ویلز میوزیم، بمبئی میں حال ہی میں لگایا گیا
ایک شوکیس۔

(۳) مختلف صنعتوں سے متعلق چھوٹے چھوٹے نمونے،
مہاتما پُھلے وستو سنگرالیہ، پونے میں۔

(۴) ارتھرو پوڈا میوزیم، پُونے میں حیوانات کے
جسیم نمونے۔

ع٦

ع٥

ع٩

ع٨

ع٧

ع١٠

٥۔ دیوی پوجا۔ "لاورچندا" نامی تصویر سے لیا گیا نمونہ، سلطانی اسٹائل ۱۵۲۵ - ۱۵۷۰ عیسوی، سائز: ۵۱ء۵ × ۱۴۵ء۲ سنٹی میٹر
پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی میں محفوظ۔

٦۔ شہزادہ اور کسان کی بیوی ہمر کتاب "انوار سہیلی" سے لیا گیا نمونہ، قدیم مغل اسکول ۱۵۷۵ء - ۱۵۷۰ء۔ سائز۔ ۱۸ء۲×۱۹ء۷ سنٹی میٹر
پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی میں محفوظ ترکیبی الما الطمی کا عطیہ

٧۔ اُما مہیسور: گلابی، ریتیلے پتھر کا نمونہ، ہچیماگڈی مندر کے چھت کا ٹکڑا۔ ایہولے، ضلع بیجاپور، کرناٹک، ساتویں صدی عیسوی کا نصف
سائز۔ ۲۲۳۴ × ۱۲۶ سنٹی میٹر، پرنس آف ویلز میوزیم ممبئی میں محفوظ

٨۔ وشنو۔ کانسہ کا نمونہ تلوا (جنوبی بھارت) ۸-۹ صدی عیسوی
سائز اونچائی ۲۸ء۸ سنٹی میٹر، پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی میں محفوظ

٩۔ شانتی ناتھ۔ سنگ مرمر، ریاست گجرات، ۱۱۳۵ عیسوی
سائز: ۵۱ء۵ × ۱۴۵ء۲ سنٹی میٹر۔ پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی میں محفوظ

١٠۔ بال بیتر عورتوں کے ساتھ "کلپ سوتر" اور کالک اچاریہ کتھا سے لیا گیا نمونہ، ویسٹرن انڈین اسکول، ۱۳۸۰ - ۱۳۷۰ء، سائز ۱۱ء۷×۷ء۷
سنٹی میٹر۔ پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی میں محفوظ۔

١١۔ وتوا ستوپ، ٹیری کوٹہ، نواسہ، ضلع احمد نگر (مہاراشٹر) پہلی صدی عیسوی، ق م
دکن کالج پوسٹ گریجویٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پونے میں محفوظ

۱۲

۱۱

۱۴

۱۳

۱۵

۱۶

۱۲ ہاتھی پر چار سوار۔ کالنہ سے ساہوا نمونہ، پہلی صدی عیسوی، برہمپوری
کولہاپور۔ سائز: ۱۵ء۱ × ۴ء۶ سینٹی میٹر، کولہاپور میوزیم، کولہاپور
(مہاراشٹر) میں محفوظ۔

۱۳۔ تین سر (دائیں سے بائیں) ۱۔ نسوانی سر ۲۔ مردانہ سر ۳۔ سپاہی کا
سر، پھلدار جستی ٹوپی پہنے (لٹکنے لیمپ کا ایک حصہ)، ٹر، ضلع عثمان
آباد دوسری صدی عیسوی لام نور، مرکزی مجموعات، ٹر (مہاراشٹر)

۱۴ سری لکشمی، ہاتھی دانت کا نمونہ، ٹر، ضلع عثمان آباد، دوسری
صدی عیسوی وسطی، سائز۔ اونچائی ۸ء۸۲ سینٹی میٹر۔ لام نور مرکز
مجموعات، ٹر (مہاراشٹر) میں محفوظ۔

۱۵۔ پوسیڈن۔ کالنہ کا نمونہ، سکندری فن کاری، دوسری صدی
عیسوی، برہمپوری، کولہاپور سائز تقریباً ۱۳ سینٹی میٹر اونچا، کولہاپور
میوزیم، کولہاپور (مہاراشٹر) میں محفوظ۔

۱۶۔ سری نس، کھمبو، گجلٹ، کالنہ کا بنا ہوا آتشی نمونہ۔ سائز ۲۷ سینٹی میٹر اونچا
پرنس آف ویلز میوزیم، ممبئی میں محفوظ۔

۱۸

۱۷
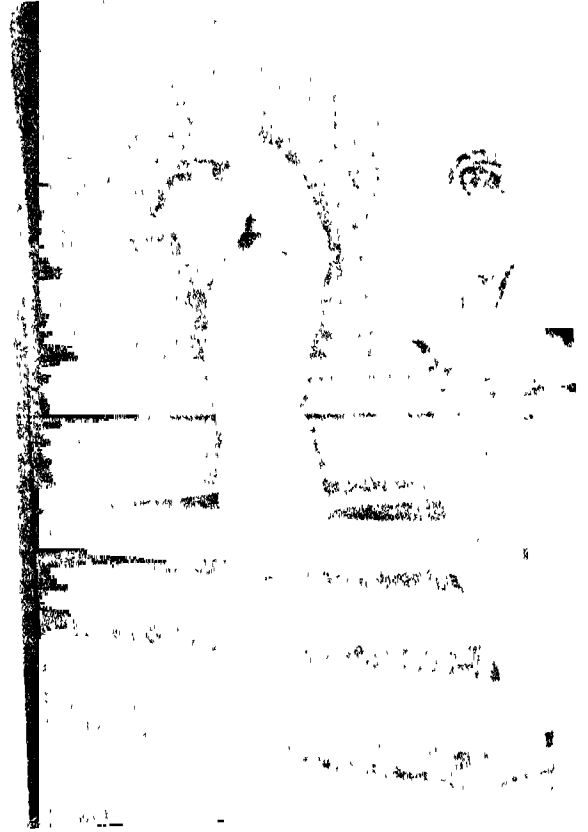
(۱۷) سر مدھری کینوس پر بنائی گئی تصویر۔ مصور راجہ روی ورما
سری بھوانی میوزیم، اودھ (ستارا) میں محفوظ ہے
(۱۸) ہندوستانی مندر دیئے۔ راجہ دینکر کیلکر میوزیم، لونے،
میں محفوظ۔
(۱۹) کرانا اور ارجن کے درمیان یدھ (جنگ) کا منظر
"کرانا ارجنیم" بہاڑی، نالاگڈھ ۱۸۵ء سے لیا
گیا نمونہ۔ سری بھوانی میوزیم، اودھ، ستارا میں محفوظ

۱۹

پرنس آف ویلز میوزیم
بمبئی میں مختلف
ادوار کی پُرکشش
پینٹنگ گیلری

ں لوسو لنا منھیں لگا تھا جو نمائش کی سیر کرنے آ ئی تھیں۔ دوسری دفعہ
دقت حب ریاستیہ میونسپل پرائمری ٹیچروں کی کانفرنس فروری ۱۹۷۷ء میں
یں منعقد ہوئی تھی اور مسلسل تین دنوں تک چیدہ چیدہ ٹیچروں کا انٹرویو
تھا۔ انہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ میوزیم میں ہندستان کی تاریخ سے متعلق
ما قبل کی تاریخ کا ایک شعبہ بنایا جائے۔ یہ بہت اہم ہے کہ نمائشی اشیاء
ی خصوصیات پر نظر رکھی جائے اور انہیں زیادہ سے زیادہ عام بنانے
ے دوسری چیزوں کی مثلاً چارٹ، فوٹو، معلومات سے پُر لیبل وغیرہ کی مدد
ئے۔

" میوزیم نے ہمیشہ فنِ نمائش میں نمایاں حیثیت حاصل کی ہے۔ لیکن ماضی کی
۔ اب بھی میوزیم پر حاوی ہے۔ الماریوں اور شوکیس کی طرح ہمارے رجحانات
ں بھی ڈھول ہٹنی چاہیئے تاکہ ہم کم سے کم اپنے آپ کو اچھی وضع میں پیش کرسکیں
، انہیں جدیدیت نہ ہو "۔ ان تمام اچھے کاموں کیلئے " میوزیم کا شعور " پیدا
نہایت ضروری ہے۔ لیکچر، اسکولوں کی مدد اور نمائشوں کے ذریعہ میوزیم میں
پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں عوامی رابطہ اور دوسری ایجنسیاں مثلاً محکمہ
ت کا تعاون بھی ضروری ہے۔

ا کی شرکت

ہمارے ملک میں میوزیم میں عوام کی شرکت سے لوگ ابھی تک
م ہیں۔ میوزیم کے دوستوں کی انجمن بنانے کا خیال کافی عرصے پیدا نہیں ہوا۔
پرنس آف ویلز میوزیم کے معاملے میں بھی اسکی ضرورت دو صدی پہلے ہی محسوس
کی گئی۔ آج بمبئی کی میوزیم انجمن ایک سرگرم انجمن ہے۔ جو میوزیم سے متعلق کاموں
میں اور اسکی ترقی میں حصہ لیتی رہتی ہے۔ اس طرح کی انجمنیں دنیا بھر میں قائم
ہوئی ہیں۔ اُن کی کاروائیاں وسیع پیمانے پر ہونے کی وجہ سے " میوزیم کے دوستوں
کی عالمی انجمن " قائم کی گئی۔ بمبئی کی میوزیم انجمن اس عالمی انجمن کی ایک رکن
ہے۔

ہندوستان میں، بلکہ مہاراشٹر میں ابھی ہم اس منزل پر نہیں پہنچ سکے ہیں
جہاں میوزیم کو منظم کیا جاسکتا ہے۔ میوزیم کو منظم بنانے اور اسکی ترقی کے لئے
تمام کوششوں کو سرکاری طور پر نبھایا جاتا رہا ہے۔ اب حال ہی میں ریاست
کے وجود میں آنے کے بعد پہلی دفعہ آزادانہ طور پر ڈائرکٹوریٹ برائے آثارِ
قدیمہ و میوزیم قائم کیا گیا ہے۔ یہ چھٹے منصوبہ بندی کے ساتھ منسلک ہے۔
منصفانہ اور مقصدی راہ چند عرصے میں ہی میوزیم کو اپنی منزل تک پہنچانے
میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔ آیئے ہم اس دن کا انتظار کریں۔

تلخیص :- ایم۔ اقبال

اپنا قانون جانیئے

آثارِ قدیمہ اور آرٹ خزائن ایکٹ ۱۹۷۲ء

• ڈاکٹر چندر شیکھر گپتا

ہندوستان دنیا کا ایک قدیم ترین ملک ہے۔ اِس کی بیش قیمت تاریخی یادگاریں قابلِ فخر ہیں جو زیرِ زمین پوشیدہ یا دفن تھیں اور اتفاقی یا تاریخی مقامات کی کھدائی کے دوران برآمد ہوتی رہیں۔ اِن برآمد یادگاروں سے ہماری ثقافتی عظمت و شان کے مختلف روپ عیاں ہوتے ہیں۔ تاریخی اشیاء کی شکل میں یہ ایک ورثہ ہے جو کسی فرد کی وراثتاً ملکیت ہے یا اتفاقاً دستیاب ہوا یا خریدا گیا ہے۔ منظور شدہ اداروں کی جانب سے منصوبہ کے تحت آثاری کھدائی کے علاوہ کنویں کھودنے۔ پائپ لائن یا کیبل ڈالنے یا عمارات کا سنگِ بُنیاد رکھنے کی غرض سے کھدائی وغیرہ کے دوران بسا اوقات ایسی اشیاء برآمد ہو جاتی ہیں اُن میں کچھ بیکار سمجھ کر پھینک دی جاتی ہیں۔ یا انھیں قیمتی دھات حاصل کرنے کی غرض سے پگھلا دیا جاتا ہے۔ کچھ باقی رہ بھی جاتی ہیں تو انھیں تاریخی اشیاء کے بیوپاری اونے پونے خرید لیتے ہیں۔ اور پھر بدیسی اشخاص کے ہاتھ فروخت کر دی جاتی ہیں جنھیں اِن تاریخی اشیاء کا شوق بھی ہوتا ہے اور اُن کے پاس روپیہ بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ہمارا اہم قومی ورثہ بیرونی ممالک پہنچ جاتا ہے بعض تاجر بناوٹی اشیاء تیار کر کے انجان آدمیوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اِن مسائل سے نپٹنے کیلئے حکومتِ ہند نے ۹ ستمبر ۱۹۷۲ء کو ایک قانون پاس کیا جس کا نام ہے: آثارِ قدیمہ اور آرٹ خزائن ایکٹ بابت ۱۹۷۲ء

اِس قانون کی تمہید میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا خاص مقصد تاریخی اشیاء کی برآمدی تجارت کی باضابطگی، اُن کی اسمگلنگ وغیرہ کی روک تھام اور انھیں لازمی طور سے حاصل کر کے مقامات عام پر مخصوص جگہ محفوظ کرنا ہے۔ یہ ایکٹ ۵ اپریل ۱۹۷۶ء سے لاگو ہے۔ اور سارے ہندوستان پر حاوی ہے۔ اِس ایکٹ کے نفاذ عمل کو موثر بنانے کی غرض سے حکومت نے چند قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں جنھیں آثارِ قدیمہ اور آرٹ خزائن قواعد و ضوابط ایکٹ ۱۹۷۳ء کا نام دیا گیا ہے۔

آثارِ قدیمہ کی تعریف

آثارِ قدیمہ کی تعریف میں تاریخی اہمیت کی حامل ایسی اشیاء آتی ہیں جن سے گذرے ہوئے زمانہ کے علم و فن۔ دستکاری۔ ادب مذہب، رسم و رواج، اخلاق یا سیاست پر روشنی پڑتی ہو جن کا کم سے کم ایک سو سال چلن رہا ہو۔

اِس تعریف کی رو سے انسانی ہاتھ کی بنائی ہوئی کوئی چیز جو ایک سو سال پرانی ہو تاریخی شے سمجھی جائے گی۔

لیکن فی الحال حکومتِ ہند نے اندراج کے مقصد سے حسبِ ذیل تین اقسام کی تاریخی اشیاء کو تسلیم کیا ہے۔

۱۔ نقاشی اشیاء۔ پتھر، کچی سرخی مائل مٹی۔ دھات۔ ہاتھی دانت اور ہڈیوں سے بنائی ہوئی منقش اشیاء۔

۲۔ مصوری:۔ ہمہ اقسام مثلاً کاغذ۔ پارچہ۔ شیشہ۔ ہاتھی دانت اور چمڑے وغیرہ پر مصوری۔

۳۔ قلمی نسخے:۔ جو تصاویر وغیرہ سے مزین ہوں۔

آرٹ شے سے مُراد ایسی انسانی تخلیق ہے (ماسوا تاریخی اشیا) جس کا مصنف حیات نہ ہو اور جسے حکومت ہند نے اس کی فنی اور تہذیبی قدر و قیمت کے مدِ نظر سرکاری گزٹ میں شائع شدہ اعلان نامہ کے ذریعہ آثارِ قدیم و آرٹ خزائن ایکٹ بابت ۱۹۷۲ء کے تحت بیش قیمت آرٹ شے قرار دیا ہو۔

آنجہانی رابندر ناتھ ٹیگور، نند لال بوس، جیمنی رائے
مرت سرگل کی تصاویر اور اسکیچ کو بیش بہا ذخیرہ قرار دیا گیا ہے۔

یخی اشیاء کی تجارت

تاریخی اشیاء (برآمدی کنٹرول) ایکٹ ۱۹۴۷ء کے
ـ تاریخی اشیاء کی برآمد کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ قانون منسوخ
یا گیا ہے۔ کیونکہ آثار قدیمہ اور آرٹ خزائن ایکٹ بابت
۱ء کی دفعہ ۳ (۱) کی رو سے یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ مرکزی
ست یا مرکزی حکومت کی جانب سے نامزد مختار افسر یا ایجنسی
ماسوا کوئی دیگر شخص تاریخی اشیا برآمد کرنے کا قانوناً مجاز نہ ہوگا
ہندوستان میں کسی فرم کا فرد تاریخی اشیاء کی فروخت
روبار جاری رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد سے حکومت کے مقررہ
منگ افسر سے لائسنس حاصل کرنا ہوگا اسکے لئے ۱۰۰ روپے لائسنس
ادا کرنا ہوگی۔ اس کی قانونی میعاد تین سال سے زیادہ نہ ہوگی۔
ناں مزید مدت کے لئے جو تین سال سے زیادہ نہ ہوگی لائسنسنگ
رکے حسب منشا ۵۰ روپے کی فیس ادا کر کے اس کی تجدید کرائی جا سکتی
لائسنس دار کو آثار قدیمہ اور آرٹ خزائن بابت ۱۹۷۲ء کے ضابطہ
کے مطابق تاریخی اشیاء آرٹ کی نادر اشیاء اور تصاویر البم کے لئے
۔ الگ رجسٹر رکھنا ہوگا۔
ڈپٹی سپرنٹنڈنگ آرکیالوجی دکسٹم آف آرکیالوجیکل سروے
انڈیا بمبئی کو ریاست مہاراشٹر، گوا، دلو اور دمن خطہ جات کے لئے
نگ افسر مقرر کیا گیا ہے۔

ی اشیا کا اندراج۔

حکومت ہند نے تاریخی اشیاء کے اندراج کا کام ریاستی
ت کے سپرد کیا ہے اور ڈائرکٹر (تاریخی اشیاء) اس کے نگراں ہیں۔
ت مہاراشٹر نے نو حلقے بنائے ہیں۔ اور ہر حلقہ تین چار اضلاع
ل ہے۔ ہر حلقہ میں رجسٹرنگ افسران مقرر کئے گئے ہیں جو محکمہ
قدیمہ اور میوزیم، ریاست مہاراشٹر کے تحت کام کرتے ہیں۔
تاریخی اشیاء کے اندراج کی خاطر مالک کو مقررہ فارم
خواست نیز اس کے ساتھ میں صاف اور اُجلی فوٹو بھیجنا پڑتی ہیں۔
ست گذار کو تاریخی اشیاء کے اندراج کا سرٹیفکٹ اور اس کے ساتھ
اف کی ایک کاپی موصول ہوگی جس پر باقاعدہ نمبر، سرکاری مہر کا

ٹھپہ اور رجسٹرنگ افسر کے دستخط ثبت ہوں گے ـــــ کسی دوسرے
شخص کے ہاتھ تاریخی شے فروخت کرنے یا بطور تحفہ دینے پر مالک
کو اس کی ملکیت کی تبدیلی کے بارے میں متعلقہ افسر کو اطلاع دینی
ہوگی۔

میوزیم، دفتر، دفترخانہ یا تعلیمی یا ثقافتی اداروں میں رکھی
ہوئی تاریخی یادگار اشیا جن کی مالک، نگراں یا منتظم حکومت ہے اندراج
سے مستثنیٰ ہیں ـــ

لازمی حصول اشیاء

حکومت کوئی تاریخی یا آرٹ شے لازماً
حاصل کر سکتی ہے جسے اس کے خیال میں کسی عام جگہ محفوظ رکھنا مناسب
ہو۔ اس کے مالک کو اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔ جس کی رقم معاوضہ
وضع کردہ قانون کے مطابق طے کی جائے گی۔ معاوضہ کی رقم معین کرنے کے
لئے مقررہ ثالث کارروائی مقدمہ میں ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کے تحت سول
کورٹ کے تمام اختیارات کا حکم ہوگا جو کسی شخص کی طلبی، باحلف گواہی
کی وصولی، کسی عدالت یا دفتر سے عام ریکارڈ کے حصول اور شہادتی بیانات
کی جانچ کے لئے اجرائی حکم کے متعلق ہیں۔

جرمانہ

خلاف ورزی قانون پر ایکٹ کی دفعہ ۲۵ کے مطابق قانون
جرمانہ وضع کیا گیا ہے۔
اگر کوئی شخص کوئی تاریخی یا آرٹ شے برآمد یا برآمد کرنے
کی کوشش کرے گا تو وہ کسٹم ایکٹ ۱۹۶۲ء کے قوانین کے تحت سزا کا مستوجب
ہوگا یعنی اسے تین سال تک کی مدت کی (بہر صورت یہ مدت چھ ماہ سے کم
نہ ہوگی) کی سزائے قید دی جائے گی اور جرمانہ عائد کیا جائے گا
کوئی ایسا شخص جو لائسنس کے بغیر تاریخی اور آرٹ اشیاء
کی تجارت کرتا ہو، یا اندراج کے بغیر تاریخی اشیاء اپنے پاس رکھتا ہو
یا رجسٹرنگ افسر کو منتقلی ملکیت کے بارے میں اطلاع نہ دے سزا کا
مستحق ہوگا یعنی اسے چھ ماہ تک کی مدت کی سزائے قید، جرمانہ، یا دونوں
سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ نیز تاریخی شے جس کے معاملہ میں جرم کیا گیا
ہے ضبط قرار دی جائے گی۔
اگر کوئی شخص کسی افسر مجاز کو ریکارڈ کا معائنہ کرنے

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

دُنیائے ادب میں

گذشتہ سال کے اہم واقعات

• اقبال بلگرامی (ایم اے)
مراہٹواڑہ یونیورسٹی
اورنگ آباد (مہاراشٹر)

۱۱ رجنوری ۱۹۷۷ء کی شام مہاراشٹر کالج ممبئی کے وسیع وعریض ہال میں مراٹھی ادب پر اولین اُردو کتاب پروفیسر یونس اگاسکر کی تالیف "مراٹھی ادب کا مطالعہ" کی تقریب رسم اجراء مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکیڈیمی، مہاراشٹر کالج آف آرٹس اینڈ سائنس اور رفتِ کوکن پبلیکیشن کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔ تقریب کی صدارت اور رسم اجراء جناب اعجاز صدیقی نے انجام دی۔

•

۱۴ رجنوری ۱۹۷۷ء کی شام غالب اکیڈیمی دہلی میں ماڈرن رائٹرس گروپ کی طرف سے ایک سمپوزیم بعنوان "موجودہ دور میں ادیب کا رول" منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت اُردو کے مشہور افسانہ نگار جناب جوگندر پال نے کی، اور اس کا افتتاح ہندی کے مشہور شاعر شری کانت ورما نے کیا۔ ابتدا میں ماڈرن رائٹرس گروپ کے صدر جناب مخمور سعیدی نے گروپ کے مقاصد اور موضوع پر روشنی ڈالی۔

•

۲۹ رجنوری ۱۹۷۷ء کو انجمن ترقی اُردو پنجاب کے زیر اہتمام مودی کالج پٹیالہ میں ساغر شفائی کے مجموعۂ کلام "افشاں" کے رسم اجراء کی تقریب انجام پائی۔

•

حکومتِ کرناٹک نے اپنے اعلان مورخہ ۲۱ رفروری ۱۹۷۷ء کے تحت کرناٹک میں اُردو اکیڈیمی تشکیل دی۔

•

۸ رفروری ۱۹۷۷ء کو نائب صدر جمہوریہ ہند جناب بی۔ ڈی جتی صاحب نے پبلیکیشنز ڈویژن کی پانچہزارویں کتاب "ابوالکلام آزاد" کا اجراء فرمایا۔

•

۲۶ رفروری ۱۹۷۷ء کو پونے یونیورسٹی کے ہندی ڈیپارٹمنٹ نے ریسرچ کے مسائل پر ایک مباحثہ رکھا۔ اس جلسہ کا افتتاح رینو گھوش بنرجی صاحب نے کیا۔ اس مباحثے میں ڈاکٹر داملے، ڈاکٹر کاملے، ڈاکٹر کلکرنی، ڈاکٹر جوگ، ڈاکٹر دکشت وغیرہ نے حصّہ لیا۔

•

ابوالاثر حفیظ جالندھری تقریباً ۱۲ سال بعد مارچ ۱۹۷۷ء کو دہلی تشریف لائے تو اُردو کے حلقوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ دہلی کی بہت سی ادبی نشستوں میں انھوں نے شرکت کی اور لوگوں کو اپنے بہترین کلام و ترنّم، جو اب بھی جوان ہے، سے مسرور و محظوظ کیا۔

•

۴ رمارچ ۱۹۷۷ء کو سویڈش ایمبیسی نے سویڈش شاعروں کی بہترین نظموں کا انتخاب و ہندی ترجمہ بعنوان "سفید راتیں کالے دن" کا اجراء کیا۔ اس کتاب کا ہندی ترجمہ اور ایڈیٹنگ کے فرائض جناب سینتی کمار نے انجام دیئے۔

•

۸ رمارچ ۱۹۷۷ء کو دہلی کی ہندی رائٹرس خواتین انجمن نے "راج نیتی میں عورت کی بھومیکا" عنوان پر ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسے میں شریمتی پرکاش سرن، شریمتی پدما رام چندرن اور کماری اُما داسوبو نے حصّہ لیا۔

•

ڈاکٹر پرمیشوری لال کو پُرانے سکّوں پر ہندی میں ریسرچ کرنے پر لندن کی رائل نیومی سمیٹک Neumi smetic سوسائٹی نے اپنا ۱۹۷۷ء کا انٹرنیشنل ایوارڈ دینے کا اعلان کیا۔

•

پچھلے دنوں نئی دہلی میں اقبال صدی تقریبات بہت بڑے پیمانے پر منائی گئیں۔ اس تقریب میں جو غیر ملکی ادیب و دانشور آئے تھے ان میں چار پاکستانی ادیب ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر عبادت بریلوی، جمیل جالبی

ز الدین صاحبان شامل تھے ۔

۱۴ اپریل ۱۹۷۷ء کو غالب ہال نیشنل جونیر کالج گلبرگہ میں اُردو اکیڈیمی
کے سالانہ کے ترجمان "زاویئے" کی رسم اجراء اُردو کے نامور مزاح
نباب مجتبیٰ حسین نے فرمائی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ گلبرگہ ابتدا
ے علمی، ادبی اور تہذیبی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ اس شہر نے اُردو
و کئی مایۂ ناز شخصیتیں دی ہیں۔ اور یہ فیضِ بندہ نواز یہ سلسلہ اب بھی
ی ہے۔

۱ رجون ۱۹۷۷ء کو لوک نائک شری جے پرکاش نارائن کی کتاب "میری
ڈائری" کا رسم اجرا، کانسٹی ٹیوشن کلب وٹھل بھائی بھون میں عالی
لال کرشن اڈوانی وزیر اطلاعات ونشریات کے ہاتھوں ہوا۔ جلسہ
ارت بھی آپ ہی نے انجام دی۔

۱۹ رجون ۱۹۷۷ء کو شریمتی شالیبتی پاٹل کی تصنیف "جیجاماتا" کا رسم
اح شری وائی۔ بی چوان ممبر پارلیمنٹ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔

۲۵ رجون ۱۹۷۷ء کی شام کو بھولا بھائی آڈیٹوریم بمبئی میں مہاراشٹر
ٹ اُردو اکیڈیمی کی جانب سے جلسۂ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ اس
ر کو مخاطب کرتے ہوئے شری بابو راؤ کالے نے فرمایا کہ مہاراشٹر کے لوگوں
ری زبان خواہ کچھ ہو، انھیں اُردو زبان سے دلی لگاؤ ہے۔ اُردو اکیڈیمی
نس چیرمین عالی جناب فاروق پاشا، وزیر مملکت برائے تعلیم و
ت نے اکیڈیمی کی دو سالہ کارگذاریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ
ی کے قیام سے اُردو داں طبقہ کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

۲۶، ۲۷، ۲۸ رجون کو ہندی ساہتیہ سمیلن الہ آباد کی ۳۹ ویں
رنس حیدرآباد میں ہوئی۔ اس کانفرنس کا افتتاح نائب صدر
یہ شری بی۔ ڈی جٹی نے فرمایا۔ اس کانفرنس سے شری ایڈوانی وزیر
عات ونشریات نے بھی خطاب فرمایا۔

۸ رستمبر ۱۹۷۷ء کو اُردو سمینار و صحافت پنجاب یونیورسٹی ایکسٹنشن
بری لدھیانہ میں بھاشا وبھاگ پنجاب کی جانب سے ایک اُردو
نار ہوا۔ اس سمینار میں جناب بر بھگوان پرشاد نے اُردو صحافت
پنجاب کا حصہ" پر ایک مقالہ پڑھا۔ اس موقع پر جناب قیصر قلندر
راج

صاحب نے بھی ایک جامع مقالہ پڑھا۔ اس محفل میں پروفیسر آزاد گلاٹی
پرنسپل کنھیا لال کپور، سوڈھی گوربچن سنگھ، موہن لال سنگھی اور محمد
کفایت اللہ صاحبان نے تنقید و تائید کے طور پر حصہ لیا۔

۲ راکتوبر ۱۹۷۷ء کو گاندھی جینتی کے موقع پر ہندی کے مشہور رائٹر
شری شنکر دیال سنگھ نے اپنی کتاب "ایمرجنسی کیا سچ کیا جھوٹ" کا
اجراء اس طرح کیا کہ اس کی پہلی کاپی راج گھاٹ جاکر گاندھی جی کی سمادھی
پر عقیدت سے رکھ دی۔

۲۸ راکتوبر ۱۹۷۷ء کو ہندی ساہتیہ سمیلن دہلی نے یو۔ این۔ او کے
اجلاس میں سب سے پہلے ہندی میں تقریر کرنے پر شری اٹل بہاری
واجپائی وزیر خارجہ کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں
انھیں مبارکباد پیش کی گئی۔

یکم نومبر ۱۹۷۷ء کو انجمن ترقی اُردو ہند کی جانب سے دہلی میں عالی
جناب مرارجی دیسائی وزیر اعظم ہند نے "اُردو گھر" کا افتتاح فرمایا۔
اپنی افتتاحی تقریر میں آپ نے فرمایا کہ اُردو ہندوستان کی مقبول زبان
ہے اور اس کی ترقی کے لئے حکومت ہر ممکن کوشش کرے گی۔

رانچی یونیورسٹی میں ۱۴ ر ۱۵ ر نومبر ۱۹۷۷ء کو آل انڈیا اُردو ٹیچرس
کانفرنس ہوئی۔ ایک طویل وقفے کے بعد اس انجمن کا ایک سہ ماہی رسالہ
"جامعات ہند" کے نام سے شائع ہوا۔

جناب رؤف خیر کے شعری مجموعہ "اقرا" کی رسم اجراء آندھرا
پردیش اُردو اکیڈیمی کے ڈائرکٹر جناب بھارت چند کھنہ کے ہاتھوں
ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ نامپلی، حیدرآباد میں عمل میں آئی۔

ماہنامہ 'آج کل' دہلی نے ماہ فروری میں حضرت خواجہ حسن نظامی
دہلوی مرحوم پر ایک خصوصی نمبر شائع کیا۔ جس میں ملک کے مایہ ناز قلم
کاروں نے حصہ لیا۔ اسی طرح ماہنامہ "فروغ اُردو" لکھنؤ نے پنڈت
برج نارائن چکبست پر ایک ضخیم نمبر شائع کیا۔ یہ نمبر ۲۳۲ صفحات پر
مشتمل ہے اور چکبست کے فن اور شخصیت پر اپنی مثال آپ ہے۔

ڈاکٹر جی جی کنیٹے ایگزیکیٹو ایڈیٹر اور سکریٹری گزیٹیڈ ڈیپارٹمنٹ

نے وزیرِ اعلیٰ مہاراشٹر، شری وسنت دادا پاٹل کو اورنگ آباد ڈسٹرکٹ گزیٹیر کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن پیش کیا۔ یہ گزیٹیر اورنگ آباد ضلع کی تاریخ اور یہاں کے لوگوں کی سماجی، معاشی اور ثقافتی زندگی کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ اس میں اجنتا اور ایلورہ سے متعلق بھی دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ گزیٹیر ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

•

نومبر ۱۹۷۷ء میں ماہنامہ 'آج کل' دہلی نے 'اقبال نمبر' شائع کیا۔ جس میں ملک کے بہترین ادیبوں اور شاعروں نے حصہ لیا۔ یہ نمبر علامہ اقبال کے فن اور فلسفے کو سمجھنے کے لئے بہترین دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔

•

مراٹھی ساہتیہ پریشد آندھرا پردیش نے اپنے سہ ماہی رسالہ کا اُردو ادب نمبر بزبان مراٹھی شائع کیا۔

•

اس سال یوم جمہوریہ کے موقع پر صدر جمہوریہ ہند نے متعدد فن کاروں اور ادیبوں کو اعزاز عطا کیا ہے۔ جن میں اُردو کے مشہور ادیب و شاعر جناب گوپی ناتھ امنؔ اور مشہور محقق ڈاکٹر یوسف حسین خاں کو پدم بھوشن سے نوازا گیا۔

•

وزارت اطلاعات و نشریات حکومت ہند کی طرف سے ہر سال کتابوں اور رسائل کو عمدہ چھپائی، ڈیزائن اور جلد سازی کے لئے مختلف زمروں کے تحت تقریباً ۷۰ ایوارڈس دیئے جاتے ہیں۔ اس سال ماہنامہ 'آج کل' (اُردو) دہلی، دسمبر ۱۹۷۶ء کا شمارہ بھی شامل ہے۔ جسے ہندوستانی رسالوں کے زمرے میں بہترین طباعت و کتابت کے لئے انعام دیا گیا۔

•

اس سال گیان پیٹھ لٹریری ایوارڈ بنگالی کی مشہور مصنفہ مسز اگیا پورنہ دیوی کو ان کے مشہور ناول "پراتھما پرتیشرو تی" پر دیا گیا۔

•

اُترپردیش اُردو اکیڈیمی نے اس سال بھی اُردو شاعروں اور ادیبوں کو ان کی بہترین تخلیقات پر انعامات دیئے۔ ان ادیبوں اور شاعروں میں مہاراشٹر اسٹیٹ سے جناب ظ انصاری، جناب علی سردار جعفری اور جناب بشر نواز کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

•

مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکیڈیمی بمبئی نے بھی مہاراشٹر اسٹیٹ کے ادیبوں اور شاعروں کو انعامات دیئے ہیں۔ ان میں عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر عصمت جاوید، جناب محمود عشقی، جناب حمید اللہ خاں عامدار دھاگوی اور جاوید صاحبان شامل ہیں۔

•

راجستھان ساہتیہ اکیڈیمی نے اُردو کا انعام جناب محمد عثمان عارف بیکانیری کو ان کی کتاب "نذرِ وطن" پر دیا۔ یہ ان کی قومی اور وطنی نظموں کا مجموعہ ہے۔

•

ساہتیہ پریشد نے مراٹھی زبان کے بہترین شاعر انیلؔ کو اُن کے مجموعہ کلام "دشپ دی" پر پانچ ہزار روپے کا انعام دیا۔

•

ڈاکٹر چندر دیپ کاڈڑے کو ان کی کتاب "بھارتیں دو ہیر و ہندی گدیہ" پر حکومت اُترپردیش نے ایک ہزار روپے کا انعام دیا۔

•

اس سال نوبل پرائز، اسپینش شاعر مسٹر دی سینٹ الیکزنڈر کو ملا ہے۔

•

موت کا ایک دن معین ہے

وہ آتی ہے تو ٹلتی نہیں۔ اس سال بھی بہت سے ادیبوں، شاعروں اور محققین نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ ان میں اُردو کے مایہ ناز عالم و مفکر مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو لکھنؤ میں انتقال کیا۔ مرحوم قرآن شریف کے بہترین مفسر اور بہت اچھے انشاء پرداز تھے۔

۱۵ جنوری ۱۹۷۷ء کو پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب کا بھی انتقال ہوگیا۔ مرحوم اُردو کے بہترین انشاء پرداز و طنز نگار تھے۔ رشید احمد صدیقی صاحب نے کئی کتابیں لکھیں، لیکن ان میں "آشفتہ بیانی میری" اور "مضامین رشید" کو کافی شہرت ملی۔

•

مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور رشید احمد صدیقی مرحومین کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ اُردو کے عظیم افسانہ نگار اور ناول نویس کرشن چندر کا ۸ مارچ ۱۹۷۷ء کو بمبئی میں انتقال ہوگیا۔ کرشن چندر ایک عرصے سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ ان کی کتابوں کا دنیا کی تقریباً چالیس زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ انھیں ۱۹۶۷ء میں سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ اور ۱۹۶۹ء میں پدم بھوشن کا اعزاز دیا گیا تھا۔

ڈفیسر سید اختر اورینوی کا تیس ۳۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو پٹنہ میں انتقال ہو گیا
نوی اُردو کے مشہور افسانہ نگار، نقاد اور شاعر تھے۔

●

وفیسر صدرالدین فضا، صدر شعبۂ اُردو پٹنہ یونیورسٹی کا ۳۱ مارچ ۷۷ء
ادورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا مرحوم کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

●

ے کرشن چودھری حبیب صاحب کا بھی ۱۹ اگست ۱۹۷۷ء کو انتقال
رحوم اُردو زبان و ادب کے دلدادہ اور ایک اچھے شاعر تھے۔

●

ناب بسمل سعیدی کا ۲۶ اگست ۱۹۷۷ء کو انتقال ہو گیا۔ بسمل صاحب
ے بہت اچھے شاعر تھے۔

●

بصغیر کے ممتاز طنز نگار ابراہیم جلیس کا ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو کراچی
نتقال ہو گیا۔ ابراہیم جلیس کے طنزیہ مضامین اور افسانوں کے کئی
شائع ہو چکے ہیں۔

●

نگریزی ادب کے دو مشہور ناول نگار نباکف (NABAKOV) اور
جونس (JAMES JONES) کا اسی سال امریکہ میں انتقال ہو گیا۔
نے کئی ناول لکھے ان میں سے 'لولیٹا' (LOLITA) کافی مشہور ہوا۔
اور اسی ناول کی وجہ سے نباکف پر مقدمہ بھی چلا تھا۔

●

ہندی زبان و ادب کی کئی مشہور ہستیاں اس دنیا سے چل بسیں۔ ان
میں ۱۱ اپریل ۱۹۷۷ء کو ہندی کے مشہور ناولسٹ شری رینو، پٹنہ میڈیکل
ہاسپٹل میں انتقال کر گئے۔

●

۲۱ فروری ۱۹۷۷ء کو دہلی میں جناب جے چند نارنگ کا انتقال ہو گیا۔
وہ ۷۹ برس کے تھے۔ نارنگ صاحب ہندی کے بہترین مورخ تھے۔

●

۱۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ڈاکٹر کنہیا لال سہیل کا بمبئی میں انتقال ہو گیا۔
سہیل صاحب راجستھانی اور ہندی کے ریسرچ اسکالر اور اچھے نقاد تھے۔

●

مراٹھی زبان و ادب کے بھی کئی مشہور ادیب و شاعر اس دنیا سے رخصت
ہو گئے۔ ان میں جناب کھانولکر جو مراٹھی کے شاعر و ناولسٹ تھے، جناب
مڈکھولکر، یہ بھی مراٹھی کے بہترین ناول نگار تھے اور جناب جی۔ دی ماڈگولکر،
جو مراٹھی کے ایک اچھے ناولسٹ اور شاعر تھے، اس دنیا سے منہ موڑ گئے۔

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والوں میں

●●

صفحہ ۲۳ سے آگے :
...کے فرض کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالے گا تو وہ سزائے قید یا جرمانہ
...ں سزاؤں کا مستوجب ہوگا

ہماری شاندار ثقافتی تاریخ کی تشکیل تو میں تاریخی اور
اشیاء بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ لہٰذا ایسی ہر چیز کی حفاظت
تعلق ہمارے ماضی سے ہو ہمارا اولین فرض ہے۔ تاریخی اشیا کے
ح کے ذریعہ ایسی معلومات یکجا اکٹھی کی گئی ہیں جو نہ صرف اسکالروں
ریسرچ کرنے والے اشخاص کے لئے ان کے مطالعہ اور تحقیق میں معاون
لہ ان کے مالکان کے لئے سودمند ہے۔ کسی تاریخی شئے کی چوری یا حادثہ
س کی گمشدگی کی صورت میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی کیونکہ اسکے
یں تمام تفصیلی معلومات موجود ہوگی جس کی مدد سے وہ شئے بہ آسانی
اب کی جا سکے گی۔

تلخیص۔ عبدالوحید خاں

***

غزل

بیکل اتساہی
بلرام پور۔ گونڈہ (یوپی)

ٹوٹ کے برسے ہیں بادل بھی چمکنے والے
کھیت احساس کے جب ہو گئے پکنے والے

سسکیوں میں وہ تپش ہے کہ پگھل جائیں گے
قہقہے روپ کے سکوں سے کھنکنے والے

ظلم ہے کتنی بلندی پہ نہ اندازہ کرو
راکھ بن جاتے ہیں شعلے بھی دہکنے والے

رنگ اندھیارے اجالے کا بھی وہ بھول گئے
ایک مدت سے تری راہ کے تکنے والے

عمر کچھ اور بڑھا دے مری تنہائی کی
مری ہر سانس کی وادی میں مہکنے والے

غزل

منشاء الرحمٰن خاں منشاء
۱۱۔ اسٹار کی ٹاؤن
ناگپور ۴۴۰۰۰۱

خرد والوں سے کہہ دو ہم سے دیوانوں میں آجائیں
نکل کر گوشۂ دانش سے میدانوں میں آجائیں

جہاں ہوش و خرد کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں
جنونِ شوق کے ایسے دبستانوں میں آجائیں

جنھیں لطفِ بہاراں خوب جی بھر کر اٹھانا ہے
پھٹے حالوں میں رقصاں چاک دامانوں میں آجائیں

متاعِ زندگی کو پھونکنے کا حوصلہ لے کر
گھڑی بھر کو جیالے شعلہ سامانوں میں آجائیں

لہو سے آبیاری کا سلیقہ سیکھنے والے!
ذرا محنت شعاروں کے گلستانوں میں آجائیں

جہاں قطرے پسینے کے گہر بن کر چمکتے ہیں
ان اربابِ عمل کے کھیت کھلیانوں میں آجائیں

یہ بھٹکیں گے کہاں تک یونہی خوابوں کے اندھیروں میں
گماں والے حقیقت کے ضیا خانوں میں آجائیں

غزل

ڈاکٹر افتخار احمد فخرؔ
دھرن گاؤں (ضلع جلگاؤں)

رہگذارِ غم میں دل سا سخت جاں مارا گیا
دل گیا کیا زندگی کا سارا سرمایہ گیا

التفاتِ ناز کا اندازِ دل برما گیا
آئینہ دیکھا تھا میں نے اور وہ شرما گیا

رُوٹھ کر یہ کون تجھ سے اے غمِ دُنیا، گیا
جانے والا، دیکھنے والوں کا دل تڑپا گیا

پھر بہارِ نو کا کیا ہو تذکرہ؟ اے باغباں!
شاخ پر جو غنچۂ نورس کھلا، مرجھا گیا

اللہ اللہ عشق کی محرومی و بے چارگی
جب وہ آئے ہوش میں مجھ سے نہ پھر آیا گیا

ہوگیا یہ آدمی خود کرب میں اپنے اسیر
خولِ تنہائی سے خود اپنے نہ جب نکلا گیا

زندگانی اصل میں مر مر کے ہے جینے کا نام
جاتے جاتے یہ غمِ دوراں مجھے سمجھا گیا

ہیں یہ سب بزمِ تصوّر کی کرشمہ سازیاں
وہم ہے اے دل! کہاں کوئی یہاں آیا گیا

آسماں بھی عظمتِ آدم کا قائل ہوگیا
چاند پر پہلا قدم انساں کا جب رکھا گیا

آسماں بھی ڈر ہے اب آماجگاہِ شر نہ ہو
سُن رہے ہیں چاند پر انسان کا سایہ گیا

کیا خبر گذری ہے دیوانے پہ کل کیا دشت میں؟
چاک داماں، خاک بر سر، فخرؔ کو دیکھا گیا

غزل

محسن زیدی
۸۹۷، نیا محلہ، پُل بنگش
دہلی ۱۱۰۰۰۶

تہِ دریائے معانی سے گہر مانگے ہے
ابِ سخن اِک نیا اندازِ ہُنر مانگے ہے

اب تو ہر موج سمندر سے نکلنا چاہے
اب ہر اِک ذرّۂ ریگ اذنِ سفر مانگے ہے

پھر وہیں لوٹ چلا وقت کا یہ دور، جہاں
روشنی کے لئے پتھر سے شرر مانگے ہے

پھر ہے درکارِ نمو کو وہی پتّوں کا لباس
اپنے کھوئے ہوئے سائے کو شجر مانگے ہے

دُور تک وقت کے نیزوں پہ ہیں سر رکھے ہوئے
وقت ہر دور میں نذرانۂ سر مانگے ہے

موم کی شمع لئے تم جو چلے ہو محسنؔ
رات پتھر سی ہے پتھر سا جگر مانگے ہے

۹ مئی کو شیو جینتی کے موقع پر منترالیہ میں منتری پربھاراؤ، وزیر برائے امداد باہمی وساحت، شری شیواجی مہاراج کی تصویر کی گلپوشی کر کے انھیں خراج عقیدت پیش کر رہی ہیں۔

خبریں ۔ تصویروں میں

مسٹر ہیمبٹر ورسٹرن وارن اڈیٹر آف دی 'سنڈے ٹائمز لندن'، ۳۰ اپریل کو وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کی قیامگاہ پر اُن کے ساتھ محو گفتگو

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی گذشتہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۸ء کو کانووکیشن ہال میں شری رام جوشی، وائس چانسلر بمبئی یونیورسٹی سے سائیکلون ریلیف فنڈ کیلئے تین لاکھ روپے کا چیک وصول فرما رہے ہیں۔

شری این. کے. ترپڑے، نائب وزیر اعلیٰ نے حال ہی میں ۲۵ء۲ کروڑ روپے کی لاگت کی گونڈیا واٹر سپلائی اسکیم کا افتتاح فرمایا۔
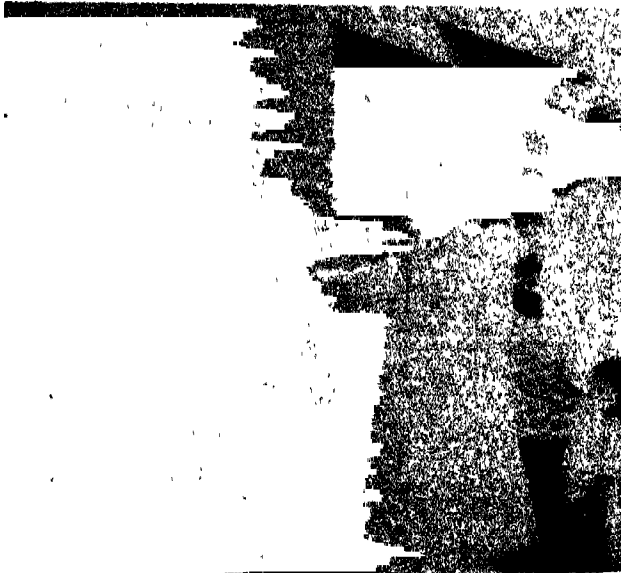
چیف ایر مارشل شری مولگاؤنکر نے ۱۱ مئی کو
منترالیہ میں مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل سے
ملاقات کی۔

ڈابھا گاؤں، تعلقہ منگرول پیر، ضلع اکولہ میں
حالیہ آتشزدگی کا منظر۔
جس میں درخت بھی بھسم ہو گئے۔ اکولہ ضلع پریشد نے
فوری طور سے راحت و امداد بہم پہنچائی نیز ایک کنوئیں
کے لئے منظوری دے دی تاکہ گاؤں کے لوگوں کو پینے کا
پانی مہیا کیا جا سکے۔

ڈابھا گاؤں کی آتشزدگی میں وہاں کے ۲۵۰ مکانات میں سے
۶۸ مکانات جل گئے۔ زیر نظر تصویر میں شری کے۔ ایم اظہر حسین،
وزیر مملکت برائے زراعت اور شری سدھاکر گن گنے،
وزیر مملکت برائے انرجی متاثرہ افراد کو
برتن تقسیم کر رہے ہیں۔

"چھوت چھات مٹاؤ" پندھرواڑہ تقریبات کے سلسلے میں تھانے ضلع پریشد نے مختلف جاتیوں کے شادی شدہ جوڑوں کو مبارکباد دی۔ اور تحفہ میں اسٹین لیس اسٹیل کے برتن دیئے۔

انھی تقریبات کے آغاز پر ضلع ناندیڑ کے مالی پور گاؤں کے ہریجن مندر میں داخل ہو رہے ہیں۔

وزیراعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کراڈ میں روٹری کلب کے زیراہتمام "آئی کیمپ" تشریف لے گئے اور وہاں مریضوں کی مزاج پرسی کی۔

شیواجی مہاراج کو خراج عقیدت

۹ مئی کی صبح منترالیہ بمبئی میں شری چھترپتی شیواجی مہاراج کے یوم پیدائش کے موقع پر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔
شریمتی پربھا راؤ وزیر امداد باہمی نے شری شیواجی مہاراج کی تصویر کو ہار پہنایا اور گلاب کی کلی نذر کی۔
کابینہ کے اراکین، ریاستی حکومت کے عہدیداروں نیز ملازمین نے بھی شری شیواجی مہاراج کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور گل ہائے عقیدت پیش نذر کیا۔

ٹیچروں کو انعامات

حکومت مہاراشٹر نے سال برائے ۷۸-۱۹۷۷ء کے لئے سماجی و تعلیمی خدمات کے صلے میں انعامات کے لئے ریاست بھر کے پرائمری اور سکنڈری اسکولوں کے چند ٹیچروں کا انتخاب کیا ہے۔ اسی طرح یونیورسٹی پروفیسروں کو بھی انعامات کے لئے منتخب کیا گیا ہے جن میں رام نارائن، ردیا کالج بمبئی کے پرنسپل؛ شری آر۔ اے کلکرنی، بی۔ جے۔ میڈیکل کالج پونہ کے ڈاکٹر جی۔ ایس، سینانی؛ شیواجی یونیورسٹی کولہاپور کے ڈاکٹر ڈی، این، کامت؛ دھن ونی نیشنل کالج ناگپور کے پرنسپل شری ایم۔ ایم لانجیور، مراٹھواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد کے شری ڈی۔ ڈی۔ کھانولکر، اور ایس این ڈی۔ ٹی۔ ڈمین کالج پونے کے ڈاکٹر کے ایس۔ کمیکر شامل ہیں۔

نئے ہوم گارڈ کمانڈنٹ جنرل

بریگیڈیر شری بی۔ جی دیوسکر کے ریٹائر ہوتے پر یکم مئی سے شری آر، بل، بھتگے ایڈیشنل انسپکٹر جنرل آف پولیس نے ہوم گارڈ کمانڈنٹ جنرل اور سول ڈیفنس کی حیثیت سے عہدہ سنبھال لیا ہے۔

وزیر برائے دیہی ترقیات کی نئی رہائش گاہ

وزیر برائے دیہی ترقیات، ٹرانسپورٹ واوقاف شری بالوراؤ کالے بی۔ ۲ میڈم کاما روڈ سے منتقل ہو کر "شیوگری" نارائن دھابولکر روڈ ملبار ہل پر آگئے ہیں۔ آپ کی نئی رہائش گاہ کا ٹیلی فون نمبر ۳۶۴۶۳۰ ہے۔

ڈاکٹر ایم۔ این۔ وانکھیڈے کی مرگ ناگہانی
وزیر اعلیٰ کا اظہارِ تعزیت

چیرمین مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن، ہاؤسٹن (امریکہ) جہاں آپ عارضئ قلب کے علاج کے سلسلے میں آئے تھے۔ یکم مئی ۱۹۷۸ء کو انتقال کر گئے۔ آنجہانی کی موت پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل نے اپنے انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔
ڈاکٹر وانکھیڈے کے انتقال سے ریاست نے ایک عالم فلسفی اور غریبوں کے ہمدرد کو کھو دیا ہے۔

روزگار ضمانت اسکیم میں تعاون عمل
ڈاکٹر ڈیکلتے کا مشورہ

وزیر زراعت ڈاکٹر ڈیکلتے نے ناگپور کلکٹر اور دیگر افسران سے ملاقات کے دوران خواہش ظاہر کی کہ روزگار ضمانت اسکیم پر عمل درآمد کے لئے روزگار فراہم کرنے والی ایجنسیوں کے درمیان تعاون ضروری ہے۔ آپ نے کہا کہ گرام پنچایت میں شامل مزدوروں کو مذکورہ اسکیم کے تحت کام دیا جانا چاہیئے اور اس سلسلے میں افسران کو خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

۱۲ جون سے اسمبلی اور کانسل کا اجلاس

گورنر مہاراشٹر نے مہاراشٹر قانون ساز اسمبلی اور کانسل کا اجلاس ۱۲ جون ۱۹۷۸ء کو بالترتیب دن کے ایک بجے اور ۲ بجے طلب کیا ہے۔

برتن ساز کارخانوں کے لئے اجرت کمیٹی

حکومت مہاراشٹر نے دھات کے برتن اور دیگر گھریلو اشیاء بنانے والے کارخانوں میں ملازم پیشہ افراد کی حالت ملازمت جاننے اور کم از کم اجرت مقرر کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس کے چیرمین شری گجانن لوکے ہیں۔ شری این۔ جی۔ فائدے کمیٹی کے آزاد رکن ہیں دیگر اراکین کے علاوہ جس میں ملازمین کے نمائندے بھی شامل ہیں شری جی ایس دہراگ اسسٹنٹ لیبر کمشنر کو کمیٹی کا سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔ کمیٹی اپنی رپورٹ چھ ماہ کے اندر اندر پیش کرے گی۔

شری ترپاٹھی کا دورۂ شمالی ہند

صحافیوں سے ملاقات

مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے اطلاعات و تعلقات عامہ شری رام منوہر ترپاٹھی نے اپنے دہلی کے دورے کے دوران ٹائمز آف انڈیا نو بھارت ٹائمز، ہندوستان ٹائمز اور اسٹیٹسمین کے رپورٹروں سے ملاقات کی۔ آپ نے ان صحافیوں کو مہاراشٹر کے مختلف ترقیاتی پروگرام خصوصاً روزگار اسکیم اور آب پاشی منصوبوں سے روشناس کرایا۔

۲۰ اپریل کو شری ترپاٹھی لکھنؤ پہنچے جہاں آپ نے گورنر شری تپاسے سے ملاقات کی اور نیشنل ہیرالڈ، نوجیون اور قومی آواز کے دفتروں کا دورہ کیا۔

لکھنؤ میں پریس کانفرنس میں آپ نے مہاراشٹر کے حالات پر روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ شری دسنت دادا پاٹل کی قیادت میں مہاراشٹر ملک بھر میں انتظامیہ کے تعلق سے ایک نمونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں مختلف لسانی طبقات کے درمیان ہم آہنگی اور بھائی چارے کا

شری رام منوہر ترپاٹھی، وزیر مملکت برائے شہری ترقی، پروٹوکول اور اطلاعات، حکومت مہاراشٹر، لکھنؤ میں صحافیوں سے مخاطب۔ آپ کے ساتھ شری آر۔ پی سنگھ اور شری رام سنگھ، وزیر مملکت اترپردیش دیکھے جا سکتے ہیں۔

اپنے اس دورے کے سلسلے میں شری رام منوہر ترپاٹھی 'مہاراشٹر سماج' کانپور بھی تشریف لے گئے تھے۔ زیر نظر تصویر میں وزیر موصوف (بائیں سے چوتھے) مہاراشٹر سماج کے اراکین کے ساتھ۔ اس تصویر میں شری موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز حکومت مہاراشٹر (بائیں سے تیسرے) بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہری رام منوہر تریاٹھی، گورنر اتر پردیش
شری جی ڈی تپاسے کے ساتھ۔

جذبہ پایا جاتا ہے اور ریاست کی ترقی میں ان سے ہر ممکن تعاون حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ ریاست میں ہندی اور اردو داں طبقہ آبادی کے ایک بڑے حصے پر مشتمل ہے اور یہ کہ ہندی اور اردو زبانوں کی حوصلہ افزائی اور ترقی کے لئے حکومت ہمیشہ اقدامات کرتی رہی ہے۔ محکمہ اطلاعات ایک پندرہ روزہ رسالہ چھ زبانوں، ہندی، انگریزی، مراٹھی، اردو، گجراتی اور سندھی میں شائع کرتا ہے۔ آپ نے کہا کہ وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کی زیر قیادت ریاست میں وسیع النظری کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں مہاراشٹر میں اقلیتیں محفوظ ہیں۔

مہاراشٹر میں اقلیتیں محفوظ

شمالی ہندوستان کے مشہور روزنامہ جاگرن کے ایڈیٹوریل اسٹاف کی جانب سے دیئے گئے استقبالیہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر مملکت برائے اطلاعات و تعلقات عامہ، حکومت مہاراشٹر، شری رام منوہر ترپاٹھی نے کہا کہ صحافی حلقوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ ریاست میں علاقائی تعصب کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ مہاراشٹر میں لسانی اور مذہبی اقلیتیں محفوظ ہیں۔ اور ان کی فلاح و بہبودی کے لئے حکومت برابر اقدامات کر رہی ہے۔ آپ نے کہا کہ مہاراشٹر کے باشندے حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اور ان میں مسائل کو سمجھنے اور انھیں وسیع النظری سے حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے کیا کوئی اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ مہاراشٹر کے مراٹھی بولنے والے باشندوں نے ہندی کو قومی زبان کی حیثیت سے فروغ دینے میں ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ شری وسنت دادا پاٹل کی قیادت میں حکومت مہاراشٹر نے عوام کے مختلف طبقات کی فلاح و بہبودی کے لئے بے شمار اقدامات کئے ہیں۔ آپ نے اتر پردیش کے صحافیوں کو مہاراشٹر آنے کی دعوت دی تاکہ وہ خود مہاراشٹر کی ترقی کا اندازہ کر سکیں۔

اینگلو انڈین طالب علموں کیلئے اسکالرشپ
۳۰ جون سے قبل درخواستیں مطلوب ہے

کیپٹن جارج فریڈرک اینڈنی ٹرسٹ اسکالرشپ کے لئے اینگلو انڈین طالب علموں کی جانب سے مقررہ درخواست فارم پر ۳۰ جون سے قبل درخواستیں مطلوب ہیں۔

اسکالرشپ ڈپلوما کورس کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ صرف اعلیٰ تعلیم مثلاً ہائر سکنڈری کی گیارہویں بارہویں کلاس / آئی۔ ایس۔ سی بارہویں کلاس، پی۔ یو۔ سی، فرسٹ ایر، انٹر اور ڈگری کورسس مثلاً بی اے بی ایس سی، بی کام، ایم، اے۔ ایم ایس سی۔ ایم کام، ایل ایل بی، ایم بی بی ایس، بی ای، وغیرہ

اس اسکالرشپ کے تحت ۱۲ برس سے کم عمر کی یتیم لڑکیوں کے غریب سرپرستوں کو تعلیم اور دیگر اخراجات کے لئے وظیفہ دیا جائے گا۔

مقررہ درخواست فارم مذکورہ بالا ٹرسٹ کے دفتر اور آفیشل ٹرسٹی، مہاراشٹر اسٹیٹ کے دفتر واقع بی، ڈبلیو، ڈی بلڈنگ (زمینی منزلہ) مقابل سنٹرل ٹیلیگراف آفس، ویر نریمان روڈ، فورٹ، بمبئی ۳۲…۴۰۰ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

تمام درخواستیں مذکورہ بالا پتہ پر ۳۰ جون سے قبل پہنچ جانی چاہیئے۔

اہم دستاویزات مل سکتی ہیں

حکومت مہاراشٹر نے ریاست کے پرانے گزیٹیرز کی دوبارہ اشاعت کا کام ہاتھ میں لیا ہے۔ بمبئی شہر اور جزیرے سے متعلق تین کتابیں طبع اور شائع کی گئی ہیں۔ ہر ایک کی قیمت ۲۵ روپیے ہے۔

ریاست مہاراشٹر میں تحریک آزادی سے متعلق، تواریخ سے متعلق ذرائع مواد کی ترتیب اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ اس سیریز میں "سندھ میں غیر تعاون تحریک کی تاریخ" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی گئی ہے۔ جس کی قیمت چار روپیے ۶۰ پیسے ہے۔ دوسری کتاب ہے جس کا عنوان ہے "شری منت جی۔ ایس عرف دادا صاحب کھاپرڈے ۱۸۹۷ء سے ۱۹۴۴ء تک کے مکتوبات اور ڈائری" بھی شائع کی جا رہی ہے۔

متذکرہ کتابیں ڈائریکٹوریٹ آف گورنمنٹ پرنٹنگ اسٹیشنری اینڈ پبلیکیشن، چرنی روڈ بمبئی ۴...... ۴ کے علاوہ گورنمنٹ بک ڈپو واقع ناگپور، پونے اور اورنگ آباد نیز تسلیم شدہ کتب فروشوں سے مل سکتی ہیں۔

ضلع پریشد کے لئے لازمی نمائندگی

حکومت مہاراشٹر نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ مہاراشٹر ضلع پریشد اور پنچایت سمیتی قانون بابت ۱۹۶۱ء کے تحت ضلع پریشد کے لئے نمائندگی کی مدت یکم مئی سے ۱۶ سال سے ۱۸ سال تک بڑھا دی ہے۔ اس طرح قانون کی دفعہ ۲۵۳ (سی) کے تحت ضلع پریشدوں کو سرکاری ملازمین کی پیشی اور انھیں اپنے طور پر ملازمت سے ریٹائر ہونے کی اجازت دئے جانے سے متعلق حکومت کے اختیارات میں بھی توسیع کر دی گئی ہے۔

دستاویزات کی اشاعت

ریاستی محکمہ دستاویزات کی جانب سے تین کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ (۱) ہاٹ اسپرنگ ان بمبئی پریسیڈنسی' مصنف شری ایس۔ آر۔ پردھن (قیمت: پانچ روپیے) '(۲) اورنگ آباد۔ کوئن آف دکن، مصنف شری ڈی، آر۔ املاڈی اور شری پی۔ این تارکھیڈے (قیمت ۱ روپیہ ۰ ۸ پیسے) اور (۳) السٹریٹو موودی ڈاکیومنٹ، مصنف شری دی۔ ٹی۔ گوندبل اور شری ایچ۔ این بخشی (قیمت: پانچ روپے ۵۰ پیسے)

یہ کتابیں گورنمنٹ بک ڈپو اور دیگر مراکز سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

قومی راج

ڈرائیو۔ ان تھیٹر کے اطراف سائلنس زون

نائب وزیر اعلیٰ شری ترپوڑے نے پولیس حکام اور ڈرائیو۔ ان تھیٹر کے انتظامیہ سے بات چیت کے بعد یہ طے کیا ہے کہ ڈرائیو۔ ان تھیٹر کے اطراف کا علاقہ سائلنس زون قرار دیا جائے۔ مزید یہ کہ انتظامیہ اپنے خرچ سے پولیس ڈیوٹی کا انتظام کرے اور دھاراوی لنک روڈ کی طرف جانے والے تماشائیوں کے لئے تھیٹر سے باہر نکلنے کا علیحدہ انتظام کرے۔

چھوٹی بچت میں کامیابی پر مبارکباد

بمبئی کے انکم ٹیکس کمشنر شری آر۔ وینکٹ رامن نے مہاراشٹر میں سال ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران چھوٹی بچت سے متعلق نمایاں کامیابی حاصل کرنے پر ریاست مہاراشٹر کے ڈائرکٹوریٹ اسمال سیونگ کو مبارکباد پیش کی۔

سنگتروں کے چھوٹے کاشت کاروں کے مسائل پر توجہ دی جائے

ڈاکٹر ڈیکلے کی اپیل

وزیر زراعت ڈاکٹر پی۔ ایم ڈیکلے نے ناگپور میں سنگتروں کے کاشت کاروں سے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی کہ قیمتوں سے متعلق چھوٹے کاشت کاروں کے مسائل پر توجہ دی جانی چاہیئے۔

ترمیم شدہ دکانات قانون

بمبئی شاپ د اسٹیبلیشمنٹ (ترمیم شدہ) ایکٹ بابت ۱۹۷۷ یکم مئی ۱۹۷۸ء سے نافذ کر دیا گیا ہے۔

شری ایس۔ پی موہنی

حکومت مہاراشٹر نے وزیر اعلیٰ کے سکریٹری شری ایس۔ پی موہنی کو وزیر اعلیٰ کے امدادی فنڈ (سیلاب زدگان) کا اکاؤنٹ اسٹیٹ بنک آف انڈیا، بیک بے ریکلمیشن برانچ، بمبئی میں جاری کرنے کا اختیار دیا ہے۔

فوری توجّہ کیلئے ترسیلِ زر اور مراسلت کے دوران حوالہ نمبر جو آپ کے خط یا پتے کے اوپری حصہ میں درج ہوتا ہے ضرور تحریر فرمایئے۔

(ادارہ)

تصویر جس میں ایک کسان کنبہ کھیت سے لوٹتے ہوئے۔ آرٹسٹ: ہنری مکند راؤ ننڈھے کھاگاؤں

میوزیم آف دی ٹرائبل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پونے، میں ایک ماڑیا (گونڈ) عورت کا سراپا۔

مہاتما بدھ، اپنے خدمتگاروں کے ساتھ گیان دھیان میں، نویں صدی عیسوی کا ہاتھی دانت پر کشمیری نقاشی کا نمونہ۔ پرنس آف ویلز میوزیم بمبئی میں۔ یہ اور آخری سرورق پر دیئے گئے کشمیری فن نقاشی کے بے مثال نمونے۔
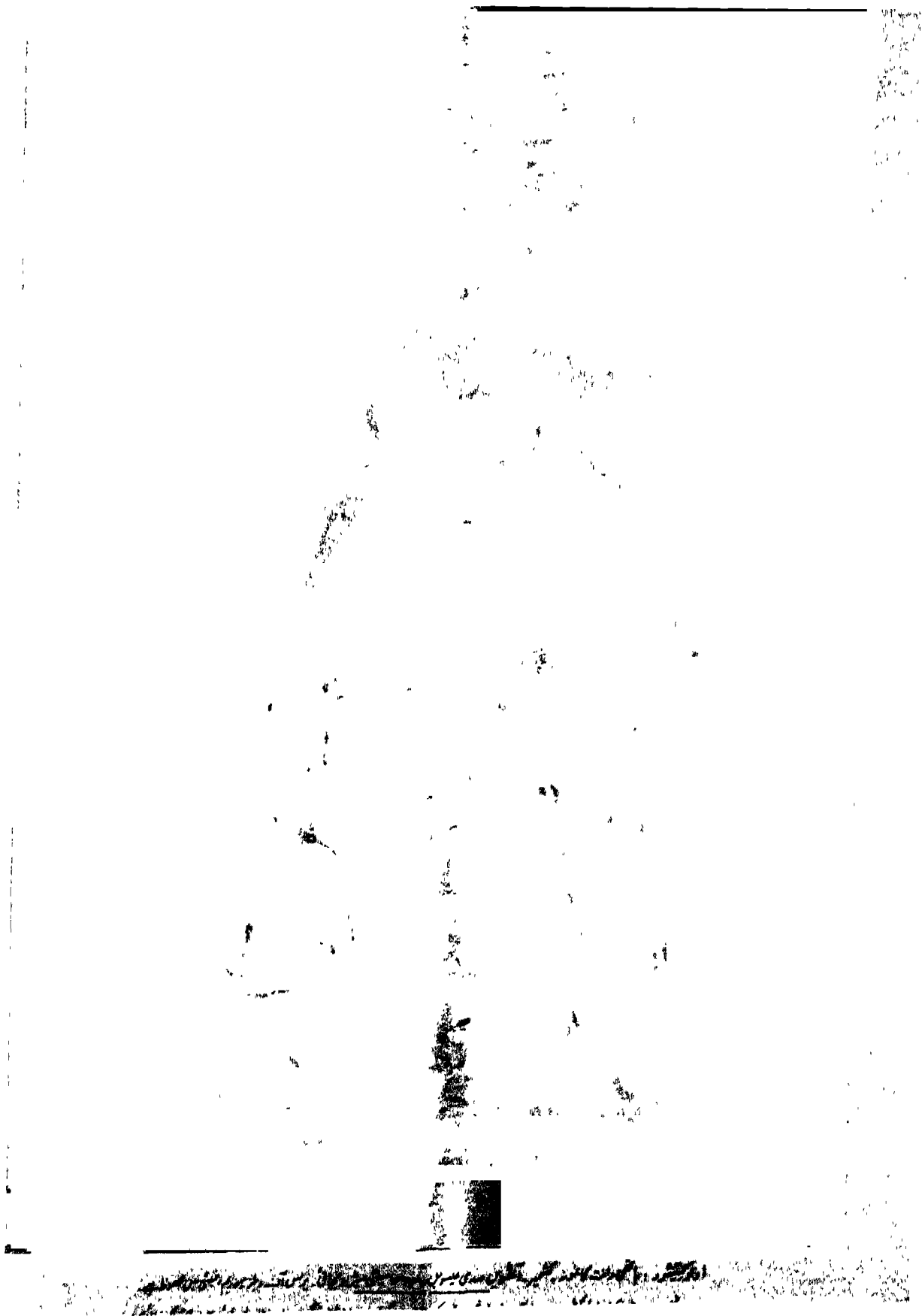
★ میفکو کی کارگزاری

★ پسماندہ طبقات کے ساتھ انصاف

★ ہنرمند خاتون کا کمال

قیمت : ۵۰ پچاس پیسے

قومی راج

۱۰ر جون ۱۹۷۸ء

پہلی برسات کھیتوں کو
بوائی کے قابل
بنادیتی ہے

بارش کے بعد کھیتوں میں مستعدی سے کام شروع ہو جاتا ہے۔

قومی راج

جلد ۵ ٭ ۱۰ر جون ۱۹۷۸ء ٭ شمارہ ۱۱

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ٭ فی پرچہ: ۵۰ پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامی

سخنہائے گفتنی

یوں تو ہر شمارے میں آپ کی معلومات کے لئے ایک خاص مضمون شائع کیا جاتا ہے مگر اس شمارے میں جو خاص مضمون ہے اس کی اہمیت اس دور میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں یہ بتلایا گیا ہے کہ "میفکو" کس طرح مہاراشٹر میں اپنی انفرادی نوعیت کے کام انجام دے رہا ہے اور آئندہ 'میفکو' کے کیا کیا منصوبے ہیں۔

حکومتِ مہاراشٹر نے سالِ رواں ۷۹۔۱۹۷۸ء کے لئے مہاراشٹرا سٹیٹ اُردو اکاڈیمی کو ۲۰ لاکھ روپے کی رقم دینا منظور کی ہے۔ حکومت کا یہ ایک قابلِ قدر فیصلہ ہے جس کا ہر مکتبۂ خیال میں خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اس بات کی توی اُمید ہے کہ اس رقم سے اُردو کی ترویج و اشاعت میں قابلِ قدر اضافہ ہو سکے گا۔

ادبی صفحات میں دارالعلوم دیوبند اور ریاست مہاراشٹر کا تہذیبی سفر' اور جگن ناتھ آزاد کی نظم 'تجدید پیماں کا سفر' شریکِ اشاعت ہیں۔ قومی راج کے علامہ اقبال نمبر' پر ڈاکٹر صفدر آہ صاحب کا تبصرہ یقیناً آپ کو پسند آئے گا۔

خواجہ عبدالغفور

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

[اقبال عالمی کانگریس میں شرکت کے لئے
لاہور اور سیالکوٹ کے سفر کے بعد جموں واپس پہنچنے پر]

کیا بتائیں کس خیاباں کے سفر سے آئے ہیں
زندگی ہم چاکِ داماں کے سفر سے آئے ہیں

اهتزازِ روح سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم
اِک عجب سرشاریِ جاں کے سفر سے آئے ہیں

دل میں کیوں تازہ ہے پھر جی سے گزر جانے کا شوق
شاید اک تجدیدِ پیماں کے سفر سے آئے ہیں

دوستوں کی وہ محبت وہ توجہ وہ تپاک
کتنی دلکش بزمِ یاراں کے سفر سے آئے ہیں

کیوں ہماری مسکراہٹ میں ہے اشکوں کا گذر
کس دیارِ وصل و ہجراں کے سفر سے آئے ہیں

ہم کبھی عمرِ گزشتہ چھوڑ آئے تھے جہاں
آج اُسی اپنے شبستاں کے سفر سے آئے ہیں

ہر نفس پر ہو رہا ہے موجِ نکہت کا گماں
زندگی ہم کس گلستاں کے سفر سے آئے ہیں

ذکر اک محبوب کا تھا اور بیاں عشاق کا
ہائے کیسی بزمِ جاناں کے سفر سے آئے ہیں

رُوبرو یوں محفلِ اقبال ہے اے دل! کہ ہم
جیسے لمحاتِ گریزاں کے سفر سے آئے ہیں

اللہ اللہ کس قدر اپنی نظر میں ہیں بلند
کس مقامِ اوجِ انساں کے سفر سے آئے ہیں

شہرِ اقبال[1] اور شہرِ مرقدِ اقبال[2] بھی
ہائے کس کیفیتِ جاں کے سفر سے آئے ہیں

[1] سیالکوٹ ۔ [2] لاہور

پسماندہ طبقات کے ساتھ انصاف

نائب وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری این۔ کے۔ تر پڑے

قبائل سماج ہی کا ایک حصہ ہیں۔ جنھیں مندرج قبائل کا نام دیا گیا ہے۔ یہ قبائلی لوگ تاریخی اسباب کی بناء پر عموماً پہاڑی اور دشوار گذار علاقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ غریب ایسے ہی علاقوں میں رہ گئے، کیوں کہ ان کے اردگرد رونما ہونے والی سماجی ترقی کی لہر اور اثرات ان تک پوری طرح نہ پہنچ سکے۔ ان حالات کے پیش نظر قبائلی ترقی کے اقدام کو دو خانوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ ایک تو ہے مادی ترقی، یعنی ان طبقات کے رہائشی علاقوں میں سدھار تاکہ ان تک آسانی سے رسائی حاصل ہو سکے اور معاشی فائدے ان تک پہنچائے جا سکیں۔ دوسری ہے انسانی ترقی۔ یعنی ان کی بحیثیت ایک فرد کے اصلاح تاکہ وہ ترقی یافتہ دور میں بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ چل سکیں۔

اب تک قبائلی لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے وہی طریقہ اپنایا جاتا رہا ہے جو پسماندہ علاقوں اور پسماندہ طبقات کے مسائل کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ توقع تھی کہ اگر مناسب مالی ذرائع دستیاب ہوتے تو منصوبوں پر عمل کیا جاتا لیکن عملی طور پر یہ توقعات پوری نہ ہو سکیں جو کچھ بھی اسکیم چاہے وہ امداد باہمی سے متعلق ہو یا تعلیم سے متعلق، ان قبائلی علاقوں میں شروع کی گئی اس کے نتائج معدوم رہے۔ اسی سبب سے یہ علاقے پس ماندہ رہ گئے۔ اور انتظامیہ مشینری ان علاقوں میں اقدامات سے گریز کرنے لگی اور یہ کہا جانے لگا کہ مالی اعانت غیر قبائلی علاقوں کے لئے منتقل کردینی چاہئے ورنہ اس سرمایہ کا مناسب استعمال نہیں ہو سکے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ بھی منصوبے قبائلی علاقوں کے لئے سوچے گئے تھے اس کا تمام تر فائدہ غیر قبائلی علاقوں نے اٹھایا۔

ان حالات کے پیش نظر قبائلی ضمنی منصوبے کی اسکیم سوچی گئی جسے مکمل طور سے قبائلی ترقیات کے لئے وقف کردیا گیا اور اس میں رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ اس اسکیم کے لئے مالی ذرائع ریاستی منصوبہ ہی میں سے پیدا کئے گئے اور تمام اقدامات کو مختلف ایام میں تقسیم کردیا گیا۔ جن میں سے اہم اقدامات کے انتخاب کی ذمہ داری ریاستی سطح پر قبائلی مشاورتی کمیٹی اور ضلع کی سطح پر ضلع منصوبہ بندی و ترقیات کمیٹی کو سونپی گئی۔

میرے خیال میں یہ مختصر سی تمہید مہاراشٹر میں قبائلی حالات سے غیر متعلق نہیں ہے۔ جہاں قبائلی طبقہ کل آبادی کا سات فیصدی ہے اور خصوصاً گجرات، مدھیہ پردیش اور آندھرا پردیش کی سرحدوں سے ملے ہوئے علاقوں میں پھیلا ہوا ہے

ضمنی منصوبہ ۱۹۷۵ء سے بھی پیشتر زیر بحث رہا ہے اور اصل میں ۷۶-۱۹۷۵ء میں شروع کیا گیا۔ اس طرح سے موجودہ سال اس منصوبہ کا تیسرا سال ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل مالی و انتظامی اقدامات کئے گئے ہیں۔

۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران ۲۵ کروڑ روپیہ کی خطیر رقم میں سے ۲۱ کروڑ

روپیہ کا سرمایہ صرف کیا گیا۔ اہم اقدامات میں تعلیم (۲۱ نئے آشرم اسکول) معمولی ذریعے آب پاشی (۱۸۷ آب رسانی، ۲۲۴ ذخیرہ آب کے کنویں، اور ۱۴ رسائی تالاب) دیہی آب رسانی اسکیم بذریعہ پائپ (۳۹ دیہات) سڑکیں (۲۰۰ کلومیٹر) اور صحت عامہ (۱۸ صحت کے مراکز) شامل ہیں۔ ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ۳۵ کروڑ روپیہ مندرجہ ذیل کاموں کے لئے استعمال کیا گیا۔ تعلیم (۵۰ آشرم اسکول) آب پاشی (۲۱۸ آب رسانی ۳۲۲ ذخیرہ آب کنویں اور ۱۵ رسائی تالاب) سڑکیں اور پل (۱۲۰ کلومیٹر اور ۹ پل) ادیباسیوں کی امداد باہمی سوسائٹیاں (۲۰۲)۔

پلاننگ کے وقت ریاستی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقامی ضرورتوں کی مخصوص ضلع کمیٹیوں (جس میں قبائلی طبقے کی نمائندگی بھی ہوتی ہے۔) کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں متعلقہ محکمہ کے حکام، ڈسٹرکٹ کلکٹر اور ضلع پریشد کے عہدہ داران اپنا تعاون پیش کرتے ہیں اور ہر سطح پر اقدامات کی نگرانی کی جاتی ہے۔ متنازعہ مسائل اور اہم مسائل کے مابین توازن قائم رکھنے کے لیے ٹرائبل کمشنر موجود ہوتا ہے جو قبائلی ترقیات کی بابت وزیر اعلیٰ کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔

ضمنی منصوبہ مادی و انفرادی دونوں مقاصد کا حامل ہوتا ہے قبائلی طبقات کے فلاح و بہبود کے اقدامات کا بے جا فائدہ غیر قبائلی طبقات نہ اٹھائیں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ البتہ غیر قبائلی کمزور طبقات کو یہ فائدے حاصل کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایسی اسکیمیں مرتب کی جاتی ہیں جن میں مالی فائدے سے قبائلی طبقات کو ان اسکیموں میں شامل ہونے پر راغب کرتے ہیں۔

روایتی طور پر رضاکارانہ انجمنوں کے تعاون سے قبائلی ترقیاتی پروگرام میں تعلیمی مسئلہ کو لازماً زیادہ اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رضاکارانہ انجمنوں نے قبائلی طبقات کی تعلیم کے معاملے میں بقدر ضرورت اہم خدمات انجام دی ہیں۔ اس سے قطع نظر تعلیم کے معاملے میں روایتی اقدامات کی بدولت کئی دوسرے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ خاص اس وجہ سے کہ رائج طریقہ تعلیم کو اب بھی ملازمت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اسے معاشی ترقی کا ضامن سمجھا جائے۔

قبائلی افراد عموماً زراعت پیشہ ہوتے ہیں جو دیگر موسم میں پودوں کی سینچائی یا جنگلات کی صفائی کے علاوہ جنگلاتی پیداوار مثلاً گوند وغیرہ جمع کرتے ہیں۔ لہٰذا میرے خیال میں قبائلی ترقیات کے تعلق سے ایسے معاشی پروگراموں کو زیادہ اہمیت دی جانی چاہیے جن کی بدولت یہ طبقہ زراعتی پیداوار کو فروغ دے سکے، اپنی محنت کی مناسب اور زیادہ اجرت حاصل کر سکے اور زراعتی و جنگلاتی فصلوں کی مناسب قیمت

ادیباسی علاقوں میں
"آب رساں کنویں"
آب رسانی کے لئے مفید
ثابت ہوئے ہیں.
تصویر میں ادیباسی عورتوں
ایک ایسے ہی کنویں سے
پانی حاصل کرتے ہوئے
دیکھا جا سکتا ہے.

وصول کرسکے۔

کچھ عرصہ قبل اس طبقہ کی اکثریت بیگار کے زیرِ اثر یا قرضوں کی وجہ سے اراضی غیروں کے ہاتھوں کھو چکی ہے۔ جب تک ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ضمنی منصوبہ سے انھیں خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکے گا۔

اسی طرح علاقائی ترقیاتی پروگراموں میں شامل سڑکوں کی تعمیر اور نقل وحمل کی سہولتوں کی وجہ سے کنٹراکٹر نما تاجروں کو قبائلی طبقہ کا مزید استحصال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ان تاجروں کی مداخلت کی وجہ سے جو کہ ایک ہی وقت میں لین دین، کنٹراکٹر، اور رسل و رسائل کا کاروبار کرتے ہیں، قبائلی ترقیات میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

ان تاجروں سے بچاؤ کے لئے تعلیمی اور دیگر خدمات کے ساتھ ساتھ معاشی پروگراموں کو زیادہ ترجیح دی جانی چاہیئے۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ ضمنی منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ دو اہم قوانین کا نفاذ عمل میں آیا ہے پہلے دو قوانین کی رو سے جن قبائلی افراد کی اراضیاں دوسروں کے قبضے میں تھیں وہ انھیں واپس مل گئیں۔ اب تک ۸،۹۹۰ قبائلی افراد کو ۱۵۹۱۲ ہیکٹر زراعتی زمین واپس دلوائی جا چکی ہے۔

تیسرے قانون کی رو سے ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء سے قبل تمام نجی ساہوکار...

سے لئے گئے قرضہ جات معاف کر دیئے گئے اور بغیر لائسنس ایسا کاروبار غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ اس کے علاوہ ٹرائبل کمشنر کو اختیار دیا گیا کہ زراعتی و جنگلاتی پیداوار کی خرید و فروخت کرے۔ اس طرح نجی تاجروں سے بچاؤ ممکن ہو سکا۔

ان اقدامات پر عمل درآمد کے لئے قبائلی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا۔ یہ کارپوریشن امداد باہمی کی بنیاد پر قائم کیا گیا اور ادیباسی باہمی انجمنوں کو اس کارپوریشن کا رکن بنایا گیا۔ یہ کارپوریشن قبائلی اقوام کے ایجنٹ کے طور پر زراعتی و جنگلاتی پیداوار کی خریداری کرتی ہے۔ قیمتیں مرکزی مارکیٹ کے نرخ سے کم وبیش متوازی ہوتی ہیں اور جو کچھ بھی فرق ہے وہ فاصلہ اور اشیاء کی خصوصیت کے اعتبار سے ۱۵ روپیہ فی کوئنٹل سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اس اسکیم کے تحت جو کہ گزشتہ سال سات تعلقوں میں شروع کی گئی اس کارپوریشن نے ۷۳۵،۲،۰۲۰۰ کوئنٹل مختلف اشیاء مثلاً چاروادی، مونگ پھلی، گوند وغیرہ خریدا اور ۱۶۱،۲۵ لاکھ روپیہ ادا کیا۔ بدقسمتی سے تاجروں کی منظم مخالفت کی بنا پر نیز نامناسب سیاسی دباؤ کے سبب میں اس اسکیم کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ پھر بھی ہمیں یقین ہے کہ قبائلی افراد کی زبردست خواہش کی خاطر ہم اس سال ضمنی منصوبہ کو ... قبا...

ادیباسی علاقوں میں ایک "آشرم شالا" جو کہ ادیباسیوں کے حالاتِ زندگی بتدریج بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوگا

کاکرڈا، ضلع دھولے تعلقہ اکرا میں واقع ایک ناقابل حصول پہاڑی ادیباسی علاقہ، جہاں سے دھامل گھاٹ کو جاتی ہوئی ۸۸ کلومیٹر لمبی سڑک اب دیگر علاقوں تک رسائی ممکن ہوسکے گی۔

میں متعارف کراسکیں گے۔ کیوں کہ اس اسکیم پر ٹھیک طور سے عمل کرنے پر ہی قبائلی طبقے نہ صرف یہ کہ اپنی زراعتی پیداوار کی مناسب قیمت حاصل کرسکتے ہیں بلکہ وہ ساہوکاروں کی گرفت سے آزاد بھی رہ سکتے ہیں۔

ساہوکاروں پر پابندی عائد ہونے کی وجہ سے یہ ضرور ہے کہ روزمرہ کے لئے معمولی قرضے حاصل کرنے میں دشواری پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن توقع ہے کہ امدادباہمی بنکوں کے ذریعہ اس کی تلافی ہوسکے گی۔ یہ طے کیا گیا ہے کہ زراعتی پیداوار کی خرید وفروخت سے جو کچھ فائدہ ہوگا وہ ادیباسی امداد باہمی انجمنوں کے ذریعہ قبائلی طبقات کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے میں استعمال کیا جائے گا۔

کسی بھی شخص میں بے انصافی کرنے کا رجحان پایا جائے تو اسے قانون کی مدد سے دور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قانون پھر بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ کوئی بھی اپنے ساتھیوں کے لئے انصاف حاصل کرنے کی غرض سے اپنی حیثیت کا بے جا مظاہرہ کرے۔ قبائلی ترقیاتی منصوبہ ایک چیلنج ہے جو لوگوں کو سماج کے ایک پسماندہ طبقے کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے للکارتا ہے۔ اس چیلنج کا مقابلہ صرف انتظامی طور سے نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کے لئے مضبوط سیاسی رویئے کی ضرورت ہے۔ ایسا رویہ جو کمزور طبقات کے مفاد میں نہ صرف معاون ہو بلکہ اس کا مظاہرہ ایسے اقدامات کے ذریعہ ہو جو اگرچہ فوری طور سے سیاسی فائدے کا حامل نہ ہو قبائلی طبقات کی معاشی زندگی میں انقلابی تبدیلی لاسکے۔

(ترجمہ:۔ ایم۔ اقبال)

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں، تاہم قارئین کو اس میں کچھ کمی کا احساس ہوسکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافہ کے خیال سے 'سوال وجواب' کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔

آپ اپنے سوالات مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرماسکتے ہیں:
ایڈیٹر 'قومی راج' نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵واں منزلہ
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

• پرمیلا کالڑ

ہنرمند خاتون کا کمال
ردّی سے بیش قیمت مال

رجنی جین

ایک سیدھی سادھی اور شرمیلی لڑکی رجنی جین سے میری ملاقات ہوئی جس نے چند دن پہلے ٹیلی ویژن پر یہ بتایا تھا کہ کس طرح ردّی مال سے خوبصورت اور آرائشی چیزیں بنائی جاسکتی ہیں. اس فن کارہ کا کُل سرمایۂ کار صرف گھر کی ردی اور بےکار چیزیں مثلاً خالی بوتل کور، ڈھکن، پلاسٹک، گتّے کے ٹکڑے گھاس پھوس اور سوکھے پھول پتی وغیرہ پر مشتمل ہے۔

امیرانہ ماحول میں پلی بڑھی اس لڑکی میں بناوٹ اور شیخی نام کو نہیں. اس کی شرافت، خوش مذاقی، ذہانت اور دلآویز شخصیت سے میں بہت متاثر ہوئی۔

اپنی نصابی تعلیم پوری کرنے کے بعد کماری رجنی نے نرملا نکیتن سے ہوم سائنس یعنی علم خانہ داری میں دو سالہ ڈپلوما لیا۔ غالباً اسی مرحلہ پر اس نے آرٹ و فن سے دلچسپی لینا شروع کی اور پوری تندہی سے اس میں لگ گئی۔

علم خانہ داری میں صرف اس ڈپلوما ہی کو آرٹ سے اُس کے لگاؤ اور دلچسپی کا ذمہ دار سمجھنا تو کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ ہزاروں لڑکیاں ایسی ہیں جو یہ کورس پورا کرتی ہیں، لیکن ان میں سے چند ہی اسے اپنی زندگی میں اپناتی اور برتتی ہیں۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ محض بنیادی تربیت ہی نہیں بلکہ پختہ عزم اور مضبوط قوتِ ارادی کی بدولت ہی اسے اپنے فن میں کامیابی ہوئی ہے۔

وہ مہابھارت کے ایکلادیہ سے بہت متاثر ہے جسے گرو درون آچاریہ کی رہنمائی نہ مل سکی تھی اور پھر اس نے استاد کے مٹی کے پتلے کے سامنے پوری ہمت، اور ولولہ کے ساتھ فن تیر اندازی کی مشق کی تاآں کہ ایک دن اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔ اسی لگن، محنت اور حوصلہ سے کام لے کر اُس نے اپنے احساسِ کمتری سے نجات پائی، اور راہ میں حائل بڑی بڑی رکاوٹوں کو دور کیا۔ بالآخر وہ اپنے زمانے کا ماہر ترین، نامور تیرانداز بن گیا اور ارجن کو نیچا دکھایا۔

ایسے ہی عزم اور شوق و ولولہ کے ساتھ کماری رجنی بھی اپنے اس مشغلہ میں دل و جان سے لگ گئی۔ اس کی محنت اور کام کو دیکھ کر گرو، شری ہنرجی اس کی رہنمائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔

شری ہنرجی خود ایک عظیم فن کار اور لائق آرٹ ٹیچر ہیں۔ انھوں نے مصوری اور سنگتراشی میں گولڈ میڈل حاصل کیا ہے اور سمندر پار تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ اُن کی نظر میں رجنی کا فن اور کاریگری بےمثال ہے۔

رجنی، ردی کاغذ کے سفید اور رنگین ٹکڑوں، کترن، گتّے، پلاسٹک کے ٹکڑوں، پھلوں کے بیجوں، گھاس پھوس، سوکھے پھول پتی، رنگین پاؤڈر، پلاسٹر آف پیرس، چوڑی، کانچ کے ٹکڑوں اور ڈھکنوں وغیرہ سے طرح طرح کی چیزیں تیار کرتی ہے۔ جنھیں تیاری میں استعمال کردہ مال کے لحاظ سے مختلف زمروں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

کانچ کے ٹکڑوں کو ملا کر تیار کی گئی ایک خاتون کی تصویر میں رنگ و روغن کا انتخاب خوب ہے۔ اس نے اس تصویر کو پیرس کی آرٹ گیلری سے منسوب کیا ہے جو یورپ کے دورے میں اس نے دیکھی تھی۔

اس نے اپنے سفرِ یورپ کا حال اتنی روانی اور صراحت سے بیان کیا گویا وہ یورپ جیسے بدیس نہیں بلکہ ابھی ابھی انڈیا گیٹ کی سیر کر کے آئی ہے۔ یورپ کی سیر کے باوجود اُس میں خود ستائی، خود نمائی، گھمنڈ، ٹرک بن اور سنجی نام کو بھی نہیں۔

رجنی نے اپنا بڑا لا پٹارہ ہمیں دکھایا۔ اس میں کوکا کولا کی بوتلوں کے لڈ یعنی ڈھکنے، سوکھی گھاس پھوس اور ایسی ہی دیگر معمولی چیزیں تھیں، جنھیں وہ اور اُس کی ماں یا بہنیں بڑی چابک دستی سے جوڑ جاڑ کر کسی چیز کا نمونہ ڈھال لیتی ہیں۔

اس کے کام کرنے کا طریقہ بھی انوکھا ہے۔ بعض اوقات وہ چند نمونوں وغیرہ پر خاکہ بنا لیتی ہے جبکہ کچھ دیگر صورتوں میں ایک مختصر سا خاکہ بھی بنا لیتی ہے۔ ان چیزوں کے لئے کیا کیا مال درکار رہے اسے ابتدائی مرحلے میں اس کی زیادہ پرواہ نہیں رہتی، بلکہ اس وقت بیگ میں سے جو بھی ہاتھ لگے اسی کے لحاظ سے رنگ روغن منتخب کرنے کی فکر کرتی ہے۔

اس نے ایک رسالے کے چلے سرورق سے ایک بڑی خوبصورت تصویر تیار کی ہے۔ ایک دوشیزہ اور دو تیرتی مچھلیاں، یہ نمونے بھی خوب ہیں جو کانچ کی چوڑیوں کے ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح ... آمادۂ پیکار دو مرغے بھی قابلِ دید ہیں۔

سبز رنگ اسے بچپن ہی سے پسند رہا ہے لہٰذا اس کی تیار کردہ سبز اشیاء، تصاویر اور مبارکبادی کے کارڈوں میں سبز رنگ ہی غالب ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اس ہری رنگ آمیزی سے اپنے آپ کو قدرت سے قریب تر پاتی ہے۔

اس کی تیار کردہ چوبی اشیاء میں رومی اثرات نمایاں ہیں۔ اس نے ایک تصویر خود گھر ہی میں تیار کردہ 'محلول' سے مکمل کی ہے، جو سمندری کیڑے وغیرہ دکھانے میں بڑا موثر ہے۔ ایک اور انسانی شکل کی تصویر بھی قابلِ تعریف ہے، جو خشک تربوز کے بیج، مٹی اور تاروں سے بنائی گئی ہے۔

رنگین چوڑیوں کے ٹکڑوں سے بنائی گئی، پھول چنتی ہوئی ایک موہنی صورت آرٹ کا بہترین کرشمہ ہے۔ ایک اور تصویر ہے جسے مکمل کرنے میں میرے خیال میں کافی وقت صرف ہوا ہوگا۔ ہارڈ بورڈ یعنی تختے کو بڑی چابک دستی سے تراش کر ایک 'جیتی جاگتی' انسانی شکل بنائی گئی ہے، جس کی آنکھیں اور منہ وغیرہ سبھی اعضا بڑے متناسب ہیں۔ یہ تصویر بلاشبہ آرٹ کا شاہکار اور ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ہے۔ اسی طرح کئی دیگر عمدہ اشیاء پلاسٹک کے ٹکڑوں سے بنائی گئی ہیں۔

رجنی جہاں کہیں جاتی ہے وہ اپنے اس شوق کی خاطر مختلف اقسام کی پھول پتیاں جمع کر لیتی ہے۔ ان پھول پتیوں سے اس نے درجنوں آرائشی پھول گچھے تیار کئے ہیں جن کو ڈرائنگ روم میں سجا کر اس کی شوبھا بڑھائی جا سکتی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انسانی ہاتھ کس طرح کسی کے حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔

رجنی اپنے خاندان میں سب سے بڑی بیٹی ہے اور اب عمر کے لحاظ سے بھی شادی کے قابل ہو گئی ہے۔ اسے بھی اپنی اس حیثیت کا بخوبی احساس ہے اور وہ بڑی بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہے۔

اخبار اور دیگر ردّی کاغذوں سے تیار کیا گیا موڑ

جب میں نے اس سے دریافت کیا کہ اس موضوع پر تمہاری کیا رائے ہے، تو اس نے کہا "یہ بھی ممکن ہے کہ میرے نئے گھر میں ماحول اس قسم کے کام کے لئے سازگار نہ ہو یا اس شوق اور مشغلہ کے لئے کافی وقت ہی نہ مل سکے، بہرحال مجھے اُمید ہے کہ کوئی بھی فرد اس پر معترض نہ ہوگا کیوں کہ ہر ایک ہی کو ہر سال آرائش و زیبائش پر کچھ نہ کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

ہاں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو اس قسم کے کام کو پسند ہی نہ کرتے ہوں اور اسے تضیع اوقات سمجھتے ہوں۔ ایسی صورت میں 'یوگا' ہی میرے کام آسکتا ہے جو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہر طرح کے حالات میں انسان کو 'دماغی توازن' برقرار رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح میں بھی حالات سے مطابقت کر سکتی ہوں۔

خود اپنے دیس میں نیز پردیس میں بھی اُسے لوگوں کے نجی تعلقات میں عموماً نمایاں فرق نظر آیا۔ ایک مثال دیتے ہوئے اُس نے بیان کیا کہ "لندن میں ایک دن میں نے ایک نوجوان سے پوچھا کہ فلاں جگہ کونسا راستہ جاتا ہے تو میرے سوال کا کچھ جواب دیئے بغیر وہ پاس سے گذرتا چلا گیا، لیکن اس کے برعکس ایک بوڑھی خاتون نے بڑی شرافت دکھائی، انھوں نے بس سے اتر کر مجھے اپنی معیت میں اس مقام تک پہنچایا۔"

یہ دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ اس دیس کی ضعیف پیڑھی کے لوگ اچھے رشتے کو سمجھتے ہیں اور انسان سے محبت اور ہمدردی رکھتے ہیں۔ ہمارا اس معمولی ضرورت اور درخواست پر دھیان دیکر اس ضعیف خاتون نے اپنا قیمتی وقت ہماری خاطر صرف کیا۔ خود ہمارے دیس میں بھی ایسی مثالیں کم ہی ملیں گی۔ اس واقعہ کے علاوہ میں وہاں زندگی کے کسی اور پہلو سے متاثر نہیں ہوئی۔

بہرحال رجنی کو اپنے طور پر پورا پورا احساس ہے کہ اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے ابھی اسے بڑی مسافت طے کرنی ہے۔ یہ یقیناً ایک سچے پرستار فن کے لئے صحت مند علامت ہے۔

تلخیص: عبدالوحید خاں جامعی

پھلوں کے بیج، بٹن اور تار سے تیار کردہ فنی شاہکار

تبصرہ: قومی راج کا "علامہ اقبال خصوصی نمبر"

ڈاکٹر صفدر آہ، گنیش پوری، براہ وسئی روڈ (ویسٹرن ریلوے)

اس بات پر میں اظہار خیال کرچکا ہوں کہ قومی راج اُردو رسالوں کی عام روش سے الگ ایک مفید اور نظر نواز مجلّہ ہے۔ اس پرچے کے کئی کامیاب خاص نمبر نکل چکے ہیں جنمیں اس کا تازہ کارنامہ 'اقبال صدی خصوصی نمبر' ایک بہترین ادبی تحفہ ہے۔ اس نمبر میں صوری دلکشی اور حسنِ تدوین کے ساتھ اس کے تمام مضامین بڑے پُر وقار اور پُر از معلومات ہیں۔

خواجہ احمد عباس نے صرف دو صفحوں میں اقبال کے ذہن و فکر کی ایسی بھرپور تصویر کھینچدی ہے جس سے اقبال کے وسیع شعور کا ہر پہلو ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اقبال کے موضوع کی شاید اتنی بہتر تلخیص کسی نے نہیں کی ہے۔ مضمون کا عنوان ہے "انقلاب کا پیامبر اقبال"۔

جگنّا تھ آزاد اقبالیات کے ماہر محقق ہیں۔ ان کا مضمون "اقبال اور ہندوستان" ایک بے مثل فاضلانہ مقالہ ہے۔ یہ مضمون کسی دوسری جگہ شائع ہوچکا ہے۔ لیکن اپنی افادیت کے اعتبار سے قطعاً اس قابل ہے کہ اسے قند مکرر کی طرح دوسری بار شائع کیا جائے۔

اس مضمون میں اقبال کی مثنوی 'جاوید نامہ' کے اس مقام کا ذکر آیا ہے جہاں وہ پیر رومی کے ساتھ "چندر لوک" میں اُس ہندو عارف سے کسبِ فیض کرنے گئے ہیں جس کے عُریاں جسم پر ایک سفید سانپ لپٹا ہوا ہے۔ اقبال اس عارف کا نام فارسی میں "جہاں دوست" بتاتے ہیں، جس کے معنی ہیں "وشومتر"۔ لیکن آزاد صاحب اس عارف کے لئے کہتے ہیں کہ یہ 'وشومتر' نہیں "شیو" ہیں۔ مجھے یہ بات قبول کرنے میں تامّل ہو رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ "چندر لوک" اور مذکورہ عارف کے جسم پر لپٹے ہوئے سفید سانپ سے قیاس 'شیو' کی طرف بھی جاسکتا ہے۔ لیکن اقبال نے اس عارف کو "جہاں دوست" کہہ کر "وشومتر" کا نام واضح طور پر بتادیا ہے۔ وشومتر، وید کے مرتبین یا مصنفین میں شمار ہوتے ہیں اور اقبال ان سے اتنا متاثر ہیں کہ ان کی نظم "گائتری" کا منظوم ترجمہ "آفتاب" کے نام سے کرچکے ہیں۔ اس تعلق خاطر کی بنا پر بھی یہ بات یقینی ہوجاتی ہے کہ "جہاں دوست"، "وشومتر" ہی ہیں۔

آزاد صاحب کا یہ خیال ہے کہ جہاں دوستی شیو کا بھی وصف ہے لہٰذا اس عارف کو "شیو" ہی سمجھنا چاہیئے۔ غرض یہ ہے کہ یہاں سوال ہے اسمِ خاص کا۔ 'شیو' کے معروف اسماء میں مجھے کوئی نام ایسا نظ نہیں آتا جس کا براہ راست ترجمہ "جہاں دوست" ہوسکے۔ غیر معروف 'شیو' کے ناموں میں اگر کوئی نام ایسا مل بھی جائے تو پہلے تو اس نام تک اقبال کی رسائی مشکل معلوم ہوگی، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اقبال اُس نام کو جانتے تھے تب بھی اقبال ایک فارسی نظم میں 'شیو' کے غیر معروف نام کو لاکر ابہام اور اُلجھن پی نہیں کرتے۔

بہرحال اقبال کا مطلب "وشومتر" ہوں یا "شیو" یہ دونوں ہندو فلسفے کے عارفِ کامل ہیں اور اقبال ہندوستانی ہونے کی وجہ سے ہندو فلسفے سے اتنا عشق رکھتے تھے کہ اس کے رموز سمجھنے کے لئے وہ 'چندر لوک' تک گئے۔ یہی دکھانا آزاد صاحب کا مقصد تھا جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہیں۔ وشومتر یا شیو کے نام سے ان کے استدلال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اسی مثنوی میں اقبال اپنی وطن پرستی اور ہندوستان دوستی کے مسحور کن نمونے دکھاتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور ان کی ملاقات ان کے پسندیدہ شاعر بھرتری ہری کی رُوح سے ہوتی ہے۔ بھرتری ہری کی رُوح انھیں گیتا کے کرم کا فلسفہ سمجھاتی ہے۔ جسے وہ بڑے شوق سے سُنتے ہیں۔

یہاں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اقبال پکّے مُسلمان ہونے کے باوجود یہ ہرگز نہیں سمجھتے تھے کہ علم و عرفان صرف اسلام میں ہے کہیں اور نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہندو مذہب کو کس شوق و احترام سے سمجھ رہے ہیں۔

اس کے بعد اسی مثنوی میں اقبال کی فراخ دلی اور حبِّ وطن یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ غنی کاشمیری کی رُوح کی زبانی پنڈت نہرو کے خاندان کی تعریف اس طرح کرتے ہیں ؎

آں برہمن زادگانِ زندہ دل ؛ لالۂ احمر ز روئے شاں خجل

تیز بین و پختہ کار و سخت کوش ؛ از نگاہ شاں فرنگ اندر خروش

(وہ سُرخ و سفید زندہ دل برہمن زادے، جن کے چہرے کے سامنے لالۂ احمر شرمندہ ہے۔ فہمیدہ، پختہ کار اور مصیبتیں اٹھانے والے، جن کی نگاہ سے انگریز چیخ اٹھتا ہے) ...

نہرو خاندان کی اس خلوص اور کشادہ دلی سے تعریف کرنے والے کو ہندوستان کا دشمن کہنے والا خود ہندوستان کا دشمن ہے۔ اقبال تو ہندوستان کے عمیق ترین سُروں سے ہم آہنگ ہیں۔

میں یہ بھی یاد دلاتا چلوں کہ 'جاوید نامہ' اقبال کے منتہائے بلوغ فکر کی تخلیق ہے جو اپنی فلسفیت اور حکمت کی وجہ سے سارے ادب فارسی میں منفرد مثنوی ہے۔

شمس کنول کے مضمون " اقبال جوشیلے، جذباتی اور پکّے مسلمان " میں اختلاف رائے کی بشدت گنجائش ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ مضمون بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اور اقبال کی مخالفت میں مفقود مواد کو بھی تلاش کر کے یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کام سے اقبال پر کام کرنے والوں کو کافی مدد مل سکے گی۔

اس شمارے میں کئی اور مضمون بہت اچھے ہیں۔ لیکن اس مختصر تبصرے میں ہر مضمون پر الگ الگ گفتگو کرنا دشوار ہے۔

اقبال نے اسلامی ماحول میں تربیت پانے کے باوجود بلا استثنا، مشرق و مغرب کے تمام اہلِ دانش سے ایک طالب علم کی طرح استفادہ کیا ہے۔ جس کے بعد انھوں نے اسلامی تصورات کو ایسا رنگ دیا جو عہدِ نو کے رجحانات سے قریب تر ہے۔

آج اس اعتبار سے اقبال، ہندوستان ہی نہیں شاید دنیا کا سب سے بڑا شاعر ہے کہ اس کے پاس خود اپنا دبستان خیال ہے جس کے متبع اور مدّاح کمیونسٹ دنیا سے لے کر غیر کمیونسٹ دنیا تک اور اسلامی دنیا سے لے کر غیر اسلامی دنیا تک کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

اقبال غیر منقسم ہندوستان کے شہری تھے اور بلا شبہ اسی طرح وطن پرست تھے جیسے مہاتما گاندھی تھے۔ ہاں ان دونوں کا طریقۂ فکر کسی قدر الگ تھا۔ اقبال پورے خلوص سے وطن کی فلاح و بہبود کے حامی تھے۔ لیکن ان کے سامنے مسلمان کی فلاح و بہبود بھی رہتی تھی۔ سوءِ اتفاق یہ بھی تھا کہ وہ ملک کی اقلیت کے ایک فرد تھے۔ اس عہد کی سیاست کے دباؤ سے بہت سی باتوں کو انھیں محتاط ہو کر سوچنا پڑتا تھا۔

مذہب میری نظر میں ایک فضول چیز ہے۔ جس سے فائدہ کم اور ضرر زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے، اس وقت تک مذہب مسلمان ہی نہیں ہندو کے لئے بھی ایک محترم چیز تھی۔ جس سے اس کے فکر و تخیل کا ہر شعبہ متاثر تھا۔

خود اقبال کی بھی دو حیثیتیں تھیں۔ ہندوستانی اور مسلمان، بحیثیت ہندوستانی انھوں نے جذبات میں ڈوب کر کہا ع

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

لیکن وہ مسلمان بھی تھے اور مسلمان ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام ایک نظریۂ حیات ہے، جسے خطے اور علاقوں میں قید نہیں کیا جا سکتا مسلمان ایران گیا تو ایرانی ہو گیا، ہندوستان آیا تو ہندوستانی ہو گیا اور چین گیا تو چینی ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ اقبال نے بحیثیت مسلمان کہا کہ ع

مُسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اصل میں مذہب اور وطن کے تصور سے مشکلیں ہی پیدا ہوتی رہی ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو مختلف خطوں اور علاقوں کی حکومتوں نے منظم اور مسلسل پروپیگنڈے سے وطن کا تصور پیدا کیا ہے۔ اپنی ذہنی حد بندیوں کی وجہ سے اس تصور کو ہم کتنا ہی محترم کیوں نہ قرار دیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ وطن، علاقہ پرستی اور فرقہ پرستی کی توسیع کا نام ہے جو اجتماعی انسانیت کو پاش پاش کر کے جارحیت اور مفسدہ پیدا کرتا ہے۔ وطن کے مناظر، وطن کی آب و ہوا اور وطن کی تہذیب کو پسند کرنا ایک الگ بات ہے۔ لیکن وطن جس شر انگیز مزاج کو پیدا کرتا ہے اس کی تعریف کوئی امن پسند انسان نہیں کر سکتا۔ خود اقبال میرے اس خیال سے بالکل متفق نہیں تھے اور انھیں مسلمان اور ہندوستانی ہونے پر فخر تھا۔ ان کا ہندوستان، ویدک ہندوستان نہیں، رنگا رنگ نیا ہندوستان تھا۔

مجھے ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اقبال نے دو قوموں کا نظریہ کب اور کہاں پیش کیا؟ انھوں نے تو صرف یہ تجویز پیش کی تھی کہ متحدہ ہندوستانی حکومت کے ماتحت مدراس، گجرات، بنگال وغیرہ کی طرح ہندوستان کے شمالی مغربی حصے میں ایک ریاست بنائی جائے جہاں مُسلم تہذیب اور ثقافت آزادی سے پھل پھول سکے۔

کوئی بھی آدمی کسی مذہب کا اتباع یہی سمجھ کر کرتا ہے کہ اس کا مذہب فلاح دنیا و آخرت کا ایک ایسا مکمل نظام ہے جس سے بہتر نظام کسی اور مذہب کے پاس نہیں۔ اقبال بھی انتہائی خلوص سے یہی سمجھ کر اسلام کا اتباع کرتے تھے۔ ان کا یہ کہنا کہ اسلام اور انسانیت ہم معنی لفظ ہیں، اس آیت قرآنی کی ترجمانی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ " سارے مولود فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں "۔ یا ان کا یہ کہنا کہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے اس قرآنی دعوے کی تائید کرتا ہے کہ " کوئی رطب و یابس چیز ایسی نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو "۔ یہی بات ہر مذہب کا متبع اپنے مذہب کے لئے کہتا ہے۔ ایک ہندو پروفیسر صاحب بہ اصرار مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ایٹم بم بنانے کا فارمولا وید میں موجود ہے، جسے ہم اپنی کم نظری کی وجہ سے تلاش نہیں کر سکتے۔

اقبال بلاشبہ پکّے وطن پرست تھے۔ لیکن اُن کی وطنیت کا تصور رائجہ غیر صحت مند وطن پرستی کے تصور سے کسی حد تک مختلف تھا۔ وہ

ویدک عہد کی مُردہ اور مدفون تہذیب اور زبان کو کھود کر جیتے جاگتے ملک پر جبراً لادنے کی تائید نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سمپورنانند کی طرح یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ آر۔ایس۔ایس والے فرقہ پرست نہیں انتہا پسند نیشنلسٹ ہیں۔ وہ ملک کی حسین ترین زبان اُردو کے لئے یہ فتویٰ نہیں دے سکتے تھے کہ یہ کوئی زبان نہیں۔ اس قصور پر اگر انھیں فرقہ پرست قرار دیا جائے تو افسوس اور شرم کی بات ہے۔

اقبالؔ کا یہ کہہ دینا کہ اگر مارکسزم میں خدا پرستی کو شامل کر دیا جائے تو وہ اسلام بن جائے گا۔ صرف ایک شاعرانہ مزاح ہے۔ ان کا ایسا وسیع المطالعہ فلسفی کیا یہ نہیں جانتا تھا کہ مارکسزم اور اسلام کی بنیادیں بالکل جداگانہ ہیں ــ مارکسزم ایک مادی فلسفہ ہے جس کے تحت مارکسی معاشرے کے لئے ایک سوچا سمجھا ہوا نظامِ زندگی تیار کیا گیا ہے جبکہ اسلام کی بنیاد مُنزّل مِن اللہ آسمانی احکام ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں تصوّرات میں کسی قسم کا اشتراک ناممکن اور محال ہے۔

اقبالؔ بہ شدّت ہندوستانی اور مُسلمان تھے۔ لیکن انھیں مارکسی انقلاب سے بھی ایک فطری لگاؤ تھا۔ ہندوستان میں مارکسی انقلاب کا نعرہ انھوں نے ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب سے بھی کئی سال پہلے لگایا تھا کہتے ہیں ؎

خواجہ از خونِ رگِ مزدُور سازد لعل دناب
از جفائے دہ خدا یاکشت دہقانِ خراب
انقلاب!
اے انقلاب!!

(امیر، مزدور اور کسانوں کا خون پی رہے ہیں۔ اے انقلاب جلد آ!)

ہندوستان کی سرزمین پر مارکسی انقلاب کا یہ غالباً پہلا نعرہ ہے، جو اقبالؔ کی زبان سے نکل کر فضا میں گونجا تھا۔ اس وقت تک تو ہمارے قائد یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ انقلاب کہتے کسے ہیں؟ یا پھر لُغت کی مدد سے انقلاب کے معنی غدر کے مماثل کوئی چیز سمجھ لی جاتی تھی۔ جس کا نمونہ ۱۹۲۱ء کی خلافت اور کانگریس تحریک میں نظر آگیا۔

روسی انقلاب کے فوراً بعد اقبالؔ روسی انقلابیوں کو اس طرح پیغام دیتے ہیں ؎

بندۂ مزدور کو جاکر مرا پیغام دے

لینن پر اقبالؔ نے جو نظم کہی ہے، اس میں لینن خدا سے کہہ رہا ہے ؎

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات

یہ انقلابی اقبالؔ ــ پھر رامؔ، بُدھؔ، گروؔ نانک اور نہرو خاندان مدّاح اقبالؔ ــ اس کے بعد ہندوستان کے بہترین قومی ترانے کا خالق اقبالؔ ــ اور پھر اس کا یہی قومی ترانہ آزادی کے بعد اسی ہندوستان میں ممنوع تھا۔ نیز اقبالؔ کی شاعری کی تعریف کرنا غدّاری وطن کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ شکر ہے کہ حکومت کا یہ جنون زدہ طرزِ عمل بدلا اور آج ہندوستان میں بھی 'اقبالؔ صدی' منائی جا رہی ہے۔

اقبالؔ نے انسانی عظمت اور انسان دوستی کو جس نئے انداز سے پیش کیا وہ اقبالؔ سے قبل کسی زبان کے ہندوستانی ادب میں نظر نہیں آتی۔ ہندوستانی شاعری میں تعیّش اور قنوطیت کا جو ماحول تھا اس میں اقبالؔ نے عزم اور عمل کی حرکت پیدا کی۔ بُلبُل کے نغموں کی جگہ انھوں نے ہمیں سرگرمِ عمل شاہین کی تیز جھپٹ سے روشناس کیا ان کی شاعری ملک کی فرقہ پرستی کے قریب کبھی نہیں آئی۔ لیکن ان کا سلحشور تاریخ کے میدان میں اپنی تلوار کی چمک اور اپنے رہوار کی سُرعت رفتار سے افیون زدہ قارئین کے دلوں میں گرمیٔ عمل پیدا کرتا رہا۔ ذاتی طور پر مجھے اقبالؔ کی بعض باتوں سے اتفاق نہ سہی لیکن ان کی شاعری میں بامقصد حرکت اور پرواز ہے اس سے روگردانی ناممکن ہے۔

میں قومی راج کے نگراں خواجہ عبدالغفور، چیف ایڈیٹر ایم ایشور راج اور ایڈیٹر ریاض احمد خاں کو اتنا شاندار نمبر نکالنے پر دلی مبارکباد دیتا

یوتھ فورم

قومی راج کے شماروں میں ہم نے "یوتھ فورم" کا ایک مستقل فیچر شروع کیا ہے۔ یہ نیا فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوگا۔

اِس فیچر میں قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی کی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ وغیرہ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔ اپنے مضامین اس پتے پر روانہ فرمائیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' ۱۵واں منزلہ،
نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

سلمان ماھی
راہوڑی۔ تھانے

ریاست مہاراشٹر کا تہذیبی سفر

کسی بھی قوم یا فرقے کے تہذیبی ارتقاء کا جائزہ لینا جتنا آسان اور سہل ہے، اس سے کہیں زیادہ مشکل کام کسی ملک یا ریاست کے تہذیبی سفر کو احاطۂ تحریر میں لانا ہے۔ ہر ملک یا ریاست میں مختلف فرقے اور ذاتیں رہتی ہیں، جو اپنا ایک انفرادی تہذیبی ورثہ رکھتی ہیں۔ یہ ورثۂ تہذیبی ان کے اپنے مذہب اور دھرم کی دین ہوتا ہے، جن کی بنیادوں پر ان کے تہذیبی ارتقاد کا عمل جاری رہتا ہے ریاستوں میں بسنے والی یہ مذہبی و لسانی اکائیاں جب اپنی تہذیبی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے سماجی و معاشرتی لین دین کے مراحل سے گذرتی ہیں تو اس وقت ایک ایسا کلچر وجود میں آتا ہے جو اس ریاست یا ملک کا اپنا کلچر کہلاتا ہے، تہذیب کے اس ارتقائی سفر کے دوران ہر ذات و فرقہ یا لسانی اکائیاں اپنے انفرادی وجود کو برقرار رکھ کر مختلف عناصر کے باہمی روابط کے ساتھ ایک مشترکہ کلچر وجود میں لانے کا باعث بنتی ہیں۔

اس حقیقت کی روشنی میں جب ہم ریاست مہاراشٹر کے قدیم تہذیبی ورثہ کا جائزہ لیں گے تو واضح ہوگا کہ اس عظیم ریاست کے مہان کلچر کو وجود میں لانے کے لئے مختلف ذاتوں اور فرقوں نے صدیوں کا سفر طے کیا ہے، جس کے نتیجہ میں مہاراشٹر کی اپنی ایک تہذیب وجود میں آئی ہے۔ اس تہذیب کو پروان چڑھانے میں اگر ایک طرف پونے کے برہمنوں نے حصہ لیا ہے تو دوسری طرف کولہاپور اور سانگلی کے راج گھرانو نے بھی اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اسی تہذیبی ورثہ کو نکھارنے میں اگر دکن کی مسلم سلطنتوں کے فرمانرواؤں نے اپنی توانائیاں صرف کی ہیں تو بمبئی ومضافات کے مغربی ساحل پر بسنے والے عیسائیوں نے بھی اپنا کردار نبھایا ہے۔

الغرض ان مذہبی اقلیتوں اور مراٹھی عوام کے باہمی روابط کے ذریعے مہاراشٹر کی تہذیب اتنی نکھری اور سنوری ہے کہ آج پورے ملک میں اسے امتیازی مقام حاصل ہے۔

ریاست مہاراشٹر کی کل آبادی ۴ ، ۵ کروڑ کے قریب ہے اور اس کا رقبہ پورے ملک کے دسویں حصے کے برابر ہے۔ اس ریاست کو مہاراشٹر اسی لئے کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں بھارت ورش چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا مجموعہ تھا، ان ریاستوں میں یہ خطہ اپنے رقبہ کے لحاظ سے کافی بڑا تھا، اس لئے اسے مہاراشٹر یعنی وسیع راشٹر کا نام دیا گیا۔ مشہور مورخ شری وی۔ کے راجواڑے نے بھی مہاراشٹر کی وجہ تسمیہ یہی بیان کی ہے (مراٹھی ادب کا مطالعہ' از۔ یونس اگاسکر)

قدیم زمانے سے اس ریاست میں پراکرت زبان بولی جاتی تھی چند علاقوں میں ماگدھی، آپ بھرنش، گور، انگلی اور نگمی کا رواج تھا۔ ان مختلف بولیوں کے باہمی ارتباط سے موجودہ مراٹھی وجود میں آئی۔ مہاراشٹر کی ریاستی زبان یا راج بھاشا ہے۔ جس طرح اردو مختلف ادوار میں مختلف اثرات کے ردِ عمل کا شکار ہوئی ہے' اسی طرح مراٹھی بھی پراکرت، ماگدھی اور قدیم آریائی زبان کے برسوں کے لین

دین کا نتیجہ ہے۔

مہاراشٹر کی قدیم تہذیب آریاؤں اور دراوڑوں کے ملے جلے تمدن کا نتیجہ ہے۔ ان قوموں نے قدیم زمانے میں اپنے طرز معاشرت کے ذریعہ جس تہذیب کو پروان چڑھایا وہ مختلف ادوار میں ارتقائی مراحل سے گذرتی ہوئی صدیوں کے سفر کے بعد موجودہ تمدن کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس تہذیب کو آگے بڑھانے میں مذہبی تعلیمات کا اہم حصہ رہا ہے۔ اگر ہم مہاراشٹر کے سنتوں اور سادھوؤں کی مذہبی تعلیمات کا جائزہ لیں تو واضح ہوگا کہ ابتدا میں سنت گیانیشور نے اس وقت کی عام بول چال کی زبان یعنی مراٹھی میں گیتا کا منظوم ترجمہ پیش کیا اور عوام کو مذہبی تعلیمات کی روشنی میں اپنے قدیم تہذیبی ورثہ سے روشناس کیا۔ انھوں نے ۱۲۹۰ء میں "گیانیشوری" لکھی۔ جو گیتا کی منظوم تفسیر تھی۔ اس عظیم کارنامے کے باوجود تنگ نظر برہمنوں نے اُن کی مخالفت کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ گیانیشور کے والد اپنی بیوی سے اجازت لئے بغیر سنیاسی ہو گئے تھے، جب ان کے گرو کے علم میں یہ بات آئی تو انھوں نے نہ صرف اپنے چیلے کو واپس روانہ کیا بلکہ گھر گرہستی سنبھالنے کی تلقین کی۔

اس زمانے کی مروجہ قدروں کے مطابق سنیاس لینے کے بعد گرہستی کی طرف لوٹ آنا ایک ناقابلِ معافی جُرم تھا۔ اس لئے ان کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔ نتیجتاً اس کا خمیازہ گیانیشور اور ان کے بھائیوں کو بھی بھگتنا پڑا

تہذیبی روایات کا یہ سفر آگے بھی جاری رہا۔ البتہ گیانیشور کے بعد جب سنت نامدیو کا دور آیا تو انھوں نے سماج کو ایک نیا نظریہ دیا۔ انھوں نے عام تعلیمات کے برعکس نہ صرف ورن آشرم یعنی ذات پات کے بھید بھاؤ کو قائم رکھنے والی روایات کے خلاف آواز بلند کی بلکہ مورتی پوجا کی بھی مخالفت کی۔ اسی طرح جب سنت ایکناتھ نے اپنی تعلیمات کا پرچار کیا تو برہمن ہونے کے باوجود انھوں نے برہمن ازم کی مخالفت کی۔ اور سماج کو مساوات کا درس دیا۔

اگر ہم اس تاریخ ساز تبدیلی کے محرکات کا جائزہ لیں تو واضح ہوگا کہ اِن نظریاتی تبدیلیوں کی اصل وجوہات مُسلم بزرگانِ دین کی تعلیمات اور مسلم حکمرانوں کا وہ تمدن اور طرز معاشرت ہے جو اسلامی نظریۂ مساوات کی دین ہے۔

جب تیرھویں صدی کی ابتداء میں علاؤالدین خلجی نے دیوگری پر حملہ کر کے وہاں کے راجہ کو شکست دیکر اپنی سلطنت کی بُنیاد رکھی اور رعایا سے میل جول کے نتیجہ میں مسلم تمدن کے مظاہرے ہونے لگے تو یہاں کے عوام نے اس سے لاشعوری طور پر اثر قبول کرلیا۔ اسی طرح دنیاوی عیش وآرام سے دور مسلم صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی باتوں اور عملی کردار نے بھی مساوات اور بھائی چارہ کا پیغام دیا۔

جب عوام میں مسلم تمدن کے مظاہرے ہونے لگے تو ان سنتوں سادھوؤں کے خیالات میں تبدیلی آئی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیش رو سنتوں کی تعلیمات کے برعکس مساوات کا پیغام دیا اور مورتی پوجا کے خلاف آواز بلند کی۔

سنت سوامی رامداس کے پیغام میں سیاسی بیداری کا سبق ملتا ہے۔ انھوں نے "مہاراشٹر دھرم" کا تصوّر دے کر عوام میں نہ صرف مذہبی تعلیمات کا پرچار کیا بلکہ سیاسی پیغام بھی دیا ہے۔ ان کے ابھنگوں کا مجموعہ "مناچے اشلوک" نام سے مقبول ہے۔ اس کتاب میں مسلم صوفیاء کی تعلیمات کا عکس جھلکتا ہے۔ اپنے ابھنگوں کے ذریعہ انھوں نے دنیاوی عیش و آرام تج کر کے خدا سے لو لگانے کی تعلیم دی ہے۔

"مناچے شلوک" کا اُردو ترجمہ مدراس کے شاہ تراب چشتی نے دکنی اُردو میں کیا ہے۔ حال ہی میں اس کتاب کو ڈاکٹر عبدالستار دلوی (ڈائرکٹر مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر بمبئی) نے، نئے سرے سے ترتیب دے کر ہمارے قدیم تہذیبی ورثہ کی خدمت سرانجام دی ہے۔

۱۶۵۰ء کے بعد جب دکن کی مسلم سلطنتوں کا زوال اور مراٹھا طاقت کا عُروج ہونے لگا تو اس دور کے عوامی فنکاروں کو نئے موضوعات سے سابقہ پڑا۔ اپنے پیشروؤں کے خلاف انھوں نے عام سماجی عنوانات کو موضوعِ سخن بنایا۔ اسی زمانے میں 'دروپدی سویمبر' 'نل دمینتی سویمبر' جیسی کتابیں عوام میں مقبول ہونے لگیں۔ جن میں صرف رزمیہ گیت ہی نہیں تھے، بلکہ حُسن وعشق کی رنگ آمیزی اور رومانیت کی بُوباس بھی تھی۔

ان روایات اور تمدنی قدروں کے سفر کا تسلسل جب آگے قائم رہا تو سماج میں نئے موضوعات اور فنونِ لطیفہ کے نئے تجربات کا دور دورہ شروع ہوگیا۔ اسی دور میں تماشے، لاؤنی اور پوواڑے جیسے تفریحی کھیل اور ڈراموں کے ذریعے عام آدمی کو اپنی دلچسپی کے نئے ذرائع میسر ہوئے۔

اسی زمانے میں مہاراشٹر کے شاہی علاقوں میں برٹش سامراج کے قدم جم چکے تھے۔ ان کے تمدنی اثرات کے باعث مہاراشٹر کی سماجی زندگی میں اہم تبدیلیاں رونما ہونے لگی تھیں۔ برٹش حکومت نے شادیٔ بیوگان، بچپن کی شادیاں، انسداد چھوت چھات اور رسمِ ستی کے انسداد کی خاطر سماجی اصلاحات نافذ کر کے سماج میں مہذب قدروں کو بڑھاوا دینا چاہا، مگر عوامی تعاون نہ ملنے کی وجہ سے اصلاحات کے قوانین مفلوج ہوکر رہ گئے۔

قومی راج

۱۹ویں صدی کے اختتام سے قبل یہاں سنت گاڈگے مہاراج، مہاتما جیوتی با پھولے اور لوکمانیہ تلک جیسی شخصیتوں نے جنم لیا۔ ان بزرگوں نے جب سماجی اصلاحات کا بیڑہ اُٹھایا تو مہاراشٹر کی تہذیبی زندگی میں ایک نکھار سا آ گیا۔

مہاتما پھولے نے پسماندہ جاتیوں کی تعلیم پر توجہ دی تو گاڈگے مہاراج نے سماجی اصلاحات کی خاطر دیہی زندگی میں بیداری لانے کی مہم شروع کی۔ اسی طرح تلک نے سیاسی بیداری لانے کے لئے گنپتی اُتسو کو سیاسی رنگ دیا۔ ان سات تا دس روزہ اُتسو (جشن) کے دوران تقریروں کے ذریعے سماجی زندگی میں سیاسی پیغام کا رنگ بھرنے پر توجہ دی۔

ان مصلحین کی کوششوں سے نہ صرف عوام کے خیالات میں تبدیلی آئی بلکہ معاشرہ میں ایک ایسا نکھار بھی آ گیا جو برسوں کے تہذیبی سفر کا نتیجہ تھا۔ اسی دوران یعنی بیسویں صدی کی ابتدا میں مہاراشٹر کے عظیم سپوت ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے ہریجنوں کے استحصال اور سماجی نابرابری کے خلاف شدت سے آواز بلند کی۔ اور اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے ذریعہ انھیں سماجی عزت دلانے میں کسی قدر کامیابی حاصل بھی کی۔ اس ضمن میں چودار تالاب (مہاڈ ضلع قلابہ) کی ستیہ گرہ کا واقعہ تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے۔ برہمنوں کی اجارہ داری کے خلاف انھوں نے جو پہلی طبقہ واری جنگ لڑی، اس کی بازگشت پورے بھارت میں سُنائی دی۔ نتیجتاً اونچی ذات کے ہندوؤں کو مُستر کہ سماجی قدروں کی قربان گاہ پر اپنی طبقہ واری ذہنیت کو قربان کرنا پڑا۔

مہاراشٹر میں ایک تہذیب یافتہ سماج کے قیام کی خاطر صدیوں سے جو کوششیں ہو رہی تھیں وہ وقت کے ساتھ ساتھ عوام میں مقبولیت حاصل کرتی گئیں اور عوام نے بھی اپنے طور پر تہذیبی اداروں (سنسکرتک منڈل) کے قیام کے ذریعے ان قدروں کی آبیاری کو اپنا سماجی فرض قرار دیا۔ اس قدیم تہذیبی ورثہ کی حفاظت اور پھیلاؤ کے لئے صرف عوام ہی نے پہل نہیں کی بلکہ ریاست مہاراشٹر نے بھی اپنا فرض ادا کیا ہے۔

ریاست کے قیام کے فوراً بعد ادبی، تمدنی اور تہذیبی ورثہ کی حفاظت اور پھیلاؤ کے لئے حکومت نے ساہتیہ اور سنسکرتی منڈل (ادبی اور تہذیبی ادارہ) قائم کیا۔ اس ادارے کے تحت یہاں کے لوک ناچ اور لوک گیت، قدیم قلمی نسخے اور تاریخی کتابوں کی حفاظت اور اشاعت کا کام ہونے لگا۔

مہاراشٹر کے عوام کی مقبول عام تفریح ڈرامے یعنی ناٹک ہیں۔ اس عوامی فن کی آبیاری کے لئے ۱۹۵۵ء میں ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کے تحت ہر سال "راجیہ ناٹیہ مہوتسو" (ڈرامول کا ریاستی جشن) کی بنیاد رکھی گئی

۱۹۷۰ء میں حکومت نے دیہی علاقوں کے ناٹک منڈلوں کی حوصلہ افزائی کے لئے دو لاکھ روپے مختص کئے۔ ساتھ ہی ساتھ فن کاروں کی تربیت کیلیا ہر سال ۳۰ دن کا ایک تربیتی کیمپ لگانے کی بنیاد رکھی۔

اس طرح تماشے، لاؤنی اور پواڑے کے سالانہ جشن کا انعقاد عمل میں آیا ہے جس میں تماشا، فن کاروں کو اعزازات دیئے جاتے ہیں۔

الغرض ریاست مہاراشٹر اپنی تمدنی، معاشرتی اور تہذیبی زندگی ہر میدان میں ترقی کر رہی ہے۔ اس کے تہذیبی ورثہ کی حفاظت کے لئے صرف حکومت نے ہی دستِ تعاون نہیں بڑھایا ہے بلکہ عوام بھی ناٹک منڈل گنیش اُتسو منڈل اور کھیل کود کے اداروں کے ذریعے اپنی تہذیبی قدروں کی حفاظت اور اس کو پروان چڑھانے کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آج مہاراشٹر یعنی ہماری عظیم ریاست اپنے تہذیبی ارتقاء کے سفر سے کامیابی کے ساتھ گذر رہی ہے اور اس کامیابی میں دو اہم عناصر یعنی حکومت اور عوامی ادارے جو آپسی تعاون دے رہے ہیں، وہ خود ایک مہذب اور بیدار سماج کی علامت ہے۔

●●

— وی سُندرم (مینجنگ ڈائرکٹر)

میفکو کی کارگذاری

"میفکو" کی ایک ریٹیل دُکان'
بمبئی، پُونے اور ناگپور میں ایسی ۱۸ دُکانیں ہیں.
عنقریب ہی بڑے پیمانے پر اس کی توسیع کی جائے گی.

میفکو ایک طرح سے حکومت مہاراشٹر کی ایک کمپنی ہے جو متعدد مویشی اشیاء بشمول پولٹری، سبزی اور ڈیری اشیاء کی تیاری اور فروخت کے کام میں مصروف ہے. اس کا قیام دسمبر ۱۹۷۰ء میں عمل میں آیا تھا. یہ برابر ترقی کررہی ہے اور فی الحال اس درجہ پر پہنچ گئی ہے جہاں یہ ایک سال میں تقریباً ۹ء۴ کروڑ روپے کی مالیت کی اشیاء کا بیوپار کرتی ہے. یہ آج بھارت کی سب سے بڑی کمپنی ہے جو اندرونی منڈی میں ٹھنڈی جمی غذائی اشیاء فروخت کرتی ہے

میفکو نے غذائی اشیاء کی تیاری اور کھپت کے میدان میں اُس وقت قدم رکھا جبکہ گورنمنٹ پولٹری ڈریسنگ پلانٹ (پُونے) اور گورنمنٹ بیکن فیکٹری نیز پگ فارم (بمبئی) 'میفکو خرید و فروخت تنظیم' کے حوالے کر دیا گیا. اس کے بعد اس کے دائرۂ عمل میں وسعت پیدا ہوئی، اور آج یہ اشیائے مویشی، پولٹری، مچھلی، مخصوص ڈیری اشیاء نیز خاص پھلوں اور سبزیوں کی

اشیاء کی حصولیابی، تیاری، حفاظت اور خرید و فروخت کا کام وسیع پیمانے پرانجام دیتی ہے۔

'میفکو' کے قیام کا مقصد دراصل ایک ایسی سرکاری کمپنی کو فروغ دینا ہے جو زراعتی اشیاء کی بعض اقسام کی پیداوار میں ایسی صورت میں نمایاں کردار انجام دے جہاں فروخت اعانت ضروری ہو اور یہ کمیاب ہو۔ خریداری اور حفاظت کے ذریعے میفکو' فارم پروڈیوسر کے لئے فروخت کی اعانت و سہولت بہم پہنچاتی ہے۔ اس طرح کسان پیداوار بڑھانے اور ضرورتمندوں کے لئے فراہمی بڑھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

زراعتی پروڈیوسروں اور ماہی گیروں کو فروخت میں اعانت و سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے خریداری بیوپاری کی جانب سے ٹینڈر کی عام بنیاد پر نہیں کی جاتی۔

'میفکو' زراعتی پروڈیوسر کو کئی مدات پر ٹھیکہ قیمت پیش کرتی ہے

ٹھیکہ قیمت: یہ قیمتیں مختلف اقسام کے پھل اور سبزیوں کے بوائی موسم سے قبل ہی طے کی جاتی ہیں۔ اس طرح انھیں منڈی کے بھاؤ میں اونچ نیچ کا خطرہ نہیں رہتا۔ یہ ٹھیکہ قیمت معین طور پر برائلرس، مٹر اور بھنڈی جیسی سبزیوں پر دی جاتی ہے۔

میفکو براہِ راست امدادِ باہمی جماعتوں سے مقررہ طریقۂ قیمت کی بنیاد پر خریداری کرتی ہے جو ان جماعتوں کے درمیان طے شدہ ہے۔ نیز اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ پید   والے شخص کو بازار بھاؤ میں جائز حصہ ملے۔ مچھلی اور انڈے کے معاملے میں خصوصاً یہی طریقہ برتا جاتا ہے۔ مچھلی کے معاملہ میں میفکو اپنا خریدا مال اس مقام سے مقررہ قیمتوں پر اٹھاتی ہے جہاں وہ لاکر اتارا گیا ہے۔ میفکو نے اب تجربتاً مالوان، ضلع رتنا گیری میں مچھی ماروں کی امداد باہمی جماعتوں کے ذریعہ ماکریل مچھلی کے لئے امدادی قیمت پیش کی ہے۔

میفکو' بعض اشیاء کھلی مقررہ قیمتوں پر خریدتی ہے۔ یہ طریقہ بھینس، پولٹری بھیڑ بکری، میٹھے پانی کی مچھلی اور انڈے کے معاملے میں برتا جاتا ہے۔ انڈوں کے معاملے میں روزانہ مقررہ قیمتیں شائع کی جاتی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بعض اقسام کی اشیاء کی فوری خریداری ہو اور تجارتی لوٹ کھسوٹ کم سے کم ہو۔ میفکو اپنی خریداری، ذخیرہ اندازی یا جمانے (فریز) و محفوظ رکھنے کی گنجائش کے لحاظ سے ان قیمتوں کو قائم رکھ سکتی ہے جیسا کہ مچھلی اور انڈوں کے معاملے میں برتا جاتا ہے۔

کئی دیگر اشیاء کے معاملے میں جہاں اس قسم کی خریداری کا امکان نہیں ہے، خریداری براہِ راست منڈی سے کی جاتی ہے تاکہ منڈی میں لین دین بڑھے اور بالآخر قیمتیں گرنے نہ پائیں۔ فی الحال یہ کارروائی بہت محدود ہے کیونکہ میفکو کے پاس فریزنگ یعنی جمانے اور محفوظ رکھنے کی گنجائش نسبتاً کم ہے سرد محفوظ غذا صنعت کے فروغ پانے کے ساتھ خریداری حد کو بڑھایا جا سکے گا۔ ہم اس طریقہ پر خاص طور سے بیشتر سبزیوں اور آموں کو محفوظ رکھتے ہیں۔

خرید فروخت کا ذریعہ: یہ محسوس کرکے کہ ایک حد کے بعد میفکو براہِ راست خریداری کے ذریعہ زراعتی پروڈیوسر کی اعانت نہیں کر سکتی اس نے بعض خراب ہو جانیوالی اشیاء کے معاملے میں فروخت کے لئے ذیلی ڈھانچہ تیار کیا ہے۔ شہر بمبئی میں ایک بڑی آخری منڈی کے قیام کی گنجائش نہ تھی۔ لہٰذا میفکو نے نئی بمبئی میں ایسی منڈی قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پروجیکٹ پر اب تک تقریباً تین کروڑ روپے کی رقم خرچ کی جا چکی ہے۔ دکانیں اور دیگر سہولتیں بہم پہنچاتے وقت امدادِ باہمی جماعتوں اور چھوٹے بیوپاریوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مذکورہ مارکیٹ کو حال ہی میں بمبئی کی ابتدائی تھوک منڈی قرار دیا گیا ہے۔ ترقی کے پہلے مرحلے پر حسب ذیل سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں:

(الف) تھوک تجارت کے لئے ۱۸۶ اسٹال اور نیم تھوک تجارت کے لئے ۱۱۵۶ اسٹال امداد باہمی جماعتوں اور چھوٹے تاجروں کو ترجیحی بنیاد پر فروخت کئے گئے۔

(ب) کولڈ اسٹوریج یعنی سرد خانے اور زراعتی گوداموں کی تعمیر کے لئے ۱۷ پلاٹ فروخت کئے گئے۔

(ج) ایک نیلامی ہال جس سے 'سٹہ رواج' ختم کرنے میں مدد ملے گی

(د) اسٹیٹ بینک آف انڈیا، سنٹرل بینک آف انڈیا اور یونین بینک آف انڈیا کی جانب سے بینکنگ سہولتیں تاکہ سرمایہ کی بہم رسانی اور تجارتی لین دین رواں رہے

میفکو نے یہ بھی محسوس کیا کہ کولڈ اسٹوریج کو بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ آلو جیسی اشیاء کا ذخیرہ کرنے میں آسانی ہو اور کسان تاجروں کے محتاج نہ رہیں۔ اس طرح فصل کے زمانے کا فاضل مال مندی کے زمانے کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے گا۔ میفکو خود براہ راست کولڈ اسٹوریج کے معاملے میں دراندازنہ ہوگا لیکن یہ کولڈ اسٹوریج سہولتوں کو بڑھائے گا۔ چنانچہ میفکو نے فی الحال بمبئی، پونے، کورےگاؤں اور ناندیڑ میں کولڈ اسٹوریج کو ترقی دی ہے۔ نیز الگ سے اپنے آخری مارکیٹ یارڈ پر بڑی تعداد میں کولڈ اسٹوریج کو ترقی دے رہا ہے۔ اس طرح ترقی شدہ کولڈ اسٹوریج کی گنجائش تقریباً ...۱۱ ٹن ہو گئی ہے، جس میں سے ۵۰ فیصد سے زائد کی مالک میفکو ہے۔ اور یہ سہولت بمبئی سے باہر بڑھائی گئی ہے۔ اس طرح سے مہاراشٹر میں کولڈ اسٹوریج کی سہولت تقریباً ۵۰ فیصد بڑھ گئی ہے

کورے گاؤں (ضلع ستارا)
میں برآمد کے لئے
بھینس کے گوشت
کی جانچ

میفکو کا
ضلع بیضا وصولی
مرکز

کسان، بھینس، بھینسے، میفکو فیکٹری، کورے گاؤں (ضلع ستارا) پر لاتے ہیں، جہاں خریداری اور برآمد کے واسطے ذبیحہ کا کام انجام دیا جاتا ہے۔
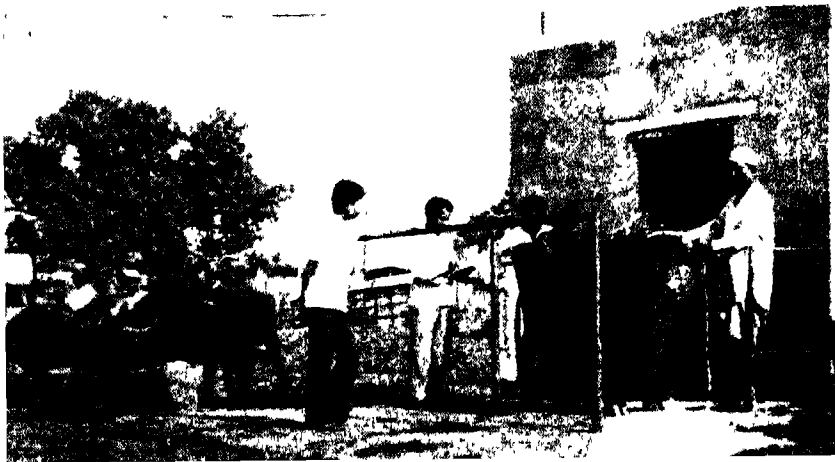
برآمدی 'بھنڈی' کی چھنٹائی
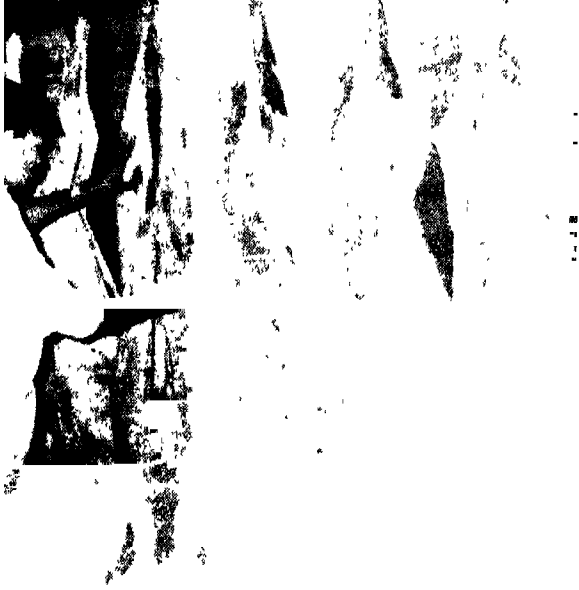
پولٹری ڈریسنگ
پلانٹ، میفکو فیکٹری
پونے
کا
ایک شعبہ
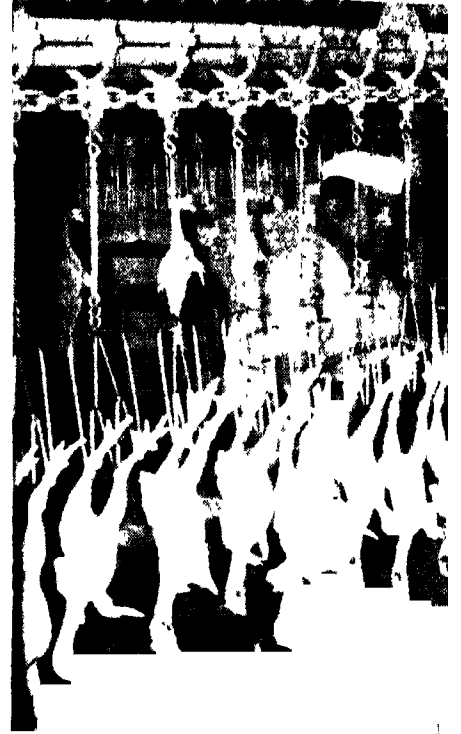
بوریولی (بمبئی) میں میفکو فیکٹری پر خنزیروں کے دھڑ کی جانچ

'میفکو' کو فروخت کرنے کے لئے کسانوں کی
لائی ہوئی جواری کی جانچ
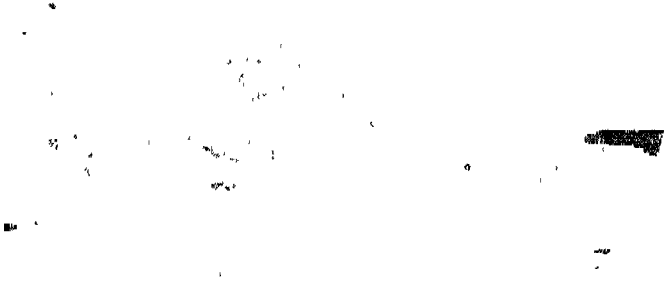
برف سے محفوظ کردہ غذا: میفکو کی پروڈیوسر سے براہ راست خریداری کی صلاحیت اور اس طرح زراعتی پیداوار میں امداد و اعانت کا بالآخر انحصار اس بات پر ہے کہ وہ آخری مال کہاں تک کھپا سکتی ہے۔ لہٰذا اس نے شہر بمبئی میں برف کے ذریعہ محفوظ کردہ غذا اور اشیاء (فروزن فوڈ) کی فروخت بڑھانے پر بھرپور توجہ دی اور اس کام کو اندرونی علاقے میں جانے اور محفوظ کرنے کے کام سے جوڑ دیا۔

اس برفیلے حفاظتی طریقہ کی وجہ سے مویشی اور پولٹری کے نقل و حمل کی لاگت میں کمی نیز موسمی مال مثلاً مچھلی، پھل اور سبزیوں کے معاملے میں اسٹوریج کی لاگت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ درحقیقت اس حفاظتی طریقے کے بغیر اس قسم کا مال چند ہفتہ سے زیادہ محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا۔ اس کے خاص خاص فوائد یہ ہیں:

(الف) مویشی کے نقل و حمل کا خرچ کم ہو جاتا ہے کیونکہ ۱۰ ٹن بوجھ دار ٹرک جو بصورت دیگر مقررہ لادی وزن کے حساب سے صرف ۱٫۵ ٹن زندہ جانوروں کی لادی ڈھو سکتا ہے۔ مذکورہ حفاظتی طریقہ کے تحت ۶ ٹن تک وزن لے جا سکتا ہے۔ مزید برآں لمبی مسافت کے دوران زندہ جانوروں کا وزن گھٹ جاتا ہے اور کچھ مر بھی جاتے ہیں۔ فروزن ٹرانسپورٹیشن یعنی محفوظ طریقے پر نقل و حمل کے معاملے میں ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(ب) مچھلی اور بعض اقسام کے پھل اور سبزیوں پر مشتمل موسمی مال بسا اوقات چند ہفتوں سے زیادہ عرصہ تک کولڈ اسٹوریج میں رکھا نہیں جا سکتا لیکن ٹھنڈے حفاظتی طریقے پر یہ ایک سال یا اس سے زیادہ مدت تک جمع رکھا جا سکتا ہے اور اس کے ذائقہ اور خاصیت وغیرہ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ اس طرح، یہ ممکن ہے کہ افراط کے موسم میں فاضل مال خرید لیا جائے اور انحطاط کے موسم میں نسبتاً سستی قیمت پر فروخت کرنے کا بندوبست کیا جائے جو بصورت دیگر انحطاط کے موسم میں ممکن نہ ہوتا۔ غالباً میفکو کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ اس نے اس صنعت کو ترقی دیکر بیوپار اور اسٹوریج کے خرچ میں کمی کی صورت نکالی ہے۔

اس نے پانچ پروڈکشن یونٹ قائم کئے ہیں یعنی ۱۸۰ ٹن جدید مذبح خانہ اور میٹ پروسیسنگ پلانٹ، بوریولی جو خنزیر کا گوشت اور حیوان گوشت کا بیوپار کرتا ہے، ۲۴۰ ٹن پولٹری ڈریسنگ پلانٹ اور فوڈ فریزنگ پلانٹ، پونے جو پولٹری، انڈے، پھل اور سبزیوں کا بیوپار کرتا ہے۔ ۱۲۰ ٹن فوڈ فریزنگ پلانٹ، ترپے (ضلع تھانے) جو مچھلی، پھل اور سبزیوں کا بیوپار کرتا ہے۔ ۱۲۰۰ ٹن جدید مذبح خانہ اور فوڈ فریزنگ پلانٹ، کورے گاؤں (ضلع ستارا) جو بھیڑ

مختلف غذائی اشیاء کی سال بہ سال مالیت فروخت (روپے لاکھوں میں)

	۱۹۷۲-۷۳ء	۱۹۷۳-۷۴ء	۱۹۷۴-۷۵ء	۱۹۷۵-۷۶ء	۱۹۷۶-۷۷ء
پولٹری	۴۳٫۷۱	۵۵٫۲۸	۵۹٫۸۰	۴۸٫۸۰	۴۰٫۵۳
مٹن / بیف	—	۸٫۲۷	۷٫۳۶	۵٫۶۵	۱۲٫۸۴
بیکن	۲۳٫۶۷	۲۶٫۹۴	۳۳٫۰۵	۲۳٫۷۹	۴۴٫۰۳
سمندری غذائیں	۰٫۰۴	۱٫۲۸	۴٫۴۱	۳٫۶۷	۳٫۲۰
پھل سبزی	۱۲٫۹۸	۴٫۷۵	۱۴٫۰۴	۱۰٫۹۹	۲۲٫۰۴
ڈبوں میں بند محفوظ اشیاء	۳٫۹۰	۱۴٫۸۵	۱۷٫۷۱	۸٫۱۹	۱٫۱۰
انڈے	۳۹٫۰۷	۵۱٫۷۸	۵۱٫۰۷	۵۰٫۵۹	۴۳٫۲۲
پھٹکل	۰٫۹۲	۵٫۰۲	۳٫۸۷	۲٫۲۸	۱٫۴۶
ڈیری	۳٫۰۷	۱۴٫۳	۱۹٫۶۹	۱۳۸٫۱۱	۲۵۴٫۰۱
ذیلی اشیاء	—	۱٫۶۰	۱٫۵۰	۴٫۰۱	۸٫۰۱
متفرق	۰٫۰۱	۰٫۰۱	—	—	۰٫۰۱
برآمدات	۰٫۷۱	۹۵٫۰۵	۴٫۷۱	۱۸٫۷۲	۶۱٫۴۳
کُل میزان:	۱۲۷٫۵۴	۱۹۲٫۹۶	۲۱۷٫۲۱	۳۲۴٫۸۰	۴۹۳٫۸۸

ں کے گوشت، بڑا گوشت اور سبزیوں کا بیوپار کرتا ہے اور ۸۰۰ا جدید مذبح
، اور فوڈ فریزنگ پلانٹ، ناندیڑ جو مٹن، بیف، فراگ لیگ، مچھلی اور
یوں کا بیوپار کرتا ہے۔
ریاست میں برف کے ذریعے محفوظ کردہ غذائی مال کی فروخت کی توسیع کے
نھ یہ بھی ضروری ہے کہ متعدد محاذوں مثلاً پیداوار کی بہتری، کھپت، غذائی
وار میں مہارت خصوصی رکھنے والے کارکنوں کی تربیت اور برف بستہ غذائی
خت وغیرہ کے معاملے میں بھی کارروائی کی جائے۔

لسلہ مصنوعات : برف بستہ مصنوعات کے سلسلہ کو بڑھانے کے لئے
ں کافی کوشش کی گئی ہے جو ہندوستانی خریداروں کو پسند ہیں۔ فی الحال میفکو
تلف اقسام کی اشیاء فروخت کر رہا ہے جو یہ ہیں :

لٹری : بھنا گوشت، چھینٹل جانور، فاما چکن، انڈین اسپرنگ چکن۔

بھیڑ بکری کا گوشت (مٹن) : مٹن ران اور روسٹ، مٹن قیمہ،
ں شامی کباب، مٹن کلیجی، مٹن فیٹ فوڈ۔
پورک (خنزیر کا گوشت) ساسیج (گوشت بھری آنت) بیکن ہیم، پرانک فرٹرس
ل کری، قتلے، لنچ میٹ، پورک کباب، پورک روسٹ پیسز، سلامی
لی ران، چاپس ہیم برجرز،

چھلی : سالم یا مفریٹ، یا مفریٹ اسٹیک اور فلیٹس، روہو، قتلہ، مرگل
تی کباب۔

پھل اور سبزی : بھنڈی، چھلے اناج دانے، ٹماٹر رس، پھل بھاجی۔
آم رس، مٹر دانے، پھول گوبھی، پالک، گاجر وغیرہ،

یری اشیاء : مکھن، پنیر، گھی، فلیور ڈ ملک، کریم، موجودہ تیار کردہ
شیاء اور مال پنیر سے بہتر بنانے کی کوشش برابر جاری ہے تاکہ خریداروں کو ادُ
ادہ مرغوب ہو۔ ان کی فروخت کا انتظام میفکو کی ایک بڑی کامیابی ہے
ں کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ ان اشیاء کے لئے نظام تقسیم بھی بہتر ہو جس کے
یعے یہ فروخت کی جا سکیں اور خریداروں کی رغبت بڑھائی جائے۔

نظام تقسیم اشیاء : صرف بمبئی ہی میں میفکو ڈیڑھ سو سے زیادہ دکانوں کے
ریعے ٹھنڈی محفوظ غذائی اشیاء تقسیم کرتی ہے۔ مزید برآں اس نے شہر بمبئی
ں خود اپنی تقریباً ۱۲ شکل دکانیں قائم کی ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ

'میفکو فیکٹری' بوریولی میں
''کوالٹی کنٹرول'' یونٹ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقسیم کو مہاراشٹر کے دیگر بڑے شہروں مثلاً پونے، ناگپور اور اورنگ آباد وغیرہ
نیز دہلی اور کلکتہ تک بڑھایا جائے۔
میفکو کے تشہیری پروگرام کے تحت اخبارات کی بہ نسبت مظاہرہ نمونہ
اور مراکز فروخت، پرچار مواد پر پوری توجہ دی جاتی ہے۔ اس طرح محدود تشہیری
بجٹ سود مند طریقے سے اس کے خریداروں پر ہی صرف کیا جاتا ہے۔ ان ذرائع
سے خریداروں تک رسائی میں بڑی مدد ملتی ہے۔
میفکو کی کامیابی مختلف طرح کی ہے۔ شہر بمبئی میں فروخت میں لازمی
طور سے صریحاً توسیع ہوئی ہے اور اس طرح خریداروں میں برف بستہ محفوظ غذا
کی مقبولیت بڑھی۔ بعض سبزیوں کے معاملے میں کافی کامیابی ملی۔ گوشت
اور آم کے سلسلہ میں ایک بڑی رکاوٹ حال میں دور کی گئی۔ اندرونی منڈی
میں ٹھنڈی مچھلی کی فروخت کے سلسلہ میں کافی مشکل پیش آتی ہے۔ سال اہل
میں اپنی فروخت کو اس درجہ پر بڑھانے کے لئے ایک بڑا پروگرام شروع کیا

بقایا صفحہ ۱۴۲ پر

دارالعلوم دیوبند

جمہوریہ ہند میں اسلامی تعلیم کا روشن مینار

• انجم عثمانی
ترقی اُردو بورڈ، وزارتِ تعلیم اور سماجی بہبود
ویسٹ بلاک ۸، آر۔ کے پورم، نئی دہلی ۲۲

ہندوستان کی تہذیب، ہندوستان کی سیاست اور ہندوستانی مُسلمانوں کے لئے تباہ کُن دوَر، شکست خوردہ بھارت واسی مایوسی' احساسِ کمتری و شکست کا شکار.... اور غیر ملکیوں کے تسلّط کے سیاہ بادل منڈلاتے ہوئے.... شاعر و ادیب گوشۂ عُزلت میں خائف فن کار کے لئے فن کے اظہار کی راہیں مسدُود... گلیوں میں خون بہنے' اور ازہان میں خون منجمد ہو جانے کے بعد..... ہزار ہا مظلوم شرفاء زندگی اور موت کے درمیان معلق.... پُرانی نسل ختم اور نئی نسل بے راہ رو... ظلم زیادتی، جبر اور استحصال کی دیوی اپنے راج سنگھاسن پر براجمان' مہیب قہقہے لگا رہی ہے. یہ ۱۹ ویں صدی کا نصف دوم ہے.

قتل وغارتگری کا یہ خوفناک دور عقائد، اعمال اور نئی نسل کے ذہنوں کے لئے بھی زبردست خطرہ۔ بھارت ماتا کی دو آنکھیں' گنگا اور جمنا اپنے سپوتوں کی موت اور اپنی تہذیب کی تباہی و بربادی پر خون کے آنسو رو رہی ہیں.... مگر... قربانیاں کب رائیگاں گئی ہیں، بہادری اور ایثار کب بیکار گیا ہے... اور سچائی کے چراغ کب گُل ہو سکے ہیں....!

تسلّط جما لینے والے سامراجیوں نے سمجھا کہ اسپین کی تاریخ یہاں بھی دُہرائی جا سکے گی اور بھارت ماتا کے اِن بہادر سپوتوں' ان کے ذہنوں، روحوں اور احساسات کو نسل در نسل کے لئے غلام بنالیں گے. لیکن... وہ نہ جانتے تھے کہ عظیم ہندوستان کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں چند سادہ پوش، بوریہ نشین، محبّ وطن و اسلام، اَنار کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے بیٹھے ایک ایسی چنگاری سُلگانے میں منہمک ہیں جو اس تسلّط اور جبر و استحصال کے محل کو خاک کر دیگی' ایک ایسا چراغ روشن کر رہے ہیں جس کی مقدس روشنی تمام عالم کو منوّر کر دے گی اور سیاہ دل غیر ملکی، بھارت کی تہذیب اور آزادی کو ختم کر دینے والے، اس روشنی کی تاب نہ لاکر چمگادڑوں کی طرح منہ چھپانے پر مجبُور ہو جائیں گے.

چند اہلِ دل، اہلِ بصیرت، محبّ قوم و وطن مسجد میں اُگے انار کے سایہ تلے بیٹھے ہیں. سب کے دل میں ایک ہی جذبہ ہے... سب کے ذہنوں میں ایک ہی خیال ہے... سب کا احساس غیر ملکیوں کے تسلّط کو ختم کرنے اور اسلامی تہذیب و تعلیم کی حفاظت کے لئے بے قرار ہے.... یہ غیر ملکی جو ہماری تہذیب، ہندوستانی تہذیب کو نیست و نابود کر کے ہمیں ختم کر دینا چاہتے ہیں، جو نئی نسلوں کے ذہنوں میں کھوکھلی مغربیت کو سمو دینا چاہتے ہیں، اُن سے کیسے گلوخلاصی ہو، ان سے کِن کِن محاذوں پر کیسے مقابلہ آرائی ہو....؟ ایک جواب' صرف ایک جواب... ثابت قدمی' بہادری اور علمی و عملی سطح پر ایک جگہ جمع ہو کر خود کو مضبُوط بنایا جائے... ایک ایسا پلیٹ فارم، ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو غیر اسلامی، غیر ہندوستانی تسلّط کا مؤثر جواب ثابت ہو سکے.... ذرائع....؟ ذریعے تو اس کے ہاتھ میں ہیں جس نے دلوں میں اس نیک، مفید اور ضروری کام کا خیال القا کیا...... دکھاوا نہ تزک و احتشام، اشتہارات نہ اعلانات.... سادگی اور ندرت و خلوص کے مجسّم پیکر یہ محبّ وطن و اسلام بزرگ ایک ادارے کا قیام عمل میں لاتے ہیں.... یہ سنہ ۱۸۶۷ء ہے.... ایک ایسے ادارے کا قیام جس پر انگریزوں کی ہمیشہ نگاہ رہی، جس نے نہ صرف اسلامی تہذیب کی بقا کا کام انجام دیا بلکہ سامراجیوں سے اپنے دیش کو آزاد کرایا اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ مل کر اپنی پوری طاقت حصولِ آزادی میں صرف کی، اور بالآخر غیر ملکیوں کا تسلّط ختم ہوا... دیش آزاد ہوا... یہ ادارہ ہے دارالعلوم دیوبند.... جو عالمِ اسلام کے لئے ہندوستان میں حقیقی جمہُوریت کا ایسا واضح نشان ہے جو اپنی چمک دمک سے اعلان کر رہا ہے کہ بھارت صحیح معنوں میں ایک جمہوری ملک ہے جہاں ہر مذہب کے ماننے والوں اور ہر طبقے کے نمائندوں کو آزادی کے ساتھ اپنے عقائد پر عمل کرنے اور پھیلانے کی سہولیات مہیا ہیں.

تقریباً ایک سو دس سال قبل جس چراغ کو ایک اُستاد اور
ایک شاگرد نے روشن کیا، جس پودے کو بویا، وہ وقت، حالات
اور جمہوری و اسلامی تقاضوں کو سمیٹے ہوئے ایک تناور درخت
بن گیا۔ جس کے سائے میں مختلف جگہوں کے لوگوں نے صراطِ مستقیم
کو اپنایا اور ملک و بیرونِ ملک کے گوشے گوشے سے تحسین و
آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں۔

"..... جن لوگوں نے ۱۸۶۷ء میں دیوبند کی درسگاہ کی بنیاد رکھی
ان میں وہ علماء تھے جنھوں نے دس سال پہلے جنگِ آزادی میں
حصہ لیا تھا۔ مسلم لیگ کی پُرو برٹش برطانیہ نواز پالیسیاں اور دو
قومی نظریئے کی تھیوری کبھی بھی وقت اس کے باحوصلہ علماء کو قومی
پولیٹکس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے باز نہ رکھ سکی۔
وہ خلافت کے دور میں برطانیہ کے خلاف تھے اور ۱۹۴۰ء میں
انھوں نے کانگریس کے رجحان کی تصدیق کی۔ اس درسگاہ نے صرف
ملک کی سیاسی زندگی میں ہی اہم حصہ ادا نہیں کیا بلکہ اس کی مذہبی
خدمات دنیائے اسلام میں سراہی گئیں۔ تعلیم کے میدان میں اس
نے اسلامی مطالعہ کی روایات اور عربی، فارسی میں دلچسپی کو
برقرار رکھا اور اردو کے کاز کو ترقی دی۔"

(ہندوستان ٹائمز، ۱۶ر جولائی ۱۹۵۷ء)

عوام کے مختلف ترجمانوں نے وہ صحافی ہوں یا معلم و دانشور،
ادیب، شاعر ہوں یا عالم و سیاست داں، محسوس کیا کہ یہ ادارہ نہ
صرف اسلامی علوم کا محافظ ہے بلکہ ہندوستان کی آزادی میں اس کا
اہم رول رہا ہے اور غیر ملکیوں کے لئے یہ ہندوستان میں جمہوریت اور
مذہبی آزادی کا واضح نشان بھی ہے، اس سلسلے میں آنجہانی دیوان
سنگھ مفتوں ایڈیٹر "ریاست" دہلی نے لکھا تھا:

"... دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں اپنی قسم کا واحد
انسٹی ٹیوشن ہے جس نے کبھی بھی حکومت سے مالی امداد
نہ لی اور یہ انگریزوں کی آنکھ میں ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی
رہی۔ اگرچہ اس میں مذہبی تعلیم دی گئی مگر اس نے اور
اس کے طلبہ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہمیشہ ہندوستان
کی حریت پسند پارٹیوں کا ساتھ دیا..."

اور پھر اس مقدس چراغ کی روشنی نے بیرونِ ملک کے دانشوروں
مورخوں کو بھی یوں متاثر کیا کہ وہ کہہ اُٹھے:

"... یہ میری بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ مجھے دیوبند
دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ قدیم اسلامی کلچر
اب بھی یہاں پوری آب و تاب سے درخشاں ہے...
ایک مورخ کے لئے میں اس سے زیادہ روشن مواقع کا تصور
بھی نہیں کرسکتا..."

(پروفیسر گریونٹ، آکسفورڈ یونیورسٹی، لندن)

"... براعظم کے اس حصے میں یہ مذہب اسلام کا ایک
مرکز ہے..."

(رئیس روسی وفد برائے ہندوستان)

اسی کے پیشِ نظر سورگیہ ڈاکٹر راجندر پرشاد (سابق صدر جمہوریہ
ہند) نے لکھا:

"... آپ کے دارالعلوم نے صرف اس ملک میں بسنے والوں ہی
کی خدمت نہیں کی بلکہ آپ نے اپنی خدمات سے اتنی شہرت
حاصل کرلی ہے کہ غیر ممالک کے طلبہ بھی آپ کے یہاں آتے ہیں
اور یہاں سے تعلیم پاکر، جو کچھ یہاں انھوں نے سیکھا ہے اپنے
ممالک میں اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ یہ بات اس ملک کے
سب ہی باشندوں کے لئے قابلِ فخر ہے... میں دارالعلوم
میں آکر بہت زیادہ مسرور ہوا اور یہاں سے کچھ لے کر جارہا ہوں۔"

مولانا آزاد نے فرمایا:

"ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کے اس عظیم ادارہ میں
نہ صرف یہ کہ اس ملک کے تمام حصوں سے بلکہ بعید ترین علاقوں
مثلاً انڈونیشیا، ملایا، افغانستان، وسط ایشیا اور چین سے
طلبہ کھنچے چلے آتے ہیں۔ اتنے وسیع رقبے کے طلبہ اور علماء میں
اس کی مقبولیت اس کی عظمت و شہرت کی دلیل ہے۔ اس بنا
پر یہ ادارہ صحیح معنوں میں تعلیماتِ اسلامی کی ایک بین الاقوامی
یونیورسٹی ہے..."

ہاں ہی دارالعلوم جو ایک خوبصورت، پُرشکوہ عمارت، بیسیوں شعبوں،
بہت سے معلموں اور ہزاروں طالب علموں پر مشتمل ہے۔ علم کا یہ چشمۂ عظیم
جو آج ہزارہا علم کے پیاسوں کو سیراب کر رہا ہے ایک چھوٹے سے سوتے
کی طرح پھوٹا... اس دن کا تصور کیجئے، جب مدرسہ کل ایک طالب علم
ایک اُستاد پر مشتمل تھا اور عمارت ایک انار کا درخت... اور آج ملکی و
غیر ملکی ۲۰۰۰ طلبہ، تعلیم و انتظام کے لئے تقریباً ۳۳ شعبے کام کرتے ہیں۔
اور ملک و بیرونِ ملک میں دارالعلوم سے فیض حاصل کرچکنے والوں کی تعداد
تقریباً ۲۷، ۶۵ تک پہنچ چکی ہے۔

۱۸۶۷ء کے اس دن کا تصور کیجئے جب دیوبند کی جامع مسجد میں
مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے لئے ۴۰۰ روپے کا چندہ ہوا، اور آج دارالعلوم

دیوبند کا مجموعی بجٹ تقریباً ۳۰ لاکھ روپے سالانہ ہے۔ اور یہ خطیر رقم عوام ہی پورا کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف اسلامی علوم کے ماہر اور صاحب طریقت و شریعت پیدا کیئے بلکہ ملک کو آزادی دلانے اور سامراج سے مادر وطن کو آزاد کرنے میں تن من دھن کی بازی لگا دینے والے جانباز بھی اور اسی ادارے سے ان عظیم تحریکوں نے بھی جنم لیا جنھوں نے غاصب فرنگیوں کے پاؤں ملک سے اکھاڑ دیئے جہاں ایک طرف اس عظیم ادارے نے دین اور ملک کے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں وہاں غیر ملکوں میں ہندوستان کے وقار کو بھی بلند کیا اور آج ایشیا کا یہ عظیم ادارہ ہندوستان میں جمہوریت، مذہبی آزادی اور بھارت میں مسلمانوں کی تعلیم و مذہب کا واضح و روشن مینار ہے۔ جس کی شعاعیں اعلان کر رہی ہیں کہ بھارت ان جمہوری اقدار کا صحیح معنوں میں علم بردار ہے جو دنیا کو ایکتا، پریم، مذہبی یگانگت اور امن کی طرف لے جاتی ہیں۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱) آئینۂ دارالعلوم (ناشر ادارہ اہتمام، دارالعلوم دیوبند)
۲) دارالعلوم کی صد سالہ زندگی (" " " ")
۳) حیاتِ شیخ الہند ....

صفحہ ۲۱ سے آگے

جائے گا۔ صرف فروزن پولٹری کے معاملے میں پیداوار اور فروخت میں کوئی بڑھوتری نہیں ہوئی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پولٹری کے لئے یہ طریقہ پر معنی نہیں نیز اس سے نقل و حمل کے مصارف بھی کم نہیں ہوتے۔

ہم نے یہ محسوس کیا کہ برآمد ہی ایسی سرد محفوظ غذا کے لئے واحد منڈی میں کھپت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جہاں خریداروں میں اس سے رغبت پیدا کی جا چکی ہے۔ لازمی رکاوٹ یہی تھی کہ درحقیقت ہندوستان میں فروزن فوڈ انڈسٹری غیر ترقی یافتہ ہے لہٰذا ہماری کوشش یہی رہی کہ خلیجی ملکوں یعنی کویت، دوبئی اور بحرین میں محفوظ غذا کے سلسلے میں میدان میں داخل ہوں۔ پیکنگ، کوالٹی اور جہازوں وغیرہ کے سلسلہ میں ابتدائی رکاوٹوں کے باوجود اب ہم ان منڈیوں میں داخل ہو گئے ہیں اور فروخت بڑھ رہی ہے۔ محفوظ اور دیگر اقسام کی سبزیوں کی حالیہ خریداری کے مدنظر توقع یہی ہے کہ آئندہ سالوں میں اس میدان میں بڑی وسعت ہوگی۔

تجربہ کی بنیاد پر بالآخر ہم نے یہ محسوس کیا کہ سرد محفوظ غذا ہی کے معاملے میں توسیع کی بڑی گنجائش ہے۔ اس معاملے میں یہی اُمید ہے کہ ہم اپنی صلاحیت فروخت سے کام لے کر زراعتی پروڈیوسروں سے خریداری میں اضافہ کر سکیں گے بھینس کے گوشت جس کی اندرونی مارکیٹ نہیں ہے، آم جیسی فصلی اشیاء بھیڑ بکری کا گوشت نیز مچھلی جو انتہائی موسمی ہے ان پر پوری توجہ دینے کے لئے خاص کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی کے ساتھ میفکو دودھ اور ڈیری اشیاء کی خرید و فروخت کے میدان میں بھی داخل ہو رہی ہے۔ چنانچہ بمبئی میں ۴ لاکھ لٹر ڈیری قائم کی جائے گی جبکہ حسب توقع چندرپور، سولاپور اور رتناگری اضلاع میں فروزن فوڈ پلانٹوں کے ذریعہ میفکو کی پیداواری صلاحیت دوگنا ہو جائے گی۔

عملہ کی تربیت غالباً ہمارے لئے سب سے کٹھن سوال تھا۔ ہم نے تربیت یافتہ منتظمین کی حیثیت سے جوان کالج گریجویٹوں کو بھرتی کیا اور انھیں فروزن فوڈ پروڈکشن اور مارکیٹنگ کے مختلف پہلوؤں کے سلسلہ میں تربیت دی۔ انھیں بڑی حد تک برسرکار صورت میں تربیت دی گئی۔ انھیں ذمہ داریاں سونپی گئیں اور توقع رکھی گئی کہ وہ اپنے تجربے اور غلطیوں سے سیکھیں گے ریاستی حکومت کی جانب سے بھی کسی قدر ٹیکنیکل امداد ملی اور اس نے 'فروزن انڈسٹری' میں مغربی جرمنی اور یو۔کے وغیرہ سے مختلف ماہرین کی خدمات بہم پہنچائیں۔

میفکو نے ہندوستان میں سلاٹر ہاؤس اور فروزن فوڈ انڈسٹری کو پہلی مرتبہ فروغ دیا ہے۔ ان صنعتوں کے ذریعہ جلد خراب ہو جانیوالی اشیاء کی جدید طریقہ پر کھپت کے لئے فنی بنیاد پڑ گئی ہے۔ اس کی توسیع و ترقی سے شہری خریداروں کو بہتر اشیاء مناسب قیمت پر دستیاب ہو سکیں گی نیز ہندوستان بھی برآمد کے میدان میں داخل ہو جانے کے قابل ہو جائیگا۔

غزل

★ کنول پرشاد کنول
'پریم سدن' دھول پیٹھ،
حیدرآباد (اے. پی)

دل کو دریا بنا لیا ہم نے
سوچتے ہیں، یہ کیا کیا ہم نے
خاک کا بھی سُراغ مِل نہ سکے!
خود کو ایسا مٹا دیا ہم نے
چاؤ سے جس کی اینٹ اینٹ چُنی
وہ نگر، دل کا ڈھا دیا ہم نے
درد کے 'سیپ' یاد کے موتی!
کل خزانہ لُٹا دیا ہم نے
ہر تمنا کو کانپتے ہاتھوں
بزمِ دل سے اُٹھا دیا ہم نے
بے حیائی جو وقت کی دیکھی
اپنا چہرہ چھپا لیا ہم نے
سُن زمیں کی کراہ، کانوں کو
گرم سیسہ پلا دیا ہم نے
جانے زخمی نگاہ میں کیا تھا
دشمنوں کو رُلا دیا ہم نے
مرثیہ تھا، جسے بنامِ غزل
دوستوں کو سُنا دیا ہم نے
رُخ جو دیکھا ہَوا کا، دل کا کنول
خود ہی اُٹھ کر بُجھا دیا ہم نے

غزل

★ رونق دکنی سیمابی
۳۱۔ کراس روڈ ملا، پی۔او۔ اگریکو
جمشید پور

میر کا طرز اور غالب کا جو لہجہ سمجھے
وہی کچھ فکر شناسی کا سلیقہ سمجھے
گرمیِ جہدِ طلب کا ہے کوئی اندازہ
شعلۂ خوں کو سُلگتا ہُوا لمحہ سمجھے
اپنے زخموں کا محاسب بنے کیونکر کوئی
جو مُروّت کو نہ پرکھے جو نہ کینہ سمجھے
اس میں گنجائشِ اصلاح تھی لیکن ہم تو
اپنی ناکامی کو قسمت کا نوشتہ سمجھے
عرش و کرسی سے بھی آگے ہے رسائی اس کی
غم کو ایوانِ تمنا کا جو زینہ سمجھے
نغمگی سے جو ہم آہنگ ہیں افکارِ جمیل
شعر کو پیکرِ خوبی، کبھی نغمہ سمجھے
وہ تو اِک پیکرِ ابلیس، دغا دشمن تھا
اپنی خوش فہمی کو کیا کہیے، فرشتہ سمجھے
ہر نفس عُمرِ دو روزہ کی تھی تفسیر مگر
لوگ کم فہم تھے لمحوں کا خلاصہ سمجھے

جسمِ زار اپنا تھا زخموں سے مزیّن رونق!
لوگ لیکن اسے پھولوں کا لبادہ سمجھے

*شریمتی اوما نابر • ترجمہ: نشاط ہندی

تُلسی

[شریمتی اوما نابر، مراٹھی ادب میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ اُن کی نظمیں ہر مکتبۂ خیال میں مقبول ہیں "تُلسی" شریمتی نابر کی نئی تخلیق ہے، جس کا منظوم ترجمہ نشاط ہندی نے کیا ہے]

تم آئے ہو! آئے تو ہو
صدیوں سے ہم آس لئے تھے
کبھی تو ہوں گے سپنے پُورے
وفا کا میری صلہ ملے گا
حسین سپنے سجا سکیں گے
کِھلیں گے دل کے کمل جبھی تو
وفا کا گلشن مہک اُٹھے گا
سُنہرے نغمے پگھل اُٹھیں گے
کِھلیں گے جب گُل مہر چمن میں
اشوک کی پتیوں سے چھن کر
سُنہری کرنیں بکھر اُٹھیں گی!
مگر کھلے نہ وفا کے گلشن
فلک سے پایا نہ رنگِ اُلفت
نہ چاندنی سے زمیں کی چاہت
بکھیر ڈالے حسین سپنے

تم آئے ہو آج — آئے کیوں ہو
ملے گا اب کیا تمھیں یہاں سے
میں اپنے سپنوں کی ایک قیدی
سحر و شاموں کے بیچ بندی
جو جی میں آئے نہ کر سکوں میں
جو لب پہ آئے نہ کہہ سکوں میں
ہماری اُپما ہے ایک "تلسی"
ہزار سورج نکل کے ڈوبے
جہاں پہ تھی آج بھی وہیں ہے
مجھے رہائی نہ اب ملے گی
خدا کی خاطر چلے بھی جاؤ
کہ بیتی باتوں کی اب چتا پر

میری محبّت کو نہ جلاؤ!

چلے بھی جاؤ چلے بھی جاؤ!!

تبصرہ

• رفیق جعفر

ننگی دوپہر کا سپاہی

○ چند برسوں سے سلام بن رزاق کا نام اُردو اور ہندی کے ادبی اور
م ادبی رسائل میں نظر آرہا ہے۔ اب یہ نام ایک کتاب "ننگی دوپہر کا سپاہی"
ی پیشانی پر چھپا ہے۔ نئے ناموں کے متلاشی اس نام سے واقف ہی ہوں گے۔
'ننگی دوپہر کا سپاہی' انتہائی نان کمرشیل نام ہے۔ اس سے بظاہر
ڈتا ہے کہ مصنف کمرشیل کرب کا ہرگز شکار نہیں، "ادبی اسٹیبلشمنٹ"
کا قائل ہے۔ اس کتاب میں شامل کل پندرہ افسانے ہیں۔ جو ملک کے
ختلف علاقوں سے شائع ہونے والے ادبی رسائل میں چھپ چکے ہیں۔
ان افسانوں میں کوئی افسانہ ایسا نہیں جو کہ "کوٹ" کیا جاتا ہو، تاہم
ن افسانوں کے ہیئت اور مواد میں اتنی وسعت اور تازگی ہے کہ کوئی
جب نہیں کہ مستقبل قریب میں انھیں افسانوں میں سے کوئی افسانہ عمری
افسانوں کی پہچان بن جائے اور مثالوں میں آجائے۔ 'مکھوٹے'، 'داسو'
اور ایک تکونی کہانی میں' مجھے ایسی خوبو نظر آئی۔

سلام، چونکہ شہری زندگی گذارتے ہیں اس لئے انھیں گاؤں کی زندگی
سے کوئی سروکار نہیں۔ ایک مہانگر کے باسی کے ناطے ان کے محسوسات
اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک ہیں۔ اُن کی تحریر پر روایت کی کم کم ہی چھاپ ہے
جو ان کے حق میں اچھی ہے۔ کہانی کہنے کا انداز بالکل سادہ سا ہے۔ زبان
میں روانی اور بیان میں دلکشی ہے۔ اس پر جراُتِ اظہار" سونے پر سہاگہ
کا درجہ رکھتا ہے۔ ایک دو کہانیاں، کہانیاں نہیں "انفرادی دُکھڑا"
لگتی ہیں۔ اغلاط کم سے کم ہیں۔ کتابت خوبصورت اور طباعت معیاری ہے
سرِورق مناسب ہے۔

بہرحال یہ کتاب سلام کے فن کی انتہا نہیں ابتداء ہے۔ ابتداء تو اچھی
ہے، اب سلام کو چاہیئے کہ انتہا پر نظر رکھے۔

مصنف: سلام بن رزاق ناشر: نیو رائٹرس پبلی کیشنز
قیمت: آٹھ روپے ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، بمبئی، دہلی، علی گڑھ

بہترین خط پر انعام!

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ 'قومی راج' میں "قارئین کی رائے"
کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلہ میں موصول ہونے والے بہترین اور
خیال انگیز خط پر ۲۵ روپے کا انعام بھی دیا جاتا ہے۔
آپ قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات
کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو
پسند کرتے ہیں اور کسے ناپسند!
حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کر سکتے ہیں اور اگر اس سلسلے
میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار کرنا چاہیں وہ بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال
رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ
اس پتے پر روانہ فرمایئے:

ایڈیٹر 'قومی راج': نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ،
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مراسلت و ترسیل
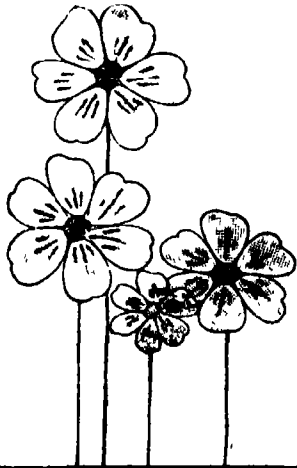
مراسلت و ترسیل کے دوران حوالہ نمبر اور پن کوڈ نمبر
منی آرڈر کوپن پر ضرور تحریر فرمایئے۔ ساتھ ہی اپنا پتہ اُردو کے ساتھ ہندی
یا انگریزی میں بھی لکھ دیجئے تاکہ فوری اندراجات میں آسانی ہو۔
(ادارہ)

آپٹا-روہا کو بذریعہ ریل ملانے کے کام کا آغاز

مغربی ساحلی کوکن ریلوے کے دوسرے مرحلے کے کام کا افتتاح، جو کہ بالآخر بمبئی کو منگلور اور مزید جنوب سے جوڑ دے گا، ۳۰ر اپریل کو بمبئی سے تقریباً ۵۰ کلومیٹر دور آپٹا میں وزیر ریلوے شری مدھو ڈنڈوتے کے ہاتھوں عمل پذیر ہوا۔ (دوسرا حصہ ۶۱.۷ کلومیٹر) آپٹا سے روہا کے فاصلے کو جوڑ دے گا اور مکمل طور پر قلابہ ضلع سے گذرے گا۔ یہ ایک سنگل براڈگیج لائن ہوگی۔ اور اندازاً دس کروڑ روپے کے صرفے سے تین سال میں مکمل ہوگی۔

کوکن کی تاریخ میں آپٹا کو روہا سے ملانے کے کام کا آغاز زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شری ڈنڈوتے، جو کہ رتنا گیری سے ممبر پارلیمنٹ ہیں اور شری وسنت دادا پاٹل، وزیر اعلیٰ مہاراشٹر دونوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

یہ آنجہانی بیرسٹر ناتھ پائی کی دیرینہ خواہش کی بھی تکمیل ہے جنھوں نے پارلیمنٹ اور کئی دوسرے فورم میں کوکن ریلوے کی زبردست تحریک چلائی تھی۔ بیرسٹر ناتھ پائی کا ایک بڑا مجسمہ افتتاحیہ جلسے میں ڈائس کی پشت پر نصب کیا گیا تھا۔ شری ڈنڈوتے نے اس پروجیکٹ میں اُن کی دلچسپی کا جذباتی طور پر اظہار کیا۔

ریلوے منسٹر نے علاقے میں رہنے والوں اور شہر سے خصوصی ٹرین کے ذریعہ آئے ہوئے مہمانوں کے اجتماع کو بیرسٹر پائی کی بیوہ کرسٹل پائی جو فی الحال ویانا میں مقیم ہیں، کی جانب سے انھیں بھیجے ہوئے ایک مکتوب کے بارے میں بتایا، جس میں مسز پائی نے پروجیکٹ کی ابتداء کے بارے میں انھیں مطلع کرنے اور یاد کے لئے ریلوے منسٹر کا شکریہ ادا کیا تھا۔

شری ڈنڈوتے نے فرمایا کہ یہ ریلوے، بیرسٹر پائی کی مناسب یادگار ہوگی۔ انھوں نے حاضرین کو یقین دلایا کہ یہ کام آپٹا ہی میں ختم نہیں ہوگا بلکہ رفتہ رفتہ کوکن سے گذر کر گوا کی سرحدوں سے ہوتے ہوئے کرناٹک تک بڑھے گا جہاں یہ منگلور- تریوندرم لائن سے جوڑ دیا جائے گا۔

دوسرا مرحلہ ان زمینوں کا حصول ہوگا جہاں سے ریلوے لائن گذرے گی۔ حکومت متعلقہ ریاستی حکومتوں کی مقرر کردہ قیمتوں کے حساب سے زمین کی قیمت ادا کرے گی۔

شری ڈنڈوتے نے کہا کہ نئی ریلوے لائن اس لئے نہیں جاری کرائی جارہی کہ کوکن کے عوام بیل گاڑیوں کے سفر سے بیزار ہو گئے ہیں، بلکہ یہ علاقے کی اقتصادی ترقی کی بنیادی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۷۹-۱۹۷۸ء کے ریلوے بجٹ کی اعلان کردہ تین لائنوں میں، دو سوراشٹر دکوکن کے پسماندہ علاقوں میں ہیں۔

شری ڈنڈوتے نے مزید فرمایا کہ ریلویز اپنے موجودہ سرمائے پر نظر ثانی کرتے ہوئے فاضل سرمائے کو جو کہ اب تک ماضی کے قرضہ جات کی ادائیگی میں صرف ہوتا تھا، پسماندہ علاقوں میں نئی لائنیں بچھانے کے لئے ایک ترقیاتی فنڈ میں تبدیل کر رہی ہے۔

شری وسنت دادا پاٹل نے کہا کہ آج کا دن کوکن کے عوام کے لئے بڑے انتظار کے بعد آیا ہے۔ جب دیوا- آپٹا لائن تعمیر ہو رہی تھی تو ان کا بشمول دوسروں کے، یہ خیال تھا کہ یہ کام بنا کسی مداخلت کے سیدھے منگلور تک چلتا رہے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

"اب یہ ریلوے، محض کوکن کی نہیں رہی بلکہ ایک قومی ریلوے ہے۔ حکومت زمینوں کے حصول کے لئے اُن کو ہر ممکن امداد دے گی لیکن زمینداروں کو چاہیئے کہ وہ عدالتوں سے اسٹے آرڈر لیکر اس پروجیکٹ کو التوا میں نہ ڈالیں"، شری پاٹل نے مزید فرمایا۔

شری آر۔ پی پسلکر، جنرل منیجر سنٹرل ریلوے نے بھی اس موقع پر تقریر کی۔ شری ڈنڈوتے نے پھر علامتی طور پر دو لائنوں کو ایک سلور پلیٹیڈ بولٹ کے ذریعے ملانے کے کام کا افتتاح کیا۔

آپٹا اور روہا کے درمیان تین اسٹیشن ہیں، کسُو اور نگوتھانہ پڑیں گے۔ بھیسے درہ کے قریب ایک ۵۵۰ میٹر لمبی سرنگ اور پاتال گنگا و دیگر دریاؤں پر سات اہم پل ہوں گے۔

ترجمہ: اسلم پرویز

اور اس منفعت سے جو مالکان اس کی مختلف اسکیموں سے حاصل کرسکتے ہیں واقف کرانا ہے۔
شری ایم۔ آر کو ہٹکر مینجنگ ڈائرکٹر ایم۔ ایس۔ ایف سی نے شکریہ ادا کیا۔

ریاستی خبریں

سینما تھیٹروں کا ایک سلسلہ

۲۰ را پریل کو رنگ بھون میں ۱۵ ویں مہاراشٹر اسٹیٹ مراٹھی فلم فیسٹول کے جلسۂ تقسیم انعامات کی صدارت کرتے ہوئے نائب وزیر اعلیٰ شری این۔ کے تریڑے نے فرمایا کہ حکومت نئے تشکیل شدہ فلم اسٹیج اور کلچرل کارپوریشن کے وسط سے ریاست میں سینما تھیٹروں کا ایک سلسلہ قائم کرنے کے بارے میں غور کر رہی ہے۔ مذکورہ کارپوریشن آرٹسٹک مراٹھی فلم بنانے والے فلم سازوں کو مالی امداد بھی دے گی۔

شری تریڑے نے حاضرین کو یقین دلایا کہ حکومت دیکھے گی کہ مراٹھی فلمسازوں کو تفریحی ڈیوٹی کی بازادائیگی میں کوئی التواء نہ ہو۔

نائب وزیر اعلیٰ نے کہا کہ حکومت ہندی فلموں کی ترقی کے لئے اقدام پر غور کر رہی ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ ہندی فلم فیسٹول بھی منعقد ہوں گے۔
انعام یافتگان کی جانب سے شری مدھوسودن کالیلکر نے شکریہ ادا کیا۔

ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی کا نیا نیوز بلیٹن

۲ رمئی کو بمبئی کی ایک پُرہجوم تقریب میں وزیر مملکت برائے صنعت شری فاروق پاشا نے ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی نیوز بلیٹن کے پہلے خوبصورت شمارے کا افتتاح کرتے ہوئے مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن سے درخواست کی کہ وہ اپنی امداد کی کم سے کم حد کو دس ہزار روپے سے پانچ ہزار روپے کر دے۔
وزیر موصوف نے کہا کہ اس طرح سے ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی اپنی عمدہ خدمات سے لاتعداد لوگوں کو فیضیاب کر سکے گی۔ (فی الحال ایم۔ ایس۔ ایف سی دس ہزار سے لے کر ۳۰ لاکھ روپے تک کی امداد دیتی ہے)
وزیر موصوف نے ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی کو نیا رسالہ جاری کرنے پر مبارکباد دی۔ آپ کے مطابق یہ ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی کی اسمال اسکیل انڈسٹریز کے لئے خدمات کو مشتہر کرانے میں بے حد معاون ہوگا اور عام آدمیوں میں صنعتی ترقی کی نشوونما کرنے میں اس کے کردار کی وضاحت کرے گا۔
شری ہومی جے۔ ایچ طالع یارخاں چیرمین ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی نے وزیر موصوف کو خوش آمدید کہا۔
رسالہ کا اہم مقصد عام آدمی کو ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی کے کارہائے نمایاں

پنچائت راج باڈیز پر مُباحثہ اداروں پر مُباحثہ

حکومت ہند کی پنچائت راج کمیٹی کے چیرمین شری اشوک مہتہ و کمیٹی کے دوسرے ممبران نے ۲۴ را پریل کو بمبئی میں وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل، اُن کے کابینی ساتھیوں اور ریاستی حکومت کے آفیسروں کے ساتھ پنچائتی راج اداروں، ان کی کارکردگی اور ملک میں ان کے مستقبل کے کردار کے بارے میں گفتگو کی۔ کمیٹی کے ممبران اور ریاستی حکومت کے نمائندگان نے اس معاملے میں تبادلۂ خیال کیا۔

شری اشوک مہتہ نے پنچائت راج سسٹم کو درست کرنے کے لئے ریاستی حکومت سے اپنی رائے اور مشورہ دینے کے لئے کہا۔ چھوٹے شہروں کے مسئلوں کو سمجھنے کی ضرورت، کاشتکاروں کے لئے ضروری اشیاء اور دوسری ضروریات کی پُر اثر تقسیم کے طریقۂ کار کا نفاذ، سماجی انصاف کے تیقن کے لئے اقدام، اور مختلف ایجنسیز کے درمیان پلان کے کامیاب نفاذ کی خاطر باہمی تعلقات۔ جیسے نکات کے بارے میں چیرمین نے بتایا۔

وزیر اعلیٰ نے ریاست میں پنچایت راج اداروں کی ترقی پر غور فرمایا اور کہا کہ ضلع پریشدوں نے دیہاتیوں کو ترقیاتی کاموں میں براہ راست حصہ لینے کا موقع دیا تھا، اور اس طرح ان میں نئی لیڈرشپ پیدا کی۔ انھوں نے کہا کہ اس اقدام نے پنچائت راج پر عوام کے بھروسے کو بڑھاوا دیا ہے۔
شری پاٹل نے سجھاؤ دیا کہ پنچائتی ملازمین کی ٹریننگ کے لئے کچھ انتظام ہونا چاہیئے۔
وزیر اعلیٰ نے ریاستی حکومت کی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلایا اور چیرمین و کمیٹی کے دوسرے ممبران کی بیش قیمت رہبری کا شکریہ ادا کیا۔
شری بالوراؤ کالے، وزیر برائے دیہی ترقی اور شری دی۔ ایس پاگے نے بھی مُباحثے میں حصہ لیا۔

مزدوروں کا جنگجویانہ رجحان ناقابلِ برداشت!

شری ایس۔ جی پوار وزیر برائے لیبر و انڈسٹریز نے ۹ را پریل کو بمبئی میں ۴ نوجوان صنعتکاروں کو دعاتو گرانٹ پرنیئرس ایوارڈس عطا کئے۔
اس موقع پر بولتے ہوئے شری پوار نے مزدور طبقے کو یقین دلایا کہ حکومت

اُس وقت تک اُن کے مطالبات کو ماننے کی کوشش کرے گی جب تک کہ ان کے مطالبے انصاف پر اور ان کے مانگنے کا طریقہ صحیح ہوگا۔ تاہم، کوئی جنگجویانہ رجحان، اشتعال انگیز تقاریر یا غیر تسلیم شدہ یونینوں کی حرکتوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ یونین لیڈر جو غیر قانونی طریقوں سے مزدوروں کو اکساتے ہیں' چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے منسلک ہوں' کے ساتھ سختی سے نپٹا جائے گا۔

شری پوار نے کہا کہ حکومت صنعتی ٹریبونل کی تعداد میں اضافے کے امکان پر غور کرے گی تاکہ صنعتی جھگڑوں کو نپٹانے میں دیر نہ ہو۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ حکومت ان جھگڑوں کو طے شدہ اوقات کے دوران حل کرنے کے لئے متعلقہ قانون میں ترمیم کرنے کی تجویز پر غور کرے گی۔

ریاستی حکومت اور بجاج انڈسٹریل ہاؤس کی شرکت میں "مہاراشٹر اسکوٹرس" اسکیم کا حوالہ دیتے ہوئے شری پوار نے کہا کہ یہ مشترکہ مہم بہت کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ حکومت دیہی علاقوں میں اس قسم کے پروجیکٹوں کو پسند کرے گی اور صنعت کاروں کے ساتھ لمبے معاہدے کرے گی۔

شری پوار نے کہا کہ حکومت تعلیم یافتہ بیروزگاروں کی ذاتی روزگار اسکیم پر دوبارہ غور کر رہی ہے۔ بیس فیصد اصل سرمایہ دینے کی بجائے دس فیصد سرمائے کی تجویز بھی زیر غور ہے۔ مجموعی طور پر مالکان کا ردِ عمل امید سے کم تر ہے۔ انھوں نے کہا کہ گذشتہ سال اسکیم کے لئے چھ کروڑ روپے کا لسانہ لگایا گیا تھا لیکن اصلاً صرف دو کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا تھا۔ آپ نے چیمبر آف کامرس کو اس معاملے میں صنعت کاروں کی رہبری کرنے اور ریسرچ کرنے کے لئے کہا۔

پورے ضلع کے لئے باگے اسکیم

ناگپور ڈویژن کی خریف مہم پر نظرثانی کرنے کے لئے ۲۰ راپریل کو ناگپور میں منعقدہ ایک میٹنگ میں وزیر برائے زراعت، ڈاکٹر پی۔ ایم ڈیکالے نے اعلان کیا کہ چھوٹے کاشتکاروں کی منفعت کے لئے باگے اسکیم پورے ناگپور ضلع میں نافذ کر دی جائے گی۔

حال میں یہ اسکیم ضلع کے ہنگانہ، پرشیوانی اور کامٹی پنچائت سمیتی کے علاقوں میں نافذ کی گئی تھی۔ شری ڈیکالے نے کہا کہ اب یہ پورے ضلع میں نافذ کر دی جائے گی۔ ڈویژن میں خریف کا نشانہ ۵۴ء۱۷ لاکھ ہیکٹر علاقے میں ۲۶۱۳ ملین ٹن کا ہے۔ کپاس کی پیداوار کا نشانہ ... ۵۵ کوئنٹل کا ہے۔ اناجوں کی پیداوار کو مزید بڑھانے کے لئے کل ملا کر ۵، خاص اسکیمیں مختلف فصلوں کے لئے شروع کی جائیں گی۔

بہادری کے لئے انعامات

۱۹۷۷-۷۸ء کے بہادری کے ایوارڈ یافتگان ناشک ضلع سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں: شری بھالچند پرہلاد راہانے، شری دلیپ ناتھو جادھو اور شری شیواجی ورنداون پردیشی۔

یہ ایوارڈ ریاستی حکومت نے قائم کئے ہیں جو کہ گورنر کی طرف سے اُن لوگوں کو بہادری کے عوض دیئے جاتے ہیں جنھوں نے کسی دوسرے کی زندگی بچاتے ہوئے یا کوئی حادثہ بچاتے ہوئے مثالی ہمت کا مظاہرہ کیا ہو۔

شری راہانے کی موت جون ۱۹۷۷ء میں ایک جیپ جو کہ نندورا کی ایک خطرناک ڈھلان پر اچانک چل پڑی تھی' میں سوار عورتوں اور بچوں کو بچاتے ہوئے واقع ہوئی۔ ان کو بعد از مرگ میڈل دیا گیا۔

شری پردیشی نے گنگاپور جھیل میں طوفان میں گھرے چھ کشتی سوار اشخاص کی زندگیاں بچائی تھیں۔ تیسرے میڈل کے انعام یافتہ شری جادھو نے شیدگے گاؤں میں آگ لگ جانے پر، جلتے ہوئے گھر سے پانچ آدمیوں کو بچایا تھا۔

یوتھ باڈیز ڈائرکٹری

یہ طے ہوا ہے کہ بمبئی عظمیٰ میں یوتھ ورک میں سرگرمی دکھانے والے کلب، ایسوسی ایشن و اداروں کی مفصل یوتھ ڈائرکٹری تیار کی جائے۔

ایسے ادارے اپنے نام، وجود میں آنے کی تاریخ اور پوسٹل ایڈریس سے ڈسٹرکٹ اسپورٹس آفیسر معرفت ڈپٹی ڈائرکٹر آف ایجوکیشن، یشودھن کے عقب میں دین شاہ واچہ روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۲۰ کو فوراً مطلع کریں۔

آرڈیننس کا اعلان

گورنر مہاراشٹر نے مہاراشٹر سلم ایریا (سُدھار، صفائی و ترقی) قانون بابت ۱۹۷ء کے تحت تشکیل شدہ ٹربیونل کے صدر کے عہدے کے لئے قابلیت میں رڈیننس کے ذریعے ترمیم کا اعلان کیا ہے۔ اب تک مذکورہ قانون کی دفعہ ۲(۱) کے تحت صدر کے عہدے کے لئے اُمیدوار کو کم از کم ضلع منصف کے عہدے پر پانچ سال قائم رہنا ضروری تھا۔ اب ترمیم کے ذریعے ایسے اُمیدوار کو قابل سمجھا جائے گا جس کی مدت ملازمت کسی بھی عدلیہ کے دفتر میں ۱۰ سال یا اس سے زائد ہے۔

ٹربیونل میں صدر کی آسامی یکم فروری ۱۹۷۸ء سے خالی ہے۔ چونکہ ستیوں کی بابت مختلف ترقیاتی منصوبے حکومت کے زیر غور ہیں، اس لئے ٹربیونل کے پاس فی الحال کئی معاملات ملتوی رکھے ہوئے ہیں۔ ان معاملات سے نپٹنے کے لئے ایک مسودہ قانون اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا جو ٹربیونل صدر کی قابلیت پر نظر ثانی کی تجویز سے متعلق تھا۔ لیکن اجلاس ۴ر اپریل ۱۹۷۸ء کو ملتوی کر دیئے جانے پر یہ قانون منظور نہ ہو سکا اور چونکہ اجلاس میں دونوں ایوانوں کی شرکت نہ ہونے کی وجہ سے آرڈیننس کے ذریعے مذکورہ آسامی کے لئے قابلیت میں ترمیم منظور کی گئی تاکہ ٹربیونل پرانے معاملات حل کرنے کے لئے فوری اقدامات کر سکے۔

یہ آرڈیننس ۱۹ر مئی کے سرکاری گزٹ کے حصہ چہارم میں شائع کیا گیا ہے۔

تدریسی اسٹاف کو گھر اور شہری بھتہ

حکومت مہاراشٹر کی ہدایت کے مطابق ریاست میں واقع غیر سرکاری ثانوی اسکولوں (بشمول گارنٹیڈ ٹیچر) کے، مدرسین اور ہیڈ ماسٹران، غیر سرکاری جونیر کالج آف ایجوکیشن (پرائمری اور پری پرائمری) غیر سرکاری جونیر کالج یونٹیں، جو کہ ثانوی اسکولوں اور کالجوں سے ملحق ہوں اور غیر سرکاری ٹیکنیکل ملٹی پرپز اور ووکیشنل ہائی اسکولوں (اکاڈیمک ٹیچنگ اسٹاف) کے مدرسین کو جو کہ شہروں اور قصبوں میں قیام پذیر ہوں انھیں یکم اپریل ۱۹۷۶ء سے مقامی بھتہ اور گھر کرایہ بھتہ ملے گا۔ ان بھتوں کی شرح محکمۂ تعلیم کے ۲۹ر اپریل ۱۹۷۸ء کے ریزولیوشن میں واضح کر دی گئی ہے۔

تعلیمی تحقیق کے لئے امداد

تسلیم شدہ تعلیمی اداروں بشمول اساتذہ کی انجمن کی جانب سے ریاستی ادارۂ تعلیم کو تعلیمی شعبہ میں ریسرچ کے لئے مالی امداد کے سلسلہ میں درخواستیں مطلوب ہیں:

شعبۂ تحقیق کی نوعیت کے پیش نظر مالی امداد کی رقم مقرر کی جائے گی جو کہ زیادہ سے زیادہ دو ہزار روپیہ ہے۔

تحقیق کا کام ڈائرکٹر برائے تعلیم کے نامزد کردہ گائیڈ کی سرپرستی میں یا براہ راست ادارے کی زیر نگرانی مکمل کیا جائے گا۔

ڈائرکٹر ریاستی ادارۂ تعلیم، ریاست مہاراشٹر، پونے ۴۱۱۰۳۰ کو درخواستیں ۷ر جولائی ۱۹۷۸ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

مدرسین کو مہنگائی بھتہ

غیر سرکاری ثانوی اسکولوں، جونیر کالیجز آف ایجوکیشن ثانوی اسکولوں اور کالجوں سے ملحقہ جونیر کالج یونٹوں کے مدرسین (بشمول گارنٹیڈ ٹیچرز) نیز غیر سرکاری ٹیکنیکل، ملٹی پرپز اور ووکیشنل ہائی اسکولوں کے اکاڈیمک ٹیچنگ اسٹاف کی تنخواہوں پر یکم اپریل ۱۹۷۶ء سے نظر ثانی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت مہاراشٹر نے متذکرہ اسٹاف کے مہنگائی بھتہ پر نظر ثانی کی ہے۔

اس سلسلہ میں شرحیں نیز دیگر شرائط حکومت کے ریزولوشن ایجوکیشن اور یوتھ ویلفیئر ڈپارٹمنٹ مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۷۸ء میں ظاہر کر دی گئی ہیں۔

پوری ریاست کیلئے جامع فاضل آب کی اسکیم

حکومت مہاراشٹر نے ریاست کے ہر ضلع میں نائیگاؤں پروجیکٹ کے سطور پر ایک جامع فاضل آب کی اسکیم شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس اسکیم کے تحت ایک فاضل آب علاقے کا انتخاب کیا جائے گا اور پانی چھاننا، نالہ بندی وغیرہ جیسے کام اس علاقے میں شروع کئے جائیں گے۔ اس اسکیم کے مکمل ہونے پر امداد باہمی انجمنیں قائم کی جائیں گی تاکہ اس اسکیم سے ٹھیک طور سے فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ نائیگاؤں میں اس اسکیم پر عمل کیا جا رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے دیگر متعلقہ حکام کے ساتھ اس علاقہ کا دورہ کیا اور پروجیکٹ کے متعلق اقدامات کا معائنہ کیا۔

بمبئی - اُرن کے درمیان رابطہ کمیٹی کا تقرر

بمبئی۔ اُرن کو جوڑنے کی ایک اسکیم سے متعلق حکومت کو تجاویز پیش کرنے کی غرض سے حکومت مہاراشٹر نے جوائنٹ سکریٹری اور چیف انجنیئر پبلک ورکس اور ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ شری پی۔ این ناڈگوڑا کے زیر قیادت ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔ یہ کمیٹی اس سلسلے میں مختلف سروے انجام دے گی تاکہ بمبئی۔ اُرن کو ساحل کی طرف دو جانب سے جوڑا جا سکے۔ اس طرح سے ایک طرف سیوڑی اور نہاوا لو جوڑا جا سکے گا، جبکہ شمال میں اُرن کو کولابہ سے جوڑا جا سکے گا۔ اس

اسکیم کے تحت ساحل کے آرپار پل تعمیر کیا جائے گا۔ اس اسکیم کا مقصد بڑھتی ہوئی آبادی اور صنعتوں کی وجہ سے نقل و حمل کے مسائل پر قابو پانا ہے۔ اس پروجیکٹ پر ڈیڑھ سو کروڑ روپے کے اخراجات کا اندازہ ہے۔

یرقان کے علاج کے سلسلہ میں احتیاط

ڈاکٹر وی۔ بی گائیتونڈے ڈائرکٹر ہافکن انسٹی ٹیوٹ نے اخبارات میں دیئے گئے بھساول کے ڈاکٹر اوکے کے دعوے کے خلاف کہ وہ یرقان کا موثر علاج اپنے ایلوپیتھک نسخے سے کرسکتے ہیں، عوام کو خبردار کیا ہے۔ موصوف نے کہا ہے کہ جس نوعیت کا یرقان آجکل شہر بمبئی میں جاری ہے اس کے لئے ڈاکٹر اوک کا تجویز کردہ نسخہ کارگر نہیں ہوسکتا ہے برعکس اس کے اس نسخے کے استعمال سے مریض کو مزید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ پر سروے

حکومت ہند کے پلاننگ کمیشن نے ایک سروے کا انتظام کیا ہے تاکہ ملک میں سڑکوں کے ذریعہ جو سامان کی نقل و حمل ہوتی ہے اس کی لاگت طے کی جاسکے۔

سروے کے لئے منتخب کردہ چوکیوں کے نام یہ ہیں: کپور بھاوڑی اور صبیبر ناکہ (ضلع تھانے)، کالمبولی (پنویل)، ناشک پھاٹا (نزد پونے)، کٹرج گاؤں (نزد پونے)، کھیور پھاٹا (ضلع پونے)، سنگرالور (نزد پونے)، سولاپور، سولاپور (بیجاپور کی جانب)، سولاپور (عثمان آباد کی جانب) سانگلی ناکہ، شیرول، دھولے، اکولہ ناگپور (جبلپور کی جانب)، ناگپور (بمبئی کی جانب) پرڈی (نزد ناگپور) وردھا ناکہ، راہوری، اور ننگ آباد اور ناندیڑ۔

جو اطلاعات جمع کی جائیں گی، ان کا استعمال پلاننگ کمیشن ہی کرے گا تاکہ ٹرانسپورٹ سرمایہ کاری کی پالیسی مرتب کرسکے۔

تمام روڈ ٹرانسپورٹرز اور ڈرائیوروں سے گذارش ہے کہ وہ اس سروے میں اپنا پورا تعاون عطا کریں۔

دیہی اراضی حد بندی قانون کے تحت مستثنیٰ قرار دیئے جانے کے لئے درخواستیں - ۳۱ر دسمبر آخری تاریخ !

ایسے مالکان اراضی جو اپنی فاضل اراضی پر سماج کے کمزور طبقات کے لئے مکانات تعمیر کرنا چاہتے ہوں، اپنی فاضل اراضی کو دیہی اراضی حد بندی قانون سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کے لئے اب ۳۱ر دسمبر تک درخواستیں روانہ کرسکتے ہیں، جبکہ اس سے قبل درخواست روانہ کرنے کی آخری تاریخ ۳۱ر مئی ۱۹۷۸ء مقرر کی گئی تھی۔ حکومت نے پیشتر ہی دیہی اراضی (حد بندی ملکیت) قانون بابت ۱۹۶۷ء کی دفعہ ۲ کے تحت فاضل اراضی پر سماج کے کمزور طبقات کے لئے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ لہٰذا مالکان اراضی جو اس اسکیم سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ ۳۱ر دسمبر تک مقررہ درخواست فارم پر متعلقہ عہدیداران کو درخواستیں روانہ کریں۔

ہریجنوں کو قانونی امداد

ہریجنوں پر زیادتیوں کے دوران ہونے والے نقصانات کے خلاف تمام مقدمات دلوانی کے لئے حکومت مہاراشٹر نے ہریجنوں کو مفت قانونی امداد دینے کی اسکیم کی مدت ۳۱ر مارچ ۱۹۷۹ء تک بڑھادی ہے۔

بمبئی پولس میں کانسٹبلوں کی بھرتی

شری این۔ کے ترپڑے کی ہدایت کے بموجب وہ تمام اُمیدوار جنھیں بمبئی پولس میں مسلح و غیر مسلح پولس کانسٹبل کی حیثیت سے منتخب کیا گیا اور جن کا نام اب تک ویٹنگ لسٹ میں رکھا گیا تھا۔ اب موجودہ اسامیوں اور آئندہ متوقع اسامیوں میں بھرتی کئے جائیں گے تاوقتیکہ فہرست میں درج تمام اُمیدواروں کا تقرر ہوجائے۔ اس ہدایت کے بموجب ابتک ۱۴۴ اُمیدواروں کا تقرر ہوچکا ہے۔ اور تقریباً ۳۶۰ اُمیدوار ویٹنگ لسٹ میں موجود ہیں۔ یہ اقدامات ویٹنگ لسٹ میں درج اُمیدواروں کی جانب سے وزیراعلیٰ کے روبرو نمائندگی کئے جانے کی بناء پر کئے گئے ہیں۔ وزیراعلیٰ نے بھی ہدایت جاری کی ہے کہ درج فہرست اُمیدوار تقرر کے وقت اگر عمر کی حد پار کرجائیں تو انھیں رعایت دیتے ہوئے بھرتی کیا جائے۔

پسماندہ اقوام کی ہاؤسنگ کوآپریٹیو سوسائٹی کے مسائل غور کرنے کے لئے وزارتی کمیٹی

نائب وزیراعلیٰ شری این۔ کے ترپڑے کے زیر قیادت حکومت مہاراشٹر نے پسماندہ اقوام کی ہاؤسنگ سوسائیٹیوں سے متعلق مسائل پر غور کرنے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی ہے۔

وزیر محصول شری ایم۔ ڈی چودھری، وزیر مالیات شری وائی۔ جے موہتے وزیر آبپاشی شری رام راؤ آدک اور وزیر برائے ہاؤسنگ شری سدھاکرنا اس کمیٹی کے دیگر اراکین ہیں۔

نئے کونسل ہال میں مہاتما پھولے کا مجسمہ لگایا جائیگا

وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کے زیر صدارت مہاتما پھولے مجسمہ کمیٹی نے اپنے
[illegible]ب اجلاس میں نئے کونسل ہال کے سامنے ۵ لاکھ روپے کی لاگت سے مہاتما پھولے
کا ایک مجسمہ نصب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں جونا سبزی بازار، بائکلہ
ٹیلیفون نمبر ۳۰۲۰۷۷۳) بمبئی نمبر ۲۷ میں ٹرسٹ کا ایک دفتر قائم کیا جائے گا،
ورمہاراشٹرا اسٹیٹ کو آپریٹو بنک میں اکاؤنٹ بھی جاری کیا جائے گا۔
ٹرسٹ کے سکریٹری شری مکندراؤ پاٹل نے عوام سے درخواست کی ہے کہ وہ
مہاتما پھولے کی ایک تصویر بھیجیں، جسے بعد میں واپس کر دیا جائے گا۔

جسمانی طور پر اپاہج لوگوں کیلئے اسکالرشپ

درخواستیں ۳۰ ستمبر تک مطلوب

حکومت ہند نے نابیناؤں، بہروں اور جسمانی طور پر اپاہجوں کو جو ٹیکنیکل
پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں میں جماعت نہم تا پوسٹ گریجویٹ کورس میں زیر تعلیم
[illegible]ں۔ سال ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران اسکالرشپ دیئے جانے کا اعلان کیا ہے
جماعت اول تا ہشتم کے طلبہ اس اسکالرشپ کے مستحق نہیں ہیں۔
مقررہ درخواست فارم متعلقہ تعلیمی ادارے کی معرفت ڈائرکٹر برائے سماجی
بہبود (جسمانی طور پر محتاج شعبہ) کے دفتر واقع ۳ چرچ روڈ، پونے نمبر ۴۱۱۰۰۱
سے یکم جولائی تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۸ء تک مفت حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

قبائلی منصوبہ کے لئے عوامی اقدامی کمیٹی کی

جانب سے ۶،۱۲ لاکھ روپے کی منظوری

عوامی اقدامی کمیٹی برائے ترقیات (ہند) نئی دہلی نے قبائلی علاقوں میں ایک
زراعتی پروجیکٹ کے لئے ۶،۱۲ لاکھ روپیہ منظور کیا ہے۔ پروجیکٹ جلگاؤں ضلع
کے تعلقہ راور میں شروع کیا جائے گا جسے ستیہ وادی کاس منڈل، پال نے تجویز کیا ہے

سائنٹفک ٹیکنالوجیکل ریسرچ کمیٹی کی دوبارہ تشکیل

وزیر اعلیٰ کے زیر قیادت ریاستی سطح کی سائنٹفک و ٹیکنولوجیکل ریسرچ
کمیٹی کی ۵ سال کے لئے از سر نو تشکیل کی گئی ہے۔
وزیر تعلیم اس کمیٹی کے نائب چیرمین ہیں۔ وزیر منصوبہ بندی اور وزیر مملکت
برائے تعلیم کمیٹی کے غیر سرکاری اراکین ہیں۔ سیکریٹری ڈپارٹمنٹ سائنس و ٹیکنالوجی
حکومت ہند، نئی دہلی کے علاوہ ریاست کے کئی اہم شعبوں کے مختلف سیکریٹری،
ڈائرکٹر اور بمبئی یونیورسٹی شعبۂ ٹیکنالوجی کے ڈائرکٹر اس کمیٹی کے دیگر اراکین میں
شامل ہیں۔
سیکریٹری محکمۂ تعلیم و یوتھ سروس، ممبر سیکریٹری کے فرائض انجام دیں گے،
تاوقتیکہ ٹیکنیکل جوائنٹ سیکریٹری کا تقرر ہو۔
اس کمیٹی کا اجلاس ہر چھ ماہ بعد ہوا کرے گا۔

طلباء کو دیگر نصابی مصروفیات فراہم کی جائیں

ڈاکٹر ہیرے کا اسکولوں کو مشورہ

مہاراشٹر کے وزیر تعلیم ڈاکٹر بالی رام ہیرے نے ۲۵ مئی کو کھیرواڑی میونسپل سکول
باندرہ بمبئی میں ایک تصویری نمائش کا افتتاح کرتے وقت فرمایا کہ اسکولوں میں
طلباء کو دیگر نصابی مصروفیات بھی فراہم ہونی چاہئیں تاکہ وہ لائبریری اور ثقافتی
نمائشوں کے ذریعہ اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔ آپ نے چلڈرن فاؤنڈیشن کے
سیکریٹری شری موہن پنجابی کو اس نمائش کا اہتمام کرنے پر مبارکباد دی۔

ون مہوتسو مقابلے کی تاریخ میں توسیع

مختلف امتحانات اور گرما تعطیل کے پیش نظر ون مہوتسو پروگرام ۱۹۷۸ء کے
بابت مضمون نگاری و مصوری کے مقابلے کی آخری تاریخ بڑھا کر ۳۰ جون ۱۹۷۸ء
کر دی گئی ہے۔

مقامات منظوری پالیسی!

صنعتیں نوٹ کریں

ڈائرکٹوریٹ آف انڈسٹریز نے بمبئی میٹروپولیٹن ریجن کے زون I، II میں تمام
درمیانی اور بڑے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کے معاملات کی چھان بین کر لی ہے تاکہ
مقامات کی منظوری (اعتراض نہیں) کا مستحق قرار دیا جا سکے۔
ایسے معاملے میں اگر کوئی یونٹ ابھی بھی درخواست دینا چاہے تو اس کو فوری طور
پر دیدینا چاہیئے۔

غیر طلبیدہ مضامین پر معاوضہ
نہیں دیا جاتا، مضمون نگار حضرات نوٹ فرمالیں۔
(ادارہ)

خبریں - تصویروں میں

شری وسنت دادا پاٹل، وزیراعلیٰ ۱۳؍مئی کو بمبئی میں منعقدہ ایک تقریب میں کتاب بعنوان "سہکار پنڈھار یچے وارکری" کی اشاعت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف شری ڈبلیو۔ سی شری شریمل، مینجنگ ڈائرکٹر، مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹو بنک، بمبئی ہیں۔

وزیراعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے ۷؍مئی کو بائی جیربائی واڈیا ہاسپٹل فار چلڈرن، بمبئی میں "اِسکن بنک" کا افتتاح فرمایا۔ ربرنظر تصویر میں وزیراعلیٰ پیوندکاری (گریفٹنگ) کے مقصد سے چمڑی (اِسکن) کی حفاظت کے طریقہ پر تبادلۂ خیال فرما رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

۱۹۷۱ء کی ہندوپاک جنگ میں فوت ہوجانے والے جوانوں کے کنبوں نیز بہادری پر تمغہ یافتہ جوانوں کو سرکاری اراضی تقسیم کرنے کے لئے قرعہ اندازی 'لاٹری ڈرا' کے نمونے پر کی گئی۔ ربرنظر تصویر میں ایک بچہ قرعہ کی پرچی نکال رہا ہے بوُنے کے ضلع کلکٹر شری رنبش افضل پورکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر، وزیر برائے صحت ۱۲؍مئی کو برلا ماتوشری سبھاگھر، بمبئی میں منعقدہ تقریب میں ایک بہترین نرس کو 'چیف منسٹرس ایوارڈ' پیش کر رہے ہیں۔

وزیراعلیٰ، شری وسنت دادا پاٹل نے شہر سولاپور میں جھونپڑپٹی کے باسیوں کے لئے 'اپنا گھر' اسکیم کا افتتاح کیا اور دستاویزات متوقع مالکان کے سپرد کیں۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں (بائیں جانب) چند مکانات جو سولاپور میونسپل کارپوریشن نے اسکیم کے تحت اسٹیٹ بنک آف انڈیا کی جانب سے ملی امداد اور جھونپڑپٹی کے باسیوں کے تعاون سے تعمیر کئے ہیں۔ اس پوری اسکیم کی لاگت ۲۴ء۳۴ کروڑ روپے ہے۔ دائیں جانب وزیراعلیٰ ایک مالک کو کاغذات ملکیت دے رہے ہیں۔ شری سوشیل کمار شندے، وزیر مملکت برائے مالیات تشریف فرما ہیں اور سولاپور کے میئر شری وشوانا تھیا بھوگدے وزیراعلیٰ کے دائیں بازو پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری رام راؤ آدک، وزیر آبپاشی اور قانون و عدلیہ نے ۲۱ر اپریل کو ہٹمنٹ کالونی 'رام راؤ نگر' کا افتتاح فرمایا جو گھوٹی، تعلقہ اگت پوری، ضلع ناسک میں بے گھر کھیتی مزدوروں کے لئے تعمیر کی گئی ہے۔

ضلع ناگپور میں منائے گئے 'خاتمۂ چھوت چھات' پندھرواڑہ کی اختتامی تقریب میں ملی جلی شادی کرنے والے پانچ جوڑوں کو مبارکباد دی گئی اور ہر جوڑے کو ۵ سو روپے کی رقم سلامی میں دی گئی۔ زیرنظر تصویر میں ڈاکٹر پی ایم ڈیکاتے، وزیر برائے زراعت ایک جوڑے کو بدھائی دے رہے ہیں۔

شری ایس. جی گھولپ، وزیر مملکت برائے محصول، ضلع تھانے کے مقام مربا کے لئے ۱۳ء۸۷ لاکھ روپے لاگت کی جدید اسکیم برائے فراہمی آب کا افتتاح فرما رہے ہیں۔

۸ مئی کو شری وائی. بی چوان نے شہید بھگت سنگھ کے ساتھی راج گرو کے مجسمہ کی راجگرو نگر، ضلع پونے میں نقاب کشائی کی۔ تصویر میں بائیں طرف شری شرد پوار، وزیر برائے انڈسٹریز نظر آ رہے ہیں۔

تھانے ضلع نے اپنے مقررہ نشانے ۲۴۰ لاکھ روپے سے زیادہ ۲۷۶ لاکھ روپے چھوٹی بچت میں جمع کرکے انعام حاصل کیا۔ یہ تقریب ضلع پریشد ہال میں ۶ مئی کو منعقد ہوئی تھی جس میں وزیر مال شری وائی. جے موہیتے، یہ ملنی دیمیلا تائی رانگنیکر کو انعام دیتے ہوئے (درمیان میں بائیں طرف)

شری کے. کے موگھے ایڈیشنل چیف سیکریٹری نے کھیل کود کے مقابلے میں فاتح کو انعام سے نوازا۔ یہ سالانہ تقریب منترالیہ اور اس سے ملحقہ دفاتر کی سے ۱۶ مئی کو رنگ بھون میں منعقد ہوئی تھی۔ تصویر میں شریمتی مالتی تائی جے دیا، سیکریٹری برائے محصول بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔
(درمیان میں دائیں طرف)

ناسک ضلع کے کالوں تعلقہ میں بو مدیندی بر یہ پل ۵ء۵ لاکھ روپے کی لاگت سے بنایا گیا ہے جس کا افتتاح وزیر مملکت برائے پبلک ورکس شری اے. ٹی پوار نے کیا۔

اپنے کھیتوں کو
سرسبز
یکھنے کا خواہاں
ارش کا
نتظر کسان

گھٹائیں، جو موسم باراں کی آمد کی نشاندہی کرتی ہیں۔
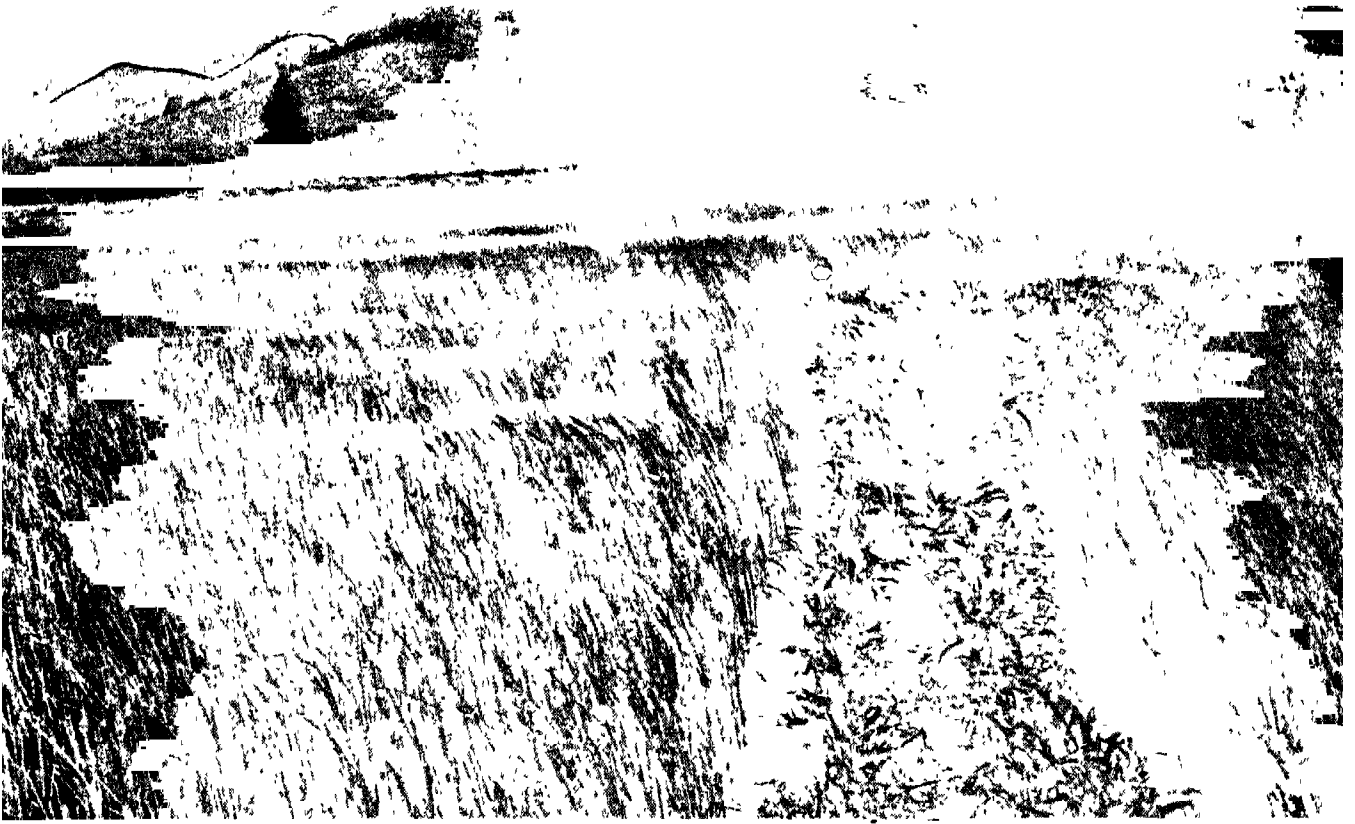
★ ضلع پریشد - جمہوریت کی تربیت گاہ

★ ہندوستان کے پوتر جنگلات

★ متعدی بیماریوں کے انسداد کے لئے پانی کو جوش دینا ضروری

قومی راج

۲۵ جون ۱۹۷۸ء

قیمت : ۵۰ پیسے

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۵ ؛ ۲۵ جون ۱۹۷۸ء ؛ شمارہ ۱۲

سالانہ: دس روپے ؛ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔اے۔ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سخنہائے گفتنی

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ پانی کی آلودگی ہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ پانی کی آلودگی دور کرنے کے لئے جتنے بھی گھریلو طریقے رائج ہیں ان میں سب سے کارگر نسخہ ہے پانی کو جوش دینا۔ اسی عنوان کے تحت شری دیودتا ناڈکرنی کا مضمون شریک اشاعت ہے جو خاص طور سے بمبئی جیسے بڑے شہروں میں رہنے والوں کے لئے مفید ہوگا۔

قومی راج کے اکثر شماروں میں مہاراشٹر کے جنگلات پر لکھا جا چکا ہے، زیرِ نظر شمارے میں بھی جنگلات پر ایک خصوصی مضمون شائع کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کو ان فوائد سے روشناس کرایا جا سکے جو سماج کو جنگلات سے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح "ضلع پریشد" کے بارے میں دوسرا خاص مضمون ہے۔

جگن ناتھ آزاد صاحب نے قارئین قومی راج کے لئے ایک خاص تحفہ "لاہور میں ایک صبح" پیش کیا ہے جو شریک اشاعت ہے۔ ساتھ ہی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے عظیم مفکر کوتلیا سے متعلق ایک خاص مضمون شامل ہے۔ اپنی رائے سے نوازتے رہیں۔

خواجہ عبدالغفور

قومی راج میں شائع شدہ مضامین حوالے کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کئے جا سکتے ہیں، تاہم جس شمارے میں مضمون شامل ہو، اس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن کے نام ضرور روانہ کی جائے۔

(ادارہ)

قومی راج کے علامہ اقبال نمبر سے متعلق قارئین کے خطوط سے اقتباسات

• **جناب کالیداس گپتا رضا ۔ بمبئی**
قومی راج کا معیار پہلے سے قطعی بلند ہے اور 'اقبال نمبر' کا تو کہنا ہی کیا۔ مجھے امید ہے کہ قومی راج بالآخر ایک ترقی یافتہ رسالہ ہوگا اور تشنگانِ ادب کی پیاس بجھانے میں معاون ثابت ہوگا۔

• **جناب عثمان عاجز صاحب، بمبئی ۵۰**
قومی راج کا 'اقبال صدی نمبر' پڑھ کر دل کو جو مسرت حاصل ہوئی ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔ اس نمبر کے تمام مضامین کا انتخاب عمدہ اور بہترین ہے جو بڑے معلوماتی اور سلجھے ہوئے ہیں۔ طلبہ و طالبات کے لئے 'اقبال صدی نمبر' معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ جس محنت اور لگن سے اس نمبر کو شائع کیا گیا ہے اس کیلئے ادارہ قابلِ مبارکباد ہے۔

• **جناب خلیل احمد خاں ندیم، مسلم لائبریری، بمبئی ۳**
علامہ اقبال صدی پر بیشتر رسائل و جرائد نے اپنے اپنے خصوصی نمبر شائع کئے لیکن ان میں 'قومی راج' نے اپنی انفرادیت کا ثبوت دیا۔ 'اقبال نمبر' میں تمام تر مضامین اپنی مثال آپ ہیں۔ خراجِ عقیدت کے طور پر شکیل انصاری اور منشاء الرحمٰن خاں منشاء کی کوشش خوب ہے۔ مہاتما گاندھی کا خط شائع کرنے پر رسالہ 'قومی راج' مبارکباد کا مستحق ہے۔

• **جناب عبدالرؤف قمر ۔ کھنڈوہ**
قومی راج کا 'اقبال نمبر' نظر نواز ہوا۔ یہ آپ کی جد و جہد، لگن اور پُر خلوص کاوشوں کا آئینہ دار ہے۔ 'اقبال نمبر' دیکھ کر یقین ہو چکا ہے کہ حکومتِ مہاراشٹر ایسے کئی عظیم ترین خصوصی نمبر ترتیب دے کر اُردو ادب کے خزانے میں گرانقدر اضافہ کرے گی۔

• **جناب عبدالغفار صاحب، ربے روڈ، بمبئی**
قومی راج کا "اقبال صدی نمبر" اپنی مثال آپ ہے۔ اپنے مضمون "اقبال... جوشیلے، جذباتی اور پکے مسلمان" میں، مضمون نگار کی جرأتِ اظہار کا میں قائل ہوں۔ بہرکیف اتنا شاندار نمبر پیش کرنے پر دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔

• **جناب خورشید نعمانی، مہارشی دیانند کالج، بمبئی**
'اقبال نمبر' باصرہ نواز ہوا۔ صوری و معنوی حیثیت سے یہ نمبر قابلِ قدر ہے۔ اس قدر کم وقت میں آپ نے اچھی کوشش کی ہے۔ متنوع مضامین، خوبصورت سرورق، معیاری تصاویر اور گاندھی جی کی تحریر کا عکس بہت خوب ہے۔ حکومتِ مہاراشٹر صحیح معنوں میں قابلِ مبارکباد ہے کہ اس نے نہ صرف اُردو بلکہ ہندی اور مراٹھی میں بھی اقبال نمبر شائع کئے۔
(نوٹ: انگریزی، سندھی اور گجراتی میں بھی شائع کیا گیا ہے۔)

• **جناب مقیت اعظمی صاحب، اینگلو اُردو ہائی اسکول، دھولے**
قومی راج کا 'اقبال نمبر' دیکھ کر اس وقت سے بار بار یہ خیال ذہن میں پیدا ہوتا رہا کہ کس طرح ایک عظیم مفکر، فلسفی اور شاعر کی عظیم شخصیت کے ہر پہلو کو قومی راج کے صفحات میں سمیٹنا ممکن ہو سکا۔ حقیقت کو پردے میں چھپانا کسی بھی طرح ممکن نہیں ہے۔ حکومتِ مہاراشٹر قابلِ مبارکباد ہے اور ساتھ ہی ساتھ 'اقبال نمبر' کے شرکاء بھی صحیح معنوں میں حقدار ہیں۔ آپ کی محنت اور کوشش تمام تر داد و تحسین کی حقدار ہے۔

• **جناب رفیق جعفر صاحب، ملاڈ، بمبئی**
قومی راج، مہاراشٹر کے اُردو داں عوام کے لئے نعمت سے کم نہیں۔ "اقبال نمبر" کی اشاعت پر مبارکباد قبول فرمائیے۔

• **جناب مظہر السعید ۔ بنگلور**
قومی راج کے "علامہ اقبال نمبر" کی اشاعت پر میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیے۔

ہندوستان کے پوتر جنگلات
مسلسل تحفّظ کی ضرورت

• مادھو گاڈگل
سینٹر فار تھیوریٹیکل اسٹڈیز، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس، بنگلور
اور
• وی۔ ڈی ورتک
مہاراشٹر ایسوسی ایشن فار دی کلٹیویشن آف سائنس، پونے

قدرتی عجائبات کا تحفظ ہندوستان کی قدیم روایات میں سے ہے. یہ روایت واقعتاً اتنی قدیم ہے کہ سماج کو زراعت، شکار اور اجتماعیت کا کماحقہٗ شعور تھا ہی نہیں. پیپل اور امبر جیسے درختوں اور لنگور و نیل گائے جیسے جانوروں کو جو تحفظ حاصل ہے وہ آج بھی مشہور و معروف ہے. ایسی مثالوں کی بھی کمی نہیں جن میں نباتات اور آبی مخلوقات کی پوری نوع و قسم کو صرف اس بناء پر تحفظ مل گیا کہ ان کا سلسلہ کسی ایسے مقام سے وابستہ تھا جہاں کی جھیل یا ندی یا جنگلاتی زمین کسی دیوی سے تعلق رکھتی تھی.

جوں جوں مذہبی روایتی عقائد کمزور ہوتے گئے ان درختوں اور مخلوقات کی قسموں اور نسلوں کو جو روایتی تحفظ حاصل تھا اس میں فرق پڑتا گیا یہاں تک کہ اب ان کے لئے تحفظ سے محروم ہونے کا خطرہ پیدا ہو چلا ہے لیکن ہمیں اپنی ان قدیم وراثتوں کو باقی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اس سائنسی کے دور میں قدیم روایات کے قدرتی تحفظ کا کوئی سلسلہ ہو سکے.

ایسی وراثتوں میں پوتر جنگلات بہت ہی قیمتی اشیاء ہیں. ان متبرک جنگلات کے نشانات ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جو کہ مکمل طور پر یا کسی حد تک انسانی مداخلت سے مذہبی عقائد کی وجہ سے محفوظ ہیں ان متبرک جنگلات سے منسلک یہ مذہبی عقیدت مندی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ طریقہ بہت ہی قدیم ہے جس کی کڑیاں سماج کے شکار و اجتماعیت کے زمانے سے جڑی ہوئی ہیں. مختلف علاقوں کی آب و ہوا کی وجہ سے جو نباتات اُگ آتی ہیں وہ اس بات کی توثیق کرتی ہیں کہ پوتر جنگلات انسانی مداخلت سے کافی لمبے عرصے تک محفوظ تھے.

یہ پوتر جنگلات گنجان درختوں سے جو مختلف اونچائی کے ہوتے ہیں، بھرے ہوئے ہیں. ان جنگلات میں بہت سے قدیم اور اعلیٰ نوع اقسام کے درخت اور بیل کے پودے پائے جاتے ہیں. بڑے بڑے جنگلات واقعتاً فطرت پرستوں کے لئے کھلا خزانہ ہیں. جو قسم قسم کے نباتات اور کمیاب درخت کی شکل میں پائے جاتے ہیں. جیسے جیسے جنگلات صاف کرنے کی کوشش جاری کی گئی یہ درخت اور بھی زیادہ کمیاب ہوتے جا رہے ہیں. یہ پوتر جنگلات درختوں پر بسنے والے پرندوں اور دودھ پلانے والے جانوروں خصوصاً بندروں اور دوسرے جنگل میں بسنے والے جانوروں کے آخری پناہگاہ کی طرح خدمت کر رہے ہیں.

دو مثالیں: ہم ان پوتر جنگلات کا قدرتی منظر مہاراشٹر میں پائی جانیوالی دو مثالوں سے پیش کر رہے ہیں (۱) پونے ضلع کے ویلھے تعلقہ کے مان گاؤں میں جننی دیوی کا جنگل (۲) قلابہ ضلع کے سری وردھن تعلقہ کے گانی میں کلکی دیوی کا جنگل۔ یہ دونوں جنگلات بہت عظیم ہیں اور اب تک ہم نے ان سے بڑے جنگلوں کا معائنہ نہیں کیا ہے۔ یہ جنگلات پندرہ ہیکٹر کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں. اور مغربی گھاٹ کے دامن میں واقع ہیں. جہاں تقریباً ...۴ ملی میٹر بارش جون تا ستمبر کے مہینوں میں ہوتی ہے اور اس بارش کی وجہ سے کوہستانی جنگلاتی بہار قائم رہتی ہے۔

مانگاؤں، پان شیٹ ذخیرۂ آب کے جنوب مغرب میں مانگاؤں کے موٹر لانچ اسٹاپ سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے. یہ جنگل گاؤں سے تقریباً پون کلومیٹر کے فاصلے پر ۳۰° تا ۴۰° پہاڑی ڈھلان پر پھیلا ہوا ہے۔ ان جنگلات کا تقریباً پانچ ہیکٹر علاقہ ۱۹۴۸ء میں کاٹ ڈالا گیا لیکن اس جنگل کو اس کے بعد سے کبھی چھیڑا نہیں گیا اور اب یہ درختوں سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ اس کا شمار دوسرے نمبر کے جنگلات میں ہوتا ہے۔ دوسری دس ہیکٹر جگہ اپنی ابتدائی

بوِنتر جنگل 'دیوی جپّی'، جومان گاؤں 'اعلقہ وڈہ' ضلع تُرتے میں واقع ہے، اس کا رقبہ تقریباً ۱۵ ہیکٹر ہے۔

حالت پراب تک قائم ہے۔ یہ قدیم جنگل ۱۰ تا ۳۰ میٹر اونچے درختوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان درختوں کے نیچے نباتاتی جھاڑیاں ہیں۔ یہ جنگل برا (YERA)، جامن اور انجن کے درختوں سے پُر ہے۔ خصوصاً قابلِ ذکر بھورے اور پی پر کی اقسام ہیں۔ یہ جنگل سنیکا کائی اور املی جیسی بیل والے پودوں سے بھرا پڑا ہے۔ جپّی دیوی اس جنگل کی حکمراں ہے۔ اب وہ ایک سادہ مورتی کی صورت میں ایک قدیم مندر میں ہے۔ تاہم اُسے یہ رتبہ بھی حال ہی میں ملا ہے۔ ابتداً وہ غیر مورتی نما پتھروں کے مجموعے کی صورت میں تھی جو کھلے میدان میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ پتھر اب بھی مندر میں ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ایک اور بھی پتھر ہے جو ملیر د شابا، مانگاؤں کے قبیلے 'پولیکر' کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ دیوی جانوروں کی قربانی چاہتی ہے اور فطرتاً وہ درندہ خو ہے۔ ایسا عقیدہ ہے کہ دیوی کی نسوانیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ پوجا پاٹ اس وقت سے شروع ہوئی جب سے کہ سماج شکار و اجتماعیت کے زمانے میں تھا اور وہ بدالنس کے معجزوں سے بہت خوفزدہ تھا اور جب مردوں کا غلبہ بہت کم تھا۔ یہ حقیقت کہ مندر بہت ہی قریب زمانے کا اور گاؤں سے بہت دور ہے' اس خیال کو اور بھی تقویت پہنچاتا ہے کہ یہ عقیدت مندی اس وقت سے شروع ہوئی جب کہ سماج مستقل سکونت اختیار کیے ہوئے نہیں تھا۔

کسی بھی نباتاتی اشیاء کو، یہاں تک لکڑیاں بھی ان جنگلات سے اُٹھا کر لے جانا قابلِ لعنت یا ناجائز ہے۔ اس گاؤں کے لوگ اس عقیدے کو اب بھی پورے خلوص کے ساتھ بہت عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تاہم کبھی کبھار ان جنگلات سے لکڑیوں کو ماضی میں دیوی کی خاص اجازت سے کسی حادثے کے وقت مثلاً گاؤں میں کسی شدید آگ کے وقت، لے جایا جاتا تھا۔ اس طرح کی کبھی کبھار ہونے والی خلاف ورزیوں کے علاوہ یہ جنگل ۱۹۴۸ء تک اپنی قدیم حالت میں برقرار تھا۔ اُس وقت جنگل کی ملکیت پر اس گاؤں کے دو قبیلوں میں تنازعہ پیدا ہو گیا۔ یہ تنازعہ حکومت نے اس طرح حل کیا کہ پورے جنگل کو بذریعہ نیلام بیچ ڈالا گیا۔ پونے کے ایک کوئلے کے بیوپاری نے اس پورے جنگل کو نیلام میں خرید لیا اور اس کو بیرونی قبیلہ کٹشکری کے مزدوروں سے کٹوانا شروع کر دیا۔

اس گاؤں کے لوگ اس تباہی سے بہت ناراض ہوئے۔ لیکن بعد میں انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ اس سے پیسہ کما لیا جائے جبکہ تباہی

قومی راج

نز بر ہے. انھوں نے یہ محسوس کیا کہ دیوی کے غضب کا نشانہ یہ سوداگر
ں ہوگا. اس لئے انھوں نے کٹکریوں کو جنگل کاٹنے سے روکا اور اپنے
ب کو اس خدمت کے لئے پیش کر دیا، اور اس صلے میں کٹکریوں سے
یادہ مزدوری کا مطالبہ کیا. یہ تنازعہ بھی کافی لمبے عرصے تک چلتا رہا. آخر
ر اس سوداگر کو راضی ہونا پڑا اور اس گاؤں کے رہنے والوں نے ۵
لٹر کے جنگلات کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اس کے بعد پھر ایک نیا تنازعہ شروع ہوگیا اور یہ تنازعہ اس وقت
م ہوا جبکہ وہ سوداگر خون کی قے آنے پر یکایک مرگیا. گاؤں والوں
ے اس بات کا فیصلہ کیا کہ یہ موت اس سوداگر کے لئے ایک سزا تھی
ں لئے کہ اس نے دیوی کے پوتر جنگل میں بے جا مداخلت کی.

درختوں کے کاٹنے کے کام کو فوراً روک دیا گیا۔ اس طرح جنگل کا باقی
ندہ حصہ اس تباہی سے محفوظ رہ گیا۔ آج علاقے کے باقی ماندہ حصے
ٹ کر صاف کر دیئے گئے ہیں اور جنتی دیوی کا یہ جنگل اعلیٰ قسم کی
انات کے لئے ایک پناہ گاہ بن چکا ہے۔

یہ پوتر جنگل شرپور دھن سے ۲۰ کلومیٹر دور گانی گاؤں میں بلند
رہموار پہاڑ پر واقع ہے۔ پہاڑ کے دامن تک بس یا جیپ کے ذریعہ
پہنچا جا سکتا ہے لیکن اس گاؤں تک پہنچنے کے لئے تقریباً ۵ کلومیٹر
تک پہاڑ پر چلنا پڑتا ہے. کلکائی کا پوتر جنگل اس گاؤں سے تقریباً
نصف کلومیٹر پر کسی قدر ڈھلان پر واقع ہے. یہ جنگل ۱۵ ہیکٹر مربع جگہ
تک پھیلا ہوا ہے اور یہ مکمل طور پر اپنی ابتدائی حالت میں قائم ہے۔
اس جنگل کو جہاں تک انسانی دماغ کام کرتا ہے' اب تک کاٹا نہیں گیا.
یہ جنگل ایسے درختوں سے بھرا ہوا ہے جن کی اونچائی ۲۰ تا ۴۰ میٹر تک ہے
تھوڑی بہت جھاڑیاں بھی ہیں اور بہت سی بیلوں کے پودے بھی پائے
جاتے ہیں۔ اس جنگل میں سب سے اہم درخت گرود ہے' جس کا تنا
۵ میٹر سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

اس جنگل کی حکمراں دیوی 'کلکی' ہے وہ غیر مورتی نما شکل میں
ہے اور کھلے آسمان کے تلے رکھی ہوئی ہے۔ وہ خون کی قربانی کا مطالبہ
کرتی ہے۔ یہاں بھی مانگاؤں کی طرح عقیدت مندی ظاہر کی جاتی ہے.
درخت سے بھی لکڑی کو کاٹنا قابل لعنت فعل سمجھا جاتا ہے. لیکن درخت
کی سوکھی لکڑی اور پتیوں کو اُٹھا کر لے جانا اب قابل لعنت فعل نہیں
سمجھا جاتا ہے۔

مانگاؤں کی طرح یہاں بھی اطراف کی جگہوں کو جنگل سے پاک کر دیا
گیا ہے. اس طرح کی صفائی گاؤں والوں کو بہت کھلی ہے. اب ان

پوتر جنگل' دیوتا سوخی لوا' حو دھامن داہل' تعلقہ ملشی' ضلع پونے میں واقع ہے۔

کو کوئلے کے طور پر استعمال کے لئے لکڑی اور پتیاں میسر نہیں آرہی ہیں۔ انھیں اپنے کھیتوں کو گھیرنے کے لئے بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مزید برآں گاؤں کے کنویں کے علاوہ جنگل میں واقع ایک چشمہ کا پانی بھی دستیاب ہے۔ جنگل کی صفائی کرنے سے بہت سے چشمے سوکھ گئے ہیں۔ اس لحاظ سے جنگل میں پایا جانے والا سال بھر بہنے والا یہ واحد چشمہ ہے جو جانوروں اور کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو پانی فراہم کر رہا ہے۔

گانی گاؤں کے لوگوں کو اب اپنی معیشت کو سنبھالنے میں جنگل کے اہم کردار کا علم ہو گیا ہے۔ اس جنگل کو دوسرے جنگلوں کی طرح، مالیاتی ریکارڈ میں مندر کی زمین کی طرح نوٹ کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو اس وقت تک چھیڑا نہیں جا سکتا جب تک کہ مندر کے ٹرسٹ کی طرف سے اجازت نامہ نہ مل جائے۔ یہاں کے گاؤں والے جو کہ ٹرسٹی کے فرائض انجام دے رہے ہیں اس بات کے خواہشمند نہیں ہیں کہ وہ حاصل ہونے والے کوئلے اور پانی کے ذرائع کو بھی کھو بیٹھیں۔ لیکن اتفاقاً جنگل کی زمین کا کچھ حصہ جنگلی زمین کی طرح نوٹ کیا گیا ہے۔

۱۹۷۲ء میں جب اس جنگل کو کاٹنے کی باری آئی تو محکمہ کے آفیسروں نے کاٹے جانے والے درختوں پر کچھ نشانات لگا دیئے۔ وہاں گاؤں والے اس فعل پر بہت خفا ہوئے۔ اور اس معاملے میں ہم سے مدد چاہی۔ ہم نے جنگل کا معائنہ کیا اور گاؤں والوں کے کیس کو مضبوط پایا۔ اس لحاظ سے ہم نے محکمۂ جنگلات کو لکھا اور ہمیں اس بات کی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اس محکمہ نے ہماری درخواست پر درخت کاٹنا بند کر دیئے۔

جغرافیائی تقسیم:

اس قسم کے پوتر جنگلات دنیا کی تہذیب میں بہت پرانے عجوبے شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا قدیم یونانی اور سنسکرت ادبیات میں ذکر ملتا ہے اور یہ ہندوستان کے علاوہ بہت سے دوسرے ممالک جیسے گھانا، نائیجیریا، سام اور ترکی میں آج بھی موجود ہیں۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نئی دنیا اس عجوبے سے بالکل نابلد ہے۔ ہندوستان میں مہاراشٹر، کرناٹک اور کیرالا میں مغربی گھاٹ کی پوری پٹی پر یہ جنگلات بسے ہوئے ہیں۔ ان پر اتروں کا راج ہے۔

راجستھان میں اراوی پہاڑیوں کے جنگلات کو جوگ مایا دیوی کے نام سے معنون کر دیا گیا ہے۔ اس قسم کے متبرک جنگلات شمال مشرقی ہندوستان کی پہاڑی ریاستوں میں بھی واقع ہیں اور ان میں کمیاب جڑی بوٹیوں کے پودے اور درخت پائے جاتے ہیں۔

غالباً ہندوستان کا سب سے زیادہ پوتر جنگل مدھیہ پردیش کے سرگوجا ضلع میں واقع ہے۔ یہاں تقریباً ہر گاؤں میں ۲۰ ہیکٹر تک پھیلے ہوئے جنگل پائے جاتے ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس جنگل کے نہ صرف درختوں اور پودوں کو تحفظ بخشا گیا ہے بلکہ یہاں پائے جانے والے جانور بھی اس مکمل تحفظ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ یہ جنگلات اس لحاظ سے سُم دار جانوروں کے لئے پناہ گاہوں کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ جنگلات یہاں سرانا جنگلات کے نام سے بھی مشہور و معروف ہیں۔ لفظ "سرن"، سنسکرت زبان کے لفظ "شرن" سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی پناہ گاہ ہیں۔

معاشی اہمیت:

جب سے جنگلات کو درختوں سے پاک کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، متبرک جنگلات میں بہت سے پودوں کی قسمیں ختم ہو گئیں۔ بہت سے پودے اس قسم کے ہوتے ہیں جن کا دار و مدار جنگلاتی فضا کے قائم رہنے پر ہی ہوتا ہے اس کی مثال قلابہ ضلع میں شری وردھن تعلقہ کے تن بڑ گاؤں میں ملتی ہے، اس مقابلتاً چھوٹے جنگل میں گربی یا گائیدھری کی اعلیٰ قسم پائی جاتی ہے یہ پھلی دار بیل ہے۔ یہاں کے مقامی لوگ اس بیل کی چھال کو جانوروں کو سانپ کے ڈسنے پر بطور علاج استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں یہ بتلایا گیا کہ ۴۰ کلومیٹر کے علاقے میں صرف یہی ایک بوٹی ہے اور لوگ دور دور کا سفر کر کے آتے ہیں تاکہ اس بیل کی چھال کو بطور دوا استعمال کر سکیں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ پوتر جنگلات میں اب درختوں کی جو قسمیں محفوظ کر لی گئی ہیں ان میں بھی یہی دوا کی خاصیت پائی جاتی ہے اور یہ کافی سستی دوا ہے۔ اس پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

اس قسم کی بوٹیوں کے علاوہ یہ پوتر جنگلات نباتات کی گوناگوں اقسام سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں مہاراشٹر میں قدیم ساگوان کے درختوں والے دو جنگلات کے بارے میں بتلایا گیا۔ اگرچہ ان جنگلات کے گرد و نواح میں ساگوان کے درخت تقریباً نہیں کے برابر ہیں، یہ جنگلات پونے ضلع کے جُنّیر تعلقہ کے دھامنی اور راپوت محل کے وائی تعلقہ کے دلپورا میں واقع ہیں۔ یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ ان جنگلات میں واقع یہ ساگوان کے درخت دوسرے جغرافیائی علاقوں کے برخلاف بڑھ رہے ہیں۔ شمالی امریکہ کے جنگلات میں واقع درختوں کی نسلوں کو بڑھانے کے پروگرام سے یہ تجربات حاصل ہوئے ہیں کہ اس قسم کے پروگرام اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ پورے علاقے کی فضا درختوں کی نسلوں کو بڑھانے کے لئے سازگار ہو۔

(بقیہ ص ۲۰ پر)

قومی راج

قانونِ ادویہ اور طبیب

• وی۔ سی۔ سانے
جوائنٹ کمشنر، پونے ڈویژن
فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن
مہاراشٹرا اسٹیٹ

تقریباً تمام ترقی پذیر و ترقی یافتہ ممالک نے ایسے قوانین وضع کئے ہیں جو ارفین کو گھٹیا اور ملاوٹ کی ہوئی نقلی دواؤں سے محفوظ رکھ سکیں۔ ہندوستان ں ڈرگ اینڈ کاسمیٹک ایکٹ ۱۹۴۰ء ادویہ کی کوالٹی، درآمد، تیاری، فروخت لک میں تقسیم کو کنٹرول کرتا ہے۔ گو کہ ڈرگ ایکٹ (قانون ادویہ) اینڈ رولز تشکیل حکومت ہند نے کی ہے لیکن ان کے نفاذ کی ذمہ داری ہمہ وقت حکومت ور ریاستی حکومتوں پر ہوتی ہے۔ اس طرح ادویہ کی درآمد، نئی دواؤں کا تعارف نٹرل ڈرگ لیبوریٹری کے فرائض اور قوانین کی تشکیل، حکومتِ ہند کے ہاتھ میں ں ہے۔ جبکہ دواؤں کی تیاری، فروخت، تقسیم و کنٹرول متعلقہ ریاستی حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔

یہ ایکٹ اپنی ۳۷ سالہ عمر میں مختلف تبدیلیوں سے گزر رہا ہے۔ آزادی سے ما قبل ملک میں چند ایک کو چھوڑ کر شاید ہی ایسی کوئی قابل ذکر صنعت ہی ہو۔ اس کا تفصیلی ذکر مندرجہ بالا ایکٹ کے ضابطہ برائے کنٹرولنگ امپورٹیڈ ز اینڈ سیلز اور ڈسٹری بیوشن آف ڈرگس میں کیا گیا ہے۔ اس میں ادویہ سازی کو گرفت میں رکھنے کے لئے شاید ہی کوئی دفعہ ہو۔ گذشتہ ۳۰ برسوں ں فارماسیوٹیکل (دوا سازی) انڈسٹری نے زبردست ترقی کی ہے اور اس نت بھارت بنیادی کیمیکلز و ادویہ کے علاوہ جامع فارمولوں تک ترقی یافتہ ممالک کو برآمد کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ دوا سازی کی اس صنعت ترقی کو مذکورہ بالا ایکٹ اور اس کے قوانین کی کئی ترمیموں میں واضح کیا گیا ہے جو کہ ادویہ سازی پر مکمل گرفت رکھنے کی خاطر کی گئی ہیں۔

بھارت کی اوّلین ریاست

مہاراشٹر کو اس بات کا فخر ہے کہ وہ ریاست بھر میں اس ایکٹ (دستور) کا سختی سے نفاذ کرنے کی خاطر ایک علیحدہ شعبہ قائم کرنے والی، بھارت کی پہلی ریاست ہے۔ دی فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن آف مہاراشٹر، ایکٹ کو نافذ کرنے والی ریاستی ومت کی ایجنسی کی سخت احتیاط و خبرداری کے نتیجہ میں مصنوعی و ملاوٹی دواؤں خرابی کو ریاست سے مستقل طور پر جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا ہے اور ریاست معیاری دواؤں کی تیاری میں کوشاں ہے۔ ریاست کی دواساز صنعت تمام ملک کی کل ضرورت کا تقریباً ۱/۲ خود فراہم کرتی ہے اور شاید ملک بھر کی سب سے بڑی ڈرگ انڈسٹری ہے۔ ایڈمنسٹریشن کی کارکردگی کو ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن جیسی عالمی ایجنسیوں نے بھی سراہا ہے اور یہ جنوب مشرقی ایشیائی ممالک سے آنے والے آفیسروں کی ٹریننگ کے لئے تسلیم شدہ اداروں میں سے ایک ہے۔

دنیا کے تمام ممالک ڈاکٹروں کو ایکٹ کی کچھ دفعات پر عمل کرنے سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ امریکن فوڈ، ڈرگ اینڈ کاسمیٹکس ایکٹ، دی میڈیسن ایکٹ آف یونائیٹڈ کنگڈم، ڈاکٹروں کو ایکٹ کے بعض دفعات پر عمل آوری سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں تاکہ ان دفعات کی وجہ سے طبی پیشے میں مشکلات حائل نہ ہوں۔ دی ڈرگ ایکٹ آف انڈیا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، اس وجہ سے اس میں بھی ڈاکٹروں کو بعض دفعات پر عمل آوری سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ ایکٹ اور اس کی دفعات سے سرکاری اسپتالوں اور ڈسپنسریوں نیز رجسٹرڈ ڈاکٹروں کو دی ہوئی مستثنیات کی فہرست ادویہ مختصراً حسب ذیل ہے:

ایسی دوائیں جو ایک رجسٹرڈ ڈاکٹر نے اپنے مریض کو دی ہوں، یا انجکشن دیا جو کسی دوسرے ڈاکٹر کی درخواست پر ایک رجسٹرڈ ڈاکٹر کے ذریعے معینہ حالات میں کسی فرد کے استعمال کے لئے تیار کی گئی ہو۔ بہرصورت اس استثنیٰ کا اطلاق ایسے رجسٹرڈ ڈاکٹر پر نہیں ہوتا جو بھارت میں ایک دکان رکھتا ہو یا کاؤنٹر سے دوائیں فروخت کرتا ہو یا ادویہ کی درآمد، ادویہ سازی، تقسیم اور فروخت سے اس حد تک منسلک ہو کہ اس پر ایکٹ کی رو سے لائسنسنگ کے قواعد و ضوابط لاگو ہو جائیں۔

چند دوسری حالتوں میں استثنیٰ کی فہرست حسب ذیل ہے:

(۱) دوائیں صرف ڈرگ اینڈ کاسمیٹکس رولز ۱۹۴۵ء کے تحت لائسنس یافتہ دوا فروشوں یا دوا ساز ہی سے خریدی جائیں۔

(۲) ایسی دوائیں جن میں زہریلے اجزاء، ڈرگ رولز کے شیڈول (ای) کے مطابق ملے ہوئے ہوں، کے لئے ایک رجسٹرڈ ڈاکٹر کو ان زائد شرائط

کی تعمیل کرنا ہوگی۔

(ل) دواؤں پر دینے والے رجسٹرڈ ڈاکٹر کے نام و پتہ کا لیبل چسپاں ہونا چاہیئے۔

(ب) اگر وہ دوا بیرونی استعمال کے لیئے ہو تو اس پر 'زہر' 'بیرونی استعمال کے لیئے' کا لیبل لگا ہونا چاہیئے اور اندرونی استعمال کے لیئے خوراک متعین ہونی چاہیئے۔

(ج) ایک رجسٹرڈ ڈاکٹر کو ایک ہدایتی رجسٹر رکھنا ہوگا جس میں دی ہوئی دوا کا یا اس کی تیاری میں استعمال شدہ مرکبات کا نام یا ان کی مقدار، خوراک کا تعین، مریض کا نام، دوا دینے کی تاریخ اور تجویز کرنے والے شخص کا نام درج کرنا ہوگا۔

اسی طرح سرکاری اسپتالوں، مطب یا دہ دوا خانے جو سرکار، لوکل باڈیز یا خیراتی اداروں یا رضاکارانہ امداد پر چلتے ہیں' سی ایکٹ کے باب چہارم و دفعات پر عمل آوری جو کہ 'سیلز لائسنس کے متعلق ہے' سے مندرجہ ذیل حالات میں مستثنیٰ قرار پاتے ہیں۔

(۱) دواؤں کی تقسیم کسی تعلیم یافتہ شخص کی نگرانی میں ہونا چاہیئے۔

(۲) وہ جگہ جہاں دوائیں جمع کر کے رکھی ہوئی ہوں ڈرگ اینڈ کاسمیٹکس ایکٹ کے تحت تعین شدہ ایک انسپکٹر کے ذریعہ جانچ کے لیئے کھلی ہوں گی جو کہ اگر ضروری ہوا تو بغرض ٹیسٹ کچھ نمونے لینے کا مجاز ہوگا۔

(۳) دوائیں درست حالات میں رکھی جائیں گی۔

اخلاقی اور سماجی ذمہ داریاں

گرچہ یہ قوانین ڈاکٹروں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں لیکن ان پر دواؤں کی سپلائی کے معاملے میں کچھ اخلاقی و سماجی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً ڈرگ رولز کے تحت وہ دوائیں جو شیڈول ایچ (H) اور ایل (L) کے زمرے میں ہیں' ایک فارمیسٹ کے لیئے لازمی ہے کہ بنا کسی ہدایت نامے کے نہ دے۔ اس شیڈول میں ذیل کے اقسام کی دوائیں آتی ہیں:

(۱) بابیچوریٹس (۲) سلفاس (۳) اینٹی بائیوٹکس (۴) ایمفی ٹیمین گروپ آف ڈرگس (۵) وہ ادویات جو خطرناک ادویہ قانون کے تحت آتی ہیں (۶) سائیکوٹروپکس ڈرگس (۷) اینٹی ہسٹیمینک ڈرگس (۸) دیگر عادی بنانے والی دوائیں۔

انہی رولز کے تحت شیڈول ایچ اور ایل میں تعین کردہ مرکبات اور ایسی دواؤں کی تیاری جن میں یہ مرکبات استعمال ہوئے ہوں، کو چٹکل میں سوائے کسی رجسٹرڈ ڈاکٹر کی ہدایت کے' فروخت نہیں کی جانی چاہئیں جس میں (۱) ڈاکٹر کی اپنی تحریر، دستخط، تاریخ (۲) اور جس کے لیئے وہ دوا ہے اس شخص کا نام و پتہ اور (۳) دوائی کی کل مقدار، کھانے کی مقدار درج ہونی چاہیئے

یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ کیمسٹ شیڈول کی دواؤں کو بنا درست ہدایت کے فروخت کرنے کے مجاز نہیں ہیں اس لیئے ڈاکٹروں کو رائے دی جاتی ہے کہ وہ قوانین کے تحت ہدایتیں دیکر انتظامیہ کے ساتھ تعاون کریں تاکہ دوا فروش کو الجھنیں پیش نہ آئیں اور مریض کو دواؤں کے حصول میں دقت نہ پیش آئے۔

ماضی قریب میں ایسے مواقع بھی آئے ہیں جب رجسٹرڈ ڈاکٹروں کے سادے ہدایتی لیٹر پیڈ و لیٹر ہیڈ غیر سماجی عناصر نے چرا کر ڈاکٹر کی دستخط کی جعلی نقل کر کے اسے سائیکوٹروپک ادویہ کے حصول کے لیئے استعمال کیا ہے پیشۂ طب سے متعلق افراد بخوبی جانتے ہیں کہ سائیکوٹروپک دوائیں عادی بنا دینے والی اور بنا درست طبی ہدایت کے استعمال کرنے سے صحت کے لیئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں۔ ایڈمنسٹریشن ایسے دوا فروشوں کے خلاف سخت قدم اٹھاتی ہے جو بغیر ہدایت نامہ کے ایسی ادویہ فروخت کرتے ہیں اس لیئے ڈاکٹروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیڈ/لیٹر ہیڈ' غلط استعمال سے بچانے کے لیئے لاکر میں رکھا کریں۔

ایڈمنسٹریشن کو ایسی شکایات بھی موصول ہوئی ہیں کہ بعض دوا فروش ان دواؤں کے بدلے جن کی ہدایت کی گئی ہے متبادل دوا دیتے ہیں۔ ڈرگ رولز واضح طور پر اس کی مخالفت کرتا ہے' چاہے وہی مرکبات متبادل دوا میں بھی کیوں نہ استعمال ہوئے ہوں۔ ایسے مواقع پر ایڈمنسٹریشن فوراً قدم اٹھاتا ہے ڈاکٹروں کو چاہیئے کہ ایسے معاملات کو ایڈمنسٹریشن یا ضلعی دفاتر کے علم میں لانے سے نہ ہچکچائیں تاکہ ان کے خلاف سخت اور فوری کارروائی کی جا سکے۔

اگر دوا میں کسی قسم کی ملاوٹ کا شبہ ہو تو ایڈمنسٹریشن فوراً اس کی تحقیقات کرتا ہے۔ صرف اس طرح ہی معیاری اور اصلی ادویہ مناسب داموں پر عوام کو مہیا کی جا سکتی ہیں۔

تلخیص: اسلم پرویز

حفظانِ صحت

متعدی بیماریوں کے انسداد کیلئے پانی کو جوش دینا ضروری

• دیودتّا ایم۔ ناڈکرنی

نل سے حاصل کیا جانے والا پانی چاہے کتنا ہی صاف ستھرا ہو، چھنا ہُوا ہو یا کلورین مِلا ہُوا ہو، اپنے مخرج ہی سے خفیف جراثیم سے آلودہ ہو جاتا ہے جن میں سے کچھ تو زہریلے بھی ہوتے ہیں۔ بمبئی جیسے بڑے بڑے شہروں میں جہاں صاف پانی کے بڑے بڑے پائپ زیرِ زمین بچھائے گئے ہیں ان کے ساتھ ہی ساتھ گٹروں کے پائپ بھی متوازی چلتے ہیں اور پائپوں میں دراڑ یا سُوراخ کے ذریعے گندے پانی کا صاف پانی میں مِل جانا ممکنات میں سے ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان دراڑوں یا سوراخوں کے پیدا ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک وجہ وہ جراثیم ہیں جو ایسڈ پیدا کرتے ہیں جن سے پائپوں میں سوراخ ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ باریک سے باریک جراثیم جو کہ گندے پانی کے پائپوں میں سطحِ زمین سے داخل ہوتے ہیں وہ بھی آلودگی پیدا کرتے ہیں۔

دنیا کی بڑی سے بڑی اور بہترین انتظامیہ کے لئے بھی یہ ایک ناممکن امر
لدہ میلوں لمبے بچھائے گئے پائپوں کی ہر وقت نگرانی کرتی رہے۔
ں کا گندہ پانی، صاف پانی کو آلودہ کرنے میں سب سے اوّل ہے،
ے شہروں میں خطرناک حد تک پینے کے پانی کو آلودہ کرتا ہے۔
اس قسم کے جراثیم سے جو آلودگی پیدا ہوتی ہے اس سے ٹائیفائڈ، ی
د، پیچش، کالرا اور بے شمار دیگر بیماریاں وجود میں آتی ہیں۔ ٹائیفائڈ
بیگولاسس بڑی حد تک آلودہ غذا کے استعمال سے ہوتا ہے۔ نالی
پانی میں آلودگی پھیلانے والے اور بہت سے عناصر موجود رہتے ہیں،
سوراخوں سے داخل ہو کر اپنا کام انجام دیتے رہتے ہیں۔
ہندوستان میں کالرا اور یرقان یہ دو بیماریاں زیادہ پھیلتی ہیں۔
پھیلانے والے جراثیم "ویرس کولاری" چھنے ہوئے یا کلورین گھولے
ئے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے لیکن جیسے ہی آلودہ پانی اس میں داخل
ہے، ان جراثیم کو کافی تقویت مل جاتی ہے۔ اس بیماری کے پھیلنے
طلب یہی ہے کہ پانی آلودہ ہو چکا ہے۔
دیہاتوں میں چونکہ صاف ستھرا اور کلورین ملا پانی دستیاب نہیں
اس لئے دیہی علاقوں کو زیادہ خطرناک صورت کا مقابلہ کرنا پڑتا
کچھ ندیوں کا پانی تو اس حد تک آلودہ ہے کہ کلورین کی کافی مقدا

کے باوجود بھی پانی میں "ویرس کولاری" کی موجودگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ دریافت ہوئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے ذرّات میں یہ جراثیم چپک جاتے ہیں اور اس طرح کلورین ملانے پر بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ جراثیم کش دواؤں کے استعمال سے پہلے پانی کو صاف ستھرا کیا جائے۔

یرقان "وائرس" کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ "وائرس" ٹائیفائڈ پھیلانے والے جراثیم "ویرس کولاری" سے بھی مہین ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم بھی وباء پھیلانے کی خاص وجہ ہیں جو سڑی ہوئی غذا اور رُکے ہوئے پانی میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی وبائی بیماریوں کا اگر فوری اور وقت پر علاج نہ کرایا جائے تو مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان تمام مسائل کا حل ہر گھر میں، ہر شہر اور ہر دیہات میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کر کے پیدا کیا جا سکتا ہے اور بڑے سے بڑے خطرے سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

گھریلو عام طریقہ: گھروں میں سب سے عام طریقہ پانی کو اس آلودگی سے پاک کرنے کا یہی ہے کہ پانی کو جوش دے دیا جائے۔ اگر پانی کو اچھی طرح جوش دیا گیا تو اس میں موجود تمام جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔ عام طور سے جیسے ہی پانی گرم ہوتا ہے لوگ

اپنے اسٹو بند کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ پانی کو متواتر جوش دیتے رہنا چاہیئے، کیونکہ کچھ جراثیم ایسے ہوتے ہیں جو کم جوش دیئے گئے پانی میں بھی محفوظ رہ جاتے ہیں اور یہ اس وقت ہی ختم ہوتے ہیں جب کہ پانی کا درجۂ حرارت ۲۱۲° فارن ہیٹ ہو۔

کم جوش دیئے گئے پانی میں ان کے زندہ رہ جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے گرد ایک حالہ بنا لیتے ہیں جو کم جوش دیئے گئے پانی میں ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ حالانکہ ایسے موقع پر ان کی نقصان پہنچانے کی قوت کم ہو جاتی ہے مگر جیسے ہی حالات سازگار ہوتے ہیں اور پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے وہ چاق و چوبند ہو جاتے ہیں۔ یہ "اسپورس" اس وقت تک ختم نہیں ہوتے جب تک کہ پانی کو خوب اچھی طرح جوش نہیں دیا جائے۔ ہر قسم کے چھوٹے چھوٹے جراثیم "اسپورس" پیدا کرنے یا بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور کم جوش دینے پر بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ، وہ جراثیم (وائرس) جو یرقان، جیسی بیماری پیدا کرتے ہیں گرمی کی شدت برداشت کرنے کی قوت رکھتے ہیں مگر چند ہی منٹ میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ احتیاط کے طور پر یہ ضروری ہے کہ پانی کو کم از کم بیس منٹ تک اُبلنے دیا جائے۔

وہ لوگ جو پہاڑی علاقوں پر رہتے ہیں انھیں پانی کو جوش دیکر ہی بےفکر نہ ہو جانا چاہیئے کیونکہ اونچی جگہ پر سطح سمندر کے مقابلے میں پانی کا درجۂ حرارت کم ہوگا جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس شدت سے جراثیم محفوظ رہ جائیں پانی کو جوش دینا ہی سب کچھ نہیں ہے جوش دینے سے پہلے پانی کو چھاننا بھی ضروری ہے۔ جوش دیئے گئے پانی کو کھلا چھوڑ دینا ایسا ہی ہوگا جیسے غیر جوش دیا گیا پانی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جوش دیئے گئے پانی کو مناسب طریقہ پر ڈھک دیا جائے۔ مناسب تو یہ ہوگا کہ اسے چھوٹے مُنہ والی شیشیوں یا برتن میں بھر لیا جائے۔ برتن کا جتنا چھوٹا منہ ہوگا پانی اتنا ہی زیادہ محفوظ رہے گا۔ ڈھکن ہوا بند ہونا چاہیئے۔ پانی جمع کرنے سے پہلے برتن یا شیشی گرم پانی سے صاف کر لینا بھی ضروری ہے۔ پانی پیتے وقت اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ برتن یا شیشی کے کُھلے ہوئے منہ پر نہ تو کھانسا جائے اور نہ چھینکا جائے ہاتھ صاف رکھ کر ہی پینے کے پانی کے برتن استعمال کئے جائیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بغیر جوش دیا گیا پانی اگر فریج میں رکھا جائے تو محفوظ رہتا ہے، یہ ایک غلط خیال ہے۔ جس طرح بھی پانی جمع کریں، پہلے اسے جوش دینا انتہائی ضروری ہے۔

پانی کو صاف اور آلودگی سے پاک رکھنے کے لئے مائیکرو فلٹر کا استعمال بڑا مفید ثابت ہوا ہے۔ اگر روپے کا سوال نہ ہو تو ہمارے پینے کے پانی کے بہت سے مسائل مائیکرو فلٹر کے استعمال سے، جو کہ ہندوستان میں آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ حل ہو سکتے ہیں۔ تاہم جوش دیا ہوا پانی استعمال کرنے سے کم از کم ان بیماریوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے جو پانی کے ذریعے جراثیموں سے پھیلتی ہیں۔

اتنا سب کچھ کہنے کے بعد اس پُرانی کہاوت پر عمل کرنا ہی مناسب ہوگا کہ "علاج سے بہتر احتیاط ہے۔"

ملخص ریاض احمد خاں

بڑے بڑے شہروں میں
گٹر کا رُکا ہُوا،
گندہ پانی،
پانی کے پائپ میں
پیدا ہو جانے والے
سوراخوں کے ذریعہ
اندر داخل ہو کر
آلودگی پیدا کرتا ہے،
جس کا استعمال
خطرناک ہوتا ہے۔
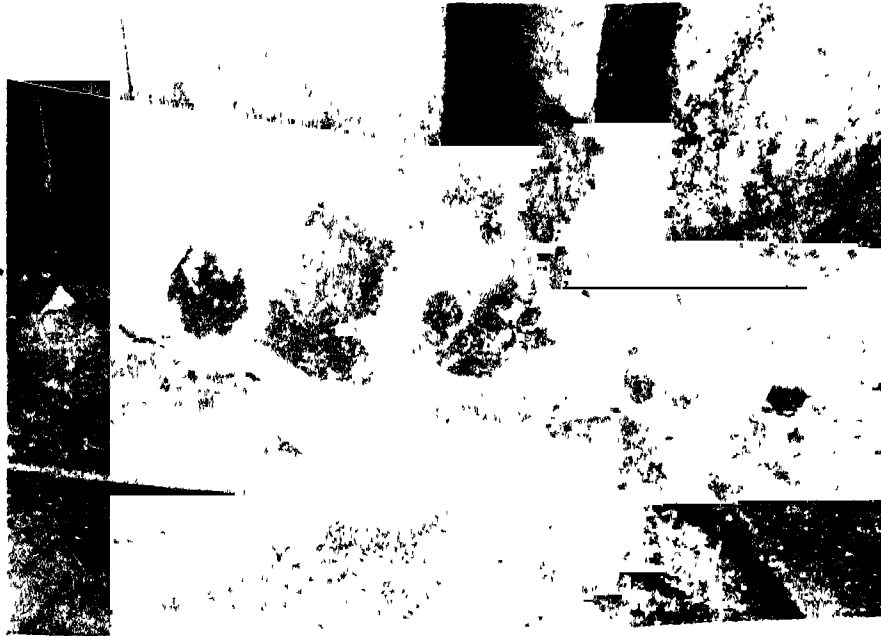
ضلع پریشد: جمہوریت کی تربیت گاہ

• آر۔ اے۔ زبیری ـــ سابق سکریٹری، محکمۂ دیہی سدھار

مہاراشٹر میں فی الحال ۲۵ لا مرکزی اور پوری طرح سے ترقی یافتہ الگ الگ ادارے ہیں جنھیں ہم مقامی خود مختار ادارہ جات کہہ سکتے ہیں۔ ان اداروں کو ضلع پریشد کا نام دیا گیا ہے۔

یہ ضلع پریشد ادارہ جات سولہ سال سے زیادہ عرصہ سے قائم ہیں۔ متعدد قانون ساز اور وزراء انہی اداروں کے توسط سے اُبھرے ہیں، لہٰذا یہ کہنا عین مناسب ہے کہ یہ بنیادی جمہوریت کی ایک کامیاب تجربہ گاہ ہے جہاں سے بڑی تعداد میں دوسرے درجے پر تربیت پاکر ایسے رہنما نکلے ہیں جو عمر رسیدہ قائدین کی جگہ لے سکتے ہیں۔ سیاست کو اپنا لائحۂ عمل بنانے والے نوجوان گرام پنچایتوں، پنچایت سمیتیوں اور ضلع پریشدوں کے سہارے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

یہ ادارے مُسلسل پختہ کار بنتے جا رہے ہیں۔ یہ سمجھنا حماقت ہی ہوگا کہ یہ پھولوں کی سیج ہے۔ جہاں آرام سے سیاست بازی میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس یہ کانٹوں کی ایسی سیج ہے جہاں مختلف جاتیوں اور فرقوں کے مابین سماجی اور اقتصادی کشمکش کارفرما ہوتی ہے۔ نوجوان اس چیلنج کا مقابلہ کر کے ہی بڑے عہدے اور ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ برطانوی وائسرائے لارڈ رپن نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ان اداروں کی کارگزاری یہی ہے کہ لوگوں سے مل کر کام کریں اور آخری آدمی تک کو ترقی و سدھار کے عمل میں لگا دیں یہی ان اداروں کا مقصد اور کارگزاری کی کسوٹی ہے۔

ضلع پریشدوں کا قیام:

مہاراشٹر میں ۲۵ ضلع پریشد ہیں۔ ہر ایک ضلع پریشد میں ۴۰ ہزار تا ۶۰ ہزار ووٹروں میں سے ایک کونسلر منتخب کیا جاتا ہے۔ ایک ضلع پریشد کم سے کم ۴۰ اراکین اور زیادہ سے زیادہ ۶۰ اراکین پر مشتمل ہوتی ہے۔ ضلع وردھا کی آبادی سب سے کم ہے لہٰذا یہاں کی ضلع پریشد میں اراکین کی تعداد سب سے کم یعنی ۴۰ ہے۔

اسمبلی اور پارلیمانی حلقہ جات کے لئے حد بندی کمیشن کے برخلاف ضلع پریشد حلقوں کے لئے کوئی دستوری ضابطہ حد بندی نہیں ہے۔ لہٰذا حکومت ان کے لئے دستوری ضابطہ وضع کرنے کے معاملے پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ لیکن اس معاملہ میں کئی مشکلات درپیش ہیں۔

ہر ضلع پریشد کی تشکیل اور اس کی کارگزاری کو مقامی خود مختار ادارے اور سرکاری عملے کے تکمیلی اور امدادی شعبہ کے وسیع تر پس منظر میں واضح طور سے سمجھنا ضروری ہے۔ اگر ریاستی انتظامیہ دائیں ہاتھ، دائیں آنکھ اور دائیں کان کی نمائندگی کرتا ہے تو ضلع پریشد بائیں ہاتھ، بائیں آنکھ اور بائیں کان کے مانند ہے۔ اس طرح یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ یا اس کے برعکس بہر صورت لین دین میں حکومت مقامی سطح پر انجام پانے والے ہر کام میں تقویت پہنچاتی ہے۔ یہ لوگوں کی خدمت انجام دینے میں امداد باہمی کی کوششوں کی ایک روشن مثال ہے۔

نظریاتی طور سے یہ عین ممکن ہے کہ ریاستی سطح پر برسر اقتدار پارٹی کے علاوہ کوئی دوسری پارٹی ضلع پریشد میں اقتدار حاصل کر لے۔ مہاراشٹر میں ضلع پربھنی کے سوا اب تک ایسا نہیں ہوا ہے، جہاں کسان مزدور پارٹی راج کر رہی ہے جبکہ ریاستی سطح پر کانگریس برسر اقتدار ہے۔ اسی طرح ریاستی

اُٹھاؤ سینچائی اسکیم
کے ذریعہ کھیتوں میں
براہ راست آبپاشی

اور مقامی سطح پر تعاون کی ضرورت از بس واضح ہے۔

صدرِ ضلع پریشد اور اس کے اختیارات:

انتخابات ختم ہونے کے فوراً بعد ضلع پریشد کے اراکین کثرت رائے سے ایک صدر اور ایک نائب صدر چنتے ہیں۔ صدر یا نائب صدر اپنی خواہش پر مستعفی ہوسکتے ہیں یا اراکین ان کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پیش کرسکتے ہیں۔ اسی طرح ریاستی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بدعنوانی، فرائض کی انجام دہی میں غفلت یا جسمانی معذوری کی بنا پر انھیں برخاست کردے۔ صدر کو اجلاس بلانے، صدارت کرنے اور اجلاس کی کارروائی انجام دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔ اسے ضلع پریشد کے تمام ریکارڈ پر دسترس حاصل ہوتی ہے نیز ضلع پریشد ایکٹ کے تحت پروگرام کی عمل آوری میں اس پر عائد تمام ذمے داریاں سنبھالنی اور انجام دینی پڑتی ہیں۔ نائب صدر کو صدر کی غیر حاضری میں یہ تمام فرائض انجام دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے

مختلف کمیٹیاں:

تشکیل کے ایک ماہ کے اندر ہر ضلع پریشد ایک اسٹینڈنگ کمیٹی اور موضوعاتی کمیٹیاں منتخب کرتی ہے جو یہ ہیں: مالیات کمیٹی، ورکس کمیٹی، زراعت کمیٹی، سماجی بہبودی کمیٹی، تعلیمی کمیٹی، صحت کمیٹی اور انیمل ہسبنڈری کمیٹی و ڈیری کمیٹی۔ ان سات کمیٹیوں کی رہنمائی اور نگرانی اسٹینڈنگ کمیٹی کرتی ہے جو صدر اور ساتوں موضوعاتی کمیٹیوں کے صدور پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس طرح صدر کو موضوعاتی کمیٹیوں کے صدر نشینوں پر براہ راست نہیں بلکہ صرف اسٹینڈنگ کمیٹی کے توسط سے اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ ضلع پریشد کے اراکین موضوعاتی کمیٹیوں کے صدر نشینوں کا انتخاب براہ راست کرتے ہیں۔ کمیٹیوں کے اس طریقۂ کار کے باعث صدر کے اختیارات محدود ہوجاتے ہیں اور ایسی مثالیں کم نہیں ہیں جبکہ موضوعاتی کمیٹیوں کے صدور نے صدر کی جانب سے دیئے ہوئے فیصلہ پر اعتراض کیا۔ اس طرح صدر کا اختیار مسدود ہوجاتا ہے اور وہ کسی ترجیحی مسئلہ پر واحد راہ عمل وضع کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

یہ بات تعلیمی کمیٹی کے معاملے میں خصوصاً قابل توجہ ہے جہاں حمایت و سرپرستی کو کافی دخل ہے اور پرائمری ٹیچر انفرادی مفاد کی خاطر اس تخفیف اختیار سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حقیقت میں ہر ابتدائی مدرس کافی ووٹروں پر اثر انداز ہوتا ہے اور کوئی بھی مدرسین کی حمایت سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ آج مدرسین بری طرح سیاست سے ملوث ہیں اور انھیں تعلیم کی خاطر اس سے الگ رکھنا محال ہوگیا ہے۔ اب یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ اس نظام کمیٹی کے باعث مرکزی اقتدار گھٹ گیا ہے جبکہ مقامی خود مختار اداروں میں نگرانی کے لیئے واحد راہ عمل ضروری ہے۔

یہی موقع ہے کہ ریاستی حکومت جمہوری لامرکزیت جس کی بلا شبہ ضلع پریشد کا صدر نمائندگی کرتا ہے اور موضوعاتی کمیٹیوں کی نراجی لامرکزیت کے مابین صدر کی حیثیت مستحکم کرنے کے بارے میں فیصلہ کرے۔ موجودہ حالت برابر کارگزاری کے لیئے سازگار ثابت نہیں ہوئی ہے اور اس سے ضلع پریشد کے قلیل ذرائع بھی ضائع ہوتے ہیں۔

ضلع پریشدوں کی کارگزاری

مہاراشٹر میں ۲۵ ضلع پریشد، ۲۹۶ پنچایت سمیتیاں اور تقریباً ۲۴... گاؤں پنچایتیں کام کر رہی ہیں۔ ۲۹۶ پنچایت سمیتیوں میں سے ۴۴ قبائلی ترقیاتی بلاک ہیں۔ ضلع پریشدیں بالغ رائے دہندگی کے اصول پر منتخب شدہ ادارے ہیں اور دیہی ترقی کے لئے تمام اسکیموں کو زیر عمل لانے کا کام ان کے ذمّے ہے۔ سرکاری اسکیموں کے علاوہ ضلع پریشدوں کو ترقیاتی اور سماجی بہبودی سے متعلق ہر قسم کی اسکیموں میں شریک کار بنایا جاتا ہے۔ ضلع پریشدوں کی کل بجٹ رقم ۷۹-۱۹۷۸ء میں بڑھ کر ۱۷۱٫۵۹ کروڑ روپے ہوگئی جبکہ یہ ۶۴-۱۹۶۳ء میں ۴۰٫۸۵ کروڑ روپے تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ضلع پریشدوں کے انتظامیہ پر بار بڑھ گیا ہے اور دیہات سدھار پنچایت راج کہاں تک کار فرما ہے۔

نئی پنچایت سمیتیاں:

ضلع پریشدوں کے آخری انتخابات تک پنچایت سمیتیوں کا انتخاب بلا واسطہ تھا۔ گرام پنچایت کے ممبران رائے دہندگان تھے۔ آئندہ انتخابات میں پنچایت سمیتیوں کے اراکین بھی ممبران اسمبلی اور پارلیمنٹ کی ہی طرح براہ راست منتخب کئے جائیں گے۔ ہر بلاک کے لئے ایک پنچایت سمیتی ہوگی جو حلقہ جات میں انتخابی حلقے سے ضلع پریشد کے لئے منتخب اراکین، نامزد اراکین، فروخت و خریداری سوسائٹیوں کے صدر، کسی بھی خاتون کے منتخب نہ ہونے کی صورت میں نامزد خاتون، منتخب نہ ہونے کی صورت میں مندرج جاتی یا قبیلہ کے ممبران اور الیکٹورل کالج سے براہ راست منتخب دو ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ بلاک ڈیولپمنٹ افسر بلحاظ عہدہ سمیتی کا سکریٹری ہوگا۔ پنچایت سمیتی کے ممبران کی میعاد عہدہ کونسلروں کی میعاد عہدہ کے برابر رہے گی۔

یہ امر واضح ہے کہ پنچایت سمیتیاں ان معنوں میں ابھی تک وجود میں نہیں آئی ہیں جو قانون کے پیش نظر ہے۔ لہٰذا اس حالت میں ان کی کارگزاری کا جائزہ لینا قدرے مشکل ہے۔ فی الحقیقت بلونت رائے مہتہ کمیٹی نے ضلع پریشد کی سطح پر نہیں بلکہ پنچایت سمیتی کی سطح پر لامرکزیت کی پرزور سفارش کی تھی۔ مہاراشٹر میں انتظامی نقطۂ نظر سے اس کی مخالفت کی گئی کیونکہ اول تربیت یافتہ عملہ کمیاب تھا اور دوسرے قدیم ضلع لوکل بورڈوں کے ساتھ ناتے تسلسل برقرار رکھنا تھا۔ یہ دانشمندانہ فیصلہ ثابت ہوا اور اس کے نتائج سے وہ اُمیدیں ٹھیک ہی نکلیں جو اولین رہبروں نے وابستہ کی تھیں۔

پنچایت سمیتیوں کی مجوزہ تشکیل بلونت رائے مہتہ کمیٹی کی سفارشات کی

گوشوارہ ۱

ناشک ضلع پریشد کا بجٹ تخمینہ

محصول آمدنی	۷۹-۱۹۷۸ء (رقم لاکھ میں)	روپے
۱۔ ٹیکس اور فیس	۱٫۹۲ لاکھ	"
۲۔ محصول اراضی پر مقامی محصول	۴۰٫۵۰ "	"
۳۔ مقامی شرح محصول	۴۶٫۰۰ "	"
۴۔ الف۔ ایکٹ کی دفعہ ۱۰۰ کے تحت سرکاری امداد	۲۹۵٫۰۰ "	"
(ب) دفعہ ۱۲۳ کے تحت اسکیموں کے لئے سرکاری سرکاری امداد	اوسطاً تقریباً ۴۰ لاکھ	"
(ج) متفرق امداد	۰٫۰۳ "	"
۵۔ سود	۱٫۱۳ "	"
۶۔ پولیس	— "	"
۷۔ تعلیم	۱٫۲۲ "	"
۸۔ طبی	۰٫۳۶ "	"
۹۔ صحت عامہ انجینئرنگ	۰٫۰۸ "	"
۱۰۔ زراعت	۰٫۱۵ "	"
۱۱۔ انیمل ہسبنڈری	۰٫۱۰ "	"
۱۲۔ صنعت	— "	"
۱۳۔ پبلک ورکس	۴٫۱۳ "	"
۱۴۔ پینشن	— "	"
۱۵۔ متفرقات	۱٫۷۵ "	"
کل میزان:	۳۵۱٫۰۵ "	"

اصل آمدنی

اصل آمدنی	رقم	روپے
۱۔ قرضہ جات مع سود	۱٫۹۵ "	"
۲۔ قرض بلا سود	— "	"
۳۔ جمع و پیشگی	۷۴٫۰۰ "	"
۴۔ زرمرسلہ	۲۰۰٫۰۰ "	"
کل میزان آمدنی اور اصل اخراجات	۶۲۷٫۶۰ "	"

گوشوارہ ۷

ضلع پریشدوں کو دی گئی سرکاری امداد

نمبر شمار	عنوان کھاتہ	رقم (روپے)
۱۔	ضلع پریشدوں، پنچایت سمیتیوں اور گاؤں پنچایتوں کو محصول اراضی امداد پر سیس	۶,۶۵,۸۸,۴۳۰/- 〃
۲۔	مقامی محصول مساوی امداد ...	۴,۱۳,۳۴,۴۹۴/- 〃
۳۔	گاؤں پنچایتوں کو اراضی محصول امداد	۴,۵۸,۲۹,۲۰۳/- 〃
۴۔	گاؤں پنچایتوں کے لئے اراضی	۷۰,۶۶,۷۹۷/- 〃
	برابری امداد	۷۰,۶۶,۷۹۷/- 〃
۵۔	ضلع انتظامیہ اور ضلع عملہ ... (بشمول الیکشن اخراجات)	۳۲,۸۳,۵۸۲/- 〃
۶۔	مقامی سیکٹروں میں اسکیمات	۴,۹۹,۲۴,۲۸۷/- 〃
۷۔	پنچوں اور سرپنچوں وغیرہ کی تربیت	۶,۰۹,۱۱۰/- 〃
۸۔	ٹریژری اکاؤنٹس اکاؤنٹینٹس کی تربیت ...	۳۱, /- 〃
۹۔	متفرق۔ عام خدمت ...	۱,۴۷,۰۰۰/- 〃
۱۰۔	تعلیم (پنچایت سمیتیوں کے لئے منصوبہ، غیر منصوبہ اور حلقہ امداد کے تحت دوپہر کے کھانے کا انتظام)	۱,۲۳,۳۳,۵۰ /- 〃
۱۱۔	صحت عامہ، صفائی اور پانی فراہمی	۴, ۳,۲۹ /-
۱۲۔	مرکزی زیر سرپرستی اسکیمات ...	۴,۳۷,۰۷,۴۴۰/- 〃
۱۳۔	سماجی تحفظ و بہبودی ...	۷۳,۷۰,۳۰۶/- 〃
۱۴۔	زراعت	۳۲,۵۱,۴۰۰/- 〃
۱۵۔	چھوٹی آب پاشی	۶,۲۲,۲۲,۷ ۰/- 〃
۱۶۔	گراؤنڈ واٹر سروے اینڈ ڈیولپمنٹ ایجنسی	۵۸,۷۶,۸۴۵/- 〃
۱۷۔	اینمل ہسبنڈری	۱۳,۰۰۰/- 〃
۱۸۔	جنگلات	۸۸,۱۷,۰۰۰/- 〃
۱۹۔	اجتماعی ترقی	۱, ۶,۵۳,۴۳۶/-
۲۰۔	پروجیکٹ بلاک ہیڈکوارٹر ...	۱,۸۳,۶۳,۸۷۴/- 〃
۲۱۔	واٹر پاور ڈیولپمنٹ سروسز ...	۷,۳۵,۰۰۰/-
۲۲۔	سڑک اور پل	۱۷,۱۸,۰۰۰/- 〃
۲۳۔	مقامی اداروں کو معاوضہ (اسٹیمپ ڈیوٹی۔ گاڑیوں پر چنگی ٹیکس)	۴۸,۲۶,۰۰۰/- 〃
۲۴۔	چھوٹی سنچائی پراصل مصارف ...	۲۵,۶۹,۹۰۰/- 〃
۲۵۔	قرض برائے صحت عامہ اور صفائی	۶,۷۸,۲۰۰/- 〃
۲۶۔	قرض برائے تعمیر مکانات ...	۲,۱۰,۰۰۰/- 〃
۲۷۔	قرض برائے سماجی تحفظ ...	۵۴,۲۶,۶۸۴/- 〃
۲۸۔	سرکاری ملازمین کو قرض ...	۲,۰۷,۱۷۶/- 〃

جزوی تکمیل ہے اور اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ اقدام کہاں تک صحیح ثابت ہوتا ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صدر، نائب صدر اور اراکین کی منتخب کردہ سات کمیٹیوں سمیت پنچایت سمیتیوں کی بڑھوتری پر لامرکزیت کی یہ خوراک حد سے زیادہ ہے۔ اس تجربہ پر بڑی احتیاط سے نظر رکھنا ہوگی کیونکہ پنچایت سمیتی ضلع پریشد سطح پر نو منتخب عہدیداران کے علاوہ مزید دو منتخب عہدیداران کے لئے گنجائش نکالے گی۔ اگر یہ گیارہ کے عدد ہی کی طرح سیدھے اور متفق رہے تو یہ دیہی ترقی کے حق میں بہتر ہوگا، بصورت دیگر وہ کام خطرے میں پڑ جائیگا جس کی شروعات ۱۹۶۱ء میں بڑی شان سے ہوئی تھی۔

مالیاتی ذرائع :

مہاراشٹر نے مقامی اداروں کی مالی حالت کو مستحکم بنانے میں بڑی فراخدلی سے کام لیا۔ حکومت نے نہ صرف ضلع کا کل محصول اراضی مقامی اداروں کو دے دیا ہے بلکہ ان اداروں کو ذرائع آمدنی بڑھانے کی بھی اجازت دے دی ہے، اور اس میں مساوی امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ہر ضلع پریشد کو یہ اجازت دے دی گئی ہے کہ وہ ایک روپیہ محصول اراضی پر دو روپے کی حد تک سیس کی شکل میں ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ حکومت نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے فنڈ میں سے مزید دو روپے دے گی۔ ضلع پریشد کی بڑی اکثریت نے اس رعایت سے فائدہ اٹھایا ہے اور اپنی آمدنی بڑھالی ہے۔ بعض ابھی تک گومگو میں ہیں مثلاً ضلع پونے اپنی مالی حالت مستحکم ہونے کے باوجود یا اسی سبب سے اپنا سیس زیادہ سے زیادہ حد تک بڑھانے پر آمادہ نہیں ہوا ہے۔

ٹیوب کنووں سے
پینے کے پانی کی
فراہمی سے گاؤں کے
باشندوں کو بڑی
راحت ملی ۔

بعض اضلاع ایسے ہیں جنھیں اکثر قحط کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ لہٰذا اپنے ذرائع آمدنی کو بڑھانا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں مناسب یہی ہے کہ حکومت محصول اراضی پر بڑھائے گئے سیس کے ہر روپے پر چار یا پانچ روپے دینے کا وعدہ کرے ۔

ضلع پریشد پانی شرح محصول پر سیس لگا سکتی ہے ۔ وہ حسب ذیل ٹیکس لگا سکتی ہے :

(۱) کسی پیشہ، تجارت یا ملازمت میں لگے اشخاص پر ٹیکس (۲) پانی کے نلوں پر عام ٹیکس (۳) اراضی اور عمارات پر خاص ٹیکس (۴) اُس کے تعمیر کردہ تالاب سے سینچائی پر پانی محصول (۵) بروکر ایجنٹ اور پیمائش کاروں کے کمیشن پر فیس (۶) منڈی میں مال برائے فروخت پر ٹیکس (۷) منڈی میں فروخت شدہ مویشی کے اندراج پر ٹیکس (۸) اسٹیمپ ڈیوٹی پر ٹیکس جو اسٹیمپ ایکٹ کی رو سے عائد کیا گیا ہے اور (۹) ان جائدادوں پر اسٹیمپ ڈیوٹی جو اس کے حلقۂ اختیار میں واقع ہیں ۔

حکومت ضلع پریشدوں کو بطور جنگلات امداد اپنی آمدنی جنگلات میں سے ۱۵ فیصد دینے کے لئے آمادہ ہے ۔ اس کے علاوہ یہ بات واضح ہے کہ ضلع پریشدوں کے عملہ کے کل اخراجات امداد کی شکل میں حکومت ہی برداشت کرتی ہے ۔

مزید برآں ضلع پریشد ایکٹ کی دفعہ ۱۲۳ کے تحت ضلع پریشدوں کے سپرد کئے جانے والے کاموں پر حکومت نہ صرف اخراجات میں لگی رقم بلکہ ایجنسی معمول کے طور پر کچھ حصہ بھی انھیں دیتی ہے ۔ ابتدائی تعلیم کا کل خرچ حکومت برداشت کرتی ہے نیز مفت ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں آمدنی کی کم سے کم حد بڑھا کر ۴۸۰۰ روپے سالانہ کر دینے سے متعلق حالیہ اعلان کے بعد اس مد پر اخراجات بھی یقیناً بڑھ جائیں گے ۔ ایکٹ کی دفعہ ۱۰۰ کے تحت حکومت کو تمام

✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱

اُٹھاؤ آب پاشی' سے زراعت میں انقلاب

ایک پرکولیشن
ٹینک پر
کام جاری

مکمل کام نیز جاری ترقیاتی اسکیمیں منتقل کرنے کا اختیار ہے۔
اس طرح یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حکومت ضلع پریشدوں کو بڑی امداد بہم پہنچاتی ہے جس کے بغیر ان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان کاموں کو کامیابی سے انجام دے سکیں جو انھیں شروع کرنا ہیں۔

خود ایک متوسط ضلع پریشد کی اصل آمدنی تقریباً ۵ لاکھ روپے فی سال ہوتی ہے جبکہ اسے کل ۵ء۶ کروڑ روپے کی رقم کا (گوشوارہ ۲ صفحہ ۔) تخمینہ بنانا اور خرج کرنا پڑتی ہے۔ زراعت اور جانوروں کی دیکھ بھال کے تحت سرکاری اسکیمیں بڑے پیمانے پر ضلع پریشدوں کے سپرد نہیں کی جاتیں۔ ضلع

چھوٹی آب پاشی پروگرام

۱۹۶۶-۶۷ء سے لیکر ۱۹۷۵-۷۶ء تک چھوٹی آب پاشی پروگرام کے تحت اخراجات اور مکمل شدہ کاموں کا سرسری جائزہ، جس سے رفتار ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

سال	مکمل کاموں کی تعداد	گنجائش آب پاشی (ہیکٹر میں)	خرچ (روپے میں)
۱۹۶۶-۶۷ء	۱۵۴	۳,۴۲۸	۲,۴۹,۲۷,۶۳۰
۱۹۶۷-۶۸ء	۱۹۸	۶,۳۵۲	۲,۶۵,۰۰,۰۰۰
۱۹۶۸-۶۹ء	۲۴۵	۷,۱۸۶	۳,۴۹,۶۵,۰۰۰
۱۹۶۹-۷۰ء	۲۰۲	۹,۹۳۶	۳,۹۹,۴۴,۰۰۰
۱۹۷۰-۷۱ء	۲۶۷	۸,۸۴۶	۳,۹۷,۴۲,۰۰۰
۱۹۷۱-۷۲ء	۲۴۱	۱۴,۰۸۶	۳,۵۶,۷۲,۸۷۵
۱۹۷۲-۷۳ء	۴۹۷	۹۳,۳۴۳	۶,۰۹,۳۶,۶۰۰
۱۹۷۳-۷۴ء	۹۲۱	۲۷,۲۰۴	۶,۹۳,۶۶,۰۰۰
۱۹۷۴-۷۵ء	۲۳۱	۲۰,۴۸۵	۹,۱۸,۲۷,۰۰۰
۱۹۷۵-۷۶ء	۱۱۲	۴,۸۶۸	۸,۱۶,۳۲,۰۰۰
۱۹۷۶-۷۷ء	۵۰۳	۲۴,۰۰	۷,۰۱,۵۵,۰۰۰
۱۹۷۷-۷۸ء	۴۴۰	۲۴,۰۰۰	۶,۹۴,۲۲,۰۰۰

'ضمانت روزگار' اسکیم کے تحت کام پر لگی مزدور عورتیں۔

مرت دول ، پنچایت سمتیوں اور گرام پنچایتوں کے تحت انتظامی ذیلی ڈھانچہ کافی وسیع ہے جو صرف ۶ کروڑ روپے تک کی مالیت کے کام سرانجام دے سکتا ہے۔ اگر حکومت زراعت اور جانوروں کی دیکھ بھال مدات کے تحت زیادہ سے زیادہ اسکیمیں حوالے کرنے پر آمادہ ہو جائے تو مختصر مدت ہی میں ہر ضلع پریشد کا بجٹ ۲۵ کروڑ روپے تک بڑھ سکتا ہے۔

زراعت سے ملحقہ زرعی و صنعتی توسیع پر زور دیا جا رہا ہے پر دیہی شعبہ میں مناسب ٹکنالوجی کے رواج سے صنعتوں کی زیادہ گنجائش نکلے گی اور ضلع پریشدوں کے توسط سے زیادہ سے زیادہ کارخانے کھلیں گے۔ فی الحال حکومت نے صنعتیں ضلع پریشدوں کے سپرد نہیں کی ہیں۔ امداد باہمی دوسرا شعبہ ہے جو حکومت نے ضلع پریشدوں کے حلقۂ اختیار سے باہر رکھا ہے۔

توانا قیادت کی ضرورت :

اپنے قیام کے بعد سولہ سال کی مدت میں ضلع پریشدوں نے لوگوں کو ترقیاتی کاموں میں شامل کرنے کے لئے بہت کچھ کامیابی حاصل کی ہے لیکن ابھی جو کام کرنا باقی ہے وہ بھی ہر لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ فی الحقیقت دیہی شعبہ میں ہم نے مسائل کے ایک سرے کو پکڑا ہے۔ ابھی ہم نے بنیاد ڈالنے کے لئے صرف اوپر کی مٹی کھودی ہے جس پر ترقی و خوشحالی کی عمارت تعمیر کرنا ہے۔ ہمارا آگے

دیہی پانی سپلائی

مہاراشٹر میں کُل آباد گاؤں	۳۵,۷۷۸
ایسے دیہاتوں کی کُل تعداد جہاں پانچویں پنجسالہ منصوبہ کے آغاز پر پینے کے پانی کا مسئلہ درپیش تھا	۲۱,۷۰۰
چھٹے پانچ سالہ منصوبہ کے دوران دیہات' جہاں یہ مسئلہ حل ہو جائے گا	۱۱,۰۰۰
(معمولی اقدامات)	
ایسے دیہات جہاں خاص اقدامات' مثلاً بور کنوؤں / دیہی نل پانی اسکیم کی ضرورت ہے . ..	۷,۶۶۰
(خاص اقدامات)	

پانچویں پنجسالہ منصوبہ کے دوران کامیابی

(الف) تعمیرات کنواں پروگرام (نامکمل کنوؤں کی تکمیل)

سال	مکمل کام
۱۹۷۴-۷۵ء	۳۱۸۲
۱۹۷۵-۷۶ء	۲۹۱۹
۱۹۷۶-۷۷ء	۱۵۲۲
۱۹۷۷-۷۸ء	۱۰۲۹

(ب) گراؤنڈ واٹر سروے اینڈ ڈیولپمنٹ ایجنسی کے ذریعہ بورنگ کام

سال	کھُدے سُوراخ	آب دار کنویں
۱۹۷۴-۷۵ء	۹۰۲	۶۴۳
۱۹۷۵-۷۶ء	۷۰۹	۵۴۸
۱۹۷۶-۷۷ء	۸۸۹	۷۱۰
۱۹۷۷-۷۸ء	۵۱۶ (این.ٹی) ...	۴۰۵
	۲۱۵ (ٹرائیبل) ...	۱۵۴

۱۱۶۶ ایل آئی سی اسکیمات میں سے ۸۲ اسکیموں کو چھوڑ کر باقی تمام اسکیمیں مکمل ہو چکی ہیں۔ اُمید ہے کہ ان باقی ۸۲ اسکیموں میں سے بھی بیشتر اسکیمیں ۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء تک مکمل ہو جائیں گی۔ ۷۸-۱۹۷۴ء کے دوران ۶۴۰ دیہاتوں کے لئے اسکیمات پایۂ تکمیل کو پہنچیں جبکہ ختم مارچ ۱۹۷۸ء پر ۱۹۵۰ اسکیمیں جاری تھیں۔

دیہاتوں کو ترقی سے ہمکنار کرنے میں سڑکیں اہم کام انجام دیتی ہیں۔
اورنگ آباد ضلع پریشد کی طرف سے بنائی گئی ایک دیہی سڑک

ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت ایک نہر پر کام جاری ہے

ریاست میں بڑے پیمانے پر ہیلتھ سنٹر کھولنے سے دور دراز حصوں میں بسنے والے دیہاتی بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں ڈاکٹر ایک مریض خاتون کا معائنہ کرتے ہوئے۔

عمدہ بیج، کھاد اور کیڑے مار دوائیں جہاکر کے ضلع پر لتد زرعی پیداوار
بڑھانے میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہیں اسی ضلع کے ملاساری معام
راد ساسی) طلبہ آنرزم اسکول کے سامنے دھان کی فصل کاٹ رہے ہیں

شولاپور ضلع میں ایک عام برادری کنواں کھودا
جا رہا ہے

دیہاتوں میں نلوں کے ذریعے صاف ستھرے پینے کے پانی کی فراہمی۔
زیر نظر تصویر میں خواتین ایسے ہی ایک نل سے پانی بھرتے ہوئے

ہرکولیس ٹینک کے ذریعہ سوکھے علاقوں کے مسائل
بڑی حد تک حل کئے جا چکے ہیں۔ اورنگ آباد
ضلع میں ورود ہرکولیس ٹینک کا منظر۔

سفر ابھی کافی طویل اور دشوار ہے۔ لیکن اب ہمارے پاس ہر سبب با صفہ کارکن اور لائق رہنما ہیں۔ ہم آہستہ سہی لیکن یقینی طور سے ایسے مکمل انقلاب کی جانب بڑھ رہے ہیں جو سب ہی ضلع پر لیڈروں کی منزل مقصود ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں میں اپنے حقوق اور ذمے داریوں کا احساس بڑھے گا اور ان میں سے وہ توانا رہنما اُبھریں گے جن کی مقامی خود مختار اداروں کو آج شدید ضرورت ہے۔

ملخص: عبدالوحید خاں حامی ●●

صفحہ ۶ سے آگے

تحفّظ : پوتر جنگلات کے تحفظ کا کام مسلسل ہونا چاہئے۔ مذکورۂ بالا دونوں جنگلات تباہی سے بچا لئے گئے ہیں لیکن بہت سے دوسرے جنگلات تباہی کا نشانہ بن چکے ہیں۔

پوتر جنگلات جتنے بڑے ہوتے ہیں اتنے ہی غریب کسانوں کے لئے کم عرصہ میں پیسہ فراہم کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ پان سینٹ ذخیرۂ آب کے علاقے میں ابتداً چار پوتر جنگلات تھے جن میں ہر ایک کا رقبہ ۵ ہیکٹر سے زیادہ تھا ان میں سے شرکولی اور گونڈی کھل میں واقع جنگلات جن میں سے ہر ایک کا رقبہ ۱۵ ہیکٹر ہے ۱۹۵۶ء میں کاٹ کر صاف کر دیئے گئے۔ تیسرا جنگل ماڈ میں واقع ہے جو ایک یا دو سال بعد کاٹ کر صاف کر دیا جائیگا مانگاؤں کے جنگل پر کوئلے کے بیوپاریوں کی لالچ بھری نظریں لگی ہوئی ہیں ہمیں یہ بتلایا گیا کہ پچھلے سال ہی ایک بیوپاری نے گاؤں کے ہیڈ کو اس بات کے لئے رشوت دی کہ وہ نیلام میں صرف برائے نام شرکت کرے۔

اب یہ بات اس بات کی طرف صاف نشاندہی کر رہی ہے کہ بقیہ تمام پوتر جنگلات کو تحفظ بخشا جائے۔ ان میں سے بہت سے جنگلات کو مندر کے لئے محفوظ جگہ کے طور پر نوٹ کر لیا گیا ہے۔ یہ جگہ حکومت یا کسی مخصوص شخص کی ہو سکتی ہے۔ حکومت کی زمینوں پر واقع جنگلات کو محکمۂ جنگلات کو لکھ کر محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ مخصوص شخص کی ملکیت میں واقع جنگلات کو بھی بچانے کی بہت ضرورت ہے۔ شرکولی اور گونڈ بکھل اور تاؤ میں واقع جنگلات اسی نوعیت کے ہیں۔ ان کو بچانے کے لئے چیریٹی کمشنر سے رجوع کیا جا سکتا ہے جو کہ مذہبی ٹرسٹوں کی کارکردگی کی نگرانی کرتا ہے۔ یہ ایک اچھی خبر ہے کہ فلورا وِنگ آف دی انڈین بورڈ آف وائلڈ لائف اس بات پر غور کر رہی ہے کہ شمالی مشرقی ہندوستان میں پوتر جنگلات کو بچانے کے لئے ایک نظام قائم کیا جانا چاہئے۔ اس طرح کے نظام کو قائم کرنے اور پورے ہندوستان میں رائج کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اِن پوتر جنگلات کا ایک جائزہ لینا چاہئے اور اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ یہ جنگلات قدرتی تحفظ کے لئے کہاں تک موزوں رول ادا کر رہے ہیں اور اس طرح کا انتظام قائم کرنا چاہئے کہ مذہبی عقائد کی کمزوری کے بعد بھی۔ تحفظ قائم رہے۔

ترجمہ: عبداللہ ●●

نکتۂ انسانیت

مرزا پارس ہنگولوی

دنیا کے تمام انسان ــ ایک خاندان! ایک گھر!! اور ایک باوا آدم کی اولاد ہیں!!!

گاڈ ــ خدا ــ ایشور، ایک ہی بات ہے، جب دُنیا اس پر ایمان رکھتی ہے تو اس کے بنائے ہوئے راستوں پر چلئے اور اپنے دلوں کو پاک و صاف رکھے ــ لیکن، بڑے شرم کی بات ہے! عمل کرنے والا ہزار میں ایک ہی ہوتا ہے ؎

نظر ہو کر شرر ہو کر زبر ہو کر جگر ہو کر!!
سبھی کچھ ہو کر انساں رہ گیا ہے رہ گذر ہو کر

رشید الدین ایم۔ اے (عثمانیہ)

کوتلیا عہدِ قدیم کا عظیم مفکر

وِشنوگپت کوتلیا جسے چانکیہ بھی کہا جاتا ہے ہندوستان کے عہدِ قدیم کا مدبّر اور عظیم ترین مفکّر تھا۔ تاریخ نے ایسے اشخاص کم ہی پیدا کئے ہیں۔ کوتلیا صرف ایک مفکّر ہی نہیں بلکہ ایک اچھا منتظم اور ماہرِ نظم و نسق بھی تھا۔ حق تو یہ ہے کہ وہ مفکّر یا عالم بعد میں تھا اور منتظم پہلے۔ لیکن صرف منتظم یا مُفکّر کہنے ہی سے بات نہیں بنتی بلکہ وہ مصنّف اور مدبّر بھی تھا۔ "ارتھ شاستر" اس کے کامیاب مصنّف ہونے کا جیتا جاگتا ثبوت اور ہندوستان کے نقشے پر موّریا سلطنت کا ظہورُ اس کے پُختہ تدبّر و فراست کا اَنمٹ نقش ہے

عِلم سیاسیات کی تاریخ میں ہمیں سقراط اور افلاطون سے لے کر لاسکی اور جوڈ تک ایسے تو بیسیوں مفکّر ملتے ہیں جنھوں نے کتابوں میں اپنے بیش بہا نظریات پیش کئے ہیں، لیکن کوتلیا کی طرح ایسے بہت کم ملتے ہیں جو سوچنے اور نظریات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عملی سیاست میں بھی ماہر ہوں۔ اس سلسلے میں کوتلیا، میکیاولی سے بھی آگے نظر آتا ہے، جسے موجودہ سیاسیات کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔

کوتلیا کی ابتدائی زندگی کے حالات سے ہم قطعی ناآشنا ہیں اور اس معاملہ میں تاریخ بھی ہماری کچھ مدد نہیں کرتی بلکہ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ ایک اعلیٰ خاندان کا برہمن تھا اور بہت عالم فاضل تھا۔ بعض لوگ اُسے ٹیکسیلا کا رہنے والا بتاتے ہیں اور بعض لوگ جنوبی ہند کا۔

موریا خاندان سے پہلے ہندوستان میں نندا خاندان کی جو عظیم الشان سلطنت قائم تھی وہاں یہ کسی اہم عہدے پر فائز تھا۔ لیکن نندا خاندان کے آخری بادشاہ دھنا ترا نے ایک بار دربار میں اسے کچھ ذلت آمیز فقرے کہدیئے جس کی وجہ سے یہ نندا خاندان کا سخت ترین دشمن بن گیا اور نندا دربار کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔

اب اس کے دل میں ایک ہی بات سما گئی کہ کسی طرح نندا خاندان سے اپنی اس ذلّت کا بدلہ لیا جائے۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ نندا خاندان کے بادشاہ سے وہ بدلہ اسی وقت لے سکتا تھا جبکہ وہ اسے مغلوب کرلے اور اسے مغلوب کرنے کے لئے ایک بہت بڑی طاقت درکار تھی۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ تیار کیا۔ اپنے اس منصوبے کو روبعمل لانے کے لئے اسے ایک بہادر نوجوان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک ایسے ہی نوجوان کی تلاش میں وہ سرگرداں تھا کہ اسے چند بچوں کا ایک غول کھیلتا ہوا نظر آیا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ بچے حکومت کا کھیل، کھیل رہے تھے۔ مختلف بچے مختلف کردار ادا کر رہے تھے اور ایک ان سب کا سردار تھا۔ یہ نوعمر لڑکا بلا کا ذہین، بہادر اور توانا تھا اور اس میں سرداری کی کافی صلاحیتیں موجود تھیں۔ بوڑھے مدبّر کو اپنے منصوبے کی عمل آوری کے لئے یہ لڑکا بہت موزوں معلوم ہوا۔

چنانچہ مشہور ہے کہ اس نے اس بچے کو بہت دن تک اپنے پاس رکھا۔ اس کی تربیت کی۔ اسے علمی اور فوجی گُر سکھائے۔ اس کے بعد ایک فوج تیار کی جس کا سردار یہ بہادر نوجوان تھا۔ اور پھر اس نوجوان اور اس کی فوج کی مدد سے اس نے نندا خاندان پر حملہ کیا اور اسے نیست و نابود کر کے اپنی ذلّت کا بدلہ لیا۔ اور یہی نوجوان بعد میں تاریخ میں چندرگپت موریا کے نام سے مشہور ہوا۔ اس طرح ۳۲۲ ق.م میں ہندوستان کے نقشے پر عظیم موریا سلطنت کا ظہور ہوا جو قدیم ہندوستان کا سنہری باب کہلاتا ہے۔

کوتلیا نے نندا خاندان سے اپنی ذلّت کا کس طرح بدلہ لیا۔ چندر گپت موریا اُسے کس طرح ملا، اس کے متعلق بہت ساری روایتیں مشہور ہیں جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے، جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔

اس روایت کا کوئی مُستند تاریخی ثبوت ابھی تک نہیں ملا ہے لیکن اس کی جو اہمیت ہے وہ بھی اپنی جگہ مُسلّم ہے جسے رد کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

یوں تو موریہ خاندان کا بانی اور شہنشاہ چندر گپت تھا لیکن اس کی پُشت پناہی ہمیشہ کوتلیا ہی کرتا تھا۔ اسی لئے ڈاکٹر ایشوراٹوپا نے کوتلیا کے متعلق اپنی تصنیف کا نام "دی کنگ میکر" (بادشاہ گر) رکھا ہے۔ موریا خاندان کا سارا انتظام اور ڈھانچہ کوتلیا ہی کے دماغ کی پیداوار تھا اور وہ ہر وقت چندر گپت کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتا رہتا تھا۔ موریا خاندان کے شہری، فوجی اور حکومتی غرض کہ ہر طرح کے انتظام میں کوتلیا ہی کا دخل تھا۔ وہ اپنے زمانے کا بہت بڑا سیاستداں تھا اور یہ کوتلیا ہی کی ذات تھی جس کی بدولت موریا خاندان وجود میں آیا تھا اور اتنا پروان چڑھا تھا۔

کوتلیا بہت بڑا عالم اور مدبّر تھا۔ عملی سیاست کی حد تک اس کی نظر بڑی گہری تھی۔ لیکن اس کا سب سے بڑا کارنامہ اس کی شاہکار کتاب "ارتھ شاستر" ہے۔ اس کے نام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب معاشیات سے متعلق ہے لیکن اصل میں یہ کتاب معاشیات کم اور سیاسیات پر زیادہ ہے۔ ویسے تو اس کتاب میں ہمیں سارے ہی علوم کی جھلکیاں ملتی ہیں لیکن حکومت اور فنِ حکومت پر اس کتاب میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

اگر کوتلیا کتنا ہی عالم فاضل اور پڑھا لکھا ہوتا، عملی سیاست میں اس کا کتنا ہی اہم رول ہوتا اور اگر وہ موریا خاندان کے وجود کا باعث بھی ہوتا تب بھی یہ کوئی خاص بات نہ ہوتی اور تاریخ میں صرف دو سطروں میں کا اس کا ذکر کر دیا جاتا کہ کوتلیا چندر گپت کا وزیر تھا اور کافی پڑھا لکھا اور کامل سیاستداں تھا؛ لیکن اس کی کتاب "ارتھ شاستر" نے اُسے زندۂ جاوید بنا دیا اور دنیا کے سیاسی مفکّروں میں اسے ایک بلند مقام عطا کیا گیا۔

"ارتھ ساستر" واقعی کوتلیا کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ کتاب نہ صرف سنسکرت زبان و ادب بلکہ ہندوستان کی ساری زبانوں اور سارے ادبوں میں (قدیم سے لے کر جدید تک) اپنا ثانی یا نعم البدل نہیں رکھتی۔ اس کتاب نے صدیوں تک لوگوں کے دماغوں پر اثر رکھا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے درمیان میں ایک عرصہ تک یہ کتاب بالکل غائب ہو گئی تھی اور ہم یہ جاننے سے بھی قاصر تھے کہ چانکیہ نے 'ارتھ شاستر' نامی کوئی کتاب بھی لکھی تھی۔ اچانک ۱۹۰۵ء میں اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ سنسکرت زبان میں مختلف درختوں کے پتوں پر لکھا ہوا (جس کا کہ اس زمانے میں رواج تھا) میسور کی لائبریری میں برآمد ہوا اور دنیا ایک بار پھر کوتلیا کی 'ارتھ شاستر' سے متعارف ہوئی۔ لیکن اب بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اسے کوتلیا کی تصنیف کہتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، حالانکہ یہ کوتلیا ہی کی تصنیف ہے۔ وہی کوتلیا جس نے ہندوستان کو چندر گپت جیسا بادشاہ اور موریا جیسی سلطنت دی تھی۔

سب سے پہلے "ارتھ شاستر" کا ترجمہ ایک جرمن نے سنسکرت سے جرمنی میں کیا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر شیاما شاستری نے (جو اُس زمانے میں میسور ریاست کے محکمۂ آثارِ قدیمہ کے ناظم تھے) اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور اس کے فوراً بعد ہی اس کتاب کو دنیا کی متعدد زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں ۱۵ باب اور ۱۸۰ اجزا ہیں۔

"ارتھ شاستر" سنسکرت زبان کی ایک عظیم کتاب ہے جس میں تمام معاشی معاشرتی اور سیاسی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں کوتلیا نے افلاطون اور ارسطو کی طرح کوئی نئی مملکت یا اس کا خاکہ نہیں پیش کیا ہے اور نہ خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں بلکہ اس میں اس نے جو کچھ لکھا وہ سب قابلِ عمل تھا اور موریا سلطنت میں اُس پر عمل بھی کیا جاتا تھا۔ اس زبان کی اور کتابوں کی طرح 'ارتھ شاستر' میں اخلاقیات کا درس نہیں ملتا بلکہ وہ اخلاقیات اور سیاسیات کو الگ الگ تصوّر کرتا ہے۔ اطالوی مفکر میکیاولی نے یہی چیزیں پندرھویں صدی عیسوی میں پیش کیں لیکن کوتلیا اس سے دو ہزار سال پہلے یہ خیالات پیش کر چکا تھا۔ کوتلیا شہرۂ آفاق یونانی مفکر ارسطو کا ہمعصر تھا مگر ارسطو اور کوتلیا کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ملتا ہے۔ ارسطو اپنی شاہکار تصنیف "سیاسیات" میں ایک محدود مملکت کا خاکہ پیش کرتا ہے، جبکہ کوتلیا اپنی سدا بہار تصنیف 'ارتھ شاستر' میں وسیع و عریض اور قابلِ عمل مملکت کا خاکہ پیش کرتا ہے۔

"ارتھ شاستر" آج سے دو ہزار تین سو سال پہلے لکھی گئی تھی لیکن اسے پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی حالیہ مفکر نے لکھی ہے۔ وہ خیالات جو اطالوی مفکر میکیاولی نے پندرھویں صدی میں اور فرانسیسی مفکر بودے نے سولھویں صدی میں ہمیں دیئے ہیں کوتلیا بڑے ٹھاٹ سے تیسری صدی قبل مسیح میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی کتاب میں قانونِ حکومت، نظم و نسق اور بادشاہت پر بڑی سنجیدگی سے بحث کی گئی ہے۔ غرض اپنے موضوع پر یہ کتاب یکتائے زمانہ ہے۔

ایک بادشاہ کی کیا کیا خصوصیات ہونی چاہئیں، اسے کیسے رہنا چاہیئے، کن چیزوں سے بچنا چاہیئے اور کن چیزوں کو اپنانا چاہیئے ان تمام امور پر کوتلیا نے 'ارتھ شاستر' میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ایک ریاست میں بادشاہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ہر معاملے میں وہ مرکزی رول ادا کرتا ہے اس لئے بادشاہ کو بہت زیادہ محتاط اور اصولی رہنا چاہیئے۔ اسے تمام لوگوں کے لئے ایک "مثالی آدمی" ہونا چاہیئے۔

جہاں تک بادشاہ کے اختیارات کا تعلق ہے، وہ اسے لامحدود اختیارات کا حامل سمجھتا ہے۔ کوتلیا کا بادشاہ، شاہ فرانس لوئی چہاردہم

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

جگن ناتھ آزاد

لاہور میں ایک صبح

منزلِ جاناں کو جب یہ دل رواں تھا دوستو! — تم کو میں کیسے بتاؤں کیا سماں تھا دوستو!
ہر گماں پہنے ہوئے تھا ایک ملبوسِ یقیں — ہر یقیں جاں دادۂ حسنِ گماں تھا دوستو!
دل کی ہر دھڑکن مکان و لامکاں پر تھی محیط — ہر نفس رازِ دو عالم کا نشاں تھا دوستو!
کیا خبر کس جستجو میں اس قدر آوارہ تھا — دل جو گنجینۂ سرِ نہاں تھا دوستو!

ڈھونڈنے پر بھی نہ ملتا تھا مجھے اپنا وجود! !
میں تلاشِ دوست میں یوں بے نشاں تھا دوستو!

مرقدِ اقبالؔ پر حاضر تھی جب دل کی تڑپ — زندگی کا ایک پردہ درمیاں تھا دوستو!
قرب نے پیدا کیا تھا خود ہی دوری کا سماں — فاصلہ ورنہ کوئی حائل کہاں تھا دوستو!
بے خودی میں جب مرے ہونٹوں نے چوما قبر کو — میں سراپا سجدہ گاہِ قدسیاں تھا دوستو!
روبروئے جلوۂ مرقد وجودِ کم عیار — زرِ ناقص شرمسارِ امتحاں تھا دوستو!
پردۂ دل میں نہاں تھی تہ بہ تہ جو خامشی — عشق کا وہ بھی اک اظہارِ بیاں تھا دوستو!
جلوہ گاہِ دوست کا عالم کہوں اب تم سے کیا — جلوہ ہی جلوہ وہاں تھا میں کہاں تھا دوستو!
سجدہ گاہِ قدسیاں تھا یا نہ جانے کیا تھا وہ — جو مری نظروں کے آگے آستاں تھا دوستو!
دل نے ہر لمحے کو دیکھا اک نرالے رنگ میں — لمحہ لمحہ داستاں در داستاں تھا دوستو!
جس کے شعر و نغمگی پر وسعتِ عالم تھی تنگ — فلسفے کا وہ جو بحرِ بیکراں تھا دوستو!
سو رہا تھا خاک کے نیچے جہانِ زندگی — رازِ ہستی میری نظروں پر عیاں تھا دوستو!

کاش تم بھی میری پلکوں کا نظارہ دیکھتے
یہ نظارہ کہکشاں در کہکشاں تھا دوستو!

• قاضی حسن رضا

گاؤں سے آج اپنے نگر آئی روشنی !
دلہن کے ساتھ گھر میں اُتر آئی روشنی

وہ ہم سفر تھے میرے اندھیروں کے ساتھ تھے
وہ چل پڑے اُدھر تو اِدھر آئی روشنی

وہ آئے تو اندھیرے مکاں کے سمٹ گئے
ایسا لگا سمیٹ کے پَر آئی روشنی

جب آئینہ پہ پڑ گئی سورج کی اک کرن
ہر شعر میں غزل کے اُتر آئی روشنی

دروازہ و دریچے پہ پہرے لگے رہے
نکلی جو چیخ رُوح سے، در آئی روشنی

ساحل سے جا لگے گی مری ناؤ اے رضا
مینارِ شب پہ مجھ کو نظر آئی روشنی

• حیدر بیابانی

سب کو اپنا اپنا رونا کون یہاں غم خوار ہے بابا
ہم جس راہ پہ چلتے ہیں وہ راہ نہیں تلوار ہے بابا

مَن پنچھی کو پنکھ نہیں ہے پیار کو دیمک کھاتی ہے
اُلفت کو بھی روگ لگا ہے چاہت بھی بیمار ہے بابا

جس کی جھولی سب سے بھاری اُس کی قسمت نیاری ہے
پیار کے جگمگ بازاروں میں پیسوں کی جھنکار ہے بابا

لیلیٰ چھپ چھپ نیر بہائے مجنوں بن بن گھومے ہے
رسموں کی دیوار اُٹھاتے یہ کیسا سنسار ہے بابا

جیون کی پُرخار ڈگر یا کتنے چھالے دے گی اور
ایک کھائی کو پار کروں تو اک کھائی تیار ہے بابا

دھرتی اپنی، امبر اپنا، چندا اپنا، سورج اپنا
مایا لوبھ کے سارے چکر، ہر چکر بےکار ہے بابا

خون کی ہولی کھیلی جائے اس بستی میں جاؤں کیا
کہنے کو اس شہر میں میرا اچھا کاروبار ہے بابا

تن اُجلا ہے، من کالا ہے کیسے یہ پاکھنڈی لوگ
اک چہرے پہ دوجا چہرہ بہروپی سنسار ہے بابا

ہر چوکھٹ پہ جھکتے کیوں ہو، کوئی کسی کو کیا دیتا ہے
خود اپنے آگے جھک جاؤ سمجھو بیڑا پار ہے بابا

کس کس کا دُکھ درد مٹائے، کب تک حیدر مٹتا جائے
اُس کے بھی ہیں بچّے بالے اس کا بھی گھر بار ہے بابا

*

• عصمت ملیح آبادی

جعفر برمکی ۔ عروج و زوال

_مشہور مورخ العمرانی رقمطراز ہے ۔ "مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ دفتر خزانہ میں بیٹھا ہوا تھا، میری نظر ایک بہی کے اندراج پر پڑ گئی جس میں تحریر تھا کہ "جعفر پسر یحییٰ کی پوشاک کے لئے چار لاکھ دینار طلائی (دو لاکھ پاؤنڈ) دیئے گئے"

چند دنوں کے بعد جب میں پھر خزانے میں گیا تو اسی بہی پر یہ تحریر تھا کہ "جعفر پسر یحییٰ کی نعش کے جلانے کے لئے روغنِ نفط اور چٹائی کے لئے دس قیراط (دینار کا ۲۴/۱ واں حصہ) دیئے گئے"۔

خلیفہ ہارون الرشید کا ایرانی النسل وزیر جعفر برمکی بلا کا ذہین، حاضر جواب، ددگو، غریب پرور، خوش مزاج اور ہردل عزیز نوجوان تھا۔ خلیفہ اپنے تمام ررا، میں جعفر کو بے پناہ عزیز رکھتے تھے۔ جعفر برمکی کا باپ یحییٰ برمکی' خلیفہ ردن الرشید کا وزیراعظم اور خالد برمکی (خاندان عباسیہ کے دوسرے خلیفہ صور کا وزیر) کا بیٹا تھا۔ اس گھرانے کا شجرۂ نسب اس قدیم زمانے تک ہنچتا تھا جب کہ سلطنتِ فارس اپنے کمالِ عروج پر تھی۔ خالد کا باپ بھی فارس ےایک اہم آتشکدے کا برمک یعنی متولی رہ چکا تھا۔ یہ خاندان ایران کے ان مرانوں میں شمار ہوتا تھا، جنھیں فوجی خدمات کے صلے میں جاگیریں ملا کرتی تھیں

ہارون الرشید کے عہدِ خلافت میں جعفر اس قدر اہمیت اختیار کر گیا تھا کہ لیفہ کے مقابلے پر اس کا حکم اوّل سمجھا جاتا تھا۔ تمام احکام شاہی اسی کے تخطوں سے جاری کئے جاتے تھے، دربار میں روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں درخواستیں رشکایات آتی تھیں' ان سب کے جوابات بھی جعفر ہی دیا کرتا تھا۔

خلیفہ شام کو عیش و عشرت کی محفل سجاتا تو اس میں جعفر برمکی، دربار کا ظریف اعر ابونواس اور اس کا حبشی النسل جلّاد غلام مسرور شریک رہا کرتے، یہ محفلیں زسرِ شام شروع ہو کر صبح کی نماز تک منعقد رہا کرتیں۔

خلیفہ کے قریب ترین رشتہ دار بھی جعفر کے ذریعے اپنی خواہشات کی تکمیل رواتے تھے جس کا اندازہ ذیل کے اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک روز جعفر نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے لئے اپنے محل پر ایک عالی ان دعوت کا انتظام کیا۔ محل کے تمام در و دیوار کو زر و جواہر سے آراستہ کیا یا۔ شرکاء نے عیش و عشرت کا ریشمی لباس زیبِ تن کیا، نغمہ و ساز کی محفل سجی، جام پر جام لنڈھائے جانے لگے ۔ جعفر نے اپنے دربان کو ہدایت کردی کہ میرے ایک مہمان عبدالملک بن صالح کے علاوہ کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ اتفاق سے اسی وقت خلیفہ کے ایک قریبی رشتہ دار عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ ابن عباسؓ کسی ضرورت سے جعفر سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

دربان نے نام کی مشابہت سے انھیں اندر جانے دیا۔ یہ عبدالملک نہایت سخت مزاج اور پابندِ شریعت آدمی تھے۔ جعفر کی نظر اُن پر پڑی تو بہت ہی نادم اور پریشان ہوا۔ لیکن عبدالملک نے خادم کو بلا کر دستور محفل کے مطابق ریشمی لباس منگوا کر پہن لیا اور دو چار جام شراب کے چڑھا کر نغمہ و سُرود میں گُم ہو گئے ۔ جب ذرا ہوش آیا تو جعفر کو قریب بُلا کر بولے ۔ "میں تمھارے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ خلیفہ سے کہہ کر میرے تین کام کروا دو۔ اول یہ کہ میرے اوپر دس لاکھ درہم قرض ہے اُس کی ادائیگی ہوجائے، دوئم یہ کہ میرے لڑکے کو اس کی شایانِ شان کسی صوبے کی گورنری مل جائے اور تیسرا امر یہ کہ خلیفہ کی دختر سے میرے لڑکے کی شادی ہوجائے۔"

جعفر نے اُن کی بات سُن کر جواب دیا ۔ "انشاءاللہ آپ کے تینوں کام ہوجائینگے، زرِ نقد کے متعلق تو یہ عرض ہے کہ وہ اسی وقت آپ کے دولت خانے پر بھیج دیتا ہوں' آپ کے صاحبزادے کو مصر کا گورنر بنا دیا جائے گا اور خلیفہ کی دختر سے اُن کی نسبت بھی ہوجائے گی۔"

غرض ہارون الرشید اور جعفر کی محبت کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ نے ایک ایسا چوغہ بنوایا تھا جس میں دو گریبان تھے ایک خود خلیفہ پہنتا تھا اور دوسرا جعفر برمکی' تاکہ وہ کسی وقت بھی اس سے جُدا نہ ہو۔

جعفر ہی کی طرح خلیفہ کو اپنی بہن عباسہ بھی عزیز تھی، حرمِ سُلطانی میں وہ ہر وقت عبّاسہ کو اپنے ہمراہ رکھتا تھا اسی لئے پردہ کی وجہ سے جعفر اس وقفہ میں خلیفہ سے الگ ہوجاتا تھا اور خلیفہ کے لئے یہ لمحات انتہائی تکلیف کا باعث ہوتے تھے۔

ایک روز تنہائی میں ہارون الرشید نے جعفر کو بُلا کر رازداری کے ساتھ کہا "میرے عزیز! حرمِ سُلطانی میں تمھاری غیر موجودگی میرے ملال کا سبب ہوتی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ عبّاسہ سے تمھارا عقد کردوں تاکہ پردے کی دشواری سے نجات پاؤں' لیکن تمھیں اس سلسلہ میں یہ وعدہ کرنا پڑے گا کہ میری موجودگی کے علاوہ تم کبھی عبّاسہ سے نہیں ملو گے، کیونکہ میں نہیں چاہتا

کہ میرے ہاشمی خون میں کسی دوسرے خون کی آمیزش ہو۔ یاد رکھو! اگر تم نے اپنے وعدے کا پاس نہیں کیا تو خدا کی قسم اپنے دل پر پتھر رکھ کر تمھارا سر قلم کرا دونگا۔"

جعفر نے نہایت سعادت مندی سے جواب دیا کہ ۔" امیرالمومنین ! میری جان آپ پر قربان ! انشاءاللہ میری ذات سے حضور کو کوئی دُکھ نہیں پہنچے گا میں وعدہ کرتا ہوں۔"

اس گفتگو کے بعد ہارون الرشید نے جعفر کے ساتھ عباسہ کا نکاح کر دیا جس کی وجہ سے جعفر حرمِ سُلطانی میں آزادانہ طور پر آنے جانے لگا۔ اُسے شہزادیوں میں بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ تمام شہزادیاں اس سے خوش رہا کرتی تھیں کیونکہ وہ سب کے کام کر وا دیا کرتا تھا۔ لیکن خلیفہ کے چچا کی بیٹی اور اس کی چہیتی بیگم زبیدہ غرور و تکبر کی وجہ سے ہمیشہ جعفر سے کبیدہ خاطر رہتی تھی۔

خلیفہ کے خوف کی وجہ سے جعفر آنکھ اُٹھا کر بھی اپنی بیوی عباسہ کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ لیکن عباسہ نے جعفر کی خوبصورتی اور جوانی سے متاثر ہو کر اس سے تنہائی میں ملنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

ایک دن عباسہ نے اپنی ساس کے پاس جا کر عرض کیا ۔" مادرِ من ! کیا جعفر نے مجھ سے نکاح نہیں کیا ہے، کیا میں اس کی شرعی زوجہ نہیں ہوں۔ کیا مجھے اس سے ملنے کا حق پیغمبرؐ خدا نے مرحمت نہیں فرمایا ہے ؟"

" تیرا کہنا بالکل درست ہے بہو۔" جعفر کی ماں نے جواب دیا ۔" لیکن جعفر مجبور ہے، وہ اپنا عہد نہیں توڑ سکتا۔ پھر بھی میں ایک بار تجھے جعفر سے ملانے کی کوشش کروں گی۔ تو اطمینان رکھ۔"

عباسہ سر جھکا کر اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔

جعفر کی والدہ نے اپنے بیٹے کے پاس جا کر نہایت چالاکی کے ساتھ کہا۔

" نورِ چشم ! ایک ایسی حسین و جمیل کنیز بکتی ہے جسے دیکھ کر طوطیاں ہاتھ پسارتی ہیں۔ اگر تو اُسے خرید لے تو کیا ہی اچھا ہو۔"

جعفر اس کے حُسن کی تعریف سُنکر غائبانہ طور پر عاشق ہو گیا اور ماں کو حکم دیا کہ رات کنیز کو میری خوابگاہ میں حاضر کیا جائے۔ رات ہوتے ہی ماں نے جعفر کو دو چار شراب کے جام بھی پلا دیئے تاکہ وہ عباسہ کو پہچان نہ سکے۔ اور عباسہ کو خوابگاہ میں داخل کر دیا۔

صبح جعفر کو ہوش آیا تو خلیفہ کے خوف سے اس کا سارا جسم کانپنے لگا اس نے بڑبڑاتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا۔" تم نے یہ کیا غضب کیا ماں۔ اب میرا کٹا ہوا سر بھی دیکھ لینا۔"

عباسہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" میرے سرتاج ! ایسی باتیں منہ سے نہ نکالیئے، ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اپنے نبیؐ کی سنت پوری کی ہے۔ حق اور سچائی کے لئے اگر سر بھی قلم کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔"

" لیکن یہ راز کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے عباسہ، ہم جس راستے پر آگئے ہیں وہ راستہ موت کی طرف جاتا ہے جبکہ ہمیں زندگی کی ضرورت ہے۔"

غرض خلیفہ سے چھپ کر دونوں ایک دوسرے سے ملتے رہے یہاں تک کہ دو بچے بھی پیدا ہو گئے جنھیں خلیفہ کی نظروں سے بچانے کے لئے جعفر نے مدینہ منورہ بھیج دیا۔

لیکن یہ راز زیادہ دن تک راز نہیں رہ سکا۔ ایک دن زبیدہ نے خلوت میں اس جانکاہ خبر سے خلیفہ کو آگاہ کر دیا۔ خلیفہ غصے سے بے قابو ہو کر تین دن تک ایک کوٹھری میں بند رہا اور تمام معاملات پر غور کرتا رہا۔ چوتھے دن اپنی عزیز بیوی زبیدہ کو بلوا کر جعفر کے قتل کا مشورہ کیا۔

زبیدہ نے اپنے غلام آرزو کو خلیفہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا ۔

" یہ غلام جعفر اور عباسہ کے تمام واقعات سے آگاہ ہے۔"

ہارون الرشید نے آرزو کو حکم دیا ۔" جو کچھ حال تجھے معلوم ہے تفصیل سے بیان کر ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔"

آرزو نے دونوں کی ملاقاتوں کا مفصّل حال خلیفہ کے روبرو بیان کر دیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ دونوں بچے مدینہ منورہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔

خلیفہ نے غیض و غضب کے عالم میں اُسی وقت آرزو کو مروا ڈالا اور اپنے خاص جلاد مسرور کو بلا کر حکم دیا کہ آج رات جب اندھیرا ہو جائے تو دس مزدور اور دو غلام لے کر میرے پاس حاضر ہو جانا۔

مسرور رات کی تاریکی میں مزدوروں کو لے کر حاضر ہوا تو خلیفہ اُن کے ہمراہ عباسہ کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ عباسہ کو نیند کی آغوش سے اُٹھا کر موت کی تاریکی میں ڈھکیل دیا گیا۔

خلیفہ نے مزدوروں کو حکم دیا کہ اسی کمرے میں اتنا گہرا گڈھا کھودو کہ زمین سے پانی نکل آئے اور جب پانی نکل آیا تو عباسہ کو ایک صندوق میں مقفل کر کے اس میں دفن کر وا دیا۔ کمرے میں بھی قفل ڈال کر چابی مسرور کے حوالے کرتے ہوئے خلیفہ نے کہا ۔" جب تک میں طلب نہ کروں یہ چابی اپنے پاس حفاظت سے رکھیو اور تمام مزدوروں کو ان کی محنت کے مطابق اُجرت دیکر رخصت کر دے۔"

مسرور نے خلیفہ کی مرضی سمجھ لی اور دسوں مزدوروں کو لے جا کر بڑے بڑے پتھروں کے ساتھ تھیلوں میں سلوا کر دریائے دجلہ میں پھینک دیا۔

اس کام سے فراغت کے بعد ہارون الرشید نے مسرور کو حکم دیا کہ محل کے صحن میں ایک ترکی خیمہ نصب کر دیا جائے۔ خلیفہ آفتاب نکلنے سے پہلے آکر اس خیمہ میں بیٹھ کر نہایت خاموشی کے ساتھ کچھ سوچا کرتا تھا کسی کو خبر نہ تھی کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

جمعرات کے دن سویرے ہارون الرشید نے دربار کیا۔ جعفر بھی تمام

عرائض وشکایات کے بنڈل لے کر دربار میں حاضر ہوا۔ اور خلیفہ سے درخواست کی کہ اسے خراسان جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

خلیفہ نہایت محبت اور عزت کے ساتھ جعفر سے مخاطب ہوا۔ "برادرِ من" اس نے شفقت کے ساتھ کہا۔ "میں نے زائچہ کھینچ کر دیکھا ہے آج کے دن تمہارا سفر کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔"

جعفر خود بھی علمِ نجوم میں دخل رکھتا تھا اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر عرض کیا۔ "امیر المومنین! خدا کی قسم آپ نے بالکل درست فرمایا، جس تیزی سے اس وقت ستارہ چل رہا ہے میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔"

دربار برخاست ہوگیا، جعفر بھی اپنے محل کی طرف چلا گیا۔

ابھی وہ محل میں داخل ہی ہوا تھا کہ خلیفہ نے مسرور کو بلا کر حکم دیا۔ "اسی وقت جعفر کے پاس جاؤ اور کہنا کہ خراسان سے قاصد ایک اہم خبر لے کر حاضر ہوا ہے فوراً حاضر ہو، اور جب جعفر حرمِ سلطانی کے پہلے پھاٹک کے اندر آجائے تو سپاہیوں کا پہرہ لگوا دینا تاکہ کوئی اور اندر داخل نہ ہو سکے۔ اور نہایت خاموشی سے جعفر کو کسی خیمہ میں لے جا کر قتل کر دینا۔ یاد رکھنا اگر اس کام میں تم نے کوتاہی یا لاپرائی کی تو اس کے ساتھ تمہارا سر بھی قلم کر دیا جائے گا۔"

خلیفہ کا حکم سنکر مسرور جعفر کے محل میں داخل ہوا۔ جعفر کپڑے اتار کر آرام کرنے جا رہا تھا، مسرور کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔ "اس وقت کیوں آئے ہو مسرور؟"

مسرور نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ "خراسان سے قاصد آیا ہے، کسی ضروری مشورے کے لئے امیر المومنین نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

جعفر کپڑے پہن کر حرمِ سلطانی کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور جیسے ہی اس نے پہلے پھاٹک میں قدم رکھا دیکھا کہ پھاٹک پر سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے، اس نے محل میں خود کو بالکل تنہا پا کر مسرور سے سوال کیا۔ "کہاں چلنا ہے مسرور امیر المومنین کہاں ہیں؟"

مسرور نے خیمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہاں!"

جعفر خیمے میں داخل ہوا تو وہاں خلیفہ کو نہ دیکھ کر مسرور سے اضطراب کے ساتھ بولا۔ "برادرِ من! آخر بات کیا ہے، کیا میرا وقت قریب آگیا؟"

"ہاں!"۔ مسرور نے کمر سے تلوار نکالتے ہوئے جواب دیا۔ "امیر المومنین کا یہی حکم ہے۔"

جعفر اس کے ہاتھ پاؤں چومتے ہوئے گڑگڑانے لگا۔ "اے برادر! اے مسرور، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ امیر المومنین، مجھ سے کس قدر محبت کرتے ہیں، ضرور ان کے کان کسی نے بھر دیئے ہیں۔ تم مجھے یہاں سے بھاگ جانے دو، میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تمہیں دو لاکھ دینار دوں گا۔" (ایک لاکھ پاؤنڈ)

"یہ نہیں ہو سکتا۔" مسرور نے جواب دیا۔ "امیر المومنین کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا۔"

جعفر بولا۔ "اگر تم مجھے بھاگنے کا موقع نہیں دے سکتے تو امیر المومنین کے پاس لے چلو۔ شاید میرا قصور معاف کر دیا جائے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی آدھی جائداد تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"یہ بھی ممکن نہیں ہے۔" مسرور نے کہا۔ "میں چند لمحوں کے لئے تمہیں موقع دیتا ہوں، خدا سے اپنے گناہوں کی توبہ کر لو۔ جب تک میں خلیفہ کے پاس ہو کر واپس آتا ہوں۔ خدا کرے ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو۔"

مسرور خلیفہ کے سامنے پہنچا تو وہ ایک چھڑی کی نوک سے بار بار زمین کرید رہا تھا۔ اس کی پیشانی پسینہ سے شرابور ہو رہی تھی، اس نے سرخ سرخ آنکھیں اٹھا کر مسرور کی طرف دیکھا۔ "تیری ماں تجھے روئے، کیا خبر لایا ہے۔ تو نے جعفر کو قتل کر دیا یا نہیں، فوراً میرے سامنے اس کا سر حاضر کر۔"

مسرور الٹے پاؤں خیمے میں واپس پہنچا تو جعفر نماز پڑھ رہا تھا۔ مسرور نے رکوع کی حالت میں اس کا سر قلم کر دیا، اور داڑھی پکڑ کر خلیفہ کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ خلیفہ نے غور سے کٹے ہوئے سر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اے جعفر! اے عزیز! میں نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا۔ میں نے تمہیں عزت بخشی، تم نے بدنامی کا ٹوکرا میرے سر پر رکھ دیا۔ میں نے تم سے عہد لیا، تم نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی میں نے تمہیں اپنا ہمراز بنایا، تم نے میری شان میں کلماتِ سخت کہے۔ تم میرے دامن کو داغدار کر کے خود بھی تباہ ہوئے اور مجھے بھی تباہ کر دیا۔" اتنا کہہ کر خلیفہ دیر تک روتا رہا۔

چند دن بعد ہارون الرشید جعفر کے بچوں کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کی غرض سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا، اور واپسی پر ایک آدمی روانہ کر کے بچوں کو مدینہ شریف سے لا کر اپنے سامنے پیش ہونے کا حکم دیا۔

دونوں بچے خلیفہ کے حضور میں پیش کئے گئے۔ خلیفہ نے ان کے حسن و جمال کی بہت تعریف کی، پھر بڑے لڑکے کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "نورِ چشمِ من! تمہارا نام کیا ہے؟"

بچے نے بنی ہاشم کی سی فصاحت کے ساتھ جواب دیا۔ "ناچیز کو الحسن کہتے ہیں۔"

خلیفہ نے دوسرے بچے سے پوچھا "اور تمہارا کیا نام ہے؟"

"مجھے الحسین کہتے ہیں۔" بچے کے لہجہ میں ایرانی کھنک موجود تھی۔

خلیفہ دیر تک دونوں کو دیکھتا رہا پھر روتے ہوئے کہنے لگا۔ "برخوردارو! تمہاری خوبصورتی اور بے گناہی کا میرے دل پر اثر ہوتا ہے۔ خدا اس پر رحم نہ کرے جو تم سے برائی کرے۔"

پھر مسرور کو بلا کر پوچھا۔ "تم نے وہ کنجی کیا کی جو میں نے تمہارے پاس رکھوائی تھی؟"

مسرور نے جیب سے کنجی نکال کر پیش کرنا چاہی،

لیکن خلیفہ بیچ ہی میں بول اُٹھا " جا اور ان دونوں بچوں کو ان کی ماں کے پاس پہنچا دے ۔"

اتنا کہہ کر خلیفہ زار و قطار رونے لگا۔ اور قدرے توقف کے بعد حاضرین کی طرف نگاہ اُٹھا کر بولا " خبردار! آج سے کوئی برامکہ کا نام تک نہ لے، کیونکہ میں نے یحییٰ کو بھی اس کے مکان میں قید کر دیا ہے۔ برامکہ کی تمام جائداد ضبط کر لی ہیں اور خاندان برامکہ کے ایک ہزار آدمیوں کو قتل کروا دیا ہے ۔"

بقیہ صفحہ ۲۲ سے آگے

اور شاہ اسپین فریڈرک دی گریٹ کی طرح طاقتور اور خود مختار رہے۔ اپنی حکومت کی حد تک وہ سیاہ و سفید کا واحد مالک ہوتا ہے۔ مملکت کا کوئی دوسرا فرد اس کی شخصیت کو چیلنج نہیں کر سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کہتا ہے کہ ایک بادشاہ کو ہمیشہ اپنی رعایا کی خوشی اور بہبودی کا خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ اسی کی وجہ سے وہ بادشاہ ہے۔ 'ارتھ شاستر' میں وہ صاف لفظوں میں لکھتا ہے کہ کسی بادشاہ کی خوشی اس کی رعایا کی خوشی ہونی چاہیئے اسی طرح کسی بادشاہ کی بہبودی اس کی رعایا کی بہبودی میں مضمر ہونی چاہیئے۔ ایک بادشاہ کو انتباہ کے طور پر وہ کہتا ہے کہ اسے دو چیزوں سے بہت محتاط رہنا چاہیئے، ایک۔ اپنی رعایا کی خواتین کے ناموس سے اور دوسرے اپنی رعایا کی ذاتی جائداد سے۔ کیونکہ کوٹلیا کا خیال ہے کہ لوگ اپنی جائداد سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ یہی حال عورتوں کی عصمت کا بھی ہے۔

ایک بادشاہ کا معیار اس کے نزدیک یہ تھا کہ اسے لالچی، حریص، تنگ نظر، غصیلہ اور کمزور نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک بادشاہ کی خصوصیات گنواتے ہوئے لکھتا ہے کہ بادشاہ کو رحمدل، خدا ترس، سچا، بہادر، ذہین، طاقتور اور مستقل مزاج ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ کو ہمیشہ اعلیٰ خاندان کا ہونا چاہیئے تاکہ وہ اتنی بڑی جگہ پر رہ کر چھوٹی اور ذلیل حرکتیں نہ کرے۔ ایک مکمل بادشاہ کے اوصاف کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ ایک بادشاہ کو ہمیشہ عالموں، فاضلوں اور اپنے سے بڑوں کی صحبت میں رہنا چاہیئے۔ بادشاہ کو رزم و بزم دونوں کا شہسوار ہونا چاہیئے۔ اُسے فنِ جنگ اور نظم و نسق دونوں سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے۔

بادشاہ کی سلامتی اور ترقی کے لئے وہ جاسوسی کے محکمہ پر زور دیتا ہے مستحکم حکومت کے لئے وہ معاشی پہلو کو بیحد اہمیت دیتا ہے اور حکومت کی آمدنی کا ایک ذریعہ ٹیکس کو گردانتا ہے۔

اس طرح کوٹلیا نے 'ارتھ شاستر' میں حکومت اور بادشاہت کے تعلق سے تفصیلی بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی دنیا کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں پایا جاتا جس کا اس کتاب میں ذکر نہ کیا گیا ہو اور جس پر اس نے خامہ فرسائی نہ کی ہو۔ کسی بھی ایک مسئلہ کو لے کر وہ اس پر صفحہ کے صفحہ رنگ دیتا ہے۔ معاشی، معاشرتی اور سیاسی ہر قسم کے خیالات ہمیں اس کتاب میں ملتے ہیں۔

" ارتھ شاستر " کو پڑھتے ہوئے ہمیں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ یہ کتاب آج سے دو ہزار تین سو سال پہلے لکھی گئی ہے اور اس کی یہی وجہ اس کے لکھنے والے کو عظمت کی لا انتہا ہی بلندیوں تک پہنچاتی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں کہ " ارتھ شاستر " آج بھی اپنی متعلقہ کئی کتابوں پر بھاری ہے۔

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلہ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ آپ اپنے سوالات مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرما سکتے ہیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ ۱۵ واں منزلہ
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

کُل ہند صنعتی نمائش

مہاراشٹر کی شاندار شرکت

۱۱ر اپریل ۱۹۷۸ء کے دن سارس باغ، پُونے میں ۱۹ ویں کلُ ہند صنعتی نمائش کا افتتاح وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل کے ہاتھوں عمل میں آیا۔

سابقہ فوجی ملازمین لیگ کی امداد کیلئے اس نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔

مہاراشٹر نے اس نمائش میں شاندار طریقے پر شرکت کی۔
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کی جانب سے ایک مناسب پویلین لگایا گیا تھا۔ جس میں علیحدہ علیحدہ خانوں میں خوبصورت تصاویر آویزاں کی گئی تھیں۔ جن کے ذریعے مختلف شعبہ جات میں صنعتی ترقیات کو پیش کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ عوام کی معلومات کے لئے چھوٹی صنعتوں کی امداد اور نئے کاروبار جاری کرنے سے متعلق سرکاری اقدامات پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی۔

ان خانوں کے علاوہ، صنعتی اشیاء بشمول الیکٹرونک آلات کی تیاری میں ریاست کی ترقیات کی سند پیش کرتی ہوئی صنعتی آلات کی بہترین نمائش بھی کی گئی تھی۔

اس پویلین سے جس میں لوگوں نے خاصی دلچسپی ظاہر کی، ملک بھر میں مہاراشٹر کی ایک مثال قائم کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

مہاراشٹر پویلین کا اندرونی منظر

گوشۂ الیکٹرانک آلات

شری رام منوہر ترپاٹھی کا دورۂ اندور اور اُجین

مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے شہری ترقی، پروٹوکول و اطلاعات شری رام منوہر ترپاٹھی کے سہ روزہ دورۂ اندور و اُجین میں صحافیوں اور سوشل ورکروں کی جانب سے ان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔

شری ترپاٹھی ۱۷ مئی کو اندور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر اندور کے کلکٹر شری نارد، اندور پریس کلب کے صدر شری راجیندر ماتھر، نئی دنیا کے مینیجنگ ڈائرکٹر شری نریندر تیواری اور اندور جائنٹ گروپ کے صدر کے علاوہ 'اسپوتنک' ہفتہ وار کے ایڈیٹر شری دنیش اوستھی نے انھیں خوش آمدید کہا۔ اسی دن شری ترپاٹھی اُجین تشریف لے گئے۔ وہاں انھوں نے وکرم وشو ودیالیہ کے وائس چانسلر اور ہندی کے معروف شاعر شری شیو منگل سنگھ سُمن سے اُن کے دولت خانے پر ملاقات کی۔

اِندور کے ہفت روزہ "اسپوتنک" کی بیسویں سالگرہ کے موقع پر مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے شہری ترقی، پروٹوکول و اطلاعات شری رام منوہر ترپاٹھی نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔

اُجین پہنچنے پر کماری رحمان، کلکٹر اور دیگر سرکاری افسران نے ڈاک بنگلے پر اُن سے ملاقات کی۔ شری ترپاٹھی اُجین کے تاریخی مندر 'مہا کال' کے درشن کے لئے گئے۔

اُجین کے گرانڈ ہوٹل میں پریس کلب آف اُجین کی طرف سے منعقدہ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے شری ترپاٹھی نے فرمایا کہ بھارت کے تاریخی شہر میں سمراٹ وکرمادتیہ اور کالیداس کے شہر میں اپنے آپ کو پاکر بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ان کے پڑوسی راجیہ مہاراشٹر سے آئے ہیں۔ مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کا بہت پرانا سماجی و اقتصادی تعلق ہے۔ مراٹھی بولنے والوں کی ایک بہت بڑی آبادی مدھیہ پردیش میں بستی ہے۔

آپ نے اُجین کے صحافیوں کو مہاراشٹر آنے کی دعوت دی تاکہ وہ مہاراشٹر میں ترقی کی جانب جو قدم اُٹھائے گئے ہیں، انھیں دیکھیں۔ شری ترپاٹھی نے کہا کہ مہاراشٹر سرکار کی 'ضمانت روزگار اسکیم'، ایک بڑی ترقی پسندانہ اسکیم ہے اور دیش کی بھلائی کے لئے ایک اچھا قدم ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مہاراشٹر نے ہمیشہ قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے اقدام کئے ہیں۔ مہاراشٹر ایک چھوٹا ہندوستان ہے۔ وہاں ہر طبقہ اور زبان کے بولنے والے لوگ مل جل کر زندگی گزار رہے ہیں۔ اور ملک کی ترقی کے کاموں میں منہمک ہیں۔ ڈاکٹر شیو شرما نے صحافیوں کی جانب سے وزیر مملکت کا استقبال کیا۔ اس موقع پر ایک چھوٹا سا مشاعرہ بھی منعقد ہوا۔ مہاراشٹر کے چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز شری موہن پاٹل بھی اس موقع پر حاضر تھے۔

اسی دن شام میں اندور کے جائنٹ گروپ کے جلسۂ خاص میں تقریر کرتے ہوئے شری ترپاٹھی نے جائنٹ گروپ کی طرف سے قلیل آمدنی والے لوگوں کو سستی قیمت کے مکان دینے پر خوشی کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ضرورت مند اور انجینئر ایک ساتھ مل کر اس بات کی کوشش کریں کہ مکانات کم سے کم خرچ میں بنائے جائیں۔ انھوں نے کہا کہ مہاراشٹر میں ناگپور کے ہاؤسنگ بورڈ نے سستے مکانات کے ماڈل تیار کئے ہیں۔ اگر جائنٹ گروپ آف اندور ایسے ماڈل کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہے تو

قومی راج

سے بخوبی مُہیّا کی جائیں گی۔

'بلٹز' (ہندی) کے ایڈیٹر شری نندکشور نوٹیال نے اپنی تقریر میں کہا کہ گندی
ی کے لوگوں کو ان کے رہنے کے مقامات سے دُور مکان بنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔
، لوگوں کو اپنے رہنے کی جگہ کے قریب ہی مکان بنوا کر دینا چاہئے۔ شری دِنیش
ھی نے وزیر مملکت کا استقبال کیا اور شری اگروال نے شکریہ ادا کیا۔

دوسرے دن شری ترپاٹھی اندور کے سب ہی اخبارات کے دفتروں میں
ریف لے گئے اور وہاں کے تمام اراکین وعملے سے ملے۔ شری ترپاٹھی دوسرے
رکھنے جو وزیروں کے رکھ رکھاؤ کو الگ رکھ کر اخبار کے دفتروں میں تشریف
گئے۔ شام میں اندور کے معروف ہفتہ وار اخبار 'اسپوتنک' کی بیسویں
لگرہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے شری ترپاٹھی نے کہا کہ اندور ہندی
افت میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ ہندی کا سب سے پہلا روزنامہ
ردور گزٹ' یہیں سے شائع ہوا تھا۔ آج یہ شہر بڑی اچھی طرح چھ ہندی روزنامے
ئع کر رہا ہے۔ ہفتہ وار 'اسپوتنگ' کو اس کڑے دور میں جاری رکھنے پر
ں کے ایڈیٹر شری دینیش اوستھی کو مُبارکباد دی۔ آپ نے فرمایا کہ آج کے
نے میں آزادانہ طور پر اخبار چلانا بڑا مشکل کام ہو گیا ہے۔ سرمایہ داروں کی
سے شائع کئے گئے اخباروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شری ترپاٹھی
رمایا کہ یہ اخبارات کہاں تک آزاد ہیں اس کا اندازہ اخباری تجربے کے ذریعہ
ا جا سکتا ہے شری ترپاٹھی نے اندور ہندی ساہتیہ سمیلن کی جانب سے
عدہ مُشاعرے میں بھی شرکت کی۔

مہاراشٹر ساہتیہ سبھا کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے شری ترپاٹھی
کہا کہ اندور کی سماجی زندگی میں اس کی اہم حیثیت ہے۔

انھوں نے مراٹھی زبان کی ترویج کے لئے عام کلاسیں کھولنے کے لئے
بد ظاہر کی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ وہ ایک شعبۂ اطلاعات قائم کریں جس
ے لئے مہاراشٹر ہر قسم کی مدد کرے گا۔ اندور ریڈیو پر مراٹھی میں نشر واشاعت
، لئے مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے بارے میں بھی وعدہ کیا۔

●●

شری ایل۔ ایس لُلّا

شری ایل۔ ایس لُلّا کا ۳۱ مئی ۱۹۷۸ء کو حکومت مہاراشٹر کے چیف سکریٹری کی حیثیت سے شری ایس۔ وی بھاوے کی جگہ تقرر ہوا ہے۔

آپ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۹ء تک آپ نے وکالت کی اور اسی سال انڈین ایڈمنسٹریٹیو سروس اختیار کی۔

آپ پونے ضلع کے اسسٹنٹ کلکٹر رہے۔ دھولے و ستارا ضلع میں بحیثیت کلکٹر کام کیا۔ حکومت مہاراشٹر کے ڈپٹی سکریٹری، جنرل مینجر آف مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن، ٹرانسپورٹ منسٹری میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی، مینجنگ ڈائرکٹر آف دی سینٹرل روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن، وزارت دفاع میں جوائنٹ سکریٹری، سکریٹری برائے پلاننگ۔ ریونیو اور ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کے عہدوں پر فائز رہنے کے بعد جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کے اسپیشل سکریٹری مقرر ہوئے۔

۱۹۶۲ء کی جنگ میں آپ کو خصوصی طور پر شمال۔ مشرقی علاقوں میں رسد فراہمی کے انتظامات کے لئے نامزد کیا گیا تھا۔

آپ کو ٹینس اور تیراکی سے شوق ہے۔

جاپانی اسکالر کے ساتھ ایک شام

جاپان کے ایک نوجوان اسکالر مساؤ سوزوکی جو کراچی میں کرشن چندر کے ادب پر تحقیق کر رہے ہیں اپنے بمبئی کے دورہ پر ۳ر جون کو منترالیہ تشریف لائے۔ جہاں انھیں اسٹیٹ اردو اکیڈمی کی جانب سے ایک استقبالیہ دیا گیا۔

مہاراشٹر کے وزیر مملکت شری رام منوہر ترپاٹھی نے مہمان کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کی اردو زبان و ادب سے دلچسپی پر اظہار مسرت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اردو ادب میں منشی پریم چند اور کرشن چندر کو وہی درجہ دیتے ہیں جو آزادیٔ وطن کی تحریک میں گاندھی جی اور نہرو کو دیا گیا ہے۔ جس روز ان کی کرشن چندر سے پہلی ملاقات ہوئی تھی وہ دیر تک نہیں سو سکے۔ انھیں ایک ایسی خوشی کا احساس تھا جو ان کی زندگی میں صرف دو مرتبہ حاصل ہوئی۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب وہ پنڈت نہرو سے ملے اور دوسری مرتبہ کرشن چندر سے ملاقات کرنے پر۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس کے بعد ایسی خوشی کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ وزیر بننے پر بھی۔

شری ترپاٹھی نے اس بات کا انکشاف کیا کہ انھوں نے ساتویں درجہ تک اردو ہی میں تعلیم پائی۔ پھر ڈاکٹر سمپورنانند جی کے آتے ہی ان کے فرمان کے تحت انھیں ہندی میں تعلیم حاصل کرنا پڑی۔ کرشن چندر کے بارے میں شری ترپاٹھی نے بڑے جذباتی انداز میں فرمایا کہ ان کی شخصیت کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایسے محبوب دوست تھے جنھیں کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

وزیر موصوف نے مزید کہا کہ اس زبان نے ملک کو خصوصاً جنگ آزادی میں اتنا کچھ دیا ہے جو کسی اور زبان نے نہیں دیا۔ آپ نے اس بات کا یقین دلایا کہ جس طرح چودہ سال بعد رام بن باس پورا کر کے اجودھیا واپس لوٹے تھے۔ اسی طرح اردو زبان بھی اپنے مقام پر واپس لوٹے گی۔

شری کے ایم اظہر حسین وزیر مملکت برائے زراعت نے اس موقع پر مساؤ سوزوکی سے اردو کے بارے میں مختلف سوالات کئے اپنی جوابی تقریر میں موصوف اسکالر نے کہا کہ وہ ہندوستان کی تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے ہیں کہ انھوں نے اس تہذیب پر زبان اردو میں ریسرچ کرنے کا ارادہ کیا اور اب وہ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

قومی راج

شری خواجہ عبدالغفور، سکریٹری مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی نے مساؤ سوزوکی کا حاضرین سے تعارف کرایا۔

اس موقع پر شری شام کشن نگم، شریمتی سلمہ صدیقی، ڈاکٹر عبدالکریم نائیک، تاجدار، احتشام صدیقی اور ریاض احمد خان نے مختلف سوالات کئے۔ شری شمیم زبیری، ڈاکٹر عبدالستار دلوی اور شری ظہیرالدین اور دیگر افسران و معززین اس موقع پر حاضر تھے۔

مہاراشٹر میں سائنس و ٹیکنیکل امور میں ربط

قومی و ملکی سطح پر قائم کردہ قومی کمیٹی برائے سائنس و ٹیکنولوجی کی کوششوں کو مزید تقویت بخشنے کی غرض سے حکومت مہاراشٹر نے اکتوبر ۷۲ء میں وزیر اعلیٰ کی زیر قیادت ریاستی سطح پر سائنس و ٹیکنولوجی رابطہ کمیٹی کی تشکیل کی تھی۔ جس کا مقصد سائنس و ٹیکنولوجی سے متعلق تجاویز و مشوروں پر غور و خوض کرنا ہے اور ایسی تحقیقی و ترقیاتی کاموں کی سفارش کرنا ہے جس سے پوری ریاست مستفیض ہو سکے۔ وزیر تعلیم کو اس کمیٹی کا نائب صدر مقرر کیا گیا ہے۔

اس مقصد کے لئے اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل جائزہ کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔ زراعتی صنعتوں سے متعلق جائزہ کمیٹی، فشریز، گھریلو صنعتیں وغیرہ کیمیکل اور کیمیکل انجینیرنگ سے متعلق جائزہ کمیٹی، انجینیرنگ اور الیکٹرونک سے متعلق جائزہ کمیٹی، پانی کی حفاظت، خاندانی منصوبہ بندی، صحت عامہ اور غذا سے متعلق ٹاسک فورس۔ محکمہ تعلیم اور یوتھ سروس ڈیپارٹمنٹ میں واقع سائنس ٹیکنولوجی سیل جس کا قیام ستمبر ۷۴ء میں عمل میں آیا۔ ان کمیٹیوں کی سفارشات کی بنیاد پر ریاستوں میں واقع مختلف اداروں سے ریسرچ اور ترقیاتی پروجیکٹ حاصل کرتی ہیں۔ ان پروجیکٹوں کو اعلیٰ کمیٹی کے روبرو منظوری کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اب تک اس سیل نے ریاست و بیرونی ریاست میں واقع مختلف اداروں کے پیش کردہ ۲۰ پروجیکٹوں کی مالی اعانت کی ہے۔

اس سیل کی کارروائیوں میں مزید استحکام پیدا کرنے کی غرض سے ریاست کے لئے معلوماتی و دستاویزی مرکز قائم کرنے کی ایک اسکیم مرتب کی گئی ہے۔ جسے ریاستی حکومت کی مدد سے جلد شروع کیا جائے گا۔

مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن کے نئے چیرمین

حکومت مہاراشٹر نے ڈاکٹر کے جی دیشمکھ کو ۸ر جون ۷۸ء سے مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن کے نئے چیرمین کی حیثیت سے مقرر کیا ہے۔

عثمانیہ میڈیکل کالج کے لئے وزیر اعلیٰ کا عطیہ

عثمانیہ میڈیکل کالج اور عثمانیہ جنرل اسپتال حیدر آباد کے ۵۰ سالہ جشن کے
ع پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل نے وزیر اعلیٰ فنڈ میں سے ۲۵۰۰۰
پیہ کی رقم بطور عطیہ دینا منظور کیا ہے۔

معذور طلباء کے لئے اسکالرشپ

سال ۷۹ - ۱۹۷۸ء کے دوران جماعت اول تا ہشتم میں تعلیم پانے
لے نابینا، بہرے اور جسمانی طور پر معذور طلباء کو حکومت مہاراشٹر
ے اسکالرشپ دینا منظور کیا ہے۔ جماعت نہم اور اس سے اوپر تعلیم پانے
لے اس اسکالرشپ کے مستحق نہیں ہوں گے۔

مقررہ درخواست فارم ڈائرکٹر برائے سماجی بہبود کے دفتر واقع
ر چرچ روڈ، پونے ۱ سے یکم جون تا ۱۰ اگست ۱۹۷۸ء کے درمیان
ت حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

مکمل درخواست فارم مذکورہ پتے پر ۳۱ اگست سے قبل پہنچ جانے
ہیں۔

تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے لئے روزگار

وزیر محصول شری (ایم ڈی) چودھری کی صدارت میں ۹ جون کو کلکٹران
دو روزہ میٹنگ کے خاتمے پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل
، اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مختلف سرشتے کاموں میں
م یافتہ بے روزگاروں کے لئے روزگار کے مواقع نکالے جائیں۔
ے نے کہا کہ ریاستی حکومت اس سلسلے میں ایک اسکیم پر غور و خوض
رہی ہے جس کی رو سے تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو روزگار
کئے جا سکیں گے۔ آپ نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ
عت پیشہ افراد جنھوں نے اپنی زمینیں مختلف پروجیکٹوں کے
دے دی ہیں۔ انھیں اس کا خاطر خواہ معاوضہ نہیں مل سکا ہے
کہ غیر آباد لوگوں کی باز آباد کاری کا مسئلہ بھی جلد حل ہونا چاہیئے۔ آپ
زید کہا کہ جبکہ قیمتیں بڑھ رہی ہیں معاوضہ کی رقم اب تک وہی پرانی
غیر مناسب برقرار رکھی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے واضح طور سے کہا
ریاستی حکومت روزگار ضمانت اسکیم پر عمل شروع کر دے گی چاہے
مرکز کی منظوری حاصل ہو یا نہ ہو۔ آپ نے کلکٹران سے اپیل کی
وہ ضرورت مندوں کو روزگار فراہم کرنے میں حتی الامکان کوشش
یا۔

پینے کے پانی کے مسئلے پر اپنی رائے پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ
مسئلے کو جنگی پیمانے پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے
امید ظاہر کی کہ آئندہ پانچ سالوں میں ۱۰۰ کروڑ روپیہ کا سرمایہ اس
کام میں لگایا جائے گا تاکہ پانی سے متعلق اسکیم مکمل ہو سکے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ایسے زراعت پیشہ افراد جنھوں نے اپنی معاوضہ
کی رقم حکومت کے پاس جمع رکھی ہے۔ اور انھیں کئی سالوں تک سود نہیں
دیا گیا ہے۔ ان کی رقم پر سود ادا کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ ان کی کچھ مدد ہو سکے۔
وزیر اعلیٰ نے ہڑتال کے دوران ضلع کے انتظام کو بخوبی انجام دینے
پر اور پنچایت کے انتخابات ٹھیک طرح سے انجام دینے پر مبارکباد پیش
کی۔

وزیر محصول شری ایم ڈی چودھری نے وزیر اعلیٰ کا استقبال کیا اور وزیر
مملکت برائے محصول نے شکریہ ادا کیا۔
شری این۔ ایس للا، چیف سکریٹری اس موقع پر موجود تھے۔

نشہ بندی پوسٹروں کے مقابلے

ڈائرکٹر برائے نشہ بندی (تعلیمی شعبہ) کی جانب سے نشہ بندی سے
متعلق پوسٹروں کی تیاری کے ایک مقابلہ کا اعلان کیا گیا ہے۔ پہلا اور دوسرا
انعام بالترتیب ۱۰۰۰ روپیہ اور ۵۰۰ روپیہ رکھا گیا ہے۔ تیسرا انعام ۲۵۰ ر
روپیہ کے علاوہ رعایتی انعامات بھی رکھے گئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ میرٹ
سرٹیفکیٹ بھی انعام میں دئے جائیں گے۔

پوسٹر ۴۵ × ۶۳ سینٹی میٹر کے ہونے چاہئیں۔ اور زیادہ سے زیادہ
چار رنگوں کا استعمال کیا جانا چاہیئے۔

ڈائرکٹر جے جے اسکول آف آرٹ، بمبئی ۱ کے پتہ پر تمام پوسٹر ۵ ر
اگست ۱۹۷۸ء تک روانہ کئے جا سکتے ہیں۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو مالی امداد

تیسرے فریق کی ضمانت ضروری نہیں

ریزرو بنک آف انڈیا کی جانب سے جاری کردہ گائڈ لائن کے بموجب
خود کی ملازمت کرنے والے کی درخواست برائے بنیادی رقم کی امداد جو کہ مالی
اداروں نیز بنکوں کی جانب سے دی جائے گی۔ جہاں تک ممکن ہے وہ
ادا نہیں کی جائے گی۔ اس سبب پر کہ درخواست کنندہ نے تیسرے
فریق کی ضمانت فراہم نہیں کی ہے۔ مندرجہ بالا ہی وزیر صنعت و محنت شری
شرد پوار کی زیر صدارت منعقدہ ایک میٹنگ میں بنکوں کے نمائندوں
کو اس سلسلے میں مطلع کیا گیا۔ یہ میٹنگ اس لئے منعقد کی گئی تھی تاکہ
مالی اداروں اور نفاذ کار ایجنسیوں کے درمیان بہتر تعاون کے پہلوؤں پر گفت
شنید کی جا سکے۔ ریاستی حکومت ایک اسکیم نافذ کر رہی ہے جس کے تحت

تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو خود کا دھندہ شروع کرنے کے لئے بنیادی رقم بنکوں اور مالی اداروں کے عملی تعاون سے فراہم کی جائے۔ بیٹھک میں بتایا گیا کہ دو ضمانت اسکیم، ایک ریزرو بنک آف انڈیا اور دوسری کریڈٹ گارنٹی کارپوریشن آف انڈیا زیر عمل ہیں۔ اور یہ تجارتی بنکوں کے مفاد کا تحفظ کرتی ہیں۔

بیٹھک نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ درخواستوں کو رد کرنے سے قبل ان نفاذی ایجنسیوں کو جو کہ معاملات کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں یہ موقع دینا چاہیئے کہ وہ غلطیوں کا سدھار کر لیں تاکہ درخواستیں بنک کے قابل قبول ہو سکیں۔

لیبوریٹری فیس پر نظر ثانی

حکومت مہاراشٹر نے ہدایت کی ہے کہ آئندہ تعلیمی سال سے ثانوی اسکول اور کالج سا تھ میں جونیئر کالج (سائنس کا درس دینے والے) درجات والے لیبوریٹری فیس کے طور پر جونیئر کالج (سائنس) درجات کے بیے یکساں طور پر سال اول اور دوم کے لئے فی ٹرم ۳۵ روپیہ فیس وصول کریں۔ بہرحال تدریس فیس، داخلہ فیس و لائبریری و لیبوریٹری کے لئے زرضمانت کی فیس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

دو کارپوریشنوں کے لئے واحد بورڈ

حکومت مہاراشٹر نے فیصلہ کیا ہے کہ اریگیشن ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ اور مہاراشٹر لینڈ ڈیولپمنٹ کارپوریشن (لمیٹڈ) کے لئے واحد بورڈ آف ڈائرکٹرز رہے گا۔

اس کے تحت گورنر مہاراشٹر نے ان دونوں کارپوریشن کے لئے ہنگامی بورڈ آف ڈائرکٹران تشکیل دیا ہے۔ جس کے ڈائرکٹران مندرجہ ذیل ہیں۔
سکریٹری محکمہ پلاننگ منترالیہ، بمبئی، سکریٹری محکمہ فنانس منترالیہ بمبئی سکریٹری محکمہ زراعت منترالیہ بمبئی، سکریٹری محکمہ آب پاشی منترالیہ، بمبئی (سارے سرکاری ڈائرکٹران) اور شری ایس جی کنڈرے ایگزیکیوٹ ڈائرکٹر۔

کارخانوں میں معذور افراد کو تربیت

سال ۷۷-۱۹۷۶ء سے حکومت ہند نے نابینا اور دیگر معذور افراد کو جن کی عمریں ۱۸ اور ۴۰ سال کے درمیان ہے۔ کارخانے، سوتی کپڑوں کی ملیں، چھاپے خانے اور دیگر سرکاری طور پر تسلیم شدہ صنعتی اداروں میں تربیت دیئے جانے سے متعلق ایک اسکیم جاری کر رکھی ہے۔

کارخانوں کو سرکار کی طرف سے فی امیدوار ۱۰۰ روپیہ کے حساب سے ماہانہ وظیفہ کی رقم کی ادائیگی کے لئے ۱۲۰۰ روپیہ کی مالی امداد دی جاتی ہے۔

تربیت کے لئے چنے جانے کے بعد صنعتی شعبہ کے متعلقہ عہدہ دار سے ایک سرٹیفکیٹ حاصل کیا جانا چاہیئے۔ جسے ڈائرکٹر سماجی بہبود، ۳ چرچ روڈ، پونے ۱ کے پتہ پر روانہ کیا جائے۔ وظیفہ کے لئے درخواست فارم ڈائرکٹوریٹ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

محصول عملہ میں تیز گامی

منترالیہ میں ۸ جون کو ضلع کلکٹر اور ڈویژنل کمشنر کی ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر محصول شری ایم ڈی چودھری نے فرمایا کہ حالات کا تقاضہ ہے کہ محکمہ محصول اقدامات میں تیزی پیدا کی جائے۔ تاکہ ریاستی حکومت کے بہبودی کے منصوبوں پر تیزی سے عمل کیا جائے۔

آپ نے مزید کہا کہ محکمہ محصول نے ہنگامی حالات قحط وغیرہ جیسی صورت حال کا بخوبی مقابلہ کیا ہے۔ اور اپنے فرائض بہترین طور سے انجام دے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس محکمہ کو اپنے کاموں میں مزید ترقی حاصل کرنی چاہیئے۔ تاکہ عام آدمی تک اس محکمہ سے فیضیاب ہو سکے۔

آپ نے کہا کہ وزیر، وزیر مملکت اور سکریٹری برائے محصول خود اضلاع کا دورہ کیا کریں گے تاکہ مختلف اسکیموں پر عملدرآمد کا جائزہ لے سکیں۔

***

ضلع بلڈانہ کی کھام گاؤں پنچایت سمیتی کی "چھوت چھات مٹاؤ مہم" کے سلسلہ میں سب ہی جاتیوں کے لوگوں کے لئے "عام کنواں" اور "مشترکہ دعوت" خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ تصویر میں بائیں طرف مانگ جاتی کا ایک فرد عام کنویں سے پینے کا پانی نکال رہا ہے۔ اس طرح "ایک گاؤں - ایک کنواں" کا یہ سندر سپنا پورا ہوا۔
دائیں طرف گیرو ماتر گاؤں میں "مشترکہ دعوت" جس میں ضلع پریشد اور پنچایت سمیتی کے افسران اور عہدیداران نے ماتنگ، ہریجن، بدھ اور دنجاری وغیرہ جاتیوں کے افراد کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔
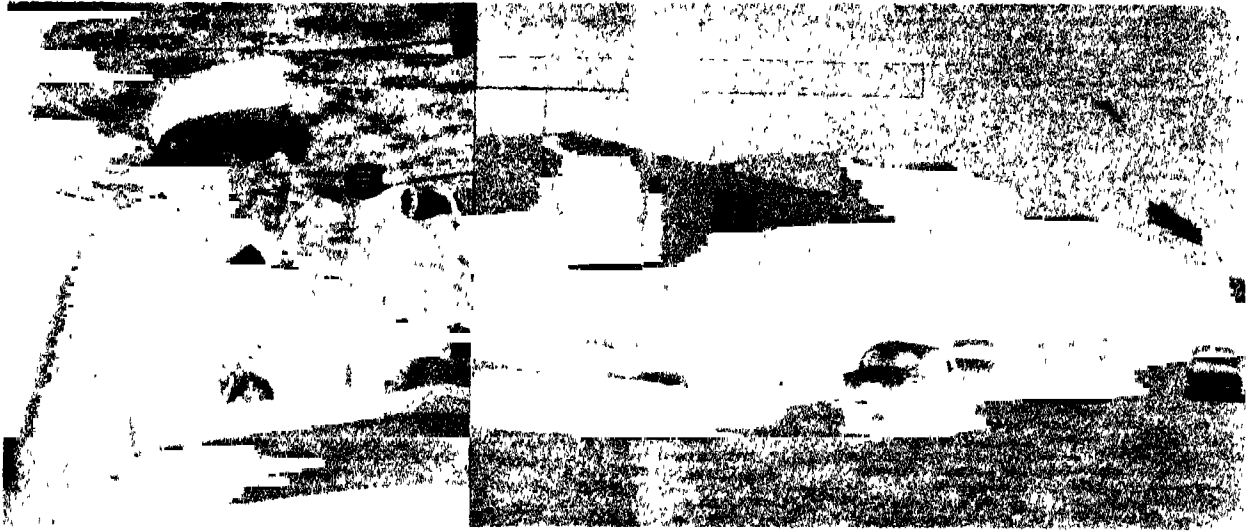
نری وائی۔ بی جوان، ممبر پارلیمنٹ نے اپل کرنجی بس کو آپریٹو بارن مِل کا افتتاح فرمایا تھا۔ زیرنظر تصویر میں دائیں جانب مل کی اصل عمارت ہے اور بائیں جانب وزیراعلیٰ مہاراشٹر، شری وسنت دادا پاٹل، صدارتی تقریر کر رہے ہیں۔

خبریں ۔ تصویروں میں

ی ناسنک راؤ پرپڑے، نائب وزیر اعلیٰ نے
یئی کو گھاٹ کوپر، بمبئی میں "دُدھ دہار" کا
تاح فرمایا۔ سامنے کی تصویر میں شری رام منوہر
ٹھی، وزیر مملکت برائے شہری ترقی سیرڈوکول و
ات (بائیں سے دوسرے) اور میئر بمبئی، شری
ن راؤ مہاڈک (بائیں سے پہلے) بھی نظر
ہے ہیں ←

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری وسنت دادا پاٹل نے ۳ جون کو گوری دنا میٹل ودیالیہ سائن، ممبئی میں مہاراشٹر آرٹوروید ک سمیلن کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ، جڑی بوٹیوں کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر (دائیں طرف) وزیر برائے صحت عامہ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری رام منوہر ترپاٹھی، وزیر مملکت برائے شہری ترقی، ہاؤسنگ اور اطلاعات ایک تاریخی اہمیت کا حامل "تامرپت" شری کومل سنگھ (رجنا، ضلع دھولے) سے وصول فرما رہے ہیں جو راجواڑے شمشودھن مندر، کو بطور تحفہ دیا گیا۔ حال ہی میں یہ تقریب اسی مندر میں منعقد ہوئی تھی۔

آندھرا پردیش کی گورنر شریمتی شاردا مکرجی نے ۱۵، ۱۶ اور ۱۷ مئی کو رساگیری ضلع کے کھیڈ، چپلون اور ساونت واڑی مقامات پر سابق فوجیوں کی ریلی کو خطاب کیا۔ اس ضلع میں تقریباً پچاس ہزار سابق فوجی ہیں۔ زیر نظر تصویر میں شریمتی شاردا مکرجی ایک سابق فوجی کی بیوی کو ساڑھی بھینٹ کر رہی ہیں۔

شری ناسک راؤ ترپڑے، نائب وزیر اعلیٰ مہاراشٹر نے حال ہی میں شہر رتناگیری میں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے ایک قد آدم مجسمہ کی نقاب کشائی کی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں شری آر۔ ایس گوائی، چیرمین ریاستی لیجسلیٹو کونسل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

موہن پاٹل [illegible] ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی میں چھپوا کر شائع کیا۔

* اضافی بجٹ ۷۹-۱۹۷۸ء
* کوکن ترقیاتی کارپوریشن کی کارگذاری
* پنجاب راو کرشی ودیا پیٹھ

قیمت : پچاس پیسے

قومی راج

۱۰ جولائی ۱۹۷۸ء
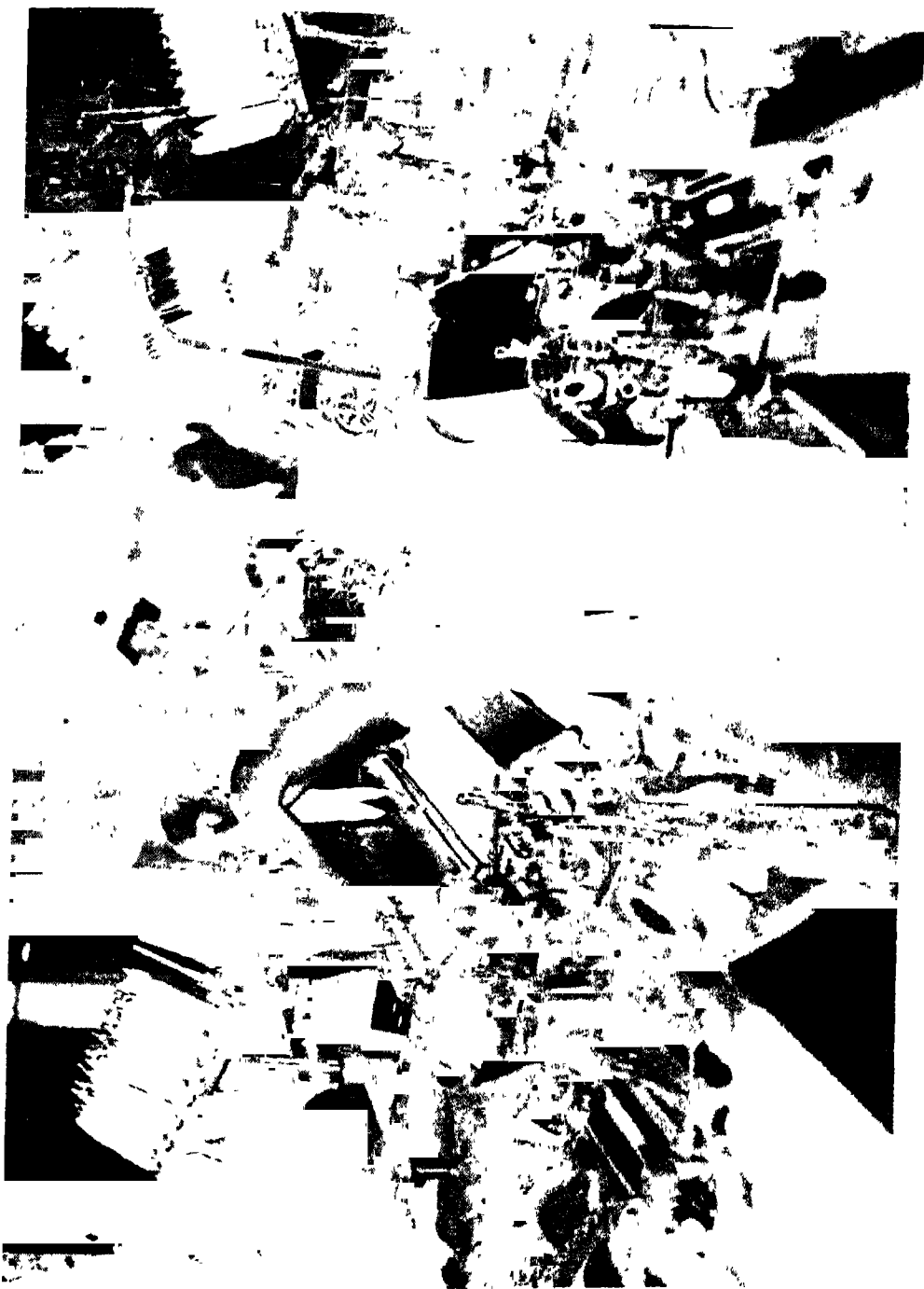
جہلم صنعتی علاقہ میں ایک پاورلوم پروجیکٹ. کوکن ترقیاتی کارپوریشن ضلع رتناگیری میں جہلم کے قریب ۹۶ پاورلوم چلا رہی ہے. جو تقریباً ۵ر۱ لاکھ میٹر کپڑا ماہانہ تیار کرتے ہیں. اس پروجیکٹ کی بدولت ۴۸۰ کنبے روزی کماتے ہیں.

قومی راج

جلد ۵ ٭ ۱۰ر جولائی ۱۹۷۸ء ٭ شمارہ ۱۳

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخوں کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے ٭ فی پرچہ: ۵۰ پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سرورق: ضلع رتناگیری کے مقام کرول میں سہیادری سلکن فیکٹری، جس میں روزانہ ۹۵ ٹن خام مال تیار کر کے ۹۰،۰۰۰ نوے ہزار بوتلیں بنائی جاتی ہیں۔

سخنہائے گفتنی

مہاراشٹر میں کوکن ترقیاتی کارپوریشن کی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ زیر نظر شمارے میں شری جے جی راجہ دھیکش کا اہم مضمون کوکن کارپوریشن کی گرانقدر خدمات پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسی طرح زراعت میں نت نئے تجربات کر کے پیداوار میں اضافہ کرنے کا سہرا پنجاب راؤ کرشی ودیا پیٹھ کے سر ہے، جو نہ صرف مہاراشٹر بلکہ پورے ملک کی اہم خدمات انجام دے رہی ہے۔

ہمارے ترقیاتی پروگراموں میں بجٹ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے وزیر مالیات شری وائی۔ جی موہیتے نے اضافی بجٹ ۷۹-۱۹۷۸ء کا تخمینہ مہاراشٹر لجیلیٹو اسمبلی میں ۱۲ر جون کو پیش کیا۔ جس کا خلاصہ شریک اشاعت ہے۔

قومی راج کے علامہ اقبال نمبر کے بارے میں قارئین کے خطوط کا سلسلہ کیونکہ بہت طویل ہوگیا ہے اس لئے اسے ختم کیا جارہا ہے۔ آئندہ شمارے سے آپ مختلف اخبارات و رسائل کی اقبال نمبر کے بارے میں رائے پڑھ سکیں گے۔

ادبی صفحات میں اس بار غزلیں اور تبصرہ شامل کیا جارہا ہے۔ اپنی رائے سے نوازتے رہیں۔

خ۔ عبدالغفور

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ: چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

٭ زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر بھجوائیں۔ وی۔ پی نہیں بھجوائی جاتی ہے۔ (ادارہ)

اضافی بجٹ بابت ۷۹-۱۹۷۸ء

• تعلیم یافتہ بیروزگاروں کیلئے جُزوقتی کام • بجلی پر خرچ • سینچائی میں اضافہ
• چھوٹے کسانوں کو محصولِ اراضی میں رعایت • قبائلی باشندوں کی ترقی

وزیر مالیات، شری وائی۔ جے موہتے نے ۱۲ جون کو لیجسلیٹو اسمبلی میں ریاستی بجٹ بابت ۷۹-۱۹۷۸ء پیش کیا۔

اس بجٹ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی مزید ٹیکس تجویز نہیں کیا گیا ہے۔ نظرثانی شدہ تخمینہ جات میں ۱۹۷۴٫۵۲ کروڑ روپے کے کل مصارف سمیت بجٹ میں ۸۲٫۷۲ کروڑ روپے کا خسارہ دکھایا گیا ہے تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے جُزوقتی ملازمت، چھوٹے کسانوں کے لئے اراضی محصول میں رعایت اور قبائلی لوگوں کی معاشی بہتری کیلئے اسکیمات بھی قابلِ ذکر ہیں۔

ایسے گریجویٹ اور ڈپلوما یافتہ اشخاص کو جنھیں امپلائمنٹ ایکسچینج میں اندراج کے باوجود لگاتار پانچ سال کے عرصے سے کوئی ملازمت نہیں مل سکی ہے، علی الترتیب ۱۰۰ روپے اور ۷۵ روپے ماہانہ ادا کئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ضمانتِ روزگار اسکیم دیہی علاقوں میں جاری ہے یہ یقیناً ترقی پسندانہ اقدامات ہیں جن کے ذریعہ ریاست میں بے روزگاری بڑی حد تک دور ہوگی۔

بجٹ پیش کرتے ہوئے شری موہتے نے ریاستی حکومت کے عہد کو دُہرایا اور فرمایا کہ ہم جمہوری سوشلزم کی راہ پر چلیں گے، جو مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہرلال نہرو نے دکھائی ہے۔ "یہ راہ کٹھن ہے اور ذرائع محدود۔ لیکن ہم ہمت نہ ہاریں گے اور اس عہد کو پورا کریں گے۔"

یہاں شری موہتے کی بجٹ تقریر مختصراً دی جا رہی ہے۔

*

مہاراشٹر کے مختلف علاقوں میں ۷۸-۱۹۷۷ء میں خریف فصل کی مقامی اقسام خراب ہو جانے کے باعث زراعتی موسم قابلِ اطمینان نہیں رہا پھر بھی توقع ہے کہ پیداوار کی مقدار بڑھ کر ۱۰۵ لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی خود کفالتی کے حصول کیلئے ریاست کی جدوجہد بار آور ہو رہی ہے یہ کامیابی باقاعدہ منصوبہ بندی اور سائنٹفک طریقوں پر عمل کرنے کی بدولت ملی ہے۔ بہرصورت غذائی پیداوار میں اضافے کے

وزیر مالیات، شری وائی۔ جے موہتے، ریاستی لیجسلیٹو اسمبلی میں بجٹ پیش کرنے سے قبل، وزیر مملکت برائے مالیات شری سوشیل کمار شندے کے ساتھ بجٹ پر آخری نظر ڈال رہے ہیں۔

باعث متعدد مسائل اٹھ رہے ہیں۔ کاشت کے جدید طریقوں کی اونچی لاگت، زراعتی پیداوار کی غیر منافع بخش قیمت، فروخت کی سہولتوں کی کمی، کاشتکاروں پر نتیجتاً مالی بوجھ، پیداوار فروخت نہ ہونے پر کاشتکاروں کی ضروریات پوری نہ ہونا اور ضروری اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ، سب ایسے مسائل ہیں جو زراعتی ڈھانچے پر مُضر اثرات ڈالتے ہیں۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ حکمت مندان حقائق کو سمجھیں اصلاحِ حال کے لئے

قومی راج

۱۰ر جولائی ۱۹۷۸ء

اقدامات کرے۔ مہاراشٹر مرکز کی جانب سے کئے جانے والے مناسب اقدامات کی تائید کرے گا اور انھیں کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریگا۔

صنعتی پیداوار:

صنعتی پیداوار کے آل انڈیا انڈکس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صنعتی پیداوار ۱۹۷۵ء کے مقابلے میں ۱۹۷۶ء میں ۱۰٫۳ فیصد تک بڑھ گئی تھی۔ یہ ۱۹۷۶ء کے مقابلے میں ۱۹۷۷ء میں تقریباً ۱٫۶ فیصد تک بڑھی۔

مرکز کی جانب سے لئے گئے صنعتوں کے سالانہ جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۷۶-۱۹۷۵ء میں مہاراشٹر صنعتی سرگرمی کے معاملے میں ہندوستان کی تمام ریاستوں سے اوّل رہا۔ فی کس مجموعی قیمت پیداوار نیز منظّم صنعتی شعبہ کی جانب سے اضافی قیمت ۱۳۰۱ روپے اور ۲۸۵ روپے تھی جبکہ اس کے مقابلے میں ہند کے لئے یہ بالترتیب ۵۰۰ روپے اور ۱۰۷ روپے تھی۔ کل ہند پیداوار اور مہاراشٹر کی پیداوار کے درمیان یہ تفاضل خود اپنی جگہ واضح ہے۔ بہرحال قومی سطح پر غیر یقینی صنعتی پالیسی، ہڑتال، تالہ بندی، مزدوروں کے مسائل حل کرنے کے لئے ناکام کوشش، نظم و ضبط کے معاملے میں نازک صورت حال اور ملک بھر میں بڑھتے ہوئے سیاسی تلوّن کے باعث ملک میں صنعتی پیداوار کی بڑھوتری کی رفتار سست رہی۔ مہاراشٹر میں روایاتی اچھے نظم و نسق کے باعث ملک کے مقابلہ میں اس متلوّن صورت حال کے اثرات کم نظر آتے ہیں۔ بہرحال مہاراشٹر بھی ملک کا اٹوٹ حصہ ہے اور ان حالات سے متاثر ہو سکتا ہے۔

بونس کا معاملہ:

۸٫۳۳ فیصد شرح پر قانونی بونس کی ادائیگی کی پالیسی جو صرف ایک سال کے لئے منظور کی گئی ہے، مستقل رہنا چاہئے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء کے سال کے دوران دس ٹیکسٹائل ملوں نے ریاستی حکومت سے رجوع کیا اور اس بینکی رقم کی ضمانت چاہی جو انھیں قانونی بونس کی ادائیگی کے معاملے میں ذمّے داری کو پورا کرنے کے لئے کمرشیل بنکوں سے لینا ہوگی۔ یہ مل مالی لحاظ سے کمزور تھے لہٰذا قرض لینے کے لئے انھیں بنکوں سے درخواست کرنا پڑتی۔ مرکز سے بات چیت نیز اس کی جانب سے ضمانتی ذمے داری میں شرکت سے متعلق سرسری تیقن حاصل کر لینے کے بعد ریاستی حکومت نے آمادگی کا اظہار کیا کہ وہ رقم کے ۵۰ فیصد کے برابر ضمانت دے گی۔ ان دس ملوں کے معاملے میں ۵۰ فیصد ذمّہ داری اٹھانے کے لئے مرکز سے سفارش کی گئی۔ کل رقم بونس جو اندازاً ان دس ملوں کے لئے قابل ادا ہوگی ۲٫۰۵ کروڑ روپے ہوتی ہے۔ اس ضمانت کے باوجود تین ملوں میں ورکروں کو ابھی تک بونس نہیں دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مرکز اس معاملے پر توجہ دے۔

مستقل قیمتوں پر (۷۱-۱۹۷۰ء) قومی آمدنی ۷۶-۱۹۷۵ء سے اوپر ۷۷-۱۹۷۶ء میں تقریباً ۱٫۴ فیصد بڑھ گئی تھی۔ اسی مدت میں فی کس قومی آمدنی میں ۰٫۶ فیصد کمی واقع ہوئی۔ مستقل قیمتوں پر (۶۱-۱۹۶۰ء) مہاراشٹر کی ریاستی آمدنی تخمیناً بابت ۷۷-۱۹۷۶ء میں ۷۶-۱۹۷۵ء سے اوپر تقریباً ۵٫۶ فی صد کا اضافہ ہوا۔ اسی مدت کے دوران مستقل قیمتوں پر فی کس ریاستی آمدنی تقریباً ۳٫۴ فیصد بڑھ گئی۔

مستقل قیمتوں پر (۷۱-۱۹۷۰ء) قومی آمدنی ۷۱-۱۹۷۰ء اور ۷۷-۱۹۷۶ء کے درمیان ۱۶٫۷ فیصد تک بڑھ گئی تھی۔ مستقل قیمتوں پر (۶۱-۱۹۶۰ء) ریاستی آمدنی اسی مدت میں ۲۴٫۳ فیصد تک بڑھی۔ اسی مدت میں فی کس قومی آمدنی میں ۳ فیصد اضافہ ہوا جبکہ فی کس ریاستی آمدنی میں ۱۶٫۹ فیصد کا اضافہ ہوا۔ ان اعداد و شمار سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس مدت کے دوران قومی آمدنی کے مقابلے میں ریاستی آمدنی میں اضافہ کی رفتار کہیں زیادہ تیز رہی۔ اسی طرح فی کس قومی آمدنی کے مقابلے میں فی کس ریاستی آمدنی میں زیادہ اضافہ ہوا۔

۷۱-۱۹۷۰ء سال پر مبنی کل ہند تھوک قیمت عدد اشاریہ مارچ ۱۹۷۸ء ۱۸۱٫۸ رہا جو مارچ ۱۹۷۷ء کے عدد اشاریہ کے مقابلے میں تقریباً ½ فیصد کم تھا۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں اوسطاً تھوک قیمت عدد اشاریہ ۷۷-۱۹۷۶ء کے مقابلے میں تقریباً ۵ فیصد زیادہ تھا۔ کل ہند صارفین قیمت مقابلتاً زیادہ بڑھی۔ ۱۹۶۰ء سال پر مبنی عام عدد اشاریہ مارچ ۱۹۷۸ء میں ۳۲۱ تھا جو مارچ ۱۹۷۷ء کے مقابلے میں ۳ فیصد زیادہ تھا۔ اوسطاً عدد اشاریہ بابت ۷۸-۱۹۷۷ء اور ۷۷-۱۹۷۶ء کے مقابلے میں ۸ فیصد زیادہ تھا۔

اوسط خوردہ قیمت عدد اشاریہ (بنیاد: ہفتہ مختتمہ ۹ نومبر سنہ ۱۹۶۲ء = ۱۰۰) برائے شہری مہاراشٹر مارچ ۱۹۷۸ء میں ۲۹۱ رہا۔ جس سے پچھلے ایک سال کے مقابلے میں ۰٫۳ فیصد کا معمولی اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔ دیہی مہاراشٹر کے معاملہ میں عدد اشاریہ (بنیاد: اوسط قیمت بابت جولائی، اگست اور ستمبر ۱۹۶۲ء = ۱۰۰) مارچ ۱۹۷۸ء میں ۳۰۳ تھا جو گذشتہ ایک سال کے مقابلے میں تقریباً ایک فیصد زیادہ تھا۔ شہری علاقوں کے مقابلے میں اوسط عدد اشاریہ بابت ۷۸-۱۹۷۷ء پچھلے سال کے مقابلے میں ۵ فیصد اوپر تھا اور دیہی علاقوں میں یہ تقریباً ۴ فیصد اوپر تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رواں سال کے دوران تھوک اور پھٹکل قیمتیں بڑھیں۔ قیمتوں کے معاملے میں جو کچھ بھی کمی واقع ہوئی اس کا خاص سبب اناج کی قیمتوں میں کمی تھا۔ جہاں تک مہاراشٹر پھٹکل قیمتوں کا تعلق ہے، اضافہ قیمت کے اثرات شہری اور دیہی علاقوں میں یکساں محسوس کئے گئے۔

رولنگ پلان:

رولنگ پلان ۷۹-۱۹۷۸ء سال سے اختیار کیا جا رہا ہے۔ زراعتی مدادا مزید وسیع تر علاقہ پر آبپاشی، بجلی پیداوار، دیہی سڑکیں اور دیہی روزگار پر مزید زور دیا جائے گا۔ رواں سال کے سالانہ منصوبہ میں ۳۵۷ کروڑ روپے کے مصارف کا اندازہ ہے۔

اب ارادہ یہ ہے کہ اسے بڑھا کر ۴۵۷ کروڑ روپے کر دیا جائے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء سال کے لئے ۷۵٫۶۶۸ کروڑ روپے کے متوقع خرچ کو دیکھتے ہوئے یہ اضافہ مناسب ہی ہے۔ سالانہ منصوبہ میں بجلی کی ترقی کے لئے تقریباً ۳۹ فیصد خرچ اور سینچائی سُدھار کیلئے ۱۵ فیصد سے زیادہ خرچ شامل ہے۔

قبائلی ضمنی منصوبہ:

قبائلی ضمنی منصوبہ میں تعلیم، صحت، زراعت اور امدادی سینچائی وغیرہ پر خاص زور دیا گیا ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ ۷۹-۱۹۷۸ء سال کے دوران ان مدات پر مصارف کے لئے تقریباً ۴۹٫۷۰ کروڑ روپے کی رقم رکھی جائے جس میں مرکز سے ملنے والی ۳٫۹۷ کروڑ روپے کی خاص امداد بھی شامل ہے۔ قبائلی ضمنی منصوبے کی اسکیموں کے لئے مختص رقم میں سے ۴٫۰۸ کروڑ روپے کے بارے میں ابھی تفصیلات طے کرنا باقی ہے۔ تفصیلات آخری طور سے طے پاتے ہی ان اسکیموں پر رقم خرچ کی جائے گی۔ اس بات کا پُورا پُورا خیال رکھا جائے گا کہ یہ رقم صرف قبائلی ضمنی منصوبے ہی پر خرچ کی جائے اور دیگر اسکیموں کے واسطے منتقل نہ کی جائے۔

قبائلی لوگوں کو استحصال سے بچانے کے لئے ۲۶۱ متفرق المقاصد انجمنیں قائم کی جائیں گی جن کے ذریعہ قرض وغیرہ کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔ ان مجوزہ ۲۶۱ انجمنوں میں سے اب تک ۲۵۰ کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔

قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت ۴۸ تحصیلوں میں سے، جن کا ریاست نے ذمّہ لیا ہے، ۴۰ تحصیلیں مہاراشٹر قبائلی معاشی حالت (سُدھار) ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت رہیں گی۔ بعض تحصیلوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے کیونکہ ان تحصیلوں میں قبائلی آبادی کم یا بکھری ہوئی ہے۔

پالے موڑ لے خانمہ اسکیم کے علاوہ جو سابقہ ٹرائبل ڈیولپمنٹ بلاکس زیرِ عمل ہے، منتخب قبائلی علاقہ جات میں خرچ شدہ رقم کی تقسیم اسکیم کے ۲ کروڑ روپے کی رقم مختص کی جائے گی۔ اس اسکیم کے تحت ادیباسی کوآپریٹو سوسائیٹوں کے ممبران کو مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹو ٹرائبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے توسط سے قرض مہیا کیا جائے گا۔ یہ قرض کچھ حصہ جنس اور کچھ حصہ نقد شکل میں دیا جائے گا۔ توقع ہے کہ اس طرح قبائلی لوگوں کی اشد ضرور بروقت پوری ہو سکیں گی اور وہ ساہوکاروں کی لُوٹ کھسوٹ سے بچ

زراعتی قرضہ جات:

ریزرو بینک نے زراعتی مقاصد سے قرضہ جات پر لگائی جانے والی شرح سُود کے بارے میں قومیائے بنکوں کو ہدایات جاری کر دی ہیں۔ ان ہدایات کے مطابق ایک کسان کو ایسے قرض جو ۲،۵۰۰ سے زیادہ رقم کا نہ ہو فیصد سے زیادہ سُود ادا کرنے کی نہ ہوگی۔ یہ ۱۱ فیصدی سالانہ شرح بھی چھوٹے زمینداروں کے لئے ہے۔ لہٰذا حکومت کا خیال ہے کوآپریٹو بنکوں کے توسط سے چھوٹے زمینداروں کو دیئے جانے والے قرضوں پر شرح سود مزید گھٹا کر ۷ فیصد جائے اور اس مقصد کے مدنظر بنک اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے۔ ریاستی حکومت نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد امتیازی شرح سُود اسکیم منظور کر دی ہے جسے کوآپریٹو بنک زیرِ عمل لا رہے ہیں۔ اس اسکیم کے تحت ایسے چھوٹے زمیندار جن کی خشکی اراضی ملکیت ۱۵ ایکڑ سے زیادہ نہیں ہے، وہ جولائی ۱۹۷۵ء سے ۹ سالانہ شرح سود پر مختصر المدت زراعتی قرضہ جات لینے کے مستحق ہیں۔ ریزرو بنک کی پالیسی کے مطابق یہ طے کیا گیا ہے کہ یکم مارچ ۱۹۷۸ء سے شرح سُود میں مزید ۲ فیصد کمی کر دی جائے۔ اس کے نتیجہ میں چھوٹے زمینداروں کو ۷ فیصد شرح سود پر قرض مل سکے گا۔ یہ رعایتی شرح سود بھی قبائلی علاقہ منصوبہ کے تحت آنے والے ایسے چھوٹے ادیباسی زمینداروں کے معاملے جن کی قرض امداد ۵،۰۰۰ روپے تک محدود ہے مزید ۳ فیصد کم کر دی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں ۴ فیصد شرح سود پر قرض مل سکے گا۔

بجٹ ایک نظر میں

(کروڑ روپے)

محصول کھاتہ		درمیانی بجٹ	نظر ثانی شدہ بجٹ
	آمدنی	۱،۴۳۵٫۹۹	۱،۴۴۷٫۷۹
	خرچ	۱،۳۲۱٫۴۴	۱،۳۷۲٫۲۲
اصل کھاتہ	آمدنی	۵۱۱٫۲۰	۵۲۶٫۷۳
	خرچ	۶۲۹٫۹۷	۶۸۵٫۰۲
کُل میزان	آمدنی	۱،۹۴۷٫۱۹	۱،۹۷۴٫۵۲
	خرچ	۱،۹۵۱٫۴۱	۲،۰۵۷٫۲۴
کُل خسارہ:		۴٫۲۲ (−)	۸۲٫۷۲ (−)

ریاستی حکومت کی جانب سے معاشی طور سے کمزور طبقات کو رعایتی شرح سود پر قرض دیا جاتا ہے۔ بالے موڑلے خاتمہ اسکیم نیز تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو اپنا کاروبار شروع کرنے کے لئے امداد دینے کی اسکیم کے تحت ۴ ½ فیصد یا اس سے کم شرح سود پر قرض امداد دی جاتی ہے۔ فی الحقیقت مہاراشٹر ریاستی مالیاتی کارپوریشن چھوٹے پیمانے کے شعبہ میں معینہ درجہ کے چھوٹے صنعت کاروں کو برائے نام ایک فیصد سالانہ شرح سود پر قرض دیتی ہے تاکہ بردموٹر کی اکوئٹی میں فرق پورا کیا جاسکے۔ فی الحال ذرائع کی کمیابی کے مدنظر معاشی طور سے کمزور طبقات کے لئے مزید اسکیمیں سنبھالنا ممکن نہیں ہے۔ بہرصورت اگر حکومت ہند یا ریزرو بینک رعائتی شرح پر قرض دینے کے لئے مزید فراخدلانہ پالیسی اختیار کرے تو یہ ممکن ہوگا کہ زراعت اور متعلقہ شعبہ جات میں ضرورت مند اشخاص کو اور بھی کم شرح پر قرض دیا جاسکے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ریاستی حکومت یا کوآپریٹو بینک اور ریاستی سرکاری اداروں نے کم شرح سود پر قرض تقسیم کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے ہیں۔

ریاستی حکومت نے ایک علیحدہ ریلیف اور گارنٹی فنڈ قائم کیا ہے تاکہ کوآپریٹو کریڈٹ اداروں کی امداد کی جائے اور مختصر المدت زراعتی قرضہ جات بقایا منسوخ کیا جاسکے۔ یہ فنڈ ایسی صورتوں میں ممد ہوگا جبکہ قدرتی حادثات وغیرہ کے باعث بقایا رقومات کی وصولی ناممکن ہو۔ اس سال کے بجٹ میں ۴۸ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس طرح ریزرو بینک آف انڈیا کی سفارشات کے مطابق رقم ۱۲۰ لاکھ روپے کی حد تک پہنچ جائے گی۔

اگر حکومت ہند کی صلاح کے مطابق چار سال کی مدت میں شراب بندی نافذ کی گئی تو اس طرح ۸۰-۱۹۷۹ء سے ۸۴-۱۹۸۳ء تک کے عرصہ میں آبکاری محصول میں ۲۸۴۶.۰۸ کروڑ روپے کا نقصان ہوگا۔ بکری ٹیکس آمدنی میں ۱۱۱.۴۲ کروڑ روپے کے گھاٹے کے ساتھ کل نقصان ۳۹۵.۵۰ کروڑ روپے بیٹھے گا۔ بعدازاں محصول میں سالانہ نقصان تقریباً ۱۱۲ کروڑ روپے ہوگا۔ مزید برآں شراب بندی نافذ کرنے والے عملہ پر تقریباً ۶ کروڑ روپے فی سال خرچ کرنا پڑیں گے۔ چار سال کے عرصہ میں اتنا نقصان برداشت کرنا ریاستی حکومت کی مالی سکت سے باہر ہے۔

مرکزی حکومت نے ریاستوں سے کہا ہے کہ شراب بندی پالیسی کے باعث ان کے نقصان کا ۵۰ فیصدی کی حد تک حصہ انھیں بھر دیا جائے گا۔ ریاست نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آبکاری محاصل میں نقصان پورا پورا بھرا جائے اور ان حقائق پر غور کرنے کے بعد مناسب پالیسی اختیار کی جائے۔ ریاستی حکومت کا یہ بھی خیال ہے کہ آئندہ مناسب یہی ہے کہ شراب بندی کا پرچار کیا جائے، لوگوں کو شراب نوشی سے بچایا جائے، عادیوں کی بتدریج اصلاح کی جائے اور عملی حل نکالا جائے۔

ضمانتِ روزگار اسکیم :

ایمپلائمنٹ گارنٹی اسکیم یعنی 'ضمانتِ روزگار' اسکیم' ہمارے دیس میں اپنی نوعیت کی واحد اسکیم ہے جو دیہی مزدوروں کے مفاد میں جاری کی گئی ہے ریاستی مجلسِ قانون ساز نے اگست ۱۹۷۷ء میں ایمپلائمنٹ گارنٹی بل پاس کیا تھا۔ ریاست نے اس قانون کے ذریعہ مطالبہ پر کام مہیا کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ بل نے اس حق کو تسلیم کیا ہے جو آئینی قرار دیا گیا ہے۔ مزدوروں کے نقطۂ نظر سے یہ انقلابی اقدام ہے۔

بل میں یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ اگر مطالبہ کی تاریخ سے پندرہ دن کے اندر کام مہیا نہ کیا جائے تو ایک روپیہ یومیہ کے حساب سے بھتہ دیا جائے۔ مرکز نے یہ اطلاع دی ہے کہ صدر ہند کی جانب سے اس بل کی منظوری اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ اس میں سے مذکورہ بھتہ کی ادائیگی سے متعلق قاعدہ کو حذف نہ کر دیا جائے۔ ریاست نے اس مشورہ کو نہیں مانا ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ حکومت ہند پر زور دیا جائے تاکہ صدر کی جانب سے اس بل کی منظوری اسی شکل میں حاصل کی جائے جس میں کہ یہ مجلس قانون ساز نے منظور کیا ہے۔ فی الحال ریاستی حکومت نے یہ طے کیا ہے کہ 'اگست کرانتی دن' یعنی ۹ر اگست ۱۹۷۸ء سے اس بل کے تمام قوانین روبہ عمل لائے جائیں۔

چھوٹی بچت :

توقع تھی کہ ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران تقریباً ۳۱.۴۷ کروڑ روپے کا قرض ریاست کو دستیاب ہو جائے گا۔ بہرصورت چھوٹی بچت میں فی الواقعی اصل جمع رقم کے سبب ہماری ریاست تقریباً ۴۲ کروڑ روپے کی قرض امداد کی حقدار ہوگئی ہے۔ اس رقم میں سے ریاستی حکومت کو بطور قرض امداد ۳۶.۸۱ کروڑ روپے مل چکے ہیں اور بقیہ تقریباً ۶ کروڑ روپے سالِ رواں کے دوران مل جائیں گے۔ اندازہ یہ لگایا گیا ہے کہ اس پروگرام کے باعث سالِ رواں میں ۴۴ کروڑ روپے کی قرض امداد مل جائے گی۔ بقیہ ۶ کروڑ روپے کی رقم کو شمار کر کے سالِ رواں کے دوران کل امداد ۵۰ کروڑ روپے ہو جانے کی توقع ہے۔

سرکاری ملازمین کے مسائل :

دو کروڑ روپے کی رقم اس مقصد سے مختص کی گئی ہے تاکہ مرکزی اور ریاستی سرکاری ملازمین کے مہنگائی بھتہ کی شرح کے درمیان ۱۱ فیصد کا فرق کم کیا جاسکے۔ افسران اور سرکاری ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی جو اس معاملے پر غور کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے، کچھ عرصہ میں اپنی سفارشات

حکومت کے سامنے پیش کردے گی۔ کمیٹی کی سفارشات موصول ہوجانے کے بعد حکومت جلد سے جلد ان پر فیصلہ کرے گی۔

یہ تجویز کی گئی ہے کہ گرام پنچائتوں کو امداد کی شکل میں رائلٹی جو گرام پنچائتوں اور "سی" کلاس میونسپلٹیوں کے حلقے میں معدنی اشیاء سے جمع کی گئی ہو رواں سال سے ہر ایک ادارہ کے لئے ایک سال تک ایک لاکھ روپے کی حد تک دیدی جائے۔ وصولی رائلٹی سے متعلق ڈیوٹی حسب سابق حکومت کی تحویل میں رہے گی۔

اسپورٹس:

اسپورٹس کی حوصلہ افزائی کے مقصد سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ریاست کے ہر ڈویژن میں ایک اسپورٹس کمپلیکس قائم کیا جائے تاکہ ایک مقام پر ہر طرح کے کھیلوں اور اسپورٹس کے لئے سہولتیں دستیاب ہوں۔ ایک کمپلیکس کے واسطے ایک مثالی اسکیم کے لئے ۷۹-۱۹۷۸ء سال کے بجٹ میں ۲ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ ریاست میں اسپورٹس کی ترقی و توسیع اور دیہی علاقوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ۵ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے تاکہ ایک مدرجی پروگرام کے تحت ہر ایک تعلقہ میں کھیل کے میدان اور اسٹیڈیم بنائے جائیں جہاں ایسی سہولتیں موجود نہ ہوں۔

اسی کے ساتھ کھیل کود اور اسپورٹس کے قومی مقابلوں میں مہاراشٹر کے سرکار کو مالی امداد دینے کی غرض سے رواں مالی سال کے دوران ایک لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ سرکاری ملازمین کے درمیان اسپورٹس کے مقابلے رکھے جائیں گے تاکہ ان میں شوق بڑھے اور بڑے پیمانے پر اسپورٹس میں حصہ لینے کے قابل ہوں۔ اس مقصد سے سال کے دوران ضروری رقم مہیا کی جائے گی۔

اردو اکیڈیمی:

اردو اکیڈیمی کے مصارف کے لئے ۱۵ لاکھ روپے کی رقم بڑھا کر رواں سال ۲۰ لاکھ روپے کردی گئی ہے۔

نئے ادیبوں کی حوصلہ افزائی:

نئے ادیبوں کی حوصلہ افزائی کی غرض سے حکومت کا ارادہ یہ ہے کہ انھیں ڈرامے، ناول، افسانے اور نظمیں وغیرہ کی اشاعت کے لئے مالی امداد دینے کی اسکیم جاری کی جائے۔ اس اسکیم کے تحت حکومت کسی مصنف کی پہلی کتاب کی ۱۰۰۰ جلدوں کی اشاعت پر ہونے والے خرچ کا ۷۵ فیصدی برداشت کرے گی اور بقیہ خود متعلقہ مصنف کو اٹھانا ہوگا۔ اگر ایسی کتاب کی فروخت کی بنیاد پر مصنف کامیاب نظر آیا تو پھر یہی مصنف کی دوسری کتاب کی ۱۰۰۰ جلدوں کی اشاعت کے لئے خرچ ۵۰ : ۵۰ کی بنیاد پر حکومت اور متعلقہ مصنف برابری سے اٹھائیں گے۔ بجٹ میں اس مقصد کے لئے ۲۰،۵ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

باغبانی:

خطہ کوکن میں زمین سدھار و باغبانی سدھار اسکیم جاری رکھی جائے گی اور آم کی کاشت پر خاص زور دیا جائے گا۔

لینڈ ڈیولپمنٹ بنک نے ضلع رتناگیری میں باغبانی کی ترقی کے لئے ایک اسکیم وضع کی ہے اور اس طرح حکومت کی کوششوں کو بڑھاوا دیا ہے۔

کوکن خطہ میں کاجو کی کاشت کے واسطے نظر ثانی شدہ اسکیم کے تحت جس میں ۵۰ فیصد امدادی رعایت ہے فی پودے کے حساب سے واپس وصولی لاگت ۲ روپے ہوگی۔ کاشتکاروں کے لئے ایک ہرے بھرے پودے پر ۲ روپیے کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی۔ اندازہ ہے کہ اس طرح کئی سال کے عرصہ میں حکومت پر مالی بار ۵.۰۶،۴۴ لاکھ روپے بیٹھے گا۔ خیال ہے کہ رواں سال کے دوران یہ تقریباً ۲ لاکھ روپے ہوگا۔

کھارا راضی سدھار:

اسی کے ساتھ حکومت نے خطہ کوکن میں کھار زمین سدھار کے لئے پوری ذمہ داری سنبھالی ہے نیز اس کا کل خرچ بھی وہی برداشت کرے گی

کھار زمین سدھار اسکیم کے تحت زمین کی دیکھ ریکھ اور درستی کی ذمہ داری فائدہ اٹھانے والوں کے سر ہوگی۔ اس مقصد کے تحت امکانی خرچ کی بنیاد پر زمین پر محصول لگایا جائے گا۔ اس محصول سے جمع ہونے والی رقم کی بنیاد پر درستی اور دیکھ ریکھ کا کام انجام دیا جائیگا۔

کھارا راضی اسکیمات ضلع سطح اسکیمات ہوں گی اور متعلقہ ضلع منصوبہ بندی اور ترقیاتی کمیٹی اس کے لئے سرمایہ فراہم کرے گی۔ ان اسکیمات پر خرچ متعلقہ ضلع کمیٹی کی جانب سے مقررہ رقم کی ۵۰ فیصدی حد تک ضمانت روزگار اسکیم کے فنڈ سے بھی پورا کیا جاسکتا ہے۔

کوکن، چھوٹے زمینداروں کی بھلائی کے لئے کھارا راضی بقایا رقم بھی معاف کردی جائیں گی۔ بقایا جات کی رقم ۵۶،۲۳ لاکھ روپے نکلتی ہے۔

زراعتی اعداد و شمار:

لاگت زراعت کا جائزہ لینے کے لئے ایک اسکیم رواں سال کے دوران

فصل ربیع سے مہاتما پُھلے کرِشی ودیا پیٹھ اور مراٹھواڑہ کرِشی ودیا پیٹھ کے ذریعہ شروع کی جائے گی۔ اس طرح معاون قیمت برائے زراعتی پیداوار طے کرنے میں مدد ملے گی۔ آئندہ سال سے مہاراشٹر کی تمام بڑی فصلوں کے سلسلہ میں چاروں زراعتی یونیورسٹیوں کے ذریعہ یہ اسکیم زیرِعمل لائی جائے گی۔ اندازہ ہے کہ خریف اور ربیع فصلوں کے سلسلے میں اس اسکیم پر سالانہ ۷۹ء۳۱ لاکھ روپے خرچ ہوں گے، اس کے لئے ۸۹ء۸ لاکھ روپے سالِ رواں کے واسطے بجٹ میں رکھے گئے ہیں۔

سڑکیں:

پکّی دیہی سڑکوں کی تعمیر کے لئے ۲۰ کروڑ روپے کا ایک پروگرام شروع کیا جائے گا۔ جس میں تقریباً ۴۰۰۰ کلومیٹر لمبی سڑک کی تعمیر شامل ہے۔ یہ کام پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے تحت اسٹیٹ سیکٹر ڈویژنوں کے ذریعے انجام دیا جائے گا۔

سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لئے ریاستی سطح کی اسکیموں کے لئے ۸۷ء۵ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جس میں سے ۶۷ء۲ کروڑ روپے غیر قبائلی علاقہ جات کے لئے اور ۲۰ء۳ کروڑ روپے قبائلی علاقہ ضمنی منصوبے کے لئے ہیں۔ ضلع سڑکوں کے سلسلے میں بجٹ میں ۰۰ء۱۷ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جس میں سے ۷۱ء۱۳ کروڑ روپے غیر قبائلی علاقہ جات اور ۲۹ء۳ کروڑ روپے قبائلی علاقے کے ضمنی منصوبے کے لئے ہیں۔

شکر کارخانہ علاقوں میں سڑکوں کی درستی کے لئے ۷۵ء۴ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جو بڑی خستہ حالت میں ہیں اور اس پروگرام کے تحت ان کی مرمت کو ترجیح دی جائے گی۔

ریاست میں سڑکوں کی تعمیر اور درستی کے پروگرام کے لئے سال رواں کے واسطے ۶۹ء۶۱ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ کو قومیانے کے لئے مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن ۲۱ء۱۶ کروڑ روپے کا ایک بڑا پروگرام شروع کر رہی ہے۔ ۱۲۵۰ گاڑیوں کے اضافے کی توقع ہے۔ یہ پروگرام مُسافروں کے لئے بہتر سہولتیں بہم پہنچانے کے مدنظر زیرِعمل لایا جائے گا۔

۷۸-۱۹۷۷ء سال کے دوران فیملی ویلفیر پروگرام کے تحت متوقع خرچ تقریباً ۷ کروڑ روپے ہے۔ چونکہ یہ پروگرام وسیع تر قومی اہمیت کا حامل ہے لہٰذا سال رواں کے لئے اضافی مصارف کے واسطے ۸۵ء۱۱ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

ہمارے دیہاتوں میں صحت عامہ خدمات کی بہتری کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیہی علاقوں میں کو ٹیج ہسپتالوں کی تمام سہولیات اس طرح بہم پہنچائی جائیں کہ دیہی باشندوں کو ان سے فیض اُٹھانے کے لئے دس میل سے زیادہ مُسافت طے نہ کرنی پڑے۔ اس بندوبست پر کافی خرچ آئیگا لہٰذا حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ۱۷۴ ابتدائی صحت مراکز میں سے ۲۰۹ مراکز میں مریضوں کے بستروں کی تعداد ۶ سے بڑھا کر ۱۰ کر دی جائے نیز اسی کے مطابق سہولتیں مہیا کی جائیں۔ اس طرح ان ۲۰۹ منتخبہ ابتدائی صحت مراکز کو بتدریج کوٹیج ہسپتال بنایا جاسکے گا۔ رواں سال کے دوران ضروری عملہ پر ہونے والے اخراجات پورے کرنے کے لئے بجٹ میں ۵۰ء۳۰ لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔

انسداد جذام کے لئے مرکز کی جانب سے ریاست کے لئے نئے لیپراسی کنٹرول یونٹ اور عارضی ہسپتالی علاج کے لئے وارڈ کھولنے کے لئے اور ان کے عملہ کا تقرر کرنے کے واسطے ایک آزمائشی پروگرام تجویز کیا گیا ہے۔ اس پروگرام پر اندازاً ۰۹ء۲۱ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ ۷۹-۱۹۷۸ء میں اس اسکیم کے لئے بجٹ میں ۰۹ء۱۳ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے تاکہ دو لیپراسی کنٹرول یونٹ، ۸۰ سروے ایجوکیشن سینٹرز اور پانچ شہری جذام مراکز وغیرہ کھولے جاسکیں۔

بڑھاپے کی پنشن

بڑھاپے کی پنشن ۶۵ سال یا اس سے زائد عمر کے نادار مردوں اور ۶۰ سال یا اس سے زائد عمر والی عورتوں کو دی جائیگی۔ اس کی شرح اس طرح ہے ایک لاکھ سے زیادہ آبادی والے علاقوں میں ۳۰ روپیہ ماہانہ، باقی ماندہ اضلاع میں ۲۵ روپیہ ماہانہ اور دیگر علاقوں میں ۲۰ روپیہ ماہانہ، اس مقصد کیلئے ۱۰ لاکھ روپیہ تجویز کیا گیا ہے۔

نادار اور بیوہ عورتوں کی لڑکیوں کے لئے شادی الاؤنس کے بطور ۱۰۰۰ روپیہ منظور کیا جائے گا جس کے لئے ۲ لاکھ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔ ۳۵ سال سے کم عمر کی بیواؤں کی دوبارہ شادی کے لئے وظیفہ دیا جائیگا جس کے لئے ۲ لاکھ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔ یہ امداد ۱۰۰۰ روپیہ تک ہوگی۔

آثارِ قدیمہ یادگاریں

آثارِ قدیمہ کی اہمیت رکھنے والی ریاست میں قائم یادگاروں اور میوزیم کی مرمت اور درستگی کے لئے ۴ء۴ لاکھ روپیہ کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ ان یادگاروں کی دیکھ بھال اور انتظام کی خاطر مناسب عہدہ داروں کی تقرری کے لئے ۲۷۰۰۰ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔

امسال پسماندہ علاقوں میں ۲۹۴ نئے بالواڑی شروع کئے جائیں گے۔ اس کام کے لئے بجٹ میں ۵ لاکھ روپیہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جس میں

۸۸ر۳ لاکھ روپے کی رقم قبائلی منصوبہ بندی کے تحت ۱۹۲ بالواڑی کے لئے وقف کی گئی ہے۔

ناقص غذا کا مسئلہ

اس سال ۲,۲۵۰۰۰ پرائمری اسکول کے بچوں کے لئے کھانا فراہم کرنے کے ایک پروگرام کے تحت ۲۲ر۱ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔ یہ پروگرام ناقص غذا کے مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے شروع کیا گیا ہے ممکنہ حد تک سالی والے ۱۲ ضلعوں میں اور قبائلی منصوبہ بند علاقوں میں قائم پرائمری اسکولوں کے طلبا کے لئے بالترتیب ۲۰ر۱ کروڑ اور ۴۰ر۱ کروڑ روپیہ کی زائد رقم منظور کی گئی ہے اس پروگرام کے تحت کل ۷ لاکھ بچے فائدہ اٹھائیں گے۔ جس پر ۸۲ر۳ کروڑ کے اخراجات کا اندازہ ہے۔

ای۔ بی۔ سی کے لئے موجودہ آمدنی کی حد ثانوی درجات کیلئے ۲۴۰۰ روپے سالانہ، ہائر سکنڈری کیلئے ۱۸۰۰ روپے سالانہ اور کالج و یونیورسٹی کیلئے ۱۲۰۰ روپے سالانہ مقرر ہے۔ اب ۱۹۷۸-۷۹ء کے تعلیمی سال سے اس حد کو یکساں طور پر بڑھا کر ۴۸۰۰ روپے سالانہ مقرر کیا گیا ہے۔

۸ لاکھ روپیہ اعلیٰ ذہانت رکھنے والے معاشی طور پر کمزور طلبا کو اسکالر شپ دیئے جانے کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ جن کی آمدنی کی حد ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ ہے اور جو اسکول کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسکالرشپ دو سال کی مدت کے لئے جاری کی جائے گی جس پر سالانہ ۱۶ لاکھ روپیہ کے اخراجات کا اندازہ ہے۔

گذشتہ سال جاری کی گئی بک بنک اسکیم کو اس سال ہشتم اور نہم جماعتوں کے لئے بھی جاری کیا جائے گا جس پر ۶۹ر۵ لاکھ روپیہ کے اخراجات کا اندازہ ہے۔ توقع ہے کہ اس اسکیم سے غریب و مستحق طلبا مستفیض ہو سکیں گے۔

شکر اور کھانڈساری کے ایسے امداد باہمی کارخانوں کو جو امداد باہمی شعبوں کے بطور اپنے علاقوں یا پسماندہ علاقوں میں زیر عمل ہوں گی انھیں خریدی ٹیکس میں ادا کردہ رقم کے مساوی طویل مدتی بلا سود کے قرضے دیئے جائیں گے اس اسکیم پر بجٹ میں ۱۰ لاکھ روپے وقف کئے گئے ہیں۔

تعلیمیافتہ لوگوں کو مالی امداد

ملازمت کے فروغ کے پروگرام کے تحت تعلیمیافتہ اشخاص کو تخمی مالی امداد کی اسکیم میں مزید رعایت دینا تجویز کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت ۱ لاکھ روپے مالیت کے پروجیکٹ پر غیر پسماندہ طبقات کے لوگوں کو ۱۵ فیصدی اور پسماندہ طبقات (شیڈول کاسٹ، شیڈول ٹرائب، نو بدھ اور ڈیموکریٹ جاتی) کو ۲۰ فیصدی مالی امداد دی جائے گی۔ تخمی رقم غیر پسما طبقات کے لئے ۲۰ فیصدی اور پسماندہ طبقات کے لئے ۲۲½ فیصدی جو ان طبقات کے ایسے افراد کو دی جائیگی جن کی خاندانی آمدنی ۸۰۰۰ روپے سالانہ سے زائد نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ۱ لاکھ روپے مالیت کے صنعتی پروجیکٹوں کے سلسلے میں زیر تعمیر یا دوران عمل مدت کے دوران چھ ماہ کے لئے ۱۰۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جائیگا۔ یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ انتظا اداروں کی مدد سے امیدواروں کو تربیت بھی دی جائے گی۔ تربیت کا اہتما کرنے پر جو کچھ بھی حکومت کو خرچ کرنا ہوگا اس کے علاوہ تربیت حاصل کرنے والوں کو ماہانہ ۱۰۰ روپیہ وظیفہ دیا جائے گا یعنی ۴۰ روپے تاکہ وہ رہنے سہنے پر اخراجات کا کچھ حصہ اس رقم سے ادا کر سکے۔

تعلیمیافتہ بیروزگاروں کیلئے پارٹ ٹائم ملازمت

۳۱ دسمبر ۱۹۷۷ء تک ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے دفتر میں ۵,۱۷,۱۷۰ اشخاص بطور تعلیمیافتہ بے روزگار درج ہوئے۔ حکومت نے ڈگری یا ڈ اور ایس ایس سی کے بعد تعلیم حاصل کرنے والوں کو پارٹ ٹائم ملازمت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسے افراد کو ہر مہینہ کے پندرہ دن کام کرنا ہوگا۔ بقیہ میں وہ ملازمت تلاش کر سکتے ہیں۔

اس اسکیم کے نتیجہ میں ریاست کو زبردست مالی بوجھ برداشت کرنا ہوگا۔ ابتدائی طور پر حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ مہاراشٹر سے ایس ایس سی کامیا یا ڈگری یا ڈپلوما یافتہ بے روزگاروں کو جن کا نام ایمپلائمنٹ ایکسچینج میں درج ہونے کے باوجود پانچ سال تک اور پسماندہ طبقات کے لئے ۳ سال تک ملازمت نہ ملی ہو انھیں پارٹ ٹائم ملازمت دی جائے گی۔ ڈگری یافتہ لوگوں کو ماہانہ ۱۰۰ روپیہ، ماہانہ اور ڈپلوما یافتہ لوگوں کو ۷۵ روپیہ ما دیا جائے گا پارٹ ٹائم ملازمت کی مدت ۳ سال یا اس سے کم اگر متع شخص متبادل ملازمت پالے، جو پہلے واقع ہو رہے گی۔

سکنڈری اسکول سرٹیفکٹ کامیاب افراد جن کا نام ایمپلائمنٹ ا میں درج ہوئے ۳ سال (پسماندہ طبقات کے لئے ایک سال) ہونے کے ملازمت حاصل نہیں کر سکے ہیں انھیں ۱۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ دیا جائے مستحق بے روزگاروں کو پارٹ ٹائم ملازمت دینے سے متعلق پروگرام کے میں بنکوں اور مالی اداروں سے گفتگو جاری ہے۔ اگر گفتگو کامیاب ر تو پارٹ ٹائم ملازمت ان افراد کو بھی دی جا سکے گی۔ امسال اس اسکیم کے ۲ کروڑ روپیہ پس انداز کیا گیا ہے۔

باز آبادکاری و امدادی قرضہ جات

ریاستی حکومت کے فیصلہ کے مطابق ۱۹۶۱ء کے رتناگیری ضلع کے طوفان زدگان ۱۹۶۷ء کے کوئنا زلزلہ سے متاثرہ افراد اور ۱۹۷۳ء کے مہاراشٹر کرناٹک سرحدی جھگڑے کے مصیبت زدہ افراد کی باز آبادکاری کے لئے سارے قرضہ جات معاف کر دیئے گئے ہیں۔ معاف کی جانے والی رقم بالترتیب ۶ر۶۷ لاکھ، ۳ر۵۴ کروڑ اور ۲۲،۰۰۰ روپیہ ہے۔

اسی طرح ماہ مئی ۱۹۷۰ء میں جلگاؤں، تھانہ، کولابہ، اضلاع میں فرقہ وارانہ فسادات سے متاثرہ افراد کو مرمت اور گھروں کی تعمیر کے لئے دیا گیا قرضہ جو کہ ۱۵۰۰ سو روپیہ مع سود ہے ریاستی حکومت نے معاف کر دیا ہے۔

تقاوی قرضہ جات

تقاوی قرضہ جات کی ادائیگی میں رعایت کا اعلان حکومت نے جولائی ۱۹۷۷ء میں کیا تھا لیکن ریاستی ملازمین کی ہڑتال کی وجہ سے قرضدار کسانوں کو ڈیمانڈ نوٹس جاری نہیں کی جا سکیں اسی طرح دیہاتوں میں انتخابات کی مصروفیت کی بنا پر خاطر خواہ اشتہاری کام نہ ہو سکنے کی وجہ سے قرضدار کسان اس رعایت سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اس لئے حکومت نے اسی رعایت کی مدت میں مزید ایک سال کی توسیع کر دی ہے۔

بندی کام

ایسی حد تک زمینوں پر جس کا محصول فی ایکڑ ۵۰ پیسہ یا کم ہے بندی وغیرہ کی غرض سے لئے گئے کسانوں کے قرضہ جات اصل و سود کے ساتھ حکومت نے معاف کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ ایسے کسان زمیندار جن کی اراضی پر محصول ۵۰ پیسے سے زیادہ ہے اگر حکومت کو درخواست دیں اور ضروری تحقیقات کے بعد حکومت کو تسلی ہو جائے کہ واقعی ان زمینوں پر محنت کے باوجود کوئی فصل اگائی نہیں جا سکتی ان کے بھی قرض معاف کر دیئے جائیں گے۔

مستقبل میں ایسی اراضی پر جس کا محصول ۵۰ پیسہ فی ایکڑ سے کم ہے مذکورہ بالا کام حکومت کے خرچ پر کئے جائیں گے۔ اس فیصلہ کے مطابق ۱۵ء۱۹ کروڑ روپے کے قرضہ جات معاف کئے جائیں گے۔ اس مقصد کے لئے بجٹ میں ایک نئی مد تجویز کی گئی ہے۔

اراضی محصول

گذشتہ سال ۵ روپیہ یا اس سے کم اراضی محصول ادا کرنے والے کسانوں کو یہ محصول معاف کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس اسکیم پر عمل کرتے وقت یہ دیکھا گیا کہ ریاست کے مختلف علاقوں میں محصول کی شرح مختلف ہونے کی صورت میں نصف ایکڑ اراضی رکھنے والے چھوٹے کسان بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اس لئے اس رعایت میں مزید توسیع کئے جانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں یہ رعایت ان تمام غیر آبپاشی زرعی زمین رکھنے والوں کو دی جائے گی جن کے پاس تین ہیکٹر سے زائد زمین نہیں ہے۔ چاہے وہ کچھ بھی اراضی محصول ادا کرتے ہوں۔ اس طرح ان کسانوں کو بھی یہ رعایت مل جائے گی جو ۵ روپے یا اس سے کم محصول ادا کر رہے ہوں۔ چونکہ اس اسکیم کے تحت اراضی محصول اور مقامی ٹیکس زمینداروں سے نہیں لئے جائیں گے اس لئے اس بات کا بھی خیال رکھا جائے گا کہ مقامی ادارے جن کی آمدنی کا دارومدار مذکورہ بالا محصول پر ہے متاثر نہ ہوں۔ اس لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ حکومت ایسے مستحق اداروں کو گرانٹ عطا کرے اس گرانٹ کے لئے اندازاً ۳ر۱۷ کروڑ روپیہ درکار ہوگا جس میں ۸۶ر۱۴ لاکھ اراضی محصول گرانٹ ۱ر۵۳ کروڑ ٹیکس گرانٹ اور ۸۷ر۵۲ لاکھ مقامی ٹیکس گرانٹ شامل ہیں۔

محصول آمدنی میں اضافہ

محکمہ امسائز کے ٹیکسی شعبہ کو مزید مضبوط بنانے کی غرض سے ۱۸ر۵۷ لاکھ روپیہ صرف کیا جائے گا۔ موٹر گاڑی محکمہ میں ٹیکس چوروں کا پتہ لگانے کے کام کے لئے ۱۰ لاکھ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔

بھیمہ (اجانی) جائیکواڑی، کرشنا (دھوم) اور پینچ آبپاشی پروجیکٹ کے آبپاشی انتظامیہ میں مزید اضافہ کی غرض سے ۲۲ر۴۲ لاکھ روپیہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ شہری سروے آرگنائزیشن میں مزید استحکام پیدا کرنے کی غرض سے ۵۷ر۳۳ لاکھ روپے خرچ کئے جائیں گے تاکہ انتظامیہ میں بہتری آسکے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں موجودہ ٹیکس کی بنیاد پر ہی محصول کی آمدنی میں اضافہ ہو سکے گا۔

بجٹ کا سرسری جائزہ

نئے مدوں کے اخراجات کے لئے اضافی بجٹ میں غیر منصوبہ کھاتہ کیلئے ۴۵ کروڑ اور منصوبہ بند کھاتے کے لئے ۶۱ر۲۳ کروڑ روپیہ شامل کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲ر۱۲ کروڑ روپے مرکزی اسکیموں کے لئے اور ۲ر۲۰ کروڑ روپے ریاستی ملازمین بیمہ کارپوریشن اور قومی امداد باہمی ترقیاتی کارپوریشن کی جاری کردہ اسکیموں کے لئے وقف کئے گئے ہیں۔ جن پر مرکز اور متعلقہ اداروں کی امداد کی بھی گنجائش ہے۔

نئے تجویز کردہ اخراجات جس میں مرکز اور مذکورہ بالا اداروں کی امداد بھی شامل ہے کے نتیجہ میں وصولی اور بقایا کی واپسی بہتر ہو جانے کی وجہ

سے محصول اور اصل رقم کی موصولی میں اضافہ ہوگا۔ اس میں سے ۹۹ر۴ کروڑ روپے کی رقم جو اسٹابلشمنٹ کی بقایا موصولی نئے مرکزی کاموں کے لئے اخراجات اور دیگر اخراجات کی وصولی جیسے امور سے متعلق ہے اور جسے "ملتوی" مد میں شمار کیا گیا ہے ایسے اخراجات میں کمی میں مناسب طور سے ضم کیا جائیگا اور باقی ماندہ کو حاصل شدہ کی مد میں کریڈٹ کے طور پر شمار کیا جائے گا۔ ان اقدامات کے پیش نظر نظرثانی شدہ بجٹ میں ۲۷ر۸۲ کروڑ روپیہ کا خسارہ دکھایا گیا ہے۔ جبکہ درمیانی بجٹ میں ۲۲ر۴ کروڑ روپے کا خسارہ دکھایا گیا ہے۔

زیر عمل منصوبوں کے اخراجات کے لئے ۷۴٫۵ کروڑ روپیہ کی رقم میں سے ۹۰ر۹۶ کروڑ روپیہ کی اعانت خود اختیاری ادارے مثلاً مہاراشٹر الیکٹریسٹی بورڈ، مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ، اسٹیٹ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن وغیرہ اپنے ذرائع سے کریں گے جو کہ ریاستی بجٹ کے باہر ہوگی۔ باقی ماندہ ۱ر۶۴۸ کروڑ میں سے ۲۷ر۲۲۳ کروڑ بجٹ میں شامل ہے بشمول ۶۳ر۶۱ کروڑ جو اضافی بجٹ میں تجویز کئے گئے ہیں۔ اس طرح سے ۳۸ر۲۴ کروڑ روپیہ بقایا قابل ادائیگی ہے۔ یہ رقم متعلقہ اسکیموں کی تفصیلات طے پانے کے بعد سال کے دوران سپلیمنٹری ڈیمانڈ کے ذریعہ حاصل کی جائے گی۔

منصوبہ بندی کے ۳۸ر۲۴ کروڑ روپیہ کے بقایاجات کے ساتھ ساتھ چند دیگر امور بھی ہیں۔ یکم جنوری ۱۹۷۸ء سے منظور شدہ مہنگائی بھتہ کے نتیجہ میں جو مرکز اور ریاست کے مہنگائی بھتہ میں فرق کو کم کرنے کی غرض سے منظور کیا گیا ہے اور جس پر ۲کروڑ روپیہ کے اخراجات کا ذکر میں نے اپنی گذشتہ مارچ کی بجٹ تقریر میں کیا تھا ریاست پر مزید ۷۷ر۱۲ کروڑ روپے کا بوجھ پڑے گا۔ اراضی محصول میں رعایت اور چھوٹے زمینداروں کے محصول میں سہولت کے نتیجہ میں ریاست کے وسائل ۶۵ر۰ کروڑ روپیہ کی مالیت تک اثر انداز ہوں گے۔ اس کے علاوہ چند غیر منصوبہ بند اقدامات بھی تجویز کئے گئے ہیں اس میں سے کچھ زیر عمل ہیں۔ جس کے لئے ارجنٹ ضروری مد میں سے رقم مہیا کی گئی ہے۔

ان امور سے متعلق ضروری سپلیمنٹری ڈیمانڈ حالیہ اجلاس کے دوران پیش کئے جائیں گے۔ ان امور پر اخراجات کا تخمینہ فی الحال ۸۷ر۶ کروڑ روپے ہے۔ ان تمام امور کو شمار کرتے ہوئے نظرثانی شدہ بجٹ میں پیش کیا گیا خسارہ جو کہ ۲۷ر۸۲ کروڑ روپے ہے بڑھ کر ۳۰ر۱۲۷ کروڑ روپے ہونے کی توقع ہے۔

ذرائع

اس خسارہ کی تلافی کے لئے چند اقدامات کئے جائیں گے مثلاً گذشتہ سال ریاستی ملازمین کی ہڑتال اور عام انتخابات کی وجہ سے بجٹ میں داخل اخراجات کی رقم کو پوری طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ ایسی پسماندہ رقم جو کہ ۷۹ر۳۴ کروڑ روپیہ ہے اس سال اخراجات کے لئے استعمال کی جائے گی۔

بجٹ برائے سال ۱۹۷۸-۷۹ء میں مرکزی حکومت نے چند نئے ٹیکس عائد کئے ہیں۔ یہ ٹیکس لوک سبھا میں بھی منظور کئے گئے ہیں۔ ان ٹیکسوں سے ہماری ریاست کی آمدنی اندازاً ۷ر۸۷ کروڑ روپیہ ہے یہ رقم بھی اس سال اخراجات کے لئے استعمال کی جائے گی۔

گذشتہ مارچ کے بجٹ میں چھوٹی بچت پر ۱۹۷۸-۷۹ء کیلئے قرضہ جاتی امداد کا نشانہ ۸۸ء۱۳ کروڑ روپے ظاہر کیا گیا تھا لیکن چھوٹی بچت کی رقم میں اضافہ ہوا ہے! رجحان کو دیکھتے ہوئے اور چھوٹی بچت کی کل رقم میں ریاست کا حصہ دیکھتے ہوئے جو اب بھی حاصل کرتا ہے، ۵۰ کروڑ روپیہ اس مالی سال کے دوران حاصل ہونے کی توقع ہے۔ اس کے نتیجے میں مالی آمدنی میں ۱۲ر۱۸ کروڑ روپیہ کا اضافہ ہوگا۔

زراعتی زمین کو غیر زراعتی مقصد کے لئے بیجا طور پر استعمال کرنے کے واقعات کی چھان بین کے لئے ایک خصوصی تحریک چلائی جارہی ہے۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں ۵۰ر۱ کروڑ روپیہ حاصل ہونے کی توقع ہے۔

ہڑتال میں حصہ لینے والے ریاستی ملازمین کی ہڑتال کی مدت کے لئے ایڈوانس دیا گیا تھا یہ ایڈوانس جولائی ۱۹۷۸ء سے ماہانہ ۲۴ قسطوں میں وصول کیا جائیگا۔ اس وصولی سے امسال ۸ کروڑ روپیہ حاصل ہوگا۔

مذکورہ بالا امور سے اضافی آمدنی ۲۸ء۷۹ کروڑ روپیہ ہوگی اور خسارہ کی رقم ۲۰ر۴۸ کروڑ روپیہ ہو جائے گی۔

فی کس آمدنی پر فی کس ٹیکس کا فیصد مہاراشٹر میں ملک بھر سے زیادہ ہے۔ لہٰذا حکومت ان حالات میں مزید ٹیکس عائد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پنجسالہ منصوبہ بندی کے دوران پلاننگ کمیشن نے ریاست کے لئے منصوبہ بندی کا نشانہ ۲۵۰ کروڑ روپیہ رکھا تھا۔ اس مدت کے دوران ترقیات میں تیزی پیدا کرنے کی غرض سے ریاستی حکومت کی جانب سے مزید عائد کردہ ٹیکسوں سے ۳۴۲ کروڑ روپے حاصل ہوئے اس کے علاوہ پنج سالہ منصوبہ کی مدت کے دوران بجلی کی قیمت میں اضافہ کی وجہ سے ریاست کو ۲۷۲ کروڑ روپیہ کی زائد آمدنی ہوئی۔ اسی مدت میں مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کی جانب سے کرایہ میں اضافہ کی بدولت ۸۹ کروڑ روپیہ مزید حاصل ہوا۔ اس طرح سے کل ذرائع استعمال کرنے کے بعد ریاستی حکومت کو ۸۰۰ کروڑ روپیہ حاصل ہوا۔ یہ رقم پلاننگ کمیشن کے پیش کردہ نشانہ سے تین گنا زیادہ ہے۔ ان ہی حالات کے پیش نظر کوئی نئے ٹیکس تجویز نہیں کئے گئے۔

باقی صفحہ ۲۶ پر

• دامودر کھڈسے

پنجاب راؤ کرشی وِدّیا پیٹھ — کسانوں کی اُمید کا سرچشمہ!
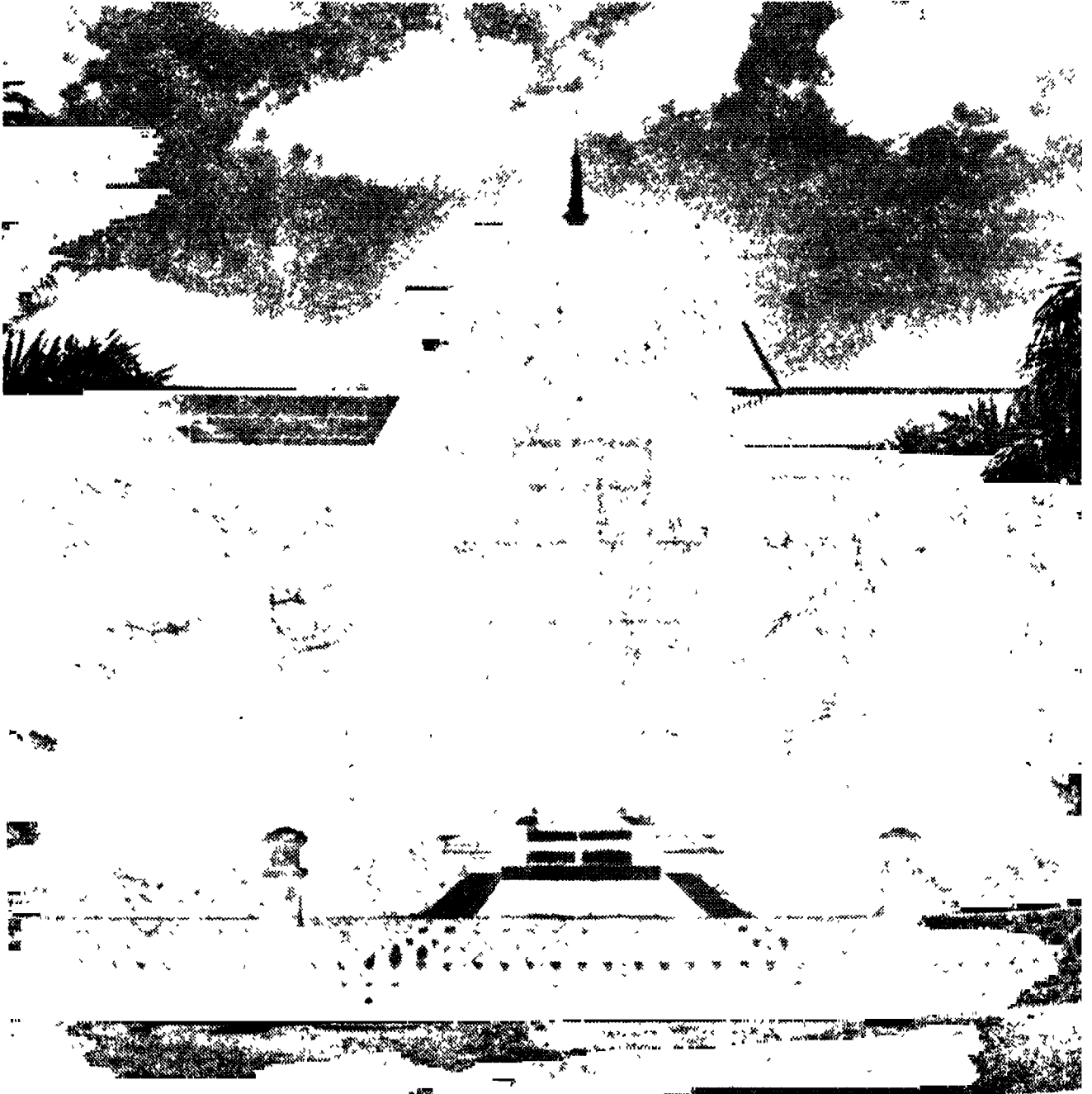
ایک بڑے بورڈ پر جلی حروف میں لکھا تھا "ٹھینک یو" میں وہاں ایک لمحہ رکا اور فوراً میری سمجھ میں آگیا کہ یہیں پر اکولہ شہر کی سرحد ختم ہوتی ہے ایک بڑا ریلوے پُل سامنے تھا، جوں ہی میں اوپر چڑھا شاندار پنجاب راؤ کرشی ودیا پیٹھ کی پہلی جھلک نظر آئی پھر پُل سے نیچے اُترنے پر مجھے یونیورسٹی کی اصل عمارت صاف طور سے نظر آئی جو چھوٹی چھوٹی عمارتوں سے گھری تھی۔ یہی تھا وسیع یونیورسٹی کمپلیکس یعنی حلقہ یونیورسٹی اس حلقہ میں ہرے بھرے کھیتوں پر نظر پڑتے ہی دل و دماغ کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ وہ اہمیت سامنے آجاتی ہے جو اس بڑے یونیورسٹی حلقہ کو پوری ریاست خصوصاً کسان طبقہ میں حاصل ہے۔ یہ یقیناً کسانوں کی امیدوں کا سرچشمہ ہے۔ زراعت سے متعلق ان کی تمام امیدیں یونیورسٹی کی چہار دیواری پر ہی مرکوز ہیں۔

۴ بجے شام کا وقت مقرر تھا جبکہ مجھے یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر گوپال کرشن سے ملاقات کرنا تھی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی، میں ٹھیک وقت پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے اپنا ملاقاتی کارڈ اندر بھیجا۔ چند ہی لمحہ بعد ڈاکٹر گوپال کرشن مجھ سے ملنے باہر آگئے۔ اس وقت اُن کے چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار تھے۔ غالباً میری آمد سے قبل وہ کسی نازک مسئلہ پر سوچ بچار کر رہے ہوں گے۔ بہر حال ہاتھ ملانے کے بعد بات چیت چھڑ گئی اور ان کے چہرے پر اس فکر کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

انھوں نے مجھے بتایا کہ کپاس بڑی قابل فخر فصل ہے، یہ نو خطۂ ودربھ کا سفید سونا ہے۔ پیداوار کافی ہے جس سے پورے ملک کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے لیکن یہ حیرت کا مقام ہے کہ کپاس کی فصل یہ سفید سونا پیدا کرنے والے کسان کم نصیب غریب ہیں۔

میں نے پوچھا "کیا اس کا کوئی حل ہے؟"

انھوں نے فرمایا "جی ہاں، اس کا انحصار کئی عناصر پر ہے۔ اوّل یہ کہ قدرت مہربان ہو، دستیاب ذرائع اور انسانی قوت زیادہ سے زیادہ کام میں لائی جائے اور کسان جدید ترین طریقۂ زراعت اختیار کریں۔"

یونیورسٹی ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو اکولہ میں قائم ہوئی۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر گوپال کرشن نے مجھے خصوصاً ان سات شہیدوں کی یاد دلائی جنھوں نے یونیورسٹی کے لئے تحریک چلائی تھی۔ اس وقت وہ خود زراعتی کالج کے پرنسپل تھے۔ انھوں نے ہی احتجاج کرنے والوں کو باز رکھا کہ وہ اسے نقصان نہ پہنچائیں۔ بعد ازاں انھیں ہی نئی قائم شدہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر [illegible] کیا اور اس کے قیام کے بعد ہی سے وہ اس کے معمار ہیں ان کی رہنمائی میں [illegible] ترقی کر رہی ہے۔

ریسرچ: ریسرچ کے موضوع پر بات چھڑی تو ڈاکٹر گوپال کرشن نے بتایا کہ چونکہ ودربھ خصوصاً کپاس کی پیداوار کا خطہ ہے لہٰذا یونیورسٹی میں ریسرچ اور تجربات کا مقصد یہی ہے کہ اعلیٰ پیداواری اقسام کپاس کا پتہ چلایا جائے وسیع ریسرچ کے نتیجہ میں یونیورسٹی ڈی۔ ایس وائی ۔ ۲۸۶، امریکن قسم اور [illegible] کے۔ ایچ ۔ ۴ دیسی قسم کپاس دریافت کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ یہ دونوں اقسام کسانوں میں بہت مقبول ہوئی ہیں، کیونکہ ان سے عام اقسام کے مقابلے ۱۲ تا ۱۵ فیصد زیادہ پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ یہ دس بارہ سال کی مشقت طویل تجربے کا نتیجہ ہے۔

فی الحال یونیورسٹی کے پاس ۳۲۰۰ ہیکٹر اراضی ہے۔ اس کا بڑا حصہ [illegible] تھا لیکن سخت محنت کے بعد اسے قابل کاشت بنایا گیا۔ کپاس ہی کی طرح [illegible] [illegible] پیداوار ہے کیونکہ اس سے [illegible] یہ بھی ہے کہ یہ دلیسی کے چارہ کے کام بھی آتی ہے۔ اس کے چارہ کو "[illegible]" کہتے ہیں۔ [illegible] ڈیپارٹمنٹ کی قابل قدر رہنمائی میں یونیورسٹی نے جوار [illegible] مخلوط قسم بھی نکالی ہے۔ جوار کی یہ قسم تھوڑے سے وقت میں بوئی جا سکتی ہے [illegible] لیے پانی بھی کم چاہئے۔ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ کسان اس کی کاشت کے بعد آسانی سے دوسری فصل بھی لگا سکتا ہے۔ اس طرح مخلوط جوار کی یہ نئی قسم [illegible] پیداواری [illegible] کی [illegible] کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی ہے۔ اناج کی نئی قسمیں دریافت کرنے اور رواج دینے کے ساتھ فصل کی حفاظت [illegible] بھی یونیورسٹی کی ریسرچ سرگرمیوں کا اہم حصہ ہے۔ یونیورسٹی نے سبزی، [illegible] اور [illegible] وغیرہ کی فصل کی حفاظت کے لئے کئی پروجیکٹ تیار کئے

اب تک ہم صرف یونیورسٹی سے متعلق مسائل پر ہی بات چیت کر رہے تھے اب میں نے ایک اور بڑے اہم مسئلہ پر ان کے خیالات معلوم کرنے چاہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ زراعتی یونیورسٹیوں سے گریجویٹ ہونے کے بعد ہمارے نوجوان 'سفید کالر- ملازمت' ہی کے کیوں طالب ہوتے ہیں۔ وہ کھیتوں میں کیوں کام نہیں کرتے؟ کیا اس کا یہی مطلب نہیں ہے کہ نوجوانوں کی نظر میں کھیتی باڑی معزز پیشہ نہیں ہے؟

وائس چانسلر موصوف نے یہ تسلیم کیا کہ یہ ایک گمبھیر مسئلہ ہے، لیکن لاینحل نہیں۔ ان کے خیال میں یہ ضروری ہے کہ یونیورسٹی کے طلبا کھیتوں میں کام کریں۔ یونیورسٹی میں آرام کے ساتھ محض کتابی تعلیم و ریسرچ کے بجائے طلبہ پر زور دینا چاہئے کہ وہ کھیتوں میں جاکر عملی کام کریں اور سیکھیں۔

اس طرح ان میں زمین سے لگاؤ اور کھیتی باڑی کے کام سے چاہت پیدا ہوگی۔ ان کے دل میں محنت کی قدر و قیمت بڑھے گی اور سفید کالر- ملازمت کی کشش زائل ہوجائے گی۔ ڈاکٹر گوپال کرشن کا یہ مشورہ محض زبانی نہیں ہے بلکہ وہ اسے اپنی یونیورسٹی میں عملی جامہ پہنانے کے خواہش مند ہیں۔

انھوں نے یونیورسٹی کے توسیعی پروگرام پر بھی روشنی ڈالی تاکہ کسانوں کو ریسرچ سے روشناس کیا جائے۔ اس مقصد سے یونیورسٹی کے ماہرین عملی مظاہرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اس قسم کے مظاہراتی اجتماعات اضلاعات اکولہ، الوت محل، ورچیندر پور میں بڑے پیمانے پر منعقد کئے گئے۔

انتہائی پسماندہ طبقات کے لوگوں مثلاً قبائلی افراد اور ادیباسیوں کو بات چیت کے ذریعہ زراعت سے متعلق جانکاری دی جاتی ہے۔ اس مقصد سے مباحثہ کیمپ (شِبِر) لگائے جاتے ہیں۔ پولٹری کی ترقی، مویشی کی دیکھ بھال اور کیڑا مار ادویہ وغیرہ سے فصلوں کی حفاظت کا طریقہ عموماً بحث کا موضوع ہوتا ہے۔ عملی مظاہرہ بھی کیا جاتا ہے۔ ترقی پسند کسان جو ان طریقوں کے قائل ہیں، پیش پیش رہتے ہیں اور اپنے کھیتوں میں اس جانکاری سے کام لے کر جلد ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ تجربات یونیورسٹی کے اعلیٰ اور ماہر افسران کی موجودگی میں کئے جاسکتے ہیں۔ یونیورسٹی، ضلع پریشد، پنچایت سمیتی، زراعتی خدمت مراکز، ملٹی- پرپز اسکول اور روٹری کلب جیسے متفرق اداروں کا عملی تعاون بھی حاصل کرتی ہے۔

کچھ اور بالکل الگ نوعیت کے پروگرام بھی ہیں۔ ان میں سے ایک گشتی ہسپتال سے متعلق ہے جو بڑا قابل قدر اور بے مثال اقدام ہے۔ اس ہسپتال کے ماہرین کسانوں کو مشورہ دیتے ہیں اور اس میں مختلف قسم کی ادویات وغیرہ کا بھرپور انتظام ہے۔ یہ کسانوں کو حفاظت فصل طریقوں سے بھی روشناس کرتا ہے۔ 'گشتی بیطاری ہسپتال' یہ دوسرا بے مثال اور مفید پروگرام ہے جو یونیورسٹی زیرِ عمل لا رہی ہے۔ یہ ہسپتال مویشی کے علاج اور ان کے لئے ادویات کا انتظام کرتا ہے۔ اس کے ماہرین ہر ہفتہ مقررہ دن، معینہ دیہات کا دورہ کرتے ہیں۔ ہفتہ واری دورہ کسانوں سے ربط ضبط بڑھانے میں بڑا معاون ثابت ہوا ہے۔ اس طرح ماہرین کو خاص مقامی ضروریات اور کسانوں کی مشکلات کا بھی علم رہتا ہے۔

پنجاب راؤ کرشی ودیا پیٹھ کے احاطہ میں دھان کی بھرپور فصل جو وسیع ریسرچ کا نتیجہ ہے۔

کیڑے مکوڑے کھڑی فصل کے سب سے بڑے دشمن ہیں. زراعتی یونیورسٹی نے ان کے خاتمہ کے لئے کئی طریقے ایجاد کئے ہیں

میں نے دریافت کیا کہ کیا طلبہ ان تمام پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں ؟

انھوں نے فرمایا "یقیناً ۔ ۱۹۷۶ء میں یونیورسٹی کے پوسٹ گریجویٹ طلبہ نے آس پاس کے دیہاتوں میں کسانوں کی بھلائی کی خاطر فصلوں کی حفاظت کا پروگرام وضع کیا۔ تقریباً ۴۰ طلبہ چار ٹولیوں میں بٹ گئے اور انھوں نے ۲۱۸ کسانوں کی رہنمائی کی ۔

پھر سب سے موثر ذریعۂ رسائی آل انڈیا ریڈیو ہے. یونیورسٹی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاکر اپنی ریسرچ اور جدید طریقوں سے کسانوں کو روشناس کر رہی ہے. ریڈیو زراعت پر خاص پروگرام نشر کرتا ہے ۔ ۳۰ جولائی ۱۹۷۷ء تک یونیورسٹی نے آکاش وانی سے ۳۰۴ معلوماتی خبریں وغیرہ نشر کرائیں. خاص زراعتی اسکیموں کی اشاعت کے لئے اخباروں سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے.

بعض دیہاتوں کو اپنا لینے کا پروگرام بھی کامیاب رہا ہے ۔ ماہرین ان دیہاتوں میں جاکر کھیتی باڑی میں رہنمائی کرتے ہیں ۔ ناگپور کے زراعتی کالج نے بھی یہ پروگرام اپنایا ہے اور کسانوں کو ترقی یافتہ زراعتی طریقوں سے روشناس کرانے کے لئے پانچ دیہات منتخب کئے ہیں.

والیٹر انڈین نیشنل سائنس کانگریس کی اپیل کے مطابق مرکزی حکومت اور انڈین ایگریکلچرل ریسرچ کونسل نے پورے دیس میں ۲۰ اضلاع کے لئے مربوط علاقہ ترقیاتی پروگرام مشترکہ طور سے جاری کیا ہے. اس پروگرام کو ترجیحی بنیاد پر زیر عمل لانے کے لئے مہاراشٹر سے اضلاع چندرپور اور وردھا کا انتخاب کیا گیا ہے ۔ اس پروگرام کا مقصد متعدد اسکیمیں زیر عمل لاکر معیشت میں یکسر انقلاب لانا ہے اس پروگرام کو زیر عمل لاتے وقت پنجاب راؤ ودیا پیٹھ کو فنی اور سائنسی رہنمائی کے سلسلہ میں نئی ذمہ داری اٹھانا ہوگی ۔ دونوں اضلاع یونیورسٹی کی سرگرمیوں کے حلقے میں آتے ہیں .

یونیورسٹی کی ان متنوع سرگرمیوں کے مدنظر مالیات کا ذکر آنا لازمی ہے ۔ میں نے یہ سوال کیا کہ یونیورسٹی کو کسی قسم کی مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا یا نہیں تو وائس چانسلر اس سوال کے لئے پہلے ہی سے تیار نظر آئے اور انھو فوراً جواب دیا کہ "میرے خیال میں یونیورسٹی کے مالی یا تعلیمی معاملات میں کسی قسم کی سیاست کارفرما نہ ہونا چاہیئے. کسی بھی شخص کی پرکھ اس کے ... سے ہونا چاہیئے .اس قدر شناسی سے اس کا حوصلہ بڑھے گا اور وہ اطمینان سے کام جاری رکھ سکے گا. بلاشبہ بسا اوقات مسائل اٹھتے ہیں اور انھیں طے کرنا ہمارے فرائض منصبی میں داخل ہے ۔اس کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے ۔"

اس درمیان چائے آئی لیکن بات چیت چلتی رہی ۔ اب میں نے ان ... آئندہ یونیورسٹی کے توسیعی اور ترقیاتی پروجیکٹوں کے بارے میں معلومات ... وائس چانسلر نے اس معاملے میں پروگراموں کی ترتیب میں "جنگل بانی" کو اولیت ... ہے. انھوں نے کہا آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت درختوں کی حفاظت جو بڑی قومی دولت ہے ۔ ہم نے فی الحال ادویاتی پودے بونے کا کام ہاتھ میں ... یونیورسٹی کے زیر نگرانی فی الحال ۲۰۱ کارآمد درخت بوئے جاچکے ہیں جو ادویاتی قیمت رکھتے ہیں ۔ان درختوں کی نشوونما میں بعض کیمیاوی کھاد کے اثرات کے بارے میں تجربات کئے جارہے ہیں

وائس چانسلر نے بتایا کہ ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یونیورسٹی میں ... شعبہ تعلیم جنگلات (فارسٹ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ) کھولا جائے. نیشنل ایگریکلچرل کمیشن کی سفارشات کے مطابق جنگلات سے متعلق ریسرچ اور تعلیم کا کام زرعی یونیورسٹیوں کو سونپا گیا ہے ۔ریاست کی کُل قومی دولت کا تقریباً ۷۵ فیصد خطۂ ودربھ میں جمع ہے ۔ ترقی جنگلات کی اسکیموں میں ٹیک اور دیگر اقسام کی درخت کاری جس سے عمارتوں کی تعمیر کے لئے لکڑی مہیا ہوتی ہے نیز خاص قسم کی گھاس وغیرہ کی کاشت شامل ہے ۔حکومت نے ۷۸-۱۹۷۷ء میں اس قسم کی تمام اسکیمات کے سلسلہ میں اجازت دے دی ہے .

یونیورسٹی کے حلقۂ اختیار میں ماہی گیری وغیرہ دوسری اہم اسکیم ۔ اندرونِ خطۂ ودربھ آبی ذرائع ... ۵۵ ہیکٹر سے زیادہ رقبہ پر پھیلے ہیں۔ یہ ریاست کے کُل اندرونی ذرائع آب کے ۵. فیصد سے بھی زیادہ ہے ۔ یہ میٹھے پانی کی مچھلی کی پیداوار ودربھ اور ریاست دونوں جگہ بالترتیب ... ہزار اور ۱۷ ہزار میٹرک ٹن ہے ۔جس کا مطلب ہے کہ ریاست میں ...

باقی صفحہ ...

• یشونت پادھیہ

ترقیات میں عسرت

(شری یشونت پادھیہ، ڈائرکٹر کوکن ترقیاتی کارپوریشن لمٹیڈ نے اس مضمون میں علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کو درپیش مسائل کا ذکر کیا ہے اور علاقے کی ترقی میں تیزی پیدا کرنے کی غرض سے چند مفید مشورے دیئے ہیں۔

کئی لوگ ہمیشہ یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا کوکن کی ترقیاتی کارپوریشن ٹھیک طرح سے عمل کر رہی یا نہیں۔ ظاہر ہے جواب "ہاں" ہی ہوگا۔ باوجود چند دقتوں کے، اس کارپوریشن نے کوکن میں صنعتوں اور دیگر ترقیاتی امور میں واقعی قابل ذکر ترقی کی ہے۔ جہاں تک ترقیاتی امور میں تیزی پیدا کرنے کا سوال ہے، یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے بشرطیکہ ان مشکلات پر قابو پایا جائے جو نہ صرف اس کارپوریشن کو بلکہ کوکن کے باشندوں کو بھی درپیش ہیں۔

علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کے قیام سے اس علاقہ کی ترقیات کی جانب کوششوں کی ابتدا ہوئی۔ علاقائی ترقیاتی کارپوریشن ان اضلاع میں قائم کئے گئے جہاں یہ محسوس کیا گیا کہ وہ اضلاع شاید نظر انداز ہوجائیں۔ شروع میں یہ سمجھا گیا کہ مذکورہ کارپوریشن صرف اپنے متعلقہ علاقوں میں صنعتوں کے قیام اور ان کے فروغ کے لئے قائم کیے گئے ہیں لیکن نام کے نوعیت کے اعتبار سے لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس کارپوریشن کا مقصد ہر قسم کے ترقیاتی امور میں اعانت کرنا ہے۔ گذشتہ سال تک یہ سمجھنا مشکل تھا کہ آیا یہ کارپوریشن صنعتوں کے علاوہ دیگر اسکیموں میں بھی دلچسپی لیتے ہونگے یا نہیں۔ لیکن اب یہ واضح ہوگیا ہے کہ یہ کارپوریشن سوائے خالص زراعت اور جنگل بانی کے ہر قسم کے امور میں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ چونکہ ریاستی سطح کی کارپوریشن آزادانہ طور پر کام کرتی ہیں اس لیئے یہ محسوس کیا جارہا ہے اس کارپوریشن اور علاقائی کارپوریشن کے مابین رابطہ و یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ ایسا بھی سمجھا جاتا ہے کہ کسی خاص علاقہ کی ترقی میں ان دونوں کارپوریشن کے درمیان ہم آہنگی کے بجائے مقابلہ کا ناخوشگوار جذبہ کارفرما ہوگا۔ اس بات کا بھی اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ علاقائی کارپوریشن اپنے علاقہ میں درمیانی و چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو یکجا کرنے میں تیزی سے اقدامات نہیں کرسکتی علاقائی ترقیاتی کارپوریشن اور ان کے معاون اداروں کیجانب سے تجارتی حلقے مثلاً "ھٹیکسکوم" قائم کرنے کی کامیاب مثالیں بہت ہی کم ہیں۔ اس لئے حکومت کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام صورتحال کا جائزہ لے۔

ہم یہاں صرف کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے بارے میں بحث کریں گے۔ اس لئے جو بھی مسائل اس کارپوریشن کو درپیش ہیں انہیں ہم دیگر علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کے مسائل کے مساوی سمجھیں گے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ترقیاتی ایجنسیوں اور علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کے مابین رابطہ شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔ ابھی چند ہی مہینوں پہلے کوئی بھی صنعتکار حکومت سے یا انڈسٹری کمشنر سے براہ راست مکتوب خواہش حاصل کرسکتا تھا۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ صنعتکاروں نے مکتوب خواہش اور اجازت نامہ کو سیمنٹ اسٹیل وغیرہ خریدنے کے لئے بیجا طور پر استعمال کیا۔ ان میں سے چند کے خلاف قانونی کاروائی کی گئی ہے پھر بھی یہ ضرور ہے کہ خاص کر کوکن میں، جو کچھ بھی چھوٹی صنعتوں کو حاصل ہوسکتا تھا ان سے وہ صنعتیں محروم رہیں۔

بے حد مشکل کام :- کوکن کے علاقے میں صنعتوں کو لانا ایک بے حد مشکل کام ہے، سب سے بڑی رکاوٹ بنیادی ہے۔ صنعتکار سرمایہ لگانے کا فیصلہ کرسکتے ہیں لیکن کوکن میں ایسی کون سی چیز ہے جو انہیں اس کام کے لئے راغب کرسکے؟ صورتحال بے شک مایوس کن ہے۔ مقامی صنعتکار گنتی کے چند ہی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہیں مزدور نہیں ملتے اور مزدور مقامی طور پر کم اجرت میں کام کرنے کی بجائے بمبئی میں زیادہ اجرت پر کوئی بھی کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ دوسرے علاقوں سے صنعتکاروں کو کوکن میں لینے پر مائل کیا جائے۔ لیکن یہاں بھی بنیادی کمی رکاوٹ بنتی ہے رسل و رسائل مشکل ہیں۔ شاہراہ کو کسی طرح سے سدھارنے کی ضرورت ہے۔

کوکن ریلوے مکمل ہونے میں ابھی کئی سال بیت جائیں گے۔ رتناگری ضلع میں تمام موسم کے لئے مناسب ایک بھی بندرگاہ نہیں ہے۔ بجلی کی قلت ہے کوئنا یا ور رتناگری سے گذرتا ضرور ہے لیکن مقامی صنعتکاروں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ کچا مال اور تیار اشیاء لانا لیجانا بھی ایک مسئلہ ہے۔ اگر کسی خدشہ کی خاطر کچے مال کو ذخیرہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کے لئے

بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اتنا سرمایہ صنعتکار لائیں کہاں سے؟ مزید یہ کہ تیار مال کی فروخت بھی آسان نہیں ہے۔ صنعتکار اس اسباب مناسب داموں پر نہیں بیچ پاتے، کیونکہ وہ ٹھیک وقت پر ایسے مال کو مارکیٹ میں نہیں پہنچا پاتے۔ درمیان میں قرض خواہ سود مانگتے رہتے ہیں اور تجارت کی منافع بخش خصوصیت کم ہوتی چلی جاتی ہے، اس لئے کوئی بھی عقلمند بیوپاری کوکن میں آنا پسند نہیں کریگا۔

اس کا علاج "مدر پروجیکٹ" قائم کرکے کیا جاسکتا ہے جس کے اطراف وسائل کا جال بچھا دیا گیا ہو۔ اس سلسلے میں کامیاب تجربہ کیرل میں کیا گیا ہے، جس پر دوسری جگہوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

قومی پروجیکٹوں کی ضرورت:-

رتناگری ضلع میں قومی پروجیکٹوں کی ضرورت ہے لیکن چند مسائل ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر المونیم پروجیکٹ اور فرٹیلائزر پروجیکٹ ہیں۔ اگر کوئی صنعتکار کسی ادارے مثلاً "کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی مدد سے کوکن میں آنا چاہتا ہے تو کچھ لوگ اسے نکال باہر کرنے پر تیار رہتے ہیں، اسی طرح اگر ڈائرکٹر کچھ ماہرین کی مدد سے کوکن میں کوئی پروجیکٹ قائم کرنا چاہتا ہے تو حکومت کے لیئے اور ریاستی سطح کے دیگر مالی اداروں کے لیئے اس کام میں مدد کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کی جانب سے سرمایہ کاری بھی ایک مسئلہ ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اس سلسلے میں رہنمایانہ اصولوں کو ہی قانون سمجھا جاتا ہے۔ اس لیئے یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ اگر کوئی پروجیکٹ ان اصولوں پر پورا نہیں اُترتا تو وہ کوکن میں بغیر حکومت کی منظوری کے قائم ہی نہیں ہوسکتا۔

قومیائے گئے بنکوں کا رویّہ:-

قومیائے گئے بنکوں کا رویہ بھی رکاوٹ کا باعث ہے۔ حتیٰ کہ مرکزی وزیر صنعت نے ایک بار کہا تھا کہ قومیائے گئے بنک چھوٹے طبقات کی صنعتوں کے لیے بڑی رکاوٹ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بنک کے اعلیٰ عہدیدار صنعتکاروں کے فائدہ کے لیے کچھ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن دیہاتوں میں قائم بنکوں کی شاخوں کے منیجر اس بات کو محسوس نہیں کرپاتے۔ نتیجہ میں ان کی رہنمائی کے لئے کوئی بھی حتیٰ کہ علاقائی کارپوریشن بھی موجود نہیں ہوتی۔ وہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔ نتیجے میں صنعتکاروں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کوئی بھی کوکن میں پروجیکٹ قائم کرنے کے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔ ایمپلائمنٹ پروموشن پروگرام کے تحت منتخب شدہ صنعتکاروں کو خصوصاً بنک کے اس قسم کے رویہ سے اکثر مشکلات پیش آتی رہیں۔ کیونکہ یہ لوگ معمولی ہیں جو خود کا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں۔

بنک میں ڈپوزٹ رکھنے پر اصرار، ٹال مٹول اور بڑے پیمانے پر مسوخی وغیرہ بڑے تلخ تجربات ہیں۔ اسی لیئے پسماندہ علاقوں میں شہری صنعتوں کی ترقی کے لئے مناسب اقدامات نہیں کئے جاسکتے۔ درحقیقت بنک کے عہدہ داروں کو چاہیئے کہ وہ ایمپلائمنٹ پروموشن پروگرام کے تحت ضرور رسیدوں کو قبول کریں۔

دوسری پریشانی یہ ہے کہ اکثر اچھی اسکیموں کو اعانت نہیں دی جاتی مگر مشکوک اسکیموں کو مالی امداد مل جاتی ہے جو بعد میں بے کار ہو جاتی ہیں۔ ایسے بیمار شعبوں کو اختیار میں لینے کے لیئے علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کو مجبور کیا جاتا ہے۔ وزیر صنعت نے بار بار یہ واضح کردیا ہے کہ بیمار شعبوں کو اختیار میں لینا ان کارپوریشن کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔

بدقسمتی سے یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ریاستی سطحوں کی کارپوریشن مثلاً سیکوم اور ایس۔ ایف۔ سی کا رویہ بھی بنکوں کے عہدہ داروں کے رویّہ سے مختلف نہیں ہے۔ یہ کارپوریشن مدتی قرض دیتی ہیں۔ لیکن یہ صرف انہیں صنعتکاروں کو دئیے جاتے ہیں جو کسی خاص مرکز پر "منتقل" ہونے پر رضامند ہوں یا پھر اس وقت جب صنعتکار خود اپنا سرمایہ لگاکر کاغذات پیش کرے۔ بتلائیے ایک بیوپاری سرمایہ کے بارے میں کیسے فیصلہ کرسکتا ہے؟ اگر اس کے پاس وسائل ہوں تو وہ قرض کیوں مانگے؟

بار بار یہ سوال اُٹھایا جاتا ہے کہ آیا کسی صنعتکار کے لئے علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کی ضمانت ضروری ہے یا نہیں جبکہ پروجیکٹ کو جانچ لیا گیا ہو اور مالی ادارے قرض دینے پر تیار ہوں۔ پھر ایسی ضمانت کی کیا ضرورت ہے اور یہ کہ کم سرمایہ کی قابلیت ہوتے ہوئے کارپوریشن کس کس کو ضمانت دے؟ اس معاملہ میں حکومت کا فیصلہ ضروری ہے کیونکہ علاقائی ترقیاتی کارپوریشن سو فیصدی حکومت کے ماتحت ہیں۔

دوسرا مسئلہ ۱۵ فیصدی مرکزی امداد کا ہے۔ لیکن چونکہ امداد میں تاخیر ہوتی ہے اس لئے دوسرے ادارے قرضوں کی پیش کش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ مرکزی حکومت کی امداد کا ایک طرح سے استحصال ہے کیونکہ قرضوں پر سود ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس مشکل کا بھی علاج ہونا چاہیئے۔

دوسرے لفظوں میں اگر کوکن ترقیاتی کارپوریشن یا کوئی بھی علاقائی کارپوریشن تیزی سے کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہے تو مندرجہ بالا مشکلات کو جلد از جلد دور کیا جانا چاہیئے۔ (تلخیص:- ایم۔ اقبال) ●

کوکن ترقیاتی کارپوریشن کی کارگذاری

• جے۔ جی راجدھیکش
مینجنگ ڈائرکٹر، کوکن ترقیاتی کارپوریشن

کوکن ترقیاتی کارپوریشن نئے صنعت کاروں کی رہنمائی کے لئے ورک شاپ چلاتی ہے۔ یہ ایسے ہی ایک ورکشاپ کی تصویر ہے۔

لفظ 'کوکن' عموماً ہند کے مغربی ساحل کے لئے مستعمل ہے۔ مہاراشٹر میں خطۂ 'کوکن' اضلاع رتناگیری، قلابہ اور تھانے پر مشتمل ہے۔ ان اضلاع کا رقبہ ۲۹,۷۹۱ مربع کلومیٹر اور آبادی ۵۵,۳۵,۲۵۰ ہے۔ اس میں سے ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق دیہی آبادی ۴۳,۸۹,۷۲۸ اور شہری آبادی ۱۱,۴۶,۴۲۲ ہے۔ ضلع تھانے کے تقریباً ⅕ حصہ میں قدیم باشندے آباد ہیں۔ ضلع قلابہ میں قدیم باشندوں کی آبادی کا فیصد معمولی ہے اور ضلع رتناگیری میں برائے نام ہے۔

خطہ کوکن خصوصاً ضلع رتناگیری جو مغربی گھاٹ اور ساحل کے درمیان پھیلا ہوا ہے گو قدرتی حسن سے مالامال ہے لیکن قدرتی زرخیزی میں اتنا خوش قسمت نہیں۔ اس سرزمین کے چھوٹے سے حصہ کو زرخیز کہا جا سکتا ہے جو منافع بخش فصل یا غذائی فصل کے لئے قابل کاشت ہے۔ پہاڑی خطہ صرف باری باری کاشت فصل کے قابل ہے۔ جنوبی رتناگیری اور تھانے ضلع کے کچھ حصہ کو چھوڑ کر باقی حصہ میں جنگلات بھی نہیں بڑھ پاتے ہیں۔ ضلع قلابہ میں جنگلاتی رقبہ اور بھی کم ہے۔ قلابہ اور رتناگیری میں اراضی لگان داری نظام' زمینداری ہی کے مانند تھا۔ آزادی کے بعد خاتمہ "کھوتی" لگان داری اور پھر زمین

کوکن ترقیاتی کارپوریشن، لوگوں کو اپنی سرگرمیوں سے روشناس کرانے کے لئے مختلف نمائشوں میں شرکت کرتی ہے۔ زیر نظر تصویر میں مہاراشٹر اسٹیٹ اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے زیر اہتمام ایک نمائش میں کوکن کی مصنوعات فروخت کرنیوالی ایک دکان۔

کا مالک کسان" یہ قانون وضع ہو جانے کے بعد ہی چھوٹے کسانوں کو ملکیت اراضی کا حق حقیقتاً حاصل ہوا۔ آبادی کا بڑا حصہ مزدوروں پر مشتمل تھا جو کھیتوں یا جنگلات میں ٹھیکیداروں کے ماتحت کام کرتے تھے اور ان غریبوں کو امیر طبقہ خوب لوٹتا تھا۔ جن لوگوں کو ان اضلاع کے اندر کام نہیں ملتا وہ بمبئی جیسے شہری علاقوں میں جاکر وہاں کپڑا ملوں، پولیس جمعیت اور محکمۂ تعلیم میں نوکری کرتے یا گھریلو نوکری میں لگ جاتے۔

ویسٹرن ریلوے (سابقہ بی بی اینڈ سی آئی ریلوے) ضلع تھانے کے مغربی علاقوں کی ضرورت مواصلات پوری کرتی ہے۔ سنٹرل ریلوے (سابق جی آئی پی ریلوے) آگے سلسلہ سفر میں مغربی گھاٹ پار کر کے مہاراشٹر کے دیگر حصوں میں داخل ہونے سے قبل ضلع تھانے اور ضلع قلابہ کے حصوں میں سے گذرتی ہے۔ قدیم شاہراہ بمبئی۔ آگرہ روڈ بھی ضلع تھانے میں سنٹرل ریلوے کے متوازی گذرتی ہے۔ ایک دوسری شاہراہ بمبئی۔ پونے۔ بنگلور روڈ ضلع قلابہ کے درمیان سے گذرتی ہے۔ ابھی ماضی قریب میں یعنی تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ سے بمبئی۔ احمد آباد شاہراہ کے ذریعہ بھی جو ویسٹرن ریلوے کے متوازی گذرتی ہے ضلع تھانے کے کچھ حصہ کی ضرورت رسل و رسائل پوری ہونے لگی ہے بمبئی۔ کوکن۔ گوا شاہراہ اب اضلاع قلابہ اور رتناگیری کے درمیان سے گذرتی ہے۔ ان ریلوں اور شاہراہوں کے ذریعہ ہی اضلاع تھانے و قلابہ کا بمبئی سے قریبی رابطہ قائم ہوا اور اس سے صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔

شہر بمبئی کو ہندوستان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنعتی شہر قرار دیا جاسکتا ہے۔ بمبئی اور اس کے گرد و نواح کی صنعتی ترقی میں بندرگاہ بمبئی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ توسیع و ترقی کا مقصد اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جبکہ مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور سکوم جیسے ادارے ان علاقوں میں جہاں سے بمبئی بندرگاہ تک بہ آسانی رسائی ممکن ہے، صنعتوں کے قیام اور فروغ میں خاص دلچسپی لیں۔ اضلاع تھانے اور قلابہ کے دور دراز واقع دیہی علاقوں کو چھوڑ کر یہ دونوں اضلاع صنعتی پس منظر رکھتے ہیں۔ البتہ ضلع رتناگیری آج بھی کافی پچھڑا ہوا ہے جس کی اولاً وجہ یہ ہے کہ سڑکیں اور بحری راستے ناکافی ہیں نیز ریل اور ہوائی ذرائع رابطہ کا بھی فقدان ہے۔

فروغ روزگار پروگرام

سال	کارخانوں کی تعداد جن کی امداد کی گئی	تقسیم شدہ رقم	انوسٹمنٹ
		لاکھ روپے	
۱۹۷۲-۷۳ء	۱	۰٫۲۳	۲٫۳۰
۱۹۷۳-۷۴ء	۸۹	۹٫۲۳	۹۲٫۳۰
۱۹۷۴-۷۵ء	۱۲۶	۱۶٫۵۰	۱۶۵٫۰۰
۱۹۷۵-۷۶ء	۲۷۶	۲۳٫۹۰	۲۳۹٫۰۰
۱۹۷۶-۷۷ء	۳۸۹	۳۰٫۴۸	۳۰۴٫۸۰
۱۹۷۷-۷۸ء	۴۱۳	۲۸٫۲۹	۲۸۲٫۰۰
	۱،۲۹۴	۱۰۸٫۶۳	۱،۰۸۵٫۴۰

کوکن ترقیاتی کارپوریشن نے چپلون کے قریب "پیدا ہے" میں ایک کھانڈ ساری کا کارخانہ قائم کیا ہے۔ جاری ہونے کے بعد پہلے ہی سال میں ۲۵۰۰ کوئنٹل کھانڈ ساری تیار کی گئی۔

بلاشبہ 'مڈک' اور 'سیکوم' جیسے اداروں نے مالیاتی اداروں مثلاً اسٹیٹ فائننشل کارپوریشن اور قومیائے بنکوں کی امداد و اعانت سے پوری ریاست کی صنعتی ترقی کے لئے پروگرام شروع کئے ہیں۔ چھ سال قبل حکومتِ ہند نے ان صنعتوں کے بارے میں جن کے قیام کے لئے مرکزی حکومت کی جانب سے اسکیمات کے لئے منتخب کردہ پسماندہ اضلاع میں جگہ منتخب کی جائے خاص حوصلہ افزائی کی خاطر اولاً ۱۰ فیصد اور بعد ازاں ۱۵ فیصد مرکزی امداد بالگے ہوئے قائم سرمایہ پر پوری امداد دینے کا اعلان کیا تھا۔ لقیہ ملک کا لگ بھگ دو تہائی حصہ رعایتی مالیاتی اسکیم کے زمرہ میں آتا ہے جس کے تحت قلیل شرح سود، معینہ مدت میں واپس ادائیگی پر باضابطہ التوائے قرض، قبلِ عمل اخراجات میں حصہ وغیرہ کا اعلان کیا گیا تھا تاکہ صنعتی طور سے پسماندہ خطوں میں صنعت بڑھے۔ کوکن کے خطہ میں رتناگیری ۱۵ فیصد مرکزی امداد اور رعایتی مالیاتی اسکیموں سے مستفیض ہوا ہے جبکہ قلابہ نے صرف رعایتی مالیاتی اسکیم سے فائدہ اٹھایا ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے بھی مرکزی حکومت کی جانب سے حوصلہ افزائی امداد کے برابر اور اسے بڑھانے کے لئے اسکیموں کا اعلان کیا۔ ان میں قابلِ ذکر اسکیمیں یہ ہیں:

بلا سود قرض تاکہ ادا شدہ یا ادا کئے جانے والے بکری ٹیکس کی بھرپائی ہو سکے، بجلی ٹیرف میں رعایت، چنگی محصول، واٹر رائلٹی، غیر زراعتی محصول، سرکاری خریداری پروگرام میں رعایتی ترجیح اور عملہ کی فنی تربیت میں اعانت۔ — حال ہی میں ریاست کے صنعتی علاقوں کے لئے ۱۵٪ بلا سودی قرضوں کا اعلان کیا گیا ہے۔

مڈک اور سیکوم جیسے اداروں کی کوششوں کو بڑھاوا دینے اولاً صنعتی ترقی پر بھرپور توجہ دینے کی غرض سے علاقائی ترقیاتی کارپوریشنوں کا قیام عمل میں آیا۔ ایسی پہلی کارپوریشن دس سال قبل مراٹھواڑہ کے لئے قائم کی گئی۔ اس کے چند سال بعد تین دیگر علاقائی کارپوریشنیں قائم ہوئیں۔ کوکن کی ترقیاتی کارپوریشن ان میں سے ایک ہے، جو اب چھ سال سے زیادہ عرصہ سے سرگرم عمل ہے۔ جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے، کوکن کی ترقیاتی کارپوریشن کا اولین فرض یہ ہے کہ خطہ کوکن میں صنعتوں کو باقاعدہ فروغ دینے میں امداد دے، صنعتوں کو متوجہ کرے اور صنعتی کارخانے قائم کرے اس کے ساتھ یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ خطہ کی مربوط ترقی میں اس طرح حصہ لے جس سے سرکاری ترقیاتی اداروں کے پروگراموں کے ساتھ کوئی تصادم واقع نہ ہو۔ لہٰذا اس ادارہ 'کوکن ترقیاتی کارپوریشن (DCKL) کو خالص زراعت اور جنگل بانی سے سروکار نہ ہوگا، نہ سڑک، پل اور پبلک عمارتوں

مڈک انڈسٹریل اسٹیٹ ۳	کوآپریٹیو انڈسٹریل اسٹیٹ ۴	ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کوکن لمیٹیڈ کی منی انڈسٹریل اسٹیٹ (مجوزہ) ۵	صنعتی تربیتی ادارہ جات ۶	زراعتی ادارہ جات ۷	کوکن ترقیاتی کارپوریشن کا فروغ روزگار پروگرام اور اسکیمات ۸
					تعداد
—	—	تلاسری	—	—	—
تاراپور	—	دھانو	وان گاؤں	کوسباد	۳۸
—	—	جوہر	—	—	۳
—	—	موکھاڈہ	—	—	۲
—	پال گھر	سپھالہ	—	—	۳۲
—	—	واڑہ	—	—	۲۲
—	—	شہاپور	—	—	۲۲
بھیونڈی	—	—	—	—	۴۹
—	وسئی	—	—	—	۶۱
تھانے	تھانے	—	—	—	۱۷۸
—	—	کلیان	—	—	۱۷۴
مرباد	—	—	—	—	۲
امبرناتھ	—	—	—	—	۱۱۰
—	—	اُرن	—	—	۱۶
تلوجہ	پنویل	—	پنویل	—	۶۲
—	—	کرجت	—	—	۱۶
—	کھوپولی	—	—	—	۴
—	—	پین	—	—	۱۷
—	—	علی باغ	—	—	۴۰
—	—	سدھاگڈھ	—	—	۷
روہا	—	—	—	روہا	۳۵
—	—	مروڈ	—	—	۷
—	—	مانگاؤں	—	—	۱۷
—	—	شری وردھن	—	—	۴
—	—	مہسلہ	—	—	۴
—	—	مہاڈ	—	—	۱۵
—	—	پولادپور	—	—	۳
—	—	منڈن گڈھ	—	—	۲
—	—	داپولی	—	داپولی	۱۱
—	—	کھیڈ	—	—	۹
کھیڑڈی	کھیڑڈی	—	کھیڑڈی	—	۲۴

کوکن ترقیاتی کارپوریشن کا فروغ روزگار پروگرام اور اسکیمات ۸	زراعتی اداره جات ۷	صنعتی تربیتی اداره جات ۶	[illegible] (مجوزہ) ۵	کوآپریٹو انڈسٹریل اسٹیٹ ۴	مڈک انڈسٹریل اسٹیٹ ۳	تعلقہ ۲	ضلع ۱
تعداد ۴	—	—	گوہاگر	—	—	۳۲۔ گوہاگر	رتناگیری
۸	—	—	سنگمیشور	—	—	۳۳۔ سنگمیشور	
۱۰۸	—	رتناگیری	—	رتناگیری	رتناگیری	۳۴۔ رتناگیری	
۹	لانجہ	—	لانجہ	—	—	۳۵۔ لانجہ	
۷	—	—	راجہ پور	—	—	۳۶۔ راجہ پور	
۱۲	—	—	دیوگڈھ	—	—	۳۷۔ دیوگڈھ	
۲۲	—	—	کنکاؤلی	—	—	۳۸۔ کنکاؤلی	
۱۳	—	—	مالوان	—	—	۳۹۔ مالوان	
۳۹	—	—	—	کڈال	کڈال	۴۰۔ کڈال	
۲۲	—	—	وینگورلہ	—	—	۴۱۔ وینگورلہ	
۵۷	—	ساونت واڑی	—	ساونت واڑی	—	۴۲۔ ساونت واڑی	

کُل میزان : ۱،۲۸۱

وغیرہ کی تعمیر کے کام بھی انجام نہ دے گی۔ بندرگاہوں کے سُدھار کا کام پورٹس اتھارٹی اور بجلی رسانی کا کام مہاراشٹرا اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ انجام دیگا۔ پھر آخر کوکن کی ترقیاتی کارپوریشن کیا کام کرے گی؟ کوکن ترقیاتی کارپوریشن ان اسکیموں کے فوائد ان علاقوں با صنعت کاروں کو بہم پہنچانے کی کوشش کرے گی۔ مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں کوکن ترقیاتی کارپوریشن کی عام سرگرمیوں کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے، جو مختصراً یہ ہیں :

بنیادی سہولتیں : ہوائی سروس، ریلوے، ہمہ موسم بندرگاہ و شاہراہ نیز ضلع سڑک اور چھوٹی بندرگاہوں جیسی بڑی ذیلی سہولتیں بڑھانے کا کام مختلف حکام انجام دیتے ہیں۔ مڈک نے چند منتخبہ مقامات میں پانی اور پاور کی دستیابی کا یقین دلایا ہے جہاں اس نے صنعتی یونٹ قائم کئے ہیں یا قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جنوب سے شروع ہونے والے کوکن ضلع میں موجودہ صنعتی علاقے یہ ہیں :

(۱) کڈال (۲) رتناگیری اور (۳) چپلون (ضلع رتناگیری میں)، (۴) روہا اور (۵) پنویل (ضلع قلابہ میں)، (۶) تھانے اور (۷) تاراپور (ضلع تھانے میں)، حال ہی میں مڈک نے ضلع تھانے میں واقع مقام مرباد میں صنعتی علاقہ کے سلسلے میں کام شروع کیا ہے۔

مڈک ان علاقوں میں پانی اور بجلی کی بہم رسانی کے ساتھ ترقی یافتہ بندگاہوں کی سہولت مہیا کرتی ہے۔ کوکن کی ترقیاتی کارپوریشن کے ذمے یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ ایسے تحصیل صدر مقامات پر چھوٹی صنعتی بستیاں قائم کرے جو مڈک یا کوآپریٹو انڈسٹریل اسٹیٹ کے حلقہ میں نہیں آتے۔ چنانچہ کوکن کارپوریشن آئندہ تین چار سال کی مدت میں کل ۱۳ چھوٹی صنعتی بستیاں قائم کرے گی۔ ایسی پانچ بستیوں کے لئے حصول زمین کی کارروائی فی الحال تیزی سے جاری ہے۔ اُمید ہے کہ کم از کم ایسی دو چھوٹی صنعتی بستیوں کی تعمیر کے لئے کام بلاتاخیر شروع ہو جائے گا۔ اسی کے ساتھ کنکاؤلی اور شاپور میں جہاں اراضی کوکن ترقیاتی کارپوریشن کے قبضہ میں آگئی ہے، چھوٹی صنعتی بستیوں کے قیام کے لئے صنعت کاروں کی شناخت اور قطعات اراضی یا شیڈ دینے کی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ اس طرح کوکن کی ترقیاتی کارپوریشن چھوٹے پیمانے پر وہی کام کر رہی ہے جو مڈک، منتخب بڑھوتری مراکز کے لئے انجام دیتی ہے۔ لہٰذا ایک طرح سے کوکن ترقیاتی کارپوریشن

کوکن ترقیاتی کارپوریشن نے ضلع رتناگیری کے جنوبی حصے میں تقریباً ۵۰۰۰ ہیکٹر رقبہ پر ربڑ کی کاشت کے لئے ایک زبردست پروگرام وضع کیا ہے زیرِ نظر تصویر میں کوکن ترقیاتی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائرکٹر شری جے۔جی راجہ دھیکش ضلع قلابہ کے سودھاگڈھ میں واقع پہلے 'ربر پلانٹیشن' میں ایک درخت سے پہلی مرتبہ رقیق گودا نکال رہے ہیں۔

نظر میں ہر ایک تحصیل صدر مقام بڑھوتری مرکز ہی ہے اور اسے اسی انداز سے دی جائے گی۔ البتہ اس کی وسعت کا انحصار مقامی صنعت کاروں کی دستیابی ان کی ضروریات پر ہوگا۔ لہٰذا کوکن ترقیاتی کارپوریشن چھوٹے پیمانے پر ایسے نئے ول کی ترقی کا کام کرے گی۔ اسی کے ساتھ یہ موجودہ صنعتی علاقہ جات سے رہ اُٹھائے گی اور ایسے صنعتی کارخانوں کی پوری امداد اور اعانت کرے گی جوان دل میں جانے کے خواہش مند ہوں۔ یہاں یہ بتا دینا مناسب ہی ہوگا کہ لحال بڑھوتری مراکز چُننے اور ان کی ترقی کے لئے، سیکوم اور ایسے علاقوں میں ری انرجی جہاں اس کی فراہمی ضرورت سے کم ہے، مہیا کرنے کے لئے ایم ایس بورڈ سے کوکن کارپوریشن بات چیت کر رہی ہے: اس نے ہمہ موسم بندرگاہوں زنی کا سوال بھی اٹھایا ہے۔ یہ سیکوم کی مدد سے اس امر پر بھی غور کر رہی ہے نناگیری تک موجودہ ہفتہ میں تین بار آٹھ مسافری سروس کو بڑھا کر روزانہ ئی سروس جاری کرنے کا کہاں تک امکان ہے۔

کوکن ترقیاتی کارپوریشن کے لئے تمام صنعت کار اہمیت رکھتے ہیں اور ان کو خوش آمدید کہتی ہے۔ بہرحال یہ واضح امر ہے کہ ان میں سے بعض بڑے عت کار مڈک کے علاقے میں جانا پسند کریں یا اپنے مقاصد کے تحت نیا قہ حاصل کریں۔ اس سلسلہ میں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ کارپوریشن فی الحال یصنعتی اداروں سے مصروف گفتگو ہے جنھوں نے ضلع رتناگیری یا کوکن میں سری جگہ حسبِ ذیل مدات کے لئے کارخانے قائم کرنے میں دلچسپی کا ار کیا ہے:

(۱) سمنٹ پر مبنی کلنکر گرائنڈنگ (۲) کیمیکل یونٹ (۳) فاؤنڈری
) الومینا ہائیڈریٹ (۵) پیپر (۶) ہائیڈروکسی کیولین (۷) سینتھیٹک
جیولرز (برائے گھڑی صنعت)۔

مزید برآں کوکن ترقیاتی کارپوریشن دو بڑے پروجیکٹوں کو زیرِ عمل لانے کیلئے کارروائی کر رہی ہے جو یہ ہیں: ضلع رتناگیری میں بال کو الومینیم پلانٹ اور ضلع قلابہ میں بمبئی ہائی گیس پر مبنی فرٹی لائزر کمپلیکس

دوسرے درجہ پر اس کارپوریشن کو درمیانی یا چھوٹی صنعتوں سے دلچسپی ہے۔ یہ نہ صرف مڈک کے علاقے یا دوسرے مقام پر جگہ حاصل کرنے میں اعانت کرتی ہے اور یہ خیال رکھتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انھیں پانی اور بجلی جیسی بنیادی ضمنی سہولتیں حاصل ہوں بلکہ اس حد تک مشترکہ طور پر یونٹ کے کام میں مالی لحاظ سے حصہ لیتی ہے جس کی مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کی جانب سے اجازت ہو۔ مقصد یہ ہے کہ کسی علاقے کے لئے مختص کسی اچھے پروجیکٹ کو محض اس بنا پر کہ سرمایہ کا کچھ حصہ مل نہیں رہا ہے مشکلات نہ پیش آئیں۔ چونکہ کارپوریشن مالیاتی ادارہ نہیں ہے، لہٰذا صنعتی یونٹوں کو قرض دینا اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ بہرحال اس نے اب تک ایسے تقریباً ۲۵ کارخانوں میں ۲۸ لاکھ روپے کی حد تک رقم لگائی ہے۔

تیسرے درجے پر کارپوریشن کو خالص مقامی صنعت کاروں سے دلچسپی ہے۔ ان میں خصوصاً ایسے تعلیم یافتہ افراد شامل ہیں جو کم از کم ایس ایس سی کی لیاقت یا آئی ٹی آئی کا سرٹیفکیٹ رکھتے ہوں اور جن کی عمر ۱۸ سال سے کم اور ۴۰ سال سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ ایسے صنعت کاروں کو کارپوریشن ۴ فیصد شرح سود پر دس فیصد بنیادی سرمایہ قرض دیتی ہے۔ اس کی واپس ادائیگی عموماً اس وقت شروع ہوگی جبکہ کارخانہ فی الواقعی شروع ہو جائے

ضلع رتناگیری کے مقام
کڈل میں
کھیتی باڑی
کے لئے
"پاور ٹلرز"
کی نمائش .

اور مالیاتی ادارے سے لی گئی رقم کی واپس ادائیگی پوری ہو چکی ہو۔ گو مال تیار کرنے والے کارخانوں کو ترجیح دی جاتی ہے تاہم ایسے صنعت کاروں کی مدد کی جا سکتی ہے جو کمرشل یا ٹریڈنگ یونٹ قائم کرنا چاہتے ہیں. کارپوریشن نے فی الحال ۱۳۰۰ صنعت کاروں کے لئے بنیادی مالی امداد بہم پہنچائی ہے اور ۸۰ء۱ کروڑ روپے کی رقم لگائی ہے۔ اس طرح لگ بھگ ۱۱ کروڑ روپے تک سرمایہ کاری کی گنجائش نکل آئی ہے۔

ایسے پروگرام میں خاص مسئلہ یہ ہے کہ صنعت کار کا پتہ چلایا جائے ان مصنوعات کی نشان دہی کی جائے جن کے لئے وہ تیاری مال کا کارخانہ قائم کر سکے۔ اس میں اولاً جائزے، دوسرے متعلقہ اشخاص کے ساتھ رابطہ اور انھیں معلومات دینے اور تیسرے خصوصاً مالی نقطہ نظر سے ممکن العمل منصوبہ بنانے کی ضرورت ہے۔ بعد ازاں مختلف مراحل میں صنعت کار کی مالیاتی درخواست پر اس درجہ تک کارروائی جبکہ اسے فی الواقعی سرمایہ دستیاب ہو جائے اور وہ اپنا کارخانہ قائم کر سکے۔ یہ ضروری مراحل ہیں جو کسی پروگرام کو طے کرنا پڑتے ہیں۔

کوکن ترقیاتی کارپوریشن کے پاس کچھ فیلڈ اسٹاف ہے، جس میں اضافہ کیا جا رہا ہے تاکہ سروے اور رابطہ کا کام انجام دیا جا سکے۔ کوکن ترقیاتی کارپوریشن نے 'معلوماتی بنک' اور صنعت کاری رہنمائی دفتر کے قیام کی کارروائی شروع کی ہے، جہاں تمام ضروری معلومات مثلاً پروجیکٹ کے خاکہ فنی جانکاری اور مارکیٹنگ معلومات وغیرہ بہم پہنچائی جائے گی۔ مزید برآں کارپوریشن جہاں کہیں ضرورت ہو سیکوم جیسے اداروں یا ماہروں کے توسط سے امکانی معلومات حاصل کرتی ہے۔ صنعت کار کی مالیاتی درخواست مختلف مراحل سے گذرتی ہے اور کارپوریشن کا افسر حسب ضرورت مالیاتی اداروں میں صنعت کار کی سرپرستی کرتا ہے تاکہ اس کے پروجیکٹ کو ان مراحل پر کوئی دقت نہ پیش آئے۔

کارپوریشن نے ماضی میں 'انٹر پرینرل گائڈنس ورکشاپ' قائم کی تھیں اور اب بھی قائم کرتی ہے۔ سیکوم 'ایم ایس ایف سی' اور محکمہ صنعت نیز حکومت ہند کے ایس آئی ایس آئی کی جانب سے دستیاب ماہرانہ جانکاری و تجربہ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہ ادارے تربیت کے سلسلہ میں استعداد پیدا کرتے ہیں اور زیر تربیت صنعت کار کو فی الواقعی مدد دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی پروجیکٹ رپورٹ اور مالیاتی رپورٹ تیار کر سکے، امید ہے کہ اس سمت میں وسیع اور پر زور کوششوں سے مستقبل قریب میں آگے بہت کچھ کامیابی حاصل ہو گی۔

فی الحال کارپوریشن مذکور جو مزید پروگرام عمل میں لا رہی ہے وہ ہے حکومت ہند کی "معمولی سیکٹر اسکیم"۔ یہ ایک پیداواری اسکیم ہے جس میں پلانٹ اور مشینری کے لئے سرمایہ کاری ایک لاکھ روپے سے اوپر نہیں ہوتی اور جو ایسے قصبات میں قائم کی جاتی ہے جن کی آبادی ۵۰,۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے نیز جو شہر سے کم سے کم ۱۵ میل دور واقع ہیں۔ اس سلسلہ میں انھیں ۱۰٪ بنیادی امداد (زیادہ سے زیادہ ۲۰,۰۰۰ روپے) دی جائے گی.

خاص پروگرام : اب تک کے بیان میں صنعت کاروں کو مختلف طریقوں سے دی جانے والی امداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ آیا خطہ کوکن میں کارپوریشن کے خود اپنے پروجیکٹ اور پروگرام ہونا چاہئیں ۔ اس سوال پر دو طرح سے نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ اولاً ۳ کروڑ روپے کے منظورہ سرمایہ سمیت کارپوریشن کے لئے یہ ممکن یا مناسب نہیں ہے کہ وہ خود اپنے پروجیکٹ میں رقم لگائے۔ اس

یسے بہتر اور سود مند یہ ہوگا کہ کئی صنعت کاروں کے پرُوجیکٹوں میں شرکت کی جائے،
زرہ مدت میں رقم بازیاب کی جائے اور نئے صنعت کاروں کے ساتھ سرمایہ کاری
نئی صلاحیت پیدا کی جائے۔ دوسرا زاویۂ نگاہ یہ ہے کہ اگر کارپوریشن خود اپنے
روجیکٹ قائم کر کے مثالی طریقے پر چلا کر نہ دکھائے، وہ اس قابل نہ ہوگی کہ
طہ کوکن خصوصاً پسماندہ ضلع رتناگیری میں صنعتی کارخانوں کے قیام اور
س کے فوائد کے بارے میں صنعت کاروں کے دلوں میں اعتماد پیدا کر سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ کوکن کارپوریشن فی الواقعی ان دونوں سمتوں میں رواں ہے
ن نے مساوی شراکت کر کے کئی چھوٹے اور درمیانی کارخانوں کی سرپرستی و
انت کی ہے۔ اس نے ایسے منصوبے ہاتھ میں لئے ہیں جو ابتداً کلی طور سے اس
ی زیر ملکیت یا زیر انتظام ہیں۔ ان میں سے چند قابلِ ذکر یہ ہیں:

۱۔ پاور لوم: چیپلون کے قریب ۹۶ پاور لومز کارپوریشن کے زیر انتظام ہیں۔ یہ
سطاً ۱٫۵۰ لاکھ میٹر کپڑا ماہانہ تیار کرتے ہیں۔ سوُت میسر رُمفت لال سرو سبز
ماکرتی ہے۔ اور وہ اس مرکز میں بُنا ہوا کپڑا بھی خریدتے ہیں۔ اس منصوبے سے
م کنبوں کو روزی ملتی ہے۔ کارپوریشن کا پختہ خیال ہے کہ اگر خطہ کوکن کے ضلع
ناگیری اور دیگر اضلاع میں مزید ۲۰۰ پاور لومز قائم ہو جائیں تو انھیں کامیابی
سے چلایا جا سکتا ہے، اور ان کے ذریعے ایک پروسیسنگ ہاؤس کی ضرورت
پوری ہو سکتی ہے جو کارپوریشن قائم کرے گی۔

۲۔ کھانڈ ساری شکر:

کارپوریشن نے منتظم کی حیثیت سے ایک کوآپریٹیو شکر فیکٹری لے لی ہے
ن چونکہ چیپلون میں اس جگہ ایک شکر کارخانہ کا قیام ممکن العمل نہ تھا لہٰذا
کھانڈ ساری فیکٹری قائم کی گئی ہے جو جاری ہو گئی ہے۔ ایک سال میں یہاں
۴٫۵ کوئنٹل گنا پیلا گیا جس سے تقریباً ۲٫۵۰۰ کوئنٹل کھانڈ ساری تیار
ی گئی۔

۳۔ ناریل کا ریشہ:

کارپوریشن نے ناریل کے چھلکے اور ریشے وغیرہ کو کارآمد بنانے کے لئے دو
ارخانے قائم کئے ہیں جس سے مقامی آبادی کو یہ سکھایا جا سکے کہ ناریل کے
ھلکے وغیرہ کو ایندھن کے بجائے صنعتی مقاصد کے تحت کس طرح کام میں
یا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کارخانوں میں اسی ماہ کے اندر مال تیار ہونے
لگے گا۔ دو سرکاری کائر پروڈکشن اور تربیتی کارخانے کارپوریشن کو منتقل کئے
جانے والے ہیں جنھیں وہ چلائے گی۔

۴۔ گلاس کنٹینرز:

کارپوریشن نے جنوبی رتناگیری میں کنکاؤلی کے نزدیک کرول نامی مقام میں
یک گلاس بوٹل ورکس کو ۴۹٪ اور سیکوم نے ۲٪ اکوٹی سرمایہ دیا ہے پروموٹرز
ر حصہ داروں کی ۴۹٪ اکوٹی ۴ لاکھ روپے ہے، اس کے ساتھ سیکوم اور

ایم ایس ایف سی نے ۶۵ لاکھ روپے بطور قرض امداد دیئے ہیں۔ اس کارخانے میں
ہر روز ۴۵ ٹن کچا مال تیار کر کے اوسطاً ۹۰٬۰۰۰ بوتلیں روزانہ تیار کی جا سکتی ہیں
اس میں ۲۵۰ ورکر ملازم ہیں۔ یہ جگہ اس لئے چنی گئی کیونکہ اس کے گرد و نواح
میں سلکا ریت ہوتی ہے۔

۵۔ ڈیری ترقیاتی منصوبہ:

کارپوریشن کو بطور تحفہ ۵۰ بدیسی مویشی ملے ہیں جن میں سے ۱۱۳ ' ۱۹۷۶ء میں
اور مزید ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو پہنچے۔ ۶۰ بچھڑے یہاں پیدا ہوئے جس سے یہ
تعداد ۲۰۰ ہو گئی۔ کارپوریشن کو ایک رقیق نائٹروجن پلانٹ بطور تحفہ ملنے کی
اُمید ہے۔ یہ تحائف "سی ای بی ای ایم او" اور "اے ایف پی آر او" جیسے
اداروں کی عنایت سے ملے ہیں۔ کارپوریشن کا ارادہ ہے کہ اس مویشی تحفہ
سے کوکن کے ہر ضلع میں 'بیل مادر فارم' اور 'فروزن سیمن' نیز مصنوعی تخم ریزی
بیطاری خدمات مراکز قائم کئے جائیں۔ ان سے مقامی آبادی کو مویشی سُدھار میں
مدد ملے گی، دُودھ کی پیداوار بڑھے گی اور اس کے نتیجہ میں کسان کو خود کفالتی
نصیب ہوگی۔ اس ماہ سے چار مصنوعی تخم ریزی مراکز جاری ہو گئے ہیں

۶۔ نمک:

ساحلی زمین جو کاشت کے لئے مناسب نہ ہو، نمک
بنانے کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔ دھانو کے قریب تقریباً ۲۸۰ ہیکٹر
اراضی کے علاوہ جیسے ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کوکن لمٹیڈ سُدھارنا چاہتی ہے
تقریباً ۱۶۰ ہیکٹر اراضی جو سپھالہ، تعلقہ پال گھر، ضلع تھانے میں ہے اور
جہاں نمک تیار کیا جا سکتا ہے، حکومت نے اس سال کارپوریشن کو منتقل کر دی۔
سالانہ پیداوار تقریباً ۲٬۰۰۰ ٹن ہے۔ ان دونوں نمک سازی کارخانوں
کے پوری طرح ترقی پا جانے پر کارپوریشن صنعتی اور انسانی استعمال کے لئے
۲٫۵ لاکھ ٹن نمک تیار کرا سکے گی۔

۷۔ باغبانی:

کارپوریشن نے باغبانی سُدھار میں فی الحال حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اس نے
کوکاپودے، ناریل کے پودے اور سیاہ مرچ و انگور کی بیل وغیرہ حاصل کر کے فراہم
کئے۔ اس نے آم کی قلم کاری میں بھی مدد دی اور جلد ہی یہ سہولت اس علاقے کے
دیگر حصوں میں بھی بہم پہنچائے گی۔

کارپوریشن کا ارادہ ہے کہ خصوصاً آم، کاجو اور اناس کے سلسلے میں استعمال
اراضی اور باغبانی سُدھار کے لئے فورڈ فاؤنڈیشن اور ورلڈ بنک پروجیکٹوں
سے خود عملاً وابستہ ہو جائے جن کا اعلان ہو چکا ہے اور مستقبل قریب ہی
میں انھیں زیرِ عمل لانے کا کام شروع ہو جائے گا۔ اس نے ضلع رتناگیری
کے جنوبی حصے میں تقریباً ۵۰۰ ہیکٹر پر ربڑ کی کاشتکاری کے لئے زبردست
پروگرام بنایا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ محکمۂ جنگلات اور جنگلات سُدھار

کارپوریشن کے تعاون سے عام یوکلپٹس کی کاشت کاری کو فروغ دیا جائے جس سے خام صنعتی مال بھی دستیاب ہو سکے گا۔ مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹو لینڈ ڈیولپمنٹ بنک ایسے پروجیکٹوں میں کارپوریشن کے ساتھ تعاون کر رہا ہے

۸۔ ماہی گیری:

آخر میں ماہی گیری بھی قابل ذکر ہے۔ ساحلی آبادی خصوصاً مچھیرے فی الحال ماہی گیری کی صنعت سے وابستہ ہیں۔ حکومت مہاراشٹر نے فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کی تھی۔ فی الحال اس کا کام کوکن کارپوریشن کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ کارپوریشن ایک ماسٹر پلان تیار کرنے میں لگی ہے جس سے ماہی گیروں کو ان کی سرگرمیوں میں مختلف پہلوؤں سے مدد ملے گی۔

۹۔ شرمپ:

جھینگے وغیرہ کی افزائش کے لئے ایک جھینگا افزائش فارم (شرمپ کلچر فارم) قائم کرنے کا منصوبہ وضع کیا گیا ہے تاکہ مخصوص حالات میں برآمد کے قابل اچھے جھینگے کی افزائش کی جائے۔ کوکن کرشی ودیا پیٹھ کے میرین بایولوجیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے فنی معلومات حاصل ہو سکے گی۔

۱۰۔ کوکن سمندری غذا:

فی الحال مچھلی گوشت کے لئے ایک پروسیسنگ پلانٹ جس میں جھینگے اور مچھلی کا گوشت نکال کر برآمد کے لئے پیک کیا جائے گا۔ کوکن سی فوڈ لمیٹڈ نامی ضمنی ادارہ کے توسط سے شروع کیا گیا ہے جو مدراس کے میسرز سدرن سی فوڈس کے تعاون سے قائم کیا گیا ہے۔

ابھی حال تک علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کا مقصد صرف یہ تھا کہ مختلف تنظیموں کی سرگرمیوں میں رابطہ قائم کرے۔ ضلع صنعتی مراکز کا قیام عمل میں آیا ہے نیز حکومت مہاراشٹر نے ترڈ کے کمیٹی کی یہ سفارش منظور کر لی ہے کہ علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کا مینجنگ ڈائرکٹر ہی اس کے علاقے میں صنعتوں کا بہ عہدہ جوائنٹ ڈائرکٹر ہونا چاہیئے علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کے لئے مثبت رد عمل نکل آئی ہے۔ علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائرکٹر ضلع صنعتی مراکز کے قیام میں ہمہ تن مصروف ہیں جہاں کھادی و دیہی صنعت اور چھوٹی موٹی صنعتوں کی ترقی پر زور دیا جائے گا اس کے ذریعہ صنعت کار کو ایک ہی جگہ تمام سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی اور اسے اپنے مسائل طے کرنے کے لئے یہاں وہاں دوڑ دھوپ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ کوکن میں رتناگیری اور قلابہ اضلاع میں ایسے ضلع صنعتی مراکز "یوم مہاراشٹر" یعنی یکم مئی ۱۹۷۸ء سے باضابطہ جاری ہو گئے ہیں۔ تھانے ضلع صنعتی مرکز ایک سال کے اندر قائم ہو جائے گا۔ اب ان مراکز اور کارپوریشن کے کارکن کوکن کی صنعتی ترقی کے لئے پوری تندہی سے کوشش کریں گے۔

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قدرتی ذرائع کی ترقی پہ بہت زور دیا گیا ہے جس سے خام صنعتی مال کی فراوانی ہوگی۔ ان ذرائع پہ مبنی صنعتی کارخانوں کے قیام نیز مقامی صنعت کاروں کی ترقی سے مقامی آبادی کو روزگار فراہم ہوگا اور اضلاع سے ممبئی شہر کی جانب نوجوانوں کا کوچ کرنا کسی حد تک کم ہو جائے گا۔ اس طرح ان اضلاع کو معاشی خوشحالی نصیب ہوگی۔

آخر میں یہی امید کی جا سکتی ہے کہ اگر اضلاع کوکن کے باشندے دلی تعاون کریں اور خصوصاً نوجوان صنعتکار مختلف اسکیموں اور ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کوکن لمیٹیڈ اور ضلع صنعتی مراکز کی کوششوں سے پورا پورا استفادہ کریں تو کوکن کی صنعتی اور معاشی ترقی میں دیر نہ لگے گی۔

صفحہ ۱۰ سے آگے

اوپر ذکر کیے گئے ۴۸۶۰۲ کروڑ روپے کے خسارہ کی قدرے تلافی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:-

۱: ۱۹۷۲-۷۳ء تا ۱۹۷۵-۷۶ء کے لئے ریاست کے حصہ کی انکم ٹیکس کی رقم میں سے ۲۵ کروڑ روپیہ حکومت ہند سے حاصل ہونا ہے۔

۲: قومیائے گئے ٹیکسٹائل ملوں کو دیئے گئے قرضہ جات کی وصولی کی رقم ۱۵ کروڑ روپیہ ہے۔ یہ رقم نیشنل ٹیکسٹائل کارپوریشن سے حاصل کرنی ہے۔

۳: ریاستوں کی از سر نو تشکیل قانون کے تحت عوامی قرض کے بطور آندھرا پردیش اور کرناٹک حکومتوں کو رقم حکومت ہند کے حوالے سے دی گئی تھی اس رقم کی وصولی مع سود ۱۵ کروڑ روپیہ ہے۔

اس طرح ۵۵ کروڑ روپیہ کے کل دعوے میں سے ۲۰ سے ۲۵ کروڑ روپیہ اسی مالی سال حاصل ہونے کی توقع ہے۔ اس طرح ۴۸۰۲ کروڑ روپیہ کا خسارہ امید ہے گھٹ کر ۲۳ یا ۲۸ کروڑ ہو جائے گا۔

مذکورہ خسارہ کی تلافی کے لئے حکومت کا سارا دارومدار رائج ٹیکسوں کی وصولی، اخراجات کی سخت نگرانی، انتظامیہ میں بہتری اور انصاف پہ مبنی مرکزی امداد پہ ہے۔

قومی راج

...بی کی کہانی

ماضی پر ایک سرسری نظر

• وِجے جوگلیکر
ڈائرکٹر، سری رام ٹائلز ورکس، چپلون

«قومی راج» کے اس خاص نمبر کے لئے کوکن ترقیاتی کارپوریشن کے بارے میں اپنے خیالات کو قلم بند کرتے ہوئے مجھے اس کے ساتھ کام کے دوران اپنے تین چار سال پرانے وہ تمام تجربات یاد آگئے جن سے میں دوچار ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ گذرے ہوئے اُن واقعات کا تذکرہ ایسے نوجوان صنعت کاروں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو جو ذاتی طور پر چھوٹے پیمانے کی صنعت شروع کرنے کے آرزومند ہیں۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں ذاتی صنعت قائم کرنے کے خیال پر مختلف ...ولوں سے دل ہی دل میں نظر ڈال رہا تھا۔ کیونکہ میں نے کسی نئے منصوبے ... طرف جب کبھی قدم اُٹھایا تو آخرکار مجھے کسی نہ کسی دشواری کی بناء پر ...سے ترک کرنا پڑا تھا۔ بعض اوقات تکنیکی معلومات سے میری ناواقفی ...ں کا سبب بنی تھی اور کبھی خام مال کی کمیابی سدِّ راہ ثابت ہوئی تھی، ...کبھی تیار مال کی فروخت کے طور طریقوں سے بے خبری ایک مہیب ...وال بن گئی تھی۔

لیکن ایک بات میں اپنے طور پر طے کرچکا تھا، کیڑوں کو اُجلا رکھنے ...ے لئے محنت سے جی چرانا اپنا طریقہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ زیادہ سے ...یادہ تجربہ اور معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے کرناٹک اور تاملناڈ ...ک کا سفر اختیار کیا، تاکہ مختلف صنعتوں کے بارے میں تکنیکی معلومات ...اہم کرسکوں۔ میں سمجھتا تھا کہ قومی لیبارٹریوں کی تحویل میں جو معلومات ...ں وہ میرے لئے بڑی فائدہ مند ثابت ہوں گی۔ لیکن اس میں مجھے مایوسی ...ئی کیونکہ لیبارٹریوں سے حاصل ہونے والی اکثر تکنیکی معلومات بالکل ...ئی یا پہلی بار شروع کی جانے والی صنعتوں کے لئے زیادہ مفید نہیں ہوسکتی ...ہیں۔

اس باب میں میرے لئے دوسرا راستہ یہ تھا کہ ایسی صنعت شروع ...رنے کا خیال کرتا جس کے لئے خام مال مقامی طور پر مل سکتا۔ مثال کے ...ور پر ناریل کے خول سے کوئلہ کی تیاری یا دھان کی بھوسی سے تیل نکالنے ...کی صنعت۔ لیکن یہ بھی تو آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ جب میں نے ان خام اشیاء ...کی دستیابی کا حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا تو افسوس کے ساتھ ...معلوم ہوا کہ یہ چیزیں صنعتی پیمانے پر تو کیا ملتیں، ان کا دستیاب ہونا ہی مشکل تھا۔ اس لئے کہ ہمارے غریب ملک میں یہ چیزیں باقی ہی کب رہ جاتی ہیں۔ دھان کی بھوسی کو میں ناکارہ شے سمجھتا تھا لیکن یہ بھی غریبوں کی خوراک تھی، غریب لوگ اسے دھان کی طرح آٹا بناکر "بھاکری" کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

آخرکار میں نے فیصلہ کیا کہ ایسی کوئی چیز تیار کروں جس کی مقامی منڈی میں سچ مچ مانگ بھی ہو۔ پھر جب میں نے مقامی ضرورتوں کا مطالعہ کیا اور منڈی کے رنگ ڈھنگ پر تفصیلی نظر ڈالی تو مجھے معلوم ہوا کہ منگلوری ٹائل یا کھپریل کی شدت کے ساتھ مانگ تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود اپنی ایک فیکٹری کی بنیاد ڈالوں جس میں اس قسم کے کھپریل تیار کئے جائیں۔

جب میں نے اس بات کا فیصلہ کرلیا تو مجھے ایسی ایسی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جو بہت ہی مختلف قسم کی تھیں۔ سب سے پہلے تو مجھے مٹی کی دستیابی میں دشواری پیش آئی۔ پھر تکنیکی معلومات کی اور اس کے بعد مالی امداد۔ بہرکیف یہ دشواریاں ایسی نہ تھیں کہ اُن سے نپٹا نہ جاسکے۔ جب میں نے ان کا جائزہ لیا تو وہ تمام حل میرے سامنے کھل گئے جو ان دشواریوں پر قابو پانے کے لئے بہت مفید تھے۔ سینئر ڈیولپمنٹ آفیسر، ایس۔ آئی۔ سی۔ او۔ ایم (SICOM)، سری آر۔ [illegible] نگرسالنے کے مفید مشوروں سے میرے لئے بہت سے [illegible] سامنے آگئے۔ انھوں [illegible] ایس۔ آئی، ساکی ناکہ، اندھیری، بمبئی، سے ملنے کا مشورہ بھی دیا۔ جب میں سری دھمو گے سے ملا تو انھوں نے مجھے اُن تمام طریقوں سے آگاہ کیا جن سے میں مالی امداد اور تکنیکی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

دوسرا مسئلہ جگہ حاصل کرنے کا تھا۔ میں نے ایم۔ آئی۔ ڈی۔ سی، اندھیری

بمبئی کے ڈپٹی سی۔ ای۔ او جناب پنٹو صاحب سے ملاقات کی تاکہ میں چپلون انڈسٹریل اسٹیٹ (رتناگیری ضلع) میں کوئی پلاٹ حاصل کر سکوں۔ انھوں نے مجھے اپنا قیمتی وقت دیا اور میرے پورے منصوبے کی اچھی طرح نظر ثانی کی۔ انھوں نے کہیں کہیں کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ انھوں نے چپلون انڈسٹریل اسٹیٹ کا پلان بھی منگوایا۔ لیکن یہ میرے لئے بڑی بدقسمتی تھی کہ اس اسٹیٹ میں کوئی بھی پلاٹ خالی نہیں تھا۔ اب میرے لئے کوئی اور چارہ کار نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں پلاٹ کے لئے درخواست دے دوں۔ شری پنٹو نے مجھے اس بات کی یقین دہانی دی کہ انھیں جونہی کوئی پلاٹ خالی نظر آئے گا، وہ فوراً مجھے اس کی اطلاع بھیج دیں گے۔

میں نے مہاراشٹرا اسٹیٹ فینانسل کارپوریشن سے سرمائے کی حصولی کے لئے ایک درخواست کا فارم حاصل کیا۔ لیکن جونہی میں نے اس فارم کو بھرنا شروع کیا تو مجھے پہلی مرتبہ یہ محسوس ہوا کہ میں کتنا بھولا بھالا ہوں۔ مجھے اس فارم کی چند جگہ خانہ پُری کرنے کے لئے بہت ہی محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے ضروری معلومات بھرتے وقت بہت ہی احتیاط برتی۔ پھر ایک خوشگوار صبح کو یہ فارم لے کر میں رتناگیری میں فینانس کارپوریشن کے آفس میں گیا۔

میں آفس میں کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ میں نے فارم پیش کیا لیکن وہ مجھے فوراً واپس دے دیا گیا۔ اس لئے کہ مجھے اس فارم کے ذریعہ صرف ۲ لاکھ روپے کی مالی امداد مل سکتی تھی جبکہ مجھے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے دس لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے دوسرا فارم حاصل کیا اور واپس لوٹ آیا۔ مجھے دل پر ایک بوجھ محسوس ہوا کہ میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نہیں جانتا ہوں۔

اس نئے فارم میں میرے منصوبے سے متعلق اور زیادہ معلومات مانگی گئی تھیں۔ بہرکیف میری ناواقفی بلاشک و شبہ اس جگہ میرے لئے بہت ہی روحانی مسرت کا باعث بنی۔ اس لئے کہ اگر یہ نیا فارم مجھے پہلے ملا ہوتا تو اس کو دیکھ کر ہی میں ڈر گیا ہوتا اور کھپریل بنانے کے منصوبے کو ہی ترک کر دیا ہوتا لیکن اس فارم کی خانہ پُری کرنے کے لئے مجھے مزید معلومات حاصل کرنا پڑیں ان معلومات کو حاصل کرنے کے لئے مجھے بہت دوڑ دھوپ کرنا پڑی اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ میرے سامنے کھپریل بنانے کا منصوبہ بہت ہی صاف ہوتا گیا۔ اب میری مہم کامیاب ہو گئی۔

نئے صنعت کاروں کے لئے یہ میری مخلص رائے ہے کہ پہلے وہ اپنے آپ کا جائزہ لے لیں کہ آیا وہ تکنیکی معلومات کی جانکاری رکھتے ہیں یا نہیں اور یہ کہ وہ ضروری معلومات فراہم کر سکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو ان کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے منصوبے کو رفتہ رفتہ بڑھائیں تاکہ منصوبے کی بنیاد مضبوط ہوتی جائے اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اپنے منصوبے کو آگے لے کر چل سکتے ہیں اور دماغ میں کسی طرح کا خوف و دہشت نہیں سما سکتا۔

میں نئے صنعت کاروں کو بلا جھجک یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب بھی میں فینانشل کارپوریشن کی آفس میں جایا کرتا تھا تو میرے دل و دماغ پر پریشانی، خوف اور مایوسی کے بادل چھا جایا کرتے تھے۔ میرا فارم اس آفس میں کافی لمبے عرصے تک پڑا رہا۔ ہر دفعہ مجھے اس بات کا خوف رہتا تھا کہ مجھے قرض نہیں ملے گا۔ گو مجھے ہمیشہ یہی آسرا رہتا کہ اب مجھے چیک مل جائے گا۔ لیکن ہر دفعہ میرے ہاتھوں میں ایک لمبی فہرست دے دی جاتی تھی کہ آپ نے فلاں فلاں معلومات نہیں دیں۔ جب میں نے ٹھنڈے دل و دماغ سے اس بات پر غور کیا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں ہی غلطی پر تھا۔ اس کا الزام پرایتان کن پابندیوں پر نہیں دھرا جا سکتا، بلکہ یہ میری ہی ناواقفی تھی کہ میں اس فارم کی مختلف معلومات کا جواب نہیں جانتا تھا۔ اس لئے تاخیر کا سبب میں ہی تھا اگر میں پورے منصوبے کی تکمیل سائنسی طریقوں سے انجام دیتا تو یہ دشوار یاں ہر مرحلہ پر آسان نظر آتیں۔ بہرکیف مجھ پر حقیقت کا انکشاف کافی عرصہ بعد ہوا۔ میرے فارم کو پاس ہونے میں کافی عرصہ لگا۔ اس وجہ سے کہ میں نے ضروری معلومات بہم پہنچانے میں کوتاہی کی تھی اور یہ کہ اس فارم پر دفتر کے بہت سے لوگوں کو جانچ پڑتال کرنی پڑتی تھی لیکن مجھے ہر مرحلے پر دفتر کے اصحاب کا تعاون ملا۔ خاص طور پر شری وسنت راؤ پٹوردھن جو کہ فینانس کارپوریشن کے ایک آفیسر ہیں۔ انھوں نے مجھے رہنمائی دینے میں کبھی بھی پس و پیش نہ کیا۔

میں نے یہ منصوبہ پارٹنر شپ بنیاد پر ہی اپنایا تھا۔ میرے دوسرے دو پارٹنر شری چندر کانت بھاوے اور شری شریکانت پھڑکے ہیں۔ چپلون آنے سے پہلے دونوں پرسنورام پاٹری ورکس' موروی' گجرات میں کام کرتے تھے۔ ان حصہ داروں کی وجہ سے میں ان کی فیکٹری کے ڈائرکٹر شری آچیوت راؤ گن پلے سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکا اور مختلف مرحلوں پر ان سے رہنمائی بھی حاصل کرتا رہا۔ میرے دونوں پارٹنروں نے بعد ازاں 'کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے ساتھ کام شروع کیا تاکہ داپولی (ضلع رتناگیری)، کے گورنمنٹ ٹائل فیکٹری میں کھپریل بنانے سے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔ وہ تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے لئے فراہمی روزگار اسکیم کے تحت کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر گوکھلے نے کھپریل بنانے کے منصوبے کو شروع کیا۔ ان کی رہنمائی سے ہمیں بہت فائدہ ہوا۔ ہم تمام افراد ایک ساتھ بیٹھتے، اور منصوبے کی تکمیل کے لئے فیصلے اور بحث کرتے۔

ہمیں بعد ازاں یہ محسوس ہوا کہ اب ایک اور پارٹنر کو شامل کرنا چاہیے چپلون کے شری وشوناتھ سیٹھ ریڈی کو اس لحاظ سے شامل کر لیا گیا۔ اب ہم چار افراد مستقبل کے کاموں کا جائزہ لیا کرتے تھے۔

ہم نے ایسی ذاتی جگہ کی تلاش شروع کی جہاں پانی اور بجلی کا مناسب
ام ہو۔ ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی جب ہمیں اسی دوران ایم. آئی. ڈی
سے ایک خط ملا کہ چپلون کے انڈسٹریل اسٹیٹ میں ایک جگہ خالی
۔ یہ قدرتی بات ہے کہ اس خبر سے ہمیں بے حد خوشی محسوس ہوئی۔
ہمارا منصوبہ مکمل ہوتا نظر آیا۔ ہم نے پلاٹ کی پوری رقم فوراً دے دی
پلاٹ خرید لیا۔

جگہ کا مسئلہ حل ہوگیا۔ اب ہمارے سامنے مشینوں کو حاصل کرنے کا سوال
۔ لیکن کیسی مشینیں۔ اس سوال کو حل کرنے کے لئے ہمارے جو تھے پارٹنر
ملک کے مختلف علاقوں کا سفر شروع کیا۔ اسی دوران ... کے لئے ...
کو درخواستیں بھیجی گئیں۔ ہمیں کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن سے ۱۰ فیصد بنیادی
یہ (SEED CAPITAL) ملنے کی اُمید تھی ایک دن ہمیں کارپوریشن
، یہ خط ملا کہ آپ کا قرض پاس ہوگیا ہے ہمیں کچھ تکنیکی دشواریوں کی
سے صرف ۵۰ ہزار روپیہ کم ملا۔

ہماری فیکٹری میں چار میں سے تین حصہ دار تعلیم یافتہ بے روزگار تھے۔ اس
ہمیں کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن سے قرضہ ملنے کی بہت اُمید تھی لیکن ریاستی
ت نے اس قانون کو بدل دیا۔ نئے قانون کی بناء پر اب یہ لازم تھا کہ کسی
فیکٹری میں اگر ایک حصہ دار بھی ایسا ہے جو تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے
میں نہیں آتا تو اس فیکٹری کو ۱۰ فیصد بنیادی سرمایہ نہیں مل سکتا۔ شری
ناتھ سیٹھ ریڈی جو کہ ہماری فیکٹری کے ایک حصہ دار تھے اور جو ہماری
ڑی میں سب سے آخر میں حصہ دار بنے تھے تعلیم یافتہ بے روزگار نہ تھے

اس لئے ہمیں ۷۵ ہزار کی بجائے صرف ۳۰ ہزار روپے بنیادی سرمایہ ملا۔
یہ ہمارے لئے دوسرا دھچکہ تھا۔ ہمیں ۴۵ ہزار کی رقم کی کمی بننس آئی۔

ہم نے مشینوں کا آرڈر دے دیا تھا اور ہم فیکٹری کو قائم کرنے کی دوڑ دھوپ جد و جہد کر رہے تھے۔

جب میں انتظامیہ سے متعلق سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا تھا تو مجھے اس موضوع پر ایک کتاب پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ یہ کتاب ... ایس۔ اے سہرے ... گورنمنٹ ... اسٹری جنرل ڈ... نے لکھی ہے۔ اس کتاب نے ... بہت ... مسائل کو حل کرنے کے لئے میں نے اس کتاب سے رہنمائی حاصل کی۔ میں نے اپنے منصوبے کو پھر نئے روشن پہلوؤں سے ... ا... بے روزگاروں کے لئے میری مخلص رائے ہے کہ وہ اپنا منصوبہ شروع کرنے سے پہلے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔ میں اس کتاب کے مصنف شری ایس۔ اے سہرے سے ملاقات کا شرف بھی حاصل نہ کر سکا لیکن اس کی اس کتاب کی وجہ سے میں نے ان کی شخصیت کا اچھی طرح مطالعہ کیا ... میں نے ان کو بہت اعلیٰ دماغ اور گہرے خیالات کا حامل شخص پایا۔ اس کتاب کی وجہ سے مجھ میں ایسا اعتماد پیدا ہوگیا کہ میں کسی بھی مسئلہ کو حل کرنے سے پہلے کبھی بھی خوفزدہ نہ ہوا۔

کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے اکتوبر ۱۹۷۶ء میں چپلون میں ... کے کورس کا انتظام کیا۔ میں نے تیس دن کے اس کورس میں ... حصہ لیا یہ ایک بہت بڑی تبدیلی تھی کہ اس کلاس کا انتظام کرنے کی ذمہ داری

چپلون، ضلع رتناگیری میں
شری جوگلیکر ٹائلز مینوفیکچرنگ فیکٹری،
اس کارخانہ میں لگا ہوا کل سرمایہ
تقریباً ۱۱ لاکھ روپے ہے۔
...
۷۵ مزدور ... میں
ملازم ہیں۔

بھی پڑ ڈالی گئی۔ اس دوران میری ملاقات مسٹر ہنری شنبنس، ہنری گوڑ لوبے اور کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے دوسرے افسران سے [illegible] اپنی مالی دشواریاں گوش گزار کیں۔ اور کارپوریشن کو عارضی طور پر قرض کا انتظام کرنے کی درخواست بھیجی۔ ہنری [illegible] دیکھا کہ کارپوریشن کے مینیجنگ ڈائرکٹر نے اپنی ذاتی ضمانت پر ۶ لاکھ روپئے کا قرض منظور کروایا۔ اگر یہ قرض منظور نہ ہوا ہوتا تو میری فیکٹری کبھی بھی وجود میں نہ آئی ہوتی۔ ہنری موکھوپا [illegible] صرف یہ کہ جرأت مندانہ تھا بلکہ اس سے اس انسانیت [illegible] تی ہے جس کو اپنا کر یہ کارپوریشن اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ [illegible] سنٹرل گورنمنٹ کی امداد سے واپس کرنا تھا۔

جب مالی امداد کا مسئلہ حل ہوگیا تو دوسرے تکنیکی معلومات والے مسائل بہت حقیر معلوم ہونے لگے۔ ہم یکے بعد دیگرے ہر مسئلے کو نپٹتے چلے گئے۔ اس طرح فیکٹری قائم ہوگئی۔ اس فیکٹری میں ۱۷۵ اشخاص کام کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ جلد ہی ۱۳۰ مزدوروں کو بھی اس فیکٹری میں کام مل جائے گا۔ ہم نے اس منصوبے پر تقریباً ۱۱ لاکھ روپے صرف کئے۔

اس مضمون میں میرے لئے یہ مشکل ہے کہ ہر اس شخص کا تذکرہ کروں جس نے ہمیں اس فیکٹری کو قائم کرنے میں تعاون دیا۔ بہرحال میری کوشش یہی ہے کہ کسی بھی ایسے شخص کا ذکر رہنے نہ پائے جس نے میری اعانت کی ہے۔

سب سے آخر میں، میں اس بات کا مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور فینانس ادارے جو کہ چھوٹے پیمانے والی فیکٹریوں سے متعلق ہیں، انھیں نئے منصوبوں کے تکنیکی اور انتظامی پہلوؤں کو دھیان میں رکھنا چاہیئے، اسی مرحلے پر صنعت کاروں کو ابھی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

مترجمہ: عبداللہ

صفحہ ۱۴ سے آگے

پانی کی پچھلی پیداوار میں دوریہ کا حصہ ۴۱ فیصد ہے۔ تمام آبپاشی پروجیکٹوں کی تکمیل پر دوریہ کے اندرونی ذرائع آب ..... ۵ ہیکٹر تک بڑھ جائیں گے جس کا مطلب یہی ہے کہ مقامی آبادی کے لئے کام کے مواقع بڑھیں گے اور انھیں قوت بخش غذا بھی ملے گی۔

ملاقات کے اختتام پر وائس چانسلر موصوف نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یونیورسٹی کی ریسرچ اور دیگر سرگرمیاں ملک کی زراعتی صورت حال پر یقیناً اثر انداز ہوں گی۔ میں بھی اس خیال سے پوری طرح متفق ہوں۔ آخر میں انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ دوریہ شدید گرم خطہ ہے، خصوصاً یہاں گرمی غضب کی پڑتی ہے۔ لیکن یونیورسٹی کی شجرکاری اور دیگر اسکیموں کی تکمیل کے ساتھ یہاں کی آب و ہوا قدرے خنک ہوجائے گی۔

یونیورسٹی منی بس کے ذریعہ کھیتوں کی سیر کراتی ہے۔ میں نے وائس چانسلر سے رخصت لی اور ہرے بھرے کھیت دیکھنے کے لئے روانہ ہوا۔ منی بس آئی، یونیورسٹی عملہ کے کچھ افراد بھی میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ یہ بڑی خوشگوار شام تھی۔ تقریباً ایک کلومیٹر مسافت طے کرنے کے بعد ہی ہرے بھرے کھیت پھر میری آنکھوں میں سمانے لگے، مخلوط جوار کی تیار فصل لہلہا رہی تھی، بالیوں سے لدے پودے شام کی ہوا میں جھوم رہے تھے۔ وہاں سورج مکھی کے پھولوں کی بھی بہتات تھی۔ اس سرسبز و شاداب منظر کو دیکھ کر دل نے یہی چاہا کہ ہمارے دیس کے سارے کھیت ایسے ہی ہرے بھرے اور شاداب ہوجائیں اور سبز انقلاب جلد رونما ہو۔

یہاں ایک جھیل ہے جس سے قرب و جوار کے کھیتوں کو پانی مہیا کیا جاتا ہے، دور دراز مقامات سے پانی لاکر یہاں جمع کیا جاتا ہے۔ اس جھیل کے آس پاس ناریل کے درخت بھی ہیں۔

میں نے تکنیکی آلات، نئی مشینیں اور اوزار بھی دیکھے۔ قومی شاہراہ ۸۶ پر ایک ہوائی چکی ہے جو ہوا سے چلتی ہے اور کنویں سے پانی کھینچتی ہے۔ یہ مسلسل چلتی رہتی ہے اور یونیورسٹی کی قوتِ عمل کی مظہر ہے۔

تلخیص: عبدالوحید خاں جامی

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا پُشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصلی نام بھی تحریر کریں۔ نا طلبیدہ مضامین کی ایک نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔

غزل

عبداللہ کمال

کیا بچا ہے کہ جواب اپنے مکاں لے جاؤں
سانس کی ڈور پہ سرمایۂ جاں لے جاؤں

حرفِ ایقان پسِ گردِ گماں لے جاؤں
فائدہ کیا ہے کہ فہرستِ زیاں لے جاؤں

توڑ آیا تو ہوں ہر رشتہ ترے شہر سے میں
تسمہ پا یادوں کی زنجیر کہاں لے جاؤں

ٹوٹ جاتی ہیں دشائیں ترے گھر تک جا کر
آگے جانا ہے تو اِک سنگِ نشاں لے جاؤں

قہقہے پھر سے اُگاؤں اسی کشتِ جاں میں
موسمِ درد سے کیا فصلِ فغاں لے جاؤں

تیز چمکیلی ہواؤں سے لکھوں قصۂ عشق
اپنے ہونے کا کوئی تازہ نشاں لے جاؤں

انتظار اب نہ چراغوں میں جلاؤں شب بھر!
اس کے گھر جاؤں، اِن آنکھوں کا دھواں لے جاؤں

*

غزل

قمر سنبھلی

بگڑتی بات کو کیسے بنا لیا اس نے
لبوں پہ اپنے تبسّم سجا لیا اس نے

تباہ کر کے مجھے اور کیا لیا اس نے
نظر سے اپنی ہی خود کو گرا لیا اس نے

کچھ اور تیز کرو شعلۂ لہُو اپنا
یہ کہہ کے برف میں چہرہ چھپا لیا اس نے

گرا تھا جیب سے میری فضول سا کاغذ
خط اپنے نام سمجھ کر اٹھا لیا اس نے

عجیب شخص ہے سارے جہاں کو ٹھکرایا
خود اپنی ذات کو محور بنا لیا اس نے

وہ اپنے فن میں بڑا پختہ کار تھا یارو!
ہر ایک وار سے خود کو بچا لیا اس نے

قمر اب اس کو فقط انتظار ہے تیرا
شگفتہ پھولوں سے جوڑا سجا لیا اس نے

*

• ریاض احمد خاں

اُردو طباعت و اشاعت کے مسائل

جون ۱۹۷۷ء میں نیشنل بک ٹرسٹ کی جانب سے سری نگر میں ایک سیمینار "اُردو طباعت و اشاعت کے مسائل" پر منعقد کیا گیا تھا۔ انور کمال حسینی صاحب نے اس سیمینار میں پڑھے گئے تمام مقالے اور رپورٹ کو کتابی شکل میں ترتیب دیا ہے۔ جسے نیشنل بک ٹرسٹ، جو مرکزی وزارتِ تعلیم کے تحت ایک خود مختار تعلیمی ادارہ ہے، نے لبرٹی آرٹ پریس دِلّی میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اس دَور میں جبکہ ہندوستان میں اُردو کتابوں کی طباعت اور نکاس کے لئے وافر ذرائع حاصل ہیں، کیا وجہ ہے کہ اس صنعت میں، جہاں تک اُردو کتابوں کا تعلق ہے، خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو رہا ہے؟ یہ سوال مصنّف کے دماغ میں بھی ہے اور ناشر کے دماغ میں بھی۔ تجارتی اداروں کے سربراہوں کے دماغ میں بھی اور طابعین کے دماغ میں بھی۔ سب ہی کے مسائل کا حل تلاش کرنے کی غرض سے یہ سیمینار منعقد کیا گیا تھا۔

"ابتدائیہ" میں انور کمال حسینی صاحب نے اس سیمینار کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ ابتدائیہ کے بعد ایک باب "رپورٹ" پر مشتمل ہے جو ڈاکٹر اسلم پرویز، ڈاکٹر عبدالحق اور تنظیم احمد صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جس کی نظرِ ثانی ڈاکٹر خلیق انجم نے کی ہے۔

منجملہ دیگر باتوں کے یہ بات بھی سامنے آئی کہ اس سیمینار میں اُردو کے مقتدر دانشوروں، ادیبوں، صحافیوں اور پبلشروں نے شرکت کی اور سب نے مل کر یہ طے کیا کہ اس سیمینار کی سفارشات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ "سفارشات" پر مشتمل باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اُردو کتابی صنعت کو فروغ دینے کے لئے اُردو ناشرین اور کتب فروشوں کی ایک کل ہند تنظیم کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اگر یہ ممکن ہوا تو اس میں شک نہیں کہ کتابوں کی طباعت اور نکاس کے مراحل گرفت میں آ سکیں گے اور کچھ مسائل کا حل بھی۔ اسی قسم کی کُل ۲۱ سفارشات ہیں جن پر عمل کیا گیا تو سیمینار منعقد کرنے کا مقصد پُورا ہو سکے گا۔

سفارشات کے بعد اس کتاب میں ۱۵ مقالے شامل کئے گئے ہیں جو سیمینار کے موقع پر پڑھے گئے تھے۔ سب سے پہلے سید محمد مُسلم صاحب کا مقالہ "اُردو طباعت و اشاعت۔ ایک جائزہ" ہے جس میں چھپائی کے مختلف طریقوں کا سیر حاصل جائزہ لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنے مقالے "آزاد ہندوستان میں اُردو کی کتابی صنعت" میں ان حالات کا تجزیہ کیا ہے جن کی وجہ سے اُردو پڑھنے والوں کی تعداد میں کمی آئی۔ تیسرا مقالہ ایس۔ اے رحمٰن صاحب کا ہے جو "اُردو رسائل اور کتابوں کی تقسیم اور فروخت" پر ہے۔ "غیر ممالک میں ہندوستان کی اُردو مطبوعات" امرناتھ صاحب کا مقالہ ہے۔ عابد علی خاں صاحب نے "اُردو ناشرین کے مسائل" پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ اُردو قارئین کی بدحالی کی وجہ سے اُردو کتابوں کی نکاسی میں کمی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے "اُردو ادیب کے مسائل" پر روشنی ڈالی ہے۔ شکیل الرحمٰن صاحب نے "نئے قلم کار کے مسائل" کا جائزہ لیا ہے جبکہ قمر رئیس صاحب نے "اُردو میں ترجمہ کی روایت اور مسائل" پر بحث کی ہے۔ عابد رضا بیدار صاحب نے "اُردو کتابی صنعت میں لائبریریوں کی اہمیت" پر نظر ڈالی ہے۔ مولانا عبدالسلام قدوائی نے "اُردو مذہبی کتب" کے بارے میں اہم نکات پیش کئے ہیں۔ جہاں تک بچوں کے ادب کا تعلق ہے، عبدالحق صاحب نے "اُردو میں بچوں کا ادب" کے مسائل اور ان کے حل تلاش کئے ہیں۔ شہاب حسین صاحب نے اپنے مقالے میں "اُردو میں ٹیکنیکل کتابوں" کی ضرورت اور اہمیت واضح کی ہے۔

مقالات کے بعد اس کتاب میں شرکاء سیمینار کے اسمائے گرامی شامل کئے گئے ہیں۔ ان شرکاء کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں جو بطور شاہدین مدعو کئے گئے تھے۔

۱۶۳ صفحات پر مشتمل اس معلوماتی کتاب کا مطالعہ ہمیں بہت سی نئی باتوں سے روشناس کراتا ہے۔ ہمارے سامنے اُردو کی ترویج و اشاعت میں مشکلات، ان کے مسائل اور مسائل کے حل کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے ہر مقالہ ایک مکمل باب ہے جو اردگرد کے حالات سے باخبر کرتا ہے۔

"اُردو طباعت و اشاعت کے مسائل" ہر اُردو کے بہی خواہ کے مطالعے کے لئے اشد ضروری ہے۔ یہ معلوماتی کتاب سات روپے میں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، نزد جے جے اسپتال، بمبئی ۳ یا مکتبہ جامعہ کی دیگر برانچوں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

شری آر۔ ایس۔ گوائی

چیرمین مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل

شری آر۔ ایس گوائی، ضلع امراوتی کے دارا پور نامی مقام پر ۳۰ راکتوبر ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں ناگپور یونیورسٹی سے آپ نے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ کی شادی مرتضیٰ پور ضلع اکولہ کے شری سودام انگلے کی دختر کمل سے ہوئی، جو بمبئی کی ایس۔ این۔ ڈی۔ ٹی یونیورسٹی سے ایم۔اے کر چکی ہیں۔

طالب علمی ہی کے زمانے سے شری گوائی ری پبلکن پارٹی کے ممبر کی حیثیت سے سیاسی اور سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ آپ دو دہائی تک ری پبلکن پارٹی کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۵۹ء میں دو دہائی علاقہ سمیکت مہاراشٹر سمیتی کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۵۶ء سے آپ ری پبلکن پارٹی آف انڈیا کی سینٹرل ایکزیکیٹو کمیٹی کے دس سال تک رکن رہے۔ ری پبلکن پارٹی آف انڈیا نے جو ملک گیر ستیہ گرہ کی تھی اس میں شری گوائی نے بھی حصہ لیا جس کی وجہ سے ۱۹۶۴ء میں انھیں ناسک میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔

سورگیہ واسی دادا صاحب گائیکواڑ نے جو آر۔ پی۔ آئی کے تاحیات صدر تھے، شری گوائی کو ۱۹۷۱ء میں آر۔ پی۔ آئی کا کارگزار صدر نامزد کیا تھا۔ گائیکواڑ کے انتقال کے بعد شری گوائی کو اتفاق رائے سے ۱۹۷۲ء میں ری پبلکن پارٹی کا صدر چن لیا گیا۔ ۱۹۷۵ء میں ری پبلکن پارٹی آف انڈیا کی پونے میں نیشنل کانفرنس ہوئی جس میں شری گوائی کو دوبارہ پارٹی کے صدر کی حیثیت سے چن لیا گیا۔

تعلیمی میدان میں شری گوائی نے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے امراوتی میں شری بابا صاحب امبیڈکر شکشن پرسارک منڈل قائم کیا۔ یہ منڈل ایک کالج "ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کالج آف آرٹ اینڈ کامرس" ایک ہائی اسکول، لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک ایک ہاسٹل چلا رہا ہے۔ شری گوائی اس منڈل کے بانی۔ صدر ہیں۔

۱۹۶۴ء سے شری گوائی ناگپور کی ڈاکٹر امبیڈکر سمارک سمیتی۔ دیکشا بھومی سے وابستہ ہیں اور ۱۹۷۲ء میں سمارک سمیتی کے صدر بھی منتخب ہوئے تھے۔ اس انجمن کے تحت ناگپور میں ایک ڈاکٹر امبیڈکر کالج آف آرٹس اینڈ سائنس اور دو ہائی اسکول چلائے جا رہے ہیں۔ آپ پالی بھاشا پرچار سمیتی ناگپور کے بھی چیرمین ہیں۔

ہندوستان کے پچھڑے ہوئے طبقات کے مسائل کے بارے میں شری گوائی نے کافی معلومات جمع کی ہیں۔ آپ نے دو کتابچے لکھے ہیں۔

۱۹۶۴ء میں شری گوائی مہاراشٹر لیجسلیچر کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ مہاراشٹر لیجسلیچر کی متعدد کمیٹیوں نیز حکومت مہاراشٹر کی کمیٹیوں کے لئے کام انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں شری گوائی مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے ڈپٹی چیرمین منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے ٹرینیداد اور ٹوباگو میں ۱۵ ویں دولت مشترکہ کی پارلیمانی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ آپ امریکہ، انگلینڈ، اٹلی، فرانس، جرمنی، جاپان اور ہانگ کانگ کا بھی دورہ کر چکے ہیں۔

دوسری مرتبہ شری گوائی ۱۹۷۰ء میں مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے ممبر و ڈپٹی چیرمین منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے دولت مشترکہ کی پارلیمانی کانفرنس کولمبو (سری لنکا) میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کے بعد آپ ملیشیا، تھائی لینڈ اور سنگاپور بھی گئے۔

۷ رجولائی ۱۹۷۶ء کو شری گوائی پھر مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور ۹ رجولائی کو اتفاق رائے سے مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے ڈپٹی چیرمین بنے۔

۱۵ رجون ۱۹۷۸ء کو شری گوائی اتفاق رائے سے مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے چیرمین منتخب ہوئے۔

ریاستِ مہاراشٹر کی اقتصادی حالت

ریاستِ مہاراشٹر کی آمدنی میں مستقل قیمتوں (۶۱-۱۹۶۰ء) کے تعلق سے ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران ۶٫۵ فیصدی اضافہ ہوا ہے اور تقریباً اتنا ہی اضافہ ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ہونے کی توقع ہے۔ رائج قیمتوں کے تعلق سے ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران آمدنی ۸۳۹۵ کروڑ تھی۔ جبکہ ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران آمدنی ۷۶۵۴ کروڑ تھی۔ رائج قیمتوں کے تعلق سے اصل سرمایہ سے ہونے والی آمدنی ۷۷-۱۹۷۶ء اور ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران بالترتیب ۱۴۸۹ اور ۱۳۷۶ روپیہ تھی۔

۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران اگرچہ کاشتکاری کے لیے موسم خوشگوار نہیں تھا پھر بھی زراعتی پیداوار میں ۳ فیصدی اضافہ ہوا ہے ۷۸-۱۹۷۷ء میں بھی موسم غیر اطمینان بخش تھا۔ خاص طور سے خشک علاقوں میں جس کی وجہ سے خریف فصل پر کافی برا اثر پڑا ہے۔ اس کے باوجود ریاست کو ۷۷-۱۹۷۶ء کی سطح سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی توقع ہے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران اناج کی پیداوار ۱۰۵ لاکھ ٹن ہو جانے کی توقع ہے۔

۱۹۷۷ء میں مزدوروں کے تعلقات خاص طور سے ۱۹۷۶ء میں ۳۳۷ اور ۱۹۷۷ء میں ۶۹۸ جگہوں پر کام رک گیا۔ ۱۹۷۶ء میں ۴٫۴۹ لاکھ اور ۱۹۷۷ء میں ۴۵٫۷۹ لاکھ، انسانی دنوں کا نقصان ہوا۔ ان میں سے ہڑتالوں کی وجہ سے ۳۰٫۹۲ لاکھ اور تالہ بندی کی وجہ سے ۱۴٫۸۷ لاکھ انسانی دنوں کا نقصان ہوا۔

قیمتوں کی سطح ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ۷۷-۱۹۷۶ء کی بہ نسبت اونچی تھی لیکن ۱۹۷۷ء کے خاتمہ اور ۱۹۷۸ء کی ابتدا میں گرتی گئی شہری علاقوں میں ۵ فیصدی اضافہ ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۷ میں قیمتوں کا انڈکس ۳۰۲ تھا، جو مارچ ۱۹۷۸ء تک گھٹ کر ۲۹۱ ہو گیا۔ دیہی علاقوں میں قیمتوں کا رجحان یہی رہا۔ دیہی علاقوں میں بجلی کو فروغ حاصل ہوا ہے مارچ ۱۹۷۸ء تک ریاست کے ۶۰ فیصدی دیہاتوں کو بجلی فراہم کی گئی۔ اسی مدت تک ۲٫۸۹ لاکھ آب پاشی کے پمپ میں بجلی استعمال کی گئی۔

۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران ترقیاتی پروگرام کے لیے ریاستی منصوبہ میں ۲۵، ۷ کروڑ کا سرمایہ وقف کرنے کی تجویز ہے۔ (اس میں غیر استعمال شدہ رقم ۱۰٫۷۶ کروڑ ہے۔) جبکہ اس عرصہ میں ۶۷۹ کروڑ روپیہ کے اخراجات کا اندازہ ہے۔ ۲۵، ۷ کروڑ کی رقم میں سے ۵۲ کروڑ روپیہ زراعتی منصوبوں کے لیے، ۵٫۷ کروڑ امداد باہمی منصوبوں کے لیے ۱۱۱ کروڑ آب پاشی اور سیلاب سے بچاؤ کے لیے ۲۸۴ کروڑ بجلی کے لیے، ۳۲٫۰ کروڑ صنعت و کانوں کے لیے، ۶۱ کروڑ نقل و حمل کے لیے، ۱۳۵ کروڑ سماجی خدمات کے لیے اور ۵، ۷ لاکھ دیگر کانوں کے لیے وقف کئے گئے ہیں۔ اس سال روزگار ضمانت اسکیم کے لیے ۶۰ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔

حیوانات کی زندگی پر مضمون نگاری مقابلے کے نتائج

۱۹۷۷ء میں حیوانات کی زندگی سے متعلق منائے جانے والے ہفتہ کے ایک حصّہ کے طور پر جو مضمون نگاری کا مقابلہ منعقد کیا گیا تھا اس میں کالج اور ثانوی اسکولوں کے ۲۳ طالب علموں کو انعامات ملے۔

نام اور انعامی رقم مندرجہ ذیل ہیں۔

کالج سکشن:- کماری سرسوتی رامن، ایم ایل دھانوکر کامرس کالج بمبئی پچاس روپے، کماری شوبھا منوہر راؤ سلونے، لال بہادر شاستری ہائر سکنڈری اسکول، باندرہ، بمبئی ۳۰ روپیے۔ شری شری کرشنا رگھوناتھ جوشی، ایس کے پاٹل سندھودرگ کالج مالون، ضلع رتناگیری ۲۰ روپیے۔

ہائی اسکول سکشن (شہری):- کمار ابھی جیت گجانن ڈانڈیکر، وملابائی گرورے اسکول، پونے ۴، ۴۰ روپیے، کماری سوبینادی جٹینس وملابائی گرورے اسکول، پونے ۴ ۳۰ روپیے، کماری منجری وجے گولے، اہلیا دیوی اسکول، پونے، ۲۵ روپیے، کماری اجولا۔ آر۔ کولھے، وملابائی گرورے اسکول، پونے، ۲۰ روپیے، کماری جے شری پھاٹک، وملابائی گرورے اسکول، پونے، ۱۵ روپیے۔

ہائی اسکول سکشن (دیہی):- کماری وسودھا راجہ رام جوشی، کھیم راج اسمارک اسکول باندا، ضلع رتناگیری، ۴۰ روپیے کمار دسرتھ پانڈورنگ گوساوی، کھیم راج اسمارک اسکول باندا، ضلع رتناگیری، ۳۰ روپیے، کمار پرشوتم پی۔ دیوتارلے، دیپ چند چودھری اسکول، ضلع وردھا، ۲۵ روپیے، کماری راجشری دیارام کولا دنکر جی۔ آر مہتہ اسکول نظام پور ضلع کولابہ، ۲۰ روپیے، کمار

چندراہن نارائن گورو، این کے وراڈکر اسکول، مروڈ، تعلقہ داپولی، ضلع رتناگیری، ۱۵ روپیے۔

مڈل اسکول سیکشن (شہری): - کماری گیتا نجلی۔ ڈی۔ کوالے، کیسری مل گرلز اسکول، وردھا ۳۰ روپیے، کماری راجشری شری رام ویلیل، اندومتی دیوی گرلز اسکول، کولہاپور، ۲۵ روپئے کماری پدما وسنت منگالیکر، اندومتی گرلز اسکول ۲۰ روپئے، کماری سریتا۔ این نکم، اندومتی دیوی گرلز اسکول کولہاپور، ۱۵ روپے کماری سچترا۔ ڈی۔ سالوی، اے۔ ایس۔ ڈی۔ ٹوپی والا اسکول، مالون، ضلع رتناگیری، ۱۰ روپئے

مڈل اسکول سیکشن (دیہی): - کماری جگدیش دیوا رام پاٹل، این۔ ایچ رنکا اسکول، بوداوڑ، ضلع جلگاؤں، ۳۰ روپئے کمار وجے بھیکا راؤ پاٹل، این ایچ رنکا اسکول بوداوڑ، ضلع جلگاؤں، ۲۵ روپیے، کماری اجولا سداشیو جوشی، این کے۔ وراڈکر پرشالہ، مروڈ، ضلع رتناگیری، ۲۰ روپئے۔ کمار نندو پرلہاد پاٹل، این ایچ۔ رنکا اسکول، بوداوڑ، ضلع جلگاؤں ۱۵ روپئے۔ کماری سندھیا سداشیو جوشی، شری چھترپتی شیواجی نوتن اسکول، یشونت نگر، مروڈ جنجیرہ، ضلع کولابہ، دس روپیے۔

ریاستی عوامی اقدامات کمیٹی

وزیر زراعت ڈاکٹر پی۔ ایم ڈیکاتے کی قیادت میں حکومت مہاراشٹر نے عوامی اقدامات کمیٹی (نہند) (ریاست) کی از سر نو تشکیل کی ہے شری ایس جی پوار، وزیر صنعت ومحنت اس کمیٹی کے نائب چیرمین ہیں۔ اراکین میں وزارتی کابینہ کے شری محمد اظہر حسین شامل ہیں۔ جبکہ دیگر ممبران ریاست کے مختلف اضلاع کے ایم ایل اے اور ایم ایل سی بنائے گئے ہیں۔

بیٹر میں ۲۰،۰۰۰ لیٹر دودھ ڈیری

مراٹھواڑہ میں بیٹر کے مقام پر ۲۵ جون کو شری وسنت داد اپاٹل نے ایک نئی ڈیری کا افتتاح فرمایا ہے۔ یہ ڈیری ۹۶،۸۷ لاکھ کے سرمایہ سے تیار کی گئی ہے اور ۱۲۰،۰۰۰ لیٹر دودھ سپلائی کر سکتی ہے۔ اس طرح سے بمبئی عظمیٰ ملک سپلائی اسکیم میں یہ ڈیری معاون ثابت ہوگی۔ دودھ کے علاوہ اس ڈیری میں ۱۰ ٹن برف بھی تیار کیا جائے گا۔

نئے چیرمین مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن

ممتاز ماہر تعلیم وطبیعات، ڈاکٹر کے جی دیشمکھ (۴۶) کو گورنر شری صادق علی نے مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن کا چیرمین مقرر کیا۔

ڈاکٹر دیشمکھ ابھی حال تک ایم۔ پی۔ ایس سی کے اولین رکن تھے۔ آپ وسولیسوریہ ریجنل کالج آف انجینئرنگ، ناگپور میں اپلائڈ فزکس کے پروفیسر اور شیواجی سائنس کالج، امراؤتی کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔

دوران بحیثیت پروفیسر ز کلب کے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر دیشمکھ نے ان طلبا کی رہنمائی کی جو مقابلے کے امتحان میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ آپ ملک میں کئی یونیورسٹیوں سے وابستہ رہے۔ سائنس میں ریسرچ پر آپ کی چالیس تخلیقات شائع ہو چکی ہیں۔

تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے لیے امدادی پروگرام

تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی امداد اور انہیں روزگار فراہم کئے جانے سے متعلق کل ہند پروگرام کو ریاستی حکومت نے ۱۹۷۲ء میں شروع کیا اس پروگرام کے تحت ایسے تعلیم یافتہ افراد کو خود کا کاروبار شروع کرنے کے لئے مالی امداد دی جاتی ہے۔ اس پروگرام کے شروع ہونے سے لیکر فروری ۱۹۷۸ء تک ۲۳،۱۵۱ یونٹوں کو امداد دی گئی۔ اس مدت تک تقسیم کی جانے والی رقم ۶۶،۵۰ کروڑ تھی جبکہ غیر تبدیل شدہ سرمایہ کا نشانہ ۵۸،۶۴ کروڑ تھا۔

نائب وزیراعلیٰ شری ناشک راؤ ترپڑے شری امرجیت سنگھ گوپال سنگھ کو انعام پیش کر رہے ہیں جنھیں ۲ رجون کو ناشک میں پولس ٹریننگ کالج کے تربیت یاب پولس سب انسپکٹران کے سالانہ اجتماع میں بہترین تربیت یاب قرار دیا گیا تھا شری ایس۔ وی تانکھی والے انسکپٹر جنرل آف پولس اور پولس کالج کے پرنسپل شری پی سی جوشی بھی اس تصویر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر بی ایس ہیرے وزیر برائے تعلیم نے ۱۰ رجون کو ناشک میں ضلع ناشک کی ایک نئی اسکیم کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر لی گئی تصویر میں شری رام منوہر ترپاٹھی وزیر مملکت برائے اطلاعات و پبلسٹی اور شری موہن پاٹل چیف ڈائرکٹر ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز دیکھے جا سکتے ہیں۔
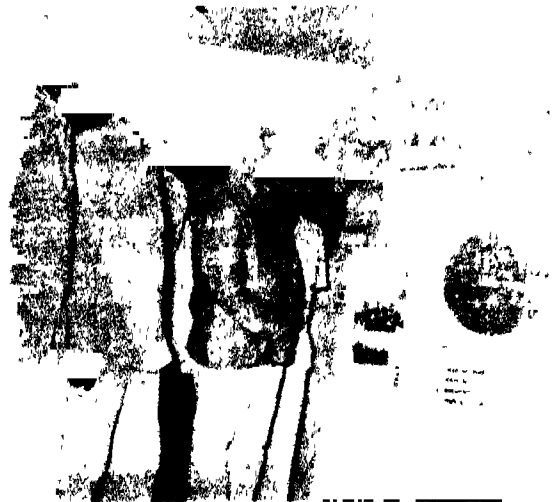
شری موہن دھاریہ مرکزی وزیر برائے کامرس نے ۱۳ رجون کو کف پریڈ بمبئی میں واقع وشو لیشوریا انڈسٹریل ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے اکسپورٹ پویلین کا افتتاح فرمایا۔ شری شر دلپوار وزیر برائے صنعت بھی اس تصویر میں نظر آ رہے ہیں۔

شری اور شریمتی جادھو۔ اس بیاہتا جوڑے نے ستیہ نارائن مہا پوجا ادا کی۔ اس کے ساتھ ہی بلڈانہ میں خاتمہ چھوت چھات پندھرواڑے کی تقریبات اختتام پذیر ہوئیں۔ ان تقریبات کے دوران مختلف جاتیوں کے درمیان شادی شدہ جوڑوں کو بدھائی دی گئی۔ شری رام بھاؤ لنگاڑے وزیر مملکت برائے داخلہ اور سنت شری پاچلے گاؤنکر مہاراج اس موقعہ پر موجود تھے۔

شری اندرو لوار وزیر برائے صنعت پیرو ریکراں ضلع پونے حال ہی میں ضلع پونے میں ککڈی سینچائی پروجیکٹ کے تحت بند ھاروں کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے وہاں پروجیکٹ سے متاثرہ کسانوں کے مسائل اور مشکلات کے بارے میں دریافت کیا اس تصویر میں آپ مانکڈوہ بند کا معائنہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں ضلع کلکٹر شری دنیش افضل پورکر اور شری کرشن راؤ منڈھے ایم ایل اے آپ کے ساتھ ہیں۔

ایک ہریجن ریلوے ملازم شری ہری بھاؤ لیار رجو ضلع ملگاؤں میں بھورا کے باشندے ہیں) کی تین بیٹیوں کی شادی "خاتمہ چھوت چھات بندھروارے" کی تقریبات کے دوران دوسری ذات کے دولہوں سے ہوئی۔ اس طرح انھوں نے دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کردی۔ آشا بائی ایچ پوار ایس ایس سی پردیشی جاتی کے نوجوان گریجویٹ شری بابو گنگا ساگر مستری کے ساتھ بیاہی گئیں۔ شیلا ایچ پوار بی اے کا بیاہ برہمن کشتریہ نوجوان شری کشور گنگا دھر شرما کے ساتھ ہوا۔ ستیہ بھاما ایچ پوار ایس ایس سی کی شادی اعلیٰ ذات کے ایک نوجوان موٹر میکانک شری بابو جیون داس پراچے کے ساتھ ہوئی۔ زیر نظر تصویر میں یہ نوبیاہتا جوڑے ضلع پریشد ہال میں منعقدہ استقبالیہ میں تشریف فرما ہیں جس کا اہتمام محکمہ سماجی بھلائی نے کیا تھا۔ **

شری ناسک راؤ تروپڑے نائب وزیر اعلیٰ نے ۹۰ مکانات پر مشتمل اس کالونی کا افتتاح کیا جو بور کنڈ ضلع دھولے میں خاص طور سے بے زمین اور بے گھر لوگوں کے لئے تعمیر کی گئی ہے

شری ایل کے اڈوانی، مرکزی وزیر برائے اطلاعات ونشریات نے ۱۰ رجون ۱۹۷۸ء کو ناشک میں آل انڈیا مراٹھی پترکار پریشد کے ۲۵ ویں اجلاس کا افتتاح کیا۔ اس موقعہ پر لی گئی اس تصویر میں شری اڈوانی (داہنے سرے پر) اور وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل (درمیان میں) تقریر کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ شری رام منوہر تریپاٹھی وزیر مملکت برائے اطلاعات وپبلسٹی، شری اے ٹی پوار، وزیر مملکت برائے پبلک ورکس، شری چندولال شاہ، شری نانا موتے، شری رنگا ویدیہ اور شری نرائن اتھاوَلے وغیرہ بھی اسٹیج پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ (بائیں طرف)

شری رام منوہر تریپاٹھی وزیر مملکت برائے اطلاعات وپبلسٹی نے بین الاقوامی اخبارات کی نمائش کا افتتاح کیا جو ۱۰ رجون کو ناشک میں ۲۵ ویں آل انڈیا مراٹھی پترکار پریشد کے موقعہ پر منعقد ہوئی تھی، یہ اسی موقعہ کی تصویر ہے۔
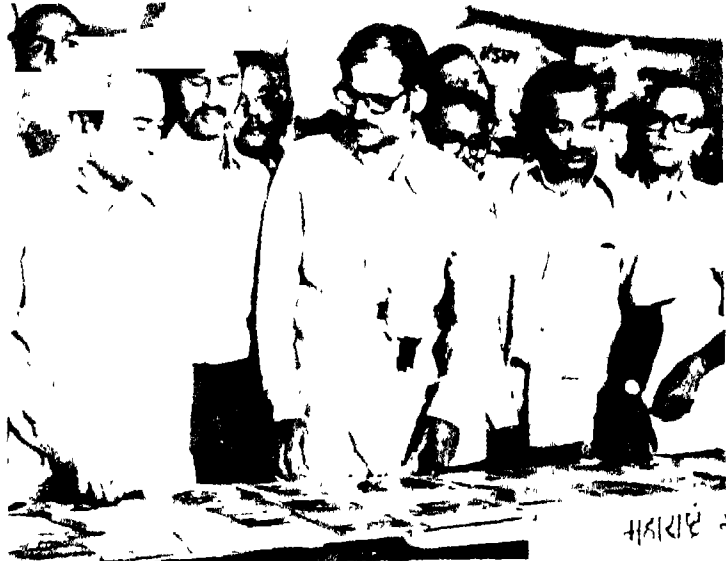
دیگڑلے، ضلع رتناگری میں ۶٫۵۲ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر شدہ ایس ٹی بس اسٹیشن کی نئی عمارت حس کا رسمی افتتاح شری بالو راؤ کالے وزیر برائے دیہی ترقی اور ٹرانسپورٹ نے ۳ رجون کو کیا۔ دیگڑلے سے روزانہ تقریباً ۶۰ راستوں پر بسیں چلائی جاتی ہیں۔ جن کے ذریعہ تقریباً ۷۰۰۰ مسافر سفر کرتے ہیں۔
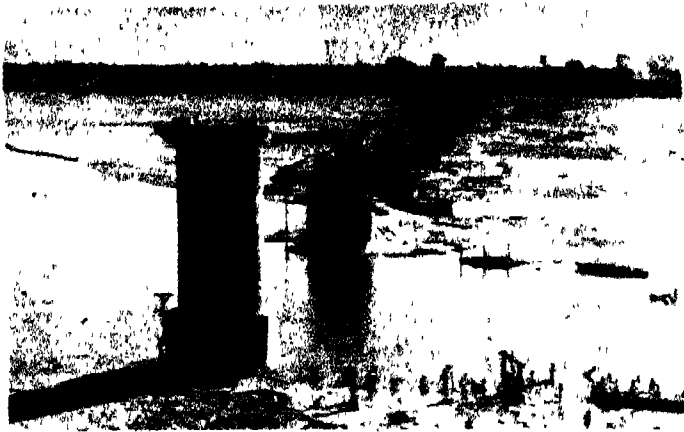
ضلع بھنڈارہ) کے نزدیک وین گنگا ندی پر ۱۸ر۱ کروڑ روپے کی لاگت
پر تعمیر پل جس کے ذریعہ اضلاع بھنڈارہ اور چندرپور کے درمیان ضروری
قائم ہو جائے گا۔ پل کے نہ ہونے سے ان دو اضلاع کے درمیان سات
ماہ تک گاڑیوں وغیرہ کی آمد و رفت منقطع رہتی ہے۔ اب اس پل کے ذریعہ
میں آمد و رفت جاری رہ سکے گی۔ اس پل کی لمبائی ۷۰۵ میٹر
۱۷٫۸۵ میٹر اور چوڑائی ۷٫۵۰ میٹر ہے یہ پل جدید تعمیری
پر بنایا جا رہا ہے۔ اور جون ۱۹۷۹ء تک مکمل ہو جائے گا۔

مہاراشٹر پویلین نے پہلا انعام حاصل کیا

پونے میں منعقد ہونے والی ۱۹ ویں آل انڈیا انڈسٹریل نمائش میں جو ۱۱ اپریل سے ۲ جون ۱۹۷۸ء تک دکھائی گئی تھی۔ مہاراشٹر پویلین کو بہترین اور پر از معلومات آرائش پر پہلا انعام دیا گیا ہے۔

حکومت مہاراشٹر کے ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، کو جس نے یہ پویلین تیار کیا تھا اس نمائش میں بہترین کارکردگی کے لئے ایک میرٹ سرٹیفکیٹ اور ایک ٹرافی دی گئی ہے

اس نمائش کو جو سابق فوجیوں کی لیگ کی امداد کے لئے پونے میں منعقد کی گئی تھی تقریباً سات لاکھ نفوس نے دیکھا۔
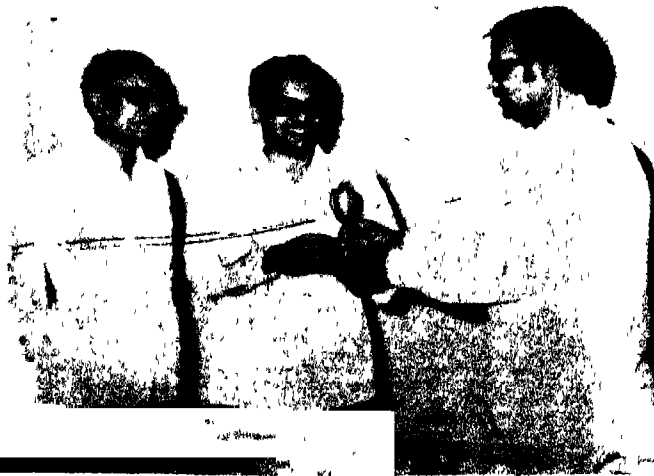
شری صادق علی نے حال ہی میں پونے میں
صنعتی نمائش میں مہاراشٹر پویلین کا معائنہ
اس موقعہ پر لی گئی تصویر میں شری ایم کے
پانڈے ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر گورنر موصوف
آراستہ شے کے بارے میں بتلا رہے ہیں۔

شری موہن پاٹل چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن
اینڈ پبلک ریلیشنز نے ۲۲ جون کو منترالیہ بمبئی میں
ٹرافی، وزیر مملکت برائے اطلاعات و پبلسٹی شری
رام منوہر ترپاٹھی کی خدمت میں پیش کی۔ یہ اسی موقع
کی تصویر ہے۔ شری ایم کے دیشپانڈے ایڈیشنل
چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن
اینڈ پبلک ریلیشنز بھی ان کے ساتھ ہیں۔

راج

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل نے کُمہار واڑہ ویلفیر سینٹر کے چھٹے سالانہ تقسیم بیاض و یونیفارم کے پروگرام میں شرکت کی اور سینٹر کو ۵ ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان فرمایا۔ زیر نظر تصویر میں (دائیں سے) سینٹر کے صدر شری نصیر پٹھان، شری اے اے خان، شری بھانو سنکر یاگنک، شری اکبر پریم جی، شری گاندھی اور شری شوکت حسین خاں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

۱۸ رجون کو میونسپل اُردو مدرسہ نمبر ۱ سانگلی میں مسلم یوک سنگٹھنا کی جانب سے "رکت دان" پروگرام منعقد ہوا، جس کا افتتاح وزیر مملکت برائے صنعت تعلیم و اوقاف، شری فاروق پاشا نے کیا۔ زیر نظر تصویر میں شری فاروق پاشا کے ساتھ شری رفیق امین صاحب صدر مسلم یوک سنگٹھنا بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسی روز شری فاروق پاشا نے اُردو مدرسہ نمبر ۱ میں مانٹسری اسکول کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں شری جیونتی رام دادا پاٹل، چیرمین میونسپل اسکول بورڈ، سانگلی، شری مُنیر الدین صدر اُردو ٹیچرس ایسوسی ایشن اور شری چاند صاحب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

کوکن ترقیاتی کارپوریشن کو آسٹریلیا نے پانچ سو اعلیٰ مویشی تحفہ میں دیئے ہیں۔ ان میں ۱۱۳، ۱۹۷۶ء میں اور مزید ۲۴۴ دسمبر ۱۹۷۷ء میں موصول ہوئے تھے۔
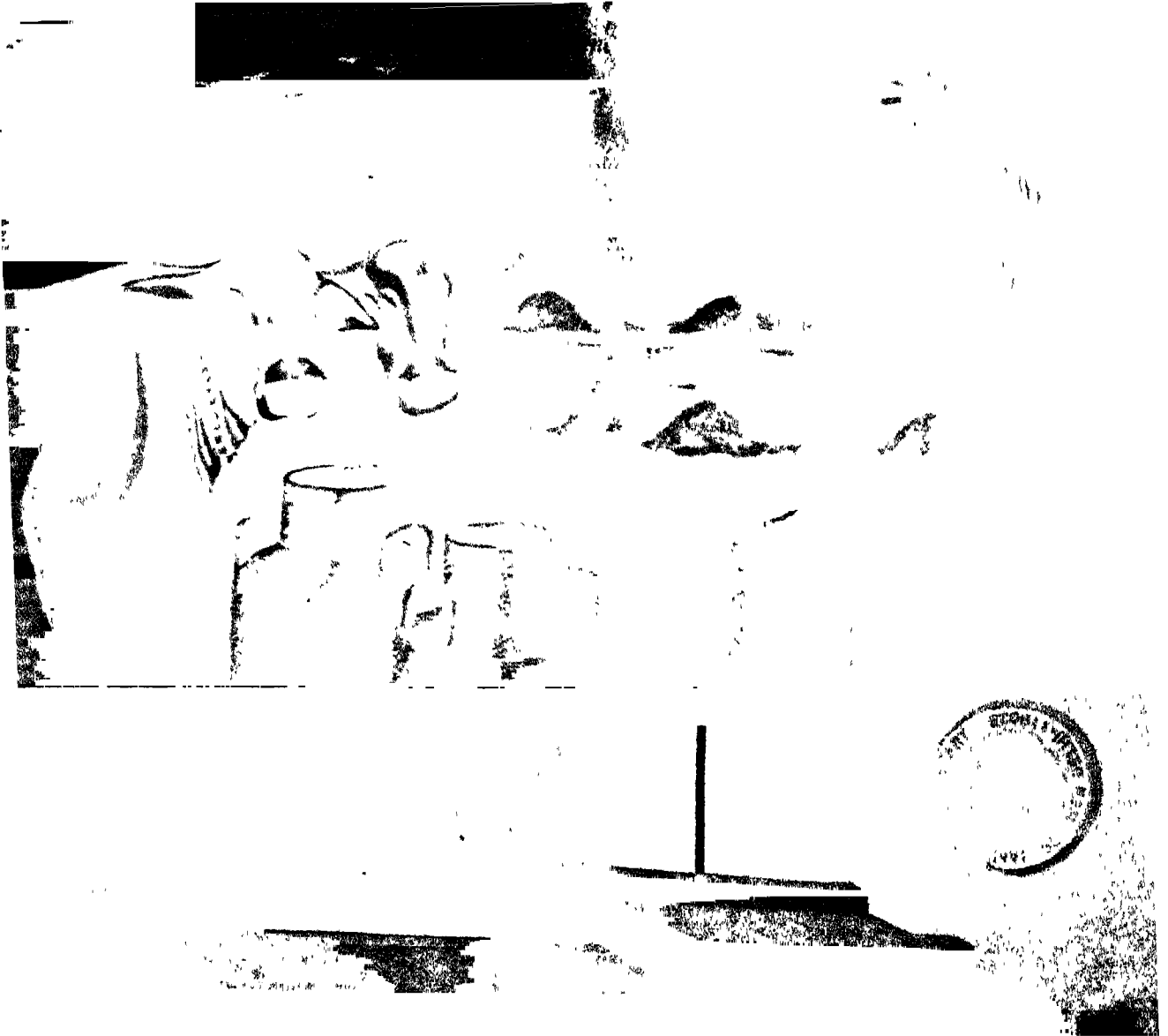
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی میں چھپوا کر شائع کیا

پنڈھرپور کے وٹھوبا مندر میں 'سولہ کھمبی منڈپ' کی جنوبی دیوار میں خوبصورت 'ہاتھی دروازہ'۔

قومی راج

جلد ۵ ✤ ۲۵ جولائی ۱۹۷۸ء ✤ شمارہ ۱۴

سالانہ: دس روپے ✤ فی پرچہ: پچاس پیسے

(ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے)

نگراں: خواجہ عبد الغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم. ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبد الوحید خاں جامعی

سخنہائے گفتنی

قومی راج کے اس شمارے میں حکومتِ مہاراشٹر کے نئے وزیر اعلیٰ شری شرد چندر گووند راؤ پوار کی زندگی کے مختصر حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

مہاراشٹر، ہندوستان کی ایک قدیم ریاست ہے جو آج بھی اپنی پرانی تہذیب و تمدن کی نگہبان ہے۔ پورے ملک کی طرح اس خطے کی مشترکہ تہذیب نے لوگوں کے دلوں میں اپنے بزرگوں کی عقیدت کے چراغ روشن کر رکھے ہیں۔ بزرگوں، صوفیوں، سادھو سنتوں کی یادیں عرس ہوتے ہیں۔ میلے بھرتے ہیں جہاں لوگ جوق در جوق ان میں شرکت کرتے ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی 'اشاڑھی میلہ' ہے جو مہاراشٹر کے پنڈھرپور مقام پر ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ 'اشاڑھی میلہ' پر ایک خاص مضمون شریکِ اشاعت ہے۔

ستارا، مہاراشٹر کا تاریخی شہر ہے جہاں بڑے بڑے دیش بھگتوں اور سیاستدانوں نے جنم لیا۔ اس شمارے میں ستارا کی تاریخی حیثیت اور موجودہ ترقی کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

خواجہ عبد الغفور

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ: چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰۰ —

نوٹ: زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں، وی۔ پی بھجوانے کا طریقہ تکلیف دہ ہے (ادارہ)

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کا پیغام

مہاراشٹر کے گورنر سری صادق علی، شری شرد پوار، وزیر اعلیٰ مہاراشٹر سے عہدے اور رازداری کا حلف لے رہے ہیں۔

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے عوام کو یقین دلایا ہے کہ ان کی حکومت جمہوری قدروں کی حفاظت کرے گی، اور سماج کے کمزور طبقات کے مسائل کو تیزی سے حل کرنے کی کوشش کرے گی۔

بمبئی سے نشر کئے گئے عوام کے لئے اپنے پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا "میں آج پوری دیانتداری کے ساتھ وزیر اعلیٰ کا عہدہ سنبھال رہا ہوں مجھے ہمیشہ آپ لوگوں کی حمایت اور نیک خواہشات حاصل رہی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی آپ لوگوں کی دعائیں میرے ساتھ رہیں گی۔ اسی یقین کے ساتھ میں نے نئی ذمّے داریاں قبول کی ہیں۔ جمہوریت میں استحکام اور اس میں فروغ کا بنیادی خیال ہی ہماری وزارت کا دستور ہے۔ اور سماج کے کمزور طبقات کی فلاح و بہبودی میری حکومت کی اہم پالیسیوں میں شامل ہے۔

میری حکومت کو جس نئے چیلنج کا سامنا کرنا ہوگا، اس سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ ہم کمزور اور غریب طبقات کے مسائل کو تیزی سے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ کچھ مشکلات اور رکاوٹیں ضرور ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ مصمّم ارادے اور میری پارٹی کے اراکین اور جنتا، سی۔ پی۔ ایم، پی ڈبلیو پی، کامیلے اور کھوبڑ گارے ری پبلیکن گروپ اور دوستوں کے تعاون کی بدولت کسی بھی مشکل سے مشکل صورت حال پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ میں جنتا پارٹی اور دوسرے شرکا کا ممنون ہوں جنھوں نے مجھ پر اعتماد کیا۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ عوام کی توقعات اور ان کی خواہشات کی تکمیل کے لئے میری حکومت مسلسل جدوجہد کرتی رہے گی۔ مجھے اُمید ہے کہ ہماری مشترک کوششوں اور محنت سے ایک نئے اور خوشحال مہاراشٹر کا خواب پورا ہو سکے گا۔

میری مخلصانہ کوشش ہمیشہ یہی ہوگی کہ میں آپ کے اعتماد کے قابل بن سکوں۔"

جے ھند! جے مہاراشٹر!!

• بنود راؤ

مہاراشٹر کے نوجوان وزیراعلیٰ

نوجوان رہنما، کھیل کود کے دلدادہ، سیاستداں، وسیع النظر اور مستعد کارگذار ۔ یہ ہیں، مہاراشٹر کے نئے وزیراعلیٰ شری شردچندر گوندراؤ پوار ۔

۳۷-۳۸ سال کی عمر میں شری شرد پوار نے اپنے جوشِ عمل اور دانشمندی ۔ سے نوجوانوں کے لئے ایک مثال قائم کردی ہے ۔ آپ نوجوانی کی عمر ہی سے سرگرم عمل رہے ۔ ریاستی کانگریس کے نوجوانوں کی تحریک کی نظامت آپ نے ۲۰ سال کی عمر ہی سے سنبھالی ۔ اپنی عمر کے ۲۲ ویں سال شری شرد پوار نے یوتھ ڈیفینس کمیٹی کی قیادت کی جبکہ چین نے ہند کے علاقے پر حملہ کیا تھا ۔ یونسکو کی دعوت پر آپ نوجوانوں کی تحریکوں کے مطالعہ کے لئے جاپان، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور جرمنی تشریف لے گئے اور ٹوکیو اور قاہرہ میں ہونے والی نوجوانوں کی بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی ۔

معاشیات اور آبپاشی سے آپ کو گہری دلچسپی ہے ۔ ان موضوعات پر آپ حاص ماہرانہ نظر رکھتے ہیں اور بحث و تمحیص میں دوسروں کو قائل کر دیتے ہیں ۔ کھیل کود ۔ یہ تو بلاشبہ آپ کا عزیز ترین مشغلہ ہے، اور آج بھی آپ ایسی تنظیموں کے سربراہ ہیں جو کھوکھو، کبڈی اور کشتی سے وابستہ ہیں ۔ اب آپ ہندوستان کی ایک بڑی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے اس کے مسائل اسی جانفشانی سے حل کریں گے ۔

شری شرد پوار ۱۹۶۷ء میں جبکہ آپ ۲۷ سال ہی کے تھے، ریاستی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ۔ آپ ضلع پونے کے بارہ متی حلقہ کے نمائندہ تھے ۔ آپ نے مہاراشٹر کانگریس لیجسلیچر پارٹی کو بحیثیت سکریٹری ایم پی سی سی کو بحیثیت جنرل سکریٹری، کانگریس فورم فار سوشلسٹ ایکشن کو بحیثیت صدر اور سیٹزنس ڈیفینس کمیٹی کو بحیثیت سکریٹری تقویت بخشی چھوٹی آبپاشی اسکیمات وسیع پروگرام کا قابلِ ذکر حصہ ہیں جو آپ نے بارہ متی وغیرہ حلقہ جات میں لوگوں کی بھلائی کے لئے جاری کیا ۔ بارہ متی حلقہ کے رائے دہندگان نے ۱۹۷۲ء میں آپ کو ریاستی اسمبلی کے لئے دوبارہ منتخب کیا، آپ کو وزیر مملکت برائے داخلہ، پبلسٹی، بازآبادکاری اور پروٹوکول مقرر کیا گیا ۔ آپ نے اپنے تمام فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے اور دو سال بعد ہی آپ کو ترقی دے کر کابینہ درجہ کا وزیر بنا دیا گیا ۔ آپ نے محکمۂ تعلیم اور یوتھ ویلفیئر سنبھالا فروری ۱۹۷۵ء میں محکمۂ زراعت آپ کے سپرد کیا گیا ۔ پھر ایک سال بعد وزارت میں ردو بدل کے وقت کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اور کھارا اراضی کے شعبہ جات بھی آپ کے ذمے کر دیئے گئے ۔ ۱۹۷۷ء میں بنائی جانے والی نئی کابینہ میں آپ وزیر داخلہ مقرر ہوئے ۔

اس سال کے شروع میں ہونے والے عام انتخابات میں بارہ متی حلقہ کے باشندوں نے پھر آپ پر اپنے پورے اعتماد کا اظہار کیا اور ریاستی اسمبلی کے لئے لگاتار تیسری بار بھی آپ ہی کو منتخب کیا ۔ گذشتہ وزارت میں صنعت اور محنت کا شعبہ آپ کے پاس تھا ۔

شری شرد پوار نوجوان آدمی ہیں، جنھیں بس یہی فکر ہے کہ بسرعت غریبوں کی حالت سدھاری جائے اور سماج سے نابرابری ختم کر دی جائے ۔ ان کے خیال میں جمہوریت کا مقصد یہی ہے کہ قوی، کمزور کی مدد کرے اور اسے اوپر اٹھائے ۔ لہٰذا ان کی پالیسی میں سماج کے کمزور اور پچھڑے طبقات پر ہی خاص توجہ مرکوز ہو گی ۔ اسی رہنما اصول کو سامنے رکھ کر آپ اپنی حکومت اور رہنماؤں کو عام جدوجہد میں لگائیں گے تاکہ لوگوں کی امیدیں اور آشائیں پوری ہوں ۔

بھتسائی پروجیکٹ۔ پینے کا پانی، بمبئی میں افراط

ایل۔ کے۔ متاتکر
نامہ نگار
اکونومک ٹائمز

دریائے بسین کا پانی تانسا، ویترنا اور بھتسائی پروجیکٹ کے ذریعہ پینے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے جو بمبئی کی آبادی کو فراہم کیا جاتا ہے بمبئی کی آبادی میں گوناگوں اضافے کے پیش نظر جو آج تقریباً ۷،۵ ملین ہے اور ۲۰۰۰ء میں ۱۰ ملین ہوجانے کی توقع ہے۔ مسٹر وسنت دادا پاٹل نے حال ہی میں اشارہ کیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر کوئنا کا پانی بھی پینے کے لئے استعمال میں لایا جائے گا۔
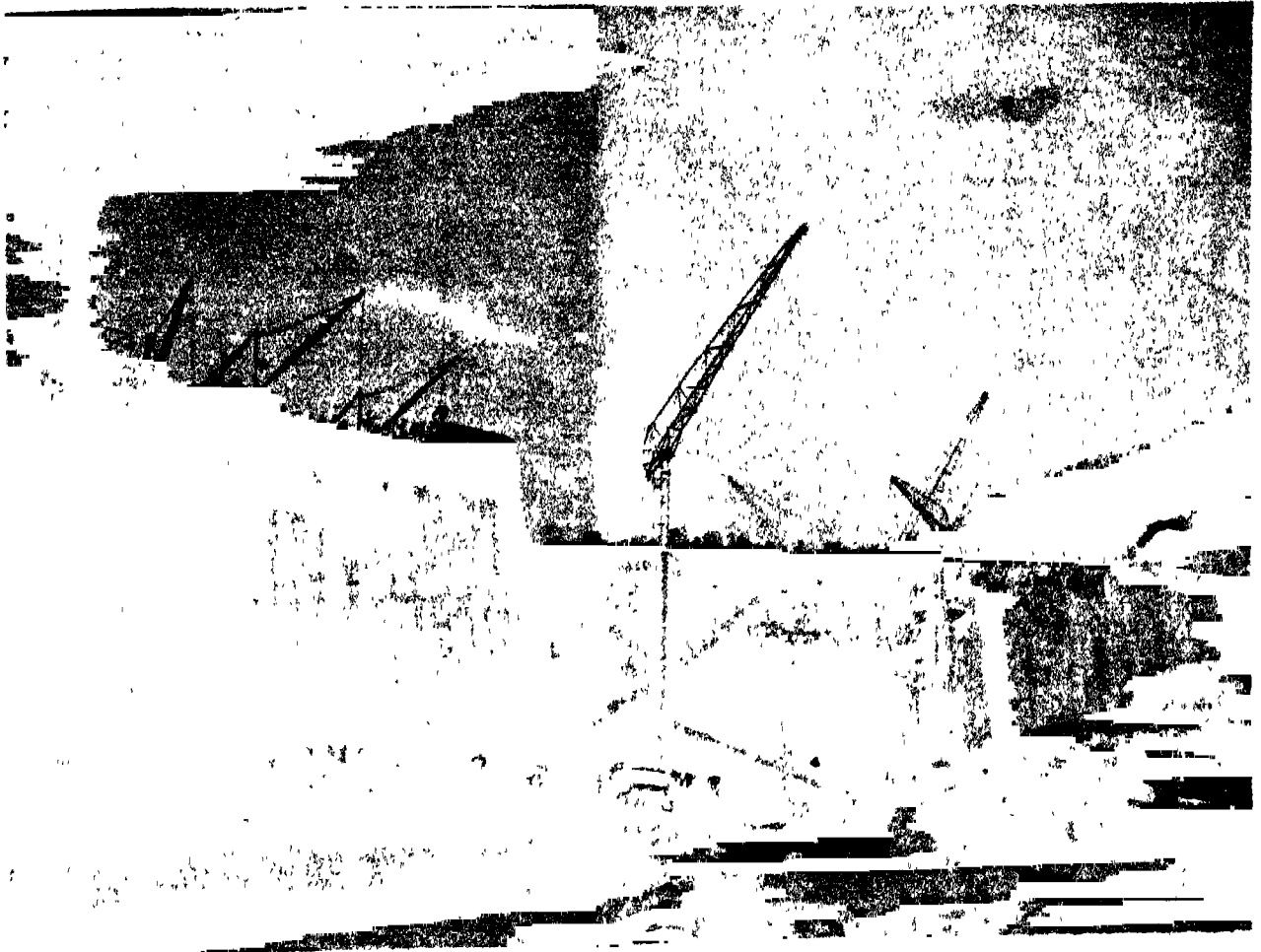
بھتسائی ندی پر بنے بند کا منظر، جس میں فراہمی آب کے لئے ۲۰۰ ایم جی ڈی اور سینچائی کے لئے ۱۰۰ ایم جی ڈی ذخیرۂ آب کی گنجائش ہے۔ اس کے ذریعے آئندہ دس سال میں بمبئی کے لئے پانی کی سپلائی دوگنی ہوجانے کی توقع ہے۔ جہاں آبادی تیزی سے بڑھنے کے ساتھ ساتھ پانی کی ضرورت بھی بڑھتی جارہی ہے۔

قومی راج

مجموعی طور پر بھتسائی اسکیم کا خاص مقصد بمبئی کی آب رسانی کو ۳۰۰ ملین گیلن یومیہ کے قابل بنانا ہے۔ یہ تین مرحلوں میں مکمل کیا جائے گا۔ پہلے مرحلے میں اس اسکیم کے تحت بھتسائی بند سے یومیہ ۴۵۵ لیٹر (یومیہ ۱۰۰ ملین گیلن) پانی نکالنا ہے اور اسے ۴۵۵ لیٹر یومیہ پانی کی موجودہ فراہمی میں جوڑنا ہے۔

اس کام پر لاگت کا تخمینہ ۱۵۵ کروڑ روپے ہے۔ جس میں سے عالمی بنک نے ۴۲ کروڑ روپے بطور قرض پہلے ہی منظور کر لیا ہے۔ یہ پروجیکٹ ۱۹۷۸ء کے آخر تک مکمل ہو جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں بمبئی کو یومیہ ۴۵۵ لیٹر پانی زیادہ حاصل ہوگا۔

پروجیکٹ کا دوسرا مرحلہ :

بھتسائی 'ایس' اسکیم کی دوسری منزل میں ۲۵۳ کروڑ روپے کی لاگت سے آب رسانی کو مزید فروغ دینا اور نالہ بندی کی سہولت مہیا کرنا ہے۔ بمبئی میونسپل کارپوریشن کے افسران نے عالمی بنک سے ۱۷۵ کروڑ روپے کا قرض حاصل کرنے کے لئے کامیاب گفتگو کی ہے۔ بھتسائی پروجیکٹ کا دوسرا مرحلہ بین الاقوامی ترقیاتی انجمن جو کہ عالمی بنک سے منسلک ایک ادارہ ہے' کی امداد کا مستحق قرار پا چکا ہے۔ اور ۸۶-۱۹۸۵ء تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔ اس کے نتیجہ میں ۲۵۰ ملین یومیہ موجودہ پانی کی سپلائی میں ۱۰۰ ملین گیلن پانی کا مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اس اسکیم کے تحت بمبئی عظمیٰ کے ترقی یافتہ مقامات پر کیچڑ جمع کرنے کا بندوبست کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کیچڑ کو بہا لے جانے کے لئے دو زیر آب ستون لگائے جائیں گے۔ اور آلودگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے چار ہوادار جھیلیں تیار کی جائیں گی۔ اس کام پر ۴۰۰ ملین امریکن ڈالر کے اخراجات کا اندازہ ہے۔ جس میں سے بمبئی میونسپل کارپوریشن ۲۰۰ ملین ڈالر یعنی کل اخراجات کا ۵۰ فیصد حاصل کرنے کی توقع رکھتی ہے۔

اگر منصوبے کے مطابق تمام کام انجام پذیر ہوا تو اس اسکیم پر ۱۹۷۸ء میں عمل شروع کر دیا جائے گا اور اسے ۸۵-۱۹۸۴ء تک مکمل کر لیا جائے گا۔ اس کے نتیجہ میں ۔ ایلیس گیلن پانی مزید حاصل ہو سکے گا۔ اس کے علاوہ تمام گندگی کو ایسے طریقوں سے بہا دیا جائے گا جس سے پانی کے ذخیرے یعنی بحیرۂ عرب اور تھانہ کریک کے پانی میں کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہو۔

بمبئی میونسپل کارپوریشن کے زیر اہتمام بھتسائی ۔ ایس ۔ اسکیم کے ایک حصہ میں پیسے کے مقام پر بند کے نچلی سمت ۔ ۵ کلومیٹر ایک باڑ کی تعمیر، ابتدائی ٹریٹمنٹ پلانٹ' موجودہ مینس میں پمپنگ، بھانڈوپ میں صفائی، ذخیرہ اندوزی اور تقسیم کا کام عالمی بینک کی امداد سے کیا جا رہا ہے۔ بی۔ ایم۔ سی نے عالمی بنک کو یقین دلایا ہے کہ بھتسائی پروجیکٹ جون ۱۹۷۸ء تک شروع ہو جائے گا۔ اس لئے مہاراشٹر سرکار کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بھتسائی بند پر ایک اسٹوریج قائم کرے تاکہ جون ۱۹۷۸ء تک بی۔ ایم۔ سی کو ۴۵۵ ملین لیٹر پانی یومیہ (۱۰۰ ملین گیلن یومیہ) فراہم کیا جائے۔

فروری ۱۹۷۶ء میں پرائیویٹ کنٹراکٹر جولی برادران کے ہاتھ سے کام لینے کے بعد محکمۂ آب پاشی کے پاس غیر تعمیر شدہ ۶٫۴۳ لاکھ مربع میٹر کی تعمیر جون ۱۹۷۸ء تک مکمل کرنا ایک بے حد مشکل کام نظر آتا تھا، اس لئے یہ تجویز کیا گیا کہ بند کو مقررہ سطح سے کچھ اوپر منقسم حصوں میں تعمیر کیا جائے تاکہ جون ۱۹۷۸ء تک ایک مناسب اسٹوریج قائم ہو سکے جس کی مدد سے بی۔ ایم۔ سی کو ۴۵۵ ملین لیٹر پانی یومیہ فراہم کیا جا سکے۔ اس کام کے لئے ایک موسم میں ۱٫۶۰ مربع میٹر عمارتی کام کی ضرورت ہے جو کہ اتنا بڑا کام ہے جو مہاراشٹر میں اب تک نہیں ہوا۔

محکمۂ آبپاشی کی بے مثال کوششیں :

محکمۂ آبپاشی نے بہرحال ہار نہیں مانی اور اس کام کو تیزی سے آگے بڑھایا ۔ بیکوار ہی زور پا [illegible] کی مدد لی گئی اور ۷۶-۱۹۷۵ء کے باقی ماندہ دنوں میں ۲۸۰۰۰ مربع میٹر کا عمارتی کام مکمل کر لیا۔ اس محکمہ نے غیر معمولی جرأت دکھاتے ہوئے ۷۷-۱۹۷۶ء میں ۱٫۶ لاکھ مربع میٹر کی بجائے ۲٫۳ لاکھ مربع میٹر کا کام مکمل کر لیا۔ اس پہلے ہی سال کے کام کے دوران [illegible] قابل [illegible] اس بات پہ تھی کہ اخراجات میں کافی بچت کی گئی۔ مشکلات کے باوجود مثلاً سیمنٹ اور دھماکہ خیز اشیاء کی قلت وغیرہ یہ محکمہ اپنے کام کو جون ۱۹۷۸ء تک مکمل کرنے کی ہامی بھر رکھتا ہے۔ جیسا کہ عالمی بنک اور بی ایم سی کو یقین دلایا گیا ہے۔

اس بڑے حصہ (جو اتفاقاً ایک قبائلی علاقہ ہے) کے جغرافیائی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دریائے کمبھاری سے ناتسہ وادی میں اور اس سے متصل کھونڈی تک آب پاشی کی توسیع ممکن ہے جس کی وجہ سے ۹٫۵۲۸ ہیکٹر (۲۳٫۸۱۹ ایکڑ) زمین کی آبپاشی کی جا سکتی ہے۔ اس طرح سے پانی کی بھی ۴۴۵ ملین لیٹر یومیہ کی بجائے ۱٫۱۳۸ ملین لیٹر یومیہ ضرورت ہوگی۔ باقی ماندہ ۶۸۳ ملین لیٹر یومیہ پانی بمبئی اور دیگر علاقوں کو فراہم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا آب پاشی اور آب رسانی سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ تجویز زیر غور ہے کہ دریائے کلو سے پانی حاصل کیا جائے جہاں تقریباً ۴۷۷ ملین لیٹر پانی یومیہ دستیاب ہو سکتا ہے۔

بھتسا' اُلہاس وادی کا سب سے بڑا دریا ہے جس میں آب گیر کا رقبہ ۳۸۶ مربع کلو میٹر ہے۔ یہاں اوسطاً سالانہ ۳۳۲۴ ملی لیٹر بارش حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔ بھتسا مختلف مقاصد کے پروجیکٹ کے لئے نہایت اہم ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہاں سے شہر بمبئی کے لئے آب رسانی، آبپاشی اور بجلی حاصل کرنے کے لئے پروجیکٹ قائم کیا گیا ہے۔

بمبئی کے لئے آب رسانی:

بمبئی کے لئے آب رسانی کا شمار دنیا میں آٹھویں نمبر پر ہے۔ اس کے باوجود شہر کی تشنگی پانی کے معاملے میں مٹنے نہیں پاتی۔ فی الحال ۵ء ۷ ملین آبادی کے لیے شہر کو ۱۰۵۰ ملین لیٹر یومیہ پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔ بمبئی کی آبادی کے لئے سب سے پہلے ۱۸۶۸ء میں وہار لیک کو استعمال کیا گیا۔ اس کے بعد ۱۸۷۹ء میں تلسی جھیل اور ۱۹۸۳ء میں تانسہ اسکیم شروع کی گئی۔ ۱۹۵۷ء میں پانی کی شدید قلت دور کرنے کے لئے بمبئی میونسپل کارپوریشن نے وتیرنا جھیل کو بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ یہاں ۱۹۷۴ء میں ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹ قائم کئے جانے کے بعد ۵۴۶ ملین لیٹر پانی یومیہ فراہم کیا جانے لگا۔ ان تمام اسکیموں کو یکجا کریں تو فی الحال ۱۰۵۰ ملین لیٹر پانی یومیہ دستیاب ہوتا ہے۔

شروع شروع میں اس پروجیکٹ سے ۲۰۰ ملین گیلن پانی سپلائی کے لئے اور ۱۰۰ ملین گیلن پانی آبپاشی کے لئے حاصل کیا جاتا تھا۔ حالیہ تحقیقات سے یہ پتہ چلا ہے کہ کبھاری دریا سے بعید الہاس وادی میں واقع زمین کا کافی بڑا زرخیز خطہ جو کہ اتفاقاً قبائلی علاقے میں آتا ہے، پانی سے محروم ہے۔ دریائے کبھاری سے پرے شمال میں تجویز کردہ ڈوبے دلی۔ واسی ڈیلوسے لائن تک اور تانسہ وادی میں بھیونڈی۔ واڈا سڑک کے دونوں اطراف ۹٫۵۲۸ ہیکٹر (۲۳٫۸۱۹ ایکڑ) خطۂ زمین کو اس پروجیکٹ کے تحت سیراب کیا جا سکتا ہے۔

آب رسانی طویل فاصلہ پر بھی ممکن ہے اور پیسے بند سے ۲۰۰ ملین گیلن پانی یومیہ حاصل بھی کیا جا سکتا ہے لیکن مرکزی علاقہ پھر بھی دائمی طور پر پانی سے محروم رہتا ہے۔

آبپاشی کی مناسبت:

آبپاشی میں اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئی ہیں:
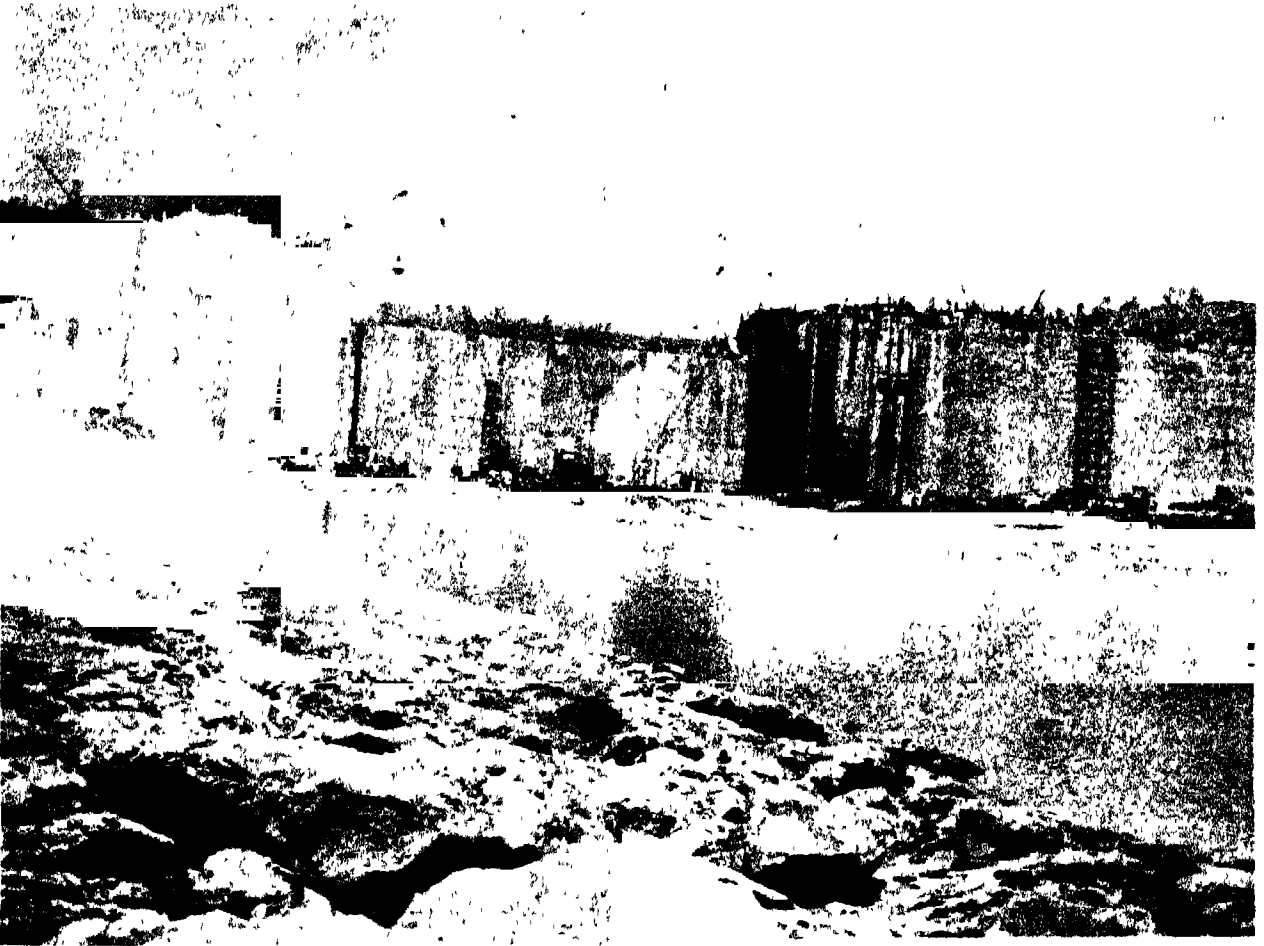
بند کی تعمیر کے بعد بھتسارہ کھاڑی میں جون ۱۹۷۸ء میں موسم باراں کے آغاز ہی سے بارش کا پانی جمع ہونا شروع ہوگیا ہے۔

۱) بھتسا دائیں کنارے کی نہر سے کمبھاری دریا تک ــ ۵,۹۰۰ ہیکٹر (۱۴ ہزار ۶ سو ایکڑ)

۲) بھتسا بائیں کنارے کی نہر ــ ۶,۳۲۰ ہیکٹر (۱۵,۸۰۰ ایکڑ) اور

۳) بھتسا کا توسیع شدہ دایاں کنارہ ــ ۹,۵۲۸ ہیکٹر (۲۳,۸۱۹ ایکڑ) کل ۲۱,۷۴۸ ہیکٹر (۵۴,۲۰۰ ایکڑ)۔

آب پاشی کے لئے یومیہ ۲۵ ملین گیلن پانی کی ضرورت ہے۔ حالیہ غور و خوض کے بعد یہ پتہ چلا ہے کہ ۳۰۰ ملین گیلن پانی یومیہ کی ضرورت پوری کرتے ہوئے بھی، جو زائد اسٹوریج تعمیر ہونے سے ممکن ہے۔ آب پاشی میں اصلاح کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ کالو نشائی وادی سے ۳۰۰ ملین گیلن پانی بھی ضرورت کے وقت حاصل کیا جا سکتا ہے اور اسے بیسے بند سے جوڑا جا سکتا ہے۔

اس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ بھتسا اور دیگر ذرائع سے بیسے بند پر بمبئی میونسپل کارپوریشن کو ۳۰۰ ملین گیلن پانی یومیہ بآسانی فراہم کیا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ آب پاشی کے لئے بھی پانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بمبئی اور اس سے متصل علاقوں کے لئے مندرجہ ذیل پانی کی مقدار کی ضرورت ہے:

۱۹۷۸ء	۱۰۰ ملین گیلن یومیہ
۱۹۸۴ء	۲۰۰ ملین گیلن یومیہ (۱۰۰ + ۱۰۰)
۱۹۹۱ء	۳۰۰ ملین گیلن یومیہ (۲۰۰ + ۱۰۰)

اس طرح سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ۸۵-۱۹۸۴ء میں ۲۰۰ ملین گیلن پانی کی ضرورت پیش آئے گی جب کہ موجودہ منصوبہ کے تحت بھتسا پروجیکٹ کی گنجائش ۴۰۰ ملین گیلن پانی یومیہ ہونا چاہیئے۔ زائد مقدار آب پاشی کے کاموں میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ ۱۹۹۱ء تک ممکن ہے پانی کی ضرورت ۳۰۰ ملین گیلن یومیہ ہو جائے، جو مزید اسٹوریج قائم کر کے پوری کی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اسکیم میں آب رسانی کو پہلے اہمیت دی گئی ہے۔ موجودہ اندازے کے مطابق بند کے پہلے اسٹیج پر لاگت کا تخمینہ ۲,۷۰۰ لاکھ روپیہ ہے۔ جو جولائی ۱۹۸۱ء تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔ اور دوسرے اسٹیج پر لاگت کا تخمینہ ۱,۵۰۰ لاکھ ہے۔ مارچ ۱۹۷۸ء تک ۸۱۱ لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے اور ۸۵-۱۹۸۴ء تک اس کام کو مکمل کرنے کے لئے سالانہ ۴۰۰ لاکھ روپے کے مزید بجٹ کی ضرورت ہے ـــ ۸۵-۱۹۸۴ء تک نہروں کا کام مکمل ہونا ضروری ہے جس پر سالانہ ۲۰۰ سے ۲۲۵ لاکھ روپے کے اخراجات کا اندازہ ہے۔

تمام اسٹوریج اور نہروں کا کام ۸۵-۱۹۸۴ء تک مکمل کئے جانے کی تجویز ہے نہر کی کل لمبائی نئی توسیع کے ساتھ تقریباً ۲۱۵ کلومیٹر ہے۔ فی الحال نہر کا کام ابتدائی مرحلے میں ہے اور ۲۳ کلومیٹر تک مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ پر آج کے اندازے کے مطابق لاگت کا تخمینہ ۵,۸۴۵ لاکھ روپیہ ہے جس میں سے ۱,۶۴۵ لاکھ روپے نہروں کی تعمیر کے لئے اور ۴,۲۰۰ لاکھ روپے باقی ماندہ کام کے لئے ضروری ہوں گے۔ جب سے محکمہ نے یہ کام اپنے ذمے لیا ہے تب سے ۵,۰۰۰ مزدور اس کام کو مکمل کرنے میں مصروف ہیں۔

(تلخیص: ایم۔ اقبال)

ترسیلِ زر کے دوران منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتہ اردو کے ساتھ ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی لکھ دیں تو دفتری اندراجات میں آسانی ہوگی۔

Coir کارآمد ریشہ

نارِیل کا درخت اور پھل اپنی ہمہ گیر خوبیوں کی بنا پر اقوامِ عالم میں شجرِ آرزو کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا تنا عمارتی لکڑی کے بطور اور پتے جھپّر ڈالنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس کا پانی پیاس بجھاتا ہے اور پھل لذیذ غذا ہے۔ اس کا چھلکا بھی کارآمد ہے اس کے پھل کا اوپری سخت خول بطور ایندھن بھی اور غریبوں کے لئے چھوٹا برتن بھی۔ عہدِ جدید میں اس کو آرٹسٹک اشیاء کی تشکیل میں بھی استعمال کا رُجحان بڑھ رہا ہے۔

انسان نارِیل کے درخت کو مختلف طریقوں سے استعمال میں لاکر اس شجرِ آرزو کی نعمتوں سے مالا مال ہوسکتا ہے۔

آج ہم اپنی اس بحث کو ناریل کی اس ضمنی پیداوار تک ہی محدود رکھیں گے جسے عرفِ عام میں "ناریل کا چھلکا" کہتے ہیں۔

کیرالا ناریل کے ریشوں سے بنی ہوئی مصنوعات کے لئے نہ صرف خانگی مارکیٹ میں، بلکہ برآمد کے زمرے میں بھی سارے بھارت میں سب سے آگے ہے۔ کرناٹک اور تمل ناڈو کے کچھ علاقوں میں بھی یہ صنعت موجود ہے۔ مہاراشٹر میں یہ صنعت فی الحال تجرباتی دور سے گزر رہی ہے۔ کیرالا میں یہ صنعت بہت منظم ہے اور وہاں بلا مبالغہ لاکھوں آدمی ناریل کے چھلکوں کو جمع کرنے اور پھر اس کے ریشوں سے اشیاء کی تیاری کے مختلف کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بدقسمتی سے مہاراشٹر کے کوکن اضلاع میں ناریل کے چھلکے صنعتی خام مال کے بجائے بطور ایندھن استعمال ہوتے ہیں۔

حکومت نے کوکن میں کچھ ٹریننگ و پروڈکشن سینٹر قائم کئے ہیں اور ان اداروں میں کچھ تربیت یافتہ اشخاص تیار ہوئے ہیں۔ کچھ نجی یونٹ جنھیں انگلیوں پر

تری کے لئے چھلکے حوض میں ڈالے جاتے ہیں۔

چھلکوں کی دبائی،

میکانکی بیٹر کے ذریعے چھلکا مُلائم کیا جاتا ہے

چکری کے ذریعہ ریشہ کی صفائی

تر چھلکا ڈرم میں ڈالا جاتا ہے

شمار کیا جا سکتا ہے۔ جنوبی رتناگیری میں قائم ہوئے ہیں۔ لیکن عموماً، یہ صنعتی خام مال، بے توجہی کے باعث برباد ہو جاتا ہے۔ کوکن کے تقریباً ۲۰،۳۰۴ ایکڑ رقبہ پر ناریل کے درخت ہیں۔ جن سے ۵۰،۷۵،۸۴،۲ ناریل اور تقریباً اتنے ہی چھلکے یا خول دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کا صرف نصف ہی استعمال میں آجائے تو ہمیں دس ہزار ٹن ریشہ دستیاب ہو سکتا ہے۔

انہی باتوں کے مدنظر ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کوکن لمیٹیڈ مشہور منیر کاری کے ذریعے اس صنعت کے بارے میں مفصل مطالعہ کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ کوکن میں، بالخصوص جنوبی رتناگیری ضلع میں کم سے کم آدھے درجن کوئر پروڈکشن سینٹر قائم کئے جا سکتے ہیں۔ کیرالا میں کوئر انڈسٹری کو میکانکی بنانے کی راہ میں بظاہر بیکاری کا خوف مانع ہے، لیکن یہاں ہمیں میکانکی یونٹوں کے ساتھ ابتداء کرنی ہوگی کیونکہ یہاں ابھی اس صنعت کی ٹھیک سے شروعات کرنا ہے۔

دی ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کوکن لمیٹڈ نے ابتک دو یونٹ رتناگیری ضلع میں قائم کئے ہیں۔ جن میں سے ایک وینگرولہ تعلقہ کے مقام براولی میں اور دوسرا گہاگر تعلقہ کے مقام گہاگر میں واقع ہے۔ ان یونٹوں میں سے ہر ایک یونٹ

دھوپ میں ریشہ سکھایا جا رہا ہے

میں ۵۰ء۱۰ لاکھ روپے کا سرمایہ لگا ہے۔ ہر یونٹ ریشوں کو دھو کر سکھانے کیلئے ایک ٹینک، ریشوں کی دھنکائی، ریشوں کو کھولنے اور الگ کرنے کی مشینوں پر مشتمل ہے۔ اراولی یونٹ میں ناریل کے ریشوں کے سوت کو رسی بٹنے، چٹائی بننے اور گدے میں بھرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ جب کہ گھاکر یونٹ میں سخت قسم کے ریشے تیار ہوتے ہیں جن سے برش وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ ہر سینٹر پر دس اشخاص کے کام کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

ناریل کے چھلکے جمع کرنا ہی بذات خود ایک منظم تجارت ہوسکتی ہے ہر یونٹ ایک دن میں تین ہزار چھلکے پروسیس کرسکتا ہے اور یوں پورا یونٹ سال بھر کام کرسکتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی شخص کے ذریعے ان ناریل کے چھلکوں کو تھوڑی ہی قیمت پر سہی منظم طریقے سے جمع کرکے ان صنعتی یونٹوں کو لگاتار فراہم کرنا، اور جاری رکھنا ایک عظیم خدمت ہوگی اور اس طرح یہ خام مال بطور ایندھن جلاکر برباد کرنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً ان سینٹروں کے اطراف میں بسے ہوئے دیہاتوں میں جاجاکر چھلکوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کوئی صنعت کار، فروغ روزگار پروگرام کے تحت یہ تجارت شروع کرسکتا ہے۔ ان چھلکوں کو ہم ۳۰ روپے فی ہزار کے حساب سے خریدیں گے۔

اس طرح جمع شدہ چھلکوں کو موسم باراں وغیرہ میں کھلی جگہوں پر پھیلایا جاسکتا ہے تاکہ وہ پانی کو خوب اچھی طرح جذب کرلیں۔

پروسیسنگ میں جانے سے پہلے آٹھ یا دس دن تک چھلکوں کو پانی میں بھگوکر رکھا جاتا ہے کیرالا میں اسے دریاؤں اور کھاڑیوں کے رکے ہوئے پانی میں لمبے عرصے تک رکھا جاتا ہے تاکہ بہتر نتائج برآمد ہوں۔

چھلکوں کو اس عمل یعنی بھگو کر سکھانے کے بعد دھنکائی ہوتی ہے کیرالا میں ہاتھ کی دھنکائی نے بنکروں کو روزگار فراہم کیا ہے یہاں ہم بھگوکر سوکھے ہوئے چھلکوں کو ملائم و ریشے دار بنانے کے لئے میکانیکل مشین میں رکھتے ہیں۔ باریک ریشے بنانے والی مشین چھلکوں سے ریشے کو الگ کرتی ہے اور ریشوں کو مزید پروسیسنگ کے لئے باہر نکال دیتی ہے۔ الگ چھلکا بے کار ہوتا ہے لیکن ریشوں کو ایک سیٹر یعنی ریشوں کو الگ الگ کرنے والی مشین میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کی چکری مشین ہے، جہاں پر ریشے بالکل صاف و شفاف ہوجاتے ہیں اب ریشے سکھانے کے لئے بالکل تیار ہیں اور سوکھنے کے بعد ان کی گانٹھیں بنائی جاتی ہیں۔

یہ ریشہ سوت کی طرح مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سب سے زیادہ عام رسیاں بٹنا اور چٹائیاں بنانا ہے۔ یہ بہت نفع بخش کام ہے ہمارا پلان ہے کہ دیگر گولہ اور والول کے سرکاری سینٹروں میں دستیاب سازو سامان میں اضافہ کرکے ترقی دی جائے تاکہ ہم مستقبل قریب میں رسیوں اور چٹائیوں کی تیاری کو تجارتی طور پر بڑھاوا دے سکیں۔

مترجم: اسلم پرویز

ترسیل زر کے وقت کوپن منی آرڈر پر اپنا نام و پتہ اردو کے ساتھ ہندی یا انگریزی میں بھی تحریر فرمائیں تاکہ اندراجات میں آسانی ہو۔ (ادارہ)

بیل برس میں ریشہ کی گانٹھیں وغیرہ بنائی جاتی ہیں

بدیع الزماں خاور

مناجات
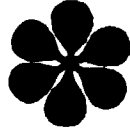
رسنت گیانیشور مہاراج کی ان ادوبوں کا آزاد منظوم ترجمہ، جو "پسایدان" کے نام سے مشہور ہیں۔)

مجھ سے تو خوش ہے تو اے کون و مکاں کے مالک
میری فریاد سن اے سارے جہاں کے مالک

جو ہیں بدکار، انھیں راہ پہ لاکر یارب!
نیک اعمال کی توفیق عطا کر یارب!

دور سینوں سے ضلالت کا اندھیرا کر دے
علم و عرفاں کے اجالے سے دلوں کو بھر دے

روشنی مہر و محبت کی دکھا دے سب کو
جتنے ذی روح ہیں، تو ایک بنا دے سب کو

اپنی محنت کا صلا اس کے سوا کیا مانگوں؟
اے خدا تجھ سے دعا اس کے سوا کیا مانگوں؟

کہ ملے سب کو مری چشم بصیرت یارب!
کہ عطا سب کو ہو توفیقِ ہدایت یارب!

سب کو مہر و مہ و انجم کی ضیا راس آئے
سب کو یہ روشن و پرنور فضا راس آئے

تازگی بخشے، یہ اشجار کا سایہ سب کو
مست کرتا رہے، یہ بحر کا نغمہ سب کو

مٹ کے دنیا سے برائی کا نشاں رہ جائے
تیری سرکار سے ہر شخص مرادیں پائے

نیکی و صدق پہ مائل یہ زمیں ہو جائے
تیرے الطاف کے قابل یہ زمیں ہو جائے

عام ہو سب کے لئے فیض عنایت تیرا
سب کو سیراب کرے چشمۂ رحمت تیرا

تیری مخلوق میں ملتی رہے راحت سب کو
راس آئے تیرے کونین کی دولت سب کو

اس قدر سینوں میں بھر جائے محبت تیری
کہ دل و جاں سے کریں لوگ اطاعت تیری

ہونے پائے نہ کوئی خوار و ذلیل دنیا میں
رہ نہ جائے کوئی محروم جزاء عقبیٰ میں

(ماخوذ از "گیانیشوری" ادھیائے اٹھارواں ادویاں ۱۷۹۳ تا ۱۸۰۰)
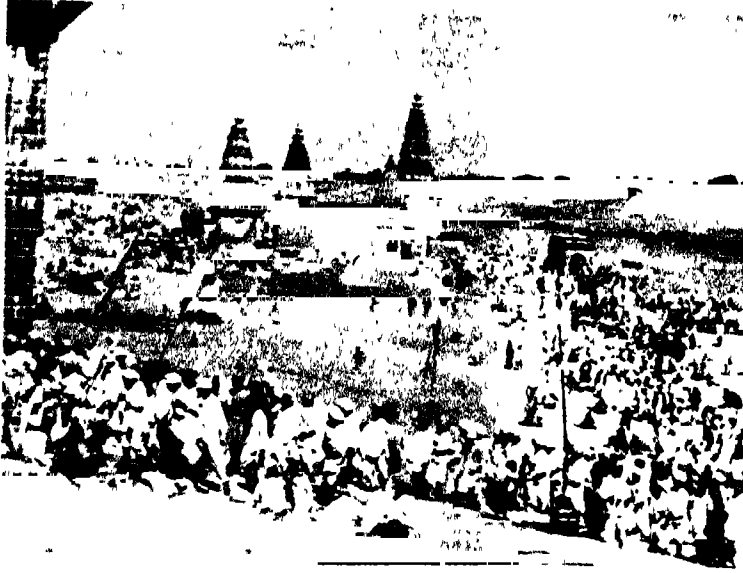
پنڈھرپور 'اشاڑھی میلہ'

انتہائی عقیدت مندی کا مظہر

ڈاکٹر ایم۔ بی پیٹھے، پونے

میلے تہوار ایک زمانے سے چلے آرہے ہیں اور ہمارے تہذیبی اور مذہبی ورثہ کا جزبن گئے ہیں۔ پنڈھرپور میں منایا جانیوالا 'اشاڑھی میلہ' اسی قسم کا میلہ ہے جسمیں تقریباً تین لاکھ ہندو یاتری حاضری دیتے ہیں۔ گو چندربھاگ ندی کے کنارے پنڈھرپور بسا ہوا ہے جغرافیائی نقشہ پر ایک چھوٹی سی ندی ہے۔ بلکہ یہ ایک 'روحانی لہر' ہے جو مہاراشٹر کی تاریخ میں ہمیشہ رواں دواں رہی ہے۔

عموماً ایسے تمام میلے مذہبی پس منظر رکھتے ہیں اور کسی نہ کسی دیوتا یا سنت کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔ ان میلوں میں شرکت کرنے والوں کے دلوں میں کچھ اور ہی بلکہ مذہبی جذبہ ہی سب سے زیادہ موجزن ہوتا ہے اور وہ وہاں سے 'پرساد' میں ناریل، گنے، چاول یا جوار اور مٹھائی لے کر گھر آتے ہیں۔

پنڈھرپور کا 'اشاڑھی میلہ' بڑا اہم میلہ ہے اور خصوصاً دیہی علاقوں میں ہر ہندو بھکت کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ زندگی میں ایک بار ضرور اس 'یاترا' میں شرکت کرے

وارکری جاتی کے پیرو' سنت گیانیشور کے جنم سے پہلے اس میلہ کا آغاز ہوا تھا 'واری' کا مطلب ہے' ایک مہینہ یا سال بھر کے وقفے سے کسی پوتر استھان کی باقاعدہ یاترا پنڈھرپور کی 'واری' یعنی یاترا کرنے والے وارکری کہلاتے ہیں۔ ایسی چار واریاں ہیں: ایکادشی اشاڑھ' کارتک، چیتر اور ماگھ۔ گیانیشور کے پتا وٹھل پنت' ایک وارکری تھے گیانیشور نے وارکری سامپردایہ کی فلسفیانہ بنیاد رکھی۔ یہ مہاراشٹر میں دین داروں کا سب سے بڑا طبقہ ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر ایک 'ادھرمی' بھی پنڈھرپور میں اشاڑھی

ایکادشی کے موقع پر عقیدت مندی اور لگن کا یہ نمونہ دیکھ لے تو اس کے دل میں بھی بھگوان کی لو پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ آج بھی ان گنت وارکری 'بھکتی رس' میں سرشار ہیں، اور سنت گیانیشور کا یہ ابھنگ گاتے ہیں ؎

माझे जीवीची आवडी । पंढरपुरा नेईन गुढी ।।

پنڈلیک کی کہانی:

پنڈھرپور کی اس واری کی شروعات کس نے کی؟ اس کا علم کسی کو نہیں لیکن پدم پران اور اسکندھ پران میں پنڈلیک کی کہانی بیان کی گئی ہے اور اسی سے ہمیں 'وٹھوبا' سے اس عقیدت مندی کے آغاز کا پتہ چلتا ہے۔ پنڈلیک دل وجان سے اپنے بوڑھے ماتا پتا کی سیوا میں لگا رہتا تھا۔ بھگوان کرشن نے یہاں آکر اس کی عزت افزائی کی۔ اس وقت بھی پنڈلیک ہمہ تن سیوا میں لگا تھا اس نے بھگوان کو پہچاننے کے بعد ان کے آسن کے لئے ایک اینٹ آگے بڑھا دی اپنا فرض پورا کرنے کے بعد اس نے بھگوان کا سواگت کیا۔ وہ ماتا پتا کے ساتھ پنڈلیک کی اس محبت و الفت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس سے پوچھا کہ "تیری اِچھا کیا ہے؟"

پنڈلیک نے جی التجا کی کہ بھگوان کرشن یعنی بھگوان وشنو کا مثالی روپ سدا پنڈھرپور میں رہے۔ یہی ہے وٹھوبا یا پنڈھرپور کی وٹھوبا ماؤلی۔

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سنت گیانیشور کے جنم سے کم از کم دو سال پہلے پنڈھرپور کے وٹھوبا کی پوجا ہوتی تھی۔ سنت گیانیشور کے پتا وٹھل پنت اساڑھی اور کارتکی ایکادشی کے موقع پر پنڈھرپور کی یاترا کیا کرتے تھے۔ سنت نامدیو نے بھی اس بات کی چرچا کی ہے کہ سنت گیانیشور کے دادا سدھوپنت وٹھل پنت اور ان کی نئی نویلی دلہن رکمنی کو کلدیوت (خانگی دیوتا) وٹھل کے درشن کرانے کے لئے لے گئے تھے

नित्य हरिकथा नामसंकीर्तन

पंढरीची वारी आषाढी कार्तिकी

विठ्ठल एकाएकी

सुखरूप ।।

سنت گیانیشور وارکری سامپردایہ کے روح رواں تھے۔ وہ بھکتی دھرم کے بانی تھے۔ وہ سنت نامدیو اور دوسرے سنتوں کے ساتھ پنڈھرپور جاتے تھے ایک ابھنگ میں اس دھرم کو ایک مندر بتایا گیا ہے جو اس طرح ہے ؎

संतकृपा झाली । इमारत फळा आली ।।
ज्ञानदेवे रचिला पाया । बांधियेले देवालया ।।
नामा तयाचा किंकर । तेणे केला हा विस्तार ।।
जनार्दनी एकनाथ । स्तंभ दिला भागवत ।।
भजन करा सावकाश । तुका झालासे कळस ।।

ہر ایک سنت نے مختلف ابھنگوں میں [illegible] سنت گیانیشور کہتے ہیں ؎

अवघाचि संसार सुखाचा करीन ।
आनंदे भरीन तिन्ही लोक ।।
जाईन गे माये तया पंढरपुरा ।
भेटेन माहेरा आपुलिया ।।

سنت نامدیو کہتے ہیں ؎

सुखालागी जरी करिसी तळमळ
तरी तूं पंढरीसी जाय एकवेळ ।।
पंढरीची वारी जयाचिये कुळी ।
त्याची पायधुळी लागो मज ।।

سنت چوکھا میلا کہتے ہیں ؎

न करी आळस जाय पंढरीसी ।
अवघी सुखराशी तेथे आहे ।।

سنت جنابائی کہتی ہیں ؎

जाता पंढरीसी सुख वाटे जीवा ।

سنت نرہری کہتے ہیں ؎

पंढरीनगरी दैवत श्रीहरी । जाती वारकरी व्रतनेमे ।।
आषाढी कार्तिकी महायात्रा थोर ।
भजनाचा गरजर करिती तेथे . . . साधुसंत ।।
थोर पताकांचा भार । मुखीं तो उच्चार नामामृत ।।
आनंदाचा काला गोपालकाला केला । हृदयीं बिंबला नरहरी ।।

پنڈھرپور یاترا میں بیوپار

پنڈھرپور یاترا میں کُرمرے، مصری، بتاشا، کُم کُم اور ہلدی کا خوب بیوپار ہوتا ہے۔ یہ چیزیں بطور پرساد گھر لے جانے کے لئے ہر یاتری خریدتا ہے۔ پوجا کی خاص چیزیں مثلاً چندن کھوڑ، گوپی چندن اور صندل کی ڈنڈیاں وغیرہ بھی بڑی مقدار میں بکتی ہیں پکھواج، چپلیا اور چھوٹے بڑے مجیرے وغیرہ جیسے آلاتِ موسیقی بھی فروخت ہوتے ہیں۔ بہت سے یاتری تلسی مالا بھی خریدتے ہیں۔ دھاتی برتنوں میں پیتل کے برتن سب سے زیادہ بکتے ہیں۔ بھگوان وٹھوبا اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی چھوٹی مورتیاں بھی بکتی ہیں۔ کپڑے لتے میں خاص طور پر گھونگڈیاں زیادہ بکتی ہیں پنڈھرپور میں ہونے والے دو بڑے میلوں کے موقع پر ہر ایک میں دو دو لاکھ روپے کی گھونگڈیاں بک جاتی ہیں۔ گھونگڈیوں کی سالانہ فروخت تقریباً ۵۰ لاکھ روپے ہے۔

چندر بھاگ ندی کے پوتر پانی میں
اشنان کرنے کے بعد
یاتری مندر کے درشن کے لئے جاتے ہیں۔

بعدازاں سنت ایکناتھ، سنت تکارام اور سنت نلوبا جیسے سنتوں نے وارکری سامپردائے کو مقبولیت اور تقویت بخشی۔

سات پیڑھیوں سے سنت تکارام کے خاندان کا رشتہ وارکری سامپردائے سے قائم تھا۔ انھوں نے اپنے ایک ابھنگ میں پنڈھرپور کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے :-

चला पंढरीसी जाऊ । रखुमादेवी वरा पाहू ।
डोळे निवतील कान । मना तेथे समाधान ।।
संत महंत होतील भेटी ! आनंदे नाचे वाळवंटी ।।
ते तीर्थांचे माहेर । सर्व सुखाचे भांडार ।।
जन्म नाही रे आणिक । तुका म्हणे माझी भाक ।

یہ سنت اور ان کے پیرو وارکری انیسویں صدی تک سنت گیانیشور کے

جُلکا پہن کر الگ الگ ناٹکوں میں پنڈھرپور کے میلے میں شریک ہوتے رہے۔ بعدازاں ہیبت راؤ بابا نے اس میلے میں جدّت پیدا کی۔

ہیبت راؤ بابا :

ہیبت راؤ بابا، ضلع ستارا کے مقام ارپھل کے باسی تھے۔ وہ گوالیار کے سندھیے مہاراج کے خادم اور ان کے دربار میں اونچے عہدہ پر فائز تھے۔ ایک دفعہ اپنے وطن جاتے ہوئے راستہ میں کچھ ڈاکوؤں نے انھیں پکڑ کر مارا پیٹا اور اس کے بعد انھیں قید کر لیا۔ انھوں نے دل سے سنت گیانیشور کو یاد کیا اور وہاں سے بچ نکلے۔ وہ وہاں سے سیدھے ضلع پونے میں واقع پوتر استھان آلندی پہنچے جہاں سنت گیانیشور کی سمادھی ہے۔ پھر انھوں نے پالکی میں سنت گیانیشور

شرکا پنڈھرپور لے جانے کی شروعات کی۔ انھوں نے جلوس کے لئے قاعدے بھی بنائے۔ اس کام میں ان کے دوست کھانڈوجی بابا نے ان کی بڑی مدد کی۔ بعدازاں کھانڈوجی بابا کے دوست شِنڈگے بابا نے بھی پالکی کی مہانتا بڑھانے میں ان کی اعانت کی۔

ماضی میں ضلع ستارا کے مقام اوندھ کے راجہ صاحب سنت گیانیشور کی پالکی کے لئے ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ مہیا کرتے تھے۔ اس زمانے کے حکمران اور پیشوا اس کے لئے روپیہ دیتے تھے۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی بھی اس کے اخراجات اٹھایا کرتی تھی۔

۱۸۵۲ء میں پنچ کمیٹی قائم ہوئی اور اس نے پالکی کے انتظام و انصرام کی دیکھ بھال شروع کی۔ ہیبت راؤ بابا کے ایک رئیس سردار شتولے نے جو ضلع بلگام کے مقام آنکالی کے باسی تھے، پالکی کے لئے گھوڑے، بیل گاڑیاں اور خیمے وغیرہ بھیجنا شروع کئے۔ انھوں نے راہ میں رکنے کے مقامات پر 'توبدیہ' کے لئے انتظامات بھی کئے، یہ انتظام آج بھی جاری ہے۔ اس طرح ہیبت راؤ نے اس واری کی شان بڑھائی۔

پرستھان دن : پنڈھرپور واری ہر سال آٹھ جیشٹھ وادھیہ سے شروع ہوتی ہے۔ یہ پرستھان دن ہے جبکہ سنت گیانیشور پنڈھرپور روانہ ہوئے تھے۔ واری کا پورا پروگرام بڑے قاعدے اور سلیقے سے انجام پاتا ہے۔ کوئی پرچار، اشتہار اور دعوت نامہ جاری نہیں کیا جاتا۔ پرستھان دن، پنڈھرپور تک کا راستہ، رکنے کے مقامات، انتظام و انصرام اور سہولتیں سب کچھ پہلے سے

ونی طے ہوتا ہے۔ ہر وارکری اس سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اس بندوبست
ں کبھی ذرّہ برابر فرق نہیں پڑتا۔

پرستھان دن سے چار پانچ دن قبل سنت گیانیشور کی پالکی کے ساتھ جانے
کے خواہشمند جوشیلے وارکری آلندی آجاتے ہیں۔ کیسری پٹکے، مردنگ، جھلیہ
درمیہا باجہ تاشہ کے ساتھ بھجن اور شام کیرتن۔ "گیان دیو" "تکا رام" وغیرہ کی جے گھوش سے واری کے موقع پر ایک روح پرور سماں بندھ
جاتا ہے۔ یہ وارکری داہنے ہاتھ میں کیسری جھنڈا (भागवी पताका) بائیں ہاتھ
ں جھلیہ لئے گیانیشوری اٹھائے اور "رام کرشن ہری" شری گیانوبا تکارام پکارتے
تاری میں جمع ہوتے ہیں۔ انھیں بارش، کال اور کسی ناگہانی آفت کی کوئی پرواہ
نہیں ہوتی۔ یہ مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ دور دراز مقامات مثلاً مدراس، بڑودہ، احمد آباد
بنگلور اور اندور وغیرہ سے بھی آتے ہیں۔ تلسی مالا اور کھانے کی بادشی، یہی وارکری
کے ساتھ سر و سامان ہوتا ہے۔ عورتیں بھی پیتل کے برتن، تلسی کے پودے اور کیسری
جھنڈے لئے ہوئے آلندی میں جمع ہوتی ہیں۔

پرستھان کا پروگرام شام کو ۴ بجے شروع ہوتا ہے۔ تمام ڈنڈی یہ دار اپنے
ملوں کے ساتھ حاضر رہتے ہیں۔ گیانیشور مہاراج کی روپہلی پڈکا بڑے ادب
احترام کے ساتھ سمادھی سے ہٹائی جاتی ہے اور سبھا منڈپ میں لاکر سجی
لکی میں رکھی جاتی ہے۔ بعد ازاں سنستھان کے پنچ اس پدوکا کی پوجا کرتے
ں اور آرتی اتارتے ہیں۔ ڈنڈی پر مکھوں اور پنڈھرپور کے بڈوے وغیرہ کو
رھائی دی جاتی ہے اور انھیں ناریل، پرساد اور پگوٹے وغیرہ پیش کئے جاتے
ں۔ "گیانوبا تکارام" جے گھوش پکار کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا۔

بعد ازاں شنولے کی خادم ٹولی آتی ہے۔ دو گھوڑے آتے ہیں، پہلے پر زری شکہ
نشان (اعزازی پرچم) لئے ایک سوار ہوتا ہے اور دوسرا گھوڑا ہمیشہ بغیر سوار
ہے۔ یہ دستور اس لئے ہے کہ گیانیشور مہاراج اسی گھوڑے پر سوار ہوتے تھے۔ کچھ وارکری
ں گھوڑے کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ اس کی آرتی اتارتے ہیں، اُسے مٹھائی کھلاتے ہیں
سے گلے لگاتے ہیں اور کچھ احتراماً اس کے سامنے جھکتے ہیں۔ یہ واقعی اچنبھے کی بات
ہے کہ اس ساری ہل چل کے دوران یہ گھوڑا کسی رشی کے سمان 'مون' کھڑا رہتا ہے
پنڈھرپور کے راستے میں یہ گھوڑا پالکی کے گرد 'پرادکشنا' کرکے اس کے سامنے چلتا
ہے اور تال پر رقص کرتا ہے۔ وارکری اس پوتر گھوڑے کے سامنے جھک کر اُسے پرنام
کرتے ہیں جسے 'رنگن' (रिंगण) کہتے ہیں۔

مندر کے اندر 'پرادکشنا' کے بعد پالکی 'مہادوار' (بڑے پھاٹک) سے باہر
نکلتی ہے۔ اس کے ہمراہ شاہی سج دھج میں سجی چوریہ، کارچوبی آبدگیری، سنہری چھتر
روپہلی کاٹھی، بھالدار، چوبدار اور کارندے وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر کم از کم دس ہزار
وارکری آگے پیچھے حاضر ہوتے ہیں۔

وڈالہ میں وٹھوبا میلہ

وڈالہ، ممبئی میں 'وٹھوبا میلہ' ۱۰ تا ۱۲ اساڑھ۔ سود منایا جاتا ہے،
میلہ کا خاص دن ۱۱ اساڑھ۔ سود (ایکادشی دن) ہے۔

کہا جاتا ہے کہ وارکری سامپردایہ کے ایک گرو اور وٹھوبا کے عقیدت
مند تقریباً ۱۶۵ سال قبل اس مقام پر رہتے تھے جہاں مندر ہے
وہ بڑی باقاعدگی سے اساڑھ کے مہینے میں پنڈھرپور جاتے تھے۔ ایک
مرتبہ پنڈھرپور کی یاترا کے وقت انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ اپنی
ضعیفی کی وجہ سے اگلے سال اپنے ساتھیوں کے ساتھ پنڈھرپور
نہ جا سکیں گے۔

ایک چیلے نے گرو سے کہا کہ آپ وٹھوبا کے عقیدت مند ہیں۔
آپ ان سے پرارتھنا کیجئے کہ وہ ممبئی آجائیں۔ گرو نے فرمایا کہ "ہماری
اچھا بھی یہی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ وٹھوبا جی کی مرضی پر منحصر ہے۔"

اسی سال گرو اور چیلے حسب معمول جلوس کے ساتھ پالکی پنڈھرپور
لے گئے۔ چندر بھاگ ندی میں اسنان کرتے وقت وہ یہ دیکھ کر
حیران رہ گئے کہ ایک چیلے کو وٹھوبا کی مورتی ملی ہے۔

گرو اور اُن کے چیلے بہت خوش ہوئے اور مورتی کو ممبئی لے آئے۔
انھوں نے یہ مورتی ۱۳ جیٹھ۔ سود کو گرو کی کٹیا میں بٹھا دی۔ آئندہ
سال سے وارکری سامپردایہ کے پیرؤں نے پالکی پنڈھرپور لے جانا
موقوف کردیا اور یہیں وٹھوبا میلہ بھرنے لگا۔

مختلف ڈنڈیاں: مختلف ڈنڈیاں حسب مراتب کوچ کرتی ہیں۔ پالکی کے
سامنے کے رخ پر رہنے والی ڈنڈیوں میں آلند نگر کی مہان ڈنڈی سب سے آگے رہتی ہے
یہ آلند نگر، لمراج، کیسکر، ہیبت راؤ بابا اور شنولے کے نام پر بانٹ دی جاتی ہیں اور
ان کے بعد کھانڈوجی بابا۔ راجورکر، شیڈگے۔ شیڈگے پنچ منڈلی، جلگاؤنکر، کیسکر،
دادا دگڈے، گووندراؤ بھوئی، بھگوت بواکراڈکر، سوہن کاکا کراڈکر، مارونی بواکراڈکر
بالو بامبت ہتیوالکر، موہیلے، نااندیکر۔ وانے والے، نکم، چکانکر، مالی، مورکر، ردکا
دوبہ دادا، ستارکر، ڈرگاؤنکر اور دودھیکر نامی ڈنڈیاں آتی ہیں۔

پالکی کے پیچھے چلنے والی ڈنڈیوں میں کھالدکر کی مہان ڈنڈی مقدم رہتی ہے۔ اس
کے پیچھے ۲۲ ڈنڈیاں چلتی ہیں جو یہ ہیں:

تمبورکر، کھالوداس، تمبورکر، کھالیکر، وٹھوبا کھالیکر، گردجی بوا، اجریکر، دھور
لکر، شمسو دھورلکر، بالوتائی، گوریکر، گونڈی گوریکر، امراؤتیکر، واٹ مورکر، ٹھاکر بوا،

سواس مندر میں اس ستون (استھمب) کے
سہارے بیٹھ کر سنت گیانیشور مہاراج نے گیانیشوری
لکھوائی تھی ستون کے اوپر وٹھوبا۔ رکھما مائی کی مورتی
نظر آرہی ہے

****

بھنڈجی بوا، چیجر دھرکر، گھاڈگے بوا، ڈھونڈ دینت دادا، رام بھاؤ موٹے، رام بھاؤ کانیکر اور ستارکر۔

نئی ڈنڈیاں بھی لی جا سکتی ہیں جن کا مقام پنچ طے کرتے ہیں

بعد ازاں پالکی ہیبت راؤ بیری سے اُتر کر دیول واڑہ پر ٹھہرتی ہے جہاں آرتی اتاری جاتی ہے اور پرساد تقسیم کیا جاتا ہے۔

اگلے دن (یعنی ۹ جیسٹھ ودھیہ) پوجا اور آرتی کے بعد پالکی پھر اپنے سفر پر روانہ ہوتی ہے آگے چل کر آلندی سے ۱ کلومیٹر دور ایک چھوٹی سی ندی کلس کے کنارے ٹھہرتی ہے۔

پونے میں خیر مقدم :

شام کے وقت یہ پالکی پونے پہنچتی ہے۔ جہاں بگل باجہ کے ساتھ اس کا استقبال کیا جاتا ہے۔ مختلف بھجن منڈلیوں سمیت پونے کے میئر، اور پونے لوسٹی کے وائس تھوڑی رات

چانسلر وغیرہ پونے کے پھاٹک پر پالکی کا سواگت کرتے ہیں۔

پونے کے پُرجوش پجاری پالکی کے ہمراہ مذہبی گیت اور ہری نام گاتے بھوانی پیٹھ میں واقع وٹھوبا مندر جاتے ہیں۔ بعد ازاں ایکادشی کے دن پالکی سسواد روانہ ہوتی ہے۔ سسواد سے یہ جیجوری، ولھے، لونند، تراڈ گاؤں، پھالٹن، براڈ ماٹے پیٹھے، ملسیرس، بیلاپور اور شیگاؤں سے ہوتے ہوئے پنڈھرپور کے قریب واکھری پہنچتی ہے۔ تکارام مہاراج کی پالکی جودیہو سے روانہ ہوتی ہے۔ پونے میں گیانیشور مہاراج کی پالکی سے مل جاتی ہے اور پھر دونوں پالکیاں ایک ساتھ سسواد جاتی ہیں لیکن بعد میں تکارام مہاراج کی پالکی الگ راستہ پر چلتی ہے اور پھر واکھری پر گیانیشور مہاراج کی پالکی کے ساتھ دوبارہ مل جاتی ہے۔

اہم پالکیاں :

اساڑھی میلہ کے دوران زیادہ تر وارکری پالکی جلوس کے ہمراہ پنڈھرپور جاتے ہیں۔ مختلف سنتوں کی پالکیوں کے کارواں اساڑھی میلہ کے دوران پنڈھرپور پہنچتے رہتے ہیں۔ مختلف مقامات سے ۱۰۸ سے زیادہ پالکیاں آتی ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم موضع آلندی (ضلع پونے) سے آنے والی سنت گیانیشور کی پالکی ہے۔ پنڈھرپور آنے والے اہم پالکی جلوس کے نام حسب ذیل ہیں :

(۱) سنت گیانیشور، آلندی ضلع پونے (۲) سنت نورتی ناتھ، ترمبکیشور ضلع ناسک (۳) سنت سوپن کاکا، سسواد، ضلع پونے (۴) سنت مکتہ بائی، عدل آباد، ضلع جلگاؤں (۵) سنت ایکناتھ، پیٹھن، ضلع اورنگ آباد (۶) سنت تکارام، دیہو، ضلع پونے (۷) سنت نلوبا راج، پمپلنیر، ضلع احمد نگر (۸) سنت جناردھن سوامی، ضلع اورنگ آباد (۹) سنت مکتہ بائی (رام) جلگاؤں (۱۰) سنت رام داس سوامی، سجن گڈھ ضلع ستارا۔

۱۰ اساڑھ نشودکو شام ہونے سے قبل تمام پالکیاں واکھری نامی گاؤں میں

ریاست میں میلے ہی میلے

ریاست مہاراشٹر میں بڑے چھوٹے ۲۵۲۲،۱۱ میلے منائے جاتے ہیں۔ سب سے چھوٹا میلہ ضلع اورنگ آباد کے کوٹے گاؤں میں بھرتا ہے۔ سب سے بڑا میلہ ضلع ناسک میں ترمبکیشور میں ہوتا ہے جس میں اندازاً پانچ لاکھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ پنڈھرپور میلہ میں عموماً تقریباً ۳ لاکھ یاتری اکٹھے ہوتے ہیں۔

سنت گیانیشور کی "پالکی"۔ مختلف مقامات سے ایک سو آٹھ سے زیادہ پالکیاں،
پنڈھرپور آتی ہیں جن میں سنت گیانیشور کی یہ پالکی سب سے مہان ہے۔

...د انجمنیں اور سماجی کارکن وغیرہ پنڈھرپور جانے والے وارکریوں کو دھنکا
...ور کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔

دیہو سے چلنے والی سنت تکارام مہاراج کی پالکی بھی ایک اہم پالکی سمجھی
جاتی ہے

راستے میں جگہ جگہ پرستار اس پر عقیدت کے پھول
نچھاور کرتے ہیں۔

مردنگ، دبنا
اور مجیرے کی دُھن پر
بھجن گاتے ہوئے
وارکریوں کی
'ڈِنڈی'

اشاڑھی میلہ پنڈھرپور کی جھلکیاں

گلے میں تلسی مالا
ہاتھ میں
بھگوی پتاکا
(کیسری پرچم)
اور کاندھے پر
بدشی (جھولی) ڈالے،
ایک وارکری

وارکری
وٹھوبا۔ رُکما بائی مندر
کے درشن سے پہلے
چندربھاگ ندی کے پوتر
پانی میں اشنان کرنا
ضروری سمجھتے ہیں۔

سنت تکارام اور سنت گیانیشور کے سُبک گھوڑے، وارکری بڑی عقیدت کے ساتھ ان گھوڑوں کی پُوجا کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے ہی گھوڑوں پر دونوں سنت سواری کرتے تھے۔

پنڈھرپور میں وٹھوبا اور رُکھمابائی کی مورتی جو ایک بڑا پوتر تیرتھ استھان ہے۔

یاتری خواتین 'ڈنڈی' کے ساتھ پنڈھرپور جا رہی ہیں۔

چندربھاگ ندی کے کنارے، مندروں کا دلکش
جھرمٹ، جن میں پنڈھرپور کا مشہور وٹھوبا مندر
بھی نظر آرہا ہے۔ یہاں مہاراشٹر ہی سے نہیں بلکہ
دیس بھر سے آنے والے لاکھوں یاتریوں کا بے پناہ
ہجوم ہوتا ہے

یاتریوں کی 'ڈنڈی' (جلوس) بھجن کیرتن گاتے
ہوئے، سوئے پنڈھرپور رواں۔

چندربھاگ ندی میں اسنان کرکے یاتری
بھجن گاتے ہوئے وٹھوبا، ماؤلی، کے درشن
کرنے جاتے ہیں۔

***

ایکادشی دن پر
بھجن اور
ہری نام
الاپتے ہوئے
خواتین

***

جمع ہوتی ہیں جو پنڈھر پور سے تقریباً ۵ کلومیٹر پرے ہے۔ پالکی میں ایک روپہلی تختی پر بنے سنتوں کے 'پادوکا'، یعنی نقشِ پا رکھے ہوتے ہیں ہر پالکی کے جلوس کا راستہ اور ٹھہرنے کے مقامات معین ہوتے ہیں۔ جلوس کے ہمراہ یاتری پیدل چلتے ہیں۔ واکھری میں شام کے وقت مہاپوجا کے ساتھ سنتوں کے نقشِ پا کی پوجا کی جاتی ہے۔ دشمی (یعنی ۱۰ را شاڑھ۔ سود) کے دن سنت نام دیو کی پالکی پنڈھر پور سے روانہ ہوتی ہے اور دوسری پالکیوں سے مل جاتی ہے۔

ایکادشی دِن:

ایکادشی کے دن صبح ۴ بجے سے ۶ بجے تک سرکاری پوجا پوری ہونے کے بعد یاتریوں کو مورتیوں کے درشن کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ صبح کے وقت جلوس میں شامل تمام پالکیاں مندر کے گرد گھومتی ہیں۔ دوپہر کو تقریباً ۱۲ بجے بھگوان وٹھوبا اور دیوی رکمنی اور راہی کی مورتیاں لے کر رتھ جلوس روانہ ہوتا ہے۔ گاڑی پر ایک چوکور کمرے کے وسط میں لکڑی کے چھوٹے سے طاق پر وٹھل، راہی اور رکمنی کی مورتیاں رکھی ہوتی ہیں جو پانچ دھاتوں سے بنائی جاتی ہیں۔

ایکادشی کی صبح مہاپوجا اور 'ابھشیک' کے ساتھ تینوں مورتیوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ پوجا کے دوران سبھا منڈپ میں کیرتن اور بھجن منعقد ہوتے ہیں۔ ان مورتیوں کی دوبارہ یعنی مورتیاں رتھ میں رکھنے کے بعد اور پھر پوتر چکر لگانے کے بعد آرتی اتاری جاتی ہے۔ پورن ماشی کے دن شاندار ڈنڈی جلوس نکالا جاتا ہے۔ یہ دس گیارہ بجے سے پہلے گوپال پور پہنچ جاتا ہے جہاں تمام ڈنڈیاں اکٹھا ہوتی ہیں اور دہی ہنڈی پھوڑنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اسے 'کالا' تہوار کہتے ہیں۔ ہر ڈنڈی کی الگ دہی ہنڈی ہوتی ہے۔ یہ ہنڈی مٹی کی ہوتی ہے جس میں دہی اور نیلے جوار کا کھیل بھرا ہوتا ہے۔ یہ مٹی کی ہنڈی پوتر جھنڈے کے ڈنڈے سے پھوڑی جاتی ہے۔ یہ 'کالا' تہوار ہر ڈنڈی الگ الگ گوپال کرشن مندر، گوپال پور میں مناتی ہے۔

'کالا' تہوار ایک اور دن یعنی ماہ کے تاریک نصف کے پہلے دن مندر کے مہا منڈپ میں بھی منایا جاتا ہے۔ یہ مقامی طور پر سنت نام دیو کے نام پر 'نام دیو کالا' کہا جاتا ہے۔

مورتیوں کے درشن کے بعد یاتری عموماً چوبھلہ سے قصبہ کی پوتر یاترا شروع کرتے ہیں۔ وہ مقررہ راستے سے ندی کی تلیٹی پر جاتے ہیں۔ اس یاترا کے دوران وہ ہر ایک سمادھی یا مورتی وغیرہ کا درشن کرتے ہیں۔ وہ پوتر پانی میں اپنے ہاتھ پاؤں دھوتے ہیں اور تیرتھ بطور پانی لیتے ہیں۔ دن چھپنے کے بعد یاتری سوتے نہیں۔ وہ کیرتن اور بھجن وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اگر ندی پر پانی چڑھا نہ ہو تو اس کے ریتلے ساحل

برہی کیرتن منعقد ہوتی ہے۔ بصورتِ دیگر یہ 'مٹھ' میں ہوتی ہے۔ اس وقت وارکری بھکتوں کا عام جلوہ نظر آتا ہے۔

اختتامی تقریب:

سنت گیانیشور مہاراج کی پالکی اساڑھی پورنیما کے دن روانہ ہوتی ہے اور ۱۰ر اشاڑھ ودھیہ کو آلندی واپس ہوتی ہے۔ اساڑھ ودھیہ ایکادشی پر اس کے اعزاز میں ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ اس طرح یہ بے مثال مذہبی تقریب اختتام پذیر ہوتی ہے اور وارکری اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور پھر روزمرہ کے کاموں پر لگ جاتے ہیں۔

تلخیص۔ عبدالوحید خاں
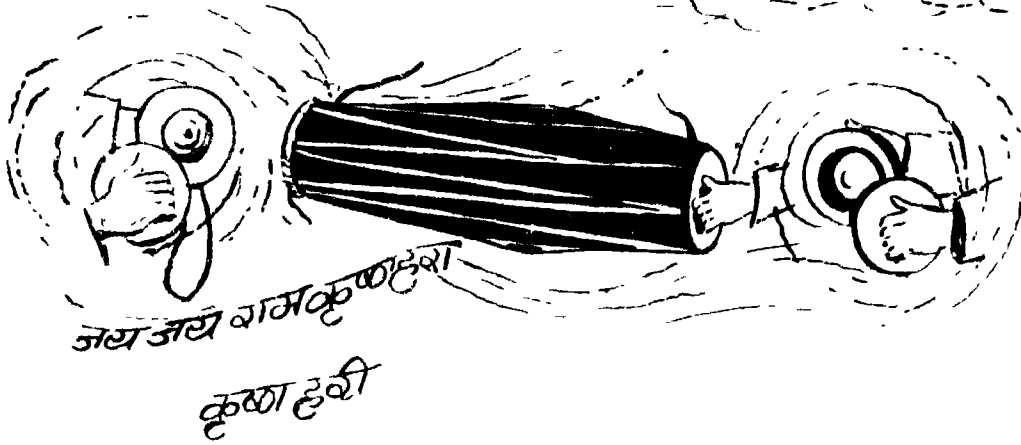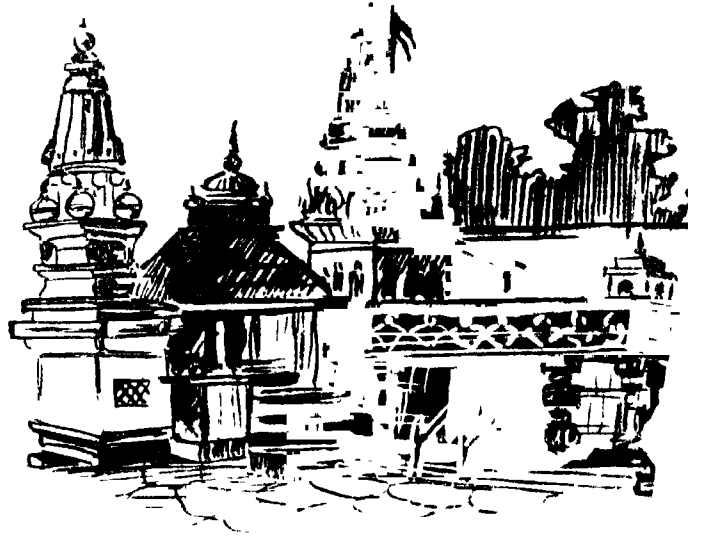
پنڈھرپور میلے کے موقع پر
ہزارہا یاتریوں کی خاطر
مہاراشٹر اسٹیٹ
روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن
کی جانب سے
بسوں کا خاص بندوبست۔

ترکِ دنیا کیوں

• کالیداس گپتا رضا

["اس نظم کا مرکزی خیال سنت گیا نیشور کی مشہور کتاب "گیا نیشوری" سے لیا گیا ہے. سنت گیا نیشور اپنے باپ وٹھوبا کو جو ترکِ دنیا کر کے بن کو سدھار گیا ہے، واپس اپنے شہر لانے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ قیل و قال کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں."]

یشور:

کِس لیئے بزمِ جہاں کو چھوڑ کر
آپ نے بن کو بنایا مستقر

با:

قلب کی تسکین و راحت کے لیئے
بن ہی موزوں ہے عبادت کے لیئے
شہر میں اذکار کا ہے اژدہام!
ذات و دنیا سے لوگوں کو ہے کام
قدرتی پھولوں سے وہ بیزار ہیں
پھول سونے کے انھیں درکار ہیں
میں مگر طبعی چمن پر ہوں فدا
میں نے بن میں اس لئے ڈیرا کیا

شور:

جو کرے تفریقِ زہر و انگبیں
فنا فی اللہ ہو سکتا نہیں
شہر و صحرا میں کرے جو امتیاز
اُس پہ کیا ہو گا درِ اللہ باز
جسم و جاں کو لے جائیں کہیں
کیا ملے گا دل جو قابو میں نہیں
ڈال لیں پردہ کہ آنکھیں موند لیں
ایک ہے انجام جو چاہیں کریں
جس طرح اِن بجھنے شعلے کی بھڑک
بن نہیں سکتی ہے بجلی کی کڑک
اُڑتا پھرتا جیسے کہرے کا دھواں
بن نہیں سکتا کبھی ابرِ رواں
جس طرح اک عاملِ خبث و بدی
آرزو رکھے مآلِ نیک کی!
جس طرح پتوں میں پنہاں پھول ہے
باغباں کی جا نہیں سکتی نظر

اس طرح تارکِ دوئی کا شیفتہ
ہو نہیں سکتا حبیبِ کبریا!

وٹھوبا:

دل نہ جب تک فکر سے آزاد ہو
کِس طرح وہ بندگی سے شاد ہو
محفلِ دنیا کے ہیں جب تک قریں
ہم دُوئی دل سے مٹا سکتے نہیں
ہے اگر شوقِ وصالِ کبریا
بڑھ کے جنگل سے نہیں کوئی جگہ

گیا نیشور:

محض اپنے نفس کی پہچان ہی
ہے خدائے بحر و بر سے آگہی

وٹھوبا:

اپنے مُرشد کی مدد سے بہر ...
نفس کو انساں اگر پہچان لے
محوِ لُطفِ نفس رہنے کے لیئے
لازمی ہے وہ کسی بن میں رہے
اس لیئے لازم ہے دنیا چھوڑنا
زندگی سے بھاگنا منہ موڑنا!

گیا نیشور:

جن کو دنیا کا خدا کا گیان ہے
حق و باطل کا جنھیں عرفان ہے
جانتے ہیں وہ کہ دنیا چھوڑ کر
ہو نہیں سکتے 'انا' سے بے خبر
خار نوک اپنی چھپا سکتا نہیں
دل کا "میں" پر ناز جا سکتا نہیں
شہر و صحرا پر نہ جھگڑا کیجیے
بندگی پر دل کو یکا کیجیے

وٹھوبا: مِل کے حق میں ہو چکے جو ایک ذات
گھر میں رہ کر اُن کی کب بنتی ہے بات
خواب میں بھی وہ نہیں کرتے خیال
ہو انھیں مجبوریٔ آل و عیال

گیا نیشور:

شوکتِ ایوانِ حق کچھ اور ہے
عالمِ عرفانِ حق کچھ اور ہے
اہلِ دل پردے میں رہ سکتے نہیں
وہ دوئی کی بات کہہ سکتے نہیں
نفرت و غصہ نہیں ان کا جہاں
امتیازِ این و آں ان کو کہاں
کام تجھنے سے جو ہوں ہم نیک نام
ہے ریاضت بھی تو اک سرگرم کام
آپ فکرِ ترکِ دنیا چھوڑ دیں
امتیازِ شہر و صحرا چھوڑ دیں
آپ کیوں رنگِ دوئی پر ہیں فدا
عارفوں کو جہل سے کیا واسطا
پا لیا ہے ہم نے جب عرفانِ حق
چھین لے گا کون اب عرفانِ حق
لعل مخزن میں ہے یا زیرِ زمیں
اپنی قیمت کو کبھی کھوتا نہیں
پھول صحرا میں ہے یا گلشن میں ہے
پھول کی بو پھول کے دامن میں ہے
دھوپ مٹی پر پڑے یا برف پر
اس میں رہتی ہے تجلی جلوہ گر
ندیوں کو گو کناروں سے ہے کام
بحر سے بھی ربط ہے ان کو مدام
ہر کہیں ہے قادرِ مطلق کا گھر
کون پھر ہم جائیں یہ گھر چھوڑ کر

☆ سنبھاجی راؤ پٹنے

ستارہ

مہاراشٹر کے شہروں میں ستارہ اپنی تاریخی حیثیت سے کافی شہرت رکھتا ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ مختلف دور میں مختلف رہی ہے جو کافی دلچسپ ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ "ستارہ" نام سطح مرتفع "ست دارا" جو ستارہ قلعہ کے جنوب میں ارموڈی ندی کے کنارے واقع ہے اسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وقت جب لوگوں نے مہادہ کے قریب سطح مرتفع "دارا" میں بود و باش اختیار کی اسی وقت سے "ستارہ" نام پڑ گیا۔

قدیمی حالات سے ایسا بھی پتہ چلتا ہے کہ "ستارہ" نام فارسی زبان کے لفظ "ستارہ" سے اخذ کیا گیا ہے۔ تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ستارہ کی قدیمی سطح مرتفع "ست" مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی دریافت کی جا چکی تھی۔ راجواڑے کی لغت میں بھی یہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ "ستارہ" فارسی لفظ ہے جو مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے رکھا گیا ہو۔

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ "سپت تارہ" ہی سے ستارہ بنا ہو تاریخ کے اوراق سے اس خیال کو پختگی حاصل ہوتی ہے کہ زمانہ قدیم میں "اجنکیہ تارا" کو "سپترشی" قلعہ کہا جاتا تھا۔ مراٹھا تاریخ میں سپترشی کے مندروں کا تذکرہ پایا جاتا ہے جو اس قلعہ میں ہیں۔ گذرتے ہوئے زمانہ کے ساتھ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ "سپترشی" "ستارہ" کہلانے لگا۔

لفظ "ستارا" شمال۔ مشرق سمت ظاہر کرتا ہے۔ ۱۱۹۰ء میں کولھاپور کے شلاہر خاندان کے بھوج راج دوم نے ستارہ کا قلعہ تعمیر کیا۔ بھوج راج کا صدر مقام پنہالگڈھ تھا۔ قدیم "ساترا" دیہات اس صدر مقام کے شمال۔ مشرق میں آباد تھا۔ اسی وجہ سے یہ "ستارہ" کہلایا۔

ایک اور وجہ تسمیہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جب اورنگ زیب کے لڑکے اعظم شاہ نے قلعہ ستارہ کا محاصرہ کیا اس وقت سے یہ نام پڑا۔ اس قلعے کے چونکہ سترہ دروازے اور برج تھے اس لئے "ستارہ" نام پڑنے کی یہ بھی ایک وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

دربار ہال کے سامنے کا حصہ جو قدیم فن تعمیر کا بے مثال نمونہ ہے
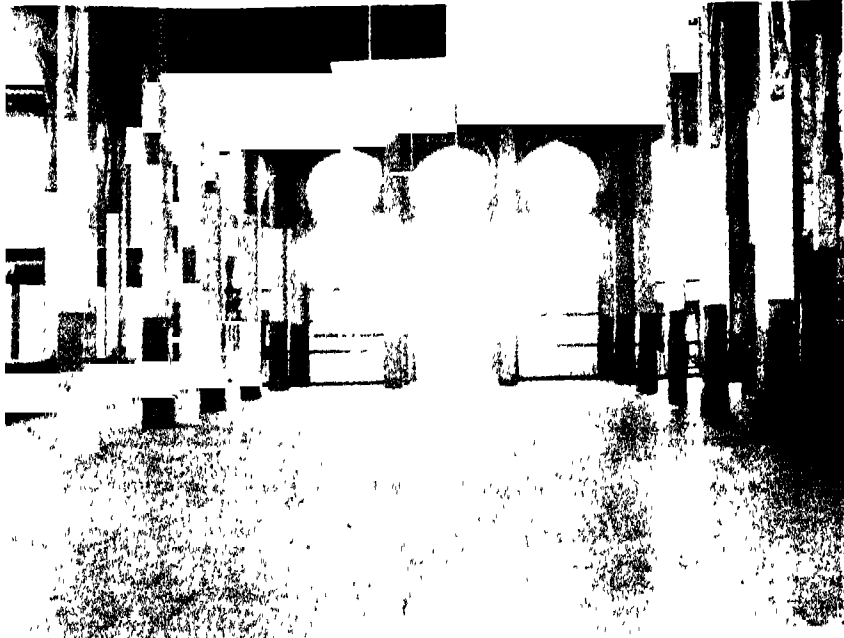
دو سو سال قبل مسیح کے تاریخی حالات سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ ستارہ کی سماجی اور مذہبی زندگی پر بدھ مت کا بہت اثر تھا۔ اس حقیقت کا شیوا کے پہاڑوں میں بدھ کی غاروں نے تقویت پہنچائی ہے۔

تیسری سے تیرھویں صدی تک مختلف خاندانوں نے یہاں پر حکومت کی جس میں راشٹر کوٹہ، سندھانی، شیلا ہرا اور یادو شامل ہیں جو جون میں دیوگیری کے یادو راجانے شیلا ہرا راجاؤں پر حملہ کر کے ستارہ کو فتح کر لیا۔ بعد ازاں یادو خاندان کے بعد یہاں بہمنی راجا قابض رہے جنہوں نے ۱۳۴۷ء سے ۱۴۹۸ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد عادل شاہ کی حکومت ۱۶۵۹ء تک قائم رہی۔ عادل شاہ نے ستارہ کا قلعہ فتح کیا تب اسے "حق بہن" کا نام دیا۔ چاند بی بی جب گرفتار ہوئیں تو انھیں ۱۵۷۹ء میں اسی قلعہ میں قید رکھا گیا تھا۔

نامور گھورپڑے

۱۶۲۷ء میں شاہ جی راجے سلطنت عادل شاہ کی خدمات انجام دیتے ... مودھوجی اور باجاجی نمبالکر کی جیل سے آزادی شاہ جی راجے کی مرہون ... ہے۔ اسی کے نتیجے میں بلسٹن کی جاگیر کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۶۴۰ء میں ... جی کی بہن سائی بائی کی شادی چھترپتی شیواجی سے ہوئی۔ گھورپڑے خاندان نے چھترپتی شیواجی کی تحریک سوراجیہ کی دل ... سے موافقت کی۔ نندگاؤں اور تسگاؤں کے موجودہ گھورپڑے ... خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بحیثیت "دیشمکھ" اور "پاٹل" ان لوگوں نے شاہو مہاراج سے اپنا تعلق رکھا۔ ضلع پریشد کے موجودہ صدر شری بالوراؤ گھورپڑے اسی نامور خاندان کے فرد ہیں۔ کسان دیر کے ساتھ تحریک آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بھی بھگت چکے ہیں۔

شیواجی مہاراج نے ۱۶۷۳ء میں پارلی اور ستارہ کے قلعے فتح کر لئے۔ پارلی کے قلعے میں سوامی رام داس رہا کرتے تھے۔ جو سجن گڈھ بھی کہلاتا ہے۔ شیواجی مہاراج کی وفات کے بعد اورنگ زیب نے ستارہ کے قلعہ پر یلغار کی قلعے کے محافظ پریاگ جی پربھو نے مقابلہ کے لئے ایک بڑی فوج ترتیب دی لیکن سرنگ کے پھٹ جانے سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ اورنگ زیب نے قلعہ فتح کر لیا اس فتح کی یادگار کے سلسلے میں ایک برج تعمیر کیا گیا۔ یہ برج گرا نیچے میں ہے۔ اسی زمانے میں یہ قلعہ "اجنکیہ تارا" یعنی ناقابل تسخیر کہلایا۔

پرشورام پرا تنیدھی نے ۱۷۰۶ء میں قلعہ فتح کرنے کے لئے جنگ کا آغاز کیا۔ شاہو مہاراج کا ۱۷۰۸ء میں جشن تاجپوشی اسی قلعہ میں ہوا۔ بالاجی وشوناتھ جو ۱۷۱۴ء میں پیشوا بنے انھوں نے "یاسو بائی" شاہو مہاراج کی والدہ کو ۱۷۱۹ء میں اسی قلعہ میں لایا۔ شاہو مہاراج کے انتقال کے بعد راجا رام کے پوتے رام راجے کو گود لیا گیا۔ دوبارہ سب سے چھوٹا شاہو مہاراج دوم عرف ابا صاحب مہاراج گود لے لئے گئے جن کی حکومت ۱۸۰۸ء تک قائم رہی۔

پرتاپ سنگھ۔ راجارام اور شاہ جی عرف اپا صاحب ستارا شہر تعمیر کرنے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پرتاپ سنہہ صحیح معنوں میں شیواجی مہاراج کے ہونہار جانبازوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں کے باشندگان نے ان کی وفات کے بعد شہر کے وسط میں ان کا ایک مجسمہ تعمیر کروایا۔ وہ ہائی اسکول جس کی بنیاد انھوں نے ڈالی تھی اسے بھی ان کے نام سے منسوب کیا گیا۔

پرتاپ سنہہ مہاراج

پرتاپ سنہہ مہاراج کی پیدائش ۱۸ ر جنوری ۱۷۹۳ء کو ہوئی۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۲ مئی ۱۸۰۸ء میں آپ کی تخت نشینی ہوئی۔ اپنے مختصر سے دور میں پرتاپ سنہہ مہاراج نے شہر کی توسیع و ترقی کے بہت سے منصوبے بنائے۔ آپ نے "مہار دارا" اور یوائیشور کے قریب تالاب بنوائے پہلی مرتبہ ان تالابوں سے نل کے ذریعہ شہر میں پانی لایا گیا۔ آپ نے پرانا راجواڑہ اور دفتر بنوایا۔ جو آج کل ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولس کا دفتر کہلاتا ہے۔ اسی دفتر کے سامنے ایک جیل خانہ بھی بنوایا۔ اس کے علاوہ آپ نے بے شمار سڑکیں اور پل تعمیر کروائے۔ آپ ہی کی منشا کے مطابق ۱۱ میٹر چوڑی پیلیس اسٹریٹ تعمیر کی گئی جس کے دونوں طرف عمارتیں بنائی گئیں۔ پرتاپ گڈھ اور بھوانی پیٹھ کی تعمیر بھی آپ کے ہی دور میں ہوئی۔

عمارتیں جو اس عظیم حکمران نے تعمیر کرائیں اور جو آج بھی اس کی عظمت ظاہر کر رہی ہیں وہ ہیں منگلائی مندر، پرتاپ گڈھ پر بھوانی ماتا کے مندر کی مرمت، سجن گڈھ پر سوامی رام داس کا مندر، ستارہ مہابلیشور سڑک (براہ کیلگھر) اور مہابلیشور کا ملکوپیٹھ۔ پرتاپ سنہہ مہاراج عوام کی زندگی سے اس قدر وابستہ تھے کہ انھوں نے لڑکیوں کے لئے ایک اسکول تعمیر کرایا جہاں انگریزی سنسکرت اور فارسی پڑھائی جاتی تھی۔ یہ دور اندیش مفکر اور بہادر حکمران ۱۴ر اکتوبر ۱۸۴۷ء میں وفات پا گیا۔

پرتاپ سنہہ مہاراج کے بعد اپا صاحب مہاراج اور ان کے بعد ویانکوجی راجے (یہ بھی گود لئے گئے تھے) شہر کے حکمران رہے۔ ان کے بعد ان کے لڑکوں کا دور شروع ہوا۔ جن میں شیواجی مہاراج اور پرتاپ سنہہ مہاراج قابل ذکر ہیں۔ پرتاپ سنہہ مہاراج نے ۲۸ر مئی ۱۹۲۵ء کو شاہو مہاراج کو گود لیا۔ ۷ر مئی ۱۹۳۹ء میں شاہو مہاراج کی شادی دھارگی سمترا راجے سے ہوئی۔ ۱۹۵۰ء میں شاہو مہاراج کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے چار لڑکے تھے پرتاپ سنہہ مہاراج، 'وجے سنہہ' ابھیے سنہہ' اور شیواجی لڑکی صرف ایک تھی جس کا نام ساتو شیلا راجے ماتا سمترا راجے تھا۔ انھیں سماجی، مذہبی، تعلیمی اور ثقافتی کاموں سے بڑی دلچسپی تھی رعایا بھی آپ کی قدردان تھی۔

قومی راج

شہر ستارہ میں پوائی ناکہ پر چھترپتی شیواجی مہاراج کا شاندار مجسمہ

اپنی ماضی کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ستارہ نے ملک کی جنگ آزادی میں میں نمایاں کام انجام دیے۔

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس بمبئی میں قائم کی گئی جس کا پاکستی اجلاس ۱۹۰۰ء میں ستارہ میں منعقد ہوا۔ دادا صاحب کرندیکر، بلونت راؤ کولہٹکر اور رماؤ صاحب لیمئے نے کانگریس کے پرچار کے لئے دور دراز مقامات کا دورہ کیا۔ اسی شہر میں لوکمانیہ تلک، سوتنترا ویر ساورکر اور مہاتما گاندھی کے بے شمار عقیدتمند رہتے۔ ڈاکٹر 'دی' دی' اتھالے، کرشن راؤ کامبلے 'مہادیو ہنگے' جیسے محب وطن اس شہر میں تھے جنھوں نے اپنے آپ کو انقلابی تنظیموں سے منسلک کر رکھا تھا۔ ستارہ کے بیشمار نوجوان سبھاش چندر بوس کی آزاد ہند سینا میں بھرتی ہو گئے تھے۔ انا صاحب چرموے نے ہمیشہ سودیشی سامان کے استعمال کی تلقین کی۔ ۱۹۱۲ء میں کسانوں کی ایک کانفرنس اس شہر میں منعقد ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں مہارشی وٹھل راجی شندے کی چیئرمین شپ میں ستارہ میں پروونشل سوشل کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۱۹۴۲ء کی "ہندستان چھوڑ دو" تحریک میں بھاؤ صاحب سومن، شنکر راؤ ساٹھے، گنپت راؤ تپاسے نے حصہ لیا اور گرفتار ہوتے۔ ستارہ ضلع میں کرانتی سنہہ نانا پاٹل۔ یشونت راؤ چوہان، وسنت دادا پاٹل ا

ستارہ سے
دس کلو میٹر دُور
سجن گڑھ میں
سامرتھ رام داس سوامی
کی
سمادھی

جی. ڈی لاڈ' کاشی ناتھ دیشمکھ' بڑے ماسٹر کسن ویر
نح کاکا' پانڈورنگ بورائے' گوِند راؤ کھوٹ' بالو کچرے' سوامی رامانند
رتی' وغیرہ نے متوازی حکومت قائم کی. جو پتری سرکار کے نام سے جانی
انی گئی. تحریک آزادی میں ستارہ شہر پیش پیش رہا. زیر زمین کام
نے والے مجاہدوں کو عوام کا تعاون ملتا رہا. یکم جنوری ۱۹۴۵ء کو
ڈسٹرکٹ پولس اسٹیشن سے رائفلیں لوٹی گئیں ان دنوں ملک بھر میں تحریک
دی پُرجوش انداز میں جاری تھی جس میں ستارہ کا خاص مقام تھا.

گذشتہ ۳۰ برسوں میں ستارہ ضلع میں سیاسی تعلیمی اور سماجی طور پر کامیا
بیاں ہوئی ہیں. قومی تحریکوں مثلاً آزادی گوا' گرجولی تحریک' چین کا جارحانہ حملہ
پاک جنگ' اور بنگلہ دیش کی تحریک آزادی میں ستارہ نے اہم کردار ادا کیا ہے.

شہر میں داخل ہونے والا شخص پوائی ناکہ پر چھترپتی شیواجی مہاراج کے مجسمہ
عقیدت بھری نظروں سے دیکھتا ہے. چابھنتی پر مجاہدین آزادی کی یادگار اور
ہر باغ میں قائم کئے گئے ستون یہاں کے محبان وطن کی یاد تازہ کراتے ہیں.
۱۷۲۲ء میں آگ سے برباد ہو جانے والے رنگ محل کو جو شاہو باغ میں واقع
ہ دیکھ کر دل رنجیدہ ہو جاتا ہے." عدالت واڑہ" کو دیکھ کر جو راج ماتا کی
شش گاہ تھی' اس عدالت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو ۲۵۰ سال قبل یہاں
تھی. سنگ تراشی کے بے مثال نمونوں میں پرتاپ سنہہ مہاراج کا محل جو
۱۸۱ء میں تعمیر ہوا تھا اور جہاں آج کل پرتاپ سنہہ ہائی اسکول قائم
ہ اور نیا محل جو آپا صاحب مہاراج نے ۱۸۴۴ء میں تعمیر کرایا تھا جہاں
آج کل کچہری قائم ہے شامل ہیں. جل مندر میں بھوانی کی مورتی دیکھ کر چھترپتی
مدر حکومت یاد آجاتا ہے. ۱۸۴۹ء میں پرتاپ سنہہ مہاراج نے اپنی ذاتی
راج

لائبریری عوام کو دے دی. ڈسٹرکٹ لائبریری جو ۱۹۵۳ء سے قائم ہے قدر دل
کی بہترین خدمات انجام دے رہی ہے.

صنعتی پھیلاؤ

ستارہ شہر کے قریب کا کُڑولی علاقہ انڈسٹریل علاقہ قرار دیدیا گیا
ہے. دوسرے کارخانوں کے ساتھ ساتھ مہاراشٹر اسکوٹر نے بھی اس علاقہ
میں کام جاری کر دیا ہے. ماہولی کے قریب ریلوے لائن ستارہ کی ترقی کا ایک
ذریعہ بن گئی ہے. یہاں پر کوپرا انجینیرنگ ورکس' ستارہ انڈسٹریل ورکس'
بھارت انسٹرومنٹ' اجنکیہ انڈسٹریز' زاد سلک مل' امر روپ فیکٹری
الیرودیا عرق شالہ' چپلون کر گوڈ لنے لے' بھاٹیہ کے تمباکو کے کارخانے' مشہور
ستاری" کانڈی پھینڈے" جو کہ لاٹکر و مودی بناتے ہیں قائم ہیں. بڑھتے
ہوئے کارخانوں کی تعداد لوگوں کو روزگار مہیا کرنے میں معاون ہے.

امداد باہمی میں بھی ستارہ پیش پیش ہے. خرید و فروخت یونین' دودھ
کی تقسیم کے مراکز' کوآپریٹیو سوسائٹیوں کی متعدد دوکانیں' اور لائف انشورنس
کارپوریشن جیسی ہاؤسنگ کوآپریٹیوز قائم ہوتی جا رہی ہیں. ۱۹۰۱ء میں ستارہ
کی آبادی ۲۶۰۲۲ تھی' ۱۹۷۱ء میں یہ آبادی بڑھ کر ۶۶,۳۴۴ ہو گئی ہے
اور آج کل یہاں کی آبادی ۸۰۰۰۰ سے بھی بڑھ گئی ہے' توقع ہے کہ ۱۹۸۰ء
تک آبادی ایک لاکھ سے بڑھ جائیگی.

عظیم ماہر تعلیم اور سماجی مُصلح
کرم ویر بھاؤ راؤ پاٹل
کی سمادھی

سماجی و مذہبی زندگی:

ستارہ شہر میں ہندوؤں کی ۱۴۷ عبادت گاہیں ہیں. مسلمانوں کی ۳۰ عبادت گاہیں، کرسچین کی ۲۔ جینیوں کی ۲، پارسیوں کی ۲ اور دیگر ۲ عبادت گاہیں ہیں یہاں پر مٹھ بھی ہیں. جیسے سنکر اچاریہ کا مٹھ، مہانو بھوتو مٹھ، یہاں پر مندر بھی ہیں جیسے ڈھولیہ گنپتی کا مندر، کھنڈی جاگنپتی مندر، شانی مندر، شری کرمیتور، کوٹیتور، وشومیتور، گورارام، کالا رام یادوگوپال، مارو تی، گاریسچے گنپتی کے مندر قائم ہیں ا سال راج بیٹھ میں ایک عظیم پانچ سروں والا گنپتی مندر بھی تعمیر ہوا ہے

یہاں کی تلک میموریل چرچ تقریب ایک سوسال پرانی ہے. ۱۸۸۶ء میں شری سیتارام جو ہر سنے پرارتھنا سماج قائم کی. ۱۸۹۵ء میں بابو ستیندر ناتھ ٹھاکر ستارہ کے جج مقرر کئے گئے. انھوں نے آزادانہ طور پر پرارتھنا سماج قائم کی. جس میں راؤ بہادر مراٹھے، راؤ بہادر کالے، اور مورو پنت جوشی نے بھی حصہ لیا. ڈاکٹر بھنڈارکر اور جسٹس راناڈے پرارتھنا سماج کی توسیع کے لئے یہاں آیا کرتے تھے. روپے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے سماج زندہ نہ رہ سکا

ستارہ کے لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں. اپنے اپنے مذہبی عقائد پر قائم ہیں. اور مل جل کر خوشگوار زندگی گذار رہے ہیں. شہر مختلف محلوں میں تقسیم ہے ہر محلہ پیٹھ کہلاتا ہے. شہری انتظامات کی دیکھ بھال میونسپلٹی کے ذمے ہے جو ۱۸۵۳ء میں قائم ہوئی تھی.

سجن گڈھ جو ستارہ سے ۱۱ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے مہاراشٹر کے سنت رام داس کی یاد دلاتا ہے. کرشنا ندی کا کنارہ جہاں سنگم ماہولی ہے اور جو شہر سے ۵ کلو میٹر دور واقع ہے ہمیں مہاراشٹر کی عظیم خاتون سکور بائی کی یاد دلاتا ہے جو اپنے خاوند شاہو جی مہاراج کے انتقال پر ان کی لاش کے ساتھ ستی ہو گئی تھی. ستارہ سے ۱۱ کلو میٹر کے فاصلے پر دھوا داشی واقع ہے جہاں شاہو مہاراج کے روحانی گرو برہا میندر سوامی رہا کرتے تھے. قدرتی مناظر سے بھرپور یوٹیشور کا علاقہ ہے جو ستارہ سے صرف ۵ کلو میٹر دور ہے

ستارہ میں بے شمار ایسے لوگ آباد ہیں جنھوں نے سیاسی و سماجی کاموں میں بہترین کام انجام دئے ہیں. پوسیگاؤں "سیوا گیری" کے لئے مشہور ہے. گونڈا دیکر مہاراج گونڈا والے تھے جو ستارہ کے اطراف میں واقع ہے.

کیوالندن سرسوتی اور ترک تیرتھ لکشمن شاستری جوشی جو "وشواکوش" کے چیف ایڈیٹر ہیں یہیں کی مشہور ہستیاں ہیں. شری یشونت راؤ چوان کراڈ سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے ریاست کی سیاسی و سماجی زندگی پر کافی اثر ڈالا ہے. پہاڑی علاقہ ہونے کے باوجود ستارہ کی زمین بڑی زرخیز ہے. کوئنا سے حاصل کردہ برقی طاقت نے تمام ریاست کو منور کر دیا ہے کھیل کود کے میدان میں بھی ستارہ نے دیس میں اپنا مقام بلند کر لیا ہے.

صحافتی سرگرمیاں

۱۸۵۸ء میں شری چپلونکر نے اپنا ہفتہ وار اخبار "سوبھا سوچک" شروع کیا تھا. بعد میں یہاں سے "مہاراشٹر مترا" "پرالوڈ" "شری شاہو" "دھرتا" "جن کرانتی" "ہنس" "سمرتھ" وغیرہ جاری کئے گئے. "گراموددھر" روزنامہ بنا دیا گیا "آئیکا" بھی روزنامہ بنا دیا گیا جو آج کل ضلع کا خاص اخبار ہے. "سجن گڈھ" سمرتھ سیوا منڈل کی طرف سے ہر ماہ پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے یہاں پر طباعت کا کام بھی بڑی خوش اسلوبی سے ہوتا ہے.

ہر جمعرات اور اتوار کو ہفتہ وار بازار لگتا ہے جہاں اطراف کے لوگ بڑی تعداد میں خرید و فروخت کے لئے آتے ہیں.. یہی ستارہ شہر کی ایک مختصر سی تاریخی حیثیت ہے.

(تلخیص: ریاض احمد خان)

شیرلش پیئے ✤ ترجمہ : نشاط ھندی

پھولوں کی زبان

شیرشیں پیئے، جو مراٹھی زبان کے مشہور شاعر ہیں، اُن کی کتاب "एका पावसाळ्यात" یعنی 'ایک برسات' جس میں اسی موسم سے متعلق ۳۱ نظمیں ہیں۔ میں نے اس میں کی ۳۰ویں نظم کا ترجمہ اُنھی کے میٹر میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اپنی کسی نظم کو انفرادی عنوان نہیں دیا ہے پھر بھی میں نے اس نظم کا عنوان اپنی جانب سے 'پھولوں کی زبان' رکھ دیا ہے۔

(نشاط ہندی)

کر گئے کتنی بات وہ پھول، مجھے دیئے جو تم نے
تمھاری گہری نظر سے میری نظر ملا کر
بول نہیں پا رہے ہیں پھول — بھلا ہوا —
نہیں تو جانے کیا کچھ نہ بول دیتے
اگر وہ میں نے سُنا نہ ہوتا ... سُننے کی ہمّت نہ ملی ہوتی
اَلفاظ پڑھ کر یاد آنے والے کیسے یاد آئے ہوتے
اگر اس معصوم پھول کو بولنا آتا ہوتا
تو کِس قدر بول جاتا یہ پھول ....
پھولوں کو یہ زبان کہاں سکھائی
پھولوں سے سیکھا ... یا انھیں اُن کی ہی زبان سکھا دی
یہ تمھاری زبان ... جو صرف پھول ہی سمجھ پاتے ہیں
سبب یہی ہے کہ پھولوں کی زبان، پھول، پھولوں کے ذریعے پھولوں کو سکھاتے ہیں

• رام پرکاش راہی
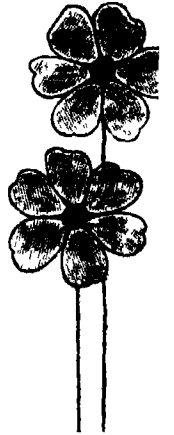
نمودِ صبح

نقابِ شب کو اُلٹتی ہوئی وہ آئی صبح
اُفق کے فاش جھروکے سے مُسکرائی صبح

خُمارِ کذب صداقت کے رنگ بھرنے لگا
فلک کے اوندھے پیالے میں جِھلملائی صبح

ذرا جو رات کی خاموشیوں نے دم توڑا
سُرودِ سازِ عمل بن کے گُنگُنائی صبح!

ابھی یہ غنچۂ نو تھی، ابھی گُلِ تر ہے
کچھ اِس ادائے مقرّر سے کھِلکھلائی صبح

کرن کرن کا تصادم ہے شبستاں میں
چمن کے آئینہ خانے میں جگمگائی صبح

مہکتے پھُول، پرندوں کے چہچہے لے کر
وفورِ رقص و ترنّم میں لہلہائی صبح

عمل کی محفلِ رنگیں میں پھر سُبو کھنکے
ذرا جو اہلِ تمنّا کے ہاتھ آئی صبح

مچل اُٹھی جو اُجالے کی شوخ انگڑائی
خلائیں پھاند کے ساری فضا پہ چھائی صبح

ہر ایک صبح ہے راہیؔ حیاتِ نو کا پیام
اسی کی ہو گئی جس نے گلے لگائی صبح

وہ صبحِ زیست تھی شاید کہ پھر کبھی راہیؔ
اس ایک صبح کی صورت کوئی نہ آئی صبح

•محمد ابراہیم بسملؔ ۔ آکولہ

حالِ دل کہہ کے داستاں نہ بنا
شعلۂ غم کو اب دھواں نہ بنا

میں اکیلا رہوں گا گرمِ سفر
مجھ کو پابندِ کارواں نہ بنا

خارزاروں سے اب گذرنا ہے
میری راہوں میں کہکشاں نہ بنا

جو گلستاں حریفِ برق نہ ہو!
اُس گلستاں میں آشیاں نہ بنا

اُن کو بھی سُن کے رشک آجائے
اتنی رنگین داستاں نہ بنا

کتنے رہزن بشکلِ رہبر ہیں
ہمسفر ان کو رازداں نہ بنا

دیکھ دُنیا سہم گئی بسملؔ!
دل کو اتنا شرر فشاں نہ بنا

ارا شٹر شری صادق علی ایک ادیباسی جوڑے کے ساتھ۔ گورنر موصوف
ر ادر ۲۱ر جون کو ضلع امراؤتی کے تعلقہ میل گھاٹ میں ادیباسی علاقے کا
با تھا۔ ادیباسیوں نے اپنے سماجی ومعاشی مسائل ان کے سامنے رکھے۔
موقع کی تصویر ہے۔

خبریں - تصویروں میں

ضلع بھنڈارہ کے مقام کھاڈے زری میں
حال ہی میں ادیباسیوں نے ایک دلچسپ
پروگرام پیش کیا تھا جس میں مہاراشٹر کے
گورنر شری صادق علی نے بھی شرکت کی تھی
یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

ت میں خریف پیداوار کے لئے ۵۷ لاکھ ٹن کا نشانہ
ا ہے۔ خریف موسم میں اس نشانے کو پورا کرنے
ہ زور وشور سے کام شروع ہو گیا ہے۔ اس
یں ضلع امراوتی میں ایک ادیباسی کنبہ اپنے
میں جوتائی کرتے ہوئے نظر آرہا ہے۔

سولاپور ضلع پریشد نے جنوبی سولاپور تعلقہ کے مقام پورامنی میں ۲٫۶۵ لاکھ روپے کے مصارف سے یہ پرکولیشن ٹینک تعمیر کیا ہے۔ اس سے انگور کے باغات سیراب ہوئے اور بیس کسانوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس کی وجہ سے آس پاس کے ۲۵ کنوؤں میں پانی بھی بڑھ گیا۔

ایڈیشنل چیف سیکریٹری، حکومت مہاراشٹر، شری کے۔ کے مُونگھے ۲۶ جون کو منترالیہ، بمبئی میں عطیۂ خون کیمپ کا افتتاح کر رہے ہیں۔ اس موقع پر خون دینے میں سرکاری ملازمین نے ایک دوسرے پر سبقت کی۔
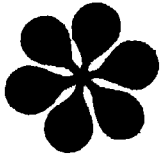
محکمۂ صحتِ عامہ کے شری شُندر رامن خون کا عطیہ دیتے ہوئے

ہوں پر ٹیکس

ں مہاراشٹر نے وضاحت کی ہے کہ اگر ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ یہ فیصلہ
ٹر ٹیکس برائے رہائشی حدود قانون بابت ۱۹۷۴ء، دستور ہند کی دفعات
ور اس طرح سے مذکورہ ٹیکس ناجائز قرار پا جائے اور اگر ریاستی حکومت
جائز قرار دینے کے لئے کوئی قانون کا اجرا نہ کرے تو عوام کی جانب سے
بلس مناسب وقت میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ مذکورہ ٹیکس کا اطلاق
ں کے لئے تجویز کیا گیا ہے جس کا عینی رقبہ بمبئی عظمیٰ میں ۱۲۵ مربع
نیوسپل علاقوں میں ۱۵۰ مربع میٹر ہوگا۔ یہ ٹیکس حکومت کے لئے متعلقہ
دصول کرتی ہیں۔

قانون کے خلاف رجب محل کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائیٹی اور
ٹمنٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی نے حکومت مہاراشٹر کے خلاف
ئی میں درخواست داخل کر دی ہے۔ اس درخواست کے سماعت کے
ن نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ اس بارے میں شہریوں کی جانب سے
درخواست عدالت میں پیش کی جائیگی۔ لہذا حکومت اور شہریوں دونوں
تنازعہ ختم کرنے کے لئے عدالت نے سفارش کی کہ حکومت یہ اعلان
مذکورہ قانون عدالت کی جانب سے ناجائز قرار پا جائے تو عوام کی جانب
ا ٹیکس لوٹا دیا جائے گا۔

۱ء کے لئے ریاستی برآمدی انعامات

ت مہاراشٹر نے ۷۷-۱۹۷۶ء کے بہترین برآمدات امور کے لئے انعامات
یا ہے۔ یہ انعامات برآمدات کی مالیت، برآمدات اور پیداوار کا تناسب
نئی پیداوار وغیرہ پر غور کرنے کے بعد دیئے جاتے ہیں۔ انعام یافتگان کے
یل ہیں:

یانے پر اشیاء تیار کرنے والے

ہیملٹن انڈسٹریز پرائیویٹ لمیٹیڈ۔ انجنیئرنگ اور الیکٹرک آلات،
ی دھوپ فیکٹری پرائیویٹ لمٹیڈ۔ کیمیکل، فارمیسی اور زیبائشی
ز شیلکو ٹائلز پرائیویٹ لمٹیڈ۔ کیمیکل اور مماثل اشیاء۔ میسرز نیشنل
نڈسٹریز، پلاسٹک اور لینولیم۔ میسرز اسٹاوٹ۔ رائٹ شوز
یڈ، چمڑے کی اشیاء۔ میسرز بیٹل گرائینڈنگ انڈسٹریز، سبزی
پھل اور کھانے کی اشیاء۔ میسرز ایم۔ ایم اینڈ کمپنی، کپڑے اور تیار
لباس۔ میسرز کریٹیو گارمنٹ، تیار کپڑے۔ میسرز نیشنل ریفائنری پرائیویٹ لمٹیڈ
موتی اور زیورات، میسرز سوری اسپورٹ انڈسٹریز، کھیل کود کا سامان (تمام
بمبئی سے) اور میسرز پروفیسرز حاجی عبدالکریم اسمٰعیل صاحب اینڈ سن، میرج
(سانگلی) دستکاری۔

بڑے پیمانے کی اشیاء تیار کرنیوالی صنعتیں:

میسرز سپیکس انڈیا، لمٹیڈ، پونے انجنیئرنگ اور الیکٹرک کے سامان۔ میسرز
ارلب لمیٹیڈ، بمبئی، کیمیائی۔ فارمیسی اور زیبائشی سامان۔ میسرز ڈاکٹر بیک اینڈ
کمپنی (انڈیا) لمٹیڈ، پمپری، پونے، کیمیائی اور مماثل اشیاء۔ میسرز گارواے پلاسٹک
پولیسٹر پرائیویٹ لمیٹیڈ، بمبئی، پلاسٹک اور لینولیم۔ میسرز کیرونا ساہو کمپنی لمٹیڈ
بمبئی، چمڑے اور چمڑے کے سامان۔ میسرز انڈین جیم انڈسٹریز لمیٹیڈ بمبئی سبزیاں
پھل اور کھانے کی اشیاء۔ میسرز گودریج سوپ لمیٹیڈ، بمبئی، زراعتی و کھانے
کی اشیاء۔ میسرز بمبئی ڈائنگ و مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹیڈ، بمبئی، کپڑے۔ ایکسپورٹ
بیوپاری اور ایکسپورٹ ہاؤس کے لئے انعامات میسرز چھگن لال کستور چند اینڈ کمپنی
لمٹیڈ، بمبئی اور میسرز ایکسپورٹ لمیٹیڈ بمبئی کو دیئے گئے۔

چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو برآمدات کے لئے علاقائی انعامات میسرز رتناکر
کیننگ انڈسٹریز رتناگیری، بمبئی حلقہ، میسرز جواہر انجنیئرز پرائیویٹ لمیٹیڈ، تری
رامپور، پونے حلقہ۔ میسرز سولار کیمیکل، چندرپور۔ ناگپور حلقہ اور میسرز ارسٹو فارماٹیکل
پرائیویٹ لمیٹیڈ اورنگ آباد حلقہ۔

مہاراشٹر میں حالات زندگی

تعلیم: ۱۹۷۱ء کے ریکارڈ کے مطابق تعلیم کے معاملے میں مہاراشٹر ہندوستان میں
تیسرے نمبر پر تھا۔ تعلیم یافتگان کا فیصدی ۳۹٫۲ تھا۔ جبکہ ہندوستان بھر میں یہ ۲۹٫۵
تھا۔ ان میں مرد ۵۱ فیصد اور عورتیں ۲۶٫۴ فیصدی نوشت و خواند کی قابلیت رکھتی
تھیں۔ صرف کیرالا اور تاملناڈو میں لکھنے پڑھنے والوں کا فیصد مہاراشٹر سے زیادہ
ہے۔ مہاراشٹر کے دیہی علاقوں میں ۵۸٫۱ فیصد اور ۳۰٫۶ فیصدی تعلیمی حالت
شمار کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل خاکے کی مدد سے ۷۶-۱۹۷۵ء اور ۷۷-۱۹۷۶ء میں
تعلیمی حالت کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

مہاراشٹر میں تعلیم

نمبر شمار	تعلیم کی قسم	۱۹۷۵-۷۶	۱۹۷۶-۷۷
۱۔	پرائمری (۱) ادارے	۴۸٫۰۱۸	۴۸٫۶۲۰
	(۲) طلباء (۰۰۰،)	۷۳٫۶۷	۷۷٫۰۹
	(۳) اساتذہ (۰۰۰،)	۲٫۲۰	۲٫۲۰
۲۔	ثانوی (۱) ادارے (۰۰۰،)	۵٫۸۹۷	۵٫۷۸۲
	(۲) طلباء (۰۰۰،)	۲۵٫۱۳	۲۶٫۱۲

(۳) اساتذہ (۰۰۰،)	۹۴	۱۹۸
۳۔ ہائر (تمام اقسام)		
(۱) ادارے	۶۸۲	۷۲
(۲) طلباء (۰۰۰،)	۴۷۴	۴۸۳

پرائمری تعلیم :

ریاست میں تقریباً ۴۹ ہزار پرائمری اسکول تھے۔ جس میں طلباء کی تعداد ۷۷ لاکھ تھی۔ ۲۰،۲ لاکھ اساتذہ تھے، جن میں ۸۸ فیصد تربیت یافتہ تھے ـــ ۶۱-۱۹۶۰ء سے اسکول طلباء اور اساتذہ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ۷۱-۱۹۷۰ء میں ہر ہزار آبادی والے علاقے میں طلباء کا اوسط ۱۳۷ تھا۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں پرائمری طلباء پر فی طالبعلم ۱۵۶ روپے کے اخراجات ہوا کرتے تھے۔

ثانوی تعلیم :

ریاست میں ثانوی تعلیم کے مدارس کی تعداد ۵۷۸۲، طلباء ۲۶ لاکھ اور اساتذہ ۹۸ ہزار تھے۔ ان اساتذہ میں ۸۹ فیصد تربیت یافتہ تھے۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں ثانوی مدارس کے طلباء کا اوسط ہزار آبادی پر ۲۲ تھا جو ۷۷-۱۹۷۶ء تک بڑھ کر ۴۸ ہوگیا۔ تقریباً ۸۳ فیصد ثانوی مدارس رضاکارانہ انجمنوں کے زیر انتظام تھے۔ کئی اسکولوں کو سرکاری امداد دی جاتی ہے۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں ثانوی اسکول کے طلباء پر فی طالبعلم ۲۹۳ روپے کے اخراجات ہوتے تھے۔

تعلیم کا نیا طریقہ : تعلیم کا نیا طریقہ یعنی ۱۰+۲+۳ جون ۱۹۷۵ء میں شروع کیا گیا۔ تقریباً ۱۱۰۰ اداروں (۷۲۰ ثانوی اسکول اور ۳۷۷ کالج) میں ہائر سکنڈری تعلیم جاری کی گئی۔ ۷۷-۱۹۷۶ء میں فرسٹ ایر جونیر کالج کلاس کے طلباء کی تعداد ۲۸،۱ لاکھ تھی جبکہ سیکنڈ ایر جونیر کالج کے طلباء کی تعداد ۹۱،۰ لاکھ تھی۔

اعلیٰ تعلیم :

ریاست میں ۴ زراعتی اور ۶ عام تعلیم (بشمول واحد یونیورسٹی برائے خواتین) یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ ان کے علاوہ بوائی میں واقع انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی اور ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سائنس بھی قومی اہمیت کے ادارے ہیں اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد ۷۰۲ تھی جس میں عام تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم کے کالج بھی شامل ہیں۔ ان کالجوں میں طلباء کی تعداد ۳،۸۴ لاکھ تھی۔ ریاست میں آرٹ، سائنس اور کامرس کالجوں کی تعداد ۳۸۷ تھی جس میں ۴ لاکھ طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان کالجوں میں اخراجات کا اوسط فی طالبعلم ۵۱۸ روپے تھا۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں عام تعلیم کے کالجوں میں طلباء کی تعداد ہزار آبادی پر دو تھی، جو اب بڑھ کر سات ہوگئی ہے

خاندانی بہبودی :

حکومت نے پیدائش کی شرح پر قابو پانے کے لئے خاندانی فلاح و بہبودی پروگرام کی تحریک شروع کی ہے۔ ۷۷-۱۹۷۶ء میں ۸،۶۲ لاکھ نس بندی آپریشن ہوئے۔ مارچ ۱۹۷۸ء تک ۱۵،۱ لاکھ آپریشن کئے گئے۔ یہ تحریک شروع ہونے سے لیکر مارچ ۱۹۷۸ء تک ۳۲،۴۴ لاکھ آپریشن ہو چکے ہیں نس بندی آپریشن کا اوسط (دسمبر ۱۹۷۷ء تک) ہزار اشخاص پر ۶،۷۱ اس ریاست میں تھا جبکہ ملک بھر میں اس کا اوسط ۶۸-۱۹۶۷ء میں ۶،۴ تھا۔ جو ۷۷-۱۹۷۶ء میں کم ہو کر ۴،۳ ہو گیا۔ ریاست کا اوسط ۴۴ تھا۔

۹۹ لاکھ جوڑوں میں سے ۳۷ لاکھ جوڑے نومبر ۱۹۷۷ء تک مختلف خاندانی بہبودی طریقوں سے اپنے آپ کو اولاد پیدا کرنے سے روکا۔

جیون بیمہ : ۷۷-۱۹۷۶ء میں کُل ہند سطح پر جیون بیمہ کارپوریشن نے ۲۰،۹۵ کروڑ روپے کی نفری ضمانت کی نئی تجارتی مقصد کی ۲۱ لاکھ پالیسیاں جاری کیں۔ ۳،۲۷ لاکھ پالیسیاں مکمل ہوئیں، جن کی مالیت ۳،۴۰ کروڑ روپے تھی۔

عوامی ادبی کمیٹی کی دوبارہ تشکیل

ڈاکٹر سروجنی بابر، پونے کے زیر قیادت حکومت مہاراشٹر نے عوامی ادبی کمیٹی کی دوبارہ تشکیل کی ہے۔ سری وی۔ آر ناگپور ے ڈپٹی ڈائرکٹر برائے تعلیم پونے، اس کمیٹی کے ممبر سکریٹری ہیں۔

ٹیکنیکل کورس میں داخلے ـــ طلباء کو مشورہ

ٹیکنیکل کورس میں داخلہ لینے والے طلباء کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ٹیکنیکل ادارے میں داخلہ لینے سے قبل یہ معلوم کرلیں کہ آیا متعلقہ کورس حکومت کا تسلیم شدہ ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں معلومات ڈائرکٹر برائے ٹیکنیکل تعلیم، ریاست مہاراشٹر الفسٹن ٹیکنیکل ہائی اسکول بلڈنگ ۳۔ مہاپالیکا مارگ، بمبئی ۱ سے ان اداروں کے بارے میں حاصل کی جا سکتی ہیں جو ڈپلوما اور ڈگری کورس چلاتے ہیں سرٹیفکیٹ کورس کے لئے معلومات ڈائرکٹر برائے ٹیکنیکل تعلیم، گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف لیدر ٹیکنولوجی کیمپس، کھیرواڑی، باندرہ، بمبئی ۵۱ اور ڈپٹی ڈائرکٹر ریجنل آفس، پونے، ناگپور، اورنگ آباد سے حاصل کی جا سکتی ہیں

کیم برائے قبضہ جاتی الحاق
ارشاتی کمیٹی کا قیام
حکومت مہاراشٹر نے قبضہ جاتی الحاق سے متعلق اسکیم کے فوائد پر غور و خوض
لنے کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی ہے۔ یہ کمیٹی حکومت کو بمبئی پریوینشن آف
نمینٹیشن اینڈ کنسولیڈیشن آف ہولڈنگ ایکٹ بابت ۱۹۴۷ء میں مناسب
مات کی بھی سفارش کرے گی۔ ان ترمیمات میں چھوٹے کسانوں اور سماج
کمزور طبقات کی مشکلات کو حل کرنے پر زیادہ زور دیا جائے گا۔
سیکریٹری II برائے محصول و جنگلات اس کمیٹی کے چیرمین ہیں۔ شری ڈی۔ این
نچپے، انڈر سکریٹری، اس کمیٹی کے سکریٹری مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ کمیٹی چھ ماہ
اندر اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔

۔ بی۔ سی رعایت
ری تاریخ میں توسیع
معاشی طور پر کمزور طلباء کو دی جانے والی فیس معافی کی رعایت کے لئے
استدعا وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ اگست ۱۹۷۸ء تک بڑھا دی گئی
۔ ورنہ عام طور پر اسکول کھلنے کے ۳۰ دنوں کے اندر درخواست وصول کی جاتی ہے
۱۹۷۸۔ ء کے تعلیمی سال سے آمدنی کی حد بڑھا کر یکساں طور پر ۴۸۰۰ روپے
۔ نہ مقرر کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں عارضی حکمنامہ اسی مہینہ کے آخر تک
ی کر دیا جائے گا۔

ڈرامہ میں تربیت
یکم اگست سے ڈائرکٹر برائے ثقافتی امور کے زیر اہتمام فن ڈرامہ میں ۳۰
کا ایک تربیتی کیمپ رویندر ناٹیہ مندر بمبئی میں منعقد کیا جائے گا۔ یہ کیمپ
مہینا چلائیں گی۔ اس کیمپ میں ۱۷ دیں ریاستی ناٹیہ مہوتسو کے مراٹھی اور
ی ڈراموں کے انعام یافتہ ادارے اور اداکار حصہ لیں گے۔ یہ کیمپ برٹش
مدلیگ کے سطور پر رہائشی کیمپ ہوگا۔ ڈرامہ سے متعلق ماہرین مختلف
مثلاً ایکٹنگ، ڈائرکشن، روشنی کا انتظام، اسٹیج کی سجاوٹ پر لیکچر بھی
گے۔ تربیت کے ایک حصہ کے طور پر سیکھنے والوں کی جانب سے نفری ۔
کاری ڈرامہ پیش کیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ منتخب شدہ ڈرامے، فلم شوز
ہ بھی منعقد کئے جائیں گے۔

ربھا میں ۱۳ کروڑ روپے کے قرضہ جات کی تقسیم
اس سال خریف کے موسم کے لئے ضلع مرکزی امداد باہمی بنک کے ذریعہ ناگپور ڈویژن کے ۸ اضلاع کو زراعتی قرضہ جات کے بطور ۱۲ کروڑ ۸۷ لاکھ ۴۳ ہزار روپے تقسیم کئے گئے۔

ای۔ ایس۔ آئی۔ ایس کی خدمات
بیمہ شدہ افراد اور ان کے خاندان کے افراد جو جمعرات کی صبح اپنے انشورنس ڈاکٹر کے پاس بغرض علاج نہیں جا سکتے وہ اب اپنا علاج ای۔ ایس۔ آئی۔ ایس دواخانوں اور ہسپتال میں کروا سکتے ہیں۔

مہاراشٹر میں مقامی ادارے
دیہی پنچایت :
غیر میونسپل آبادی سے متعلق دیہی پنچایتوں کی تعداد ۷۷-۱۹۷۶ء میں ۲۳٬۹۵۹ تھی۔ مالی طور سے ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران ان پنچایتوں نے ۲۲ کروڑ روپے کی رقم حاصل کی۔ جن میں گرانٹ، عطیات وغیرہ کی رقم شامل ہے۔ خود کفیل ذرائع سے حاصل کی گئی رقم ۷ کروڑ تھی جبکہ دیگر ذرائع سے حاصل کی گئی رقم ۲٫۲ کروڑ روپے تھی۔ اس طرح سے اوسطاً فی پنچایت ۹٬۳۲۷ روپیہ حاصل ہوا جبکہ ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران اندازاً ۱۲ فیصد کا اضافہ ہوا۔

خود کفیل ذرائع میں سب سے زیادہ رقم یعنی ۲٫۷ کروڑ روپیہ گھروں اور جائداد پر ٹیکس سے حاصل کیا گیا۔ اس کے علاوہ چنگی سے ۳۹ لاکھ روپے۔ بازار سے فیس کے طور پر ۳۶ لاکھ روپے، عام اور خاص حفظان صحت سے متعلق امور سے ۴۳ لاکھ روپے، ملازمت و تجارتی ٹیکس سے ۱۹ لاکھ روپیہ حاصل کیا گیا۔

۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران دیہی پنچایتوں کے اخراجات کا تخمینہ ۲۲ کروڑ روپیہ یعنی حاصل شدہ رقم کا ۹۶ فیصد تھا۔ ۷۷-۷۶ کی بہ نسبت اخراجات میں ۱۴ فیصد اضافہ ہوا۔ خدمات عامہ پر ۸ کروڑ روپیہ صرف کیا گیا۔ انتظامیہ پر ۴٫۷ کروڑ، حفظان صحت پر ۳٫۲ کروڑ، روشنی پر ۱٫۸ کروڑ، تعلیم پر ۱٫۲ کروڑ اور بہبودی پر ۰٫۸ کروڑ روپیہ صرف کیا گیا۔

ضلع پریشد :
۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران ضلع پریشدوں کو ۱۳٫۷ کروڑ روپے حاصل ہوئے جبکہ ۷۶-۱۹۷۵ء میں یہ رقم ۱۶۵ کروڑ تھی۔

مذکورہ بالا مدت میں خود کفیل ذرائع سے حاصل کی ہوئی رقم صرف ۸ فیصد تھی باقی ماندہ رقم سرکاری گرانٹ اور دیگر ایجنسیوں کے ذریعہ حاصل کی گئی۔ خود کفیل ذرائع میں اراضی محصول (بشمول اسٹامپ ڈیوٹی) سے حاصل کی ہوئی رقم کا ایک بڑا حصہ شامل ہے۔ اس کے بعد تعلیمی امور سے حاصل کی ہوئی رقم ۱۰ فیصد ہے۔ سرکاری گرانٹ میں مقصدی گرانٹ اور انتظامیہ گرانٹ سے زیادہ رقم حاصل ہوئی یعنی ۱٫۵۹ کروڑ روپیہ۔ ایجنسی اسکیم کے تحت دی گئی گرانٹ کی رقم ۶ کروڑ تھی۔

۷۷-۱۹۷۶ء کے محصولی اخراجات میں تعلیم پر ۵۲ فیصدی اور عمارات : رسل ورسائل پر ۱۲ فیصد اخراجات ہوئے۔ کل اخراجات کا ۸ فیصد انتظامیہ، صحت عامہ، زراعت و آبپاشی پر خرچ ہوا۔

۷۶-۱۹۷۵ء اور ۷۷-۱۹۷۶ء میں وصولی اور اخراجات کا سلسلہ تقریباً یکساں رہا۔

میونسپل کونسل و میونسپل کارپوریشن :

۵ میونسپل کارپوریشن، ۲۲۲ میونسپل کونسل اور سات کنٹونمنٹ بورڈ کے تحت ۹۵ فیصد شہری آبادی کا انتظام تھا۔ ۲۲۲ میونسپل کونسلوں میں ۱۲ 'اے' کلاس کے تھے جن کے تحت ۷۵ ہزار سے زیادہ آبادی کا نظام تھا۔ 'بی' کلاس کے تحت ۳۰ ہزار سے زیادہ آبادی اور 'سی' کلاس کے تحت ۳۰ ہزار سے کم آبادی کا نظام تھا۔

۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران دونوں میونسپل اداروں کے پاس حاصل شدہ رقم ۳۴۳ کروڑ روپیہ تھی۔ اس میں ۱۵۸ کروڑ ٹیکس سے ۲۳ کروڑ سرکاری گرانٹ سے اور ۳۵ کروڑ روپیہ دیگر ذرائع سے حاصل ہوئے۔ اس مدت میں اندازاً ۲۷۰۹ کروڑ روپے کے اخراجات ہوئے جس میں غیر معمولی اخراجات، زرضمانت سیکیوریٹی میں سرمایہ کاری اور بند کھاتہ شامل نہیں ہیں۔ زیادہ تر اخراجات حفظان صحت وغیرہ کی ضروریات پر ہوئے۔ دیگر انتظامیہ پر اخراجات ۹ فیصد تھے۔ فیس اور محصول سے دونوں اداروں کی آمدنی ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران ۷۰ فیصد تھی۔ گذشتہ سال کی بہ نسبت اس دفعہ دونوں اداروں کی وصول شدہ رقم میں خفیف کمی واقع ہوئی۔

بہترین خط پر انعام

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پندرہ روزہ 'قومی راج' میں "قارئین کی رائے" کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں موصول ہونے والے بہترین اور خیال انگیز خط پر ۲۵ روپے کا انعام بھی دیا جاتا ہے۔

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو پسند کرتے ہیں اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کر سکتے ہیں، بس یہ خیال رکھیے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتے پر روانہ فرمائیے :

مدیر 'قومی راج'، پندرہواں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ
مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

دھواں ضرر رساں' قانون کے تحت جرمانے

میٹروپولیٹن مجسٹریٹ بمبئی نے، بمبئی میں واقع چند فرموں کے مالکان کو دھواں ضرر رساں قانون بابت ۱۹۱۲ء کی شرائط کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں ۲۰ روپے سے ۱۵۰ روپیہ تک جرمانہ کی سزا دی۔

یوتھ فورم

ہم نے 'یوتھ فورم' کا ایک مستقل فیچر شروع کیا ہے۔ یہ نیا فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنیوالے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوگا۔

اس فیچر میں قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جائے گی۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی کی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا رواج وغیرہ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جائے گا
اپنے مضامین اس پتہ پر بھجوائیں :

ایڈیٹر: 'قومی راج'
۱۵واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریشن بلڈنگ
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مرپور میں مشہور وٹھوبا مندر کا "کلس"، لاکھوں پرستاروں کے دل میں وٹھوبا "ماؤلی" کے "درشن" کی آرزو موجزن ہوتی ہے اور وہ ڈنڈی میں
نے وقت بلند ے سے گاتے ہیں .

चल: पंढरीसी जाऊ । रखुमादेवीवरा पाहू
डोळे निवतील कान । मता तेथे समाधान

LOKRAJ : Regd. No. MH-BY South-344 *Licence No. 89 for ' without prepayment of postage*

چندر بھاگ ندی کے کنارے سے نظر آنے والے
وٹھل مندر کے شاندار کلس،
اس کے درشن کر کے دُور دُور سے آئے ہوئے لاکھوں یاتریوں کو روحانی تسکین ملتی ہے۔

موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی ۴ میں چھپوا کر شائع کیا

ومی راج

☆ تعارف، نئی ریاستی کابینہ

☆ ریاست مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن کی سرگرمیاں

☆ ودربھ کی معدنیاتی دولت

۱۰ راگست ۱۹۷۸ء ☆ قیمت: پچاس پیسے

مراٹھواڑہ کے پس ماندہ خطہ میں بیڑ مقام
پر ایم ایس۔ ایف۔ سی کی امداد سے
چلنے والا ایک لبدر پروسیس یونٹ
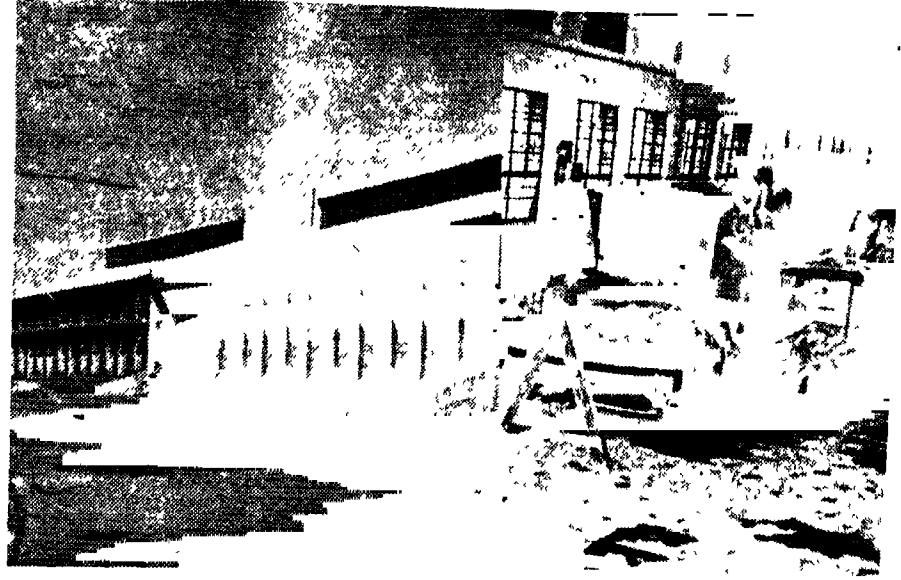
ورلڈ بنک قرضہ جاتی اسکیم کے تحت ترقی پذیر ضلع ناسک میں ایک سیرامک
یونٹ، جسے مالیاتی کارپوریشن نے مدد دی ہے۔

ممبئی میں ورلڈ بنک قرضہ جاتی اسکیم کے تحت ایک انجینئرنگ یونٹ
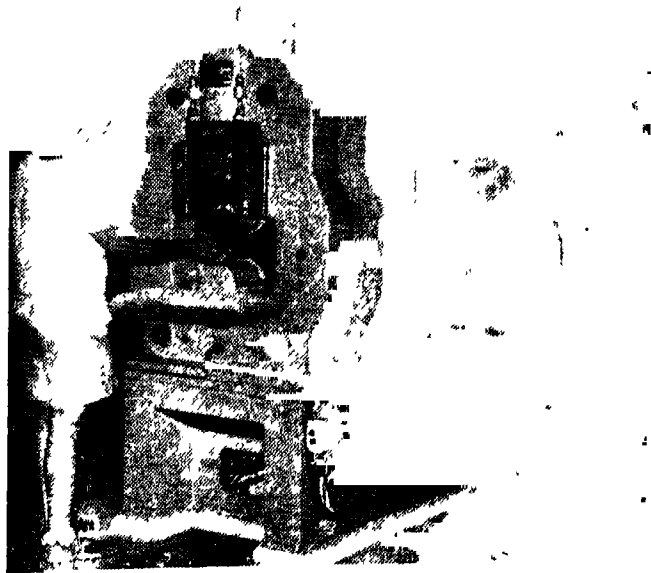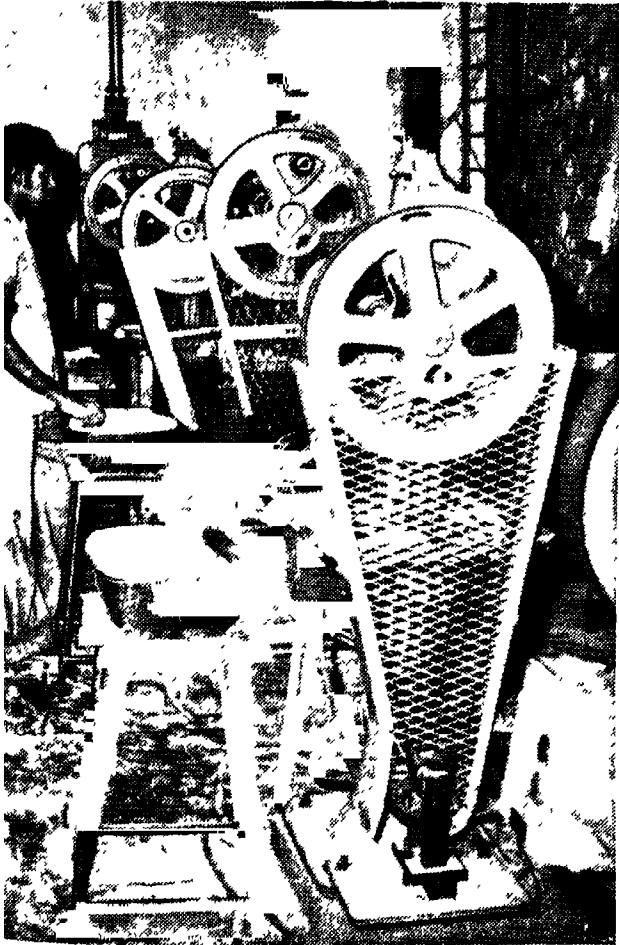
قومی راج

جلد ۵ ؛ ۱۰ اگست ۱۹۷۸ء ؛ شمارہ ۱۵

سالانہ: دس رُوپے ؛ فی پرچہ: پچاس پیسے

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں حامی

قومی راج کے اس شمارے میں وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری شرد پوار اور کابینہ کے دیگر وزراء کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

ریاست مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن کی سرگرمیوں کے بارے میں مسٹر ہومی جے۔ ایچ طالع یارخاں کا خصوصی مضمون انتہائی معلوماتی ہے جو کارپوریشن کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسی طرح مسٹر ایم۔ آر کولہاٹکر نے بھی اپنے مضمون میں اس کارپوریشن کی کارکردگی ظاہر کی ہے۔

اُدبی صفحات میں "جگر۔ شاعرِ شراب و شباب" پر ایک مقالہ کا پہلا حصہ شائع کیا جارہا ہے۔ ۲۵ راگست کے شمارے میں اس مضمون کا دوسرا حصہ شائع ہوگا۔ ساتھ ہی چند غزلیں اور تبصرے بھی شامل ہیں۔

*

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

سرورق: کھوپولی (ضلع قلابہ) میں کیمیکل مینوفیکچرنگ یونٹ، جسے ایم۔ ایس۔ ایف سی نے مدد دی ہے۔

نوٹ: زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں، وی پی بھجوانے کا طریقہ نہیں ہے۔

(ادارہ)

تعارف، نئی ریاستی کابینہ

شری شرد پوار

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، جنرل ایڈمنسٹریشن داخلہ اور مابقی معاملات

شری شرد چندر گووند راؤ پوار ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ طالب علمی کے دور سے ہی سیاست میں دل چسپی لیتے رہے۔ کامرس کالج پونے کے زمانے میں اسٹوڈنٹس اینڈ یوتھ آرگنائزیشن کے صدر رہے اور دیہی علاقوں سے پونے آنے والے طلباء کے مسئلوں پر خصوصی توجہ دی چینی حملے کے دوران یوتھ ڈیفنس کمیٹی کے کام کو کامیابی سے چلایا۔

۱۹۶۰ء سے ریاستی یوتھ تحریکوں میں سرگرم عمل رہے۔ اور یوتھ کانگریس کی ذمہ داریوں کو ریاستی سطح پر بڑا سہارا دیا۔ یونیسکو کی دعوت پر جاپان، امریکہ، کناڈا، انگلینڈ جرمنی کے دورے کئے۔ ٹوکیو اور قاہرہ میں ہونے والی عالمی یوتھ کانفرنسوں میں شرکت کی۔

۱۹۶۷ء میں پونے کے بارہ متی حلقہ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے چنے گئے۔ پچھلے پانچ برسوں کے درمیان نہایت قابلیت سے مختلف ذمہ داریوں جیسے سکریٹری برائے مہاراشٹر کانگریس لیجسلیچر پارٹی۔ جنرل سکریٹری ایم پی سی سی، صدر کانگریس فورم فار سوشلسٹ ایکشن اور سکریٹری برائے سٹیزنس ڈیفنس کمیٹی سے عہدہ برآ ہوئے۔ اپنے حلقے میں کئی تعمیری اسکیموں جن میں مائنر (چھوٹی) آبپاشی پروگرام قابل ذکر ہے، کے روح رواں ہیں۔

آپ معاشیات، یوتھ تحریکوں آبپاشی اور کھیل کود میں بڑی دل چسپی لیتے ہیں نیز، مہاراشٹر کھو کھو ایسوسی ایشن د مہاراشٹر کبڈی ایسوسی ایشن کے نائب صدر ہیں۔ اور امیچور کبڈی فیڈریشن آف انڈیا کے صدر چنے گئے۔

۱۹۷۲ء کے انتخابات میں بارہ متی حلقہ سے دوبارہ منتخب ہوئے۔ اور وزیر مملکت برائے امور داخلہ پبلسٹی باز آبادکاری اور پروٹوکول مقرر ہوئے نومبر ۱۹۷۴ء میں کابینی تبدیلی کے بعد آپ کو ترقی دیکر کابینی درجہ کے وزیر برائے تعلیم اور یوتھ ویلفیر بنایا گیا۔

فروری ۱۹۷۵ء میں کاشت کاری کا محکمہ دیا گیا۔ فروری ۱۹۷۶ء کی کابینی تبدیلی کے بعد تعلیم کے ساتھ کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اینڈ کھار لینڈس کا محکمہ بھی دے دیا گیا۔

شری وسنت دادا پاٹل کی پہلی وزارت میں وزیر داخلہ تھے ۱۹۷۸ء میں بارہ متی حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ شری وسنت دادا کی دوسری وزارت میں آپ وزیر برائے انڈسٹریز و لیبر مقرر کئے گئے تھے۔

شری اتم راؤ، ایل پاٹل

وزیر برائے محصول اور باز آبادکاری

آپ ضلع جلگاؤں کے مقام مالیگاؤں میں ۱۲ فروری ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ ایم اے ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی، مراٹھی کے ساتھ انگریزی ہندی اور گجراتی پر عبور حاصل ہے ہفتہ وار "سدرشن" کے بانی اور ایڈیٹر ہیں۔

آپ مانے ہوئے جرنلسٹ ہیں۔

آپ کے کئی مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں "سہکاری شیتلا در دودھ واپرائے" (یعنی کوآپریٹو فارمنگ کی مخالفت اور اس کا مناسب بدل) اور "مہنگائی پیمانسہ" (بڑھتی ہوئی قیمتوں کا تنقیدی جائزہ) شامل ہیں۔

پیشہ کے اعتبار سے آپ ایڈوکیٹ ہیں۔ اور ۱۹۷۷ء سے جنتا پارٹی میں شامل ہیں۔

عوامی اداروں سے آپ کو دل چسپی ہے اور ان سے متعلقہ امور میں آپ سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ امداد باہمی اداروں کے قانونی مشیر ہیں۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۹ء تک مہاراشٹر

پردیش جن سنگھ کے صدر رہے. ۱۹۵۴ء سے آپ جن سنگھ کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن رہے ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۰ء تک بھارتیہ جن سنگھ کے نائب صدر اور ۱۹۶۴ء سے مہاراشٹر جن سنگھ کے سکریٹری رہے. ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۵ء تک ریاستی قانون ساز کونسل کے رکن رہے لیکن سمیکت مہاراشٹر کے سوال پر آپ نے اپنی رکنیت سے استعفیٰ دیدیا. ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک لوک سبھا کے ممبر رہے.

۱۹۶۶ء سے فروری ۱۹۷۸ء تک ریاستی قانون ساز کونسل میں اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں. جنتا پارٹی کے ٹکٹ پر ۱۹۷۸ء میں پارولہ حلقے سے ایم ایل اے منتخب ہونے کے بعد ریاستی مجلس قانون ساز میں اپوزیشن لیڈر مقرر ہوئے.

نئی پی ڈی ایف وزارت میں اب کابینہ درجہ پر وزیر محصول و بازآبادکاری مقرر کئے گئے ہیں.

شری شنکر راؤ بی چوان

وزیر مالیات، منصوبہ بندی اور انرجی

آپ ۱۴ر جولائی ۱۹۲۰ء کو ضلع اورنگ آباد کے مقام پیٹھن میں پیدا ہوئے. مدراس یونیورسٹی سے گریجویشن کے بعد آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی. طلبہ تحریک کی تنظیم میں آپ نے سرگرم حصہ لیا اور سابق ریاست حیدرآباد میں "عدالت چھوڑدو تحریک" کے دوران عدالت میں وکالت ترک کردی.

مقامی ادارہ جات کی آل انڈیا فیڈریشن کے لئے کام کیا. مزدور تحریک میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لے کر نام پیدا کیا. آپ نے زراعتی مزدوروں سے متعلق اقل ترین اجرت کمیٹی میں رکن کی حیثیت سے کام انجام دیا.

امداد باہمی کے میدان میں آپ ناندیڑ کوآپریٹیو سنٹرل بینک کے وائس پریسیڈنٹ نیز حیدرآباد اسٹیٹ کوآپریٹیو بینک کے ڈائرکٹر رہے.

سنٹرل کوآپریٹیو یونین، حیدرآباد کی ایگزیکیٹو کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے خدمت انجام دی. آپ تین سال تک ناندیڑ واگھالا میونسپلٹی کے صدر رہے.

نومبر ۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی تشکیل نو کے بعد آپ سابق ریاست بمبئی کی وزارت میں نائب وزیر برائے محصول مقرر ہوئے تھے. ۱۹۵۷ء میں ضلع ناندیڑ کے حلقہ دھرم آباد سے منتخب ہوئے اور بدستور نائب وزیر برائے محصول رہے. آپ ۱۹۶۰ء میں مہاراشٹر کی پہلی کابینہ میں وزیر برائے آبپاشی اور پاور کی حیثیت سے شامل کئے گئے تھے.

شری چوان ۱۹۶۲ء کے عام انتخابات میں ضلع ناندیڑ کے حلقہ دھرم آباد سے مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے دوبارہ منتخب ہوئے اور پھر آبپاشی پاور و پیداوار بجلی کے شعبہ جات آپ کے سپرد کئے گئے.

۱۹۶۷ء کے عام انتخابات میں شری چوان بھوکر حلقہ سے منتخب ہوئے اور بدستور وزیر آبپاشی و پاور رہے. آپ کانگریس لیجسلیچر پارٹی کے ڈپٹی لیڈر مقرر ہوئے.

۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں آپ پھر بھوکر حلقہ ہی سے منتخب ہوئے. آپ ۱۹ر فروری ۱۹۷۵ء کو لیجسلیچر کانگریس پارٹی کے لیڈر چنے گئے اور ۲۱ر فروری ۱۹۷۵ء کو وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے حلف اٹھایا. اپریل ۱۹۷۷ء تک آپ وزیر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز رہے.

گذشتہ اسمبلی انتخابات میں آپ آزاد امیدوار کی حیثیت سے بھوکر حلقہ (ضلع ناندیڑ) ہی سے دوبارہ کامیاب ہوئے.

شری سندر راؤ اے، سولنکے

وزیر برائے صنعت ایمل ہسبنڈری و ڈیری سدھار اور ماہی گیری

آپ ۱۷ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو مکھیڑ، تعلقہ کیج ضلع بیڑ میں پیدا ہوئے. ۱۹۵۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد سے B.SC (بی ایس سی) کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۵۲ء میں ایل ایل بی پھر کیج اور بیڑ میں قانون کی پریکٹس شروع کردی ۱۹۵۲ء سے آپ کیج تعلقہ کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں. آپ بیڑ ضلع کانگریس کمیٹی کی ایگزیکیٹو کمیٹی کے ممبر بھی چنے گئے. ۱۹۶۶ء میں اربن کیج بینک کے صدر چنے گئے. بیڑ میں بال بھیم آرٹس اور سائنس کالج کو قائم کرنے میں ایک اہم رول ادا کیا. ۱۹۵۸ء سے آپ بیڑ ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کے ممبر نیز بیڑ ضلع پنچایت منڈل کے نائب صدر رہے.

ضلع پریشدوں کے قیام کے بعد آپ اتفاق رائے سے بیڑ ضلع پریشد کے صدر منتخب ہوئے. ۱۹۶۷ء کے اسمبلی کے انتخابات میں آپ مہاراشٹر قانون ساز اسمبلی کے لئے کیج حلقہ انتخاب سے کامیاب ہوئے اور آپ کو نائب وزیر برائے صنعت اور تعلیم مقرر کردیا گیا تھا. ۱۹۶۹ء میں آپ کو وزیر مملکت برائے محصول و امداد باہمی مقرر کیا گیا.

۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں آپ گیورائی

حلقہ انتخاب سے بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے اور پھر دوبارہ آپ کو وزیر مملکت برائے معمول و امداد باہمی مقرر کیا گیا۔

نومبر ۱۹۷۴ء میں آپ کو وزیر کے عہدے پر ترقی دی گئی اور آپ کو کلچرل افیرز، انرجی (تھرمل پاور جنریشن) تحصیل کود اور پرنٹنگ پریس کے شعبہ جات کا انچارج بنا دیا گیا۔ آپ دسنت دادا پاٹل کی منسٹری میں وزیر برائے پبلک ورکس تھے۔

۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ منگلے گاؤں حلقہ انتخاب سے دوبارہ کامیاب ہو گئے۔ رخصت ہونے والی پاٹل منسٹری میں وزیر برائے پبلک ورکس اور ڈیری ڈیولپمنٹ تھے۔

شری این ڈی پاٹل

وزیر برائے امداد باہمی

آپ ۱۵ جولائی ۱۹۲۹ء کو بمقام دھولی تعلقہ ولوے، ضلع سانگلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ایم اے ہیں۔ اسکول کے زمانے تعلیم ہی سے آپ کانگریس اور راشٹریہ سیوا دل سے وابستہ رہے۔ طلبہ تحریک کی رہنمائی کی اور کولہاپور اسٹوڈنٹس یونین کے صدر رہے۔

رعیت شکشن سنستھا کے رکن رہے۔ آپ نے اسلام پور میں مہاتما پھولے ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ قائم کی۔ شیواجی یونیورسٹی کے سینیٹ کے رکن ہیں۔

آپ کسان مزدور پارٹی (پی ڈبلیو پی) کے سرگرم کارکن ہیں۔ پارٹی کے کام کی خاطر تعلیم اور ملازمت ترک کر دی۔

آپ ۱۹۶۰ء میں لیجلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ کونسل میں کچھ عرصے تک لیڈر اور ڈپٹی لیڈر رہے۔

۱۹۶۶ء - ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۶ء میں دوبارہ ایم ایل سی منتخب ہوئے۔

شری نہال احمد

وزیر برائے ایمپلائمنٹ اور مین پاور ڈیولپمنٹ اور ٹیکنیکل تعلیم و تربیت

آپ ۲۸ مئی ۱۹۲۷ء کو مالیگاؤں (ضلع ناسک) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۷ء سے سوشلسٹ پارٹی کے سرگرم کارکن ہیں۔ آپ اس پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے ۱۹۶۷ء میں ریاستی اسمبلی کے لئے ممبر منتخب ہوئے۔

شری نہال احمد عوامی تحریکوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ نے ۱۹۴۲ء میں "ہندوستان چھوڑ دو تحریک" "آزادی گوا تحریک" اور بعد ازاں سمیکت مہاراشٹر اندولن میں حصہ لیا۔ آپ کئی سال تک مالیگاؤں میونسپل کونسل کے ممبر رہے۔ نیز ۱۹۶۱ء میں اس کے صدر ہوئے۔

شری نہال احمد مشہور مزدور لیڈر ہیں آپ نے مالیگاؤں میں ہینڈلوم اور پاورلوم ورکروں کو منظم کیا مزدوروں کے مسائل حل کرانے کے لئے آپ ہمیشہ ہی سرگرم عمل رہے۔

۱۹۷۸ء کے انتخاب میں آپ مالیگاؤں حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

شری گنپت راؤ آنا صاحب دیشمکھ

وزیر برائے زراعت اور دیہی سدھار

آپ ۱۰ اگست ۱۹۲۷ء کو پمپری (ضلع کولہاپور) میں پیدا ہوئے۔ بی اے اور ایل ایل بی سند یافتہ ہیں پیشہ کے لحاظ سے وکیل اور کاشتکار۔

زمانہ طالب علمی ہی سے آپ مختلف تحریکوں میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔ آپ ۱۹۴۹ء سے مہاراشٹر راجیہ شیدکری سبھا کے جنرل سکریٹری اور کسان مزدور پارٹی کے صدر دفتر کے رکن ہیں۔

آپ ۱۹۶۲ء میں کسان مزدور پارٹی کے ٹکٹ پر ریاستی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے لیکن ۲ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو سرحدی معاملہ پر ایم ایل اے کی حیثیت سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۶۷ء میں بھی ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے اور پھر ۱۹۷۴ء کے ضمنی انتخاب

میں چنے گئے۔
آپ ایس ٹی کارپوریشن۔ اسٹیمیٹس کمیٹی، پبلک ایکاؤنٹس کمیٹی۔ انشورنس کمیٹی اور سب آرڈی نیٹ لیجسلیشن کمیٹی وغیرہ کے رکن رہے۔ کچھ عرصہ تک اپوزیشن کے لیڈر بھی رہے۔
۱۹۷۸ء میں ضلع سولاپور کے سنگولہ حلقے سے دوبارہ منتخب ہوئے۔

شری ارجن راؤ کستورے

وزیر برائے سماجی بہبود، بہبودی قبائل

شری کستورے ۱۲ر مارچ ۱۹۳۴ء ضلع بلڈانہ تعلقہ چکھلی کے مقام سوانا میں پیدا ہوئے۔
۱۹۵۲ء میں آپ نے گورنمنٹ ہائی اسکول بلڈانہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اور ۱۹۵۶ء میں بی۔اے کیا۔
۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۰ء تک آپ نے اورنگ آباد کے ملند ودیالیہ میں بحیثیت اسسٹنٹ ٹیچر کام کیا۔ ۱۹۵۹ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۰ء سے وکالت شروع کردی۔ ۱۹۶۵ء میں آپ بلڈانہ کے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ پلیڈر اور اسسٹنٹ پبلک پروسیکیوٹر مقرر ہوئے۔
آپ نے تعلیمی و سماجی کاموں میں ہمیشہ دل چسپی لی۔ ۱۹۶۲ء میں آپ ہریجن اسٹوڈنٹس ہوسٹل بلڈانہ کی گورننگ باڈی کے ممبر بنے۔ آپ سوانا میں شکشن پرسارک منڈل اور آپ بابا صاحب امبیڈکر ودیالیہ کے چیرمین ہیں۔
آپ ۱۹۶۷ء اور پھر ۱۹۷۱ء میں کھامگاؤں حلقہ سے لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوئے۔ شری کستورے نے اپنے پارلیمانی دور میں متعدد کمیٹیوں میں کام کیا۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔ پارلیمنٹری کمیٹی آن سب آرڈینیٹ لیجسلیشن، پارلیمنٹری کمیٹی برائے بہبودی مندرجہ جاتی و مندرجہ قبائل، ریلوے کنونشن کمیٹی، کمیٹی برائے حدبندی حلقہ جات، دستور ترمیم بل ۳۲ (انیمیٹی ڈملکشن بل) جائنٹ سلکٹ کمیٹی لوک سبھا کی ہاؤس کمیٹی، ایوان میں پیش کردہ قرطاس سے متعلق پارلیمنٹری کمیٹی۔ اٹومک انرجی صلاح کار کمیٹی۔ ٹرانسپورٹ اور شپنگ کمیٹی۔ ناگپور یونیورسٹی سینٹ۔ مہاراشٹر اسٹیٹ نہرو یوتھ سینٹر کمیٹی، اسٹیٹ الیکٹرسٹی صلاح کار کونسل، سنٹرل ریلوے صلاح کار کمیٹی۔
۱۹۷۶ء میں کابینہ میں آپ وزیر برائے سماجی بہبود و ٹرانسپورٹ، جیل اور مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن رہ چکے ہیں مارچ ۱۹۷۸ء میں آپ لیجسلیٹو کونسل میں اپوزیشن کے لیڈر منتخب ہوئے تھے۔

شری سدانند ایس وردے

وزیر برائے تعلیم، ثقافتی امور، یوتھ سروسیز اور اسپورٹس

۱۹۲۷ء میں بمبئی میں پیدا ہوئے تعلیم ایم اے (درجہ اول) اسکالر بھی تھے۔ نیشنل کالج باندرہ میں معاشیات کے پروفیسر ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی میں عملی حصہ لیا اور کئی بار جیل کی سزا کاٹی۔ راشٹریہ سیوادل اور پرجا سوشلسٹ پارٹی کے ساتھ منسلک رہے۔ آنجہانی سجاد صاحب راناڈے اور سانے گروجی کے ماننے والوں میں سے ہیں۔

راشٹریہ سیوادل کی ثقافتی جماعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریزی مراٹھی اور ہندی زبانوں کے مصنف ہیں۔ پونے سے شائع ہونے والے ہفتہ وار سادھنا کے مستقل کالم نویس تھے۔ بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ۱۹۵۷ سے ۱۹۷۲ء تک رکن رہے۔ اور غیر کانسلر رکن کے طور پر بمبئی کارپوریشن کی ایجوکیشن کمیٹی میں رہے۔

۱۹۷۸ء میں اسمبلی کے نئے عام چناؤ میں باندرہ حلقے سے چن کر آئے۔

شری ہشو پی ایڈوانی

وزیر برائے شہری ترقی بی۔ ایم۔ آر۔ ڈی۔ اے

آپ ۲۶ فروری ۱۹۲۶ء میں حیدر آباد (سندھ) (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ بی۔ اے (آنرز) بی کام ایل ایل بی ہیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی سماجی کاموں سے دل چسپی رہی ہے۔

۱۹۶۱-۶۵ء تک آپ بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ممبر تھے۔ بمبئی کے چمبور حلقہ سے آپ ۱۹۷۲ء کے انتخابات میں اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ پریولیج کمیٹی، لائبریری کمیٹی اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے بھی ممبر رہے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں آپ جنتا پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

شری جگن ناتھ جادھو

وزیر برائے پبلک ورکس لیجسلیٹو افیئرز

شری جادھو ضلع رتناگیری میں دیورخ کے قریب انگاؤلی میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔

آپ مرکزی وزیر صنعت شری جارج فرنانڈیس کے قریبی ساتھی ہیں۔ مزدور تنظیم میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ آپ ایمرجنسی کے دوران سولہ ماہ تک قید رہے۔

آپ سابقہ سوشلسٹ پارٹی کے سرگرم رکن ہیں۔

شری جادھو سنگمیشور تعلقہ کانگریس منڈل ممبئی اور کوکن کی متعدد سماجی جماعتوں سے وابستہ ہیں۔

۱۹۷۸ء میں اسمبلی انتخابات میں شری جادھو جنتا امیدوار کی حیثیت سے ضلع رتناگیری کے حلقہ سنگمیشور سے منتخب ہوئے۔

شری گوندراؤ ڈبلیو اڈک

وزیر برائے آبپاشی بشمول کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی، کھاراراضی، قانون وعدلیہ

شری اڈک ۱۲ جون ۱۹۳۹ء کو بمقام کھانا پور تعلقہ شری رامپور ضلع احمد نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بی۔ اے (آنرز) اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے۔ نوجوانوں کی فلاح وبہبود کے کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتے ہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی امداد کے لئے آپ نے "سماج منڈل" قائم کیا۔ ہریجنوں کی فلاح وبہبود کے کاموں میں خاص طور سے دل چسپی لیتے ہیں۔

۱۹۷۳ء میں آپ مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کے جنرل سکریٹری رہے آپ مہاراشٹر اگریو انڈسٹریز کارپوریشن کے بھی ممبر ہیں۔

احمد نگر ضلع کے شری رامپور حلقہ سے آپ اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے اس حلقہ سے آپ ۱۹۷۲ء میں بھی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

شری سوشیل کمار ایس شندے

وزیر برائے محنت وسیاحت

آپ سولاپور میں ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ ایک وہ وقت بھی تھا جب کہ شندے صاحب بارہ سال کی عمر میں سولاپور کی این ایم واڈیا اسپتال میں دس روپے ماہانہ کی تنخواہ پر وارڈ بوائے کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

کیونکہ انھیں اپنی تعلیم بھی جاری رکھنا تھی اور سر سے والد کا سایہ بھی اٹھ گیا تھا۔ اس وجہ سے انھوں نے یہ نوکری کرنا منظور کی تھی۔

سولاپور ڈسٹرکٹ آفس میں ۱۹۵۷ء میں آپ نے بوائے پیون (چپراسی) کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۶۰ء میں پیون بنے۔

اپنی ہمہ جہتی، بلند عزائم اور کاموں میں دلچسپی کی وجہ سے ۱۹۶۱ء میں آپ نے ایس ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخلہ لینے کے بعد بھی اپنی اسی نوکری کو جاری رکھا اور محنت کرنے سے کبھی نہیں شرمائے۔ ۱۹۶۲ء میں بطور کلرک اسی دفتر میں آپ کا تقرر ہوا۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ دل میں تعلیم حاصل کرنے کی لگن تھی اس لئے وہ قانون پڑھنے پونہ تشریف لے گئے اور لا کالج میں داخلہ لے لیا۔
پونے میں آپ نے طلباء کی بہت سی تحریکوں میں عملی حصہ لیا اسی دوران آپ کانگریس کے مشہور لیڈر کاکا صاحب گاڈگل کی ہدایات بھی حاصل کرتے رہے۔ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے دوران ہی آپ کا تقرر پولس سب انسپکٹر کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ آپ نے پولس ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت شروع کردی مگر اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ اور ۱۹۶۹ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کرلیا۔

نومبر ۱۹۷۱ء میں آپ نے اپنی نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔ اور ۹ر نومبر ۱۹۷۱ء کو آپ مہاراشٹرا اسٹیٹ کانگریس فورم برائے گورنمنٹ ایکشن کے کنوینر ہوئے۔ آپ سول ڈیفنس کمیٹی کے سکریٹری بھی رہے اور ایم پی سی سی میں ہریجن اور گریجن کے لئے قائم کردہ سیل کے انچارج بھی رہے۔

۱۹۷۲ء میں سولاپور ضلع کے کرمالا حلقہ انتخاب سے مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور اسی سال مہاراشٹر کی کابینہ میں بطور وزیر مملکت برائے ٹرانسپورٹ اور یوتھ ویلفیر شریک ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ وزیر مملکت برائے سوشل ویلفیر کلچرل افیئرس یوتھ سروسز کھیل - انیمل ہسبنڈری اور ملک اسکیم رہے۔ آپ نے ادیباسیوں کی خوشحالی کے کاموں میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۷۶ء میں جب مہاراشٹر کی کابینہ کی دوبارہ تشکیل ہوئی اس وقت آپ کابینہ میں وزیر مملکت برائے سوشل ویلفیر کلچرل افیئرس یوتھ اور اسپورٹس شامل ہوئے۔
فروری ۱۹۷۸ء میں آپ سولاپور (شمالی) حلقہ انتخاب سے اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں گذشتہ منسٹری میں آپ وزیر مملکت برائے مالیات صحت عامہ اور فیملی ویلفیر ہے۔

ڈاکٹر شریمتی پرمیلا ٹوپلے

وزیر برائے صحت عامہ وخاندانی بہبود

۳ر اگست ۱۹۲۹ء میں ناگپور میں پیدا ہوئیں۔ آپ ایم بی بی ایس۔ ڈی او آر۔ سی پی آئی (آئرلینڈ) اور اعلیٰ ایل۔ ایم ر (دوٹوارٹا) کی تعلیم یافتہ ہیں اکولہ میں ڈاکٹری کرتی ہیں۔ شریمتی ٹوپلے مشہور سائنسداں کا لاجٹ ہیں۔ موصوفہ اکولہ شہر کی شہری خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور ۱۹۶۷ء سے اکولہ میونسپلٹی کی رکن تھیں آپ دو بار گریجویٹ حلقہ سے کونسل کے لئے ۱۹۷۴ء میں چن کر آئی تھیں۔

شری بھاؤ صاحب ایس سروے

وزیر ہاؤسنگ وجیل

آپ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ ناگپور میں آپ نے کھیل کود کی کئی جماعتیں قائم کیں۔ ودربھ ہاؤسنگ بورڈ، نیشنل میونسپل کارپوریشن ایمپلائز یونین، ٹینیٹس ایسوسی ایشن، ٹیچرز یونین، ہوم گارڈ کمیٹی۔ اور لوک کانسٹرکشن سنگھ سے وابستہ رہے۔
۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۴ء تک آپ ناگپور میونسپل کارپوریشن کے ممبر رہے۔ ۱۹۶۴ء میں ناگپور کے میئر رہے۔ ۱۹۷۸ء کے عام انتخابات میں آپ کانگریس (آئی) کے ٹکٹ پر ناگپور جنرل حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

شری ہشمکھ بھائی اپادھیا

وزیر برائے غذا و شہری رسد اور ٹرانسپورٹ

سماجی کارکن۔ بمبئی شہر بنا اسٹوڈنٹس یونین میں نمائندہ طالب علم۔ ایمرجنسی کے دوران زیر زمین تحریک میں عملی حصہ لیا۔ کئی سماجی اداروں سے منسلک ہیں۔ کانگریس (او) کے کارکن، جنتا امیدوار کی

وزرائے مملکت

حیثیت سے بمبئی عظمیٰ کے کاندیولی حلقہ سے ۱۹۷۸ء میں چن کر آئے۔

شری چھیدی لال گپتا

وزیر برائے جنگلات، شراب بندی آب کاری

شری چھیدی لال گپتا ۳؍ جون ۱۹۲۵ء کو بھنڈارہ ضلع میں پیدا ہوئے۔ آپنے ایم اے ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے اور ۱۹۵۹ء سے وکالت کر رہے ہیں۔

آپ مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے لئے ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۴ء تک بھنڈارہ لوکل اتھارٹیز حلقہ کی طرف سے منتخب ہوئے۔

شری بھائی ویدیا

وزیر مملکت برائے جنرل ایڈمنسٹریشن محکمہ اور امور داخلہ

ضلع پونے کے تعلقہ ویلھے کے مقام دا پوڑے میں ۲۲؍ جون ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ شری ویدیا نے ایم اے بی ٹی تک تعلیم حاصل کی اور گوکھلے انسٹی ٹیوٹ آف اکونامکس اور پالیٹکس میں ریسرچ اسسٹنٹ ہیں۔

یونیسکو کی اسکالرشپ پر نوجوانوں کی غربت کا مطالعہ کرنے کی غرض سے یورپ کے گیارہ ممالک کا دورہ کیا۔ آزادی گوا کی تحریک میں عملی حصہ لیا اور سنیکت مہاراشٹر تحریک میں بھی۔ ۱۳ بار گرفتاری کے لئے خود کو پیش کیا۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں پونے میونسپل کارپوریشن کے میئر رہے۔ پونے سوشلسٹ پارٹی کے جائنٹ سکریٹری اور پونے سوشلسٹ پارٹی کے ۱۹۷۰ء میں صدر رہے۔

اسمبلی کے لئے ۱۹۷۸ء میں پونے شہر کے بھوانی پیٹھ حلقے سے چن کر آئے۔

شری دتاتریہ راگھوباجی میگھے

وزیر مملکت برائے ایمپلائمنٹ اور مین پاور ڈیولپمنٹ ٹیکنیکل تعلیم وتربیت اور سیاحت

۱۱؍ نومبر ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے ناگپور یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں نوجوانوں کے رہنما اور یوتھ کیڈر کے آرکیٹیکٹ ہیں۔ دس سال سے جتن دیس پورا فرینڈز کوآپریٹو بنک کے ڈائرکٹر ہیں۔ حال ہی میں ریاستی حکومت نے جواہر بال بھون اسکیم میں بطور رکن مقرر کیا ہے۔ ناگپور کی گندی بستیوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے عملی حصہ لیا جبکہ وہ نیشنل کوآپریٹو ہاوسنگ کارپوریشن ناگپور کے نائب صدر تھے۔

رخصت ہونے والی پاٹل وزارت میں آپ وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ وسول سپلائز تھے۔ آپ لیجسلیٹو کونسل کے ممبر ہیں۔

آپ گوندیا میونسپل کونسل کے کئی سال تک ممبر رہے۔ گوندیا ایجوکیشن سوسائٹی کے آپ بانی سکریٹری ہیں۔ آل انڈیا ہندی سنستھا پریاگ کے ممبر اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے بھی ممبر ہیں۔

کئی تعلیمی اور سماجی اداروں سے آپ وابستہ ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل میں آئی این سی کے امیدوار کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔

شری شنکر راؤ ڈی۔ کالے

وزیر مملکت برائے امداد باہمی اور تعلیم

آپ ۶ اپریل ۱۹۲۱ء کو ضلع احمد نگر کے تعلقہ کوپر گاؤں میں واقع ملہے گاؤں دیشمکھ میں پیدا ہوئے۔ ۵۵ سالہ شری کالے سائنس اور انجینئرنگ کے گریجویٹ ہیں۔ آپ کے پاس بی ایس سی اور بی ای (سول) کی ڈگریاں ہیں۔ شری کالے زراعتی اور امداد باہمی تحریک سے وابستہ ہیں۔ آپ کوپر گاؤں کو آپریٹو شوگر فیکٹری کے چیئرمین ہیں۔ آپ نیشنل کو آپریٹو ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور کو آپریٹو شکر کارخانوں کی نیشنل فیڈریشن کے ممبر بھی ہیں۔

آپ احمد نگر ڈسٹرکٹ سنٹرل کو آپریٹو بنک کے ڈائرکٹر اور رعیت شکشن سنستھا کے ٹرسٹی رہ چکے ہیں۔

آپ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۲ء تک دس سال احمد نگر ضلع پریشد کے صدر رہے۔ آپ ۱۹۷۲ء میں ضلع احمد نگر کے پارنیر حلقے سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے اور ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں بھی کامیاب ہوگئے۔

شری پرتاپ راؤ بھونسلے

وزیر مملکت برائے دیہی سدھار اور باز آبادکاری

آپ ستارہ ضلع کے بھوئیج مقام پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ایک کاشتکار ہیں اور متعدد امداد باہمی سوسائٹیوں سے منسلک ہیں۔ ستارہ ڈسٹرکٹ کو آپریٹو لینڈ ڈیولپمنٹ بنک کے ڈائرکٹر اور وائی کی شکشن سنستھا کے وائس چیئرمین ہیں۔ آپ وائی کالج اور بھوئیج کو آپریٹو شوگر فیکٹری کے معماروں میں سے ایک ہیں۔ آپ وائی سے اسمبلی کے لئے ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء میں منتخب ہوئے اسی حلقے سے ۱۹۷۸ء میں اسمبلی کے لئے دوبارہ منتخب ہوئے۔

شری دل ویر سنگھ پڈوی

وزیر مملکت برائے جنگلات اور بہبودی قبائل

۸ اپریل ۱۹۴۱ء کو ضلع دھولے میں واقع ناگاؤں میں پیدا ہوئے۔ شری پڈوی جو پیشے سے کاشتکار ہیں انھوں نے شیڈولڈ ٹرائبس کی فلاح و بہبود کے لئے کام کیا۔ ۱۹۶۵ء سے دنیا دھار ڈیولپمنٹ سوسائٹی کے چیئرمین ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں تعلقہ سپروائزرز یونین کے آفس بیئرر رہے۔ بنزاکل کوا تعلقہ سیل پر چیز یونین کے ڈائرکٹر تھے۔ نالاگروپ ویلیج پنچائت کے سرپنچ رہے۔

ریاستی اسمبلی کے لئے تلوڈا (محفوظ) حلقے سے چنے گئے۔ ۱۹۷۸ء میں دوبارہ اسی حلقے سے چن کر آئے ہیں۔

ڈاکٹر ملک محمد اسحاق جمخانہ والا

وزیر مملکت برائے مالیات، محنت، اوقاف اور پروٹوکول

ڈاکٹر اسحاق جمخانہ والا بمبئی میں ۴ جنوری ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے بمبئی کے گرانٹ میڈیکل کالج سے ۱۹۵۷ء میں ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ متعدد تعلیمی و سماجی اداروں سے وابستہ ہیں۔ مہاراشٹر کے طبیہ کالج جو بمبئی میں قائم ہے آپ اس کے چیئرمین ہیں۔

انجمن اسلام کے ایجوکیشنل بورڈ کے آپ ایگزیکیٹو چیئرمین رہے۔ انجمن خیر الاسلام جو مہاراشٹر کا مشہور تعلیمی و سماجی ادارہ ہے اس کے وائس پریزیڈنٹ اور پونہ کالج آف آرٹس، سائنس اور کامرس کے وائس پریزیڈنٹ بھی ہیں۔ آپ حج کمیٹی آف انڈیا کے وائس پریزیڈنٹ عوامی کوآپریٹو بنک کے شعبہ مالیات کے چیئرمین اور مہاراشٹر فیکلٹی آف آیورویدک اور یونانی سسٹم آف میڈیسن کے ممبر بھی ہیں۔ آپ

صابو صدیق پالی ٹیکنیک کے بورڈ کے ممبر ہیں۔
ڈاکٹر اسحاق جمخانہ والا جنتا پارٹی کی بمبئی شاخ کے نائب صدر اور جنتا پارٹی مسلم سیل کے چیرمین بھی ہیں۔
۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ ناگپاڑہ حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

شری کسن راؤ دیشمکھ

وزیر مملکت برائے محصول اور منصوبہ بندی

ضلع عثمان آباد کے تعلقہ احمد پور میں واقع منذر خود میں ۲ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے تعلیم بی اے ایل ایل بی۔ شری دیشمکھ نے تحریک آزادی میں ۱۹۴۲ء میں شرکت کی اس کے بعد آپ عوامی زندگی میں کسان مزدور پارٹی کے رکن کے طور پر کام کرتے رہے۔ آپ احمد پور میونسپل کونسل کے پانچ سال تک ممبر رہے۔ ہنومان شکشن پرسارک منڈل کے بانی رکن اور کسان شکشن پرسارک منڈل ادگیر کے نائب چیرمین ہیں

آپ ۱۹۷۲ء میں اسمبلی کے لئے چن کر آئے اور ۱۹۷۸ء میں احمد پور حلقے سے دوبارہ چن کر آئے۔

شری سکھارام جی نکھاٹے

وزیر مملکت برائے ٹرانسپورٹ غذا و شہری رسد اور لیجسلیٹو افیرز

ضلع پربھنی میں واقع ہڈگاؤں میں ۱۱ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ایک غریب کاشتکار خاندان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم بی اے ایل ایل بی۔ پیشہ وکالت ۱۹۵۴ء سے۔
ضلع پربھنی میں سادات کالج کے بانی اور چیرمین ہیں۔
چیرمین گوداوری دودھانا کوآپریٹیو شوگر فیکٹری وائس چیرمین ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو مارکٹنگ فیڈریشن، ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ سنٹرل کوآپریٹیو بینک۔

اول بار ۱۹۵۷ء میں ضلع پربھنی کے پتھری کے حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لئے چن کر آئے۔ اسی حلقہ سے دوبارہ ۱۹۶۲ – ۱۹۶۷ – ۱۹۷۲ اور ۱۹۷۸ء میں چن کر آئے۔

شری شریپت راؤ بوندرے

وزیر مملکت برائے زراعت

آپ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے ۱۹۴۲ء کی تحریک میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے امداد باہمی۔ زراعت اور شہری معاملات سے وابستہ ہیں۔
۱۹۶۱-۶۲ء میں آپ کولھاپور میونسپلٹی کے صدر رہے دس سال تک آپ سوریکسباڈی کے بھی ممبر رہے ہیں ۱۹۶۳ء میں آپ نے ریاستی حکومت کے شوگر سٹے بورڈ کی طرف سے اترپردیش کا دورہ کیا۔

آپ نے چھوٹے واڑی سہکار سموہ قائم کرکے بہت سی ملٹی پرپز کوآپریٹیو سوسائیٹیوں کو اکٹھا کردیا ہے۔ آپ مہاتما پھولے دودھ کاریاکاری سنستھا کے بھی بانی ہیں۔ آپ نے کولھاپور میں سٹی بس ٹرانسپورٹ کے قیام میں نمایاں حصہ لیا اور شہر میں پانی پہونچانے کی اسکیم کی بھی شروعات کی۔
۱۹۶۷ء سے اسمبلی کے ممبر ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں آپ سنگھرول حلقہ سے کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے۔

شری بھاؤ راؤ مولک
وزیر مملکت برائے شہری ترقی

شری بھاؤ راؤ مولک ۱۹۷۲ء میں ناگپور کے میئر تھے اسی زمانے میں آپ نے جھونپڑ پٹی علاقوں کے سدھار کے لئے ایک اسکیم شروع کی تھی۔ آپ میونسپل کارپوریشن کے مسلسل دس سال سے ممبر ہیں۔ آپ بھارت سیوک سماج سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ اور ودربھ علاقے کی سیوک سماج کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ چار سال تک آپ یوتھ کانگریس کے صدر بھی رہے ہیں۔
۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ ناگپور (مغربی) حلقے سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

شری بی۔ ایل۔ پاٹل
وزیر مملکت برائے اینمل ہسبنڈری ڈیری سدھار، کھار اراضی اور ماہی گیری

آپ قلابہ ضلع کے نکائی مقام پر ۲ر جولائی ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کاشتکار ہیں۔ تعلیمی و سماجی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔
۱۹۴۶ء سے سیاست سے وابستہ ہیں آپ اسٹیٹ مارکیٹنگ فیڈریشن، اسٹیٹ لینڈ ڈیولپمنٹ بنک اور کوآپریٹیو فرٹیلائزر کیمیکلز سے بھی وابستہ رہے ہیں۔
آپ ۱۹۷۲ء میں قلابہ ضلع کے کھلاپور حلقے سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے بھی ممبر تھے اسی حلقے سے آپ ۱۹۷۸ء میں کانگریس کے ٹکٹ پر اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

شریمتی شانتی نائک
وزیر مملکت برائے سماجی بہبود اور ہاؤسنگ

آپ ۱۲ مئی ۱۹۲۲ء کو ستارہ میں پیدا ہوئیں۔ بی۔اے تک تعلیم حاصل کی مراٹھی، کنڑ، ہندی، کونکنی اور سنسکرت زبان داں ہیں۔

آپ نے جھونپڑ پٹی باسیوں کے لئے چیمبر میں ۶ ایکڑ پلاٹ پر نئی کالونی بنوائی جو میونسپل کارپوریشن سے حاصل کیا گیا تھا۔ جھونپڑ پٹی باسیوں کی سیوا کی اور ان کے لئے سڑک بجلی پانی اور صحت و صفائی سے متعلق سہولتیں بہم پہنچانے کے کاموں میں نمایاں حصہ لیا۔ پونے میں گونڈ، پھلے پارگی اور ایسے ہی خانہ بدوش ذاتیوں کو منظم کیا تاکہ ان کے مسائل حل کئے جا سکیں۔
زمین اور روزگار وغیرہ سے متعلق ان کے مسائل کو حل کرانے کے لئے ہمیشہ سرگرم رہیں۔ ۱۹۴۲ء کی "ہندوستان چھوڑدو تحریک" میں عملی حصہ لیا۔

آپ کانگریس، سوشلسٹ پارٹی، دلت سماج وادی پکش اور بھارتیہ لوک دل میں عہدہ دار رہیں۔ ایمرجنسی میں قید رہیں۔ یوگوسلاویہ اور دیگر ممالک کا معلوماتی دورہ کیا۔ آپ جنتا امیدوار کی حیثیت سے شہر پونے کے شیواجی نگر حلقے سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئی تھیں۔

شری ونائک راؤ پاٹل
وزیر مملکت برائے صنعت، ثقافتی امور یوتھ سروسز اور اسپورٹس

۱۹ر اگست ۱۹۴۳ء کو ضلع ناسک کے تعلقہ نیپھڑ میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی قابلیت بی۔ اے
۷۲-۱۹۶۷ء کے دوران نیپھڑ پنچایت سمیتی کے چیرمین رہے۔ ڈائرکٹر رونڈ اور نیپھڑ کوآپریٹیو شوگر فیکٹریز۔ ڈائرکٹر ناسک سنٹرل کوآپریٹیو بنک نیز ڈسٹرکٹ لینڈ ڈیولپمنٹ بنک۔ آبپاشی ترقیاتی کارپوریشن کے رکن۔ نیپھڑ تعلقہ میں لفٹ آبپاشی اسکیم شروع کی۔

"یشودھن" نامی کتاب کے مصنف، ناسک کے سینٹر نے بہترین نوجوان چنا۔
نیھپڑ حلقہ سے ۱۹۷۸ء میں اسمبلی کے لئے چن کر آئے۔

ڈاکٹر پدم سنگھ بی پاٹل
وزیر مملکت برائے انرجی، شراب بندی اور آب کاری

آپ نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس پاس کیا ہے۔ ۱۹۷۰ء تک آپ سرکاری ملازمت کرتے رہے۔ بعد میں آپ نے عثمان آباد ضلع کے تیر مقام پہ اپنا ذاتی دواخانہ کھولا۔
آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۷۴ء سے ہوا اور اسی وقت ضلع پریشد میں منتخب ہوئے۔ آپ ضلع پریشد کی ہیلتھ اور پبلک ورکس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں آپ عثمان آباد حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

قومی راج

شری شیواجی راؤ پاٹل
وزیر مملکت برائے آبپاشی بشمول کمانڈ ایریا ڈیولپ منٹ اتھارٹی۔

آپ کی تاریخ پیدائش ۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء ہے۔ آپ نے انٹر سائنس تک تعلیم حاصل کی۔

شری پاٹل پیشہ کے لحاظ سے کاشتکار ہیں۔ آپ بلڈانہ تعلقہ میں مڑل پنچایت سمیتی کے چیئرمین رہے۔ پچھلے پندرہ سالوں سے آپ بلڈانہ ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو بینک کے ڈائرکٹر ہیں۔ نیز گذشتہ ۲ سال سے ڈسٹرکٹ ایگرو انڈسٹریز کوآپریٹیو سروس سوسائٹی کے چیئرمین ہیں۔

آپ ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں بلڈانہ حلقہ سے اسمبلی کے لئے چنے گئے۔

شری ببن راؤ ڈھکنے
وزیر مملکت برائے پبلک ورکس

آپ احمد نگر ضلع کے اکولے مقام پہ ۱۰ نومبر ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے آپ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔

گوا کی تحریک آزادی میں بھی آپ نے حصہ لیا جس کی وجہ سے جیل جانا پڑا۔
دس سال تک آپ احمد نگر ضلع پریشد کے ممبر رہے۔ ۱۹۷۲ء کے قحط کے دوران آپ نے پاتھرڈی پنچایت سمیتی کے چیئرمین کی حیثیت سے راحت کے کام انجام دیئے۔ آپ نے تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی پاتھرڈی سے احمد نگر تک ۵۰ کلومیٹر "یاترا" کی قیادت کی اور گرفتار ہوئے۔
آپ نے مولا ندی کے پانی کو پاتھرڈی کے قحط زدہ علاقوں میں پہنچانے کے لئے وفد کی رہنمائی کی آپ نے گنا ٹرانسپورٹ کرنے والے گاڑی مالکان کی تنظیم کی۔
آپ ہفتہ وار "گن راجیہ" کے ایڈیٹر بھی رہے اسمبلی کے لئے آپ احمد نگر ضلع کے پاتھرڈی حلقہ سے منتخب ہوئے۔

صدر تھے۔ طلبہ کی سرگرمیوں میں آپ نے دلچسپی لی آپ مہاراشٹر کھادی اور ویلیج انڈسٹریز بورڈ کے ممبر ہیں۔ امراؤتی کی ڈسٹرکٹ کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ کے بھی صدر ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں آپ لیجسلیٹو کونسل کے لئے منتخب ہوئے ۱۹۷۴ء میں دوبارہ کونسل کے لئے منتخب کئے گئے۔

بہترین خط پر انعام

آپ کو یہ جان کر مسرت ہوگی کہ پندرہ روزہ "قومی راج" میں "قارئین کی رائے" کی اشاعت کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں موصول ہونے والے بہتر اور خیال انگیز خط پر پچیس روپے کا انعام دیا جاتا ہے۔

آپ بھی قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کسی بھی کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کو کس قسم کی تخلیقات کیوں پسند ہیں اور کس قسم کی تخلیقات کیوں نا پسند ہیں۔ آپ حکومت کی کسی اسکیم پر بھی تعمیری بحث کر سکتے ہیں، اپنی تعمیری رائے کا اظہار کر سکتے ہیں یا یہ بتا سکتے ہیں کہ اس کی عمل آوری میں کیا خامی ہے۔

بس اتنا خیال رکھیئے کہ خطوط میں تین سو سے زیادہ الفاظ نہ ہوں۔

اپنا خط اس پتے پر بھجوا یئے:
ایڈیٹر قومی راج،
۱۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ
مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

شری نامدیو بلونت راؤ گاڈیکر

وزیر مملکت برائے صحت عامہ اور خاندانی بہبود

آپ ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کو غلبری (ضلع اورنگ آباد) میں پیدا ہوئے۔

شری گاڈیکر نے ۱۹۶۰ء میں ممبئی یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء تک پہور (ضلع جلگاؤں) میں گورنمنٹ میڈیکل افسر کی حیثیت سے کام کیا۔

آپ ۱۹۷۴ء میں سرکاری ملازمت چھوڑ کر مختلف سماجی اور سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہوگئے۔

جنتا پارٹی کے قیام کے بعد سے آپ اس کے سرگرم رکن ہیں اور غلبری جنتا پارٹی شاخ کے صدر ہیں۔ آپ ۱۹۷۸ء میں ضلع اورنگ آباد کے ستور حلقہ سے منتخب ہو کر ریاستی اسمبلی میں آئے۔

شری رام میگھے

کونسل میں اپوزیشن لیڈر

شری رام میگھے ۸ دسمبر ۱۹۲۸ء کو وردھا ضلع کے مقام بورگاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایم کام کا امتحان پاس کیا۔ پیشہ کے لحاظ سے آپ پروفیسر بھی ہیں اور کاشتکار بھی۔

حال ہی میں آپ کونسل کے اپوزیشن لیڈر منتخب ہوئے ہیں۔ آپ کچھ عرصہ تک مہاراشٹر پردیش یوتھ کانگریس کے صدر اور بھارت سیوک سماج کے صدر رہے۔ آپ وردھا یوتھ ویلفیئر سوسائٹی کے صدر اور سابق فوجیوں کی سوسائٹی کے ڈائرکٹر بھی رہ چکے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے پروفیسروں کی جماعت کی تشکیل کے لئے عملی قدم اٹھایا۔ ۱۹۵۶-۵۸ء تک آپ وردھا ڈسٹرکٹ یوتھ کانگریس کے

قومی راج میں شائع شدہ مضامین حوالے کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کئے جا سکتے ہیں، تاہم جس شمارے میں مضمون شامل کیا گیا ہو اس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے نام ضرور روانہ کی جائے۔

(ادارہ)

ودربھ کی معدنیاتی دولت

ہندوستان کی معدنیاتی دولت میں ودربھ کا حصہ اہمیت کے لحاظ سے جزِ عظیم کے مرادف ہے اور اس دولت سے بھرپور فائدہ اٹھانے پر ملک کی معیشت میں اس کے بہت اہم رول ادا کرنے کے امکانات ہیں۔ ملک میں خام مینگنیز کے ذخیروں کی بہترین اور سب سے بڑی مقدار صرف ناگپور اور بھنڈارہ ضلعوں میں ہی ہے جو اس علاقے کے لئے قدرت کی بڑی دین ہے۔

ڈائریکٹوریٹ آف جیالوجی اور مائننگ (ادارہ کان کنی و ارضیات) نے ان اطراف میں کام کی ابتدا ۱۹۶۱ء میں کی اور معدنیات سے مالا مال اس علاقے کا وسیع پیمانے پر جائزہ لیا۔ اس جائزہ کے مطابق تخمیناً ۱۰۳۷ کروڑ ٹن پتھر کا کوئلہ (ہارڈ کوک)، ناگپور، چندرپور، اور ایوت محل کے علاقوں میں دستیاب ہو سکتا ہے۔

اس ریاست میں کوئلے کی گیارہ کانیں ہیں۔ ان میں سے کول انڈیا لیٹیڈ، جو حکومت ہند کا ایک ادارہ ہے، کوئلہ نکالنے کا کام انجام دیتی ہے۔ ناگپور ضلع میں کامٹی، ستے واڑہ اور امریڈ، چندرپور ضلع میں بلھارپور، درگاپور گھوگس، ڈیسات، چنچولی، دانڈا اور چندرپور، اور ایوت محل ضلع میں راجور، چنچلا کوئلے کے ذخیروں سے مالا مال مقامات ہیں۔ یہ ذخائر برقی قوت کے اسٹیشنوں، سیمنٹ کے کارخانوں، کپڑے کی ملوں اور دوسری ضرورتوں کیلئے کارآمد ہیں۔

کان کا اندرونی منظر۔ کرین کی مدد سے خام مال ایک ٹرک میں لادا جا رہا ہے۔

معدنیات کی قسمیں

اس علاقے کی معدنیاتی دولت پتھر کے کوئلے (ہارڈ کوک)، خام مینگنیز، خام لوہا، چونا پتھر، ڈولومیٹ، سیلمانیٹ، کیانیٹ، القلی دار بھاری مٹی بریشا یا رائٹ ٹنگسٹین، تانبا، سونا، کرومیٹ اور دوسرے معدنیات پر مشتمل ہے۔

یہ علاقے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر دو قسم کے خام مینگنیز رکھتے ہیں۔ ناگپور ضلع میں گومگاؤں، کاندری، منسار، اور بھنڈارہ ضلع میں ڈونگری بزرگ، چکلا اور چاسوانگی مینگنیز کے اہم مراکز ہیں۔

ملک میں فیرو۔ مینگنیز کا استعمال فولاد کی پروسیسنگ اور مینگنیشم کلورائیڈ کا استعمال ریڈیو بیٹریوں کے بنانے میں ہوتا ہے۔ اس علاقے میں فیرو مینگنیز پلانٹس کنہان، تمسار، اور چندر پور میں ہیں۔ ساری ریاست میں مجموعی طور پر مینگنیز کا ذخیرہ تخمیناً ۵۵ ملین ٹن ہے۔

خام لوہا

معاشی نقطۂ نظر سے، اس علاقے کا چندر پور ضلع معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے ادارۂ کان کنی و ارضیات نے اپنے ایک ارضی جائزے کے مطابق ضلع چندر پور میں سورج گڑھ کے اطراف ۲۰٫۱ کروڑ ٹن خام لوہے کی موجودگی کا تخمینہ لگایا ہے۔ باوجودیکہ اس مقام میں جو لوہے کے ذخائر ہیں وہ بہت وافر مقدار میں اور اعلیٰ قسم کے ہیں لیکن یہاں چونکہ ریل کے نہ ہونے سے نقل و حرکت کی سہولتیں نہیں ہیں اس لئے کھدائی کا عمل اب تک شروع نہیں کیا جا سکا ہے۔

سورج گڑھ کے علاوہ، اس ضلع کے لوہارا، اسولا، پمپل گاؤں اور بعض دوسرے مقامات میں بھی نسبتاً کم مقدار میں لوہے کے ذخائر ہیں۔ بھنڈارہ ضلع کے مقام کھورسی پار میں بھی کچھ خام لوہے کے ذخائر موجود ہیں۔ اس وقت ضلع چندراپور میں صرف ایک خام لوہے کا پلانٹ ہے۔

دوسرے معادن

چونا پتھر کے ذخیرے ایوت محل اور چندر پور ضلعوں میں پائے گئے ہیں۔ ناگپور ضلع میں بھی اس کے کچھ ذخیرے ہیں۔ ادارۂ کان کنی و ارضیات نے یہاں سیمنٹ سازی کے لئے موزوں چونا پتھر کے ۲٫۳ ۵ کروڑ ٹن ذخیرے کی موجودگی کا اندازہ لگایا ہے۔

اسی ادارے کے ایک سروے سے یہ انکشاف ہوا کہ ضلع ایوت محل میں بہترین قسم کے ڈولومیٹ کا ۲۰ کروڑ ٹن ذخیرہ ہے، ضلع ناگپور کے کاندری اور دیولاپور حلقوں میں بھی ڈولومیٹ کے ذخیرے پائے گئے ہیں۔ یہ معدن خاص

ودربھ میں معدنیات کی مختلف قسمیں۔ ایک نظر میں		
معدن کا نام	کس جگہ دستیاب ہے	ذخیرے کی مقدار ملین / ٹن
پتھر کا کوئلہ	چندر پور، ناگپور اور ایوت محل	۷۳۱
چونا پتھر	ایوت محل، چندراپور	۵۸۰
خام لوہا	چندر پور	۱۸۲
مینگنیز	ناگپور۔ بھنڈارہ	۵۵
سیلمانیٹ۔ کیانیٹ	بھنڈارہ	۲٫۳۰
ڈولومیٹ	ایوت محل، ناگپور	۲۰۰
بریشا۔ بارائٹ	چندر پور	۶۹۲
کرومیٹ	بھنڈارہ، ناگپور	۴٫۸۰

طور سے دھات کی صنعت میں مستعمل ہے۔

سیلمانیٹ ۔ کیانیٹ

کیانیٹ وہ دوسری اہم اشیاء میں سے ہے جو حرارت یا گرمی روکتی ہے۔ اس کا وجود ریاست کے بھنڈارہ ضلع میں واقع دھے گاؤں، نادر گاؤں، پارڈی، جام گاؤں، پوہرا، اور چند دوسرے مقامات میں ہے۔ یہ معدن تخمیناً ۳۱٫۳۰ لاکھ ٹن کی مقدار میں ہے۔ مہاراشٹر کے علاوہ سیلمانیٹ۔ کیانیٹ ملک کی ریاستوں میں سے صرف بہار، آسام، کرناٹک اور آندھرا پردیش میں پائی جاتی ہے۔ یہ معدن دھات کی صنعت اور بعض دوسری صنعتوں میں مستعمل ہے۔ اسے گرمی روک کے طور پر بلند حرارت والی فرنیسوں میں اندرونی کوٹنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس علاقے کی دوسری اہم معدن دھات بارائٹ ہے۔ اس معدن دھات کو تیل کے کنویں کھودنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے بیریم سالٹ تیار کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بارائٹ عام طور پر چندرپور ضلع میں فتانہ، نالیسر، دیوڑا، ذنگاؤں، اور دوسرے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس معدن دھات کا ذخیرہ ودربھ علاقہ میں تقریباً ۹۲۰۰۰ ٹن ہے۔

تانبہ اور سونا

ناگپور ضلع کے اُمریڈ تحصیل میں پرار پارسوڑی کے علاقہ میں تانبہ

سلفائڈ کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ چندر پور ضلع میں معمولی قسم کا تانبہ تھانیواسنا میں دستیاب ہے۔ ڈائریکٹوریٹ آف جیولاجی اینڈ مائننگ اس علاقے میں تانبہ کے ذخیرہ کا پتہ چلانے کے لئے ارضیاتی سروے کر رہا ہے۔

بھنڈارہ اور ناگپور اضلاع کی سرحد پر بھیوا پور کے قریب موکھاباڑی اور کولاری میں اور کولار ندی کی تہہ میں سونا تھوڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اب تک سونے کا کثیر ذخیرہ کافی تلاش کے باوجود معلوم نہ ہوسکا ہے۔ بھنڈارہ ضلع میں پاؤنی کے قریب کرومیٹ کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ یہ ذخیرہ تقریباً ۸ء۴ لاکھ ٹن ہے۔ ناگپور ضلع کے اُمریڈ تحصیل میں بھی کرومیٹ تھوڑی مقدار میں پایا گیا ہے۔ یہ معدن دھات بھی گرمی روک کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی اچھی قسم کو فیروکردم اور کیمیائی نمک بنانے کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہے۔

مٹی اور تعمیری پتھر

سفید مٹی جوکہ گرمی روک اینٹوں مٹی کے برتنوں، کھپریل وغیرہ میں استعمال کی جاتی ہے، امراؤتی، چندرپور اور ناگپور ضلع میں کثیر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اِس مٹی کا ذخیرہ تقریباً ۵۰ لاکھ ٹن ہے۔

ناگپور ڈویژن میں تعمیری پتھر کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چونا پتھر کی گھٹیا قسم چندرپور ضلع میں پائی جاتی ہے۔ اسے تعمیری کام میں کسی حد تک استعمال کیا جاتا ہے۔ ریتیلے پتھر بھی تعمیری کام میں بہت حد تک استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ ناگپور ضلع میں سیلیوارہ، لکارہ اور کامٹی میں، چندرپور ضلع اور اچل پور میں اور بھنڈارہ ضلع میں امگاؤں میں پائے جاتے ہیں۔ رام ٹیک تعلقہ کے دیولپور اور منسار میں سنگِ مرمر پایا جاتا ہے۔

معدن دھات کے ذخیروں کی وجہ سے اِن علاقوں میں بہت سے دیگر کام، سیمنٹ کی فیکٹریاں اور دوسری صنعتیں جاری ہو چکی ہیں۔

چندرپور میں سوردنی تعلقہ کے سورج گڑھ، گنتا اور بھامراگڑھ میں لوہے کے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس علاقہ میں ۵ء۳ ملین ٹن تک لوہا نکالنے کا پروجیکٹ میں قائم کیا جا چکا ہے۔

اسی طرح ناگپور ضلع میں، کامٹی، پاٹن ساؤنگی اور ساوند میں کوئلے کے پائے جانے والے ذخیروں کی وجہ سے عظیم الجثہ تھرمل پاور اسٹیشن کوراڈی قائم کیا گیا ہے۔ مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کو ناشک، بھساول اور پارس کے بجلی پیدا کرنے والے مراکز میں چندرپور ضلع میں پائے جانے والے کوئلے کی کانوں کی وجہ سے بہت مدد ملی ہے۔

ودربھ کی معدنیاتی دولت کی وجہ سے اِس علاقہ میں معدنیات پر منحصر بہت سی صنعتیں قائم کی جاسکتی ہیں۔

ترجمہ: عبداللہ

ودربھ میں
مینگنیز کی
ایک کان

ریاست مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن کی سرگرمیاں

چھوٹے صنعتکاروں کی بڑے پیمانے پر امداد

ھومی جے. ایچ طالع یارخاں (چیئرمین مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن)

مال ہ؟) میں مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن (ایم. ایس. ایف سی)
سالانہ عام اجلاس بابت ۱۹۷۷-۷۸ء منعقد ہوا۔ یہ نمایاں کامیابی کا سال
، جبکہ کارپوریشن نے اپنے مقاصد کے تحت کم مایہ افراد کی بڑھ چڑھ کر امداد
. دیس بھر میں ایسی مالیاتی کارپوریشنوں کے مقابلے میں مہاراشٹر کی مالیاتی
ریوریشن کی کارگذاری سب سے بہتر رہی۔ ریاستی کارپوریشن نے اپنے قیام
، بعد پہلے سال کی تکمیل پر ۱۹۶۳-۶۴ء میں ۳۱۲ء۳ کروڑ روپے، ۱۹۶۹-۷۰ء
، ۸ء۲۱ کروڑ روپے، ۱۹۷۳-۷۴ء میں ۱۸ء۲۷ کروڑ روپے اور ۱۹۷۷-۷۸ء
، ۵۶ء۲۷ کروڑ روپے کی منظوری دی۔

موجودہ اوسط اور کامیابی:

۱۶ سال کے عرصے میں امداد پانے والے نئے یونٹوں کی اوسطاً تعداد ۷۷۸ فی سال اور ۱۹۷۷-۷۸ء میں تقریباً ۱۵۰۰ تھی۔ فی سال اوسطاً منظوری رقم ۱۱ء۶۴ کروڑ روپے رہی جبکہ ۱۹۷۷-۷۸ء میں یہ رقمیں منظوری ۵۶ء۲۷ کروڑ روپے کے لئے تھی۔ اوسطاً تقسیم رقم فی سال ۳۱ء۷ کروڑ روپے رہی جو ۱۹۷۷-۷۸ء میں ۱۸ء۷۰ کروڑ روپے ہوگئی۔

رقومات کی منظوری اور تقسیم میں تیزی کارفرما رہی۔ یہ کام اب اوسطاً تین چار ماہ میں ہوجاتا ہے جبکہ اس سے قبل نو دس ماہ لگ جاتے تھے۔ اسی دن سالانہ تقریب میں شری وسنت دادا پاٹل (سابق وزیر اعلیٰ مہاراشٹر)

گوا میں ایک ٹائر- ری ٹریڈنگ کارخانہ جسے کارپوریشن نے امداد دی ہے۔

ڈشوکر ما آٹوموبائلز، میں ملازم ایک کاریگر ـ مالیاتی کارپوریشن کی امداد سے یہ کارخانہ گوا میں جاری ہے۔
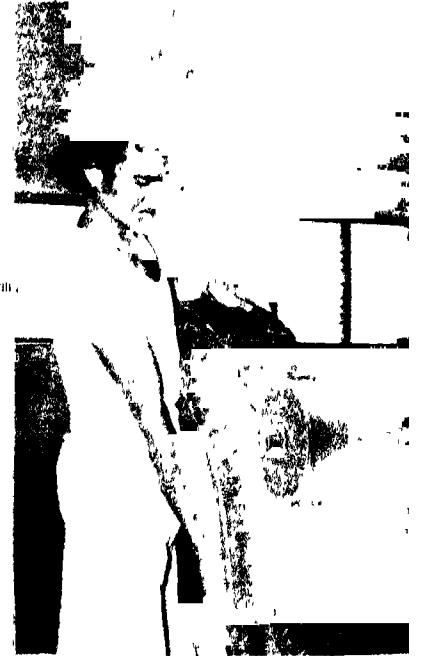
میسرز رُکمنی میٹل گیسز لمیٹیڈ، ناگپور کا اندرونی منظر۔ یہ کارپوریشن کی امداد سے چلنے والا ایک بڑا کارخانہ ہے۔

ڈاکٹر آئی جی پٹیل، گورنر ریزرو بینک، شری جے۔ این سکسینہ، چیرمین آئی۔ ڈی بی آئی نے اس سال کارپوریشن کی کارگذاری کو پُرزور الفاظ میں سراہا

۷۹-۱۹۷۸ء میں اچھی شروعات:

'ایم۔ ایس۔ ایف سی' نے سولہ سال قبل اپنے قیام کے بعد سے کسی بھی ایک سال کے مقابلے میں اس سال منظوری اور تقسیم رقومات کے معاملے میں ریکارڈ قائم کیا ہے۔ یہ مالیاتی کارپوریشن دس ہزار سے لے کر ۳۰ لاکھ روپے تک رقم کے قرض دے کر امداد کرتی ہے اور کوئی پابندی نہیں لگاتی۔ ایم ایس ایف سی نے ۵۶ء۷ ۲کروڑ روپے کی خطیر رقم منظور کی اور خالص منظوری کے مدنظر تقسیم رقومات ۸۱ فیصد تک پہنچ گئی۔ صنعتی ادارہ جات کے لئے پچھلے سال کے مقابلے میں منظوری رقم ۴ کروڑ روپے تھی۔

اس سال یعنی ۷۹-۱۹۷۸ء کی پہلی سہ ماہی میں ۶۳ء۳ ۳کروڑ روپے کی رقم منظور کی گئی ہے۔ جبکہ ۷۸-۱۹۷۷ء میں اسی مدت کے لئے یہ رقم ۹۹ء۲ کروڑ روپے تھی۔ ۲۴ء۲ کروڑ روپے کی رقم تقسیم کی گئی جبکہ ۷۸-۱۹۷۷ء میں اتنی ہی مدت میں یہ رقم ۷۶ء۱ کروڑ روپے تھی۔

وصولی رقومات:

جاری بقایا میں سے ۷۰ فیصد کی حد تک رقم واپس وصول کی گئی۔ واضح الفاظ میں وصول کی جانیوالی رقم ۲۳ء۲ ۱کروڑ روپے تھی (۷۷-۱۹۷۶ء کے مقابلے میں ۷۰ء۱ کروڑ روپے زیادہ) جبکہ جاری بقایا رقم ۵۲ء۷ ۱کروڑ روپے تھی۔ بہرحال مجموعی طور سے فیصد شرح قدرے کم رہی۔

اس کی وجہ ملک کی مضمحل اقتصادی حالت ہے، جسمیں بیمار یونٹوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ نیز ایک سبب یہ بھی ہے کہ کارپوریشن ایسے لوگوں کے معاملے میں جو مختلف وجوہات سے وقت پر رقومات ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں وصولی کا نیا طریقہ اختیار کرنا چاہتی ہے۔

مالیات:

اس سال خالص منافع بڑھ کر ۶۱ء۲ کروڑ روپے تک پہنچ گیا جبکہ گذشتہ سال یہ رقم ۰۵ء۲ کروڑ روپے تھی۔ کل آمدنی ۶۷ء۶ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۲۳ء۸ کروڑ روپے ہوگئی اور کل محفوظ رقم ۴۷ء۳ سے بڑھ کر ۰۸ء۵ کروڑ روپے ہوگئی۔ ۲۵ء۳ کروڑ روپے، ۴ کروڑ روپے اور ایک کروڑ روپے کی رقومات کے لئے جاری کردہ تین 'بانڈ سیریز' میں اجرائی کے بعد چند گھنٹے کے اندر ہی مقرر حد سے اوپر رقم جمع ہوگئی جس سے ایم۔ ایس۔ ایف سی کی ساکھ اور اس پر عام اعتماد کا اندازہ ہوتا ہے۔

چھوٹے یونٹ - بڑا حصّہ:

'ایم ایس ایف سی' خصوصاً ترقی پذیر اور پس ماندہ علاقوں میں چھوٹے اور رسولی یونٹوں کو امداد دینے پر خاص توجہ دیتی ہے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں امداد

حالانکہ مالیاتی کارپوریشن کا خاص مقصد چھوٹے پیمانے پر کارخانوں کی مدد کرنا ہے، لیکن یہ ایسے کارخانوں کو قرض دلواتی ہے جنھیں پہلے مدد نہیں ملی، تاکہ وہ جدید مشینیں اور پاور جنریٹر خرید سکیں۔ یہ چند ایسے ہی کارخانوں کی تصاویر ہیں۔

(بائیں سے دائیں) گوا میں، فش نٹ بنانے کی صنعت۔ چندر پور میں ٹائلز مینوفیکچرنگ یونٹ۔ ایچ۔ ایم۔ اے سن سناٹی میڈل ماسٹر پریس جو مالیاتی کارپوریشن کی مدد سے درآمد کیا گیا ہے اور میسرز شکتی کیمیکلز سانگلی۔

(بائیں سے دائیں رُخ پر)
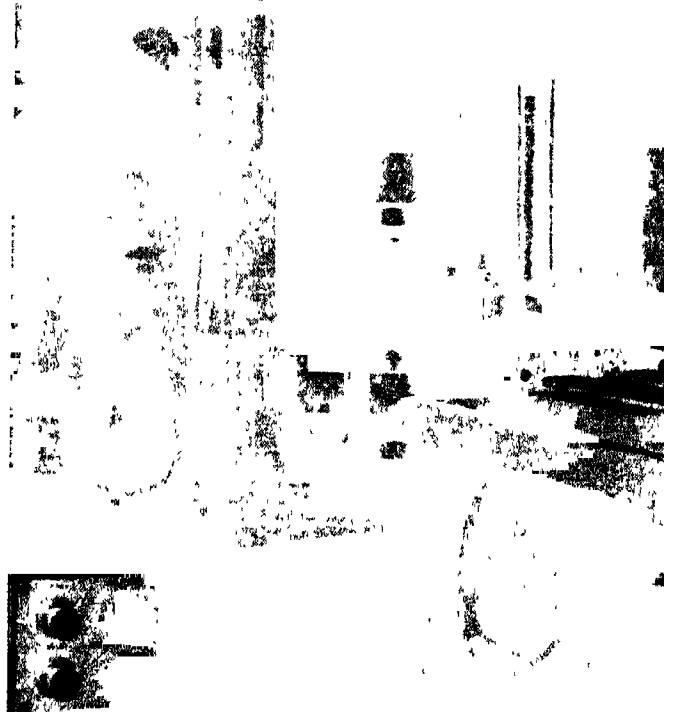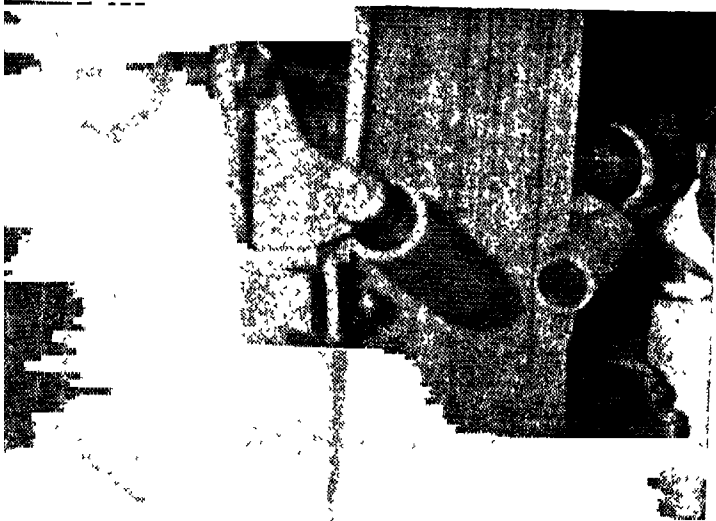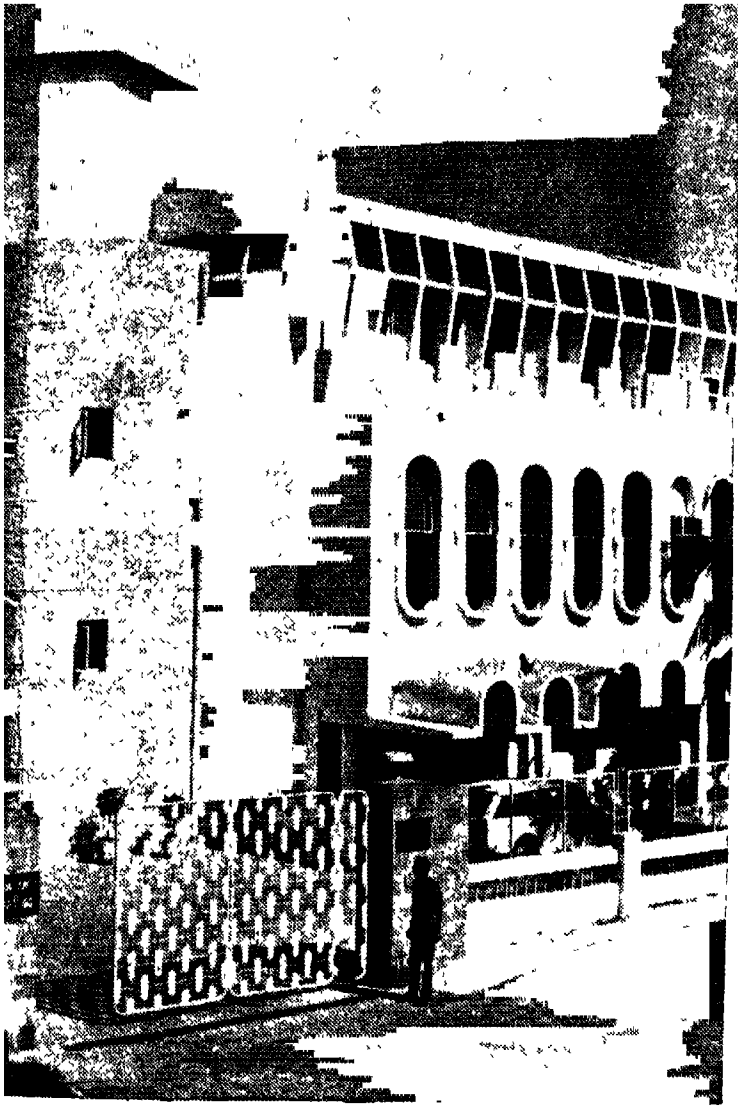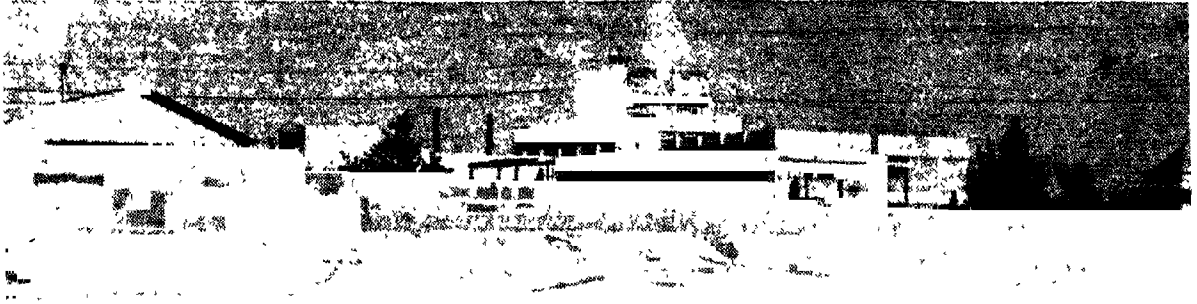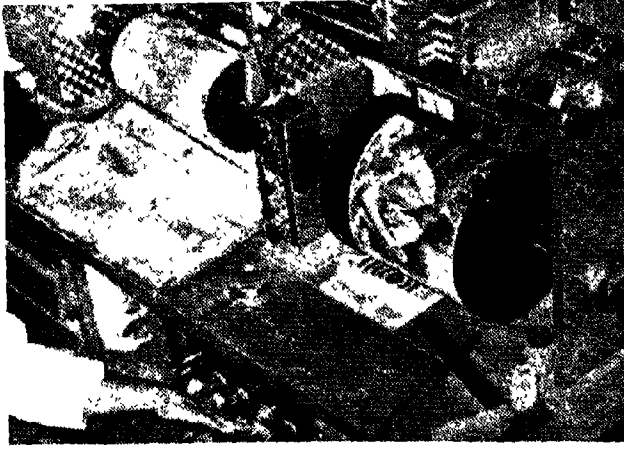
- پرنٹنگ پریس یونٹ، جسے مالیاتی کارپوریشن نے مدد دی ہے۔
- ناگپور میں مالیاتی کارپوریشن کی امداد سے قائم انجنیئرنگ یونٹ میں پلانٹ اور مشینری
- امداد یافتہ فارمیسیٹیکل فیکٹری ملاڈنگ، کاندیولی، بمبئی
- امداد یافتہ ہینڈ میڈ پیپر فیکٹری، امراوتی، (ودربھ)
- تھانے میں امداد سے قائم شدہ انجنیئرنگ یونٹ
- بمبئی میں امداد یافتہ کیمیکل انڈسٹری پروڈکٹ
- اچل کرنجی (ضلع کولہاپور) میں ایک کوآپریٹو ٹیکسٹائل پروسیس کارخانہ
- بمبئی میں ایک امداد یافتہ ٹن فیکٹری۔
- ڈومبولی (ضلع تھانے) میں امداد سے جاری شدہ ٹیکسٹائل پروسیسنگ انڈسٹری
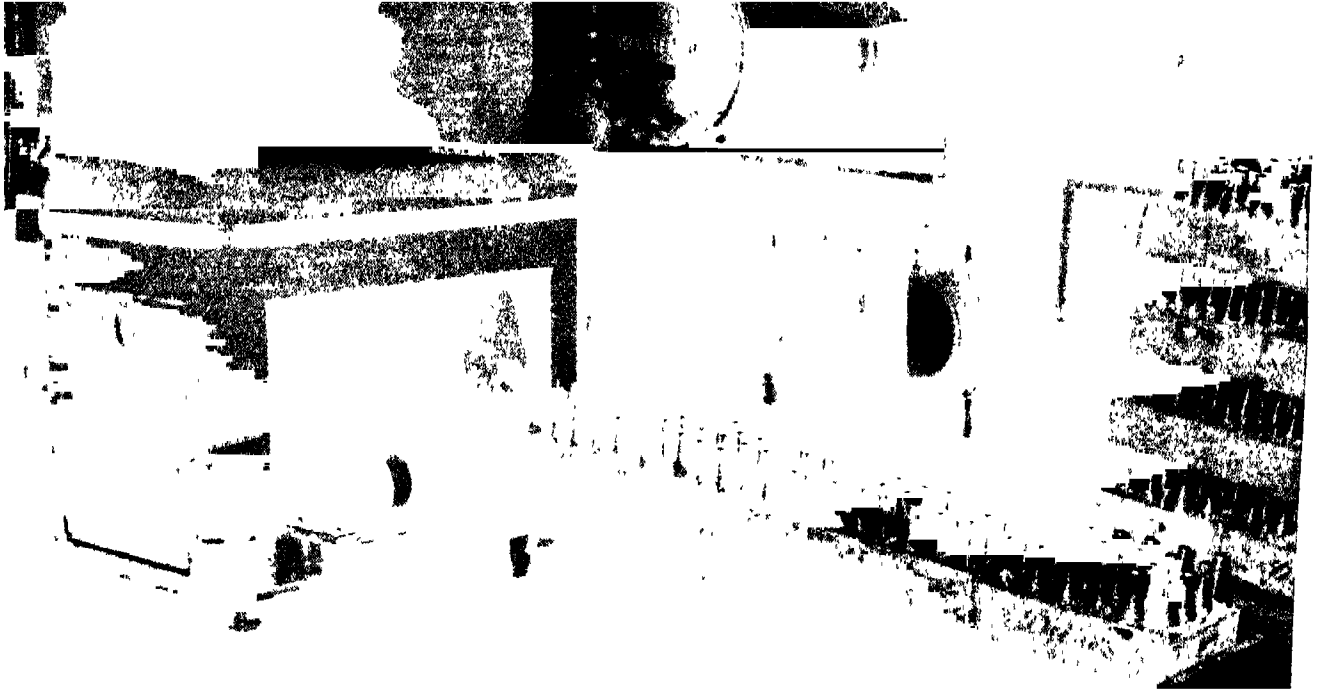
ریاست مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن کی امداد سے جاری شدہ بمبئی میں (اوپر کی تصویر) ایک ایریٹیڈ ڈرنکس مینو فیکچرنگ یونٹ اور گوا میں (نیچے کی تصویر) وائر مینو فیکچرنگ یونٹ۔

پانے والے ۹۴ فیصدی یونٹ چھوٹے درجے کے تھے۔ ان میں سے ۴۲ فیصد ترقی زیر خط کے تھے۔ منظور شدہ رقم کا ۶۲ فیصد حصہ ان کے فائدے کے لیئے مخصوص تھا اور ان میں سے ۶۵ فیصد حصہ ۱۳ پسماندہ اضلاع میں واقع یونٹوں کی امداد کے لیئے دیا گیا۔ دیہی علاقوں میں مالیاتی کارپوریشن کی جانب سے امداد بہم پہنچانے کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اب تک یہاں قائم ۱۵۰۰ یونٹوں کو متعلقہ مقامات کے ۶۰۰ یونٹوں کو امداد دی گئی۔

معاشی طور سے کمزور طبقات کی امداد:

ہزاروں تعلیم یافتہ بیروزگاروں، ٹرانسپورٹ آپریٹروں، سند یافتہ یا تجربہ کار ٹکنیشنوں اور خاص موجدوں کو آسان شرائط پر قرض دے کر امداد دی گئی۔ تاحال ۵۲۵۰ سے زیادہ افراد کو ۲۸٫۲۰ کروڑ روپے کی رقم بطور قرض امداد دی گئی۔ گذشتہ سال ۲۰ د۳ کروڑ روپے کی منظور شدہ رقم سے ۶۵۰ افراد نے فائدہ اٹھایا تھا۔ اب کارپوریشن نے میٹرک کی شرط ہٹا دی ہے تاکہ ناخواندہ والے بھی قرض کے مستحق ہو سکیں۔ اب ان کا معمولی پڑھا لکھا ہونا ہی کافی ہے

مزید برآں تاحال یعنی ۷۹-۱۹۷۸ء کی پہلی سہ ماہی تک تقریباً ۱۲٫۰۰۰ صنعتوں کو امداد بہم پہنچائی گئی۔ اور ان کے لیئے ۱۹ کروڑ روپے سے زیادہ رقم منظور کی گئی۔ کل منظورہ رقومات میں ۲ لاکھ روپے کی حد تک ۸۵ فیصد حصہ جو ۲ لاکھ روپے سے اوپر اور ۵ لاکھ روپے کی حد تک ۱۰ فیصد اور پانچ لاکھ سے زیادہ رقم کے لیئے صرف ۵ فیصد حصہ تھا۔

پانچ لاکھ روپے کی حد تک آئی ڈی بی آئی کی جانب سے خود بخود سرمایہ کاری کے باعث یہ یقیناً ممکن ہو گیا ہے کہ پسماندہ علاقوں کے تمام مستحق یونٹ فوری طور سے آسان شرائط پر قرض پا سکیں نیز ترقی پذیر اور ترقی یافتہ علاقوں میں بھی انہیں ۱۲½ فیصد شرح کے بجائے ۱۱½ شرح پر یہ قرض بر وقت مل جائے۔

پسماندہ علاقوں میں کارپوریشن:

تاحال امداد پانے والے یونٹوں میں سے ۸٫۶۰۰ ترقی پذیر علاقوں میں ہیں۔ ان میں سے ۴٫۳۰۰ مہاراشٹر کے ۱۳ پسماندہ اضلاع اور گوا، دمن و دیو میں ہیں۔ ترقی پذیر علاقہ جات کے لیئے کل منظور شدہ رقم ۱۰۰٫۲۵ کروڑ روپے کی حد تک پہنچ گئی ہے جس میں سے ۶۰٫۲۹ کروڑ روپے پسماندہ علاقہ جات کے حصہ میں آئے۔ اس کے مقابلے میں ترقی یافتہ پٹی میں ۳٫۸۴۳ یونٹوں کی امداد کی گئی اور ان کے لیئے ۸۶ کروڑ روپے کی رقم منظور کی گئی۔

روزگار کے ذرائع بڑھانا بھی کارپوریشن مذکور کا ایک خاص مقصد ہے جس کے تحت اس نے اب تک ۱٫۸۰ لاکھ روپے کی حد تک روزگار کی گنجائش پیدا کی ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۲۸٫۰۰۰ مواقع روزگار پیدا کیئے گئے۔

بلاسود قرض:

مزید برآں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حال ہی میں ایم ایس ایف سی نے ان قرضہ جات پر سود معاف کر دیا ہے جو تین پسماندہ اضلاع رتناگیری، اورنگ آباد اور چندرپور

مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن کا خاص مقصد تعلیم یافتہ اشخاص کے لیئے روزگار کے مواقع بڑھانا ہے۔
کارپوریشن کی امداد سے قائم شدہ اس شیتل انجینئرنگ ادارہ میں تعلیم یافتہ بیروزگار برسرکار ہیں۔

میں مرکزی امداد کے تحت لئے گئے تھے۔

آئندہ سے ان اضلاع میں امداد پانے والے چھوٹے یونٹوں کو چھ ماہ کی مدت کے لئے بلاسود قرض مل سکے گا جبکہ اس مدت میں مرکزی امداد عموماً مل جاتی ہے۔

مقبول اسکیمات :

کارپوریشن نے امداد پانے والے یونٹوں کے علاوہ امداد نہ پانے والے یونٹوں کے لئے بھی قرض کی سہولت مہیا کی ہے تاکہ وہ جدید قسم کی مشینری لے سکیں اور صنعتی بجلی کی قلت پر قابو پانے کے لئے پاور جنریٹر خرید سکیں۔

اس کارپوریشن نے حال ہی میں بیمار یونٹوں کے لئے متعدد مراعات کا اعلان کیا ہے۔ اس طرح کی کارروائی کرنے والی یہ پہلی کارپوریشن ہے امید ہے کہ اس اقدام سے بہت سے بیمار یونٹوں کی حالت ٹھیک ہو جائے گی۔

سال کے اختتام پر ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تاکہ بینکوں اور مالیاتی کارپوریشنوں کے درمیان قریبی رابطہ قائم رہے۔

ایم ایس ایف سی، ۵ فیصد بلاسود قرضوں کے سلسلے میں ریاستی حکومت کی تنگ گذاری جس سے اس رائد قسم (Margin Money) کے مقصد میں تخفیف ہو سکے گی۔ جو صنعت کار دل کو درکھا ہوتی ہے۔ خود کارپوریشن نے بھی "سیڈ کیپٹل" نامی اسکیم وضع کی ہے جس سے مزید سہولت ملے گی۔

مزید نئی سہولتیں زیر غور ہیں۔ فی الحال اس مقصد کے لئے کہ صحیح نوعیت کی صنعتوں کا انتخاب کس طرح کیا جائے ایک "سیل" قائم کیا جا چکا ہے۔ مرکزی دفتر اور علاقائی دفاتر پر درخواست دینے کے معاملے میں پوری رہنمائی کی جاتی ہے اور ہر طرح کی معلومات دی جاتی ہے۔

لامرکزیت :

کارپوریشن نے اس سال کے دوران اپنے نظم ونسق میں مزید لامرکزیت پیدا کی۔ اس مقصد سے ناسک میں ایک ریجنل آفس اور رتناگیری و اکولہ میں برانچ آفس کھولے۔ فی الحال علاقائی دفاتر کو ۲ لاکھ روپے کی حد تک منظوری اور تقسیم کے اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اب ۵۰,۰۰۰ روپے کی حد تک ایسے اختیارات برانچ آفسوں کو بھی دے دیئے گئے ہیں۔

ضلع صنعتی مراکز کھل جانے کے بعد ایم ایس ایف سی ان مراکز کے ساتھ عملاً وابستہ رہے گی۔ علاقائی مینیجروں کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ ۵۰,۰۰۰ روپے کی حد تک درمیان میں ہی اسکیم میں تبدیلی کی منظوری دے سکتے ہیں۔

ان خطوں میں بورڈ کے اجلاس کے دوران چیرمین۔ مینجنگ ڈائرکٹر دیگر ڈائرکٹران نیز افسران لگاتار دورہ کرتے ہیں تاکہ امداد پانے والے یونٹوں کی رفتار ترقی کا جائزہ لیں، وہاں مختلف جماعتوں کے نمائندوں سے ملیں۔ انھیں کارپوریشن کی اسکیموں سے روشناس کریں اور ان کے مسائل کا حل تلاش کریں۔ ان دوروں کے مفید نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

مضمون نگار حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مضامین صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھ کر روانہ فرمائیں۔

یوتھ فورم

"یوتھ فورم" کا ایک خاص فیچر جو کیریئر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس فیچر میں قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی کی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ، پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔ اپنے مضامین اس پتہ پر روانہ فرمائیں:

ایڈیٹر 'قومی راج'، نیوا یڈمنسٹریٹو بلڈنگ ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۳۲ - ۴۰۰۰

مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن (ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی) کی کارکردگی

• ایم۔ آر کولھاٹکر (مینجنگ ڈائرکٹر)

مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن ۱۹۵۳ء میں قائم کردہ بمبئی
ٹیٹ فنانشیل کارپوریشن کا بدل ہے۔ یہ کارپوریشن ایس ایف سی قانون
ت ۱۹۵۱ء کے تحت تیسرا قائم کردہ ہے۔ پہلے دو پنجاب اور کیرالا کے
پوریشن ہیں۔ صنعتی مقاصد کے لیے ضمانت، مدتی قرضوں کے طور پر
ی اعانت ان کارپوریشن کے ذریعہ فراہم کی جاتی ہے۔ اس کارپوریشن
نتظام دو عملی نظام میں بٹا ہوا ہے۔ اصل رقم عموماً ریزرو بینک یا
ی ڈی بی آئی اداروں یا ریاستی حکومت کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہے
ں کے علاوہ اس رقم کا کچھ حصہ دیگر مالی اداروں سے حاصل کیا جاتا ہے
ستی حکومت کا اس کارپوریشن سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس بات کی
ی حد تک ضمانت حاصل ہوجاتی ہے کہ کارپوریشن کی کاروائیاں ریاستی
مت کی پالیسیوں کے عین مطابق ہوں جس میں صنعتوں کو فروغ، چھوٹی
نعتوں کا قیام، پسماندہ علاقوں کی ترقی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح آر بی
ی اور آئی ڈی بی آئی کا اس کارپوریشن سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس
بات کا کچھ حد تک یقین ہوجاتا ہے کہ کارپوریشن کی کاروائیاں مالی طور پر
اطمینان بخش ہیں اور کل ہند سطح پر یکساں طور سے عمل پذیر ہیں۔

لیکن جہاں تک مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن کا تعلق
ہے اس کا نظام سہ طرفی ہوگیا ہے۔ اس وقت سے جب سے گوا، دمن
اور دیو کے علاقوں کو مذکورہ کارپوریشن کے احاطۂ عمل میں لایا گیا ہے نتیجہ
میں گوا، دمن اور دیو کا نظام بھی اس کارپوریشن کے ذمہ آگیا ہے۔

وجود میں آنے کے بعد پہلے نو سالوں میں بمبئی اسٹیٹ فنانشیل
کارپوریشن نے ان علاقوں میں جو اب مہاراشٹر میں شامل ہیں، ۴۶۳
قرضوں کے لیے ۷۱۷ لاکھ روپیہ منظور کیا تھا اور ۳۹۱ لاکھ روپیہ تقسیم
کیا۔ اس طرح سے سالانہ منظوری کا اوسط ۸۰ لاکھ روپیہ اور سالانہ
تقسیم کا اوسط ۵۲ لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن نے ۱۴ر اگست ۱۹۶۲ء
سے کاروبار شروع کیا۔ شری پرشوتم کانجی جو پہلے بمبئی اسٹیٹ کارپوریشن

*

ایم ایس ایف سی
کی امداد سے جاری
میسرز البرٹ
ولٹس ایبڈ نٹس منوفیکچرنگ کمپنی۔

*

کے چیئرمین تھے انھیں ہی ریاستی حکومت نے اس نئے کارپوریشن کا چیئرمین برقرار رکھا۔ دو سال بعد ان کی جگہ مہاراشٹر کے مانے ہوئے صنعت کار ٹی۔ڈی گرواڑے کو چیئرمین مقرر کیا گیا۔ آپ کی دور اندیشی اور قابل تعریف رہنمائی سے ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی دن بہ دن ترقی کرتی گئی۔ سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء سے سنہ ۱۹۷۶-۷۷ء کے دوران پندرہ سالوں میں اس کارپوریشن سے ۵۸.۶۸ اکروڑ روپے مالیت کے ۱۱۰۳۰ قرضہ جات منظور کیے۔ اور تقریباً ۴۹.۸۶ کروڑ روپیہ تقسیم کیا یعنی سالانہ اوسطاً ۱ کروڑ روپیہ کے قرضہ جات منظور کیے اور سالانہ اوسطاً ۶.۲۵ کروڑ روپیہ تقسیم کیا۔ اس طرح سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایم ایس ایف سی کا سالانہ اوسط بی ایس ایف سی کے ۹ سال کے اوسط سے زیادہ ہے۔ اس سطحی ترقی سے ان نتائج کا بھی پتہ چلتا ہے جو کارپوریشن کی اس ہوشمندانہ پالیسی کے بدولت حاصل ہوئے جس کے تحت کارپوریشن نے اپنے دفاتر کو جگہ بہ جگہ قائم کیا اور مقامی دفاتر کو وسیع اختیارات دیے۔ پہلے پہل مقامی منیجر کو ۲۵۰۰۰ روپیہ تک کی منظوری کے اختیارات دیے گئے اور اب فی الحال منیجروں کو ۲ لاکھ تک روپیہ کی منظوری کے اختیارات دیے گئے ہیں۔ کارپوریشن کی دوسری اہم کارگزاری سنہ ۱۹۷۰-۷۱ء کے دوران اسٹاف کی توسیع تھی جس کی وجہ سے زائد اسٹاف کو اس وقت کام میں لایا جاسکا جب تجارتی بینک اور دیگر متعلقہ ادارے فنڈ کی کمی کی بدولت مشکلات سے دوچار تھے۔ اسی طرح کارپوریشن نے نئی اسکیمیں بھی مرتب کیں۔ اس طرح سے سنہ ۱۹۶۹-۷۰ء کے دوران کارپوریشن نے رسل و رسائل کی صنعت کو مالی امداد فراہم کی اور شاید کارپوریشن وہ اہم ادارہ ہے جس نے پہلے پہل کوکن میں ماہی گیری کشتیوں کے لئے اور گاہیں کچا لوہا لانے لیجانے والی گاڑیوں کے لئے سرمایہ فراہم کیا۔

اگر ہم ۱۵ سال کی مدت پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ سنہ ۱۹۶۴-۶۵ء میں منظور کردہ رقم کی انتہا ۴۰۹ لاکھ روپیہ تھی۔ بعد کے سالوں میں سخت قحط کے بنا پر زراعتی معشیت پر برا اثر پڑنے کی وجہ سے رقم کی منظوری میں کمی ہوتی گئی۔ سنہ ۱۹۶۸-۶۹ء میں دوبارہ عروج حاصل ہوا۔ اور منظور کردہ رقم ۴۳۱ لاکھ روپیہ ہوگئی۔ سنہ ۱۹۷۰-۷۱ء تک مسلسل اس میں اضافہ ہوتا رہا اور رقم بڑھ کر ۱۲۱۱ لاکھ روپیہ ہوگئی۔ بعد کے دو سالوں میں دوبارہ اس میں کمی واقع ہوئی لیکن سنہ ۱۹۷۳-۷۴ء میں یہ رقم ۱۸۲۷ لاکھ کی سطح تک پہنچ گئی۔ سنہ ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۲۷۲۳ لاکھ اور سنہ ۱۹۷۷-۷۸ء میں یہ رقم بڑھ کر ۲۷۵۶ لاکھ روپیہ ہوگئی۔

تقسیم ساری عموماً منظوری کے بعد تاخیر سے عمل میں آتی ہے یعنی اگر منظور کردہ رقم میں اضافہ ہوتا ہے تو تقسیم کردہ رقم میں بھی اضافہ ہوتا ہے لیکن ایک سال بعد۔ اس نقطۂ نظر سے، سنہ ۱۹۶۸-۶۹ء میں تقسیم کردہ

ودربھ پیپر مل، کنہان، ناگپور جسے کارپوریشن نے مدد دی ہے۔

*

رقم کی انتہا ۶۲۰٫۳۳۰ لاکھ روپیہ تھی - اور یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ تقسیم کردہ رقم میں اضافہ قبل سال کے منظور کردہ رقم میں اضافہ کے باعث پیدا ہوا۔ اس تعطل کیوجہ سے تقسیم کاری مجموعی طور سے اضافہ کی طرف مائل رہی سوائے ۶۹-۱۹۶۸ء ، ۷۳-۱۹۷۱ء اور ۷۳-۱۹۷۲ء سالوں کے - موجودہ زمانہ میں تقسیم کردہ رقم ۱۹ کروڑ روپیہ کی سطح تک پہنچ گئی ہے - ۱۵ سالوں کے دوران منظوری اور تقسیم کے تناسب میں کافی حد تک اضافہ ظاہر ہوتا رہا یعنی تقسیم منظوری سے ۲/۳ زیادہ رہی۔

تمام ریاستی کارپوریشن میں مہاراشٹر کی کارپوریشن کو اونچا مقام حاصل ہے جس کی وجہ کچھ حد تک یہ ہے کہ مہاراشٹر میں دیگر ریاستوں کے مقابلے میں صنعتوں کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ترقی یافتہ علاقوں میں یعنی بمبئی ، پونہ ، تھانہ کمپلیکس کے علاوہ صنعتی شعبوں کے قیام میں زیادہ سے زیادہ اعانت کی ہے - رقم کے معاملے میں ' ۵۳ فیصدی رقم ترقی یافتہ علاقوں کو دی گئی ہے - اگر دیکھا جائے تو مہاراشٹر میں صنعتی ترقی کا ۸۰ فیصدی صرف بمبئی ، پونے اور تھانے حلقہ میں مشاہدہ کیا گیا ہے ، اس کے باوجود ایم ایس-ایف سی کا یہ کارنامہ نہایت اہم ہے - اسی طرح چھوٹی صنعتوں کے لئے بھی ۹۳ فیصدی مالی امداد منظور کی گئی -

بہرحال ایم ایس ایف سی ۱۵ سال قبل جس حالت میں تھی آج اس سے کہیں زیادہ بہتر حالت میں ہے - اندازہ مندرجہ خاکہ سے ہو جائے گا۔

(رقم لاکھوں میں)

	۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء تک	۳۱ مارچ ۱۹۷۷ء تک	۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء تک
منظوری	۲۰۶٫۰۰	۲۷۲۳٫۰۰	۲۷۵۶٫۲۴
تقسیم	۱۶۵٫۰۰	۱۸۹۲٫۰۰	۱۸۰۷٫۰۳
فاضل	۴۱۱٫۰۰	۶۷۴۵٫۰۰	۸۰۸۴٫۱۲
مستقل رقم	۰٫۸۴	۸۱٫۰۰	—
مشترک اصل سرمایہ	۱۰۰٫۰۰	۵۰۸٫۰۰	۷۴۵٫۵۰
محفوظ	۵٫۰۰	۳۴۷٫۰۰	—
ٹیکس سے قبل منافع	۸٫۰۰	۲۰۵٫۰۰	۲۶۰٫۸۹

بہرصورت ، ایم ایس ایف سی کے لئے اس کی یہ تمام کارکردگی ہی کافی نہیں ہے - حقیقتاً ماضی میں سرعت سے ترقی پانے کے تجربہ کے پیش نظر آئندہ یہی رفتار قائم رکھنا اس کارپوریشن کے سامنے ایک مشکل مسئلہ ہے

بہرحال جب تک عملہ میں اصلاح نہ ہو ، تو علمی اعتبار سے ترقی برقرار نہیں رکھی جا سکتی - اس مقصد کے لئے نہ صرف یہ کہ زاید اسٹاف کی ضرورت ہے بلکہ اسٹاف پوری طور سے قابل ہونا چاہیئے اور اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو بدلتے ہوئے حالات اور مرکزی و ریاستی حکومت کی پالیسیوں کے مطابق ڈھال سکے - ایم ایس ایف سی کو یہ سب کچھ کرنا ہے - ان توقعات کے پیش نظر وسیع مالی امداد ، رعایت ، بیمار شعبے اور وصولیابی میں طوالت کے بارے میں پیدا ہوئی ہیں -

اس کارپوریشن نے اپنی خدمات کے ۱۵ سال مکمل کر لئے ہیں - جب ہم اس کے ماضی کو دیکھتے ہیں تو مسرت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہمیں مستقبل پر نظر رکھنی چاہیئے جو اگر ناخوشگوار نہیں ہے تو کم از کم غیر یقینی ضرور ہے - لہٰذا ایم ایس ایف سی کی موجودہ صورتحال میں پوشیدہ نئی ذمہ داریوں کا سامنا کرنا ہے - ماضی کے تجربہ کو دیکھتے ہوئے امید ہے کہ اپنے اپنے اسٹاف اور عہدہ داروں کے تعاون سے ایم ایس ایف سی ضرور توقعات کے مطابق پوری اترے گی -

مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن (ایم ایس ایف سی) کی مختلف اسکیمیں :

مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن ریاست مہاراشٹر میں اور گوا ، دمن اور دیو کے مرکزی صوبوں میں صنعتوں کے فروغ کے لئے نمایاں کردار ادا کر رہی ہے - اپنے حلقۂ عمل میں صنعتی پروجیکٹوں کے لئے یہ کارپوریشن ۱۰۰۰ سے لیکر ۳۰ لاکھ روپیہ تک مالی امداد دیتی ہے ، جو چھوٹی اور درمیانی درجے کی صنعتوں کے لئے جگہ ، عمارت یا مشینری خریدنے کے لئے دی جاتی ہے -

اسی کے ساتھ ساتھ نئی صنعتوں کے قیام ، موجودہ صنعتوں کی توسیع تبدیلی وغیرہ کاموں کے لئے بھی یہ کارپوریشن امداد دیتی ہے - پروجیکٹ کی نوعیت اور اسکیم کے اعتبار سے قرضے دئے جاتے ہیں جو کہ عموماً ۵ سے ۴۰ فیصدی تک ہوتے ہیں -

مختلف اسکیمیں :-

۱- فن داں امدادی اسکیم :-

یہ اسکیم اشیاء کی تیاری میں ۵ سال کا عملی تجربہ رکھنے والے ہر انجنیروں کے لئے مرتب کی گئی ہے جس کے تحت فن دانوں کو ۵ فیصدی شرح سے ۵ لاکھ روپیہ کی مالی امداد بطور قرض دی جاتی ہے - اس کے علاوہ مستحق معاملوں میں کارپوریشن تخمی سرمایہ بھی لگاتی ہے - اس طرح سے فن دانوں کو اپنے

باقی صفحہ ۴۰ پر

یوتھ فورم

غیر متوقع کامیابی

دتا گائے ٹونڈے
اول پوزیشن
حاصل کرنے والے

شری دتہ واسودیو گائے ٹونڈے نے جو سینٹ ونسینٹ ہائی اسکول، پونے کے طالب علم ہیں، امسال مہاراشٹرا اسٹیٹ سکنڈری اور ہائر سکنڈری بورڈ، پونے کے زیر اہتمام ہائر سکنڈری امتحان میں ۸۸ء۸۳ فیصد نمبر حاصل کر کے مہاراشٹر بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔

۱۷ جولائی کو امتحان کا نتیجہ نکلنے کے بعد رمیش سواسکر کو انٹرویو دیتے ہوئے دتا نے کہا کہ ان کی یہ کامیابی غیر متوقع ہے۔ انھوں نے کبھی ٹیوشن نہیں لی۔ مگر ہر روز وہ ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ پڑھائی کرتے تھے۔ امتحان شروع ہونے سے ایک ماہ قبل وہ روزانہ چھ گھنٹے پڑھائی کرتے تھے۔ دتا نے بتایا کہ ان کے والدین اور اساتذہ نے بھی ان کی رہنمائی کی ہے۔

دتا نے بمبئی کے ہل گرینج ہائی اسکول میں ۸ ویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد میں سینٹ ونسینٹ ہائی اسکول پونے میں تعلیم حاصل کی۔ دتا کی مادری زبان کنڑی ہے مگر وہ مراٹھی، ہندی اور انگریزی بھی بخوبی بول سکتے ہیں۔

... وہ ... میں ... بھی ... لیتے ہیں۔

... والد ... واسودیو ... گائے ٹونڈے ... میں ... ہیں اور بی۔ ایس سی (ٹیکنیکل) امتحان پاس ہیں۔

دتا کا ... بھائی اور ایک بہن ہے۔ دتا انجینئرنگ میں تعلیم حاصل کریں گے اور آئی آئی ٹی، پوائی بمبئی میں داخلہ لیں گے۔

میں ڈاکٹر بنوں گا

اجے کمار پریم چند گپتا بھی سینٹ ونسینٹ ہائی اسکول، پونے کے طالب علم ہیں۔ انھوں نے امسال ہائر سکنڈری امتحان میں ۸۸ء۶۷ نمبر حاصل کر کے مہاراشٹر میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔

نتیجہ کا اعلان ہوتے ہی جب رمیش سواسکر ان کا انٹرویو لینے ان کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ مندر گئے ہوئے ہیں۔ یہ معلوم کر کے سواسکر نے خیال کیا کہ گپتا خاندان ایک مذہبی خاندان ہے ننھا نوجوان گپتا مندر میں شکرانہ ادا کرنے گیا ہو۔ گپتا خاندان آزادی کے بعد راولپنڈی سے ہندوستان آیا۔ اس وقت اجے کمار کے والد پریم چند کی عمر ۱۴ سال تھی۔ تب ہی پریم چند نے ملٹری کینٹین میں کام کرنا شروع کر دیا۔ مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بھی پریم چند نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور بالآخر معاشیات و سیاسیات میں ایم اے پاس کیا۔ فی الحال وہ قلابہ ضلع کے علی باغ مقام پر جنتا شکشن منڈل کے کالج میں پروفیسر ہیں۔ اجے کی والدہ بھی گریجویٹ ہیں۔

اُن کی اس اعلیٰ کامیابی کا راز پوچھنے پر اجے نے بتلایا کہ ان کی اس کامیابی کا سہرا اُن کی والدہ اور واڈیا کالج پونے کے پروفیسر شری موگٹ کے سر ہے۔ وہ ہر روز متواتر ۶ سے ۱۰ گھنٹے تک پڑھتے تھے۔ اجے نے بتلایا کہ انھوں نے گائیڈ وغیرہ سے کبھی مدد نہیں لی۔

اجے ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر بننے کا خیال ان کے دماغ میں ۹ برس کی عمر ہی سے سمایا ہوا تھا جبکہ پیٹ کے علاج کے لئے ان کا آپریشن ہوا تھا۔ اجے کرکٹ کے اچھے کھلاڑی ہیں۔ پڑھنے میں خوب مگن رہتے ہیں اور تصویر دیکھنے کا بھی شوق رکھتے ہیں۔ اجے کے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔

اجے کمار گپتا
دوئم پوزیشن
حاصل کرنے والے

کامیابی کا راز

وِنو دڈ گاؤنکر پبلک ریلیشنز آفیسر
(ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی)

...ی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے محض روپیہ اور تجربہ ہی کافی
...یابی کی راہ طے کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صنعت کار واضح منصوبہ
...نہ پوری ہمت، کام کی لگن، اُپج اور صلاحیت رکھتا ہو۔
...ورنگ آباد میں قائم ایک چھوٹے سے صنعتی کارخانے کی کہانی ہے،
...عمر صرف سات سال ہے۔ آج یہ ہندوستان میں چند بڑے اداروں مثلاً
...ان ایرونا ٹِکس' امول ڈیری' مرفی انڈیا، نیلکو، ہیمکن اور ٹائم اسٹار
...منسلک ہے۔ ان کا نام ہے "اسیدما پلاسٹک اینڈ انجینئرنگ انڈسٹریز"
...دو جوان انجینئروں یعنی شری پرتاپ بوراڈے اور شری دنیتر یاکیکٹ
...پروردہ ہے۔ یہ دونوں ۷۰-۱۹۶۹ء میں میوچوئل پلاسٹک' بمبئی میں
...سی طرح داخل ہوئے۔ اس وقت وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی
...ری بوراڈے 'میوچوئل پلاسٹک' میں پروڈکشن انجینئر کی حیثیت سے
...دنے سے قبل 'انکھے پلاسٹک' بمبئی میں ٹول روم انجینئر تھے۔ تعلیمی معیار
...انیکل گریجویٹ ہیں نیز پلاسٹک ٹیکنالوجی میں آئی آئی ٹی' پوائی کا
...ی رکھتے ہیں۔ شری کیکٹ پڑے الکٹریکل انجینئر ہیں اور میوچوئل پلاسٹک
میں آنے سے پہلے دو سال تک گروارے پلاسٹک نیز مشرقی افریقہ میں ایک
بی۔ وی۔ سی فیکٹری میں کام کر چکے تھے۔

گو ان دونوں کو اچھی اور محفوظ ملازمتیں مل گئی تھیں لیکن انھیں چین
نہ آیا، کیونکہ ایسے حوصلہ مند صنعت کاروں کے لئے یہی کافی نہیں ہوتا۔ ان کی
تخلیقی قوت اور آگے بڑھنے کی متقاضی رہتی ہے۔

انھوں نے اپنے تصور کے مطابق خود اپنی صنعت قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔
انھیں یہ پسند نہ تھا کہ دوسرے پلاسٹک صنعت کاروں کی طرح پلاسٹک
کی عام چیزیں ہی بنائیں۔ انھوں نے پلاسٹک کی خاص چیزوں پر تمام تر توجہ
دی۔ اپنے علم و فن کی بدولت انھوں نے کامیابی سے نئی نئی چیزیں ایجاد کیں۔
وہ فی الحال فیملی پلاننگ میں کام آنے والے پلاسٹک اسپرے پمپ اور ریسرچ
سائنس دانوں کے لئے درکار کارآمد چیزیں تیار کرتے ہیں۔

شری بوراڈے نے بڑے فخر سے بتایا کہ اس کامیابی میں ایم ایس ایف سی کا بڑا
حصہ ہے۔ یہ فیصلہ کر کے کہ ملازمت چھوڑ دی جائے اور خود اپنا کام شروع کیا جائے
انھوں نے ایم ایس ایف سی سے رجوع کیا۔ اس مالیاتی کارپوریشن نے حسب
معمول ان صنعت کاروں کو خوش آمدید کہا اور انھیں ۲۸،۰۰۰ روپے کی
امداد دی۔ اس طرح اورنگ آباد میں ٹڈک کے جنگل تھا نہ انڈسٹریل اسٹیٹ
میں 'اسیدما' کا قیام عمل میں آیا۔ اور دو تین سال کے اندر ہی انھوں نے
منڈی میں جگہ بنا لی۔

ریاست مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن' بوراڈے اور کیکٹ جیسے حوصلہ
مند صنعت کاروں کو ہمیشہ سب سے اول مدد دیتی ہے۔ یہی اس کا ... ...
مقصد ہے۔

...سیدما پلاسٹک اینڈ انجینئرنگ
...یز کے شری بوراڈے' شری ہومی جے۔ ایچ
...رخال' چیرمین ایم ایس ایف سی کو
...سے تیار کردہ اشیاء دکھا رہے ہیں۔
...ی ایم۔ آر کولہاٹکر' مینجنگ ڈائرکٹر
...ایم ایس ایف سی' بھی تصویر میں دیکھے
...تے ہیں۔

• نورالحسنین

ہندوستان میں اُردو ڈرامہ کا ارتقاء

*

ہندوستان نے جہاں مختلف فنونِ لطیفہ کو جنم دیا ہے اُن میں ڈرامہ بھی کافی اہم مقام رکھتا ہے ۔ ڈرامہ یا ناٹک اس ملک میں پانچویں صدی عیسوی یعنی چندر گپت بکر ماجیت کے دورِ حکومت ہی سے شروع ہو چکا تھا ۔ اُس دور نے کالیداس جیسے مشہور ڈرامہ نویس کو جنم دیا ۔ جس نے عالمگیر شہرت پائی ۔ "شکنتلا" "میگھ دوت" اور "رگھوونش" جیسے لافانی ڈرامے اُسی کے رویِ قلم کا نتیجہ ہیں ۔ یہ ڈراموں کا دَور تاریخ ہند میں "سنہرا دور" کہلاتا ہے ، لیکن بدقسمتی سے یہی دَور آخری دَور بھی گنا جاتا ہے ۔ کیونکہ اس کے بعد نہ صرف شمالی ہند میں سنسکرت اسٹیج کا اقتدار ختم ہو گیا بلکہ بیرونی حملوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اُس نے ملک کی سیاسی فضا درہم برہم کر دی تھی ۔

تاریخ نے ایک لمبی کروٹ لی اور ناٹک اس دَور میں دب کر رہ گیا ۔ مسلمان بادشاہوں نے اس فن کی کوئی خاص خدمت انجام نہیں دی ۔ ہاں البتہ رقص و موسیقی کو خوب فروغ حاصل ہوا ۔

ڈراموں کا دوسرا جنم سنہ ۱۷۵۰ء میں ہوا ۔ جب جزیرۂ بمبئی میں انگریزی فوجیں قیام پذیر تھیں ۔ اسی سال بمبئی میں ایک تھیٹر کا قیام "بمبئی تھیٹر" کے نام سے عمل میں آیا ۔ جس کا مقصد صرف برطانوی تاجروں ، سول ، ملٹری آفیسروں کے لئے تفریحی پروگرام (ڈرامے) پیش کرنا تھا ۔ یہ تھیٹر نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کا قدیم ترین تھیٹر سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس کی ابتدائی تاریخ سے نابلد ہیں ۔ جیسا سنہ ۱۷۵۰ء تا سنہ ۱۸۰۶ء تک کتنے ڈرامے اس کمپنی نے کھیلے ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے ۔ بمبئی کے ایک قدیم ترین ہفتہ روزہ "بمبئی کوارٹر" کی ورق گردانی سے ہمیں صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ۱۲ ستمبر سنہ ۱۸۰۶ء کو اس تھیٹر میں ایک ڈرامہ " Mountaineer " دکھایا گیا تھا ۔ یہ قدیم تھیٹر سنہ ۱۸۳۵ء تک قائم رہا اور سنہ ۱۸۳۰ء تک کسی ہندوستانی کو اس تھیٹر میں جانے کی اجازت نہیں تھی ۔

اس تھیٹر کے فروخت ہو جانے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے بمبئی میں گرانٹ روڈ پر جگناتھ شنکر سیٹھ کی زمین پر ایک نیا تھیٹر تعمیر کیا اور پہلی بار اس کی مجلس انتظامیہ میں ہندوستانیوں کو بھی شریک کیا گیا ۔ ہندوستانی ممبروں میں مرہٹے اور پارسی شامل تھے ۔ ان لوگوں نے اپنی زبانوں میں ڈرامے دکھلائے ۔

اسی اسٹیج پر " اردو کا پہلا ڈرامہ "گوپی چند اور جالندھر" ۲۶ نومبر سنہ ۱۸۵۳ء کو دکھلایا گیا ۔ یہ ناٹک ہندو ڈرامیٹک کور نے پیش کیا تھا جو بے حد مقبول ہوا ۔ یہ بات قابل حیرت ہے کہ اردو کے ابتدائی ڈرامے غیر اردو داں لوگوں نے لکھے ہیں ۔ اس زبان کا پہلا ڈرامہ نویس "بھاؤ داجی لاڈ" تھا جو مہاراشٹر کا ایک ہندو تھا ۔ اس کے بعد پارسی لوگوں نے لکھنا شروع کیا ۔ جن میں " ایدل بھاجی "، ڈی ۔ یو ۔ ایچ خانہ والا ، ایف ۔ جی دلال ، ڈی ۔ ایف راند ھیلیا ، کے بہمن جی وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔ اسی طرح گجراتی لوگوں میں بھی نربداشنکر ، اودے رام کافی شہرت کے حامل ہیں ۔ اردو ڈراموں کی تاریخ میں یہ بات خاص اہمیت رکھتی ہے کہ اگر مرہٹے اردو اسٹیج سے وابستہ رہتے تو وہ اس دُنیا کے مردِ میدان کہلاتے لیکن تھوڑے ہی نقصان نے اُن کی ہمتوں کو پست کر دیا اور وہ بڑدوہ چلے گئے ۔ اُن کی جگہ پارسی نوجوانوں نے لے لی ۔ پارسیوں نے اردو تماشوں کی طرف توجہ دی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سنہ ۱۸۶۱ء تک لگ بھگ اُنیس تھیٹریکل کمپنیاں قائم ہو گئیں جو صرف اردو ڈرامے پیش کرتی تھیں ۔ سنہ ۱۸۷۱ء اردو تھیٹریکل دنیا میں خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہی وہ سال تھا جس میں تجارتی تھیٹر کو خوب خوب فروغ حاصل ہوا ۔ اور لوگوں کو اردو ڈراموں کے پیش کرنے میں فائدے کا پہلو نظر آیا ۔ "بہرام جی فریدون جی مرزبان" نے "خورشید" نامی ڈرامہ گجراتی سے اردو میں ترجمہ کیا اور اسے دادا بھائی پٹیل نے تیار کروایا ۔

اس ڈرامے کے لئے خاص اہتمام کیا گیا ۔ مصوّر پردے بنوائے گئے ۔ جس کی مدد سے پس منظر کو اُبھارا گیا ۔ آگے کا بڑا پردہ جسے " ڈراپ " کہتے ہیں وہ بھی بڑی لاگت سے تیار کروایا گیا ۔ مختلف آرٹسٹوں کے لئے زرق برق لباس بنوائے گئے اور پارسی وکٹوریہ ناٹک منڈلی نے اُسے " وکٹوریہ تھیٹر " میں پیش کیا جسے لوگوں نے خوب پسند کیا ۔ "خورشید" کی کامیابی دیکھ کر ایک دوسری کمپنی الفریڈ نے بھی ایسی ہی تیاریوں کے ساتھ ایک دوسرا ڈرامہ "جہاں بخش گلِ رخسار" پیش کیا ۔ اس پر بھی تماشائی ٹوٹ پڑے اور اُسی وقت سے ڈراموں میں پس منظر کے لئے مصوّر پردوں کا استعمال عام ہوا ۔

پلاٹس کی تلاش میں اس دور کے ڈرامہ نگاروں کی نگاہیں اس عہد
شہور و مقبول قِصّوں پر گئیں۔ جس کے نتیجے میں گل بکاؤلی، جانِ عالم
کمنلا، بے نظیر، بدر منیر، شیریں فرہاد، لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا،
بابا چالیس چور، طلسم الفت، حاتم طائی وغیرہ ڈرامے لکھے گئے۔ اور
رامے تقریباً ہندوستان کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں دکھائے گئے۔
۱۸۷ سنہ تک عورتوں کے کردار بھی مرد ہی کیا کرتے تھے لیکن دادا بھائی
جو اردو اسٹیج کو ترقی دینا چاہتے تھے۔ حیدرآباد سے اپنے ساتھ چار
توں کو لے آئے اور انہیں "اندر سبھا" میں پریوں کے روپ میں پیش
۔ اُن کے اس اقدام پر قدامت پسند پارسیوں نے اُن کے خلاف انگلیاں
ائیں لیکن وہ اپنے ارادے میں اٹل رہے۔

ہندوستان کی ڈرامہ کمپنیوں کا تمام دنیا میں ڈنکا بج رہا تھا چنانچہ
ی وکٹوریہ منڈلی نے ہندوستان کے بڑے شہروں میں دھوم مچانے
بعد مشرق بعید کے سفر کا ارادہ کیا اور ۱۸۸۱ سنہ میں بالیوالا اپنی
رنگون لے گیا۔ ۱۸۸۳ سنہ میں سنگاپور، بنکاک لے گیا۔ اسی زمانے
ڈراموں کے میدان میں ایک نئی ایجاد نے جنم لیا۔ ایسی مشینیں اور
یں نکالی گئیں جن کی مدد سے حیرت انگیز مناظر اسٹیج پر پیش کئے جانے
"اندر سبھا" کے ڈراموں میں گلفام مسہری پر اڑتا ہوا آتا اور سبز
ں کے اُڑتے تخت کا پایہ پکڑے ہوئے اندر کی محفل میں جاتا نظر آتا۔ دیکھتے
دیکھتے دیو زمین میں سما جاتے۔ چھبیلی بھٹیارن کو شہزادہ اپنے تیروں سے
کر دیتا۔ مجنوں اپنے گریباں کی ایک دھجی پھاڑ کر لیلیٰ کے پاس روانہ کرتا
وہ دھجی اسٹیج سے ہوا میں اُڑتی ہوئی پورے ہال یا خیمے کا چکر کاٹ کر ایک
چلی جاتی۔ اس قسم کے مناظر دیکھ کر لوگ دنگ رہ جاتے اور انہیں تھیٹر
ال سمجھتے گو بجلی کا رواج ابھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن گیس کی روشنیوں میں
ق برق لباس اور زیورات بہار دکھلاتے تھے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ منظوم
مے نثر میں بدلنے لگے۔

گذرتے وقت کے ساتھ ساتھ اردو ڈراموں کا مزاج بھی بدلنے لگا
انگریزی ادب کے شاہکار ڈراموں کے ترجمے ہونے شروع ہوئے۔ جن
"دادا بھائی ٹھونٹی" نے شیکسپیر کے "پریکلس" کا ترجمہ "دردِ دل"
نام سے کیا۔ احسن لکھنوی نے ۱۸۹۸ سنہ میں ہیملیٹ اور رومیو جولیٹ
ترجمے کئے۔ ۱۸۹۹ سنہ میں "دی مرچنٹ آف وینس" اور ۱۹۰۱ سنہ میں
میڈی آف ایرارز" کے ترجمے ہوئے۔

ان ترجموں کے بعد طبع زاد ڈراموں کا دور شروع ہوتا ہے۔ ان میں
ب دہلوی نے "کسوٹی" "میٹھا زہر" "امرت" "زہری سانپ" "گورکھ دھندہ"
"مہا بھارت" "رامائن" وغیرہ ڈرامے قلم بند کئے۔ جو مہینوں تک ایک ہی اسٹیج پر
دکھائے گئے۔

آغا حشر اس صف میں اپنی انفرادیت کے اعتبار سے سب سے بلند ہیں
انہوں نے مختلف انگریزی ڈراموں کا اردو ترجمہ کیا۔ اُن کے خلاصوں پر اپنے
پلاٹ تیار کئے۔ اُن کے طبعزاد ڈراموں میں "بھارت منی" "بلوا منگل"
"مدھر مرلی" "بھگیرت گنگا" "ہندوستان" "ترکی حور" "آنکھ کا نشہ" "سیتا بن
باس" "دھرمی بالک" بہت مقبول ہوئے اور سالہا سال تک چلتے رہے۔
"رستم و سہراب" اُن کا آخری شاہکار تھا۔

اسی طرح اردو ڈراموں کا تیسرا دور عباس علی سے شروع ہوتا ہے
اصغر شاد۔ ناظم۔ ذائق اس دور کے مشہور ڈرامہ نگار تھے۔ جنہوں نے
پاکیزہ خیالات اور خوبی زبان کے باعث شہرت حاصل کی۔

جب پارسیوں نے اردو اسٹیج کو خیرباد کہدیا اور دوسرے زاید منافع بخش
کاموں میں لگ گئے تو اردو ڈراموں کا زوال شروع ہو گیا۔ بعد میں جو بھی
پارسی آئے وہ تاجرانہ ذہنیت کے مالک تھے۔ اُن کے مقاصد بھی تاجرانہ
تھے اس لئے ڈراموں کی دُنیا میں زیادہ شہرت حاصل کر سکے۔ ان کے پلاٹ
فرسودہ اور اُن کی تیکنک پرانی ہوتی تھی۔ اردو ڈراموں کا پانچواں دور
۱۹۳۵ سنہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے لوگ زیادہ تر فلموں سے منسلک
تھے اور ڈرامے ریڈیو کے لئے لکھتے تھے یا پھر مطالعہ کے لئے۔ یہ ڈرامے بہت کم
اسٹیج ہوتے تھے۔ ان لوگوں میں ابراہیم جلیس، کرشن چندر، پرکاش پنڈت،
قدسیہ زیدی، امتیاز علی تاج، محمد مجیب وغیرہ کے نام صفِ اوّل میں
آتے ہیں۔

آج فلموں کی بے پناہ مقبولیت، جاذبیت، موسیقی اور اعلیٰ درجہ
کی فنکاری نے ڈراموں کے دور کو کسی قدر بھلا دیا ہے اور اب ڈرامے
بہت کم اسٹیج ہوتے ہیں۔ اور زیادہ تر ریڈیو پر سُنائی دیتے ہیں۔

• رفیعہ شبنم عابدی

جگر — شاعرِ شراب و شباب

جس طرح کائنات کبھی حسن سے خالی نہیں ہوتی، چمن کبھی بہاروں سے محروم نہیں ہوتا، چاند ابھی صورتِ سانی سے کبھی نہیں نکلا، ہوائیں فرحت پاشیوں سے باز نہیں آتیں، آسمان کی گہر باریاں ہر دور میں جاری رہتی ہیں، آفتاب ہر روز اپنی کرنیں بکھیرتا ہے، اسی طرح اردو غزل بھی ہر دور میں ایک اچھا شاعر ضرور پیدا کرتی ہے۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۶۰ء تک کے اس طویل عرصے میں بھی اس نے اپنے چاہنے والوں کو مایوس نہیں کیا اور مرادآباد کی سرزمین سے اس جیتے جاگتے جگر کو چرا لائی جس کی نغمہ سرائی آج بھی اردو ناظرین کے کانوں میں گونج رہی ہے، جس کی آواز آج بھی روح میں نغمگی گھول رہی ہے اور جس کا پیغام آج بھی سنائی دے رہا ہے

***

جہاں تک جگر کی ذاتی زندگی کا تعلق ہے وہ ایک مولوی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ شرافتِ نفس اور شاعری اُن کو ورثے میں ملی تھی۔ ان کے مورثِ اعلیٰ مولوی محمد سمیع خود دہلی کے رہنے والے تھے اور شاہجہاں کے اُستاد تھے۔ عتابِ شاہی کا شکار ہو کر ترکِ وطن کر کے مرادآباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے دادا حافظ محمد نور، نورؔ والد مولوی علی نظر، نظرؔ، چچا مولوی علی ظفر، ظفرؔ اور چھوٹے بھائی علی مظفر دلؔ — سبھی شاعر تھے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سخن گوئی اور سخن سرائی ان کی رگوں میں گھلی ہوئی تھی۔ اور ان کی اس خداداد صلاحیت کو نہ ان کی کم علمی روک سکی اور نہ ہی آگے چل کر چشموں کی تجارت جیسا معمولی ذریعۂ معاش ان کی راہ میں حائل ہو سکا۔ بلکہ چشموں کی تجارت کے ساتھ ساتھ ان کی چشمِ بصیرت کو بھی وسعت ملتی رہی یہاں تک کہ وہ اسی چکر میں آگرہ، لکھنؤ، مین پوری اور کانپور ہوتے ہوئے گونڈہ میں حضرتِ اصغر تک پہنچے اور اصغر گونڈوی سے ان کی یہ چھوٹی سی ملاقات جگر کی زندگی کو ایک نیا موڑ عطا کر گئی۔ ان کا ذہنی سفر گویا جادۂ منزل تک پہنچ گیا اور ان کی شاعری کو جواب تک حالات اور حادثات نیز ضروریات و تجربات کی آگ میں تپ رہی تھی، جِلا مل گئی۔ اسی لئے وہ آخر عمر تک آصغر کو نہ بھلا سکے ؎

بدن سے جان بھی ہو جائے گی رخصت جگرؔ لیکن
نہ جائے گا خیالِ حضرتِ اصغر مرے دل سے

جگر اصغر کو بھول بھی کیسے سکتے تھے کہ ان سے ان کا دلی، ذہنی اور روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک لحاظ سے جگر کے دلی راز دار و غمگسار، ذہنی استاد و رہنما اور روحانی پیر و مرشد تھے (سید عبدالغنی سے تعلق بھی اصغر ہی کے توسط سے ہوا تھا) جگر کی روحانی زندگی (جس میں ان کی ازدواجی زندگی کی چند تلخ و شیریں گھڑیاں بھی شامل ہیں) کی صحیح لذتوں سے آشنائی بھی اصغر ہی کے ذریعے میسر ہوئی۔ یہ بھی ایک اتفاق ہی ہے کہ جگر کی زندگی میں آنے والی تمام عورتیں چاہے وہ وحیدن ہو، نسیم ہو یا شیرازن۔ بزمِ نگاراں سے تعلق رکھتی تھیں۔ جہاں حسن، آداز اور نغمے کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ اور یہی تین چیزیں ان کی شخصیت اور ان کے کلام کا جزو بن گئیں۔ یوں بھی ان کا کلام ان کی شخصیت سے جدا نہیں۔ وہ خود کہتے ہیں ؎

تکلف سے، تصنع سے بری ہے شاعری اپنی
حقیقت شعر میں جو ہے وہی ہے زندگی اپنی

لہٰذا اُن کی آواز ہی ان کی شاعری ہے اور ان کی شاعری ہی ان کی آواز۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جگر جتنے کامیاب غزل گو تھے اس سے کہیں زیادہ کامیاب غزلخواں اور غزل سرا تھے۔ یہی وہ خصوصیت تھی جس نے نیاز فتحپوری کے بیباک قلم سے اس قسم کے جملوں کی تخلیق کی۔

"جگر کی شہرت کا تعلق حسنِ کلام سے اتنا نہ تھا جتنا حسنِ سماعت

سے۔ جتنا اچھا وہ کہتے تھے اس سے کہیں زیادہ اچھا وہ پڑھتے تھے
... لوگ مشاعرہ میں ان کی غزل نہیں بلکہ خود ان کو سننے جاتے تھے"۔
لیکن نیازکی اس رائے سے جگر کی شاعرانہ عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا،
اس میں کچھ اضافہ ہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک کامیاب شاعر کا فرض ہے کہ
اپنے فن کے اظہار سے پہلے یہ سمجھ لے کہ جس صنف کا انتخاب وہ کر رہا ہے
وہ صنف اس بات کی متحمل بھی ہے یا نہیں۔ غلط انتخاب اچھے شاعر کو
ڈبو دیتا ہے اور صحیح انتخاب اس کے فن میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ یہ صنف
سخن کے صحیح انتخاب ہی کا نتیجہ ہے کہ میر حسن بہترین مثنوی گو، میرانیس بہترین
مرثیہ گو اور سودا بہترین قصیدہ گو کی حیثیت سے آج بھی زندہ ہیں۔
جگر نے اپنے فن کے اظہار کے لئے جس لطیف صنف سخن کا انتخاب
کیا تھا وہ اسی نغمہ سرائی اور خوش الحانی کی متقاضی تھی۔ اگر جگر کی آواز
میں یہ خصوصیت نہ ہوتی اور ان کے کلام میں یہ غنائیت، اور موسیقیت نہ ہوتی،
تو وہ آج "رئیس المتغزلین" نہ کہلاتے۔ اور غزل کو مختصر مگر موسیقیت اور
سرشاری سے بھرپور، بحروں میں سادگی کلام کے یہ نمونے میسر نہ آتے جنھیں
آج ہم اس طرح لہک لہک کر پڑھتے ہیں اور وجد آور انداز میں دہراتے
ہیں ؂

اللہ اللہ عشق کی رعنائیاں ؛ حسن خود لینے لگا انگڑائیاں

؂

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن ؛ لیکن اپنا اپنا دامن

؂

غم گیا رونقِ حیات گئی ؛ دل گیا ساری کائنات گئی

؂

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر، کبھی غنچہ و گل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصلِ بہار پر

؂

یہ لالہ و گل یہ سرو سمن ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریب جنوں کے پردوں میں تعمیر کے ساماں ہوتے ہیں

مترنم آواز کے علاوہ جگر کی شخصیت کی ایک اور نمایاں خصوصیت
ان کی حسن پرستی ہے۔ فطرتاً وہ ایک رند شاہد باز تھے۔ شاعرانہ مزاج
نے انھیں حسن کو پرکھنے، سمجھنے اور پہچاننے کا ایک اعلیٰ و ارفع ذوق عطا
کیا تھا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ صحیح معنوں میں شاعرِ شراب و شباب تھے
ویسے بھی ان کی ساری زندگی زہرہ جبینوں کے درمیاں گزری اور پردہ نشینوں
کے چہروں سے وہ ساری عمر کسب نور کرتے رہے۔ جی بھر کے نظارہ باز رہاں
ہیں۔ آنکھوں میں حسن کے لاتعداد جلوے چھپائے جشم نیم باز سے ...

بھی پی۔ گلعذاروں کی رعنائیاں لوٹیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسن کی مختلف کافر
ادائیاں ان کے کلام سے چھلکتی ہوتی محسوس ہوتی ہیں ؂

وہ حسن کا فر اللہ اکبر ؛ تخریب دوراں، آشوب محشر
وہ قدِ رعنا، وہ روئے رنگیں ؛ عالم ہی عالم، منظر ہی منظر
گیسو و عارض شانہ بہ شانہ ؛ شامِ معطر، صبحِ منور!
گفتار شیریں، رفتار نازک ؛ خیام و حافظ، تسنیم و کوثر

؂

وہ چہرہ ہے پُرنور کہ اللہ کی قدرت
وہ آنکھ ہے مخمور کہ حافظ کی غزل ہے

؂

وہ مست مانند رند آنکھیں، وہ سرخ مانند شہاب عارض
جو ہیں مجسم شراب آنکھیں تو ہے سراپا سحاب عارض

حسن اور وہ بھی مشرقی حسن کی چند خاص ادائیں اُن کی غزلوں میں دیکھی
جا سکتی ہیں ؂

کچھ جو پشیمانِ جفا ہو گئے ؛ اور وہ گھبرا کے خفا ہو گئے
ہم کو گرفتارِ بلا دیکھ کر ؛ وہ بھی گرفتارِ بلا ہو گئے

ہندوستانی حسن کی ایک اور خوبصورت سی تصویر ملاحظہ کیجئے ؂

اِدھر سے بھی ہے سوا کچھ اُدھر کی مجبوری
کہ ہم نے آہ تو کی، اُن سے آہ بھی نہ ہوئی!

؂

آنکھوں میں نمی سی ہے، چپ چپ سے وہ بیٹھے ہیں
نازک سی نگاہوں میں نازک سا فسانہ ہے

اور اس شعر میں ہندوستانی حسن و عشق دونوں کا حسین امتزاج ہے ؂

ہمیں جب نہ ہوں گے تو کیا رنگِ محفل
کسے دیکھ کر آپ شرمایئے گا

غرضیکہ جگر نے حسن اور اس کے جلووں کو اتنے رنگوں میں اور اتنے
قریب سے دیکھا تھا کہ ان کے ہاں ہم کو حسن کا ایک مخصوص تصور ملتا ہے
مثلاً ؂

حسن وہی ہے حسن جو ظالم ؛ ہاتھ لگائے ہاتھ نہ آئے

؂ حسن جس رنگ میں ہوتا ہے جہاں ہوتا ہے
اہلِ دل کے لئے سرمایۂ جاں ہوتا ہے

؂

حسن کو سمجھا ہے کیا اے بے صبر!
حسن معنی بھی ہے صورت ہی نہیں!

(باقی آئندہ)

کیفِ تغزل

* بشیر بدر
شیخ گڑھی، میرٹھ (یو۔پی)

یوں دل کو گدگدایا ہر غم جگا دیا ہے
اُس نے ہنسی ہنسی میں ہم کو رُلا دیا ہے

پُوچھا بہت جو ہم نے کس اَور اب ملوگے
چُٹکی میں ریت لے کر اُس نے اُڑا دیا ہے

کل شب عجب ہوا تھی بجھتے دیئے کی لَو میں
وہ آنسوؤں کا کاغذ ہم نے جلا دیا ہے

روشن تھے رات ہم سے خیمے مسافروں کے
دن کے سفر میں سب نے کیسے بھلا دیا ہے

جن کاغذوں پہ دل کی قیمت لکھی ہوئی تھی
اِن دیمکوں کو کس نے اُن کا پتہ دیا ہے

اس شہرِ بے اماں میں اُردو کا ایک شاعر
کچا سا اِک مکاں تھا بارش نے ڈھا دیا ہے

• طرفہ قریشی
مومن پورہ، ناگپور ۱۸

کیوں بے ضرورت اپنا تماشا کرے کوئی
جلوے کا حسن یہ ہے کہ پردا کرے کوئی

اپنوں کو غیر، غیر کو اپنا کرے کوئی
ایسا کبھی ہوا ہے جو ایسا کرے کوئی

کب تک سوادِ کاکلِ شب دیکھتا رہوں
روشن جبینِ صبح تمنا کرے کوئی

پانی اُتار دیتا ہے اہلِ جمال کا
اپنے کو آئینے میں نہ دیکھا کرے کوئی

رکھے ہمیشہ حال کی تصویر پر نظر
امروز کو نہ بھول کے فردا کرے کوئی

اے سعیِ وصلِ دوست تری کاوشوں کی خیر
اب تک تو کچھ ہوا نہیں اب کیا کرے کوئی

سودائے عشق ہے تو کرے سیرِ دشت بھی
گھر میں ہی سر پکڑ کے نہ بیٹھا کرے کوئی

غم دے کے مسکرانے کا الزام سر نہ لے
غم کی نزاکتوں سے شناسا کرے کوئی

کیا جانے کس خیال میں ہیں خفتگانِ عشق
ہر ہر قدم پہ حشر نہ برپا کرے کوئی

اُلفت سے اس کو عار، محبت سے اس کو بیر
ظالم کو کس نگاہ سے دیکھا کرے کوئی

اچھا ہے غیر آ نا رہے بزمِ ناز میں!
طرفہ کو بھی کبھی کبھی پوچھا کرے کوئی

ریاض احمد خان

ڈھند لکے

کفیل دھام پوری کی غزلوں، نظموں اور قطعات کو مطبوعہ نامی پریس
منؤ نے کتابی شکل دی اور اس مجموعہ کلام کو "دھندلکے" کے نام سے شائع کیا۔
جہاں تک کفیل دھام پوری کا تعلق ہے وہ نوجوان شاعر ہیں جنہیں شاعری
ورثہ میں ملی ہے لیکن پہلی مرتبہ آپ اردو دنیا میں ناول نگار کی حیثیت سے
روشناس ہوئے۔ پہلا ناول "ساتھی نہ کوئی منزل" اور دوسرا ناول،
"مجھے بھول جاؤ" روزنامہ پرتاپ میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔
کفیل کے من میں جو شاعر چھپا بیٹھا تھا اسے کب چین پڑتا۔ اُس نے کفیل
شعر کہنے پر اکسانا شروع کیا۔
خوش گو، خوش مزاج و خوش اخلاق غرضیکہ ایک شاعر میں جتنی بھی
خوبیاں ہونا چاہئیں وہ کفیل میں بھی بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اپنی انہیں
شاعرانہ خوبیوں اور خوبصورت کلام کے ساتھ کفیل چھوٹی چھوٹی محفلوں سے
لے بڑے مشاعروں میں شرکت کرنے اور اپنی تخلیق پر داد و تحسین حاصل
کرنے لگے۔ کفیل کی شاعری میں حسن و عشق کے چرچے ضرور ہیں مگر اس میں
زندگی کے مختلف پہلوؤں پر جس کرب اور بے چینی کا اظہار کیا ہے وہ ان
کا معراج ہے۔ انہوں نے زندگی کی اذیتوں کو قریب سے دیکھا، محسوس کیا
اور پھر اسی کرب میں ڈوب کر اشعار تخلیق کیئے۔ اُن کے اشعار پڑھ کر یہ
نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے الفاظ کی جادوگری کی ہے یا شاعری کو محض ذہنی
عیاشی سمجھا ہے۔
"دھندلکے" کی ترتیب کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ اس کے پہلے حصّے
میں نظموں کو شامل کیا گیا ہے۔ دوسرا حصّہ غزلوں پر مشتمل ہے اور آخری
یعنی تیسرا حصّہ قطعات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعۂ کلام کو پڑھنے کے
بعد اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ جس مہارت سے کفیل اپنے خیالات
نظموں میں ادا کرتے ہیں وہ بات غزلوں میں نہیں۔ حالانکہ ہر غزل اپنی
جگہ مرصّع ہے اس میں کلام نہیں۔ مگر نظموں میں جو تسلسل، الفاظ کا استعمال
بے باکی اور سبک رفتاری جہاں قاری کو محو کرتی ہے غزلوں میں نظر نہیں
آتی۔
کفیل کے اس مجموعۂ کلام میں پہلی نظم ہے "زمین کے بیٹو"۔ اس نظم کے
دو شعر پیش کیئے جا رہے ہیں جس سے آپ کفیل کا اندازِ بیان سمجھ سکیں گے۔

اپنے سینے میں جو بیٹھی ہے چھپائے دھرتی
تم نے اے کاش وہ ناسور بھی دیکھے ہوتے
تم نے بارود کے شعلوں میں جلایا جس کو
ان گنت وہ دلِ رنجور بھی دیکھے ہوتے

لیجئے اب غزلوں میں کفیل کا رنگ دیکھئے۔ ع

اب کوئی جانبِ ساحل نہ بلائے ہم کو
پا لیا دل نے سکوں گود میں طوفانوں کی

اور

صحنِ گلشن سے عیاں رنگِ خزاں ہوتا ہے
جانے یہ اب کے برس کیسی بہار آئی ہے

غزل میں مناسب الفاظ کا استعمال ہی شعر کو جاوداں بنا دیتا ہے۔
کفیل نے اپنے خیالات کو وسعت دینے کے لیے بڑے مناسب الفاظ
استعمال کیئے ہیں۔ ان کا ایک قطعہ ملاحظہ کیجئے۔ ع

چاک ہے ہر کلی کا پیراہن
نغمہ گر کی صدا سسکتی ہے
لوٹ جائے بہار کی دیوی
قتل گاہوں میں کیوں بھٹکتی ہے

"ڈھندلکے" اُتر پردیش اردو اکاڈمی کے مالی اشتراک و تعاون سے
شائع کی گئی ہے جسے کفیل نے نامور افسانہ نگار رام لعل اور اے۔ کے
انصاری دھام پوری کے نام منسوب کیا ہے۔ "اپنی باتیں" کے تحت کفیل
نے اپنا مختصر تعارف پیش کیا ہے جبکہ "مقدمہ" فرحت قمر نے لکھا ہے
اکرم فاروقی نے کفیل کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کیئے ہیں۔
خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ یہ گلدستہ بڑی خوبصورتی سے ۱۳۶ صفحات
میں پیش کیا گیا ہے۔ سات روپے میں یہ مجموعہ کفیل دھام پوری سے
"ریلوے روڈ، دھام پور، بجنور (یوپی) خریدا جا سکتا ہے۔

آئینۂ وطن

ضیا ہانی مہاراشٹر کے ادبی کارواں میں اپنی انفرادی حیثیت لئے
منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔ اردو ادب کے خدمت گاروں
اور خاص طور سے ان شخصیتوں میں سے ایک ہیں جو اس سرزمین میں اردو
کی آبیاری کر رہے ہیں۔ شاعر اپنے اچھوتے خیالات سے زندگی کو ایک نئی

نہج پر گذارنے کی تلقین کرتے ہیں گو کہ اس تلقین میں رنگِ چمن اور بوئے گل بھی دکھائی پڑتے ہیں مگر ضیا آن تمام مادی چیزوں کو روندتے ہوئے زندگی کی حقیقت پیش کرتے ہیں۔

آئینہ وطن ضیا ہانی کا دوسرا مجموعۂ کلام ہے۔ اس سے قبل ضیا نے "اردو ہے جس کا نام" لکھ کر ادبی حلقوں سے خراج وصول کیا ہے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ شاعر کا میلان جس طرف بھی ہوگا وہ اپنے اشعار میں ویسے ہی خیالات پیش کرے گا۔ "آئینہ وطن" میں حالانکہ زیادہ تر ان کا تازہ کلام ہے مگر اس کی مہک پورے وطن میں پھیل سکیگی کیونکہ زیادہ تر نظمیں وطن اور قومیت کے دائرے میں ہی ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کے اساتذہ شعراء، سیاست دانوں، ادیبوں کے بارے میں منظوم خیالات پیش کئے ہیں جو ہر چند کہ ہمارے و آپ کے خیالات سے میل کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر صفحۂ قرطاس پر انہیں خیالات کو پھیلانے کا سہرا ضیا ہانی کے سر ہے۔

آئینہ وطن کا "پیش لفظ" ڈاکٹر نظام الدین گوریکر صاحب نے لکھا ہے اور صحیح فرمایا ہے کہ "بھیمڑی صوفیوں، عالموں، دانشوروں اور شاعروں کی آماجگاہ رہا ہے"۔ یہ سلسلہ وار کڑیاں ضیا ہانی کو بھی اس دور کے شاعروں سے نسبت دلاتی ہیں۔ اور ضیا ہانی ہمارے سامنے ایک "قومی یکجہتی" کے شاعر کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں۔ "عکسِ آئینہ" ڈاکٹر ظہیر الاسلام ظفر مرحوم نے لکھا ہے اور ضیا کی علمی و ادبی شخصیت پر پُر اثر انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر یونس اگاسکر نے "آئینہ در آئینہ" میں ہندوستان کے مشہور شعراء کے نام گنوائے ہیں جنکے کلام میں منجملہ دیگر خیالات کے وطنیت اور قومیت کے جذبہ کی بھی فراوانی تھی۔ اس جذبہ کو ضیا ہانی نے الفاظ کا پیکر دیا ہے۔ "عرضِ ناشر" میں ڈاکٹر عبدالکریم نائیک نے نقشِ کوکن پبلی کیشن ٹرسٹ بمبئی کی ادبی خدمات کو سراہا ہے۔ "میں سپاس گذار ہوں" کے تحت صاحبِ دیوان نے اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔

"آئینۂ وطن" دعا سے شروع ہوتی ہے جو سراسر جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہے۔ ع

غریبی دور ہو، خوش حالی ہر طرف آئے
خدا وطن کے مکینوں کو سرفراز کرے

اس کے بعد کی نظم میں ضیا نے قومی یکجہتی کے لئے "دعوت اتحاد" دی ہے اور اپنے خیالات یوں پیش کرتے ہیں۔ ع

ملیں خلوص سے آپس میں مسلم و ہندو
الٰہی اب تو یہ پوری مراد ہو جائے

اس کے بعد اور بہت سی نظمیں ہیں مثلاً "ساحل مہاراشٹر"، "میرا وطن ہے"، "فصلائے تعمیر" وغیرہ۔ جہاں تک "آئینہ وطن" میں شامل کردہ نظموں کا تعلق ہے وہ تمام ضیا کے فنِ شعر و سخن کی پختگی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ضیا کی نظمیں آج اس دور میں نہیں بلکہ آئندہ صدیوں میں بھی اپنی انفرادیت اور اپنی تازگی قائم رکھیں گی۔

گاندھی جی کی موت پر ضیا لکھتے ہیں۔

دیس کا اپنا خزانہ لُٹ گیا
یعنی گاندھی جی سا مخلص چھُٹ گیا

اسی طرح "مولانا محمد علی جوہر"، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا حسرت موہانی، ٹیپو سلطان شہید، مرزا غالب، علامہ اقبال، رابندر ناتھ ٹیگور، خواجہ معین الدین چشتیؒ، گرونانک کے ساتھ ساتھ صوفیوں، بزرگوں، ولیوں اور دانشوروں کو ضیا ہانی نے بڑی عقیدت سے اپنے اشعار کا سہارا لیکر خراج عقیدت پیش کیا ہے جس کے لئے ضیا قابلِ مبارکباد ہیں۔

مہاراشٹر اردو اکاڈیمی نے "آئینۂ وطن" کی [illegible] میں مالی تعاون کیا ہے۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل یہ گلدستہ [illegible] پریس۔ جیراج بھائی بمبئی ۸ کی عمدہ طباعت کا مرہونِ منت ہے۔ جسے چیرمین نقشِ کوکن پبلی کیشن ٹرسٹ، ڈونگری بمبئی ۹ نے شائع کیا۔ قیمت دس روپیہ ہے۔ "آئینہ وطن" مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، پرنسس بلڈنگ، نزد جے جے ہسپتال۔ بمبئی ۳ و مکتبہ کی دیگر شاخوں اور براہِ راست ضیا ہانی تعمیر ادب، ۲۳۔ بندر روڈ، بھیونڈی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

فوری توجہ کیلئے: ترسیلِ زر اور مراسلت کے دوران حوالہ نمبر جو آپ کے خط یا پتے کے اوپری حصہ میں درج ہوتا ہے۔

ی قرضوں کے لئے اسکالرشپ

اپریل مئی ۱۹۷۸ء میں ایس ایس سی کامیاب طلباء جنھوں نے ۶۰ فیصد سے
ہ نمبر حاصل کئے ہیں، پورے وقت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے قومی قرضے کے تحت اسکالر
ب حاصل کرسکتے ہیں۔ ایسے طلباء جن کے والدین کی ماہانہ آمدنی ۵ سو روپے یا
سے کم ہے وہ اس اسکالرشپ کے مستحق ہیں۔ اس سلسلے میں ریاستوں
واقع تعلیمی اداروں سے درخواست فارم حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ڈائرکٹر
ے تعلیم ریاست مہاراشٹر، پونے ۱ کے دفتر میں درخواست وصول ہونے
خری تاریخ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۸ء ہے۔

ریقۂ آبپاشی میں تبدیلی

تجویز پر غور!

حکومت مہاراشٹر نے پروفیسر وی۔ ایم ڈانڈیکر، شری دتا دیشمکھ اور شری
آر دیوسکر، سیکریٹری محکمہ آبپاشی پر مشتمل ایک پینل قائم کیا ہے۔ جو موجودہ
یۂ آبپاشی کو ہشت ماہی آبپاشی میں تبدیل کرنے پر غور کرے گا۔ اس تبدیلی
زیادہ سے زیادہ ممکنہ قحط کے علاقے اور پانی سے محروم علاقے، اس طریقے سے
ماب ہوسکیں گے۔ اور اگر کچھ علاقوں کے سلسلہ میں یہ ممکن نہ ہوا تو انھیں
یت آبپاشی میں شامل کیا جاسکے گا۔ یہ کمیٹی ۳ ماہ کے اندر اپنی رپورٹ
ں کرے گی۔

یلاب زدہ علاقوں کو شہری باشندوں کی

کمیٹی کی جانب سے ۱۱ لاکھ روپے کا عطیہ

مہاراشٹر شہری کمیٹی برائے طوفان زدگان کا ایک ہنگامی اجلاس، گورنر شری
ق علی کی زیر صدارت ۲۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوا۔ جس میں آکولہ، جلگاؤں
یگر سیلاب زدہ علاقوں کے لئے گیارہ لاکھ روپے کا عطیہ دینا طے کیا گیا۔ اس
س میں سابق وزیر اعلیٰ شری وسنت دادا پاٹل، سابق میئر شری مرلی دیورا،
یت آف بمبئی شری این۔ ایم تڑکے، کے علاوہ چیف ڈائرکٹر برائے اطلاعات
ی رابطہ شری ایم۔ آر پاٹل بھی شریک تھے۔
کمیٹی کے جنرل سیکریٹری شری رجنی پٹیل نے بتایا کہ دونوں سیلاب زدہ
اع اور خصوصاً اکولہ میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے لوگوں کی بازآبادکاری کا
نہ زود عمل طلب ہوگیا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ وزیر اعظم فنڈ میں ۱۵ء۸ لاکھ روپے
کا عطیہ دینے کے بعد کمیٹی کے پاس ۲۹ء۳۶ لاکھ روپیہ بچ گیا ہے۔ کمیٹی
کے سیکریٹری شری وی۔ جی دیشمکھ نے کمیٹی کی مالی حالت پر روشنی ڈالی۔
کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ عوام سے تعاون کی اپیل کرے گی تاکہ مزید فنڈ فراہم
کیا جاسکے۔
کمیٹی کا دوسرا اجلاس ۲۰ اگست ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوگا جس میں وزیر اعظم
شری مرارجی دیسائی سے شرکت کی درخواست کی جائے گی۔

سیلابی پانی کا دوبارہ استعمال

ضلع امراوتی کے وارود علاقے میں سنگترے کی کاشت کے لئے پانی کی قلت
رہتی ہے۔ یہاں پانی کے لئے کنوؤں کو کافی گہرا کھودنا پڑتا ہے۔ پانی سے متعلق مشاہدات
کرنیوالی ایک ایجنسی نے ناگپور کے ان علاقوں میں پانی کی قلت کا حل تلاش کرلیا ہے
اس ایجنسی نے مہاراشٹر میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ کیا ہے جس کے نتیجہ میں اب
سیلابی پانی کو آبپاشی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔
تجربے کے طور پر اس ایجنسی نے ۳۰ × ۱۵ ملی میٹر × ۴ء۵ میٹر کے دو نالے
تیار کئے۔ امسال بارش کی وجہ سے بارش کا پانی دونوں گڑھوں میں بھر گیا۔ اب خصوصی
طریقے اپنائے جارہے ہیں جس کی مدد سے ان گڑھوں کے سیلابی پانی کو زیر زمین
مسلسل اتارا جائے گا جس کی وجہ سے کنووں میں پانی کی سطح ہمیشہ اونچی رہ سکے گی
اب تک یہ تجربہ کامیاب رہا ہے اور ممکن ہے اس تجربے کی وجہ سے اطراف کے
کنوؤں کی سطح آب پہلے کی بہ نسبت زیادہ رہے۔

سرکاری جگہوں کی بے دخلی

کمپیٹنٹ اتھارٹی کا تقرر

حکومت مہاراشٹر نے بمبئی سرکاری اراضی و مکانات (بے دخلی) قانون بابت
۱۹۵۵ء کے نفاذ کے لئے تمام اضلاع کے ریزیڈنٹ ڈپٹی کلکٹر کو کمپیٹنٹ اتھارٹی
مقرر کیا ہے تاکہ وہ مذکورہ قانون کی دفعہ ۲ ضمنی دفعہ (ب) کے تحت مہاراشٹر اسٹیٹ
روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے زیر استعمال تمام جگہوں کو سرکاری جگہیں قرار دیتے
ہوئے بے دخلی عمل میں لائیں۔

ہوم گارڈز کے نئے کمانڈر

آفیسر کمانڈنگ، ایریا۔ I، شری آر۔ آر راؤ نے شری وی کے بھنڈارکر کی جگہ
ہوم گارڈ بمبئی عظمیٰ کے کمانڈر کی حیثیت سے عہدہ کا چارج لے لیا ہے۔

کھیل کود کو نمایاں مقام

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے اپنے ۲۰ جولائی کے بیان میں کہا ہے کہ ریاستی حکومت اپنی پالیسی میں کھیل کود کو نمایاں مقام دیگی۔ آپ اپنی رہائش گاہ پر کھو کھو آرگنائزیشن کے سالانہ اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ شری پوار نے کہا کہ ۹ اگست تک نئی حکومت اپنی پالیسی مرتب کرلیگی اس لئے کھیل کود سے متعلق ذمہ دار افراد کو چاہیئے کہ وہ آئندہ دو تین دنوں میں اپنے مشورے بھیجیں۔ آپ نے کہا کہ گو کہ وہ کھیل کود سے متعلق آرگنائزیشن کے رکن نہیں رہیں گے لیکن وہ کھیل کود میں ہمیشہ دلچسپی لیتے رہیں گے اور متعلقہ اجلاس میں شرکت بھی کریں گے۔ آپ نے دھولیہ میں امسال ہونے والے قومی کھو کھو مقابلے کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔ اس اجلاس میں کھو کھو آرگنائزیشن کے ۱۶ ضلع کے نمائندوں نے شرکت کی۔

ہندی انجمنوں کو امداد

سنہ ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران رضاکارانہ انجمنوں کو جو ہندی کے لئے کام کررہی ہیں انہیں مالی امداد دیئے جانے کا سلسلہ حکومت ہند نے جاری رکھا ہے۔

مہاراشٹر میں واقع ہندی ادارے اپنے درخواست فارم ڈائرکٹر ریاستی ادارہ تعلیم، پونہ ۴۱۱۰۳۰ کے پتہ پر ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۷۸ء سے قبل روانہ کریں۔

اساتذہ کے بچوں کو اسکالرشپ

۳۱ اگست تک درخواستیں مطلوب

سنہ ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران جونیئر کالج اور کالج تعلیم کے لیے پرائمری وثانوی مدارس کے اساتذہ کے بچوں کو حکومت ہند کی جانب سے اسکالرشپ دیئے جانے کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ مکمل درخواست فارم متعلقہ اداروں کے منتظم کے معرفت ڈائرکٹر برائے تعلیم، ریاست مہاراشٹر پونہ ۴۱۱۰۰۱ کے پتہ پر ۳۱ اگست تک روانہ کیجا سکتی ہیں۔

مارچ کے ایس ایس سی کامیاب امیدوار جنہوں نے ۶۰ فیصدی سے زائد نمبر حاصل کئے ہیں اور جن کے والدین کی آمدنی ماہانہ ۵۰۰ روپیہ سے کم ہے۔ اس اسکالرشپ کے مستحق ہیں۔ یہ اسکالرشپ ایس ایس سی کے بعد تسلیم شدہ اداروں میں پورے وقت کی اعلیٰ تعلیم مثلاً آرٹ سائنس کامرس وغیرہ میں حاصل کرنے کے لئے دی جائیگی۔

اسٹیل اور لوہے کا کوٹہ، اگست سے نیا طریقہ کار

حکومت مہاراشٹر نے کارخانوں اور عمارتی کام میں استعمال ہونے والے اسٹیل اور لوہے کے چند مخصوص اقسام کا کوٹہ مقرر کرنے کا نیا طریقہ کار اپنایا ہے۔ یہ اقسام درج ذیل ہیں۔

بلیک شیٹ (سادہ)، بلیک شٹ (شکن آلود) پالش شیٹ (سادہ) پالش شیٹ (شکن آلود)، پٹیاں، سی آر شیٹ، ایم آر شیٹ اور ایم ایس پلیٹ۔

اس نئے طریقہ کار کی رو سے جو کہ یکم اگست سنہ ۱۹۷۸ء سے نافذ کیا جائیگا۔ ایس ایس آئی کی رجسٹریشن رکھنے والی چھوٹی صنعتوں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے کوٹہ کے لئے ڈسٹرکٹ انڈسٹریز آفیسر، جنرل منیجر، ڈسٹرکٹ انڈسٹریز سینٹر یا، جوائنٹ ڈائرکٹر انڈسٹریز کو درخواست دیں۔

بمبئی میٹروپولیٹن میں واقع چھوٹی صنعتوں کو مندرجہ ذیل طریقہ سے درخواست دیں۔ ضلع قلابہ میں واقع ایس ایس آئی یونٹ جنرل منیجر ڈسٹرکٹ انڈسٹریز سینٹر، علی باغ کو درخواست دیں۔ تھانہ ضلع میں واقع یونٹیں اسسٹنٹ ڈائرکٹر انڈسٹریز تھانہ کو، اور بمبئی عظمیٰ میں واقع یونٹیں جوائنٹ ڈائرکٹر انڈسٹریز (بی ایم آر) کو درخواست بھیجیں۔

درخواست میں مندرجۂ ذیل تفصیلات شامل ہونی چاہیئے۔

کارخانہ کا نام و پتہ، ایس ایس آئی رجسٹریشن نمبر، تاریخ، اشیاء جس کے لئے رجسٹریشن عطا کیا گیا اور قسموں کے لحاظ سے لوہے اور اسٹیل بضرورت مقدار اور اشیاء کا نام جس کے لئے کوٹہ استعمال کیا جائیگا۔

وزیر اعلیٰ اپنے مداحوں کے شکر گزار

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے اپنے ان تمام مداحوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔ جنہوں نے خط کے ذریعے یا شخصی طور پر انہیں مہاراشٹر کا وزیر اعلیٰ بننے پر مبارکباد دی ہے۔

آپ نے بتایا کہ وہ عوام کے خیر سگالی جذبہ کی قدر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ مبارکبادیوں کا فرداً جواب دیں۔

آپ نے کہا کہ عوام کے خیر سگالی جذبہ نے آپ کو قوت بخشی ہے اور وہ پوری دیانت داری کے ساتھ کوشش کریں گے کہ عوام کی توقعات اور خواہشات کی تکمیل کرسکیں۔

ادیباسیوں کو مالی امداد

حکومت مہاراشٹر نے قبائلی ضمنی منصوبہ بندی علاقوں میں
ہوکاروں اور دیگر ادر مالی اداروں کے ہاتھوں ادیباسیوں کے
تحصال کو روکنے کی غرض سے ریاست مہاراشٹر امداد باہمی قبائلی
یاتی کارپوریشن نامی ادارہ جاری کیا ہے۔ اس ایجنسی کے قائم
نے سے ضمنی منصوبہ بندی علاقوں میں مہاراشٹر قبائلی معشیت
صلاح) قانون بابت سنہ ۱۹۷۶ء کا نفاذ کیا جا سکے گا۔ اور قانونی طور
، ساہوکاروں اور دیگر عناصر کے ہاتھوں ادیباسیوں کے استحصال کو
کا جا سکے گا۔ اس ایجنسی کے ذریعہ حکومت ادیباسیوں کو ضروری اخراجات
لیے مالی امداد فراہم کریگی۔ یہ امداد قبائلی منصوبہ بندی کے ان علاقوں
رہائش پذیر قبائیلیوں کو دی جائیگی جہاں مذکورہ قانون نافذ العمل ہوگا

رائع :- ضروری سرمایہ کی فراہمی کے لئے ۳ کروڑ کی جمع شدہ
ستے کنزمشن فنانس ڈسبرسمنٹ ریوالونگ فنڈ" قائم کیا جائیگا۔
حکومت کے مقرر کردہ نمائندہ کے ذمہ تمام امور دیئے جائیں گے۔ اس
علاوہ مرکزی و ریاستی حکومت اور دیگر اداروں کے ذریعہ وقت بہ
ت سرمایہ حاصل کر کے اس فنڈ میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ
ں اور سود کی رقم بھی اس فنڈ میں جمع کی جائیگی۔
ریاست مہاراشٹر امداد باہمی قبائلی ترقیاتی کارپوریشن، لمیٹیڈ پونہ
ست کی خصوصی نمائندہ ہوگی اور ادیباسی امداد باہمی ادارے اس
معاون ہونگے جو اس اسکیم کو عمل میں لائیں گے۔

مداد :- مصارف کے لئے قرضہ سال میں ایک مرتبہ دیا جائیگا۔
۲ فیصدی نقد اور بقیہ جنس، خصوصاً اناج کی صورت میں ہوگا۔
یہ قرضے مقررہ شرح پر درج فہرست قبائلی خاندانوں کو دیا جائیگا
کے افراد خاندان ادیباسی امداد باہمی اداروں کے اراکین ہونگے۔
شتکاروں کے لئے عام رائج ضمانت کافی ہوگی جبکہ بے زمین اور
دوروں کے لئے دو اراکین کی ضمانت ضروری ہوگی۔
مالی امداد کی شرح مندرجہ ذیل ہے۔
۲۵۰ روپیہ ایسے درج فہرست قبائلی خاندان کو جس کے ذمہ کسی
بے بشمول حکومت کسی قسم کا قرض سوائے طویل مدتی قرض کے
جبُ الادا نہیں ہے۔ ۱۲۵ روپیہ انہیں جن کے ذمہ کسی قسم کا
سوائے طویل مدتی قرض کے واجب الادا ہے اور ۱۰۰ روپیہ تک
یں جو بے زمین ہیں اور جن کا ذریعہ آمدنی مزدوری یا کوئی کاریگری
راج

ہے۔ اس مالی قرض پر شرح سود سالانہ ۴/۱ ۷ فیصدی ہے۔

وصولیابی :- اس اسکیم کے تحت مقرر کردہ ایجنٹ، اگر
مقروض کوئی کاشت کار ہو تو وہ قانون کے تحت زراعتی پیداوار یا جنگلاتی
پیداوار فروخت کر کے یا رضا کارانہ طور پر خرید کر ایک ہی قسط میں قرض
وصول کر سکتا ہے۔ اگر مقروض غیر کاشت کار ہو تو ضمانت روزگار اسکیم
کے تحت دی جانے والی اجرت میں سے یا حکومت اس سے براہ راست
کام لیکر یا کنٹریکٹر کے ذریعہ کام لے کر مناسب قسطوں میں قرض وصول
کریگی۔ وصولیابی پہلے اصل رقم کی ہوگی اور بقیہ سود کی۔

انتظامی امور :- اس اسکیم کے لئے آئی۔ ٹی۔ ڈی پروجیکٹ
کے تمام پروجیکٹ افسران اور قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت مقرر کردہ
محکمہ امداد باہمی کے ملازمین ریاست مہاراشٹر قبائلی ترقیاتی کارپوریشن
لمیٹیڈ کے مینجنگ ڈائرکٹر کے تحت کام کریں گے۔ ایڈیشنل ٹرائیبل
کمشنر اپنے متعلقہ علاقوں میں اس اسکیم کا نفاذ کریں گے، اور سرکاری
ایجنسیوں اور مذکورہ کارپوریشن کے مابین رابطہ کا کام انجام دیں گے
ڈائرکٹر برائے قبائلی تحقیق و تربیتی ادارہ۔ پونہ اس اسکیم کو تشہیر
کرنے میں مدد دیں گے۔ ڈائرکٹر برائے قبائلی بہبود متعلقہ قبائلی بہبود
افسران کی رہنمائی کریں گے تاکہ پروجیکٹ افسران کے ساتھ تعاون کریں
اور اسکیم کو عمل میں لائیں۔

فیضیاب ہونے والے علاقے :- مندرجہ ذیل ضمنی منصوبہ
بند قبائلی علاقے اس اسکیم میں شامل ہیں۔ (تحصیل) دہانو، موکھڑ
شاہاپور، پالگھر، تالاسری، جوہر، واڈا اور تھانہ ضلع میں مرباد، پینت،
کلوان، اگت پوری، باگ لان، سرگانہ، ڈنڈوری، ناشک، نوالپور، اکل کوا
ناکری، شاہاڈا، تالوڈا، اکرانی، نندوربار، ضلع دھولیہ میں نندلور،
ضلع احمد نگر میں اکولہ، امبے گاؤں، کھیڑ، پونہ ضلع میں جنیر، امراؤتی میں
میل گھاٹ، دانی، ایوت محل، کیلاپور، پوسد، ضلع ایوت محل، رام ٹیک
ضلع ناگپور، گوندیا۔ ساکولی، ضلع بھنڈارہ میں، چندرپور، وردرا،
گڈ چیرولی، برمہوری، سیرونچا ضلع چندرپور میں۔

استحصال کی روک تھام :- موسم باراں میں درج
فہرست قبائل کی حالت بے حد پسماندہ ہو جاتی ہے۔ اگر مزدور تمند بے زمین
ادیباسی مزدور کے پاس امداد باہمی ادارہ کے شیئر خریدنے کے لئے بھی

صفحہ ۲۷ سے آگے

پروجیکٹ کی قیمت کا صرف ½۲ فیصدی حاصل کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ نوجوان فن دالوں کے لئے امداد :۔ اس اسکیم کے تحت ڈگری یا ڈپلوما یافتہ انجینیروں اور آئی ٹی آئی کے تربیت یافتہ ماہرین کو جنہیں ۳ سال کا تجربہ ہو، کارپوریشن ۱۵ فیصدی شرح سے ۱٫۵۰ لاکھ روپے کے قرضے عطا کرتی ہے۔

۳۔ تعلیم یافتہ بے روزگار اسکیم :۔ تعلیم یافتہ بے روزگار افراد جن کے پاس پائیدار پروجیکٹ ہوں انہیں ۵۰۰۰ روپیہ کے قرضے، پسماندہ علاقوں میں ۵ فیصدی شرح سے اور ترقی یافتہ علاقوں میں ۱۰ فیصدی شرح سے دیئے جاتے ہیں۔

اس اسکیم کے تحت آٹورکشا خریدنے کے لئے بھی امداد دی جاتی ہے عموماً کم از کم ایس ایس سی کامیاب یا آئی ٹی آئی کے تربیت یافتہ افراد جن کا نام مقامی دفتر روزگار میں درج ہو تعلیم یافتہ بے روزگار شمار کئے جاتے ہیں۔ پھر بھی آٹورکشا کے سلسلے میں اس شرط میں رعایت کردی گئی ہے۔

۴۔ تخمی سرمایہ اسکیم :۔ چھوٹے پیمانے کے پروجیکٹ جو بنیادی طور پر پائیدار ہوں لیکن سرمایہ کی کمی کی وجہ سے متعلقہ ذمہ داروں کو بروئے عمل میں لاتے میں مشکلات درپیش ہوں تو ۱ فیصدی خدمتی معاوضہ پر نہایت ہی رعایتی شرح پر قرض کی سہولت دی جاتی ہے۔ اس اسکیم میں امدادی رقم پروجیکٹ کی کل قیمت کا ۲۰ فیصدی یا ۲ لاکھ روپیہ ان میں سے جو کم ہو، دیا جاتا ہے۔

۵۔ جدید بنانے کے لئے امداد :۔ کارپوریشن کے ذریعے امداد حاصل کرتے والی چھوٹی صنعتوں کو ضرورت پڑنے پر جدید بنانے کے لئے اس اسکیم کے تحت مالی امداد دی جاتی ہے تاکہ مقصد صنعت کی پیداوار میں اصلاح و فروغ حاصل ہو سکے۔

۶۔ عالمی بنک قرضہ جات اسکیم :۔ عالمی بنک کی جانب سے آئی ڈی بی آئی کو ریاستی کارپوریشن کو ۴۰ ڈالر تک قرض دینے سہولت حاصل ہونے کی وجہ سے مہاراشٹر کی کارپوریشن اس لائق ہے کہ وہ عالمی بنک کے کسی بھی ممبر ملک سے بشمول سوئٹزرلینڈ سے مشینری وغیرہ برآمد کرنے کے لئے مالی امداد دے سکے۔ یہ قرضہ روپیوں میں دیا جاتا ہے۔

صفحہ ۳۹ سے آگے

پیسے نہ ہوں تو محکمۂ امداد باہمی کی جانب سے خصوصی انتظام کے ذریعہ شیئر کی رقم ادا کی جاتی ہے تاکہ ایسے مستحق فرد کا نام ادارہ کے رکن کی حیثیت سے درج ہو سکے اور مصارف کے لئے قرض حاصل کرنے کا مستحق ہو جائے۔

حکومت نے تمام احتیاطی تدابیر کرلی ہیں تاکہ اس فنڈ کی تقسیم ۳۰ جولائی تک عمل میں آجائے۔ ضروری تشہیر بھی کردی گئی ہے تاکہ ادیباسیوں کو اپنی روزمرہ ضرورت کے لئے ساہوکاروں کے پاس جانے سے روکا جاسکے۔ ضلع انتظامیہ میں تیزی پیدا کردی گئی ہے تاکہ اس اسکیم پر مناسب طور سے عمل کیا جاسکے۔ ان تمام کوششوں کے ذریعہ توقع ہے ساہوکاروں کے ہاتھوں ادیباسیوں کے استحصال کو روکا جاسکیگا۔
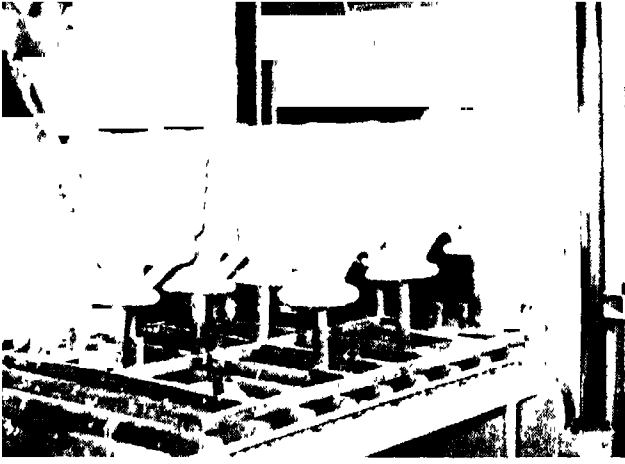
مہاراشٹر مالیاتی کارپوریشن کی جانب سے امداد کے ذریعہ ایسے متعدد کارخانے جدید ڈھنگ سے کام کر رہے ہیں۔ ان تصاویر میں (بائیں سے دائیں) انڈسٹریل کاسٹنگ مینوفیکچرنگ یونٹ، پونے۔ کولہاپور کے مقام شیرول میں قائم ایک یونٹ، جو یادر آیر بلیڈ ٹولز کے لئے مشہور ہے یعنی جے ہال، بمبئی میں ایک نمائش، جہاں مالیاتی کارپوریشن کی امداد پانے والے تقریباً ۳ کارخانوں کی تیار کردہ، دو ہزار اشیاء رکھی گئی تھیں اور جنوبی سرایکس انڈسٹریل یونٹ، ناشک۔
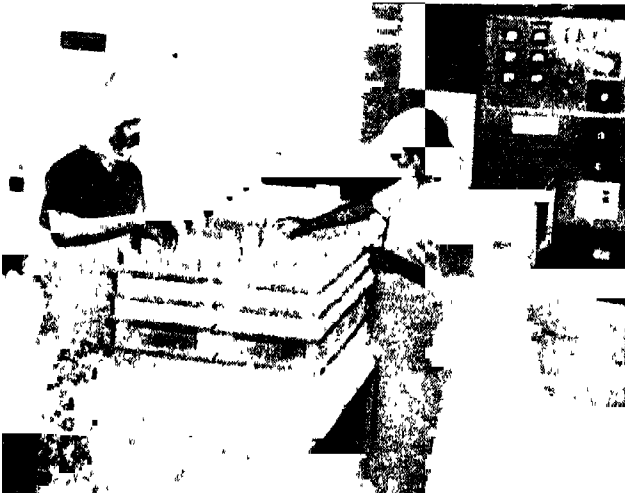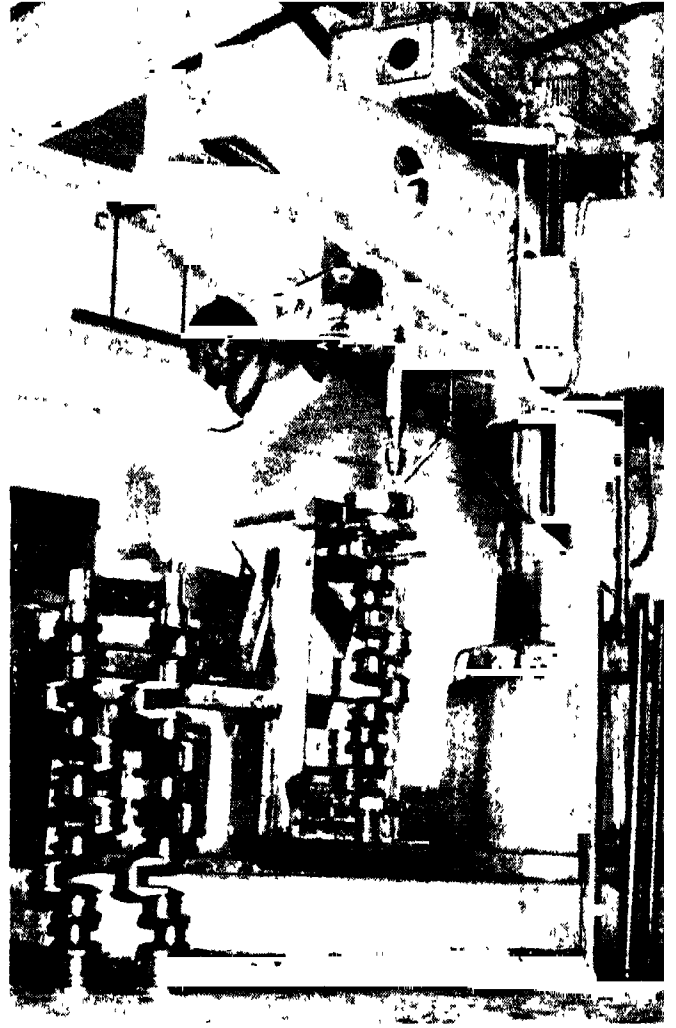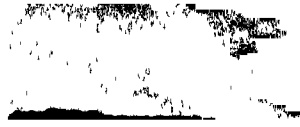
ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی، مہاراشٹر میں قرض اور ضمانت وغیرہ دیگر مختلف صنعتی یونٹوں کی مالی اعانت کرتی ہے۔ نیز یہ گوا میں معدنیاتی صنعت اور دیگر صنعتوں کی بھی مدد کرتی ہے۔ ان تصاویر میں (اوپر دائیں) گوا میں کانکنی (بائیں) نقل وحمل اور (نیچے) مہاراشٹر میں معدنیات کی لدائی۔
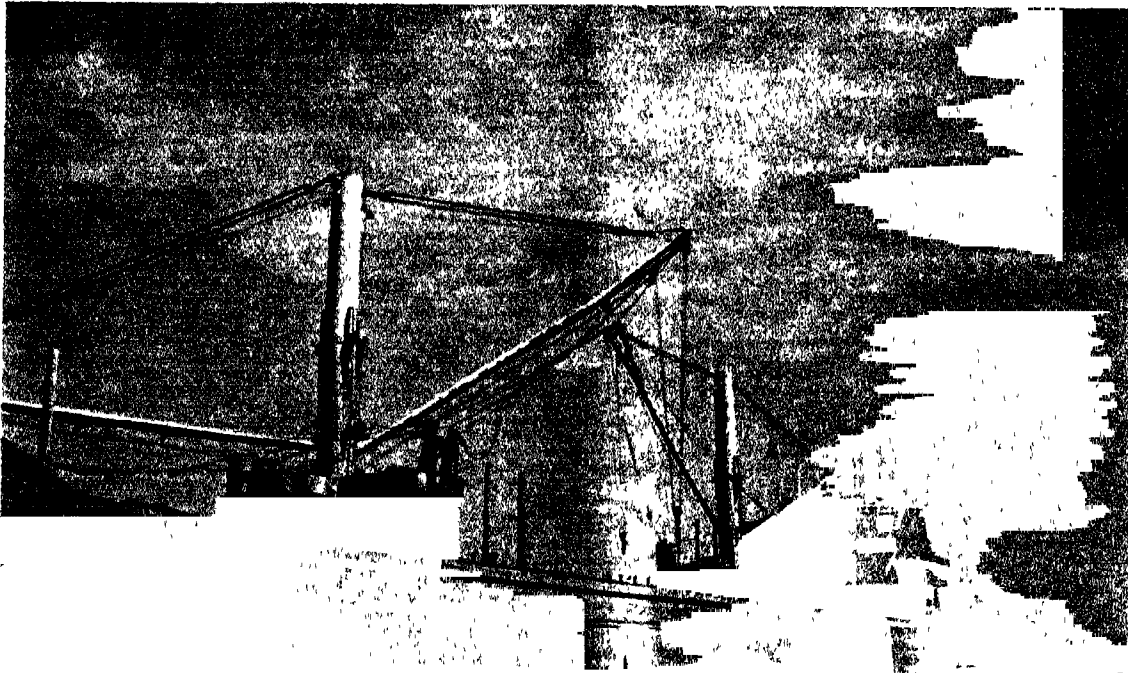
موہن باٹل، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نے گورنمنٹ سینٹرل پریس بمبئی میں چھپواکر شائع کیا

یوم آزادی خصوصی نمبر
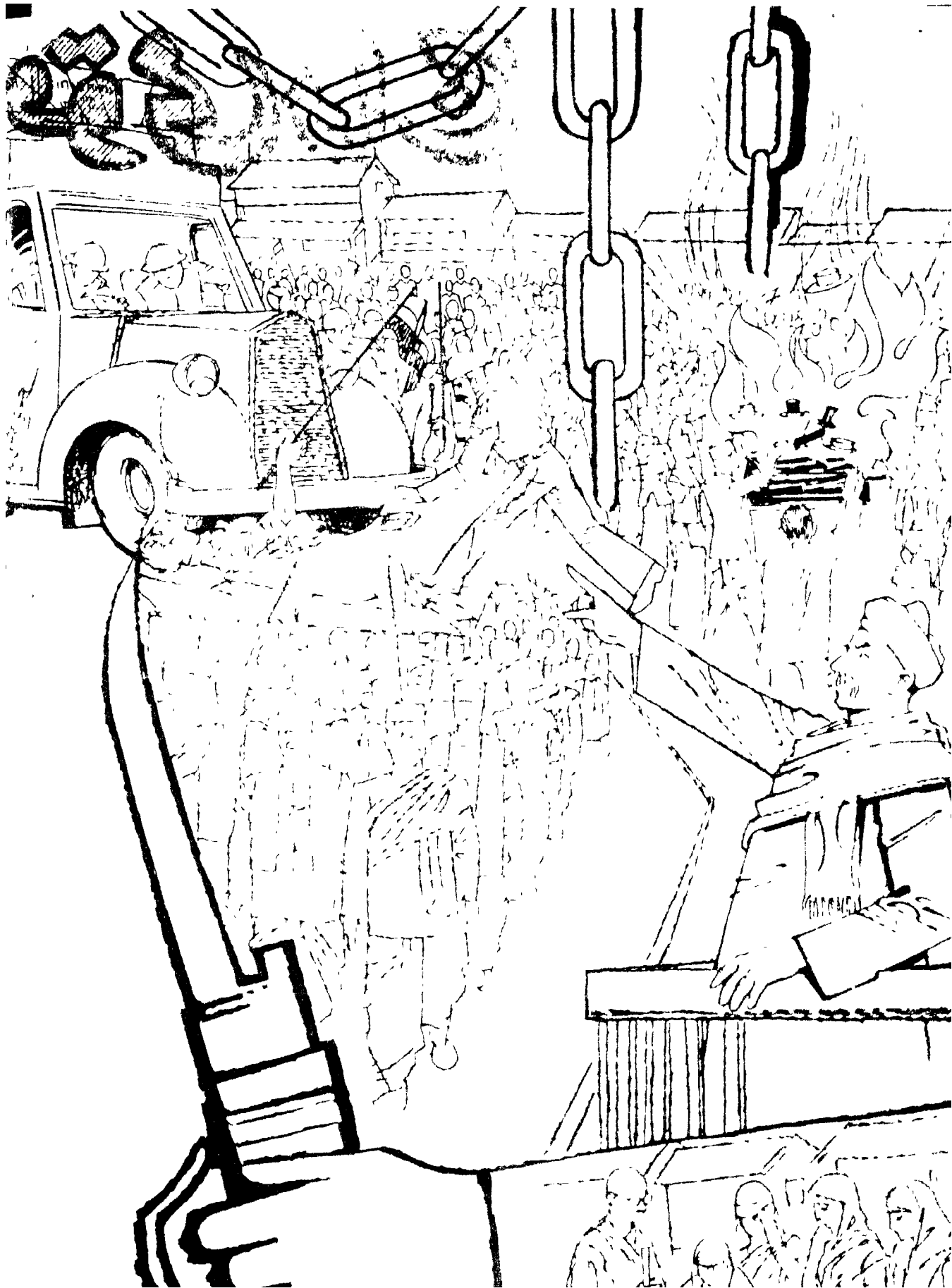
قومی راج

جلد ۵ ؛ ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء ؛ شمارہ ۱۶
یوم آزادی خصوصی نمبر ۱۹۷۸ء
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے ؛ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم-ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامی

یومِ آزادی پر قارئین کے نام گورنر کا پیغام

یوم آزادی کے موقع پر مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے اپنے قارئین کے لیے ایک خصوصی پیغام میں اس بات پر زور دیا کہ ہم اہم ترین اور فوری کاموں کو پیش نظر رکھیں اور ہماری تمام تر انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں یہی مقصد کارفرما ہو۔

آپ نے مزید فرمایا کہ آج ۱۵ راگست کو ہمیں ایک بار اور سوچنا چاہیئے کہ قومی تعمیر نو میں ہمارا مناسب فرض کیا ہے۔

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی

راج بھون
ممبئی ۴۰۰۰۳۵
جولائی ۲۹ر ۱۹۷۸ء

ہمارا آئندہ نصب العین!

۱۵ راگست وہ دن ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ملک میں بڑے پیمانے پر جدوجہد اور تحریکیں شروع کی گئیں۔ لاکھوں آدمیوں کو مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں، قربانیاں دینا پڑیں۔ اس دن ہندوستان نے اپنے کاندھوں سے بدیسی ملک کا جوا اُتار پھینکا اور ملک آزاد ہوگیا۔

۹ راگست ۱۹۴۲ء بھی ایک اور یادگار دن ہے جب کہ ملک میں جنگ آزادی کے آخری مرحلے پر "کرو یا مرو" تحریک بڑے پیمانے پر شروع کی گئی۔ یہ دونوں دن بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اور ہندوستان کی تاریخ کا ایک درخشاں ورق بھی ہیں۔ ۱۵ راگست کو بدیسی غلامی سے نجات ملی اور اسی کے ساتھ ہندوستان کے عوام اور رہبروں پر عظیم ذمہ داری بھی عائد ہوگئی تاکہ وہ ایک آزاد، مساوی حقوق پر مشتمل اور ترقی یافتہ ملک کی از سر نو تعمیر کریں۔ ہم سب کا یہی نصب العین ہونا چاہیئے اور اسی جذبے کے ساتھ ہر فرقہ کے مرد اور خواتین مل کر آگے بڑھیں اور ملک کی تعمیر میں لگ جائیں۔

ہم نے سماجی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی میدان میں کسی حد تک ترقی حاصل کی ہے تاہم ہر گذرتے ہوئے سال پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں ابھی اور بہت کچھ کرنا ہے تاکہ ملک سے غربت پوری طرح دور ہو، ناخواندگی مٹے، صحت عامہ بہتر ہو اور عوام بہتر زندگی گذار سکیں۔ آج اس ۱۵ راگست کے دن ہمیں ایک مرتبہ اور سوچنا اور طے کرنا چاہیئے کہ قومی تعمیرِ نو میں ہمارا مناسب فرض کیا ہے۔

— صادق علی

یوم آزادی کے موقعے پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کا پیغام

"میں یوم آزادی کی ۳۱ ویں سالگرہ پر مہاراشٹر کے عوام کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آنے والے سال میں ان کی امیدوں اور خواہشات کی تکمیل ہو اور ایک خوشحال اور خوشگوار زندگی حاصل ہو سکے۔

حال ہی میں ریاست میں ایک بڑی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ حالات کا تقاضہ تھا کہ تمام جمہوری قوتیں جمہوریت کی قدروں کے تحفظ اور ترقی کے لئے یکجا ہو جائیں اور پھیلائے ہوئے عام آدمی کو منصوبہ بندی کا نکتہ مان کر سماجی و معاشی ترقی کی رفتار میں سرعت پیدا کی جائے۔ مہاراشٹر نے صحیح سمت میں قدم اٹھایا۔ اس طرح ترقی پسند جمہوری محاذ عالم وجود میں آیا اور اس نے ریاست کی عنان حکومت سنبھالی۔ یہ حکومت جو کہ عوام کی زبردست مانگ کے مطابق عالم وجود میں آئی ان کی امیدوں اور خواہشات کی تکمیل اس کا فرض ہے۔

جیسے ہی نئی سرکار نے عنان حکومت سنبھالی اس کو بعض ہنگاموں سے عہدہ برآ ہونا پڑا۔ چاہے وہ سماجی کشمکش ہو یا نئی نسل کے مسائل ہوں ہم نے انھیں ہمدردی سے نمٹانے کی پالیسی اپنائی ہے، حالانکہ حالات اطمینان بخش طور پر معمول پر آتے جا رہے ہیں مگر پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے سماجی یا فرقہ وارانہ جھگڑے بہت ہی غیر ذمہ دارانہ ہیں عوام کے دماغوں میں گہرائی تک پیوست ذات پات کے جذبے کو ہمیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔ اس کے لئے ہم سبھوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا۔

مہاراشٹر کے عوام میں امن اور بھائی چارگی کا ماحول پیدا کرنا بے حد ضروری ہے اور اہمیت کا حامل ہے۔ ان ہنگاموں کے سبب لوگوں میں جو خوف اور بے یقینی کی فضا پیدا ہو گئی ہے ہمیں اسے دور کرنا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ جن خاندانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ ان کی باز آبادکاری کی جائے۔ باز آبادکاری کا کام شروع کیا جا چکا ہے اور حکومت کا ارادہ ہے کہ پورا کام بہت مختصر مدت میں پورا کر لیا جائے۔

اس کے بعد طالب علموں کا مسئلہ بھی ہے۔ حکومت نے اسے ہمدردی سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں طالب علموں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حالات کو پوری طرح سمجھیں اور انتہا پسندانہ رویہ اختیار نہ کریں۔

حکومت نے ہریجنوں، گری جنوں اور سماج کے معاشی طور پر پسماندہ طبقات کو خاص مرکز مان کر اپنی تمام اسکیموں پر عمل آوری کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت نے مختلف جاری اسکیموں کو مقررہ وقت کے اندر ترجیحی بنیاد پر مکمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ بے زمینوں اور مزدور طبقے کو عزت کی روٹی روزی مہیا ہو سکے۔

یہ ضروری ہے کہ ریاست کے مختلف سیکٹر میں ذرائع اور پیداوار میں اضافہ ہو تاکہ عوام کی زندگی میں خوشحالی آ سکے۔ اسی لئے زراعتی پیداوار کو ترجیح دی گئی ہے۔ اب نئے کاشتکاروں کو زراعت کے لئے سستی بجلی مہیا کی جائے گی۔ انھیں زراعتی پیداوار پر مناسب قیمتیں دلانے اور فروخت کے لئے منڈی کی سہولت بہم پہونچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر خشک سالی کے سبب دوبارہ بوائی کی ضرورت پڑی تو ایسے مراکز پر ضروری بیج فراہم کئے جائیں گے۔"

شری شرد پوار
وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

۔یوم آزادی کے موقع پر مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے آل انڈیا ریڈیو نیز دوردرشن سے عوام کے نام اپنے پیغام میں اس بات کا یقین دلایا کہ ان کی حکومت اپنے اس عہد پر مضبوطی سے قائم ہے کہ عوام کی امیدوں اور جذبات کی تکمیل ہو تاکہ ان کی زندگی خوشگوار اور خوشحال ہو سکے۔ آپ نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ریاستی حکومت اپنے فرائض کی ادائیگی میں عوام کے بھرپور تعاون اور مدد سے کامیاب ہوگی۔ وزیر اعلیٰ کے پیغام کا متن پیش خدمت ہے

حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ زراعتی پیداوار کے ساتھ ساتھ صنعتی و بجلی کی پیداوار میں اضافہ کے لئے بھرپور کوشش کی جائے ۔ پیداوار میں اضافہ سے عوام کو فائدہ پہنچنا چاہیئے اور اسی لئے ہم نے عوام کے تعاون سے خاندانی بہبود کے پروگرام کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ یہ پروگرام لوگوں کو چھوٹے خاندان کی اہمیت سمجھا کر نیز تربیت کے ذریعہ مکمل کیا جائے گا تاکہ ہر خاندان آزادی کا پھل حاصل کر سکے ۔ اس پروگرام کے پیچھے صرف یہی مقصد کارفرما ہے ۔

ملازمین کے مسائل

حکومت کی ساری اسکیموں سے عوام کو فائدہ پہنچنا چاہیئے ۔ اور اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر درجے کے سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کا پورا تعاون حاصل ہو ۔ ملازمین بھی انسان ہیں اور ان کے بھی مسائل ہیں ۔ حکومت نے اپنے ملازمین کے مسائل کو بھی ہمدردی سے حل کرنے کی پالیسی اپنائی ہے ۔ مجھے بھروسہ ہے کہ سرکاری ملازمین فرض شناسی اور مستعدی کا ایک نیا آدرش تخلیق کریں کہ جس سے حکومت کی شروع کردہ اسکیموں کو مقررہ مدت میں پورا کیا جا سکے اور مہاراشٹر کے عام اور غریب انسانوں کے رہن سہن کے درجے میں ترقی آ سکے ۔

ہر مذہب فرقے اور زبانوں کے لوگ مہاراشٹر کے باشندے ہیں ۔ دیگر ریاستوں سے روزگار یا تجارت کے سلسلے میں آئے ہوئے لوگوں کی کافی تعداد ہے ۔ انھوں نے یہاں کی ترقی میں اپنا حصہ ادا کیا ہے ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اُن لوگوں کے مفاد کا پورا تحفظ ریاستی حکومت کریگی ۔
حکومت ریاست کے ہر علاقے میں مساویانہ ترقی پر خصوصی توجہ دیگی ۔ پسماندہ علاقوں پر خصوصی توجہ دیجائیگی تاکہ ان کے مسائل ترجیحی طور پر حل ہو سکیں ۔
شہری آبادی میں اضافہ اپنے ساتھ بعض مسائل بھی لاتا ہے ۔ حکومت انھیں بھی بہتر طور پر حل کرنے کی کوشش کریگی ۔ تاکہ شہری آبادی کو خوشی اور تحفظ حاصل ہو سکے ۔

بے روزگاروں کے لئے روزگار

اس میں کوئی شک نہیں کہ بے روزگاری ایک قومی مسئلہ ہے ۔ ریاست کے دیہی علاقوں میں حکومت کی یہ خواہش ہے کہ ضمانتہ روزگار اسکیم کے تحت تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ دونوں ہی بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرے ۔ جو اس اسکیم کے تحت روزگار حاصل نہیں کر سکیں گے انھیں بے روزگاری بھتہ دیا جائے گا ۔
اس کے علاوہ مزید روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی غرض سے مزید اسکیموں پر عملدرآمد کیا جائے گا ۔
عوامی بہبود کا کوئی بھی کام عوام کے مکمل اور عملی تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے عوام کا بھرپور تعاون اور مدد حکومت کے پروگراموں کے لئے ضروری ہے ۔ تاکہ عوام کی معاشی حالت سدھاری جا سکے ۔ مجھے بھروسہ ہے کہ ایسا تعاون ہمیشہ حاصل ہوتا رہے گا ۔ حکومت کو طاقت عوام سے حاصل ہوتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ عوام اپنی پوری مدد اور تعاون سے مہاراشٹر میں خوشحالی امن سکون اور فراغت لائیں گے ۔ ”

معروف اعتدال پسند رہنما
گوپال کرشن گوکھلے

بیداریٔ ہند کے نقیب
لوک مانیہ تِلک

ہند کے عظیم و بزرگ رہنما
دادا بھائی نوروجی

تحریکِ آزادی میں مہاراشٹر کا حصّہ

• پروفیسر جے۔ وی نائک
شعبۂ تاریخ، بمبئی یونیورسٹی

انگریزوں نے ۱۸۱۸ء میں پیشوائی راج ہٹادیا، اس طرح بالآخر مراٹھا سوراج ختم ہُوا، جس کے بانی زیرک شیواجی مہاراج تھے۔ لیکن اس کی رُوح زندہ رہی۔ یہی فطری جذبہ تھا جس کے باعث مہاراشٹر ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں ہمیشہ پیش پیش رہا۔

ہندوستانی نشاۃِ ثانیہ:

بقول پروفیسر کوپ لینڈ "ہندوستانی قومیت برطانوی راج کی پروردہ ہے" اس لائق پروفیسر کا یہ خیال اس حد تک درست ہے کہ برطانوی حکومت نے خود اپنے مفاد کی خاطر کچھ ایسے حالات پیدا کئے جن میں جدید ہندوستانی قومیت رو نما ہوئی۔ یہ ملی جلی قومیت مختلف خطوں میں ہر خطہ کے تاریخی پس منظر میں مختلف انداز سے پروان چڑھی۔

نئی قومی بیداری اولاً مختلف اصلاحی تحریکوں کے ذریعے پیدا ہوئی — درحقیقت انیسویں صدی میں ملک کے مختلف حصوں میں اُٹھنے والی سب ہی تحریکیں جو کم و بیش قومی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی تھیں ایک ہی فطری عمل کا جُدا جُدا مظہر تھیں، جسے وسیع تر معنوں میں ہندوستانی نشاۃِ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ راجہ رام موہن رائے کی رہنمائی میں، جنھیں "پدرِ جدید ہند" کہا جاتا ہے بنگال سے زبردست آغاز ہوا۔ ۱۸۱۸ء کے فوراً بعد مہاراشٹر نے اس میدان میں قدم رکھا۔ اور قومی آزادی کی تحریک میں بھرپور حصّہ لیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں کے باشندوں نے برطانوی حکومت کا خیر مقدم کیا اور اسے 'خدائی راج' سمجھا۔ یہ خیال ہمارے اولین مصلحین کی تحریروں سے غلط طور پر اخذ کیا گیا ہے۔ مہاراشٹر میں اولین قومی تحریروں سے یہ صاف صاف واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں کے باشندوں نے ابتدا ہی سے برطانوی حکومت کو خدائی راج نہیں بلکہ سخت ترین عذاب سمجھا۔

بدیسی راج کے خلاف مسلح بغاوت کے روحِ رواں
سوتنتر یہ ویر ساورکر

عظیم انقلابی
واسودیو بلونت

مادرِ وطن کے جاں نثار
راج گرو

شاندار سیاسی ماضی کے مدنظر یہ قدرتی امر تھا کہ برطانوی حکومت کے خلاف ذہنی اور مسلح مزاحمت کا آغاز سب سے پہلے مہاراشٹر ہی سے ہوا۔ مغربی ہندوستان میں انگریزی راج کے قیام کے بعد چوتھائی صدی بھی نہ بیتی تھی کہ یہ تحریک اٹھی اور یہ ثابت کر دکھایا کہ ایک زندہ قوم اسی دن سے آزادی کے لئے جدوجہد شروع کر دیتی ہے، جس دن وہ آزادی سے محروم ہوتی ہے۔

اوّلین قوم پرست مُصنّفین:

لگ بھگ ۱۸۴۱ء میں مراٹھا دانشوروں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے اس مختصر آزادی سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا جو چارلیس مٹکاف نے اخبارات کو عنایت کی تھی اور برطانوی حکومت کے خلاف ہر پہلو سے زوردار حملے کئے جن کی مثال اول و آخر مشکل ہی سے ملے گی۔

بھاسکر پانڈورنگ کھڈکر (۱۸۴۷ - ۱۸۱۶ء) ان قوم پرست مصنفین کے سرخیل تھے۔ برطانوی حکومت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بمبئی گزٹ مورخہ ۲۰ اگست ۱۸۴۱ء میں تحریر کیا کہ "ہماری نظر میں آپ کی حکومت کچھ اور نہیں بلکہ سخت عذاب ہے جو ہندوستان پر نازل ہوا ہے"۔ اس سلسلے میں بھاسکر نے مراسلات کی شکل میں آٹھ طویل و جامع مضامین شائع کئے جو انہوں نے بمبئی پریسیڈنسی کے دوسرے قدیم ترین اخبار بمبئی گزٹ کے مدیر کے نام تحریر کئے تھے۔ یہ مراسلات بھاسکر نے قلمی نام "ایک ہندو" کے تحت لکھے۔ یہ نام غالباً جان بوجھ کر اختیار کیا تھا تاکہ جیمز مل نے ہندو و مسلم زندگی اور تہذیب کی جو تحقیر کی تھی اس کا جواب دیا جائے۔ ایک ہمعصر ادیب نے اُسے ایک شاہکار تحریر قرار دیا ہے۔

انگریزوں کے خلاف بھاسکر کی پرزور تحریروں سے اُن کے ہمعصر بہت متاثر ہوئے۔ اُن کے ایک ساتھی قوم پرست ادیب نے لکھا ہے کہ "بھاسکر دراصل ہندوستانی مارٹن لوتھر ہیں جس نے اپنے دیس میں مذہبی نہیں بلکہ زبردست سیاسی اصلاح برپا کرنے کے لئے جنم لیا ہے"۔

برطانوی حکومت کے خلاف بھاسکر کے مدلل اور بے باکانہ بیانات کا خلاصہ خود انہی کے الفاظ میں ہے۔ بمبئی گزٹ کے لئے اپنے آخری مضمون میں بھاسکر نے بڑی جرائت و بے باکی سے حکام کو للکارا ہے کہ وہ حسب ذیل الزامات کو غلط ثابت کریں جو انہوں نے اُن پر عائد کئے ہیں۔ (۱) سیاست میں دغابازی (۲) تجارت میں دھوکہ بازی (۳) رعیت کا بے جا استحصال (۴) دیسی صنعت کی بربادی، (۵) ملک کی دولت لوٹ کھسوٹ کر اسے کنگال بنا دینا (۶) نسلی امتیاز، (۷) اعلیٰ عہدوں سے ہندوستانیوں کو محروم رکھنا (۸) عدل و انصاف کے معاملہ میں جانبداری، (۹) ملکی باشندوں کی تعلیم سے غفلت، (۱۰) مذہبی غیر جانبداری کے نام پر ریاکاری (۱۱)

کابل سے ناروا جنگ جو انگریزوں نے ہندوستانی دولت کے بل پر لڑی (۱۲) چین کے خلاف ناروا مہم اور (۱۳) ہندوستان سے متعلق انگریز مورخین اور دوسرے مصنفین کی بے مقصد تحریریں جن میں جان بوجھ کر ہندوستانی تاریخ کو مسخ کیا گیا ہے۔

بھاسکر کھڈکر نے برطانوی سامراج کی جڑ پر چوٹ کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نفرت انگیز طرز حکومت، نفاق کی پالیسی، ہندوستانی والیانِ ریاست کے ساتھ ان کے سلوک اور نسلی امتیاز کی پالیسی، ان سب ہی پر انہوں نے بڑی بے باکی سے حملہ کیا۔ برطانیہ کے ہاتھوں ہندوستان کی معاشی بربادی پر وہ سخت برہم تھے۔ جس کا بعد ازاں دادا بھائی نوروجی اور جسٹس رناڈے نے باقاعدہ جائزہ لیا۔ برطانوی حکومت کے تحت نام نہاد امن داماں، غیر جانبدارانہ عدل وانصاف، نظم ونسق مذہبی رواداری اور مشنری سرگرمیوں پر بھی کڑی نکتہ چینی کی۔ ہوم گورنمنٹ، کورٹ آف ڈائرکٹوریٹ اور بورڈ آف کنٹرول نیز برٹش پارلیمنٹ تک کی حقیقت کھول کر رکھ دی۔ اور ہندوستانی مسائل پر اس کے رویہ کی مذمت کی۔ انہوں نے انگریز مصنفین خصوصاً مورخ جیمز مل کو بھی نہیں بخشا جن کی تحریریں صداقت سے خالی تھیں۔ اس طرح برطانوی حکومت کی کھلی اور بلا جھجھک مذمت ان کی بے پناہ جرأت دے باکی کا نمایاں ثبوت ہے۔

اسی کے ساتھ بھاسکر نے ستی اور بچہ کشی کی ممانعت اور ٹھگی کا انسداد، جیسے نیک اور انسانی بھلائی کے کاموں کی تعریف بھی کی جو انگریزوں نے انجام دیئے تھے۔ لیکن ان کا کہنا تھا کہ یہ سارے عام نیک کام انگریزوں کے ظلم وستم کے بھنور میں زائل ہو جاتے ہیں۔ وہ محض پکے مذہبی احیا پسند ہی نہیں بلکہ دور اندیش ترقی پسند قوم پرست بھی تھے جو اپنے ملک کے مسائل کو بخوبی سمجھتا ہے۔ انگریزوں کی اس طرح ملامت سے ان کا مقصد یہی تھا کہ اس سے اہلِ وطن میں سماجی، اقتصادی اور سیاسی بیداری پیدا ہو۔

بدیسی راج کی مذمت کرنے میں بھاسکر اکیلے نہیں تھے۔ اُن کے دوش بدوش مختلف قلمی ناموں مثلاً ایک دوسرا ہندو، ایک تیسرا ہندو سودیشی اعیسائی، ایک پارسی، ایک خداترس اور ایک مخلص کے تحت لکھنے والے کئی نوجوان مراٹھا قوم پرستوں نے بھی مادرِ وطن پر برطانیہ عظمیٰ کے ظلم وستم کو بے نقاب کیا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب سال ۱۹۴۱ء ہی میں لکھتے تھے۔

بال شاستری جامبیکر (۱۸۱۲-۱۸۴۶) جیسے ہم وطن ودوان مراٹھ ہی نہیں بلکہ انگریز سول ملازمین بھی انگریزوں کے خلاف ان کے مضامین کی زبان، اسلوب اور زورِ بیان پر ششدر تھے۔

اسی زمانہ میں (۱۸۴۳) رام کرشن وشوانا تھ نے اپنی کتاب بعنوان "ہندوستاناچی پراچین و سمپرتاچی استھتی دیوڑھے کائے ہونار ہیا وشئی وچار" لکھی۔ برطانوی راج قائم ہونے کے بعد غالباً یہ پہلی سیاسی و اقتصادی تحریر ہے جو مراٹھی زبان میں لکھی گئی۔ پینتیس ۳۵ سال بعد وشنو شاستری چپلونکر نے انگریزی حکومت کے تحت ہندوستان کی حالت کا دردناک نقشہ کھینچا۔ یہ اولین ادیب دیس میں مجاہدانہ قوم پرستی کے ہراول تھے۔

بہرحال مجاہدانہ قوم پرستی کی ابتدائی تحریک چند دانشوروں تک ہی محدود تھی اور فوراً زور نہ پکڑ سکی۔ بالآخر ۱۸۸۰ء میں پوری شدت سے رونما ہوئی

آئینی احتجاج :

تقریباً چار دہائیوں کے اس درمیانی عرصہ میں صرف معمولی آئینی احتجاج کا آغاز ہوا جس کی محرک بمبئی ایسوسی ایشن تھی اس کا قیام سنہ ۱۸۵۲ء میں عمل میں آیا تھا۔ جگن ناتھ شنکر، دادا بھائی نوروجی، نوروز جی فردون جی، بھاؤ داجی لاڈ اور دی این منڈلک اس کے رہنما تھے۔

بعد ازاں پونے میں سروا جنک سبھا (۱۸۷۰ء) نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ راناڈے اور گنیش واسودیو جوشی، "سرو جنک کاکا" اس کے روحِ رواں تھے۔ ۱۸۸۵ء میں فیروز شاہ مہتہ، کے۔ ٹی تیلنگ، بدرالدین طیب جی اور دوسرے حضرات نے بمبئی پریسیڈنسی ایسوسی ایشن قائم کی۔ یہ جماعت نیز بنگال اور مدراس کی ایسی ہی جماعتیں انڈین نیشنل کانگریس کی پیشرو تھیں لیکن اس وقت تک مہاراشٹر اور ملک کے دیگر حصوں کی قوم پرست طاقتوں کے درمیان کوئی فی الواقعی رابطہ قائم نہ ہوا تھا۔ وشنو شاستری چپلونکر اور لوکمانیہ تلک جیسے مجاہدانہ قوم پرستی کے علمبردار ابھی تک میدان میں نہ اترے تھے اور ایک طرف اعتدال پسند جن کے سربراہ گوپال کرشنا گوکھلے، ان کے گرد فیروز شاہ مہتہ وغیرہ تھے۔ اور دوسری بال، پال، لال کی زیر قیادت انتہا پسند ابھی تک یکجا نہ ہوئے تھے۔

بہرحال اس زمانے میں فی الحقیقت سماجی و مذہبی تحریکِ اصلاح تیزی سے پروان چڑھی۔ اس تحریک میں بھی دراصل تعلیم یافتہ حلقے کے مخالفین برطانیہ ہی جیسا تصور اور جذبہ کارفرما تھا جو بال شاستری جامبھیکر کی جاری کردہ نرم اصلاحی تحریک سے قطعی مطمئن نہ تھے۔

اولین قوم پرست مصنفین نے انگریزوں پر حملہ کرنے کے ساتھ ملک میں موجودہ جہالت وقدامت پسندی کے خلاف بھی جہاد شروع کیا جو ان کے خیال میں قومی زوال کا اصل سبب تھا۔ ان اصحاب نے یہ حقیقت جان لی تھی کہ

قومی فلاح کے لئے اصلاح کے مختلف سیاسی، معاشی، سماجی اور مذہبی پہلوؤں کو جدا جدا نہیں کیا جا سکتا اور ان پر ایک ساتھ توجہ دینا ہوگی۔ بعد ازاں یہی نقطۂ نظر جسٹس راناڈے کے کل ہند اصلاحی پروگرام میں رہنما اصول قرار پایا۔

انھوں نے محسوس کیا کہ ذات پات کی تقسیم سے ہندوستان نے بہت نقصان اُٹھایا ہے لہٰذا قومی اتحاد اور ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تفریق اور اس کے مضر اثرات کو پوری طرح سے ختم نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ 'پرماہنس سبھا' نامی ایک خفیہ جماعت قائم کی گئی، جس کا مقصد یہ تھا کہ ذات پات کی لعنت کو ختم کر دیا جائے۔ مشہور و معروف مراٹھی زباں داں دادوبا پانڈورنگ مہاراشٹر میں اس اولین خفیہ اصلاحی جماعت کے روح رواں تھے قبل از یں درگارام منچھارام جیسے گجراتی مصلحین کے تعاون سے انھوں نے ۱۸۴۴ء میں سورت میں 'مانو دھرم سبھا' قائم کی تھی۔

مختلف ذات اور عقیدہ رکھنے والے لوگ نیز مسلمان 'پرماہنس سبھا' میں شامل ہوئے۔ اضلاع میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں۔ سبھا کے اراکین نے مورتی پوجا رد کر دی، ذات پات کے بندھن توڑ کر آپس میں بھائی چارے کی تلقین کی اور دیس کو قدامت پرستی سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا۔ یہ سبھا مذہب سے زیادہ سماجی اور قومی مقاصد کی حامل تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ذات پات، عقیدہ اور رسم و رواج کے امتیازات مٹا کر سب ہی لوگوں میں وحدانیت اور اُخوت کو فروغ دیا جائے۔

۱۸۶۰ء کے بعد کئی اسباب سے 'پرماہنس سبھا' نیم جاں ہو گئی لیکن پوری طرح ختم نہیں ہوئی۔ اس اثنا میں اس کی شاخیں پرارتھنا سماج (۱۸۶۷ء) اور ستیہ شودھک سماج (۱۸۷۵ء) سے مل گئیں۔

لوک ہتوادی گوپال ہری دیشمکھ اور جیوتی با پھُلے 'پرماہنس سبھا' کے اُصولوں کے کلیتاً ہمنوا تھے۔ موخرالذکر غالباً سبھا کے باقاعدہ رکن تھے۔ جیوتی با پھُلے نے شیواجی پر اپنی جذبات بھری نظم اسی کے صدر رام بال کرشنا جیکر ہی کے نام منسوب کی تھی۔

لوک ہتوادی:

لوک ہتوادی نے اپنے مشہور و معروف شت پتروں میں نکتہ چینی کے ساتھ اس زمانے میں بھارت کے دُکھوں اور برائیوں کو دور کرنے کی راہ بھی دکھائی ہے۔

غالباً سب سے پہلے لوک ہتوادی ہی نے سودیشی کے استعمال اور انگریزی مال کے بائیکاٹ کا پرچار کیا۔ انھوں ہی نے سب سے پہلے ہندوستان میں پارلیمنٹ قائم کرنے کا خیال پیش کیا۔ بدیسی راج سے نجات پانے کے لئے قومی راج

لوک ہتوادی نے یہی تلقین کی تھی کہ "تمام ہندوستانی ہند کو اپنی 'ماتا' اور دیس کے سبھی باشندوں کو اپنا بھائی سمجھیں، ذات پات کا نظام ختم ہونا چاہئے، ہندوستان کو سائنسی علم حاصل کرنا چاہئے، لیاقت ہی عہدوں پر تقررات کا واحد معیار ہونا چاہئے"۔ وہ یہی راج بحال کرنا چاہتے تھے جسے انگریزی حکومت نے تباہ کر دیا تھا۔ سرکاری ملازم ہونے کے باوجود لوک ہتوادی نے زندگی بھر لوگوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے درمیان یکجہتی کو بڑھانے کی کوشش کی۔ وہ صحیح معنوں میں سیاسی اور معاشی پہلوؤں سے ہندوستانی قوم پرستی کے اولین ترجمان تھے۔ گوپال کرشن گوکھلے کی انسانی، سیکیولر اور جمہوری قوم پرستی پہلے ہی سے ان کی نظر میں تھی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ابتدا ہی سے مہاراشٹر کے قوم پرست قائدین نے سیاسی اور سماجی لحاظ سے صرف مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کو اپنی نظر میں رکھا۔

مہاتما پھُلے: جیوتی با پھُلے، مہاراشٹر کے عظیم سماجی انقلابی تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی عورتوں کی فلاح اور پست جاتیوں کو اوپر اٹھانے میں لگا دی جس کے بغیر بقول مہاتما گاندھی 'سوراج' بے معنی ہی رہتا ہے۔ وٹھل رام جی شنڈے، بابا صاحب امبیڈکر، شاہو مہاراج کرم ویر بھاؤراؤ پاٹل اور مہاراشٹر کے دوسرے مہان سپوتوں نے پست ماندہ اور مظلوم طبقات کے لوگوں کا رتبہ بڑھانے اور انھیں سماجی مساوات دلانے کے لئے مسلسل جدوجہد کی۔ ہندوستانی قوم کی تعمیر میں ان کا حصہ ان ہم وطنوں سے کسی طرح بھی کم نہیں جنھوں نے دیس کی سیاسی آزادی کے لئے جنگ کی تھی۔

بلاشبہ مغربی ہند میں نشاۃ ثانیہ کے اولین رہنما بال شاستری جامبھیکر سمیت مہاراشٹر نے ایسی چیدہ چیدہ مہان ہستیوں اور عظیم خواتین کو جنم دیا، جن پر کوئی بھی دیس ہر زمانے میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ دادا بھائی نوروجی، راناڈے، فیروز شاہ مہتہ، گوکھلے اور تلک جیسے ہندوستان گیر شہرت رکھنے والے اصحاب کے علاوہ دوسرے بہت سے اشخاص ہیں جنھوں نے بلواسطہ یا بلاواسطہ قومی فلاح و بہبود کے کام میں بڑا حصہ لیا۔ سماجی مصلحین نے قومی تعمیر کے ہر میدان میں جتنا کام کیا ہے اس کا احاطہ کرنا اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں ہے۔

توحید پرست، دادو پانڈورنگ، عظیم سوشلسٹ 'وشنو باوا برہمچاری'، خواتین کی فلاح و بہبودی کے علمبردار وشنو شاستری پنڈت، پنڈت راما بائی، ڈی۔ کے۔ کروے، مذہبی و سماجی مصلحین مثلاً موڈک، بھنڈارکر، راناڈے اور ماما پرمانند وغیرہ، عقلیت پسند اور ہمدرد جی۔ جی۔ اگارکر، حامی احیائے مذہب و عقائد وشنو شاستری چپلونکر اور مہادیو شیورام گورے، عیسائی مؤید نیمیاہ نیل

کنٹھے گورے نیز عظیم ہمدرد مثلاً لوک ہتوادی، جیوتی با پھلے اور ان کے پیرو جن کا قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے، ایسی عظیم ہستیاں گذری ہیں جن میں سے ہر ایک نے جدید ہند کی تعمیر میں کسی نہ کسی حد تک حصہ لیا ہے۔

ایک طرف یہ سماجی تبدیلی رونما ہو رہی تھی اور دوسری طرف ہندوستان انگریزی حکومت کے تحت برابر مصیبتیں اٹھا رہا تھا جس کے مظالم لارڈ لٹن (۱۸۸۰-۱۸۷۶) کی انتہائی قدامت پسند اور مخالف ہند حکومت کے دور میں انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ بھاسکر پانڈورنگ ترکھڈکر نے جو شکایتیں اور مصیبتیں گنوائی ہیں ان میں اور اضافہ ہو گیا۔ لہٰذا یہ تعجب کی بات نہیں کہ دیس کے معتدل سیاسی مزاج میں شدت پیدا ہو گئی۔ اسی نئے جذبے سے انقلابی دہشت پسندی اور مجاہدانہ قوم پرستی کی تحریکیں ابھریں اور بڑھیں یہ تحریکیں شروع میں بنگال اور مہاراشٹر تک ہی محدود تھیں۔

واسو دیو بلونت کی بغاوت

۱۸۷۹ء میں واسو دیو بلونت پھڈکے کی بغاوت سے ہندوستان میں انگریزی حکومت کے خلاف نئی طرز کی مسلح مزاحمت کا آغاز ہوا۔ واسو دیو ۴ نومبر ۱۸۴۵ء کو شردھن ضلع قلابہ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اس حد تک انگریزی تعلیم حاصل کر لی تاکہ سرکاری ملازمت حاصل کر سکیں۔ لیکن ایک بدیسی حکومت کے تحت ملازمت کرنا انھیں کبھی بھی پسند نہ تھا۔ پھر یہ فطری نفرت اس سبب سے اور بڑھی کہ ان کی ماتا کے انتقال کے وقت سنگدل اعلیٰ عہدیداروں نے انھیں رخصت دینے سے انکار کر دیا۔ ۱۸۷۶-۱۸۷۷ کے بھیانک قحط میں ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جب تک برطانوی راج قائم ہے دیس کو کوئی راحت نصیب نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا انھوں نے اس سے نجات پانے کا عہد کیا۔

اس مقصد سے انھوں نے پونے میں طلبا کی جماعتوں کو منظم کیا۔ اس جماعت کے ہر رکن کو یہ عہد کرنا پڑتا تھا کہ "میں قوم کی آواز پر مادرِ وطن کی خاطر سب کچھ قربان کر دوں گا۔"

تعلیم یافتہ لوگوں سے انھیں کچھ زیادہ حمایت نہ ملی لہٰذا انھوں نے راموشیوں، کولیوں اور معمولی کسانوں کا رخ کیا۔ جنھوں نے ۱۸۷۶ء کے قحط میں سب سے زیادہ دکھ اٹھایا تھا۔ پھڈکے نے فیصلہ کیا کہ انگریزوں سے لڑنے کے لئے ان لوگوں کی فوج بنائی جائے۔ اس مقصد کے لئے انھیں روپے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا واسو دیو بلونت نے ڈکیتی اختیار کی۔ سب سے پہلے ۲۳ فروری ۱۸۷۹ء کو دھامری نامی گاؤں پر چھاپہ مارا۔ اسی طرح کے کئی چھاپے مارے گئے بہر حال انھیں جلد ہی یہ احساس ہو گیا کہ راموشی لالچی ہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کے دلوں میں اس اعلیٰ مقصد کی کوئی وقعت نہیں ہے جو خود ان کے پیش نظر تھا۔ انگریزوں کے خلاف بغاوت کے معیار کو بلند کرنے میں ان کی نیک نیتی ان کی سرگذشت کی اس تحریر سے بخوبی واضح ہوتی ہے جو انھوں نے ۳۰ اپریل ۱۸۷۹ء کو قلمبند کی تھی:-

"مجھے رخصت ہونے میں صرف سات دن ہیں، یہی میرا وچار ہے۔ لہٰذا میں ہند کے تمام باسیوں اور اپنے تمام بھائیوں کے قدموں پر جھکتا ہوں اور آپ کی خاطر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ میں بھگوان کے دربار میں بھی آپ ہی کی وکالت کروں گا۔ خدا سے یہی میری دعا ہے کہ وہ آپ کی فلاح و بہبود کے لئے میری جان لے لے۔ میں اب آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔"

واسو دیو بلونت کی سرگرمیوں پر حکام چوکنا ہو گئے تھے۔ ایک میجر ہنری ولیم ڈینیل کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ پھڈکے کو گرفتار کرے اور ان کی بغاوت فرد کرے۔ ان کے سر کے لئے ۴۰۰۰ روپے کا انعام رکھا گیا۔ اس کے جواب میں اس جانباز اور بہادر محبِ وطن نے گورنر کے سر کے لئے ۵۰۰۰ اور کلکٹر اور سیشن جج ہر ایک کے سر کے لئے تین تین ہزار روپے کے انعامات کا اعلان کیا۔

بالآخر ۲۰ جولائی ۱۸۷۹ء کو ۲ بجے شب میں میجر ڈینیل اور عبدالحق پولس کمشنر ریاست نظام، تھکے ماندے پھڈکے کو ضلع گلبرگہ کے مقام دیورناڈگی کے ایک بدھ وہار میں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

۲۲ اکتوبر کو پونے میں پھڈکے کے خلاف مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی اور ۷ نومبر کو انھیں تاحیات جلا وطنی کی سزا سنادی گئی۔ ابتدا میں حکومت کا ارادہ یہ تھا کہ پھڈکے کو انڈمان بھیجا جائے لیکن بعد میں ارادہ بدل دیا گیا اور انھیں عدن بھیجدیا گیا۔

اس وقت ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد واسو دیو بلونت پھڈکے ہی ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں اول مراٹھا شہید تھے۔ ونایک دامودر ساورکر نے جو خود بھی ایک جانباز قوم پرست اور عظیم انقلابی تھے،

جھانسی کی رانی لکشمی بائی، تاتیا ٹوپے، ناناصاحب اور کنور سنگھ وغیرہ ویروں کی ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو بلا تامل "جنگ آزادی" قرار دیا ہے۔

اعتدال پسند اور انتہا پسند:

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے بعد ہندوستانی کی آزادی کے لئے منظم تحریک شروع ہوئی، مہاراشٹر کو کانگریس کے پہلے اجلاس کی میزبانی کرنے کا فخر حاصل ہوا جو ڈبلیو. سی بنرجی کی زیر صدارت گوکل داس تیج پال ہال بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔ اپنے قیام کے بعد کانگریس نے تقریباً بیس سال تک بعض مراعات کے حصول اور شکایات کے ازالہ کے لئے معتدل تحریک چلائی لیکن اس میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ قدرتی طور سے ایسے ہی اعتدال پسند رہنما جو برابر حکومت سے اصلاحات کے لئے اصرار کرتے تھے اپنی مقبولیت کھونے لگے اِنتہا پسند رہنما آگے آگئے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ "اعتدال پسند اور انتہا پسند" دونوں ہی گروہوں کے رہنماؤں میں ہندوستان گیر سطح پر ممتاز رہنما مہاراشٹر ہی کے تھے ایک خاص صورتحال پیدا ہوگئی جس میں نامدار گوکھلے کی انسانیت نواز تھے سیکولر اور جمہوری قوم پرستی لوک مانیہ تلک کی جارحانہ قوم پرستی کے سامنے پسپا ہونے لگی۔

سوراج - میرا پیدائشی حق ہے:

یہ حقیقت ہے کہ لوکمانیہ تلک ہندوستانی تحریک آزادی کے بانی اور روح رواں تھے۔ انھوں نے بدیشی راج کے خلاف تحریک آزادی میں عوامی سطح پر نیا جوش و ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کی آپ نے یہ نعرہ بلند کیا کہ " سوراج میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کر کے رہونگا۔"

اسی کی خاطر آپ ۱۸۹۷ء اور پھر ۱۹۰۷ء میں جیل گئے۔ آپ نے "ھوم رول لیگ" بھی قائم کی جس میں شریمتی اینی بسنٹ بھی شریک ہوگئی تھیں۔

۱۸۸۱ء میں لوک مانیہ تلک نے "مراٹھا" اور "کیسری" نامی دو نئے اخبارات جاری کئے جن میں سے پہلا انگریزی میں اور دوسرا مراٹھی میں نکلتا تھا۔ ان دو اخبارات نے وشنو شاستری چپلونکر کے "نبندھ مالا" اور ۱۸۹۸ء میں شیورام مہادیو پرانجپے کے جاری کردہ "کال" کے ساتھ اسی مقصد کا پرچار کیا کہ ہندوستان کے تمام دکھوں اور برائیوں کا علاج سیاسی آزادی ہی میں مضمر ہے۔

انقلابی تحریک میں اور زور پیدا کرنے کی غرض سے تلک نے سالانہ سروجنک گنپتی تقریبات نیز شیواجی تہوار منانے کا اہتمام کیا۔ تلک کا نظریہ قومی تعلیم سودیشی اور بائیکاٹ پورن سوراج کا حامل تھا۔ یہ انقلابی نظریہ تھا جس نے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ شری وائی بی چوان نے بجا طور پر فرمایا کہ " ملک کے سیاسی افق پر تلک کا ظہور درحقیقت ملک کی زندگی میں ایک خط فاصل ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ تلک نے جو بنیاد رکھی تھی بعد ازاں اسی پر ہی مہاتما گاندھی نے تحریک آزادی کی عمارت تعمیر کی۔"

جاں باز چاپھیکر:

جاں باز چاپھیکر برادران کا نام ہندوستانی انقلابیوں میں بلند مقام رکھتا ہے۔ جنھوں نے ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں بڑی قربانیاں دیں۔ درحقیقت واسودیو بلونت پھڈکے کے بعد یہی پہلے حضرات ہیں جنھوں نے مادرِ وطن کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔

دسمبر ۱۸۹۶ء میں پونے میں طاعون کی بھیانک وبا پھوٹ پڑی اور اس نے سیاسی صورت حال کو ایک نیا موڑ دیا۔ طاعون کے انسداد کے لئے حکومت کے اقدامات بڑے جابرانہ اور اس کام پر معمور اشخاص بڑے سنگدل واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ دکھی لوگ ناہنجار پلیگ کمشنر رینڈ اور اس کے عملے کے افراد کو وبائی بیماری سے زیادہ خطرناک سمجھنے لگے۔ برطانوی حکومت کے خلاف نفرت اور بڑھ گئی۔

ملکہ وکٹوریہ کے جشن تاجپوشی کے موقعہ پر ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء کو گنیش کھنڈ پونے میں چاپھیکر برادران دامودر اور بال کرشنا نے پلیگ کمشنر رینڈ اور لفٹیننٹ آئرسٹ کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ دو غدار دراوِڈ برادران گنیش شنکر دراوِڈ اور رام چندر شنکر دراوِڈ کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کی گرفتاری ممکن ہوسکی۔ چاپھیکر برادران میں سب سے چھوٹے بھائی واسودیو نے اپنے دوست مہادیو ونایک راناڈے کی مدد سے دراوِڈ برادران کو قتل کر کے اس کا انتقام لے لیا۔ انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ تمام چاپھیکر بھائیوں اور ان کے ساتھیوں کو کھنڈو وشنو ساٹھے کے سوا موت کی سزا دے دی گئی۔ ساٹھے کو دس سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔

ان چار نوجوان محبان وطن کی سزائے موت کی خبر پر دیس بھر میں دہشت اور بے چینی پھیل گئی اور برطانوی راج کو تہس نہس کرنے کے لئے انقلابیوں کا جوش و خروش اور بڑھ گیا۔

سوتنتر ویر ساورکر:

وی. ڈی ساورکر بدیسی راج کے خلاف چاپھیکر برادران سے بہت متاثر تھے۔ اور آپ نے بھاگور میں خاندانی مورتی کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے چاپھیکر برادران ہی کی طرح لڑیں گے۔ اس مقصد سے آپ نے ۱۸۹۹ء میں "متر میلہ" جماعت منظم کی جس نے بعد ازاں آپ

سوامی
رامانند تیرتھ

تحریک آزادی حیدرآباد
کے قائد
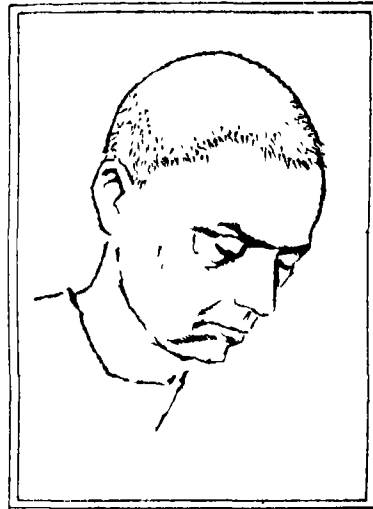
کے بھائی گنیش ساورکر کی قیادت میں "ابھنیو بھارت" یا ینگ انڈیا سوسائٹی کی شکل اختیار کرلی. اس جماعت کا مقصد مسلح بغاوت تھا۔

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال اور بعض عالمی واقعات مثلاً ناقابل تسخیر مغربی طاقت پہ جاپان کی زبردست ضرب اور اٹلی کے خلاف حبشہ کی فتح کے باعث ہندوستان میں مجاہدانہ قوم پرستی کو بڑی تقویت ملی. سودیشی اور بائیکاٹ کی تحریک زور پکڑ گئی ساورکر نے لوکمانیہ تلک اور شیورام مہادیو پرانجپے کے آشیرواد سے جگہ جگہ بدیسی کپڑا جلا ڈالنے کا انتظام کیا.

۱۹۰۶ میں ساورکر بحری جہاز کے ذریعہ لندن گئے اور وہاں ایک اور ہندوستانی انقلابی شیام جی کرشن ورما کے دوست بن گئے. جنھوں نے ۱۹۰۵ء میں لندن میں ایک انڈیا ہوم رول سوسائٹی قائم کی تھی. یہ سوسائٹی باغیوں کا ایک معروف مرکز بن گئی. جب کرشنا ورما کو انگلینڈ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تو ساورکر نے انڈیا ہاؤس کی ذمہ داری سنبھال لی. وہاں آپ نے فری انڈیا سوسائٹی قائم کی جو درحقیقت "ابھنیو بھارت" کے لئے ایک بھرتی مرکز تھا.

ساورکر انگلینڈ میں ہندوستانی طلبہ کی تنظیم کرنے میں لگ گئے تاکہ ہندوستان میں برطانوی راج کا تختہ الٹا جاسکے. دلیر ساورکر نے ہتھیار اور انقلابی لٹریچر بھیجنا شروع کیا تاکہ وطن کے انقلابی اس سے کام لے سکیں. لندن میں آپ ہردیال سے ملے جنھوں نے بعدازاں امریکہ جاکر "غدر پارٹی" قائم کی تھی. ساورکر کا ہر ایک معروف ہندوستانی انقلابی سے قریبی تعلق تھا. جن میں پارسی خاتون مادام کاما بھی شامل ہیں جنھوں نے ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ابھنیو بھارت سوسائٹی بڑی تیزی سے پھیلی اور مہاراشٹر کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے ہر اہم مقام پہ اس کی شاخ قائم ہوگئی۔ بمبئی ناشک، پونہ، اورنگ آباد، حیدرآباد، اور گوالیار بڑے سرگرم مراکز بن گئے تھے۔

۱۹۰۹ء میں ونائک ساورکر کے بڑے بھائی گنیش کو جو "ابھنیو بھارت" کے سربراہ تھے ان کی دہشت پسندی پہ جلا وطنی کی سزا دی گئی۔ اس پر لندن میں ساورکر جماعت کے مدن لال ڈھینگرہ نے نوجوان ہندوستانیوں کو جلاوطنی اور پھانسی کی سزائیں دینے کے خلاف احتجاجاً کرزن ویلی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۲۱ دسمبر ۱۹۰۹ء اننت لکشمن کنہیرے نے ناشک کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جیکسن کو گولی مار کر گنیش کی سزائے جلاوطنی کا انتقام لے لیا۔ ناشک سازش مقدمہ میں ماخوذ نوجوان مراٹھا وطن پرستوں کے نام نامی یہ ہیں. اننت لکشمن کنہیرے، کرشنا گوپال کروے، ونائک نرائن دیش پانڈے، شنکر رام چندر سومن، وامن نرائن جوشی، گنیش بی ویدیہ، اور دتاتریہ پانڈورنگ جوشی۔

ان میں سے اوّل تین کو سزائے موت دوسرے تین کو تاحیات جلاوطنی اور موخرالذکر کو ایک تا ۲ سال کی قیدِ بامشقت کی سزا دی گئی۔

ابھنیو بھارت کی زیرِ سرپرستی دہشت پسند تحریک کے روحِ رواں ساورکر کو لندن میں گرفتار کرلیا گیا. ساورکر کو جب زیرِ حراست ہندوستان لایا جارہا تھا تو آپ نے مارسیلز پہ جہاز سے فرار ہونے کی دلیرانہ کوشش کی۔ یہ جرارت و دلیری کا ایسا واقعہ ہے جس پہ ہندوستان میں ہر ایک محب وطن کا دل جوش سے بھر جاتا ہے. اس دلیر انقلابی عظیم وطن پرست کے لئے "ویر" کا خطاب قطعی شایان شان ہے۔

سیناپتی باپٹ :

لندن میں ساورکر کے مخلص نائبین میں پانڈورنگ مہادیو باپٹ بھی تھے جو ۱۹۲۱ء میں ملشی ستیہ گرہ کی قیادت کرنے کے بعد سیناپتی باپٹ کے نام سے مشہور ہوئے. آپ دکن کالج میں زیرِ تعلیم تھے. اس وقت پونے میں انقلابی گروپ نے آپ سے حلف لیا کہ "مادرِ وطن کی خاطر سرگرم عمل رہیں گے اور اپنی جان قربان کردیں گے." اس طرح ان کی انقلابی حرکت کا آغاز ہوا۔

مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے باپٹ انگلستان گئے اور ابھنیو بھارت

کے سرگرم رکن بن گئے۔ وہیں ساورکر کی تحریک پر باپٹ نے صرف بندوق چلانا ہی نہیں بلکہ روسی طریقہ پر بم سازی بھی سیکھی۔ یہ سب ہنر سیکھ کر آپ ۱۹۰۹ء میں ہندوستان واپس آئے تاکہ برطانوی حکومت کے خلاف انقلابی جنگ جاری رکھیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے آپ نے ملشی ستیہ گرہ کی رہنمائی کی۔ آپ کچھ عرصہ تک ملک کے انگریزی اخبار مراٹھا کے ادارتی عملے کے رکن بھی رہے۔

باپٹ کا انقلابی جذبہ کبھی سرد نہ ہوا۔ ۷۶ سال کی بڑی عمر میں بھی اس جانباز مجاہد آزادی نے ۱۹۵۵ء میں آزادی گوا ستیہ گرہ کی قیادت کی اور اس کے اگلے سال سمیکت مہاراشٹر ستیہ گرہ میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔

شہید راج گرو

پہلی جنگ عظیم کے بعد ہندوستانی انقلابیوں میں شیورام ہری راج گرد کا نام نامی نمایاں ہے۔ آپ ۱۹۰۸ میں ضلع پونے کے مقام کھیڈ میں پیدا ہوئے۔ راج گرد بچپن ہی میں بنارس چلے گئے۔ وہاں راج گرو کو انقلابیوں سے ملنے کا موقعہ ملا اور جلد ہی آپ ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اس زمانے کے چوٹی کے انقلابی سردار بھگت سنگھ، چندر شیکھر آزاد، سکھدیو اور جتین داس پارٹی میں ان کے ہتھیار بند ساتھی تھے۔ یہ سب پکے انقلابی تھے جنہوں نے بدیشی راج کو نشٹ کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ راج گرو نے دہشت انگیز سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

سائمن کمیشن کے خلاف ایجی ٹیشن کے دوران لالہ لاجپت رائے پولس کی لاٹھیوں کی مار سے جاں بحق ہو گئے تھے ان کی موت کا بدلہ لینے کے لئے بھگت سنگھ کی سرکردگی میں انقلابی گروپ نے اعلیٰ پولس حکام کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا۔ راج گرو دراصل سپرنٹنڈنٹ آف پولس "اسکاٹ" کو نشانہ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن انھیں ۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو اس کے نائب سونڈرز کو مار ڈالنے میں کامیابی ملی۔

راج گرو کچھ عرصے تک بڑی جرات اور ہوشیاری سے گرفتاری سے بچتے رہے۔ لیکن بالآخر ۳۰ ستمبر ۱۹۲۹ء کو پونے میں گرفتار کر لئے گئے آپ کو سزائے موت دی گئی اور ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو دو انقلابی ساتھیوں بھگت سنگھ اور سکھدیو کے ساتھ پھانسی دیدی گئی۔

اس طرح ابتدا واسودیو بلونت پھڈکے سمیت مہاراشٹر نے ہندستان کی قومی تحریک میں کئی نامور انقلابی پیش کئے جنھوں نے دیس بھر میں اپنے ہمعصروں کے مانند مسلح بغاوت کے طریقہ کار کو اپنایا جو ان کے خیال میں دیس کو بدیسی راج سے نجات دلانے کا واحد راستہ تھا۔" ان کے کارنامے اور نام سدا امر رہے گا۔"

عوامی تحریک

۱۹۲۰-۲۱ء سے ہندوستان کی تحریک آزادی نے ایک نیا موڑ لیا۔ گاندھی جی ایک نئی تیکنیک لیکر ہندوستانی انقلاب کے رہنما کی حیثیت سے ابھرے جس کی مثال دنیا بھر میں ملنا مشکل ہے۔ مہاتما گاندھی سیاسی آزادی کے ساتھ ساتھ یکسر سماجی انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔" گاندھی جی نے تحریک آزادی کا معیار اونچا کیا اور اس کا انداز بدلا۔ انھوں نے اسے صحیح معنوں میں عوامی تحریک بنا دیا۔ جس کے لئے تلک نے مہاراشٹر میں زمین ہموار کر دی تھی۔ گاندھی جی گوپال کرشنا گوکھلے کو اپنا سیاسی گرو مانتے تھے۔"

حالانکہ تلک کے بعض ہمخیال مثلاً این سی کیلکر، اور جی ایس کھاپرڈے "دو ٹوک سیاست" کے قائل تھے اور گاندھی جی کی روحانی سیاست کے حامی نہ تھے لیکن مہاراشٹر کے عوام نے گاندھی جی کی آواز پر آگے بڑھ کر لبیک کہا۔ گاندھی جی ہی کی بدولت کانگریس مہاراشٹر کے دیہاتوں میں قدم جما سکی۔ مہاراشٹر میں محض شہروں ہی نے نہیں بلکہ ہر ہر گاؤں نے "سول نافرمانی" اور "ہندوستان چھوڑدو" تحریکوں میں کسی نہ کسی حد تک نمایاں حصہ لیا۔ انھیں تحریکوں کے باعث ہندوستان آزادی کی منزل کے قریب پہونچ گیا۔

مہاراشٹر میں شنکر راؤ دیو، اچاریہ ونوبا بھاوے اور اچاریہ جاوڈیکر مہاتما گاندھی کے سچے بھگت تھے۔ ان میں سے بعض نے سیاست ترک کر کے اپنی زندگی جنتا سدھار کے کاموں کے لئے وقف کر دی۔

لوکمانیہ تلک نیز گاندھی جی کے زمانے میں جو لوگ پیش پیش رہے ان کے نام نامی یہ ہیں :- شیورام مہادیو پرانجپے، مدیر انقلابی کال آپ روشن خیال اور آزادی کامل کے اولین علمبرداروں میں سے تھے۔ مادھو شری ہری لیے، آپ لوکمانیہ کے سچے پیرو اور دوربھے "لوک مانیہ" کہلاتے ہیں۔ آپ نے مقدور بھر قوم کی سیوا کی۔ مورلیشور واسودیو ابھیانکر، آپ تحریک آزادی میں تلک کے ہمنوا رہے، اور "نرا کیسری" کا خطاب پایا۔

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر
جنھوں نے پست طبقات کے حقوق منوائے

مہاتما پھلے
دور اندیش مفکر

مہارشی ڈی۔ آر۔ کروے
آپ پونے میں ودھوا آشرم اور بمبئی میں خواتین
کی ایس۔ این۔ ڈی۔ ٹی یونیورسٹی کے بانی ہیں۔

ریاست مہاراشٹر میں سماجی اصلاحات

☆ ایس۔ آر۔ ٹکیکر

سب سے پہلے میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جس چیز کو سماجی اصلاحات کا نام دیا جاتا ہے اس کی ضرورت صرف اسی وقت پیش آئی جب تہذیب جدید کے پریشان کن اثرات شدت کے ساتھ محسوس کئے جانے لگے۔ اس امر میں زیادہ سرگرمی اس وقت دیکھنے میں آئی جب ابتدائی برطانوی اقتدار اس زمانے کے صوبۂ بمبئی کے حدود میں جڑ پکڑنے لگا، کیونکہ مغرب کی تیز ہواؤں کی زد بالراست سماج پر پڑنے لگی تھی۔

*

ایک نئی وضع وقطع کی انسانی جماعت، مشنریوں، تاجروں، منتظموں اور ٹیچروں کے روپ میں ہندوستان کا دورہ کرنے لگی تھی۔ اس جماعت کا واسطہ مقامی باشندوں سے پڑا۔ جو عدم مساوات کہ پہلے سے درمیان موجود تھی۔ آپس میں مرد اور مرد کے درمیان مردوں اور عورتوں کے درمیان، تعلیم اور تعلّم میں، سماجی حیثیت میں، قانونی حقوق میں، مختلف معاملات میں واضح وظاہر فرق... اور ان کے ماسوا بھی دوسرے کئی امور میں موجود امتیازات کو ان لوگوں نے شدت کے ساتھ محسوس کیا جن پر ان کی زد پڑتی تھی۔ حیرت درحیرت اس پر ہے کہ پھر بھی ایسے بہتیرے لوگ تھے جو اس قسم کی غیر منصفانہ عدم مساوات سے بالکل بے تعلق سے نظر آتے تھے۔ لیکن شہریوں میں روشن خیال اصحاب کی ایسی جماعتیں بھی تھیں جو دیکھنے سننے اور سمجھنے کے بعد اس قسم کی عدم مساوات پر خاموش نہیں رہ سکتی تھیں۔ اور جو دل سے چاہتی تھیں کہ نابرابری کے اس فرق کو دور کیا جائے چونکہ وہ بنات خود اپنے طور طریقوں میں انقلاب لانے کے خواہاں تھے اس لئے اس کو انھوں نے

سانے گرو جی
جنھوں نے چھوت چھات کے خاتمے کے لئے
انتھک جدوجہد کی ۔

شری گوپال گنیش اگرکر
سماج میں انقلابی اصلاحات کے مبلغ

جسٹس مہادیو گوند راناڈے
ابتدائی دور کے سماجی مصلح

اصلاحات کا نام دیا اور پوری سنجیدگی کے ساتھ ساری سوسائٹی کے لئے ان اصلاحات کو عمل میں لانے کا عزم بالجزم کیا۔ ان کا خیال تھا کہ پوشاکوں کی وضع وقطع روزانہ پوجا پاٹ کے طور طریقوں کھانے پینے کے آداب اور دوسروں سے باہمی میل جول کے انداز میں تبدیلی لائی جانی چاہیئے ایک طرح سے ابتدائی مصلحین کا سنجیدگی کے ساتھ یہ عقیدہ تھا کہ مغرب کا "صاحب" زندگی کے اپنے معمولات کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ ملبوسات اور زبان کے لحاظ سے بھی ہم سے اعلیٰ وارفع ہے۔ یہ ابتدائی جماعت "صاحب" کی نقالی پر اتر آئی۔ اس جماعت کا خیال تھا کہ اس طرح وہ لوگ سوسائٹی کی اصلاح کرسکیں گے اور کہ ہندوستان تھوڑے ہی عرصے میں صحیح ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے گا

اسی طرح سماجی اصلاح کا ذہن ومزاج رکھنے والے لوگ سوسائٹی کی اصلاح کے کام میں لگ گئے اور جیسا کہ اب ہم دیکھتے ہیں بعضوں نے عبادات کے نئے طور طریقے شروع کئے جس کی ادائیگی کے سلسلے میں وہ اتوار کے دن سہ پہر میں موسیقی کے آلات کے ساتھ گاتے ہیں۔ بعضوں نے لڑکیوں کے لئے اسکول شروع کئے اور بعض دوسروں نے شادی بیوگان کی کوششیں اور ہمت افزائی شروع کی۔ بعض فرقوں نے اندرونی طور پر اپنی جماعت میں کچھ معمولی اصلاحات نافذ کیں۔ یعنی شوہر کے انتقال پر بیوہ عورت کو سر منڈوانے سے انکار کردینے پر آمادہ کیا گیا اور پہلے کی طرح اسے بال رکھنے کی اجازت دلوائی گئی اسی طرح باہر جاتے وقت جوتے پہننے کے سلسلے میں عورتوں کی ہمت افزائی کی گئی۔

جدید زمانے کی مطابقت میں مردوں اور عورتوں کے پہننے کے طور طریقوں اور لباسوں میں اصلاح لائی گئی ہوسکتا ہے کہ موجودہ نسل اس وقت کی سوسائٹی کی سختی کے ساتھ رسم ورواج کی پابندی کو اب بخوبی جان بھی نہ سکے۔ اس وقت اصلاحات کی ضرورت اشد تھی اور سوسائٹی کو اس زمانے کے غیر سماجی بندھنوں اور پابندیوں سے چھٹکارہ دلانا وقت کا اہم تقاضہ تھا اگرچہ اس کا احساس صرف چند ہی لوگوں کو تھا۔ مثال کے طور پر' سرکاری افسروں کے ساتھ آمدورفت رکھنا یا ان سے سرکاری' غیر سرکاری یا پبلک معاملات کے سلسلے میں ملاقات کرنا' سماجی حیثیت سے میل جول کے لئے لازمی تھا بالخصوص جب میزبان کی طرف سے رسماً انھیں چائے پیش کی جاتی تھی یہ جاننے کے لئے کہ چائے کی اس پیالی نے لوکمانیہ تلک جیسے بڑے لیڈر کے لئے کیا اور کیسا طوفان برپا کیا تھا۔ اس زمانے کے اخبارات کی سرخیوں اور خبروں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سمندر پار ملک سے حصول تعلیم کے بعد واپسی پر لازم ہوتا تھا کہ لڑکا سینہ سمندر پر سفر کرنے کا کفارہ ادا کرے۔ یہ ایسے گناہ تھے جو مختلف انداز میں لوگوں کو متاثر کرتے تھے۔ "لوک ہت وادی" (گوپال ہری دیشمکھ ۱۸۲۳ تا ۱۸۹۲) ہی کے معاملے کو لیجئے۔ مقامی برہمنوں کی طرف سے انھیں دوبار پریشان کیا گیا۔ ایک بار تو اس لئے کہ انھوں نے ایک بیوہ کی دوبارہ شادی کے سلسلے میں عملی سرگرمی دکھائی تھی اور دوسری بار انگلستان سے ان کے لڑکے کی واپسی پر۔ اگرچہ ذاتی طور پر انھوں نے اس سماجی بائیکاٹ کے نتائج

کرم ویر
بھاؤ راؤ پاٹل

"رعیت شکشن سنستھا"
کے ذریعہ دیہی علاقوں
میں گھر گھر تعلیم کی
روشنی پھیلائی ۔

*
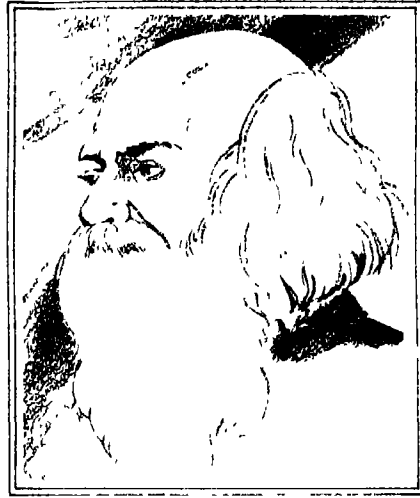
راجرشی
ساہو مہاراج

ہریجنوں کی
بہبودی کے لیے
سرگرم عمل رہے ۔

*

*****
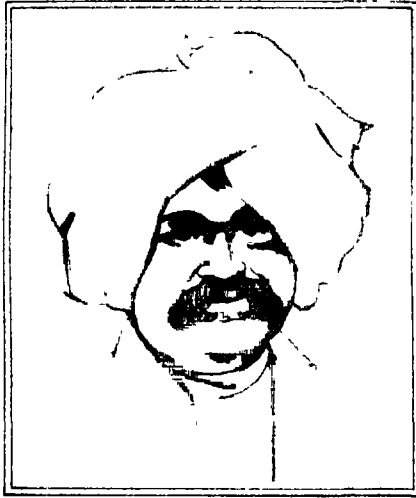
کی کوئی پرواہ نہیں کی جسے متعصب پنڈتوں نے برپا کیا تھا ۔ انھیں اس وقت گردن جھکا دینی پڑی جب اس بائیکاٹ نے ان کی شادی شدہ لڑکیوں کی زندگی ان کے اپنے سسرال میں اجیرن کردی ۔ اس قدر زور تھا تنگ نظرانہ مذہبی تعصب میں اور اس کی چبھن پیدا کرنے والی تاثیروں میں ! ہر نئی چیز کی انھوں نے مخالفت کی ۔ جی جی آگرکر کا پتلا ایک مرے ہوئے شخص کی ارتھی کے جلوس کی شکل میں کچھ یوں ہی نہیں نکالا گیا تھا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آگرکر نے جو ایک معقولیت پسند تھے کئی انتہا پسندانہ اصلاحات کے پرجوش حامی تھے

ملک میں چھوٹی اصلاحات کی رفتار خواہ کچھ ہی رہی ہو اور ان کے نتائج جیسے بھی برآمد ہوئے ہوں کچھ بڑے اصلاح پسند ایسے بھی تھے جو زندگی بھر اپنی اختیار کردہ راہ سے ذرا بھی نہیں ہٹے ۔ پونے میں بیوہ گھر کی بنیاد ڈالتے ہوئے ڈی کے کروے (۱۹۶۲ - ۱۸۵۸) کے کارنامے اور بیوگان کی دوبارہ شادی کی حوصلہ افزائی کرنے والی ان کی تحریک اتنی مشہور و معروف ہے کہ یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ۔ انھیں ابتدائی دور میں کن کن سختیوں تنگیوں اور دشواریوں سے گذرنا پڑا تھا ۔ ان پر بھی سماجی بائیکاٹ کی سختیاں کئی سال تک توڑی گئیں ۔ لیکن انھوں نے پوری حوصلہ مندی کے ساتھ ان سختیوں کا مقابلہ کیا ۔ بایں ہمہ اس سے بھی زیادہ سختیاں پنڈتہ رامابائی (۱۹۲۲ - ۱۸۵۸) کو برداشت کرنی پڑیں جنھوں نے بعد میں کرسچین مشن کی وساطت سے کام کرنے کو پسند فرمایا تھا ۔ رامابائی رانا ڈے نے پونے میں سیوا سدن کی بنیاد ڈالی اور عورتوں کو پہلے تعلیم حاصل کرنے میں مدد دی اور اس طرح ان کے لیے آزادانہ کردار کے دروازے کھول دیئے ۔

مہاتما پھلے (۱۸۹۰ - ۱۸۲۷) نے پہلے ہی سے ہریجن لڑکیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے ایک اسکول قائم کیا تھا جس میں ان کی بیوی ساوتری بائی پڑھاتی تھیں ۔ لیکن اس اسکول تک پہونچنا ان کے لئے کس قدر حوصلہ شکن تھا ! شرارت پسند لوگوں نے انھیں روکنے کی کوشش کی اور پتھر برسائے لیکن انھوں نے پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ پڑھانے کا اپنا کام جاری رکھا ۔ پھلے ہی نے اس کام میں پہل کی اور غیر شادی شدہ ماؤں کے لئے ایک زچہ خانہ کے قیام کی ضرورت محسوس کی ۔ اپنے زمانے سے کتنے آگے کی بابت ان کا ذہن سوچ بچار کر رہا تھا ۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام مصلحین میں پھلے ہی وہ واحد ریفارمر تھے جنھوں نے حاملہ عورتوں کی تکلیف و پریشانی پر توجہ دی اور بڑی جرارت کے ساتھ اپنی محدود استطاعت کے باوجود عورتوں کے لئے اس خدمت کا بیڑہ اٹھایا ۔ بعد میں جب بمبئی کے بعض اول درجے کے شہریوں نے شردھانند مہیلا آشرم کا آغاز کیا جو بے سہارا اور متروک عورتوں کے لئے ایک پناہ گاہ تھا تو انھیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ ان کا یہ اقدام کس درجہ جرات مندانہ اور دوراندیشانہ تھا ۔ یہ ایک ایسی خدمت تھی جس کی ہندوستان کے حالات کے تحت شدید ضرورت تھی ۔ جہاں ایک شادی شدہ عورت کی زندگی، بالخصوص بمبئی جیسے پر ہجوم شہر میں خطرات اور غیر یقینی حالات سے گھری ہوتی ہے ۔

اس آشرم کو جو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہوئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صنف نازک کے لئے اس نوع کی خدمت بے انتہا ضروری تھی آشرم کی حیرت انگیز حقیقی مقبولیت سے کہیں بڑھ کر دریا مندی شہرت کے مالک)

ڈاکٹر ایس دی کیتیکر جیسے سماجی مفکروں اور ڈی۔ کے کروے اور کے نٹراجن جیسے حقیقی اصلاح پسندوں کے اس باب میں اظہارات و بیانات ہیں۔

ان طبقوں کو سماجی خدمت سے نوازنے کے بارے میں جنھیں واقعی اس کی اشد ضرورت ہے ہمارے تفکرات و خیالات ہنوز غیر پختہ ہیں بلکہ شاید اس کو ہم اب محسوس کرنے لگے ہیں اگرچہ یوں چوکنا ہونا بھی بہت کچھ بعد از وقت ہے۔ یتیموں، بیواؤں، بے سہاروں، بھیک منگوں، اور پاگلوں کے لئے گھروں اور اسی نوع کی دوسری خدمتوں کی ضرورتوں کی طرف متوجہ ہونا ہم نے حالیہ زمانے میں سیکھا ہے۔ ہمارے اس قسم کے اداروں کی عمریں ابھی سو برس کی ہوئی ہی نہیں۔ جبکہ ہماری بہتری لائبریریں اور کتب خانوں نے جو مختلف اضلاع اور شہروں میں واقع ہیں اپنی کارآمد خدمت کی ایک صدی مکمل کرلی ہے ہمارے وہ ادارے جو سماجی خدمتیں انجام دیتے ہیں تاحال اس عمر کو نہیں پہونچ سکے ہیں ظاہر ہے کہ ہمیں ان کی ضرورت کا احساس اسکولوں اور کتب خانوں کے قیام کی ضرورت کے مقابلے میں کافی بعد میں ہوا ہے۔

ہمارے معاشرے کی بنیادی شکل ایسی ہے جیسے کہ ایک سیڑھی ہو جس میں ایک کے بعد ایک متعدد زینے ہوں اور اس لحاظ سے غالباً ہمارے "ٹریڈ مارک" کے لئے ایک سیڑھی کی علامت زیادہ مناسب و موزوں ہو سکتی ہے تاکہ اس کے دوسرے اجزائے ترکیبی کا باہم ایک دوسرے کے ساتھ ملا جلا نظر آنا بھی دشوار ہی ہو۔ ذات پات اور اعلیٰ و ادنیٰ درجے کے امتیازات ہماری زندگی کا اس طرح جزبن چکے ہیں کہ کوئی سچ مچ سماجی اجتماع ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ بڑی حد تک بس ایک فرقہ وارانہ اجتماع ہو کر ہی رہ جائے گا۔ ہم بھلے ہی عالمی بھائی چارہ کی یا دستور کی مطابق گارنٹی شدہ مساوات کی بات کریں لیکن ملازمین کے ساتھ ہمارا سلوک الگ ڈھنگ کا ہوگا۔ ممکن نہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کھانا کھانے کی جرأت کرسکیں۔ بعض گھروں میں عورتیں مردوں کے ہمراہ کھانا نہیں کھائینگی وہ اپنے لئے ایک خاص" اجلاس خوراک" کو ترجیح دیں گی۔

ہماری عام قسمت اس ڈھنگ پر جو ٹھہری، سماج کے اصلاح کاروں کے لئے ہاتھ دکھانے کے کافی مواقع ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سماجی مساوات قائم کرنا ہوگا اور اس پر عملدرآمد بھی۔ چونکہ چھوت چھات سماجی مساوات کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے اسے بالکل ہٹا دینے کے لئے زبردست کوشش لازمی ہوگی۔ ہم مانتے ہیں کہ ریلوے اور اسٹیٹ ٹرانسپورٹ کی بسیں اس راہ کو ہموار کرنے میں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں لیکن وہ گاؤں اور قصبے جو ان جدید مشنری رفتار مردوں کی دوڑ دھوپ کے راستوں سے دوری پر واقع ہیں اب تک اپنی پرانی روایات پر قائم ہیں۔ اور کمزور طبقوں کو ان کے عام حقوق سے محروم رکھے ہوئے ہیں۔

کبھی کبھی اور کہیں کہیں سماجی حالات نے بھی سماجی اصلاحات کی طرف قدم بڑھانے پر لوگوں کو مجبور کیا ہے۔ تعلیمی اور بہبودی صحت کے مراکز کی توسیع کے ساتھ نرسوں، ٹیچروں اور زنانہ اسکولوں اور اسپتالوں کے لئے ڈاکٹروں کی مانگ بڑھی۔ بعض قوموں نے جیسے کہ مسلمان جن کے یہاں سخت پردے کا رواج ہے زنانہ ٹیچروں اور ڈاکٹروں کا بالخصوص مطالبہ کیا۔ ٹیلیفون اور ٹیلیفون سے متعلق صنعتوں کے پھیلاؤ نے کاریگروں اور مزدوروں جن میں اکثریت عورتوں کی ہے کی ضرورت پر توجہ دلائی۔ درحقیقت ٹیلی کمیونیکیشن کی صنعتوں نے کثیر تعداد میں ٹرینڈ زنانہ کاریگروں کا مطالبہ کیا۔ اور اسی لحاظ سے ٹائپسٹوں اور دفتری کام کرنے والوں کی ضرورت بڑھی۔ جن اسامیوں پر عورتوں کی تقریباً اجارہ داری سی ہے۔ ہوائی خدمات، تفریحی اور تجارت کاری کے ایجنٹ نے اپنے یہاں مختلف درجوں کی خانہ پری کے لئے ذہین تعلیم یافتہ لڑکیوں کا مطالبہ کیا۔

چونکہ تعلیمیافتہ عملے کے لئے ہر طرف سے مطالبات آنے لگے یہ ممکن نہ تھا کہ عورتیں کسی ایک میدان تک اپنے آپ کو محدود رکھتیں۔ وہ بہت سے دوسرے میدانوں میں بھی اپنی استعداد و قابلیت ثابت کرنے پر آمادہ ہوئیں تاکہ وہ ثبوت دے سکیں کہ وہ کسی طرح ذہانت و فطانت میں مردوں سے کمتر نہیں ہیں۔ باہمی مقابلہ کا یہ صحتمندانہ جذبہ جو سماجی حالات اور ضرورت کی پیداوار تھا اپنی رو میں بہت سی سماجی اصلاحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا کیونکہ اس طور پر پیش آمدہ اصلاحات بالکل غیر ارادی طور پر ظہور میں آگئیں۔

ہمارے لئے سماجی اصلاح کا کام انجام دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم سماج کو باشعور بنائیں۔ فی الحال سماج میں ایسے ایسے مسائل ہیں جن کو دور کرنے کے لئے سالہا سال بیت جائیں گے۔ ہمارا سماج ذات پات اور پیشوں کی وجہ سے مختلف طبقات میں بٹ گیا ہے۔ اب یہ طبقات اتنے گہرے ہو چکے ہیں کہ لوگ اب ان طبقات کو خدا کا عطیہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ تعصب کی جڑیں اتنی گہری ہو چکی ہیں کہ اب سماجی بائیکاٹ وغیرہ کا مقابلہ صرف مہاتما جی کے دیئے گئے طریقوں کو اپنا کر ہی دور کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے یہ طریقہ بتلایا کہ "کسی انگریز یا کسی اسکاٹ لینڈ کے باشندے کو ہر ایک گاؤں میں بسایا جائے"۔ یہ طریقہ انھوں نے تقریباً سو سال پہلے ہی بتلادیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ انگریز طبیعت کے لحاظ سے مقامی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ انصاف پسند ہیں اس لحاظ سے ان کی موجودگی کی وجہ سے چھوت چھات جیسی بیماریاں فوراً دور ہو جائیں گی۔ "صاحب" کا خوف معمولی افسروں اور کلرکوں کو اس بات پر مجبور کر دیتا تھا کہ وہ غریب اور جاہل کاشتکاروں کو پریشان کرنے کا خیال بھی نہیں

کرتے تھے۔ پھلے کی یہ اسکیم جزوی طور پر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتی لیکن اس سے بہت سی دشواریاں پیدا ہو جاتیں اگر اس اسکیم کو روبہ عمل لایا جاتا۔

اگرچہ چھوت چھات جرم ہے لیکن یہ خرابی اب بھی بہت سی جگہوں پر اپنا سر اٹھائے ہوئے ہے اور ہریجنوں کی قابل رحم حالت میں کوئی خاطر خواہ سدھار پیدا نہیں ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سدھار کو پیدا کرنے کے لئے اب بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ دستوری لحاظ سے اور قانوناً بہت کچھ تحفظ دیا جا چکا ہے۔ مہاتما گاندھی کی اس سلسلے میں کی گئی کوششیں بہت نمایاں طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ وی آر شنڈے (۱۸۷۳ - ۱۹۴۴) ڈاکٹر امبیڈکر، ساہو مہاراج (۱۸۷۴ - ۱۹۲۲) نے بھی اس خرابی کو دور کرنے کے لئے بہت کوششیں کیں۔

گرجن اور پہاڑی قبائل لوگ، ساہوکاروں اور مقامی کانٹریکٹروں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ وہ تعلیم سے بے بہرہ ہیں مسز گوداوری پرولیکر مسٹر اور مسز تارگوکرے، اچاریہ بھسے، اندھرے گروجی، مسز تارا بائی موڈک

مسز النوتائی واگ اور دیگر افراد نے رضاکارانہ طور پر جنگلات میں بسے ہوئے لوگوں کو سدھارنے کے لئے بہت ہی قابل قدر کام انجام دیئے ہیں۔

ہمارے ملک کے نابینا افراد کا شمار اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ کوڑھ بنی نوع انسانی کے لئے بہت ہی خطرناک دشمن ہے۔ ہندوستان کی کثیر تعداد اس مرض میں مبتلا ہے اس مرض میں مبتلا لوگ اپنے خاندان اور دوسرے افراد کی نظر میں گر جاتے ہیں۔ عوامی سطح پر ان مریضوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بھی کوششیں کی گئی ہیں۔ بابا امٹے، ڈاکٹر پٹوردھن، ڈاکٹر دارڈیکر وغیرہ نے ان مریضوں کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا لیکن ان کی کوششیں بہت ہی کم ہیں اور اس سلسلے میں مزید کام کی ضرورت ہے۔

سماجی اصلاح کاروں نے اپنے کام کو انجام دینے کے لئے کسی بھی ایک سسٹم کو نہیں اپنایا۔ گاڈگے مہاراج اور سنت تکڈوجی نے بھجن، کیرتن کے ذریعہ سماج کے شعور کو بیدار کرنے کی کوششیں کیں اور کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔ ●●

(ترجمہ عبداللہ)

☆☆☆

صہ ۱۲ سے آگے :-

جے ایس کھاپرڈے: آپ برار میں تلک کے سچے نائب اور مجاہد آزادی ہیں۔ شنکر راؤ دیو ابتداً تلک مکتب خیال کے سرگرم سیاسی کارکن رہے۔ اور پھر ۱۹۲۰ء سے گاندھی جی کے چیلے بن گئے۔ ترمبک راگھوناتھ دیوگیر کر۔ آپ گاندھی جی کے سچے بھگت ہیں نرہر وشنو گاڈگل جنھوں نے ۱۹۲۱ء کے بعد سے جنگ آزادی کے سلسلے میں سب ہی تحریکوں میں حصہ لیا۔

یہ ہیں مہاراشٹر کے چند نامور اور عظیم مجاہدین آزادی ان کے علاوہ تلک اور گاندھی جی کے زمانے میں بہت سے وطن پرست گذرے ہیں جن کے نام اور کارنامے اس مختصر سے مضمون میں گنوانا ممکن نہیں۔

نانا پاٹل: نانا پاٹل اور "پتری سرکار" نامی ان کی تحریک کا حصہ بھی کچھ کم نہیں۔ مہاراشٹر کے دیہی علاقوں میں کسان اور مزدور بڑی تعداد میں ان کے حامی تھے۔ نانا اولاً جیوتی با پھلے کے ستیہ شودھک سماج سے متاثر ہوئے جس کا مقصد پسماندہ طبقات کے لئے سماجی مساوات، سماجی انصاف، اور ان کے حقوق حاصل کرنا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں نانا صاحب دل و جان سے ستیہ گرہ میں کود پڑے "ہندوستان چھوڑدو تحریک" کے دوران نانا کے دلیرانہ کاموں کی مہاراشٹر کے گھر گھر میں چرچا ہوتی اور ان کی شخصیت اسطورہ بن گئی۔ شری اچیت راؤ پٹوردھن، شری یشونت راؤ چوہان اور بہت سے دیگر اصحاب پتری سرکار سے وابستہ تھے۔ "۴۲" تحریک میں آشتی چیمور کے لوگوں نے جس طرح لڑائی لڑی وہ سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

آزادی حیدرآباد تحریک کے مانے ہوئے رہنما سوامی رامانند تیرتھ کی شخصیت اور کارنامے بھی زندہ جاوید رہیں گے۔

۱۹۳۰ء کی سول نافرمانی تحریک کے دوران ناشک جیل میں قید اچیت راؤ پٹوردھن، ایس ایم جوشی، این جی گورے، اشوک مہتہ، ایم، آر مسانی، اور دوسرے حضرات نے یہ سوچا کہ کانگریس تنظیم کو سوشلسٹ رخ دیا جائے۔ یہ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے ۳۴ء میں آل انڈیا کانگریس سوشلسٹ پارٹی کے قیام میں سبقت کی جس کا نصب العین مکمل آزادی حاصل کرنا اور سوشلسٹ طرز کی سوسائٹی قائم کرنا تھا۔ کچھ ممتاز ترین رائیسٹ، مارکسٹ اور مزدور رہنما بھی مہاراشٹر آئے۔ ہندوستان کی تحریک آزادی میں ان سب نے قابل ذکر کردار ادا کیا ہے۔

آخر میں یہ کہنا بجا ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی میں ہر پہلو سے مہاراشٹر کا حصہ بے حساب اور لاجواب ہے۔

(ترجمہ: عبدالوحید خاں)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆
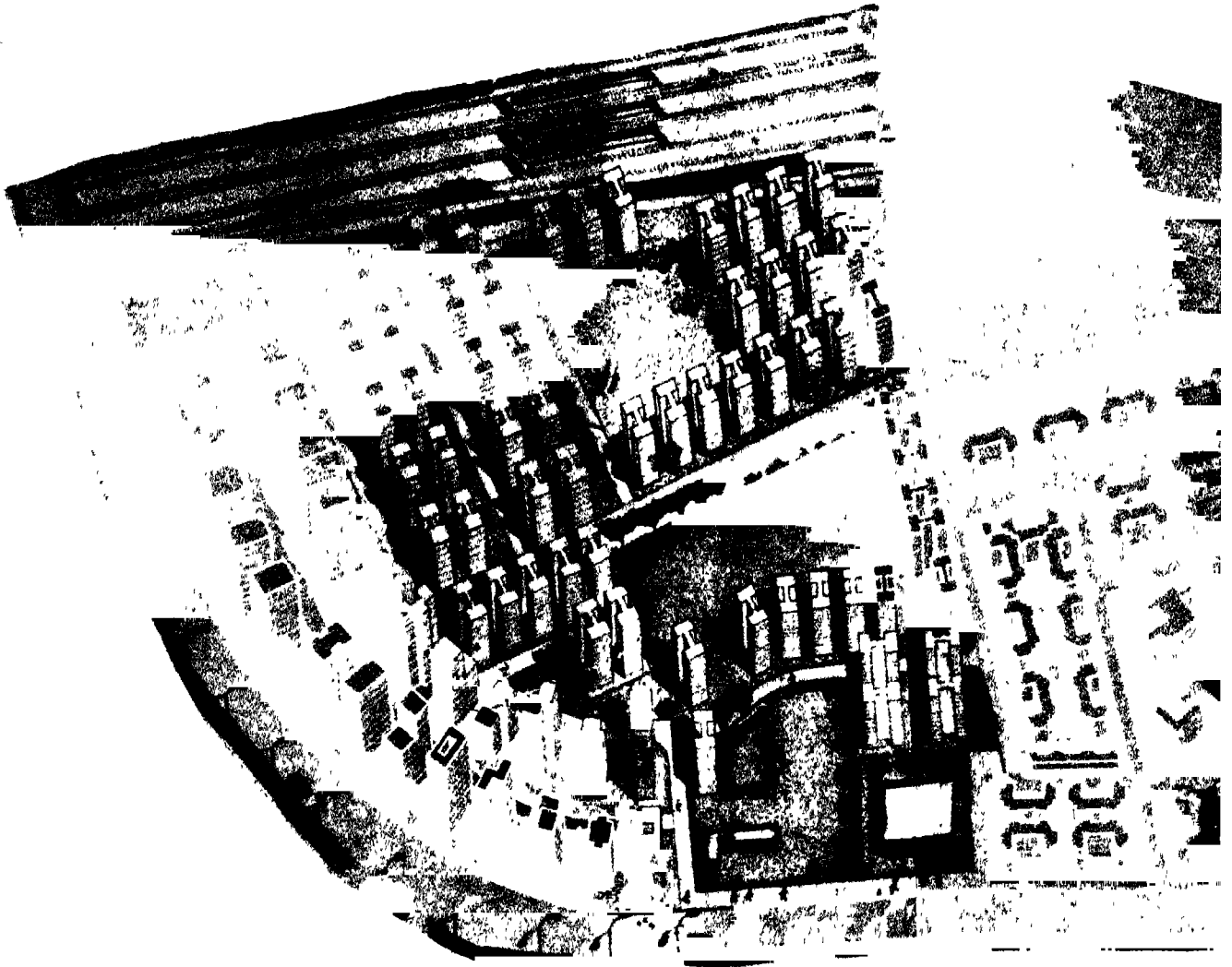
مہاراشٹر میں جامع ہاؤسنگ پروگرام

• بنود راؤ

روٹی کے ساتھ ساتھ مکان بھی انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ حکومت مہاراشٹر کی یہ انتہائی کوشش رہی ہے کہ وہ تمام لوگوں کو مکان فراہم کرے چاہے وہ گنجان آبادی والے صنعتی علاقوں میں رہتے ہوں یا دیہی علاقوں میں۔ اس کا مطلب ہے لاکھوں سروں کے لئے چھتوں کا سایہ۔ جس کے لئے ضرورت ہے مزدوروں کی، پیسوں کی، سامان کی، اور سب سے زیادہ اہم مناسب منصوبوں اور سخت محنت و لگن کی۔ یہ تمام کام مجموعی طور پر ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ خوشی کی بات ہے کہ حکومت مہاراشٹر، کچھ ادارے اور عوام مل جل کر اس چیلنج کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

مہاراشٹر ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی طرف سے جھونپڑپٹی سدھار اسکیم کے تحت بنائی جانے والی عمارت کا ماڈل۔
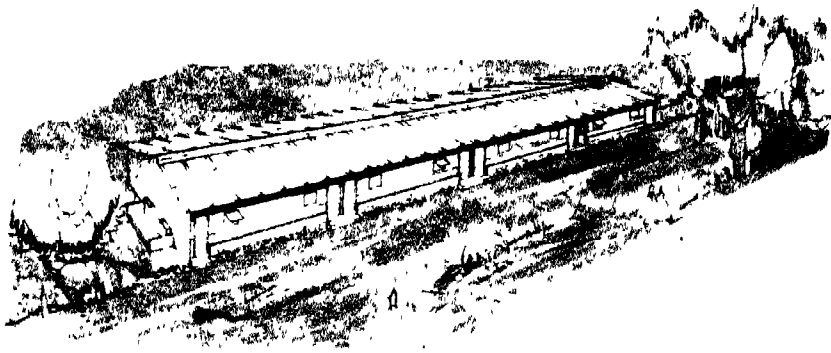
کم آمدنی والوں کے لئے تعمیر کئے جانیوالے مکانات کا ماڈل۔ اس اسکیم سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے گا جن کی آمدنی ۶ سو روپے ماہانہ سے زیادہ نہ ہو۔

شروع شروع میں ریاست میں مکانات کے مسائل سے متعلق متعدد ادارے قائم تھے۔ مکانات کی تعمیر کا کام مہاراشٹر ہاؤسنگ بورڈ اور ودربھ ہاؤسنگ بورڈ کے ذمہ تھا۔ بلڈنگوں کی درستگی اور دوبارہ تعمیر کا کام بمبئی بلڈنگ ریپیئر بورڈ اور پسماندہ بستیوں میں اصلاح کی ذمہ داری مہاراشٹر سلم ایمپروومنٹ بورڈ کے سپرد تھی۔

واحد نگراں: ان تمام اداروں کا کام کم و بیش رضاکارانہ ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات کام میں تساہل واقع ہوتا تھا جس کے نتیجے میں بار بار ایک ہی کام دوہرایا جاتا تھا۔ کوششیں اور سرمایہ رائیگاں ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا کام میں یکسانیت اور ترتیب وار ترقی پیدا کرنے کی غرض سے حکومت نے دسمبر ۱۹۷۷ء میں ان تمام اداروں کو ایک واحد ادارہ مہاراشٹر ہاؤسنگ و ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی میں ضم کر دیا۔ اس نگراں ادارے نے مکانات سے متعلق تمام مسائل کو دیانتداری سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان مسائل میں تعمیر، منصوبہ بندی، منتخب علاقوں کی ترقی، رہائش سے متعلق گندگی، گنجان آبادی اور ضروریاتِ زندگی کی سہولتیں شامل ہیں۔

ریاست کے مختلف حصوں میں ذمہ داریوں کو انجام دینے کی غرض سے اس اتھارٹی کے زیر نگرانی چار علاقائی بورڈ قائم ہیں جن کے مرکز بمبئی، ناگپور اورنگ آباد اور پونے میں قائم ہیں۔

مکانات سے متعلق پروگرام: اس پروگرام میں آبادی کے تمام طبقات مثلاً صنعتی مزدور، معاشی طور پر کمزور طبقات، کم اور درمیانہ آمدنی والے افراد اور غریب بستیوں کے باشندوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس پروگرام میں اراضی حاصل کرنے اور اراضی کی ترقیات کی اسکیم بھی شامل ہے۔

صنعتی مزدوروں کے لئے مرتب کی گئی اسکیم کی اعانت مرکزی حکومت کرتی ہے۔ اس اسکیم کا اطلاق ان مزدوروں پر ہوتا ہے جن کی ماہانہ آمدنی ۵۰۰ روپیہ سے زائد نہیں ہے۔ ماہانہ ۳۵۰ روپیہ یا اس سے کم آمدنی والوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بمبئی عظمیٰ میں واقع دو منزلہ عمارت میں ۱۸۸ مربع فٹ پر مشتمل دو کمروں کے مکان کا کرایہ ۲۸ روپیہ پچاس پیسہ ہے۔ کئی منزلہ عمارت میں ایسے مکان کا کرایہ ۳۸ روپیہ پچاس پیسہ ہے۔ ۲۳۲ مربع فیٹ پر مشتمل عام دو کمروں والے مکان کا کرایہ بالترتیب ۳۳ روپیہ ۵۰ پیسہ اور

۱۹۷۳ء میں
تھانے میں
یہ کالونی تعمیر کی گئی
جہاں پر ۱۶۰۰
مکانات ہیں۔

۳۶ روپیہ پچاس پیسہ ہے۔

سیرون بمبئی چھوٹے قسم کے دو کمروں والے مکان (۱۸۸ مربع فیٹ) کا کرایہ اگر وہ دو منزلہ عمارت میں واقع ہو تو ۲۴ روپیہ پچاس پیسہ اور کئی منزلہ عمارت میں ہو تو ۲۷ روپیہ پچاس پیسہ ہے۔ جبکہ عام دو کمروں والے رہائشی مکان کا کرایہ بالترتیب ۳۳ روپیہ ۵۰ پیسہ اور ۳۸ روپیہ ہے۔

رہائشی مکانات ریاستی حکومت سے مالی امداد حاصل کرکے تعمیر کئے گئے ہیں۔ اس سال فروری میں حکومتِ ہند نے ریاستی حکومت کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ کرایہ دار کے نام چند شرائط پر مکان منتقل کر دے جس کے نتیجہ میں خریدار کو مرکز سے لی گئی امدادی رقم اور دیگر واجب الادا رقم دینی ہوتی ہے۔

صنعتی مزدوروں کے لئے دیگر افراد کو بھی جن کی ماہانہ آمدنی ۵۰۰ روپیہ (ترجیحاً ۳۵۰ روپیہ ماہانہ) سے زائد نہیں ہے انہیں بھی معاشی طور پر کمزور طبقات کی اسکیم کے تحت جو حکومتِ ہند نے جاری کی ہے، مکانات دئے جاتے ہیں۔ اس اسکیم میں ۵۰ فیصدی مالی امداد قرض کے طور پر اور ۵۰ فیصدی امداد کے طور پر دی جاتی ہے۔ یہاں بھی کرایہ داروں کو انھیں شرائط پر جو صنعتی مزدوروں کے لیے رکھی گئی ہیں۔ مالک مکان بننے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

کم آمدنی والے گروپ کے لئے مکانات اسکیم میں ایسے افراد شامل ہیں جن کی ماہانہ آمدنی ۶۰۰ روپے سے زائد نہیں ہے۔ جبکہ درمیانہ آمدنی والے گروپ میں وہ لوگ شامل ہیں جن کی آمدنی ماہانہ ۶۰۱ روپے سے لے کر ۱۰۰۰ روپے تک ہے۔ دسمبر ۱۹۷۷ء تک مہاراشٹر ہاؤسنگ بورڈ اور ودربھ ہاؤسنگ بورڈ نے مذکورہ بالا پہلے گروپ کے لئے ۱۳۸۷۷ اور دوسرے گروپ کے لئے ۲۰۶۴ رہائشی مکانات تعمیر کئے ہیں۔

پسماندہ بستیوں میں سدھار :- حکومت ہند کی جاری کردہ پسماندہ بستیوں کی صاف صفائی اسکیم کے تحت بڑے شہروں میں واقع ایسی بستیوں میں وقتاً فوقتاً سدھار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں بسنے والوں کو بہتر طور سے بنے ہوئے رہائشی مکانات میں آباد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن چونکہ اس اسکیم میں اخراجات بے انتہا ہونے کی وجہ سے اور بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اب کئی سالوں سے پسماندہ بستیوں کو ختم کرنے کی بجائے ان کے گرد و پیش کے ماحول کو سدھارنے پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

یہ اسکیم ۱۹۵۶/۵۷ء سے جاری کی گئی۔ اس وقت سے بمبئی، ناگپور، پونے، سولاپور، مالیگاؤں اور دھولیہ میں تعمیر کئے گئے مکانات اور سدھار کئے گئے پلاٹ کی تعداد ۲۸۲۲۵ اور ۳۹۸۲ ہے۔

موجودہ پالیسی کا مقصد پسماندہ بستیوں کے باشندوں کو بنیادی فراہمی مثلاً سڑکیں، نالے، رفاہ حاجت کی سہولت، نل کا پانی اور سڑکوں پر روشنی وغیرہ فراہم کرتے ہوئے اُن کی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ جب سے مرکزی اسکیم ریاست کے دائرۂ عمل میں لائی گئی ہے تب سے اس اسکیم میں بمبئی، ناگپور، پونے، سولاپور، اورنگ آباد، کولھاپور، ناسک، مالیگاؤں، ناندیڑ، اکولہ، امراؤتی، تھانہ، الہاس نگر، دھولیہ، احمدنگر، جلگاؤں، سانگلی اور اچل کرنجی شامل کئے گئے ہیں۔ اس اسکیم کے نتیجہ میں صرف بمبئی عظمیٰ میں ۱۵ لاکھ پسماندہ بستیوں کے باشندوں کو بہتر ماحول فراہم کیا گیا ہے۔ ایک طرف ایسی بستیوں کے پھیلاؤ کو روکا جا رہا ہے تو دوسری طرف حکومت نے ان بستیوں کو گرانے کا کام بند کر دیا ہے۔ اور موجودہ بستیوں کے باشندوں کی مردم شماری کرکے اُنہیں لائسنس اور شناختی کارڈ عطا کئے ہیں۔ ایسے تمام متعلقہ مسائل سے نپٹنے کے لئے بمبئی عظمیٰ و بمبئی ضلع کے لیے کنٹرولر مقرر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بمبئی عظمیٰ میں واقع بستیوں جیسے انتظامات کرنے

بمبئی کے مزدور علاقے "پریل" میں پرانی بوسیدہ عمارت کی جگہ نئی تعمیر شدہ عمارت۔
بمبئی ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ پرانی عمارتوں کی مرمت اور ناقابلِ مرمت عمارتیں ازسرنو تعمیر کراتا ہے۔

کے لئے ناگپور، سولاپور، پونہ، اورنگ آباد، کولھاپور، ناندیڑ اور تھانے میں مردم شماری کی گئی ہے۔

۱۹۷۶/۷۷ء میں پسماندہ بستیوں کا ترقیاتی فنڈ نامی سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ جس کے لئے رقم ایسی بستیوں کے باشندوں سے حاصل کی جاتی ہے جو اراضی پر قبضہ اور دیگر خدمات کے فیس کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ اس رقم کو ان ہی کے فائدے مثلاً اراضی حاصل کرنا، بازآبادکاری، علاقے کی ترقی اور متعدد سہولتوں وغیرہ جیسے امور میں خرچ کیا جاتا ہے۔ بستیوں کے باشندوں کو زمین مکمل طور پر دے دی جاتی ہے بشرطیکہ وہ حکومت کی جاری کردہ کم خرچ والے مکانات کی اسکیم کو منظور کرتے ہوئے اپنے حالات رہائش میں اصلاح کریں۔ ریاستی حکومت اپنی اراضی پر واقع بستیوں کے لئے سہولتیں مہیا تو کرتی ہی ہے۔ اب مرکزی حکومت سے بھی گفتگو کی جا رہی ہے کہ وہ ریاست میں واقع اپنی اراضی کے سلسلے میں بھی ایسی ہی پالیسی اپنائے۔

فنڈ کے ذرائع:- مختلف مکانات اسکیم کے تحت ۳۱ دسمبر ۱۹۷۷ء تک ۱,۱۴,۳۲۲ مکانات تعمیر کئے گئے جس میں وہ ریہ ہاؤسنگ بورڈ کے ۱۱۰۶ تعمیر شدہ مکانات شامل ہیں۔ صنعتی مکانات اسکیم کے تحت ۳۴۰۹۸ مکانات، پسماندہ بستیوں کی اسکیم کے تحت ۲۰۸۷۰ مکانات، کم آمدنی والے گروپ کے لئے ۱۳۰۷۰ مکانات اور پسماندہ طور پر کمزور طبقات کے لئے ۱۵۸۸ مکانات تعمیر کئے گئے ہیں۔ بازآبادکاری منصوبہ کے تحت تقریباً ۲۰۰۰ مکانات تعمیر کئے گئے ہیں۔

مکانات کی تعمیر کے لئے سرمایہ کی فراہمی حکومت کے علاوہ دیگر ذرائع سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس میں سے ایک ذریعہ سابقہ مہاراشٹر ہاؤسنگ بورڈ تھا جو کھلے بازار میں دعوئی قرض جاری کرکے قرضہ جات حاصل کرتا تھا۔ اس ذریعہ سے ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۷-۷۸ء کے دوران ۷۰ء۶ کروڑ روپیہ حاصل کیا گیا۔ اب حکومت مہاراشٹر ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی کو اس بات کی اجازت دینا نہیں چاہتی کہ وہ ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران ۱۰ء۱ کروڑ روپیہ کی مالیت کے دعوئی قرض جاری کرے۔ اس کے نتیجہ میں اتھارٹی کو موقع مل سکے گا کہ وہ زیر عمل چند پروجیکٹوں کو مکمل کر سکے علاوہ ازیں نئے کام بھی لے سکے۔

کئی ایک معاملات میں ریاستی حکومت "ہڈکو" (مکانات و دیہی ترقیاتی کارپوریشن) کے لئے سابقہ بورڈوں اور مہاراشٹر ہاؤسنگ کارپوریشن لمیٹڈ کو دئے گئے قرضوں کی مع شرح سود کی واپسی سے متعلق ضامن رہی ہے۔
پسماندہ بستیوں کی درستگی کے لئے قومیائے گئے بینکوں نے ۵ کروڑ روپیہ بطور قرض دینا منظور کیا ہے۔

درستگی و دوبارہ تعمیر:- مکانات سے متعلق دوسرا پہلو ہے مکانات کی دیکھ بھال اور پرانی عمارتوں کی مرمت۔ اس مقصد کے لئے ۱۹۶۹ء میں بمبئی بلڈنگ ریپیر و ری کنسٹرکشن بورڈ قائم کیا گیا۔ اب اس کے تمام کام بمبئی ہاؤسنگ و ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ انجام دیتا ہے۔ اس بورڈ کے ذمہ قابلِ مرمت پرانی بلڈنگوں کی مرمت اور ناقابلِ مرمت بلڈنگوں کی دوبارہ تعمیر کا کام ہے۔ اس کام کے دوران کرایہ داروں کی رہائش کا بندوبست کرنا بھی اسی بورڈ کے ذمہ ہے۔ فوری طور پر مرمت کئے جانے والی بلڈنگوں کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ مرمت کے لئے

۱۲۰ روپیہ فی مربع میٹر کے حساب سے اخراجات بورڈ ادا کرتا ہے۔ اگر اخراجات زیادہ ہوں اور اگر کرایہ دار زائد اخراجات ادا کرنے کے لئے راضی ہوں تو بھی بورڈ مرمت کا کام قبول کرتا ہے۔ اکثر اوقات کرایہ داروں کی بھی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ بورڈ سے "کوئی اعتراض نہیں" سرٹیفکٹ حاصل کرکے اپنی بلڈنگ کی مرمت کا کام خود سے انجام دیں۔ ایسے معاملات میں بورڈ ۱۲۰ روپیہ فی مربع میٹر کے حساب سے اخراجات ادا کرتا ہے۔ سنہ ۱۹۷۴ء سے بلڈنگوں کی دوبارہ تعمیر کا کام زور شور سے جاری رہا ہے۔ اس سلسلے میں ان عمارتوں کو زیادہ ترجیح دی گئی جن میں اصلاح کی کافی گنجائش اور کرایہ داروں کے لئے زیادہ جگہ نکل سکتی تھی۔

بورڈ کے کام کے لئے مرمت و تعمیرات محصول سے حاصل کی جاتی ہے۔ ریاستی حکومت اور بمبئی میونسپل کارپوریشن سے بھی مالی اعانت حاصل کی جاتی ہے جو سالانہ ۱۶۰ لاکھ روپیہ دیتے ہیں۔ ٹیکس سے ۴۵۰ لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اس سال حکومت نے بورڈ کو ۷ کروڑ روپیہ کا ایڈوانس دیا ہے تاکہ وہ ۱۵ کروڑ کی لاگت کے کام ذمہ لے۔ بمبئی شہر میں ۲۰۰۰۰ بلڈنگوں پر محصول عائد ہے۔ یکم مئی سنہ ۱۹۷۸ء کو وزیر اعلیٰ نے اعلان کیا ہے کہ حکومت مزید ۵ کروڑ روپیہ بلڈنگوں کی مرمت و دوبارہ تعمیر کے کاموں کے لئے دے گی۔

دیہی مکانات :- حکومت کی دیہی مکانات اسکیم میں خود ضرورتمندوں کا تعاون حاصل کیا جاتا ہے کہ وہ مقامی طور پر ملنے والی اشیاء مثلاً ریت خشک اینٹیں وغیرہ بلنتھ لگوانے کے لئے مہیا کریں۔ اس تعاون سے تقریباً ایک ہزار روپیہ کی مالیت کا کام ہو جاتا ہے۔ باقی ماندہ دو ہزار روپیہ مالیت کا کام مثلاً چھت، عمارتی سامان وغیرہ حکومت اپنے فنڈ سے اور ضمانت روزگار اسکیم کی مدد سے پورا کرتی ہے۔

یہ اسکیم ان لوگوں کے لئے ہے جو تقریباً پانچ سالوں سے ٹوٹے پھوٹے مکانوں میں رہ رہے ہیں۔ اس اسکیم میں دیہی کاریگروں (بے زمین) اور نومبدھ قبائل کو ترجیح دی جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران اس اسکیم کے لئے ۱۷۵.۰۰ لاکھ روپیہ منظور کیا گیا ہے۔

جنگلاتی مکانات اسکیم :- جنگلاتی دیہی علاقوں کے باشندوں کے لئے مرتب کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے تحت غیر سودی قرضے دئے جاتے ہیں۔ فیضیاب ہونے والے افراد کے فرقے مثلاً درج فہرست اقوام، درج فہرست قبائل، دیگر پسماندہ طبقات وغیرہ کی مناسبت سے خود ان افراد کا تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ ۲۰۰۰ روپیہ فی مکان کے حساب سے لاگت دی جاتی ہے۔

دوسری اسکیم کے تحت گھاس پھونس کی چھتوں کو ٹائل کی چھتوں میں تبدیل کرنے کے لئے دیہی باشندوں کو قرضے اور مالی اعانت دی جاتی ہے۔ چھت ڈالنے کی لاگت جھونپڑی کے کل رقبہ کے لئے ۱۲۷۵ روپیہ فی مربع میٹر کے حساب سے دی جاتی ہے۔ یہ اعانت ۷۵ فیصدی غیر سودی قرض اور ۲۵ فیصدی امداد کے طور پر ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران اس اسکیم کے لئے ۱۹۲۷۵ لاکھ روپیہ منظور کیا گیا ہے۔

بڑے پیمانے پر دیہی بے زمین مزدوروں کے لئے کم آمدنی والے جھونپڑوں کی تعمیر کا کام بھی کیا جا رہا ہے۔

بہرحال مکان کا مسئلہ اتنا وسیع ہے کہ ہر ایک کے لئے مکان کا نصب العین ایک دن ایک سال یا پھر چند سالوں میں پورا نہیں کیا جا سکتا۔ روم ایک دن میں نہیں بنا۔ لیکن بہر طور بنا ضرور۔ جو بستیوں اور محلوں سے آباد پُر رونق شہر کی شکل میں وجود میں آیا۔ مہاراشٹر بڑی بڑی بستیاں اور محلات تعمیر کرنا نہیں چاہتا لیکن یہ ضرور چاہتا ہے کہ ناقابل رہائش جگہوں کو قابل رہائش مکانات میں تبدیل کر دے۔ اس سمت قدم اٹھایا جا چکا ہے جسے جاری رکھنا مہاراشٹر کا مصمم ارادہ ہے۔

(ترجمہ :- ایم۔ اقبال)

مہاراشٹر اور گوا کے مابین ثقافتی رشتہ

• بی. ڈی. ساتوسکر

مہاراشٹر اور گوا کے درمیان سیاسی دیوار کی بنا پر یہ دونوں ریاستیں ایک دوسرے سے علیحدہ ضرور ہو گئی ہیں لیکن اگر ان کے ثقافتی پہلوؤں پر غور کیا جائے تو یہ ایک دوسرے سے بیحد قریب ہیں۔ ۱۵۱۰ء میں اگر پرتگالیوں نے گوا کو فتح نہ کیا ہوتا تو آج مہاراشٹر کا جغرافیہ ہی کچھ اور ہوتا۔ گوا بھی کونکن کی پٹی کی طرح مہاراشٹر کا ایک حصہ ہوتا۔

تاریخی یا جغرافیائی تغیرات، ثقافتی مماثلت میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے ہیں۔ پرتگالیوں کی آمد سے قبل زمانۂ وسطیٰ میں مہاراشٹر کے وجود سے ہی گوا اور مہاراشٹر ثقافتی رشتہ میں منسلک پائے جاتے ہیں۔

* نروے میں "سپتا کوٹیشور مندر" جو چھترپتی شیواجی مہاراج نے از سرِ نو بنوایا تھا۔

* تماڈی سُرلا میں 'ہیمڈپنتی' طرز کا "شیو مندر"، جو خوبصورت جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ مندر آج بھی اچھی حالت میں ہے۔

زبان ثقافتی پہلو کو اُجاگر کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ گیارہویں سے تیرہویں صدی تک مہاراشٹر پراکرتی بتدریج مراٹھی زبان میں تبدیل ہو رہی تھی اور یہ عمل گوا اور مہاراشٹر دونوں میں یکساں طور پر انجام پا رہا تھا۔ مُکند راج، سنت گیانیشور اور مہانو بھاؤ پنتھ کی زبان ان دونوں ریاستوں میں مروج تھی۔ اسی دور میں مراٹھی زبان اور زیادہ ترقی کرتی چلی گئی، لیکن مہاراشٹر کے سرحدی علاقے یعنی گوا میں پراکرتی مراٹھی ہی جاری رہی اور وہی بولی سمجھی جاتی تھی۔ یہی بولی اب کونکنی کے نام سے مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کونکنی زبان کے بولنے والے سنت گیانیشور کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ کونکنی جو کہ مراٹھی کی ابتدائی شکل ہے، آج بھی بولی جاتی ہے۔ ترقی یافتہ

مہڈول میں مہلسہ کا
خوبصورت مندر ـــــ
عقیدت مندوں کو
اس بات کا یقین ہے کہ
مہڈول اور نواسہ کے مہلسہ،
دَراصل ایک ہی ہیں،
جہاں سنت گیانیشور
'گیانیشوری' پڑھتے تھے۔

زبان کی صورت میں مراٹھی گوا میں ادبی زبان بن گئی ہے۔ اور یہی تفریق ۱۳ویں صَدی سے چلی آرہی ہے۔

پُرتگالیوں سے قبل کے حالات :

اس ضِمن میں کئی ثبوت دیئے جاسکتے ہیں، ۱۵ویں صدی سے قبل کا کوئی ادب مہیا نہیں ہوا ہے۔ شِلالیکھ اور تامرپتر اس بات کا ثبوت ہیں کہ گوا میں مراٹھی اُن دنوں رائج تھی۔ اس کے علاوہ یورپین مِشنریوں نے ۱۶ویں اور ۱۷ویں صدی میں جو مراٹھی کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ گوا کے لوگ سنت گیانیشور، سنت نامدیو اور دیگر سنتوں کے اَبھنگ پڑھتے تھے۔ ان مِشنریوں نے مذکورہ سنتوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اسی انداز میں 'کرائسٹ پُران' اور 'پیٹر پُران' نامی کتابیں لکھیں۔

حال ہی میں گوا کے کچھ ادیبوں نے 'سیوڈونیم آف گیانیشور' نورُتی وسنو داس نامہ' وغیرہ کتابوں کا پتہ چلایا ہے۔ اس سے گوا میں سنتوں کے 'ابھنگ' کے ہر دلعزیز ہونے کا ایک اور ثبوت ملتا ہے۔

پُرتگالی دَورِ حکومت:

پرتگالیوں نے مراٹھی کو ختم کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کے باوجود مراٹھی ادَب پھلتا پھولتا رہا۔ کرشنا چرنترکتھا' جسے کرشن داس شاما نے ۱۵۲۵ء میں لکھا ہے اب دستیاب ہے۔ علم وشعور کی یہ پہلی کتاب تھی جو گوا میں شائع ہوئی۔ عیسائی مِشنریوں نے بھی مذہبی پروپیگنڈے کے لئے چند کتابیں لکھیں لیکن نو عیسائیوں کے لئے انھیں یہ کتابیں مراٹھی ہی میں شائع کرنا پڑیں۔

یہ روایت گوا میں اب تک جاری ہے۔ بعد میں گوا نے مہاراشٹر میں لکھے گئے ادب کی تمام صِنفوں کو وقتاً فوقتاً اپنایا۔ حال ہی میں گوا میں مراٹھی ادبی کانفرنس کے دو سالانہ اجلاس بلائے گئے اور مراٹھی ادب کا بول بالا کیا گیا ـــ بالعموم پچھلی چار صدیوں اور بالخصوص گذشتہ ۵۰ سالوں میں گوا کے ادیبوں نے ایسا کچھ لکھا ہے کہ یہ چھوٹی سی ریاست اپنے آپ پر جتنا چاہے فخر کرسکتی ہے

لسانی مماثلت:

گوا اور مہاراشٹر کے مابین لسانی مماثلت دیگر طریقوں سے بھی واضح کی جاسکتی ہے۔ گوا اور کونکن کے سینکڑوں خواہشمند افراد اٹھارویں صدی سے قسمت آزمائی کے لئے ستارا اور پونے جایا کرتے تھے۔ رامچندر ملہار سکھتانکر، باجی راؤ اوّل اور نانا صاحب پیشوا کے گرو تھے۔ جیوبا دادا بخشی اور لکھپا دادا لاڈ نے شمالی ہند میں مہادجی سندھیا کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا تھا۔ مذکورہ افراد کا تعلق گوا سے تھا اور ان کے ذاتی خطوط مراٹھی میں پائے جاتے ہیں جس سے مراٹھی ثقافت سے مماثلت کا ایک اور ثبوت مہیا ہوتا ہے۔ انھوں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ کسی اور ماحول میں رہ رہے ہیں۔ ٹَدگا ڈنکر بھان داجی، دو کالے برادرس اور کئی دیگر افراد نے مراٹھی ادب کو فروغ دینے میں حصہ لیا۔

پُرتگالیوں سے چھٹکارے کے بعد:

پرتگالیوں سے چھٹکارا پانے کے بعد گوا میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے لوگ آئے لیکن مہاراشٹر سے زیادہ لوگ جاکر بس گئے۔ ان کا اوسط بیس فیصد ہوگیا ہے۔ کنڑ، ملیالم، تامل اور بنگالی بھاشیوں کو کونکنی سیکھنی پڑی لیکن مراٹھی بولنے والوں کو اس قسم کا کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا کیونکہ آج بھی تعلیم یافتہ ہندو اور عیسائی مراٹھی اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔

مذہبی مماثلت :

تمدن اور ثقافت کا دوسرا اہم پہلو ہے مذہب ۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے
دئی بھی یہ بات آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ گوا مہاراشٹر سے بے حد قریب ہے گوا
کے تمام مذہبی رسم و رواج ، تہوار اور دیگر میلے ٹھیلے مہاراشٹر ہی کی طرح منائے
بانے ہیں. جس طرح کے تہوار اور رسم و رواج مہاراشٹر کے ہندو مسلم اور عیسائیوں
بیں پائے جاتے ہیں ویسے ہی گوا کے ہندو مسلم اور عیسائیوں میں مروج ہیں. مثلاً
وا کے ہندوؤں اور مہاراشٹر کے ہندوؤں میں تمام سنسکار اس جنم دن سے مرن دن تک
یک ہی ہوتے ہیں وہ انہی تمام خاندانی دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور کل چا
سم و رواج پر یقین رکھتے ہیں ۔ اس کے علاوہ جنم کنڈلی، شادی بیاہ کے موقع پر
ہنر کا لین دین، تمام رسم و رواج گوا اور مہاراشٹر کے ہندوؤں میں ایک سے ہیں.
گنیش چترتھی' جو کہ مہاراشٹر کونکن اور بمبئی کولھاپور جیسے شہروں کا ایک اہم
رین تہوار ہے، گوا میں بھی بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے
لہ گوا میں کئی خاندانی دیوی دیوتا ہوتے ہیں ۔

گوا کے لوگ' پھر بھی پنڈھرپور کے وٹھوبا ، ناشک کے کالا رام اور نرسوباواڑی
کے دتا تریہ' سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں. یوں تو ہزاروں یاتری وٹھوبا کے درشن
وجاتے ہیں لیکن گوا کے باسیوں کے من میں یہ خواہش ضرور ہوتی ہے کہ زندگی میں
یک بار وٹھوبا کے درشن کئے جائیں ۔

گوا کے لوگ شیو کی پوجا کرتے ہیں اور مہاراشٹر میں تقریباً ہر موقع پر شیو پوجا
ام ہے ہر موضع میں گاؤں کے قرب و جوار میں ایک شیو مندر ہوتا ہے. مہاراشٹر
یں شیو کو یوگی مانا جاتا ہے، جبکہ گوا میں شیو راج یوگی ہے. گوا میں شیو کی پوجا
ڑے بڑے خوبصورت مندروں میں کی جاتی ہے ۔ پرانے وقتوں سے ہی شیوالیہ بھی
نداز میں بنائے جاتے ہیں ۔ حال ہی میں ستواہن اور بھوج کے زمانے کا ایک
مندر کا پتہ چلا ہے ۔ یہ ہزار سالہ پرانا شیو مندر' تھامباڑی سُرلا میں واقع ہے
و کہ خوبصورت جنگلات سے ڈھکا ہوا ہے اور ہیموپنتی طرز کا ہے ۔ یہ طرز مہاراشٹر
کا ایک خصوصی انداز ہے ۔ یہ مندر اب تک اچھی حالت ہے ۔ یہ محض حسن اتفاق
نہیں ہے بلکہ ثقافتی مماثلت کی جیتی جاگتی مثال ہے ۔

جگدمبا کی پوجا پورے مہاراشٹر میں کی جاتی ہے. گوا میں بھی اس کی پوجا
وتی ہے ۔ امبے جوگی اور کولھاپور میں اسے 'امبا' کے نام سے پوجا جاتا ہے، جبکہ
ا میں اسے شانتا درگا ، نو درگا، وجیہ درگا، امبا درگا، کاماکشی، مہالکشمی
غیرہ کے نام سے پوجتے ہیں ۔

اس بات پر بھی عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ وٹھوبا کے اصلی بت کو' جسے بھانو
اسے پنڈھرپور لے گئے تھے وہ سوباواڑی کے وٹھل پور اور دتہ رہنے گئے

بذات خود ساکھی بھی تشریف لائے تھے ۔ گنپتی جو کہ مہاراشٹر کا ادی دیوتا
ہے گوا میں بھی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے ۔

کونکنی عیسائی اور کونکنی مسلمان جو کہ شمالی گوا میں رہتے ہیں وہ کسی طرح
بھی مہاراشٹر کے عیسائیوں اور مسلمانوں سے مختلف نہیں ہیں ۔ ان کے رسم و
رواج ، عقائد ، کھانے پینے کے طور طریقے عادات و اطوار تقریباً یکساں ہیں ۔
یہ لوگ زیادہ کٹر بھی نہیں ہیں اور ہندوؤں سے جلد گھل مل جاتے ہیں ۔

تاریخی بندھن :

آنجہانی شری ڈاکٹر ایراوتی کروے نے کہا تھا کہ اسٹرالائیڈ جنوبی کونکن اور
کولھاپور کے علاقہ میں ..... ۱۰ سال قبل بود و باش کرتے تھے. چار ہزار سال قبل
اگا ستی رشی اور راجندر پربھو نے دندا کرانیہ کو آرین کے تحت لایا جبکہ گوا آرین کے
تحت ساگے پرشورام اور لارڈ کرشنا کے ذریعے لایا گیا ۔

بدھ مذہب اور جین مذہب کا پرچار بھی کونکن اور دیش میں اسی وقت
میں ہوا ۔ موریہ ، ستواہن ، چالوکیہ ، راشٹرکٹہ ، شیلاہراس وغیرہ نے مہاراشٹر
گوا اور کونکن میں ایک ساتھ حکومت کی ۔ یہ دونوں علاقے مسلمانوں نے اپنے
قبضے میں لے لئے مگر مغلوں کے دور حکومت میں جب کہ مہاراشٹر پر مغل حکمراں
اور عادل شاہ کا قبضہ تھا تو اسی وقت گوا میں پرتگالیوں کی حکومت تھی ۔
بہرحال دونوں ہی ریاستوں کو اس وقت ایک ہی مذہبی اور معاشی
مشکلات کا سامنا تھا ۔

ترجمہ : فیروزہ خان

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا
پشت پر اپنا مکمل پتہ ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ
ضرور تحریر فرمائیں ۔ مضمون کاغذ کے
صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ
اصل نام بھی تحریر فرمادیں ۔ غیر طلبیدہ مضامین کی ایک نقل اپنے
پاس ضرور رکھیں ۔
(ادارہ)

مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر ــــ گوا

ایک مقبول ادارہ

☆ بی ۔ بی بورکر

کیا آپ کو کبھی کسی ایسے سرکاری ادارے میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جہاں فوراً آپ کی رسائی ہو، خندہ پیشانی سے آپ کو خوش آمدید کہا جائے، پوری توجہ سے آپ کی بات سنی جائے اور فوراً کاروائی کی جائے۔ اگر نہیں ہوا تو ختم ہفتہ پر گوا کی سیر کے لئے آئیے اور مہاراشٹر انفارمیشن سنٹر پاناجی تشریف لائیے ...

چیف انفارمیشن آفیسر کا کمرہ گو زیادہ کشادہ اور پر تکلف نہیں لیکن یہاں آپ سماج کے مختلف طبقات کے سماجی کارکنوں کا جمگھٹا پائیں گے۔ میز کے پاس ایک صاحب ہیں بلند قامت، تنومند، گھونگریالے بال، ملاقاتیوں سے پروگرام کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ یا ٹیلیفون پر کسی سے بات چیت میں محو۔ یہ آپ کو دیکھتے ہی پوری خندہ پیشانی کے ساتھ خوش آمدید کہیں گے۔ گھنٹی بجا کر آپ کے بیٹھنے کے لئے ایک اور کرسی منگائیں گے۔ پھر دوبارہ گھنٹی بجائیں گے تاکہ بالاخانہ پر اپنی رہائش گاہ سے آپ کے لئے چائے منگوائیں۔ وہ بڑی مستعدی سے بروقت آپکی رہنمائی اور اعانت کریں گے جس کی آپ کو ضرورت ہے۔

ایک سماجی مرکز :

سماجی سنٹر سے رخصت ہوتے ہوئے آپ محسوس کریں گے کہ انھوں نے آپ کا دل جیت لیا ہے وہ آپ کے دوست بن گئے ہیں جس پر آپ بلا تامل
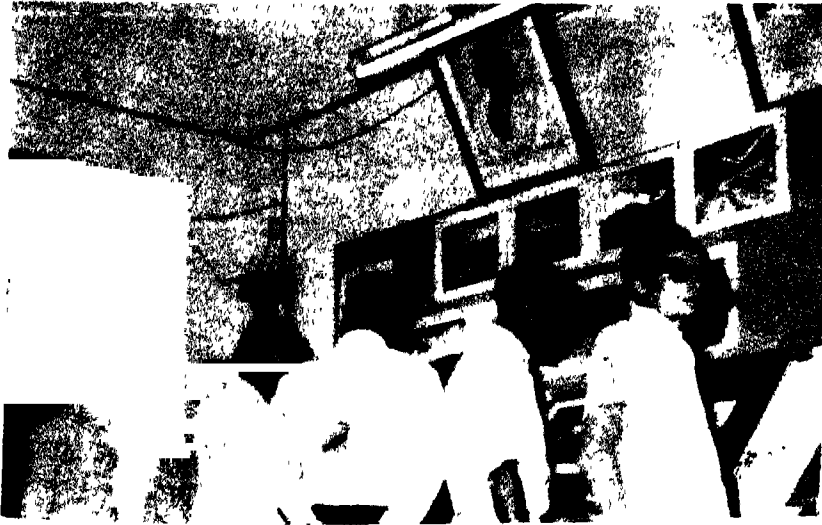
مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر نے شری جی۔ این۔ ڈانڈیکر کی، جو ایک معروف مراٹھی ادیب بھی ہیں، بنائی ہوئی تصویروں کی نمائش ترتیب دی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں شری جی۔ این ڈانڈیکر (دائیں سے چوتھے نمبر پر) دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر، اوساانے گردجی کنھامالا کی طرف سے گوا کے دُور دراز دیہاتوں میں کہانی سُنانے کے پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ اس تصویر میں ایک اسکول کا طالب علم ایک دلچسپ کہانی سُنا رہا ہے اور تمام بچے وحاضرین ہمہ تن گوش ہیں۔

ِمروسہ کرسکتے ہیں۔ اگر آپ کوئی مقامی اخبار اٹھا کر نظر ڈالیں تو اس
ِں آپ کو کوئی نہ کوئی پروگرام ملے گا جس کا اہتمام سنٹر کی جانب
سے گوا کے کسی نہ کسی شہر یا دور دراز دیہات میں کیا گیا ہے۔ اگر آپ کسی
ِروگرام میں جائیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ یہ ٹھیک وقت پر شروع
ِیا جاتا ہے۔ اور بڑی باقاعدگی سے چلایا جاتا ہے آپ حیران ہوں گے کہ ایسے
ِلچسپ اور منظم پروگرام شہروں اور تعلقوں کے صدر مقامات ہی میں نہیں بلکہ
ِور دراز واقع دیہاتوں میں بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ
ِہ دفتر محض ثقافتی مرکز نہیں بلکہ ایک سماجی زیارت گاہ بن گیا ہے۔

تاریخ: بہر حال یہ کامیابی آسانی سے حاصل نہیں ہوئی۔ یہ سنٹر گوا کے تہذیبی صدر مقام مڈگاؤں میں
ِاری کیا گیا تھا یہی ٹھیک بھی تھا لیکن چونکہ اس کا قیام "رائے شماری"
(OPINION POLL) سے صرف تین ماہ قبل عمل میں آیا تھا۔
ِہذا گوانی عموماً اسے بڑے شک وشبہ اور تشویش کی نظر سے دیکھتے تھے۔
ِتیجہ یہ کہ لوگ اس سے الگ ہی رہے اور تین سال ہی میں اسے مجبوراً پاناجی
ِنتقل کرنا پڑا۔ قیام کے بعد اول چھ سال کے دوران ممتاز مہاراشٹری
ِخصیتوں کی سالگرہ اور برسی سے متعلقہ پروگرام پیش کئے گئے۔ نیز
ِوم مہاراشٹر یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے موقعہ پر پاناجی، مڈگاؤں
ِر بچھیسے میں جشن منائے گئے۔ ان تقریبات پر لوگوں کی کم ہی حاضری
ِتی ان کے نزدیک یہ محض سرکاری پروگرام تھے اور بالکل بے جان!

نیا روپ: ۱۹۷۲ء تک یہی حالت رہی اور سینٹر متوقع ترقی نہ کر سکا۔ بہر حال ۱۹۷۲ء کے اختتام پر سنٹر نے
نیا روپ اختیار کیا۔ یہ حقیقت عیاں ہے کہ گوانیوں نے کم وبیش گذشتہ ۵
سو سال سے مسلسل مراٹھی ادب وثقافت سے استفادہ کیا ہے اور اسے بہت
کچھ دیا ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ انھیں مہاراشٹری تہذیب سے
گہری محبت اور لگاؤ ہے۔ لہٰذا اگر آج انھیں مہاراشٹر سے کوئی شکایت
ہے تو اسے خلوص ومحبت سے کام لے کر دور کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا سیاسی اور لسانی تنازعات سے پہلو بچا کر اس خطہ کے ادبی تعلیمی
سماجی اور فنی تقاضے پورے کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی۔ مختلف
اقسام کے ایسے پروگراموں کا اہتمام کیا گیا جو سماج کے سب ہی مختلف
طبقات کی ضرورت اور مذاق کے مطابق ہوں۔ مزید برآں اس بات پر
زور دیا گیا کہ ثقافتی دولت پچھڑے دیہاتوں میں پہنچائی جائے جہاں
اس کی زیادہ قدر ہے۔ ان دیہاتوں سے جہاں یہ پروگرام منعقد کئے
جاتے تھے عقابی نظر سے ذہین اور باہنر لوگوں کو چنا گیا۔ نوجوان کارکنوں
کو ترغیب دی گئی کہ وہ مقامی سماجی اداروں کے تعاون سے اپنے اپنے
علاقوں میں پروگرام شروع کریں۔ انھیں ہر قسم کی رہنمائی اور امداد دی گئی
کسی بھی جگہ پروگرام کی شروعات پر نوجوان کارکنوں کی جماعت بنادی
جاتی تاکہ وہ یہ کام جاری رکھیں۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ تعداد میں
مقامی باشندوں کو شامل کرنے اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی
کوشش کی گئی۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سینٹر کس طرح دور دراز واقع دیہاتوں

ماسٹر دتّا رام، نرسوگا وُڈو نامی بچے کو، گوا کنتھا مالا کی طرف سے منعقد کئے گئے "ریاستی سطح مقابلے" میں اول نمبر آنے پر ایک گشتی شیلڈ اور ۲۵ روپے کا پہلا انعام دے رہے ہیں ۔ یہ انعام مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کی طرف سے دیئے گئے ہیں ۔

شیوجینتی کے موقع پر سنٹر کے زیر اہتمام ثقافتی پروگرام کی ایک جھلک ۔

میں پروگراموں کا انتظام کرتا ہے جہاں آنا جانا سہل نہیں. مقامی باشندوں سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ شہروں سے ممتاز مقررین کو لے جانے کے لئے ٹیکسیوں پر خرچ نہ کریں اور نہ ہی ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کریں اس مقصد سے آفس کی گاڑی استعمال کی جاتی ہے . پروگرام میں شرکت کے لئے مجھے بھی وہاں لے جایا گیا اور میں نے دیکھا کہ سیکڑوں دیہاتی باشندے آٹھ دس میل کا فاصلہ طے کرکے وہاں جمع ہوئے ہیں .

اس سنٹر نے اس طرح تقریباً پانچ سال میں بڑی خاموشی لگن اور محنت سے خدمت کرکے گراں بڑی مقبولیت حاصل کرلی ہے . اس طرح اس نے پختہ اور وسیع بنیاد ڈال دی ہے اور اب یہ حکومت مہاراشٹر کا کام ہے کہ وہ اس پر شایان شان عمارت تعمیر کرے ۔ اصل مہاراشٹر میں ضلع مراکز اطلاعات اس مرکز سے سبق لے کر اپنی کارگذاری کو اور بہتر بنا سکتے ہیں .

فی الحال سنٹر کے ریڈنگ روم میں مشکل سے ۱۳۰ اشخاص کی گنجائش ہے . گذشتہ کئی سال سے اس کے محدود ذخیرہ کتب میں بھی کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکا ہے . شہر میں ہر اچھے پروگرام کے لئے سنٹر ودیکا نند ہال یا برگینزا ہال ہی کا محتاج رہتا ہے جو زیادہ تر بک ہی رہتے ہیں . یہ مشکل خصوصاً ہر سال بندوڈکر لیکچر سیریز جیسے خاص مواقع پر شدت سے محسوس ہوتی ہے . سنٹر کی جانب سے اس سیریز کا اہتمام ایک قابل تعریف اور قابل فخر کام ہے ۔ ترک تیرتھ لکشمن شاستری جوشی ڈاکٹر جینت نارلیکر ۔ ڈاکٹر راجہ رام راننا ، ڈاکٹر جی ڈی پاریکھ ،

در پروفیسر نرہر کروند کر، جیسے مہان ودوانوں نے اس کے زیر اہتمام قاریہ میں اور اپنے علم سے ہمیں فیضیاب کیا۔

مہاراشٹر بھون :

لہٰذا میرے خیال میں پانا جی میں مہاراشٹر بھون قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے جس میں اسٹیج سمیت ہال، مراٹھی کتابوں کی جدید لائبریری، مصنفین کے لیے مطالعہ کا کمرہ، ممتاز مہانوں اور قرین کے لئے اقامت گاہ اور مہاراشٹر کی دستکاری کی دکان، غرض ہر طرح کا ساز و سامان مہیا ہو۔ مستقبل قریب ہی میں گوا سیاحت کا مرکز بن جائے گا۔ سیاح ایسی چیزیں خریدنے کے شوقین ہوتے ہیں۔ لہٰذا یقیناً اس مرکز پر ان کا ہجوم رہے گا۔ مقامی باشندوں میں بھی یہ مرکز دیکھ کر دستکاری سے شغف پیدا ہو گا۔

وسیع تر قومی یکجہتی کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر ریاست دوسری ریاستوں کے صدر مقامات پر ایسے بھون قائم کرے۔ مہاراشٹر خصوصاً ایسے کاموں میں محرک رہا ہے۔ حکومت مہاراشٹر کو چاہیئے کہ گوا میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنا کر دوسری ریاستوں کے لئے ایک مثال قائم کرے۔

(تلخیص : عبدالوحید خاں جامعی)

★★

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کیے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں :

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مراسلت و ترسیل زر کے دوران حوالہ نمبر (جو آپ کے پتے با خط کے اُوپر درج ہوتا ہے) پن کوڈ نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ صاف صاف لکھیئے، بلکہ ہندی یا انگریزی میں بھی تحریر فرما دیجیئے۔ اس طرح اندراجات میں آسانی ہوتی ہے۔

فوری توجہ کے لئے : ہمیشہ "حوالہ نمبر" (جو آپکے پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرما دیں۔ (ادارہ)

"اے ایس پی ۔ آئی" ۔ ایک غیر معمولی فارم پروجیکٹ

بھاونا بھارگوے ۔ تھانے

ضلع تھانے کے میٹھ گاؤں میں "اے ایس پی ۔ آئی" پروجیکٹ کے تحت ایک فارم میں اگائی گئی سبزیاں' اس انوکھے فارم پروجیکٹ کا مقصد یہ ہے کہ کسانوں کو کھیتی باڑی کے جدید طریقوں سے آگاہ کیا جائے ۔

گذشتہ جولائی کی پہلی تاریخ تھی مجھے بھیونڈی ۔ واڈا روڈ پر واقع میٹھ گاؤں جانا تھا اس دن بڑی سخت بارش ہو رہی تھی جیسا کہ تھانے ضلع میں اس موسم میں اکثر ہوتا ہے ۔

تھانے سے میٹھ تک پہنچنے میں ہم کو جیپ سے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا ۔ یہ پروجیکٹ جسے 'اے ایس پی آئی' کہتے ہیں نہایت عجیب و غریب ہے اس کی بدولت یہ چھوٹا سا گاؤں آناً فاناً لوگوں کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے ۔

اے ۔ ایس ۔ پی ۔ آئی ۔ نام بھی کچھ نمایاں سا اور عجیب و غریب ہے ۔ پہلے پہل یہ چار حرفی لفظ میرے آفس میں موصول شدہ ایک خط کی وساطت سے میری نظر سے گذرا ۔ خوبصورتی کے ساتھ ٹائپ کردہ اور نفیس انداز میں لکھے ہوئے اس خط میں مذکور تھا کہ ایک مخصوص پروجیکٹ کے تحت جس پر عملدرآمد میٹھ میں ہوگا دسویں پاس شدہ ۲۵ طالب علم ایک جونیر کالج میں داخلے کے لئے انتخاب کئے جائیں گے ۔ جو جون ۱۹۷۹ء سے کھلے گا ۔ کالج میں گیارھویں اور بارھویں معیار کے لئے ایک خاص کورس کی پڑھائی بھی ہوگی اور جن طالب علموں کو زراعت سے خاص دلچسپی ہوگی انھیں اس سلسلے کی تمام جدید اور اہم معلومات دی جائے گی ۔ مجھے جس چیز نے متاثر کیا وہ خط کا طرز تحریر تھا ۔ پروجیکٹ کے بارے میں تعریفی تعارف کی بجائے اس خط کے لکھنے والے نے سادگی کے ساتھ اس امید کا اظہار کیا تھا کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کے مصداق ہماری آفس سے کچھ حضرات میٹھ تشریف لائیں اور بچشم خود حالات کو ملاحظہ کرنے کے بعد بذات خود فیصلہ کریں آیا سرکاری امداد کے لئے اس کی سفارش کی جاسکے گی یا نہیں ۔" بات بالکل معقول تھی اور یہی میرے میٹھ جانے کی وجہ ٹھہری ۔

بھیونڈی واڈا روڈ پر ایک بورڈ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ہم میٹھ پہنچ گئے ہیں جہاں حد نظر تک ہرے بھرے کھیت آنکھوں کی آؤ بھگت کرتے ہیں ۔ پروجیکٹ ۲ء ۱۷ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے ۔ اور شری شرد لکر اس کے مینجر کے فرائض انجام دیتے ہیں انھوں نے دوسرے دو آدمیوں سے ہمارا تعارف کرایا جن کے نام شری شرد پٹیل اور شری یازک ہیں ۔ اول الذکر اے' ایس' پی آئی کے ایک ڈائرکٹر ہیں اور موخر الذکر ایک ممتاز ماہر تعلیم ہیں ۔ جو اس سے قبل تبئی کی میٹھی بائی

ایک کسان کھیت میں کیڑے مار دوا کا چھڑکاؤ کر رہا ہے۔ کیڑے مار دوا اور اسپریئر دونوں اس پروجیکٹ کے تحت تیار کئے گئے ہیں۔

کالج میں پرنسپل تھے۔

شری یازک اور شری شرد پٹیل دونوں حضرات پروجیکٹ کے بارے میں نہایت امید افزا خیالات رکھتے ہیں باتوں باتوں میں دونوں حضرات اس سلسلے میں ایک اور شخص کا نام لیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ للّو بھائی یا "بابا" جس کا وہ ہر گاہ بڑے پیار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں کون صاحب ہیں تو انھوں نے بتلایا کہ شری ایل۔ ایم پٹیل یا للّو بھائی اس کے کرتا دھرتا ہیں۔ بقول ان کے "بابا" نے کھیتی باڑی کے طور طریقوں کی اصلاح کے لئے کئی پروجیکٹ شروع کر رکھے ہیں۔ "بابا" زراعت کے طالب علموں کے مطالعے میں مدد کرتے ہیں۔ انھیں کیڑے مار، جراثیم کش اور پودوں کے وبائی امراض کو روکنے والی دواؤں کے چھڑکنے کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ طلبا اس علم کو ملک کے طول و عرض میں پہنچائیں اور عام کر دیں" "بابا" بعض اوقات کچھ قریوں کو اس طریقۂ کار کی عملی نمائش کے لئے انتخاب بھی کرتے ہیں۔

میں نے اشتیاق سے پوچھا "میں چاہوں تو "بابا" سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟"

انھوں نے کہا "ملاڈ" بمبئی میں "ایس۔ پی۔ آئی" کا صدر دفتر وہیں ہے۔"

اب "بابا" سے میری ملاقات کے لئے ۲۰ جولائی کا دن مقرر ہوا ہے اور میں صبح ۱۱ بجے ملاڈ پہونچ جاتا ہوں۔

میں ایک کمرہ میں داخل ہوا۔ یہ اتنا کشادہ ہے کہ کسی بھی کمپنی کے ڈائرکٹران اس میں بخوبی اجلاس کر سکتے ہیں۔ "بابا" ایک بڑی میز کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں ایک لیڈی سکریٹری بھی ہے جو ان کی پرسنل اسسٹنٹ ہونی چاہیئے۔

ابتدائے کلام کرتے ہوئے میں نے کہا کہ میں نے ان کے متعلق جتنی باتیں سنی ہیں ان سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔ میں نے کہا موجودہ نسل آپ کی زندگی سے بہت حوصلہ مندی حاصل کر سکتی ہے۔

"بابا" مسکرا اٹھے اور میری طرف اس انداز سے دیکھا جس سے ایسا لگتا تھا گویا میں نے جو کہا اس سے انھیں اطمینان نہیں ہوا۔ کچھ ٹھہر کر انھوں نے نرم لہجے میں لیکن پختگی کے ساتھ کہا۔ ایسی پختگی کے ساتھ جو خود اعتمادی کی دین ہوتی ہے اور جو سخت محنت اور عمل سے بنتی ہے اور جس کی چمک ان کی آنکھوں میں شروع ہی میں مجھے دکھائی دے رہی تھی۔

"حوصلہ مندی"! کیا واقعی آپ کے خیال میں موجودہ نسل کو کسی قسم کی حوصلہ مندی کی ضرورت ہے؟" انھوں نے الٹا مجھ سے یہ سوال کیا۔ میں نے بحث سے احتراز کیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ میں کچھ تردد میں پڑ گیا ہوں۔ اور خود ہی کہا۔

"شاید آپ میری اس بات سے اتفاق نہ کریں۔ لیکن میں واضح طور پر پرانی اور نئی نسل میں پیش آمدہ فرق کو دیکھ رہا ہوں۔ موجودہ نسل کا نوجوان ان تصورات سے عاری ہے جس پر وہ عمل کرے۔ کیونکہ وہ بڑی حد تک مادیت سے متاثر ہے۔ وہ رہنمائی ٹی وی سے حاصل کرتا ہے یا پھر سیناؤں سے۔ ہمارے زمانے کا نوجوان بہت مختلف تھا۔ تب غیر محکومی اور آزادی وغیرہ کی اعلیٰ قدریں ہمارے حوصلے بڑھاتی تھیں!"

پھر انھوں نے کچھ مخصوص زمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آج کی بمبئی کا ۱۹۳۰ اور ۱۹۴۲ کی بمبئی کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھئے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ خاص اسی شہر نے "ہندوستان چھوڑ

دو تحریک" کے طوفان انگیز دن دیکھے ہوں گے؟ ہمارے وقت کے طلبہ بھی کتنے الگ قسم کے تھے انھوں نے اپنے اساتذہ کو کبھی مایوس نہیں کیا" ہم ٹیچروں اور طلبا کا مطمح نظر ایک تھا"

بے ساختہ میں نے "ہم ٹیچروں"؟ کے الفاظ دہرائے۔

انھوں نے فخریہ لہجے میں کہا "ہاں! میں ایک پرائمری ٹیچر تھا میں نے افریقہ میں ۱۵ برس تک ایک اسکول میں ٹیچری کی ہے۔

یہ ہیں ایک صنعت کار، جو ایک کشادہ کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ ایک بڑی فیکٹری کے مالک ہیں اور جو لاکھوں روپے کا لین دین کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے انھیں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ وہ ۱۵ سال تک پرائمری ٹیچر رہ چکے ہیں اور آج بھی گذشتہ دنوں کو شان و فخر کے ساتھ یاد رکھے ہوئے ہیں۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ انھوں نے یہ کیوں کہا تھا کہ موجودہ نسل کا نوجوان ہمارے زمانے کے نوجوانوں سے بہت مختلف ہے۔ ان کی آنکھوں میں جو چمک پہلے میں نے دیکھی تھی وہ اسی کا کرشمہ تھا۔ وہ شخص جو صرف دنیاوی امور سے تعلق رکھتا ہو اور جس کا مقصد صرف پیٹ کے لئے روٹی حاصل کرنا ہو اسے ایسی خود اعتمادی کی دولت نہیں مل سکتی۔

"میں نے افریقہ میں بحیثیت ایک ٹیچر کے معمولی تنخواہ پر کام کیا" باپو مہاتما گاندھی نے بھی ملاحظہ فرمایا تھا کہ ان دنوں افریقہ میں ہندوستانی کیسی تباہ حال زندگی بسر کر رہے تھے۔ میں جیسے تیسے گذارہ کرتا تھا۔ لیکن میں آزادی کی جدوجہد کے تاریخی سال ۱۹۴۲ء میں ہندوستان لوٹ آیا"

انھوں نے اس تحریک میں شریک ہونے کی بنا پر جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کی۔ بعد میں وہ سنتاکروز کے ایک انجنیرنگ کارخانے میں کام پر لگ گئے۔ لیکن ان کی طبیعت کے لحاظ سے یہ کام بہت مادی قسم کا تھا ان کے الفاظ میں "اس میں مجھے وہ اطمینان قلب میسر نہیں آیا جس کا میں تحریک آزادی میں شرکت کی بنا پر عادی ہو چکا تھا۔

قدرت کی کرنی ایسی کہ ان کی ملاقات ان کے ایک پرانے دوست شری موہن لال شاہ سے ہو گئی جو افریقہ میں بود و باش اختیار کر چکے تھے اور اچھا منافع بخش کاروبار کر رہے تھے ان کے اسی دوست نے اصرار کے ساتھ کہا کہ انھیں (للو بھائی کو) اپنا کوئی کاروبار کرنا چاہئے اس نے انھیں کاروبار کے لئے کچھ رقم بھی دی۔

ان ایام میں ایک سندھی شخص کا ایک کارخانہ بنام "امریکن اسپرنگ اینڈ پریسنگ ورکس" سنتاکروز میں اسی انجنیرنگ کمپنی کے قریب تھا جہاں یہ پہلے کام کرتے تھے۔ اسے بھی چند شرکت داروں کی ضرورت تھی پس للو بھائی، موہن لال شاہ، اور ان کے دوسرے ایک دوست شری جے جے دیسائی اس سندھی کے ساتھ شرکت میں کارخانہ چلانے لگے۔

یہ کارخانہ اگرچہ شرکت داری میں تھا لیکن کچھ دنوں بعد للو بھائی اس کے پورے مالک ہو گئے۔ گو اس کا وہی پرانا نام قائم رہا۔ اگرچہ یہ کارخانہ سراسر ہندوستانی ہی ہے اور "امریکن" نام کی کوئی چیز اس میں نہیں ہے پھر بھی اس کا نام آج تک "امریکن اسپرنگ اینڈ پریسنگ ورکس" ہے

خود للو بھائی نے مجھے بتایا کہ جب وہ بچے ہی تھے تب بھی وہ اکثر کسانوں کی حالت زار پر غور کیا کرتے تھے۔ جو بڑی شدید محنت کے بعد اور پسینہ بہا کر کچھ پیداوار کیا کرتے تھے۔ لیکن جنھیں بڑی مایوسی ہوتی تھی اور قطعاً کچھ ہاتھ نہ آتا تھا جب کاشت پر بیماریوں کا حملہ ہوتا۔

انھوں نے بلیچنگ پاوڈر وغیرہ چھڑکنے کا ایک آلہ اپنے بچپن میں دیکھا تھا یہ بات انھیں یاد تھی اور وہ ویسی ہی کوئی چیز بنانے کے خواہشمند تھے۔ خوش قسمتی سے انھیں اس زمانے کے محکمہ زراعت کا ایک آرڈر ملا چنانچہ اس کی تعمیل میں انھوں نے مسٹر مستری کے ماہرانہ تیکنیکی مشوروں کے تحت وہ آلہ تیار کیا۔

۱۹۴۷ء میں کمپنی نے "اورئینٹ ڈسٹر" تیار کیا جو کاشت کو لگنے والی بیماریوں کو ختم کرنے کی اور ایک ترکیب تھی اس ایجاد نے ملک کی زراعتی شکل کو بڑی حد تک بدل دیا۔ حکومت نے کمپنی کو "آکٹرائے محصول" سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اور اسے اپنی آزاد درآمدی اسکیم کے ذریعہ مدد دی۔ تاکہ کمپنی یہ آلہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بنائے جو فصلوں کی بیماریوں کو ختم کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔

چھڑکاؤ کا یہ آلہ سیلون بھی بھیجا گیا۔ جہاں برطانوی کمپنی نے اسے بہت پسند کیا پھر انھوں نے دور دراز ملکوں تھائی لینڈ، ملیشیاء مشرقی افریقہ وغیرہ کی طرف اس کی برآمد شروع کی۔

آج یہ کمپنی ملاڈ میں کراس روڈ نمبر ا پر ایک عظیم الشان کارخانہ چلا رہی ہے جو آدرش ہاوسنگ سوسائٹی میں قائم ہے اس کارخانے میں ۸۰۰ ملازمین برسر روزگار ہیں اس میں صنعتی جھگڑے یا بےچینی قسم کی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ محنت کشوں اور افسروں کے درمیان روابط دوستانہ ہیں۔

اس کارخانے کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اگر کام کرنے والوں نے مقررہ نشانے سے زیادہ تعداد میں آلات تیار کئے تو انھیں زیادہ اجرت دی جاتی ہے دل بڑھانے اور مزدور کو خوش دل رکھنے کا یہ طریقہ عرف عام میں اوور ٹائم کہلانے والے طریقے سے زیادہ حوصلہ افزا ہے جو بالراست تیار کردہ مصنوعات سے وابستہ

نہیں ہوتا' یہاں کام دوشفٹ میں ہوتا ہے۔

کسانوں کیلئے سچی تڑپ :

اس میں شک نہیں کہ للو بھائی ایک کامیاب صنعت کار ہیں لیکن جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ کسانوں کے لئے ان کی سچی تڑپ ہے اپنے ۸۰ لاکھ روپے کے سرمایہ پہ انھیں جتنا سود ملتا ہے اسے وہ کسانوں کے طور طریقوں کے قیمتی اصلاحی منصوبوں پر صرف کرتے ہیں۔

اس طرح انھوں نے کھیتی باڑی کے اپنے قدیم پیشے کے ساتھ تعلق قائم رکھا ہے۔ آج وہ کسانوں کو درس دے رہے ہیں جو تعلیم وہ انھیں دیتے ہیں وہ اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ ہماری مذہبی کتابوں میں پائی جانے والی تعلیم۔ وہ ان طالب علموں کو وظیفہ دیتے ہیں جو زراعت کے ساتھ دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کے لئے فصلوں کے مقابلے سمپوزیم اور سمینار منعقد کئے جاتے ہیں تجربے کئے جاتے ہیں تاکہ انھیں بتلایا جائے کہ بہترین فصل کس طرح اگائی جاسکتی ہے۔ اے ایس پی آئی ایک خاص اصطلاح ہے جس کے تحت سارے تجربے انجام دیئے جاتے ہیں۔

میٹھ کے بارے میں انھوں نے مجھے بتلایا کہ یہ ایک ادیباسی گاؤں ہے انھوں نے ۲ ۷ ا ہیکٹر زمین عطیہ میں دی ہے تاکہ اس نوع کے تجربات وہاں اگریکلچرل ریسرچ اینڈ ٹریننگ سنٹر کی وساطت سے کئے جائیں۔ وہاں کھیتوں کی آبپاشی کے لئے ایک بہت بڑا کنواں ہے۔ ان کھیتوں میں خاص طور سے دھان کی فصل ہوتی ہے فصل ربیع میں کپاس پیدا ہوتی ہے۔ دوسری فصلوں میں تربوز' ناریل' پپیتا' وغیرہ ہیں۔ کسانوں کو بیجوں اور فرٹیلائزروں کے استعمال وغیرہ کے طور طریقے بتلائے جاتے ہیں اور جدید ترین تکنیکی معلومات بہم پہونچائی جاتی ہیں انھیں اوزار اور سازوسامان ہائر پرچیز بنیاد پہ یا بطور قرض دئے جاتے ہیں۔

کسانوں کا اسکول

یہ صحیح معنوں میں کسانوں کا اسکول ہے۔ کسان یہاں ہفتے میں ایک یا دو بار جمع ہوتے ہیں۔ یہ سنٹر زراعت کے طریقوں کے بارے میں بھی معلومات سکنڈری اسکولوں کی دسویں یا بارھویں جماعت کے طالب علموں کو بہم پہنچاتا ہے جدید ترین تکنیک کو عام بنانے یا عوام تک پہونچانے کے لئے مضمون نویسی کے مقابلے بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان اسکولوں کے طلبہ کے گروپ بمبئی بھی جاتے ہیں تاکہ وہ بمبئی کے طلبہ کے روبرو کسانی کے متعلق اپنے تجربات بیان کریں۔ اسی طرح بمبئی کے طلبہ میٹھ جاتے ہیں۔ اور وہاں رک کر کسانوں کے ساتھ ملتے بیٹھتے اور دیہی زندگی کے تجربات حاصل کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے مشاہدات پر جامع انداز میں مضمون قلمبند کرتے ہیں۔ بہترین مضمون پہ اے ایس پی آئی پرتشٹھان کی طرف سے انعام دیا جاتا ہے۔ پرائمری ٹیچروں کے لئے بھی کیمپ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تاکہ انھیں زراعت سے متعلق جدید ترین طریقوں سے آگاہ کیا جاسکے۔

پس "اے ایس پی آئی" جو امریکن سپرنگ اینڈ پریسنگ انڈسٹریز کا مخفف ہے زراعتی تحقیق و ترقی کے مترادف ہوچکا ہے۔

اب للو بھائی کے لڑکے شری شرد پٹیل بھی اس پروجیکٹ کے عملدرآمد میں مدد دیتے ہیں۔

واقعتاً جیسا کہ خط میں مذکور تھا کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" میں نے پورے پروجیکٹ کو دیکھا اور اب اس بات کا یقین کرنے لگا ہوں کہ اگر ہمارے ملک میں ایسے تصورات اور باریک بینی رکھنے والے اصحاب زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہوں تو ان کے ذریعہ یہاں بسنے والوں کو ہمیشہ سہارا اور قوت مل سکتی ہے اور کسی کے لئے کبھی فاقہ کشی کی مجبوری نہیں آسکتی ۔۔۔۔

(ترجمہ - عبدالخالق)
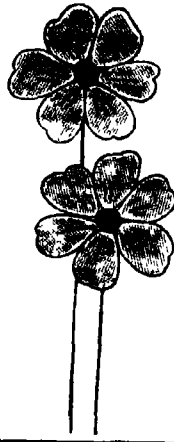
قومی راج میں شائع شدہ مواد حوالے کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کیا جاسکتا ہے' تاہم جس شمارے میں یہ مواد شائع ہو' اس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کو ضرور روانہ کی جائے۔

(ادارہ)

جلیانوالا باغ
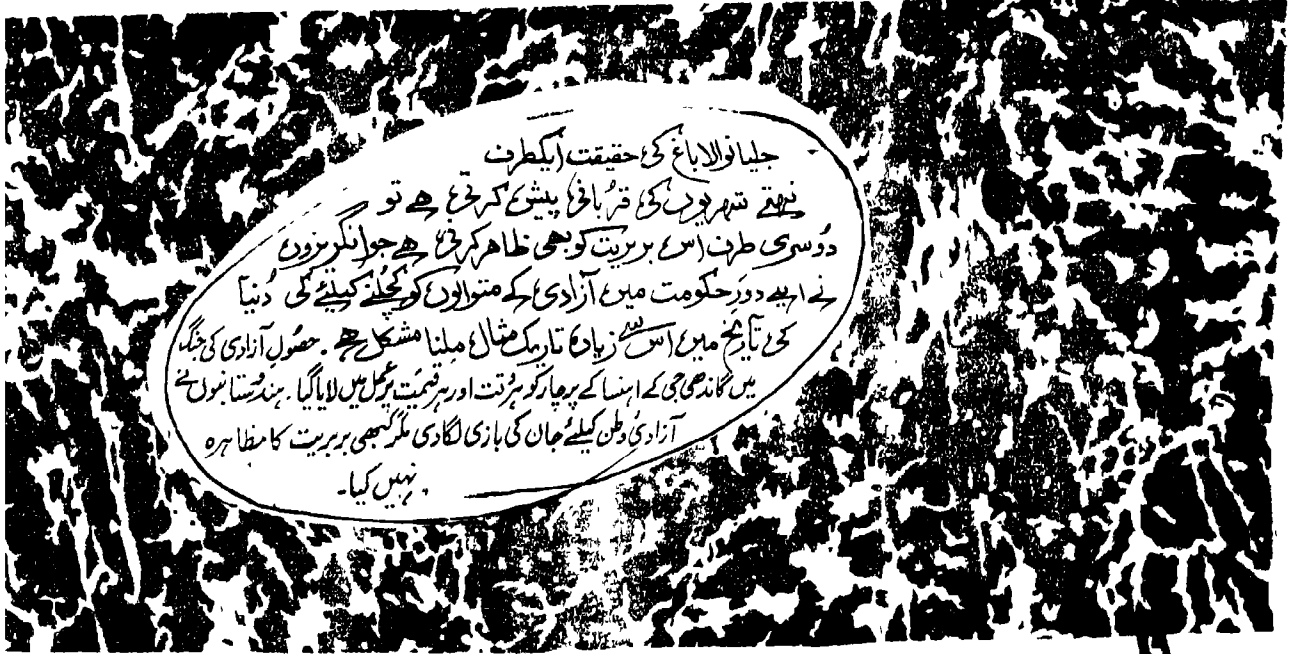
• ــــ عثمان خا

جلیانوالا باغ کا جلسہ رولٹ ایکٹ کے خلاف مظاہروں کی ایک کڑی تھا۔
۱۰ راپریل ۱۹۱۹ء کو ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو گرفتار کر کے دھرمسالہ جیل بھیج دیا گیا۔ اس واقعہ سے امرتسر کے عوام میں حکومت کے اقدام سے سخت اشتعال پھیل گیا تھا اور وہ گروہ کی شکل میں امرتسر کے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے جمع ہونے لگے تھے۔ اسی اثناء میں وہاں پولس بھی پہنچ گئی اور نہتے عوام پر بلا کسی وارننگ کے گولی چلا دی جس سے کچھ ہندستانی ہلاک ہو گئے۔ پولس کی اس بربریت کو دیکھتے ہوئے عوام مشتعل ہو گئے اور انھوں نے پوسٹ آفس اور بینک لوٹ لئے، سرکاری عمارتوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ شہر میں ایک عیسائی کتب فروش کی دوکان تھی جہاں عیسائیت سے متعلقہ کتابیں فروخت کی جاتی تھیں، اسے بھی جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ اس ہنگامے میں ان لوگوں کی اکثریت تھی جو بیروزگار تھے اور تلاش معاش کی خاطر امرتسر شہر میں آئے ہوئے تھے۔

اس کے بعد عام ہڑتال کرادی گئی۔ عوام نے ہڑتالیوں کے لئے لنگر خا
دیئے اور مختلف استعمال مفت تقسیم کی جانے لگیں۔ اسی دوران کو
قلعہ کے سامنے والی عمارت لوہ گڑھ پر ترنگا لہرا کر ہندوستان کی آزاد
اعلان کر دیا گیا آزادی کی اس جدوجہد کو دیکھتے ہوئے برطانوی ایجنٹ
میں آ گئے اور انھوں نے اس جدوجہد آزادی کو فرقہ وارانہ رنگ دینے
کوشش شروع کر دی اور یہ افواہ پھیلا دی کہ ایک لڑکی کو کسی دوسرے
کے لڑکے نے چھیڑ دیا ہے لیکن وہاں کے لیڈر ڈاکٹر گربخش رائے کی کوشش
سے معاملہ رفع دفع کر دیا گیا۔

۱۲ راپریل ۱۹۱۹ء کو پھر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ۱۳ راپریل کو جلیا
باغ میں ایک پبلک جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ اس دن بیساکھی
بھی تھا۔ اطراف سے بیشمار لوگ امرتسر میں اس میلے میں شرکت کے لئے
ہو چکے تھے۔

قوذ، رات

اس جلسے کی صدارت ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو کرنی تھی لیکن آپ جیل میں تھے، لہٰذا اس جلسہ کی صدارت ڈاکٹر گر بخش رائے نے کی. لیکن آپ نے کرسیٔ صدارت پر ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی تصویر رکھ دی. یہ جلسہ شام کو ۴ بجے منعقد ہوا تھا. جب صدر صاحب اسٹیج پر پہنچے تو آزادی کے متوالوں نے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کر دیئے اسی اثنا میں جلسہ گاہ پر سے ایک ہوائی جہاز نے پرواز کی. ابھی صدر صاحب نے چند کلمات ہی ادا کئے تھے کہ جنرل ڈائر مع اپنی فوج کے پہنچ گیا. اور اس ظالم جنرل نے بلا کسی وارننگ کے صدر جلسہ پر گولی چلا دی. گولی صدر کے کان کے پاس سے سنسناتی ہوئی نکل گئی. لوگوں نے اس گولی کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا. دوسرے ہی لمحے جنرل ڈائر نے اپنی فوج کو جو کہ جلیانوالا باغ کو اپنے گھیرے میں لئے کھڑی تھی فائر کا حکم دے دیا۔

اس حکم کی پہلی ہی باڑھ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ اب جنرل ڈائر نے جیسے قتل عام شروع کر دیا۔ آزادی کے متوالے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے. ہر طرف قیامت صغریٰ کا منظر برپا تھا. لوگ اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگے زخمیوں کی چیخ و پکار سے آسمان کا سینہ چاک ہو گیا ہر طرف موت کا سناٹا چھا گیا لیکن آزادی کے متوالوں کا خون رائیگاں نہیں گیا بلکہ اس خون سے آزادی کی لو گھر گھر روشن ہونا شروع ہو گئی اور بالآخر اس کی جگمگاہٹ سے سارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا.

جلیانوالا باغ کے اندر آج بھی گولیوں کے نشانات انگریزوں کے ظلم و تشدد کی کہانی سُناتے دیکھے جا سکتے ہیں، اور ہر سال لاکھوں ہندوستانی جلیانوالا باغ کے شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر گربخش رائے

(گذشتہ سے پیوستہ)

• رفیعہ شبنم عابدی

جگر - شاعرِ شراب و شباب

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جگر محض مجازی حسن ہی سے لطف اندوز نہیں ہوتے تھے بلکہ اس کے پس پردہ ان کی نگاہیں حسنِ حقیقی کو بھی دیکھ لیتی تھیں، ورنہ وہ اس قسم کے شعر نہ کہتے کہ ؎

رُخِ رنگیں کے جلوے کب نکل سکتے ہیں اس دل سے
یہ وہ موجیں نہیں ہیں جو جُدا ہو جائیں ساحل سے

•

بھرے ہوئے ہیں نگاہوں میں حسن کے جلوے
یہ کیا خیال جہاں میں ہوا اور بہار نہ ہو

حسن پرستی کی اسی فطرت نے اور کوچہ گردی کی اس عادت نے انھیں محبت کی ان لطافتوں سے آشنا کر دیا تھا جو ایک بے داغ شاعری کا حصہ ہوتی ہیں اور جن کے بغیر غزل کی شاعری بے جان ہوتی ہے۔ وہ خود کہتے ہیں ؎

بے ربطِ حسن، عشق بہ کیف و اثر کہاں
تھی زندگی عزیز مگر اس قدر کہاں

جگر کے تغزل کی اثر آفرینی کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ان کا دل محبت سے لبریز تھا۔ وہ حسن آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ عشق آشنا بھی تھے۔ لیکن ان کا ذوقِ عشق عاجزی و خاکساری کے بجائے خودداری اور خود پسندی کا حامل تھا۔ بقولِ نیاز "وہ صرف مرنے کے نہیں بلکہ مار رکھنے کے بھی قائل تھے":

غالب اور مومن ہی کی طرح انھوں نے اپنی وضع نہ چھوڑی بلکہ معشوق سے بھی برابری نباہی۔ اسی لئے تو وہ کہتے ہیں ؎

محبت میں ہم تو جئے ہیں، جئیں گے
وہ ہوں گے کوئی اور مر جانے والے

پھر یہ بھی جتاتے ہیں کہ ؎

ہے جو ملنا ہی مقدر تو بہ ہر صورت ملے
قطرہ دریا میں سمائے بھی تو دریا ہو کر

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے، زمانے سے ہم نہیں

•

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل
وہ ہم نہیں کہ جن کو ...

جس طرح اُن کے کلام میں ہمیں حسن و شباب کا ایک خاص تصور ملا ہے اسی طرح محبت اور عشق کا بھی ایک مخصوص نظریہ ان کی شاعری پر چھا ہوا ہے۔ ان کا عشق خالصتاً دنیاوی ہوتے ہوئے بھی ایک روحانی اور ماورا شے معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ عشق ایک غیر معمولی طاقت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ ابتداءً عشقِ مجازی سے دل بہلانے والے جگر آخر عمر میں عشقِ حقیقی کے احساس سے آشنا ہو چکے تھے ورنہ شراب نوشی جیسی عادت کو بیک ارادہ ترک کر دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ شاید وہ اس راز سے واقف ہو چکے تھے کہ ؎

وہی میخوار ہے جو اس طرح میخوار ہو جائے
کہ شیشہ توڑ دے اور بے پیئے سرشار ہو جائے

اُن کے تینوں شعری مجموعے "داغِ جگر"، "شعلۂ طور" اور "آتشِ گل" جذباتِ عشق کی انھیں منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ "داغِ جگر" دراصل اس بات کا غماز ہے کہ یہ وہ دور ہے جب جگر اپنے جگر پر محبت کا پہلا داغ کھاتے اور کسی دنیاوی محبوب کے حسنِ کافرساماں میں یوں گرفتار ہوتے ہیں کہ ہجر و وصال کی آرزوئیں، حالِ دل سنانے کا احساس، محفل میں رنگ جمانے کا شوق، نگاہ کی خواہش، سب کلام کی جان بن جاتے ہیں۔ اس دور کا جگر شباب کا شاعر لیکن ان کے جگر کا یہ داغ جب محبت کی روشنی پا کر ضوفشاں ہو جاتا ہے تو وہ "شعلۂ طور" کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر جگر کا مجازی عشقِ حقیقی کی بلندیوں کی جانب مائلِ پرواز نظر آتا ہے۔ طور محض کاشانۂ رنگیں نہیں جو کسی کافر ادا کی پُر شباب رعنائیوں کا مرکز تھا اور جگر جہاں روزانہ حاضری دینے کے عادی تھے بلکہ حسنِ حقیقی کے مظاہرات کا مرکز بھی ہے جہاں موسیٰ غش کھا جاتے ہیں اور غالب جس کی سیر کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن جگر موسیٰ کی طرح محض لن ترانیاں سننے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جراتِ رندانہ سے کام لیتے ہوئے یہ چیلنج کرتے ہیں کہ ؏

بے عیب ہے جو حسن تو پردا نہ کیجیئے

اور جب وہ بے عیب حسن ان کا چیلنج قبول کر کے اپنی تمام تر شعلہ افشانی کے ساتھ ان کی نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے تو جگر ہمہ تن اس آگ میں جلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کے عشق کی یہ منزل تو ابراہیمی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جگر محسوس کرتے ہیں کہ وہ آگ جو شعلۂ طور میں انھوں نے دیکھی تھی

دراصل "آتشِ گل" ہے اور انھیں اپنی رُوح پر گُل باریاں ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

جگر نے عشق کی یہ تین منزلیں جو "داغِ جگر" اور "شعلۂ طُور" سے ہوتی ہوئی "آتشِ گل" پر ختم ہوتی ہیں۔ بڑے سلیقے سے طے کی ہیں۔ رفتہ رفتہ، مگر نپے تُلے قدموں سے۔ ذرا دیکھئے تو۔ کہتے ہیں ؎

محبت اثر کرتی ہے چُپکے چُپکے ؛ محبت کی خاموش چنگاریاں ہیں

●

؎

جب کوئی عشق میں بربادِ جہاں ہوتا ہے
مجھ کو محسوس خود اپنا ہی زیاں ہوتا ہے

وقت آتا ہے اِک ایسا بھی محبت میں کہ جب
دل پہ احساسِ محبت بھی گراں ہوتا ہے

اسی منزل پر پہنچ کر شعلۂ طور، آتشِ گل بن جاتا ہے۔ جگر عشق کی اس عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی عرفانِ محبت عام نہیں

وہ عشق کا ایک منفرد فلسفہ پیش کرتے ہیں ؎

آتشِ عشق وہ جہنم ہے !
جس میں فردوس کے نظارے ہیں

●

؎

شوقِ بے پایاں دجوشِ بے حساب
عشق کیا ہے اِک مُسلسل اضطراب

●

؎

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

یہی وہ عشق ہے جو کائنات پر چھا جاتا ہے ؎

اک لفظِ محبت کا ادنیٰ سا فسانہ ہے
سمٹے تو دلِ عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے

●

؎

محبت آپ اپنی ترجماں ہے ؛ یہی خود چشم و دل، لفظ و بیاں ہے

●

؎

محبت صُلح بھی پیکار بھی ہے ؛ یہ شاخِ گُل بھی ہے تلوار بھی ہے

لیکن اہلِ دل تو اسی منزل پر پہنچ کر خود کو کامیاب سمجھتے ہیں ؎

سب کچھ لُٹا کے راہِ محبت میں اہلِ دل
خوش ہیں کہ جیسے دولتِ کونین پا گئے

سب کچھ لُٹا کر خوش رہنے کی یہ ادا جگر کی شاعری کی جان ہے۔ وہ "چشمِ تر" کے قائل نہیں۔ بلکہ اس گوہرِ یک دانہ کے قدر دان ہیں جو خاک میں رُل کر اپنی آب و تاب نہیں کھوتا ؎

سنجیدگی ہزار ہو، غم سے مفر نہیں
دریا اسی میں بند ہے جو آنکھ تر نہیں

مگر وہ اس بات سے بھی انکار نہیں کرتے کہ ؎

محبت میں اِک ایسا وقت بھی آتا ہے انساں پر
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں، طغیانی نہیں جاتی

بات صرف اتنی سی ہے کہ وہ بھی غالب کی طرح نالہ کو پابند نفس نہیں بنانا چاہتے ؎

نالہ پابند نفس اے دلِ ناشاد نہیں
یہ تو فریاد کی توہین ہے فریاد نہیں !

عشق کی ان تین منزلوں سے گذرنے کے بعد جگر تصوّف کے زیرِ اثر آ جاتے ہیں۔ کائنات اور رموزِ کائنات اس رندِ شاہد باز پر اسی طرح منکشف ہونے لگتے ہیں جیسے کسی صوفیٔ پاکباز پر۔ قطرہ اور دریا کا فلسفہ ان کی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ جزو اور کُل کے باہمی تعلق کی اہمیت ان پر واضح ہو جاتی ہے۔ اور ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کی موشگافیاں ان کے رندانہ کلام میں ایک قلندرانہ شان سے در آتی ہیں ؎

غنچہ و گل دیکھتے یا ماہ و اختر دیکھتے
تم نظر آتے ہمیں، ہم کوئی منظر دیکھتے

●

؎

جس رنگ میں دیکھو اسے وہ پردہ نشیں ہے
اور اس پہ یہ پردہ ہے کہ پردا ہی نہیں ہے

ہر ایک مکاں میں کوئی اس طرح مکیں ہے
پوچھو تو کہیں بھی نہیں دیکھو تو یہیں ہے

اَناالحق اور منصوُر کی گتھی بھی یوں سلجھتی ہے ؎

مجھ سے کوئی پوچھے ترے ملنے کی ادائیں
دنیا تو یہ کہتی ہے کہ ممکن ہی نہیں ہے

فنا فی اللہ کی منزل بھی شاعر کی نگاہ سے نہیں بچتی ؎

نفس نفس میں صفات تازہ، ممات تازہ، حیات تازہ
انھیں میسر ہے ذات تازہ جو خود کو تجھ میں مٹا رہے ہیں

؎ دل میسر ہو تو کیا سیرِ دو عالم کی ہوس
اسی نقشہ میں ہے کُل ارض و سما کا نقشہ

؎ نیاز و ناز کے جھگڑے مٹائے جاتے ہیں
ہم ان میں اور وہ ہم میں سمائے جاتے ہیں

کبھی کبھی وہ مقامِ حیرت پر بھی پہنچ جاتے ہیں ؎

کچھ نہیں کھلتا جگرؔ رازِ طلسمِ کائنات
مجھ میں یہ آباد ہے یا اس میں میں آباد ہوں

ذکر و فکر اور حال و قال کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے، تری فکر سے، تری یاد سے، ترے نام سے

اور جب دل کی آنکھیں وا ہو جاتی ہیں تو یہ رندِ قلندر ایک مستانہ نعرہ لگاتے ہوئے کہتا ہے ؎

ذرہ ذرہ دیدہ و دل ہے، گوشہ گوشہ بستی ہے
عشق ہے جب تک سلسلہ جنباں دل کی ہستی ہستی ہے

•

؎

معنی صورت، صورتِ معنی فکر و نظر کے دھوکے ہیں
فکر و نظر تک رہ جانا ہی فکر و نظر کی پستی ہے

جگر کا دل محبوبِ حقیقی کے جلوؤں کی آماجگاہ بن جاتا ہے تو وہ ساری دنیا کو للکار کر کہتے ہیں ؎

ترے جلوؤں کو دیکھیں اور میرے دل کی طرف دیکھیں
کہاں ہیں اتصالِ موج و ساحل دیکھنے والے

•

؎

دل کیا ہے نقشِ حُسنِ حقیقت طراز کا
آئینہ کیا ہے، عکس ہے آئینہ ساز کا

اس مقام پر پہنچ کر تو موت بھی حسین لگتی ہے اور مرنے کو جی چاہتا ہے ؎

جینے تک ہیں ہوش کے جلوے آگے ہوش کی مستی ہے
موت سے ڈرنا کیا معنی ہے، موت بھی جزوِ مستی ہے

•

؎

دل کو سکون روح کو آرام آگیا ؛ موت آگئی کہ دوست کا پیغام آگیا

•

؎

موت اک دامِ گرفتاریٔ تازہ ہے جگر
یہ نہ سمجھو کہ غمِ عشق نے آزاد کیا

•

؎

جادو قلم کاتبِ تقدیر میں کیا تھا
میں اوّلِ ساعت ہی سے مائل بہ فنا تھا

یہ حقیقت ہے کہ جگرؔ کی موت میں شراب نوشی کو زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ دنیاوی شراب کے بجائے شرابِ معرفت کے نشے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہ بہت بڑے رند تھے اور زندگی کا ایک طویل حصہ انھوں نے نذرِ مے کر دیا۔ مگر بے خودی و سرمستی کی کیفیت طاری رہنے کے باوجود کبھی کبھی دامنِ ہوش ان کے ہاتھوں سے نشے کے عالم میں بھی انھوں نے کبھی ناشائستہ حرکت نہ کی۔ نازیبا کلمات پر نہ لائے۔ یہی ان کی ہوشمندی کی دلیل ہے۔ پھر کیا پتہ، جس طرح حُسنِ مجازی سے وہ حُسنِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوئے، عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کی طرف راغب ہوئے، اسی طرح دنیاوی شراب کے بعد شرابِ معرفت کے مزے بھی لُطف اندوز ہوئے ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو ان کے ان شعروں میں جو شراب نظر آتی ہے کیا وہ دنیاوی شراب ہو سکتی ہے ؎

اِک مے بے نام جو اس دل کے پیمانے میں ہے
وہ کسی شیشے میں ہے ساقی نہ میخانے میں ہے

•

؎

پی بھی جا زاہد خدا کا نام لیکر پی بھی جا
بادۂ کوثر کی بھی اک موج پیمانے میں ہے

•

؎

ہم سے رندوں کا زمانے سے جُدا میخانہ ہے
آسماں خُم ہے، فضائے آسماں پیمانہ ہے

جس وقت وہ دُنیاوی شراب سے دل بہلا رہے تھے اس قسم کے اشعار اُن کے قلم سے نکلتے تھے ؎

یہ مے کشی ہے تو پھر شانِ میکشی کیا ہے
بہک نہ جائے جو پی کر وہ رند ہی کیا ہے

•

؎

حرم و دیر میں رندوں کا ٹھکانا ہی نہ تھا
وہ تو کہیئے کہ اماں مل گئی میخانے میں

•

؎

اس وقت اک خمار تھا، ہر دم سرور تھا
بوتل بغل میں تھی کہ دلِ ناصبور تھا

لیکن جب انھوں نے توبہ کی اور شرابِ معرفت چکھی تو کلام میں رنگ بھی بدل گیا ؎

پہلے شرابِ زیست تھی، اب زیست ہے شراب
کوئی پلا رہا ہے پیئے جا رہا ہوں میں

•

؎

جان کہ منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

•

کچھ ایسے اب بھی ہیں رندانِ پاکباز جگر
کہ جن کو بے مے و ساغر پلائی جاتی ہے

یہ پلانے والا کون ہے؟ وہی ساقیِ ازل، جگر جس کی ہر نگاہ پر بل کھا کے پی گئے ؎

ساقی کے فیضِ مست نگاہی کے ہیں نثار
ایک ایک موج مے کو رگِ جاں بنا دیا

اور جب سے یہ مئے معانی مُنہ سے لگی، جگر کے دل میں انسانیت اور انسان کی اہمیت کا احساس بڑھتا چلا گیا۔ یوں بھی با ایں ہمہ رندی و سرمستی، وہ شروع ہی سے ایک با اخلاق انسان نظر آتے ہیں لیکن انسان نوازی اور انسان پرستی کا یہ جذبہ آخر عمر میں بہت زیادہ نمایاں ہوگیا تھا۔ یہ بے ریا، کھلے دل کا معصوم شاعر ہمیشہ انسان کی تلاش کرتا رہا اور یونانی فلسفی دیوجانس کلبی کی طرح کہیں اس نے محض انسان کی پرچھائیاں پائیں۔ کہیں سائے دیکھے۔ کہیں مبہم سے نقوش نظر آئے مگر ہر جگہ مایوسی ہوئی۔ وہ جیسا انسان دیکھنا چاہتے تھے، انھیں کہیں نہیں مل سکا ؎

اب کہاں انساں جیسے انساں کہیں
چلتی پھرتی دیکھ لو پرچھائیاں

●

سخت خونریز جب آشوبِ جہاں ہوتا ہے
نہیں معلوم یہ انسان کہاں ہوتا ہے

●

ہر چند کائناتِ دو عالم میں اے جگر
انساں ہی ایک چیز ہے انساں مگر کہاں

●

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے ؛ گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

●

آدمی کے پاس سب کچھ ہے جگر
ایک تنہا آدمیت ہی نہیں

●

درد سے معمور ہوتی جا رہی ہے کائنات
اک دلِ انساں مگر درد آشنا ہوتا نہیں

انسان کی ناکام تلاش کے باوجود بھی وہ انسانیت کی اہمیت جتاتے رہے ؎

عرش تک ہو نہیں سکتی جو رسائی نہ سہی
یہی انساں کی ہے معراج کہ انساں ہو جائے

یہی ہے زندگی تو زندگی سے خودکشی اچھی
کہ انساں عالمِ انسانیت پر بار ہو جائے

●

انسانیت کہ جس سے عبارت ہے زندگی
انساں کے سائے سے بھی گریزاں ہے آجکل

انسان کو انسان بنانے کی خاطر وہ ہمیشہ بیداری کا پیغام دیتے رہے ؎

پہلے تو حسنِ عمل، حسنِ یقیں پیدا کر
پھر اسی خاک سے فردوسِ بریں پیدا کر

●

قسمت تری خود ہے ترے کردار میں مضمر
قسمت کو بنانا ہے تو قسمت سے گزر جا

●

جینا ہے جو منظور تو جینے کی نہ کر فکر
راحت کی تمنا ہے تو راحت سے گزر جا

●

یہ روز و شب، یہ صبح و شام، یہ بستی، یہ ویرانہ
سبھی بیدار ہیں، انساں اگر بیدار ہو جائے
اک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرتھرا اٹھے!
نظر تلوار بن جائے، نفس جھنکار ہو جائے

●

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ

جگر ایسے ہی فاتحِ زمانہ تھے انھوں نے اپنے حسنِ اخلاق، حسنِ سلوک اور محبت سے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کوئی ان کا دشمن نہ تھا۔ سب دوست تھے۔ وہ خود بھی تو کہتے ہیں ؎

گلشن پرست ہوں مجھے گُل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

جگر کی شاعری گُل و خار سے نباہ کا دوسرا نام ہے۔ وہ غالب کی طرح دنیا میں انسانیت کی کمی محسوس کرتے رہے۔ جس طرح غالب یہ محسوس کرتے تھے کہ ع

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

اسی طرح جگر بھی یہ سوچتے تھے کہ ع

آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں

غالب جیسے بلانوش تھے، جگر بھی اسی طرح ایک رندِ بلانوش تھے۔

لیکن جس طرح غالب کو اپنے گناہوں اور سیہ کاریوں کا احساس تھا اور ان کا ضمیر انھیں بار بار کچو کے لگاتا تھا کہ ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب ؛ شرم تم کو مگر نہیں آتی !

اسی طرح جگر بھی اپنے گناہوں سے شرمسار رہتے تھے بخصوصًا رحمتِ خداوندی کے سامنے وہ بڑے نادم ہوتے تھے ؎

نویدِ بخششِ عصیاں سے شرمسار نہ کر
گناہگار کو یارب۔ گناہگار نہ کر

لیکن کبھی کبھی ایک لاڈلے بگڑے ہوئے پوت کی طرح جو اپنی تمام غلطیوں کا ذمہ دار اپنی ماں کے لاڈ پیار کو ٹھہراتا ہے، وہ بھی اپنے گناہوں کا سبب خدا کی بے پناہ رحمت کو قرار دیتے ہیں ؎

رحمت نے مجھ کو مائلِ عصیاں بنا دیا
اِک پیکرِ حقیقت عریاں بنا گیا

اور اسی لئے اس زعم کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ ؎

میں خطا وار، سیہ کار، گناہگار مگر
کس کو بخشے تری رحمت جو گناہگار نہ ہو

غرضیکہ ان کی شاعری میں رندی و سرمستی بھی ہے اور ہوشمندی بھی۔ عشرت اندوزی بھی ہے اور غم کوشی بھی۔ بہاروں کے سائے بھی ہیں اور خزاؤں کی پرچھائیاں بھی۔ ناکامیوں کے اندھیرے بھی ہیں اور کامیابیوں کے اُجالے بھی۔ فراق کی راتیں بھی ہیں اور وصال کی صبحیں بھی۔ شمشیر و سلاسل کی جھنکار بھی ہے اور ساغر و مینا کی کھنک بھی۔ زیرِلب تبسم بھی ہے اور تبسمِ پُرنم بھی۔ سادگی بھی ہے پرکاری بھی۔ کہیں زبان کی چاشنی ملتی ہے اور کہیں فنی خوبیاں۔ خصوصًا تکرارِ الفاظ سے جو حُسن انھوں نے پیدا کیا ہے بہت کم شاعروں کے ہاں نظر آتا ہے، بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ اُردو شاعری میں جگر واحد شاعر ہیں جنھوں نے تکرارِ الفاظ کے باوجود بھی شعری حُسن و لطافت کو برقرار رکھا ہے اکثر جگہ تو الفاظ کی تکرار سے کلام میں جان پیدا ہو گئی ہے مثلاً ؎

اے محتسب! نہ پھینک، مرے محتسب نہ پھینک
ظالم شراب ہے، ارے ظالم شراب ہے

•

؎

بھلانا ہمارا مبارک مبارک ؛ مگر شرط یہ ہے نہ یاد آئیے گا

•

؎

مرے ساقیا، مرے ساقیا، تجھے مرحبا، تجھے مرحبا
تو پلائے جا، تو پلائے جا، اسی چشمِ جام بجام سے

•

اے عشقِ جنوں پیشہ، ہاں عشقِ جنوں پیشہ
آج ایک ستمگر کو ہنس ہنس کے رُلانا ہے

•

؎

جہاں تک دل کا شیرازہ فراہم کرتا جاتا ہوں
یہ محفل اور برہم اور برہم ہوتی جاتی ہے

غرضیکہ جگر ایسے شاعر تھے جن کے ہاں زبان و بیان کی چاشنی میں ڈوب شراب و شباب کی تمام حسین کیفیتیں ایک ابدی تاثر پیدا کرتی ہیں۔ اس وہ بار بار کہتے ہیں ؎

مطرب بزن سرودے، ساقی بیار بادہ
تا جاں شود منوّر، تا دل شود کشادہ!

جگر نے اپنے قلم کے شاعرانہ جادو سے قارئین کی جانیں منوّر اور دل کُ کردیئے ؎

مجھ سے قائم ہیں جُنوں کی عظمتیں
میں نے صحرا کو جگر صحرا کیا

•

یوتھ فورم

"یوتھ فورم" کا مستقل فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنیوالے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کے خاتمے پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ
مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مرا وطن

ضیاءؔ زخمی کھام گانوی

مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے
وہ رشکِ آن بان ہے نرالی سب سے شان ہے

یہاں وہاں اِدھر اُدھر
جدھر بھی ڈالئے نظر
سجے ہوئے ہیں بام و در
گلی گلی، نگر نگر...!
مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے

ہمالیہ یہ کوکن!
یہ گنگ اور یہ جمن
ادائیں شوخ و بانکپن
سدا بہار یہ چمن!
مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے

اجنتا کی وہ گھاٹیاں
وہ سبز سبز وادیاں
وہ لہلہاتی کھیتیاں
وہ آبشار و ندیاں!
مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے

ہے ساری دنیا جانتی
یہ دیش کی سلامتی
رواں دواں ہے بانٹتی
امن سکون و شانتی
مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے

وطن کے ہم ہیں پاسباں
وطن کے ہم ہیں نگہباں
وطن کی رُوح وطن کی جاں
وطن کے ہم ہیں نوجواں
مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے

چلیں ملا کے ہر قدم
کہ لیں ساتھ رُک کے دم
تمھیں اے ساقیو قسم
سب ایک ہیں او رایک ہم
مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے

وطن سے مجھ کو پیار ہے
وطن پہ جاں نثار ہے
وطن گلے کا ہار ہے....!
وطن میں نگہہ یار ہے

مرے وطن کی یہ زمیں عظیم ہے مہان ہے!
وہ رشکِ آن بان ہے نرالی سب سے شان ہے

۲۵ راگست ۱۹۷۸ء

بال گنگا دھر تلک

محبوب راہی
بارسی ٹاکلی، ضلع اکولہ

منزلوں سے آشنا تھا بال گنگا دھر تلک
رہبروں کا رہنما تھا' بال گنگا دھر تلک

کلفتیں جھیلیں ہمیشہ جس نے قید و بند کی
محرم حق آشنا تھا' بال گنگا دھر تلک

"میرا حق آزادی ہے لیکر رہونگا میں اسے"
بے جھجک یہ کہہ گیا تھا' بال گنگا دھر تلک

پڑ گئے تھے قصر استبداد میں جس سے شگاف
ایک ایسا زلزلہ تھا' بال گنگا دھر تلک

قسمت ہندوستاں کی ناؤ تھی منجدھار میں
اور اس کا ناخدا تھا' بال گنگا دھر تلک

کیسری[1] میں غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف
بے دھڑک للکارتا تھا' بال گنگا دھر تلک

ترجماں تھے اس کے جذبوں کے مراٹھا[2] کیسری
جذبۂ شعلہ نما تھا ' بال گنگا دھر تلک

ایک باپو[3] تھا جو کہ رکھتا تھا حدِ اعتدال
جوش کی ایک انتہا تھا بال گنگا دھر تلک

روشنی سے جس کی جل اٹھے چراغ حریت
ایسا ایک روشن دیا تھا بال گنگا دھر تلک

بے خطر ٹکرا گیا جو ظالموں کی فوج سے
وہ جیالا سورما تھا بال گنگا دھر تلک

مصلحت گوئی سے جو کرتا رہا پیہم گریز
صاف گو تھا حق نوا تھا بال گنگا دھر تلک

پیچھے پیچھے جس کے تھا راہی تمام ہندوستاں
اور سب کا رہنما تھا بال گنگا دھر تلک

کیسری[1] اور مراٹھا[2]: دونوں روزنامے تلک نے جاری کئے تھے۔ باپو[3]: مہاتما گاندھی

غزل

ڈاکٹر محمد منشاء الرحمن خاں منشاء
۱۱۔ اسٹار کی ٹاؤن، ناگپور

عزمِ قومی کا زور دکھاؤ مُسافرو
قدموں پہ منزلوں کو جُھکاؤ مُسافرو

اوروں کی سمت بہرِ مدد دیکھتے ہو کیوں
خود اپنی راہ آپ بناؤ مُسافرو

دیتے نہیں ہیں اجنبی سائے کسی کا ساتھ
اِن سے نہ کوئی آس لگاؤ مُسافرو!

چھایا ہے اِک مہیب سا سناٹا ہر طرف
جوشِ جنوں سے دھوم مچاؤ مُسافرو

دشوار مرحلوں میں چمکتے ہیں حوصلے
حرفِ گلہ زباں پہ نہ لاؤ مُسافرو

دل کے لہو سے جلتی رکھو مشعلِ یقیں
تاریکیوں کا خوف نہ کھاؤ مُسافرو

جو خار تشنہ لب ہیں ذرا اُن کی پیاس بھی
تلوؤں کے آبلوں سے بجھاؤ مُسافرو

راہِ طلب میں جب بھی اُٹھیں تیز آندھیاں
رفتارِ پائے شوق بڑھاؤ مُسافرو!

ہو کر رہو گے تم ہی بہر طور کامیاب
اقوالِ منشاءؔ دل میں بساؤ مُسافرو

متین اچل پوری
ڈاکخانہ اچلپور شہر ضلع امراؤتی (مہاراشٹر)

جہاں تلک بھی ہُوا، تیری بات پھیلا دی
لگے کہ میں نے زمیں پر حیات پھیلا دی

میں ایک لمحہ بھی آزاد کب رہا معبود
جو دن کے جال سے بھاگا تو رات پھیلا دی

چھلکتے جام میں، نرگس میں، جھیل میں دلبر
تری نگہ نے فسونِ حیات پھیلا دی

زمیں کے جلوۂ رنگیں سے چرخِ روشن تک
اس اِک وجود نے بس اپنی ذات پھیلا دی

ہے اُس کے پار پہنچنے کا حوصلہ مجھ میں
جو تو نے آگے مرے کائنات پھیلا دی

غزلیں

• سید ضیاء الدین ضیا کھنڈوی
قاضی پورہ، کھنڈوہ (ایم۔پی)

بن سکے تو بن حریفِ تیرگی میری طرح
اخذ کر تاریکیوں سے روشنی میری طرح

وا ہوا ہے کس پہ بابِ آگہی میری طرح
منکشف کس پر ہیں اسرارِ خودی میری طرح

اپنے دل کے بند کمرے کے دریچے کھول دے
تاکہ ہو تجھ کو میسر تازگی میری طرح

ہے میری خود اعتمادی کامیابی کی دلیل
توڑ کر رکھ دو حصارِ بیکسی میری طرح

زیست کے ہر لمحہ کا میں لے چکا ہے حساب
کیا کریگا دوسرا سوداگری میری طرح

آ بجوئے سرخوشی کا تجھ کو دیتا ہوں سراغ
زہرِ غم پی کر بجھا لے تشنگی میری طرح

چھوڑ کر راہِ وفا میں اپنے قدموں کے نشاں
کرتے جاؤ انسدادِ گمرہی میری طرح

کون دیکھے گا انھیں میری نگاہوں سے ضیاؔ
اب نہ ہوگا اور دیوانہ کوئی میری طرح

• ڈاکٹر نایاب لکھنوی
نیاپورہ۔ مالیگاؤں (مہاراشٹر)

اک نیا غمگسار ٹوٹ گیا
ہاتھ آیا شکار ٹوٹ گیا

نغمہ ریزِ حیات تھا جو ساز
اس کا اک ایک تار ٹوٹ گیا

بوئے خوں ہر روش سے آتی ہے
کیا طلسمِ بہار ٹوٹ گیا

اب کہاں آنسوؤں کا سرمایہ
لعل و گوہر کا ہار ٹوٹ گیا

حسن کو احتیاط کون سکھائے
آئینہ بار بار ٹوٹ گیا

دشتِ ویراں ہے آرزو کا چمن
ربطِ ابرِ بہار ٹوٹ گیا

ٹوٹنا دل کا یوں ہوا جیسے
ساغرِ زرنگار ٹوٹ گیا

آخرِ شب کی ناامیدی سے
رشتۂ انتظار ٹوٹ گیا

زندگی کی اساس تھا نایاب
وہ جو آپس کا پیار ٹوٹ گیا

شری گووند راؤ اڈک، وزیر آبپاشی بشمول کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ، اقتدارِ اعلیٰ، اقتدار اراضی، قانون و عدلیہ ایک ٹیلیویژن سیٹ کا افتتاح فرمارہے ہیں جو مالا بار ہل جے سینز نے جیجیل واڑی جھونپڑ پٹی مانڈ دیو کو بطور تحفہ دیا ہے۔ صدر شبیر بھائی کانچ والا اور نائب صدر جے سینز فیاض حسین بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

یومِ آزادی پر منترالیہ بمبئی میں پرچم لہرانے کی رسم کے بعد وزیرِ اعلیٰ شری شرد پوار خطاب فرمارہے ہیں۔

خبریں۔ تصویروں میں

شہر بمبئی کے مشہور و معروف تعلیمی ادارہ صابو صدیق پالی ٹیکنک ہائی اسکول اور جونیئر کالج کے زیرِ اہتمام قراءت کلام پاک اور تقسیم انعامات کی تقریب ۱۷ را گست ۱۹۷۸ء کو ڈاکٹر الما لطیفی ہال میں منعقد ہوئی جس میں مہاراشٹر کے وزیرِ مملکت برائے مالیات، محنت، اوقاف اور پیرولکوکل جناب ڈاکٹر ایم اسحٰق جمخانہ والا نے بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت کی۔

وزیرِ موصوف نے رمضان کے مبارک ماہ میں ایسی بابرکت تقریب کے انعقاد پر ادارہ کے پرنسپل، اسٹاف اور طلبہ کو مبارکباد دی اور اس کی تعلیمی خدمات کو سراہا۔ اس موقعہ پر لی گئی تصویر میں وزیرِ موصوف (مائک پر) کے علاوہ (بائیں جانب سے) شری عبدالقادر حافظکا صاحب سفیر برائے سعودی عربیہ، شری معین الدین حارث چیئرمین بیج کمیٹی، شری کے حسین پرنسپل اور شری فقیہ بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ افطار اور بعد نمازِ مغرب یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

راجرشی شاہو مہاراج کی برسی کے موقع پر منترالیہ بمبئی میں ایک سادہ سی تقریب منعقد کی گئی، جس میں مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ شری شرد پوار شاہو مہاراج کی تصویر کو ہار پہنا کر خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

یکم اگست کو منترالیہ میں لوکمانیہ تلک کی ۵۸ ویں برسی منائی گئی اور انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں مہاراشٹر کے وزیر برائے زراعت اور دیہی ترقی شری گنپت راؤ دیشمکھ لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک کی تصویر کو ہار پہنا رہے ہیں۔

بمبئی کے کونسل ہال میں ۲۸ جولائی کو گوداوری ندی کے پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں عوامی نمائندوں کی ایک خاص میٹنگ سے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار مخاطب ہیں۔ اسٹیٹ لجسلیٹو کونسل کے چیرمین شری آر ایس گوائی، شری اتم راؤ پاٹل، وزیر محصول اور شری ارجن راؤ کستورے وزیر برائے سماجی بہبود بھی دیکھے جا سکتے ہیں

اکولہ کے سیلاب زدگان کی فوری اعانت

آکولہ شہر کے شیواجی نگر کے علاقے میں مسلسل بارش کی وجہ سے کئی مکانات گر گئے، جیسا کہ اس تصویر سے ظاہر ہوتا ہے
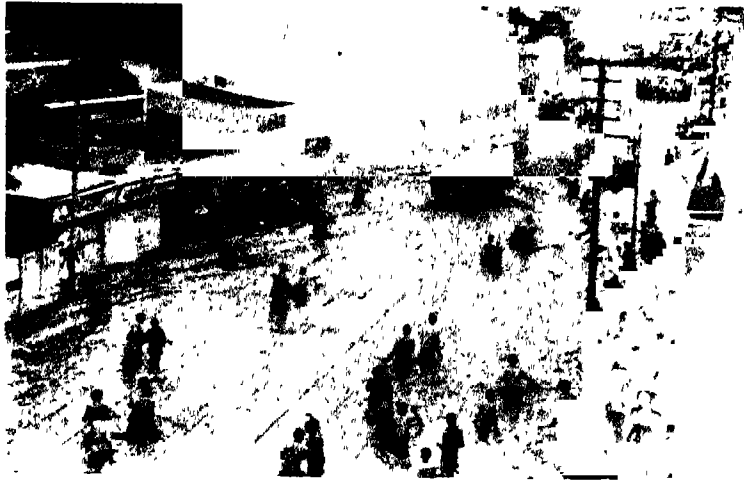
مورنا ندی کے حالیہ سیلاب نے ۱۹۵۹ء کا ریکارڈ توڑ دیا، زیر نظر تصویر میں شہر کی گاندھی روڈ پانی میں ڈوبی ہوئی دیکھی جا سکتی ہے

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ۲۷ر جولائی کو آکولہ میں سیلاب سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا ۔۔۔ لوگوں کی دلجوئی کی. تصویر میں سیلاب سے ٹوٹی پھوٹی ایک عمارت۔ دوسری طرف وزیر اعلیٰ راحت کے کاموں کے بارے میں افسران سے بات چیت کرتے ہوئے۔
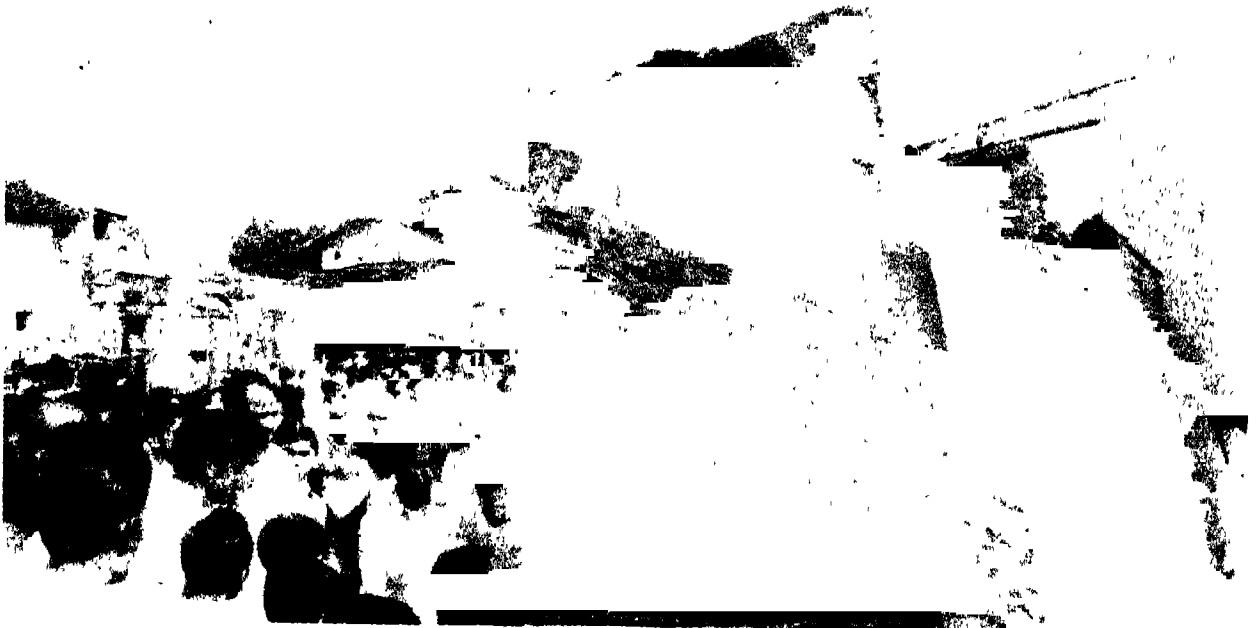
بمبئی میں سی۔پی ٹینک کے علاقے میں
۲۴ر جولائی کو ایک بلڈنگ گر گئی۔
وزیر اعلیٰ شری شرد پوار اس بلڈنگ
کا معائنہ کر رہے ہیں۔

چھوٹی بچت کے کاموں میں بمبئی کی رگھو ونشہ
مل نے نمایاں کردار ادا کر کے اعزاز حاصل کیا۔
زیر نظر تصویر میں اسمال سیونگز اور لاٹریز کے ڈائرکٹر
شری سریش کمار ایک مل مزدور کو چھوٹی بچت
میں اس کی جمع رقم پر پانچسالہ میعاد ختم ہونے پر
چیک دے رہے ہیں۔

سینٹرل ریلوے بمبئی کے مضافاتی اسٹیشن
مسجد بندر اور سینڈھرسٹ روڈ کے درمیان
۷ر اگست کو ایک حادثہ پیش آیا۔ ٹرینوں کے
اس تصادم میں دو ڈبے ٹوٹ پھوٹ گئے اور
کچھ آدمی زخمی ہوئے۔ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری
شرد پوار جائے واردات پر معائنہ کرتے ہوئے دیکھے
جا سکتے ہیں۔
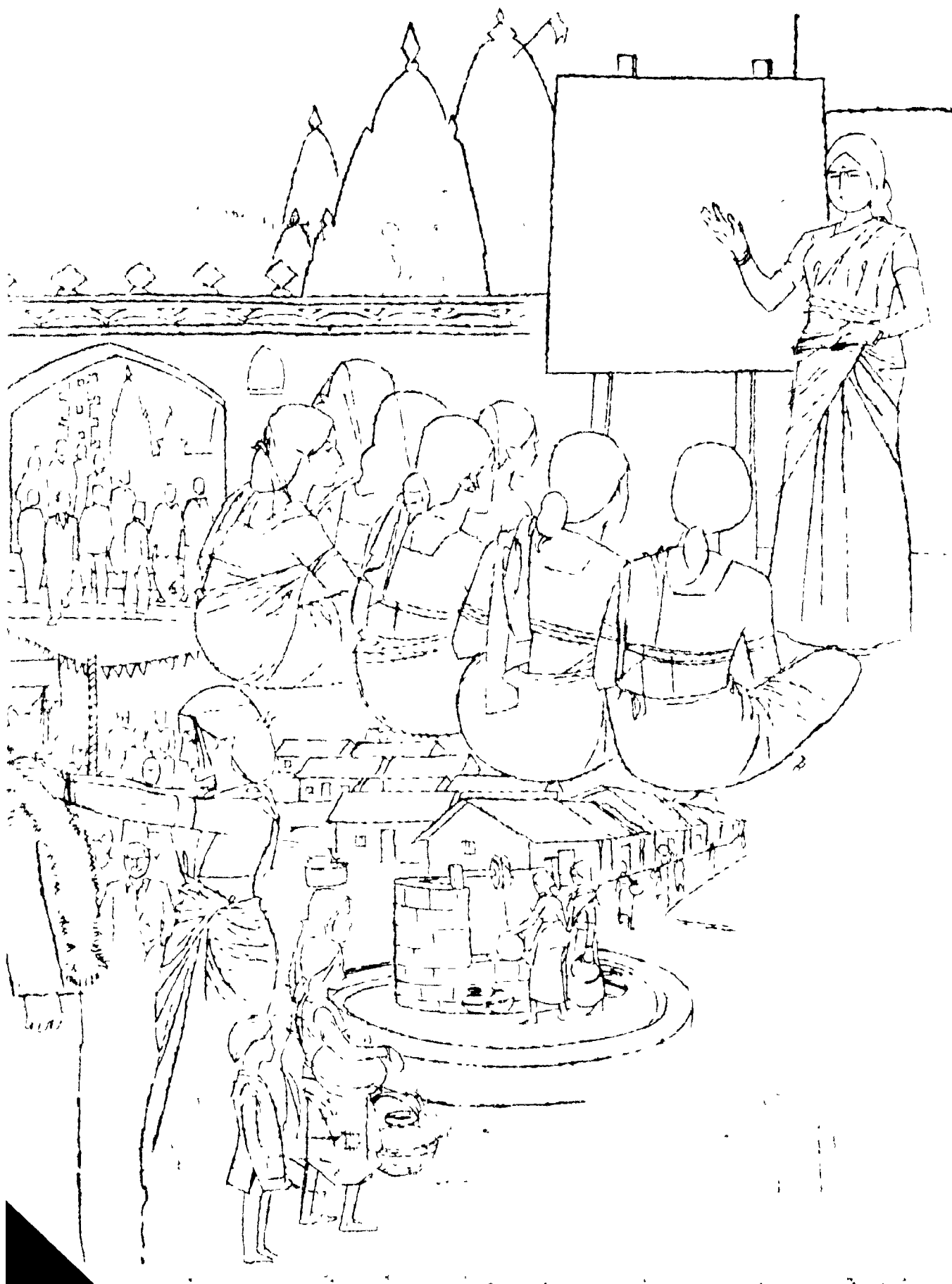
अबक
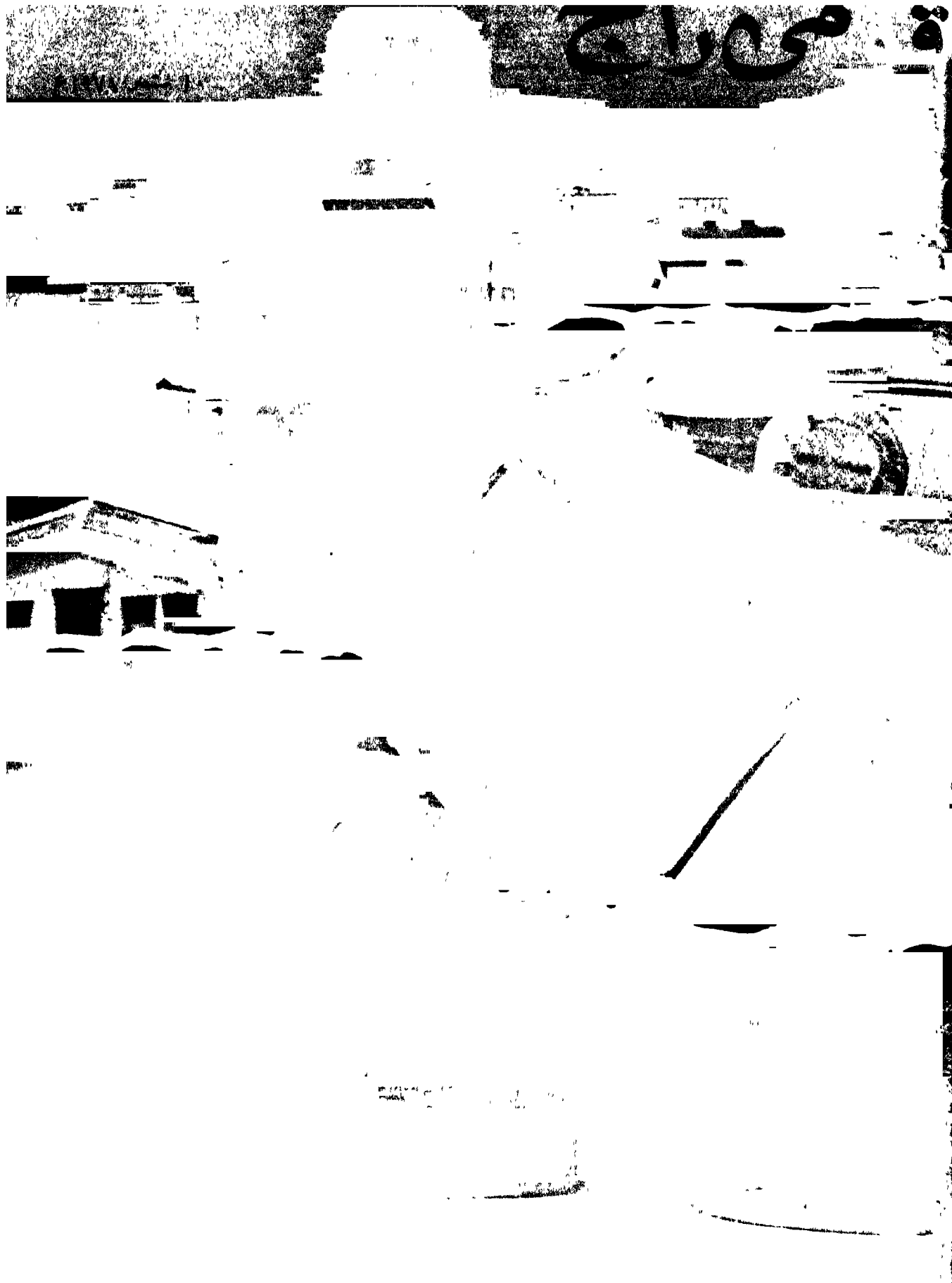
(اوپر) مارلا پور (ضلع تھانے) میں نوجوان ٹیکنیشنوں اور تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے سیارشیڈ۔ اپنا کاروبار لگانے کے خواہشمند ٹیکنیشنوں کو الاٹمنٹ کے وقت عمارت اور قطعہ زمین کی صرف ۲۰ فیصدی لاگت ادا کرنی پڑتی ہے اور بقیہ ۸۰ فیصدی لاگت ٹیکنیشن کو شیڈ دینے کی تاریخ سے ۴ سال کی مہلت دیکر دس سالانہ اقساط میں وصول کی جاتی ہے۔ جو ٹیکنیشن اولین رقم جمع کرنے کے قابل نہیں ہوتے وہ کرایہ کی بنیاد پر شیڈ لے سکتے ہیں۔

(نیچے) کلوا (ضلع تھانے) میں الیکٹریکل گڈس فیکٹری جہاں برقی لیمپ اور دیگر سامان تیار کیا جاتا ہے

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ ر اور ۲۵ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۵ ☆ ۱۰ ر ستمبر ۱۹۷۸ء ☆ شمارہ ۱۷

سالانہ: دس روپے ☆ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگران: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب — صفحہ نمبر

عیدالفطر کے موقع پر ادارۂ قومی راج اپنے قارئین کی خدمت میں عیدالفطر کی پرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہے۔

مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے عید کے دن انجمن اسلام ہائی اسکول گراؤنڈ پر نماز عید کے فوراً بعد اجتماع سے خطاب فرمایا، اور مسلمانوں کو دلی مبارکباد دی۔ بعد ازاں آپ نے اپنی رہائش گاہ پر عرب ممالک کے سفراء، مسلمان رہنماؤں، سیاست دانوں اور معزز شہریوں کو ایک عشائیہ دے کر ایک نئی روایت قائم کی جو مہاراشٹر کے لئے قابل فخر ہے۔

ماہ صیام میں کئی انجمنوں کی جانب سے دعوتِ افطار دی گئی جو ملک میں قومی یک جہتی کی ایک لازوال مثال پیش کرتی ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی نے پاکستان کے معروف شاعر جناب فیض احمد فیض کو ایک استقبالیہ دیا، جس میں حکومت مہاراشٹر کے وزیرمملکت برائے مالیات، محنت، پروٹوکول اور اوقاف ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا نے شرکت کی۔ اس سلسلہ میں ایک خاص مضمون شریکِ اشاعت ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کے علمی و ادبی خدمات کے بارے میں ایک خاص مضمون بھی اس شمارے میں پیش کیا جارہا ہے۔

قومی راج کے اس شمارے میں "مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن" کی کارگذاریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قومی راج کا آئندہ شمارہ ۲۵ ر ستمبر اور ۱۰ ر اکتوبر کا مشترکہ شمارہ ہوگا جو "شراب بندی" خصوصی نمبر ہوگا۔

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:
چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
ڈائرکٹریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر،
منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰۰

چیف ایڈیٹر: ایم ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خان
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خان جامعی

• سید اختر الاسلام ۔ ۱۵۸۔ شاہ نتھن۔ میرٹھ

میں نے ۲۵ جولائی ۱۹۷۸ء کا 'قومی راج' کا شمارہ دیکھا۔ اس سے قبل آپ کا ترتیب دیا ہوا 'اقبال نمبر' دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس سب سے آپ کی علمیت، قومی یک جہتی، ملک کے تئیں خلوص وہمدردی و دردمندی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر صحافت میں اسی طرز اور پالیسی کو لوگ اپنالیں تو رنگ ونسل، قوم وملّت اور آدمیت کے درمیان پھیلے ہوئے تعصّب وتنگ نظری کے پردے اُٹھ سکتے ہیں۔

زیرِ نظر شمارہ میں سنت گیانیشور کی عظیم شخصیت اور فکر انگیز فلسفہ پر سیر حاصل روشنی پڑتی ہے۔ ان کی مناجات (بدیع الزماں خاور) اور گیانیشوری سے لیا گیا خیال 'ترکِ دنیا کیوں؟' (کالیداس گیتا رضا) میں انسانیت کی عظمت، برتری اور اس کے بہترین فلسفۂ زندگی پر بہت مفید اور کار آمد نقطۂ نظر کی ترسیل وتبلیغ کی گئی ہے۔ ترکِ دنیا کا فلسفہ جس کو مہاتما گوتم بُدھ نے حرزِ جاں کیا تھا دنیا میں رہنے اور زندگی گذارنے کا ایک منشور تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کو دنیا میں نہ بھیجا جاتا۔

کوشش کریں کہ 'قومی راج' میں غزلوں اور نظموں کے ساتھ ہی ادبی مضامین، تبصرے وغیرہ بھی دیں۔ کیونکہ آپ کا یہ پرچہ صرف حکومت کا خبرنامہ ہی نہیں عوام کے دل کی آواز بھی ہے۔ فکر انگیز خیالات کے ساتھ ہی ذہنی دلچسپی کا مواد بھی اس کی ہمہ گیری اور مقبولیت میں چار چاند لگائے گا۔

•

• نثار اختر انصاری۔ ایڈیٹر روزنامہ 'دھوپ چھاؤں' ناگپور

۲۵ اگست کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ سرورق دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ مہاراشٹر کی نئی کابینہ کے وزراء کا تعارف خوب رہا۔ ودربھ کی معدنیاتی دولت پڑھ کر اپنے علاقے کی معلومات حاصل ہوئی۔ حضرت طرفہ قریشی کی غزل لاجواب تھی۔ خدا سے دعا ہے کہ پرچہ کو استقامت بخشے۔

•

• کے۔ زمان انصاری، حیات خاں مارگ، نزد پانڈے لاج۔ وردھا

تازہ قومی راج ملا، پسند آیا۔ اس مرتبہ پرچہ زیادہ ادبی ہے۔ ڈرامہ اور جگر کے مضمون تشنہ سہی مگر اچھے ہیں۔ بشیر بدر کی غزل ہمیشہ کی طرح اچھی ہے۔

• طلعت یاسمین (عزیز آباد) کراچی، پاکستان

'قومی راج' کا "اقبال نمبر" پڑھا جو مجھے بہت پسند آیا۔ سرورق نہایت موزوں ہے۔ یہ نمبر ہر اعتبار سے فنکارانہ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ مضامین میں جگنناتھ آزاد، خواجہ عبدالغفور، ایشور راج ماتھر، ریاض احمد خاں اور عبدالوحید خاں کے مضامین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

قومی راج کا 'اقبال نمبر' شائع کرنے پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے۔

•

• واحد محسن، معرفت بی پی ٹی اسپتال، وڈالا، بمبئی ۳۷...۴

"قومی راج" کا 'یومِ آزادی' خصوصی نمبر باصرہ نواز ہوا۔ خوبصورت دیدہ زیب سرورق کے ساتھ اندرونی صفحات پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر عالیجناب شری شرد پوار کا پیغام اور عزت مآب شری صادق علی گورنر مہاراشٹر کا پیغام قارئین کے لئے مژدۂ مسرت ہے۔ پروفیسر نائک کا معلوماتی مضمون "تحریکِ آزادی میں مہاراشٹر کا حصّہ" بہت ہی پیارا رہا۔ اس طرح کے مضامین، قارئین کے لئے نہ صرف معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ اُن کے دل میں حبّ الوطنی کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے۔ "جلیانوالا باغ کا قصۂ غم" عثمان خاں نے پُراثر تحریر کیا ہے۔ منظومات میں "میرا وطن" ضیا زخمی کی بڑی ہی پیاری نظم ہے اور محبوب راہی صاحب نے لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک کو اپنے خلوص وجذبات ودل کی گہرائیوں سے خراجِ عقیدت پیش کر کے ان کی عظمت وبلندی کا پرچم بلند کیا ہے۔ غزلیں بھی مرصع اور پیاری ہیں غرض تمام مضامین کے مطالعے سے فکر ونظر کے تاریک گوشے بھی منوّر ہوگئے۔

•

• یاسمین خاتون ناز۔ معرفت دولت خاں ۹۶ بی ملاک لائن نمبر ۷، دھنکی ڈیہہ، جمشید پور

پندرہ روزہ 'قومی راج' میں آپ نے خطوط کا کالم دیکر بہت ہی اچھا کیا۔ اس میں قارئین کو اپنی رائے پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر انعام رکھ کر آپ نے اور بھی جدّت پیدا کر دی۔ ان دنوں مہاراشٹر سے جتنے بھی رسالے نکل رہے ہیں اُن میں سب سے اچھی لکھائی چھپائی 'قومی راج' کی ہے۔ یہ میں مانتی ہوں لیکن مضامین، افسانے اور غزلوں کا حصّہ کم ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر اس میں غزلوں اور افسانوں کی تعداد بڑھا دی جائے۔ کیونکہ رسالہ خریدنے والا اس میں اپنی پسند کی چیزیں ضرور تلاش کرے گا۔ ۱۰ اگست کے شمارے میں صرف دو غزلیں تھیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر ادبی حصے میں اضافہ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ زیرِ نظر شمارہ غنیمت ہے' ریاست مہاراشٹر کی مالیاتی سرگرمیاں جو دکھائی گئی ہیں وہ قابلِ قدر ہیں۔ اس کے علاوہ مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن کی کارکردگی سے متعلق مضمون بھی اچھا ہے لیکن قومی راج کی مقبولیت کے لئے مجھ ناچیز کی رائے پر ضرور غور فرمائیں!

عید الفطر پر مبارکباد

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار کی جانب سے عشائیہ

المالطیفی ہال، بمبئی میں منعقدہ "عید ملن" تقریب میں (دائیں سے) وزیر اعلیٰ شری شرد پوار، وزیر محنت و سیاحت سنری سوشیل کمار شندے اور وزیر مملکت ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا۔

عید الفطر کی صبح (۴ ستمبر ۱۹۷۸ء) انجمن اسلام، بوری بندر (بمبئی) پر نماز دوگانہ عید کے بعد اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے تمام مسلمانوں کو دلی مبارکباد دی اور نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

شب میں آل انڈیا ریڈیو کے بمبئی اسٹیشن نیز "ٹی۔ وی" پر اپنی نشری تقریر میں وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے مسلمانوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور سب ہی لوگوں کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج کا دن بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ آج عید ہے، ۶ ستمبر سے گنیش چترتھی اور ۸ ستمبر سے ماؤنٹ میری کا میلہ شروع ہو جائے گا۔ مذہبی تہوار بڑی اہمیت رکھتے ہیں، بڑے اُتساہ سے منائے جاتے ہیں۔ ان میں کچھ اچھی باتیں ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ریاست کے لوگ ان تہواروں کے اصل جذبہ کو سمجھیں گے اور ایسی فضا پیدا کریں گے جس میں امیر، غریب، سب ہی لوگوں کو برابر امن و چین، خوشی و مسرت اور راحت نصیب ہو۔

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے داؤدی بوہرہ فرقہ کے سربراہ ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین کی قیامگاہ پر عید ملن میں شرکت کی۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مذہبی تہوار بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو چاہیئے کہ مل جل کر تہوار منائیں اور ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

اس موقع پر ڈاکٹر سیدنا نے چیف منسٹر ریلیف فنڈ کے لئے مبلغ ۵۰ ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان بھی کیا۔

۵ ستمبر ۱۹۷۸ء کو عید سعید کے موقع پر قومی یکجہتی اور بھائی چارہ کو فروغ دینے کے لئے مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے مسلم ممالک کی معزز ہستیوں سفراء اور ریاست کے ممتاز مسلمانوں کو عشائیہ پر مدعو کیا۔

ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا وزیر مملکت برائے مالیات، اوقاف اور پروٹوکول بھی اس موقع پر موجود تھے۔

شری ونائک راؤ پاٹل وزیر مملکت برائے ثقافتی امور اور اسپورٹس نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

عشائیہ میں مدعو معزز ہستیوں میں سے چند کے نام ذیل میں درج ہیں:
شری یوسف نجم الدین، شری احمد زکریا، شری زین الدین رنگون والا، شری فاضل بھائی، شری غلام محمد، شری ضیاء الدین بخاری، شری شمس پیرزادہ، شری کے جیبن، شری مصطفےٰ فقیہہ، شری مختار ندوی وغیرہ۔

اس موقع پر شری یوسف نجم الدین نے شکریہ کی رسم ادا کی۔ انھوں نے فرمایا کہ انسانیت نوازی، قومی یکجہتی اور بھائی چارگی کی فضا قائم کرنے کیلئے وزیر اعلیٰ کی جانب سے اپنی نوعیت کا یہ پہلا عشائیہ ہے۔ اس اقدام پر انھوں نے وزیر اعلیٰ کو مبارکباد پیش کی۔

نہ ہو جو اس کا کرم، ہو نہ کوئی مرحلہ طے
قلم سے لفظ ہی نکلے، نہ ساز سے کوئی لے
ہر ایک چیز کا آرمبھ اسی کے نام سے ہے
ہوا کرے گی ہمیشہ، شری گنیش کی جے
گنیش اُتسو!
ہزار لالہ و گل ہیں، ہزار داماں ہیں
نظر نظر کئی جلوے قدم قدم کئی رنگ
بھجن کے گیت، عقیدت کے سحر زا لمحے
جو معرفت کے امیں ہیں، وہ لب کشا ہوئے آج
کہیں سیاستِ امروز پہ ہیں تنقیدیں!
کہیں فنونِ لطیفہ کی چل رہی ہے "صبا"
کہیں حقائق و اوہام پر ہیں تقریریں
تلک نے قوم کو اس رسم سے کیا بیدار
شری گنیش چترتھی کے روز و شب میں ندیم
نئی بہار کی آرائشوں کے ساماں ہیں،
گلی گلی ہے چراغاں، سبھی غزل خواں ہیں
قلوب جوش سے لبریز، لوگ رقصاں ہیں
رموزِ حق ہوئے افشا، بھگت تو حیراں ہیں
کہیں قدیم کتھاؤں میں ذہن غلطاں ہیں
کہیں سماجی مسائل کے "گرم طوفاں" ہیں
کہیں نشاط و سرور و طرب کے ساماں ہیں!
یہ سچ ہے دیش کی جنتا پہ ان کے احساں ہیں
عظیم راہنمائی کے راز پنہاں ہیں!
مختار
۱۰ ستمبر ۱۹۷۸ء
4

سنہ ۱۹۷۷-۷۸ء کے

کرشی پنڈت — موہن لال لوڈھا

• اے۔ جی پاٹل، ایڈیٹر "شیتکری" پونے

کرشی پنڈت، موہن لال لوڈھا

کرشی پنڈت، موہن لال لوڈھا کی کامیابی مہاراشٹر کے چھوٹے موٹے کسانوں کو حوصلہ بخشی ہے۔ وہ ایک غریب خاندان کے فرد ہیں، جسے انٹر سائنس کے بعد ہی تعلیم ترک کردینا پڑی تھی۔ ۱۹۶۰ء تک ان کے پاس صرف ۴ ہیکٹر کا کھیت تھا، لیکن اب ۴۸ سال کی عمر میں انھوں نے اپنی محنت اور جانفشانی سے ماضی کی تمام کمی پوری کرلی ہے۔

آج موہن لال کے پاس ان کے گاؤں پھور، تعلقہ جامنیر، ضلع جلگاؤں میں ۲۴ ہیکٹر اراضی ہے۔ نیز کھیت کی سینچائی کے لئے ۴ کنویں بھی ہیں۔ ایک لمبی پائپ لائن کے ذریعہ پورے کھیت میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔ ۱۹۷۷-۷۸ء میں ان کے کھیت میں فی ہیکٹر جوار کی پیداوار نہ صرف مہاراشٹر بلکہ دیس بھر میں سب سے زیادہ تھی۔ انھوں نے مہاراشٹر جیسی ریاست میں فی ہیکٹر ۱۲،۸۰۰ کلو گرام اعلیٰ قسم کی جوار (سی ایس ایچ۔ ۵) پیدا کی جہاں کبھی بھی اوسط پیداوار ۹۵۶ کلوگرام سے زیادہ نہیں رہی۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے ۱۲ گنا زیادہ پیداوار حاصل کی۔ یہ بڑی شاندار کامیابی ہے۔ جس پر انھیں کل ہند اعزاز یعنی "کرشی پنڈت" کا خطاب نیز ۵۰۰۰ روپے کا نقد انعام ملا ہے۔

موہن لال کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بڑے سادہ مزاج، ہنس مکھ خوش اخلاق، فراخ دل اور محنتی انسان ہیں۔ یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔ ان کی دلی خواہش یہی ہے کہ دوسرے کسان بھی ان کے علم سے روشناس ہوں اور ان کے سائنٹفک طریقوں سے فائدہ اٹھائیں۔ انھوں نے بتایا کہ "دوسرے کسان بھی اگر وہ بوائی کے لئے بہترین بیج استعمال کریں اور کافی مقدار میں کھاد ڈالیں تو ایسی ہی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔"

موہن لال نے مزید بتایا کہ انھوں نے بتدریج کون کونسے طریقے استعمال کئے۔ اولاً انھوں نے کافی مقدار میں کھاد استعمال کی، یہاں تک کہ ہر ہیکٹر پر ۵۷ چھکڑے لادی ڈالی گئی۔ بیج کی مقدار بھی جو اعلیٰ قسم کا تھا، کافی تھی جس سے ایک ہیکٹر پر ۳،۲۵،۰۰۰ پودے اگنے کی امید تھی۔ فی ہیکٹر کے حساب سے کھاد کی پہلی خوراک ۱۰۰ کلوگرام سپر فاسفیٹ، ۲۰ کلوگرام یوریا ۵۰ کلوگرام مونگ پھلی، ڈی۔ آئل کھلی، دوسری خوراک (پہلی خوراک کے ۲۰ دن بعد) ۵۷ کلوگرام کیمیکل ملواں کھاد، ۲۰ کلوگرام یوریا، ۲۰ کلوگرام ڈی آئل کھلی اور تیسری خوراک ۵۰ کلوگرام امونیم سلفیٹ اور ۲۰ کلوگرام ڈی۔ آئل کیک پر مشتمل تھی۔ کیڑے مکوڑوں پر قابو پانے کے لئے انھوں نے بوائی کے بعد دس دس دن کے وقفے سے "اینڈرن" اور دیگر کیمیات استعمال کیں۔

انھوں نے کل ہند فصل مقابلے کے جج صاحبان کے روبرو ۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو بھرپور فصل کاٹی۔

موہن لال کو اپنی محنت اور جانفشانی کا بھرپور صلہ ملا، اور ان کی زندگی اب قدرے خوشحال ہوگئی لیکن وہ اپنی کسان برادری، چھوٹے موٹے کسانوں کو نہیں بھولے ہیں کیونکہ وہ بھی اسی طبقہ کے فرد ہیں۔ وہ اپنے گاؤں میں کھیتی باڑی کے جدید اور بہتر طریقے کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ وہ انعام میں ملی پانچ ہزار روپے کی رقم اپنے دوسرے بھائیوں، چھوٹے موٹے کسانوں اور ہریجن کسانوں کی کھیتی باڑی کے سدھار میں لگانا چاہتے ہیں جو سماج کے کمزور ترین طبقہ کے فرد ہیں۔

• ترجمہ: عبدالوحید خاں جامعی

خیر سگالی

خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

خندہ پیشانی، چمکتی آنکھیں، دلفریب مُسکراہٹ، میانہ قد، فیض صاحب کی فوجی شخصیت کو چھپا کر قلندرانہ شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ فیض صاحب ہمہ جہتی اور ہمہ گیر اوصاف کے حامل ہیں۔ یہ پروفیسر رہ چکے ہیں اور آج بھی ان کا محبوب رول رہی ہے۔ حالانکہ طبعاً کم گو اور کم سخن ہیں۔ یہ قطرتاً باغی ہیں اور بغاوت کی مُہر ان پر لگ چکی ہے۔

۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۵ء تک سازش راولپنڈی کے مقدمہ میں یہ قید رہے۔ سرکار تو سرکار اخباروں، اشتہاروں اور جلسے جلوس کے ذریعہ انھیں گولی کا نشانہ بنانے کا بھی مطالبہ کیا جاتا رہا۔ وہ تو اُردو ادب اور اُردو والوں کی خوش نصیبی تھی کہ ان کا بال بیکا نہ ہو سکا۔ پھر یہ ثقافتی امور کے مشیر رہے سفارتی مقام بھی حاصل رہا اور آج یہ پھر سے اُردو کی خدمت میں مصروف ہیں۔

فیض صاحب کا رشتہ روایت سے ہے اور ان کی زندگی ایسی روایات پر منحصر رہی ہے کہ جس کا ساتھ زمانے نے دیا، دیس نے دیا پوری نسل نے دیا اسی لئے کہ اس وقت غلامی کے خلاف جنگ تھی اور منزل معین تھی اور اس منزل کی طرف سب ہی جادہ پیما تھے۔ لہٰذا ایسے دور میں تاثرات کچھ اس طرح اُبھرتے ہیں اور احساسات کو اس طرح ٹھیس لگتی ہے کہ غمِ جاناں غمِ دوراں دونوں ہی ایک ہو جاتے ہیں اور ان کا پرتو عشقیہ اور سیاسی شاعری میں یکساں نظر آتا ہے۔ فیض صاحب کا کہنا ہے کہ غزل سیاست ہی سے شروع ہوئی ہے کہ جو بات ESHTABLISHMENT کے خلاف اور طریقے سے یا کھلے بندوں نہ کہی جا سکے وہ غزل کے رنگ میں کہی جاتی رہی ہے۔ عشق اور انقلاب کی حدیں الگ نہیں رہتیں اور شاعری تمام حساس دلوں کی ساعد نوازی کرتی ہے اور دلوں میں اُتر جاتی ہے۔ یہی فن، یہی خوبی فیض صاحب کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ ہمیشہ دنیاوی بندشوں سے آزاد رہے اور آج بھی خود کو ہر طرح آزاد محسوس کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ؎

متاعِ لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبو لی ہیں اُنگلیاں میں نے

زباں پہ مُہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے

فیض صاحب کا کہنا ہے کہ جب کوئی بہت سے دوستوں میں بیٹھتا ہے تو بہت سی باتیں، بہت سی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ پُرانی کیفیات لوٹ آتی ہیں بہت سارے قصے ہوتے ہیں چنانچہ انھیں تاثرات کو انھوں نے بمبئی میں ایک غزل کی صورت میں قلم بند کیا ہے ؎

تری اُمید ترا انتظار جب سے ہے!
نہ شب کو دن سے شکایت نہ دن کو شب سے ہے

کسی کا ذکر جو کرتے ہیں تیرے نام رقم
گلہ ہے جو بھی کسی سے ترے سبب سے ہے

ہوا ہے جب سے دلِ ناصبور بے قابو !
کلام تجھ سے نظر کو بڑے ادب سے ہے
اگر شرر ہے تو بھڑکے جو پھول ہے تو کھلے
طرح طرح کی طلب تیرے رنگِ لب سے ہے
کہاں گئے شبِ فرقت کے جاگنے والے
ستارۂ سحری ہم کلام کب سے ہے

انڈین کونسل آف کلچرل ریلیشنز کی دعوت پر فیض صاحب ہندوستان آئے ہیں۔ شری اٹل بہاری واجپائی وزیر خارجہ، اس کونسل کے صدر ہیں۔ فیض صاحب سے خلوص رکھتے ہیں اور ان کی شاعری سے محبت کرتے ہیں اردو کو ہندوستان، پاکستان کو جوڑنے والی کڑی سمجھتے ہیں۔

دلی میں سب سے پہلا پبلک جلسہ آزاد بھون میں ان ہی کی صدارت میں ترتیب دیا گیا تھا۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ان کے شاندار استقبال ہوئے ۔ مہاراشٹر سرکار نے بھی فیض کو اپنا مہمان بنا کر اردو نوازی کا ثبوت دیا۔

۲۵ اگست ۱۹۷۸ء کی شام کو مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکاڈمی کی جانب سے فیض احمد فیض و بیگم فیض کے اعزاز میں بھولا بھائی آڈیٹوریم میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ حکومت مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے مالیات، محنت، پروٹوکول اور اوقاف، ڈاکٹر اسحق جمخانہ والا نے منعقدہ جلسہ کی صدارت کی۔ چیرمین اردو اکاڈمی ڈاکٹر رفیق زکریا نے فیض و بیگم فیض کا استقبال کیا۔ سیکریٹری نے اکاڈمی کی کارکردگی کی مختصر روداد پیش کی۔ جناب علی سردار جعفری اور جناب ظ انصاری نے فیض کی شاعرانہ عظمت بیان کی۔

اس جلسہ میں بیگم فیض نے بطور خاص شرکت کی۔ بیگم فیض ۴۰ سال بعد بمبئی تشریف لائی تھیں۔

شادی کے فوری بعد ہندوستان براہ بمبئی آئی تھیں اس کے بعد یہ دوسرا موقع ہے کہ دونوں نے مل کر اپنی خوشگوار پرانی یادوں کو تازہ کیا۔ دوست احباب سے ملے۔ بے تکلف صحبتیں رہیں شعر و سخن کی محفلیں سجیں، اور سنواری گئیں۔

اُردو اکاڈمی کے جلسہ کے اس اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے فیض صاحب نے حکومت مہاراشٹر کی سراہنا کی اور تالیوں کی گونج میں کہا کہ اردو ہم سب کا سرمایہ ہے جو نہ صرف راس کماری سے درۂ خیبر تک بولی اور سمجھی جاتی ہے بلکہ دنیا بھر میں مقبول ہے اور دلی، لکھنؤ، حیدرآباد سے ہوتی ہوئی اب بمبئی میں ہندوستان بھر کے چوٹی کے شاعروں، ادیبوں اور صحافیوں کی موجودگی میں پروان چڑھ رہی ہے۔ ہندوستانی فلمیں ہندی کی چھاپ کے باوجود اردو زبان کا روپ رنگ لئے ہوئے ہیں۔"

مختصر تقاریر کے بعد مہمان شعراء، انور مرزاپوری، ہلال رامپوری، اور معین احسن جذبی نے اپنا کلام سنا کر فیض صاحب اور سامعین کو محظوظ کیا۔ اس کے بعد فیض کے کلام سنانے کا سلسلہ ایسا چلا کہ لگتا تھا کہ ان کے شائقین اور ان کے کلام کے عاشق انھیں چھوڑیں گے نہیں فیض صاحب نے اپنی پسند سے بڑی دیر تک اپنا کلام سنایا پھر اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لا کر کہا۔ اب سنئے نور جہاں کو۔ پھر کہا مہدی حسن کو سنئے۔ ملکہ پکھراج کو سنئے ۔ لطیفہ سنجی کی یہ ادا بڑی دلچسپ ہے۔ کہ موسیقار شاعر کے کلام کا حوالہ دیتا ہے، مگر یہاں پر شاعر نے اپنے موسیقاروں کا حوالہ دیا۔

مہاراشٹرا اسٹیٹ اُردو اکاڈمی کی جانب سے دیئے گئے استقبالیہ میں وزیر مملکت برائے مالیات محنت، پروٹوکول اور اوقاف ڈاکٹر ایم اسحق جمخانہ والا شری فیض احمد فیض کو ہار پہنا رہے ہیں بائیں جانب اکاڈمی کے سیکریٹری شری خواجہ عبدالغفور مائک پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکاڈمی کی جانب سے دیئے گئے استقبالیہ کے موقع پر (بائیں سے) شری علی سردار جعفری، شریمتی سلمیٰ صدیقی، معزز مہمان جناب فیض احمد فیض، چیرمین مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکاڈمی جناب ڈاکٹر رفیق زکریا، شری راجندر سنگھ بیدی، شری مجروح سلطانپوری، شری معین احسن جذبی، شری صدیقی، شری خواجہ عبدالغفور اور شری ریاض احمد خاں۔

اس کے بعد تو عروس البلاد بمبئی میں کئی خانگی اور مخصوص محفلیں رہیں۔ مہاراشٹر کالج اور مہاتما گاندھی میموریل سینٹر میں علمی و ادبی قسم کی پبلک میٹنگیں رہیں۔ ٹی۔ وی پر ۲۶ اگست ۱۹۷۸ء کو بڑا شاندار مشاعرہ ترتیب دیا گیا جس میں مہمان شعراء بیکل اتساہی، شہریار، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی، معین احسن جذبی شریک تھے۔ مقامی شعراء کرام میں کیفی اعظمی، مجروح سلطانپوری، علی سردار جعفری، حسن کمال، صبا برت، حنا کوثر صاحبہ، افتخار امام صدیقی شریک تھے۔ یہ مشاعرہ ایک بار پھر نشر ہوگا۔

'فن اور شخصیت' کے غزل نمبر کی رسم اجراء ایک شاندار ڈنر پارٹی کے ساتھ جاوید صاحب کے گھر منعقد ہوئی جہاں پر ہندوستان کے نامی گرامی شعراء نے فیض صاحب کو اپنا کلام سنایا اور دل کھول کر ان کا کلام سنا۔

اب پھر سے انتظار ہے کہ فیض صاحب جو جغرافیائی اور سیاسی حدود سے بالاتر ہیں پھر تشریف لائیں ؎

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نوبہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

بقول واجپائی جی ـ "وہ پھر آئیں گے اور بار بار آئیں گے ـ وہ [illegible] کر آئیں گے اور ہم انھیں اپنا سمجھ کر بار بار بلائیں گے"۔

●●

سکندر علی وجد

میری شاعری کا پس منظر

(ایک مختصر خاکہ)

میں نے اڑتالیس برس پہلے اورنگ آباد میں غزل سے شاعری شروع کی۔ اس وقت مجھے نظیر اکبرآبادی کی چند نظمیں اور انیس کے کچھ مرثیے اور فارسی اور اردو کے اساتذہ کے سیکڑوں اچھے شعر یاد تھے۔ میری شاعری کی شہرت اور مقبولیت کا آغاز اس شعر سے ہوا:

وائے دریدہ دامنی گل جو چنے تھے گر گئے
خار ہی خار رہ گئے دامنِ تار تار میں

میں نے اورنگ آباد کے مشاعروں میں ترنم سے غزلیں سنانے کی ابتداء کی تو مولانا عبدالرب کوکب حیدرآبادی نے مجھے "وجد" تخلص عنایت فرمایا۔ صدرِ اعظم دولتِ آصفیہ مہاراجا کشن پرشاد شاد کی بروقت ہمت افزائی سے مجھ میں خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ مہاراجا کے بعد سر اکبر حیدری صدرِ اعظم ہوئے۔ سر اکبر حیدری کا میری شاعری پر بڑا احسان ہے۔ میری نظم "تاج محل" سن کر انھوں نے 'اجنتا' پر نظم لکھنے کے لئے مجھے تنخواہ کے ساتھ ایک سال کی رخصت دی اور انھیں کے حکم سے اسٹیٹ ہوٹل، اورنگ آباد اور اجنتا کے گیسٹ ہاؤس میں حکومت کے مہمان کی حیثیت سے مجھے اطمینان اور آرام سے قیام کی سہولت ملی۔

میں اورنگ آباد میں سید محمود مغربی اورنگ آبادی، سید غلام ربانی دہلوی اور سید تاج الدین شمیم لکھنوی سے مشورۂ سخن کیا کرتا تھا۔ میرے دو بڑے بھائی میر ممتاز علی اور میر فیاض علی فارسی اور اردو کی کلاسیکی شاعری پر گہری نظر رکھتے تھے۔ میں نے اپنے اشعار شائع کرنے میں ہمیشہ اُن کی رائے پر عمل کیا۔

میرے دوست اور ساتھی سید اشفاق حسین ایم۔ اے (عثمانیہ) اُردو ادب کے ایک دیدہ ور نقاد تھے۔ جس طرح غالب، مصطفیٰ خاں شیفتہ کی پسند کے بغیر اپنی غزل دیوان میں نہیں لکھتے تھے اسی طرح میں بھی اشفاق کے مشورے کو اہم سمجھتا تھا۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق آٹھ برس میرے علمی اور ادبی رہنما رہے۔ اپنی زبان کی محبت کا جنون مولوی صاحب ہی کی دین ہے۔

رائے مشورہ کا یہ دَور طالب علمی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اس کے بعد میرا ذوق اور مطالعہ ہی میرا ادبی رہبر و مددگار رہا۔ عدالتی کام کی ٹریننگ کے لئے میں ۱۹۲۷ء سے ۱۹۲۹ء تک سیتاپور (یوپی) میں رہا۔ وہاں نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی ڈپٹی کمشنر تھے۔ اب ان سے ادب، زبان اور شاعری کے بارے میں زرا اعلا سطح پر تبادلۂ خیال کا سلسلہ شروع ہوا۔

اثر صاحب غزل کے اُستاد اور قادر الکلام شاعر ہونے کے علاوہ فنِ شعر کے نہایت واقف کار نقاد بھی تھے۔ اردو شاعری توان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ مجھے اثر صاحب سے زبان و بیان کے نازک مسئلوں اور اصولوں کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی۔ اثر صاحب لکھنوی تہذیب (شرافت، وضع داری اور اخلاص) کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اُس زمانے میں لکھنؤ اُردو شاعری کا گہوارہ تھا۔ ہر طرف مشاعروں، ادبی محفلوں اور مجلسوں کی دھوم تھی یہ ماحول میری شاعری کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ ہر مہینے میں کم سے کم میرے دس دن لکھنؤ میں گذرتے تھے۔ وہاں اُردو کے بے مثال ادیب، ادر مدیر، نیاز فتح پوری سے بھی اکثر ملنا ہوتا تھا۔ وہ کم آمیز لیکن ہنگامہ پسند آدمی تھے۔ ادب، مذہب، سیاست ہر موضوع و مسئلے پر نہایت دلچسپ گفتگو کرتے تھے۔ فارسی اور اردو شاعری کے بہترین جاننے اور پرکھنے والے تھے۔ نیاز، میر، مومن اور داغ کے عاشق تھے لیکن غالب اور اقبال کے منکر بھی نہیں تھے۔ نوجوانی، فرصت و فراغت اور سازگار علمی فضا نے میری شاعری کو نئی تازگی اور توانائی بخشی۔ یہ میری زندگی کا بہترین دَور تھا۔

رہِ زندگی سے جو گزرے غزلخواں
اُن آوارہ لمحوں کو جی ڈھونڈتا ہے

اُردو کے بعد فارسی شاعری میرا سرمایۂ نشاط و انبساط ہے۔ اُردو میں وَلی اورنگ آبادی سے جوش ملیح آبادی تک اور فارسی میں فردوسی سے قاآنی تک تمام اہم شاعروں کا کلام میں نے بڑے شوق اور غور سے پڑھا ہے اور ان کے سیکڑوں اشعار مجھے یاد ہیں، لیکن مجھے اپنی کوئی نظم یا غزل پوری یاد نہیں ہے۔ میں میٹرک سے ایم۔ اے (ابتدائی) تک اُردو، فارسی اور انگریزی زبان و ادب کا طالب علم رہا ہوں اور انگریزی کے توسط سے دنیا کے اکثر مشہور اور مستند قدیم و جدید شاعروں کا کلام میری نظر سے گزر چکا ہے۔ میں عالمی ادبی تنازعوں، تحریکوں

اور تجربوں سے بھی ناواقف نہیں ہوں۔ زوالِ حیدرآباد - ۱۹۴۸ء کے بعد میری شاعری میں بڑی تبدیلی آئی۔ ہر قسم کی کتابوں کے مطالعے کے علاوہ میں ہندوستانی کلاسیکی رقص و موسیقی اور آرٹ کا دلدادہ ہوں۔ مجھے قدیم و جدید مغربی آرٹ — مصوری، پیکر تراشی اور سازوں کی موسیقی سے بھی خاصی دلچسپی ہے۔ فنونِ لطیفہ سے گہرے تعلق غالباً کی بدولت میری شاعری میں وسعت اور تنوع پیدا ہوا ہے۔ اسی لیے میری شاعری کا رنگ و آہنگ میرے ہمعصر شاعروں کی شاعری سے کسی قدر مختلف ہے۔ میں نے قانون سے "لفظ" کا احترام اور محتاط استعمال سیکھا۔ 'لفظ' شاعری کی جان ہے اور "خیال" جسم۔ نوجوان شاعروں اور ادیبوں کے لئے ایلیٹ نے کہا تھا "کاش ان کو لفظ کے صحیح استعمال کا سلیقہ آجائے !" غالب نے بھی ٹھیک ہی کہا ہے ؎

لفظے کہ تازہ ایست بہ مضمون برابر است

میں اپنی شاعری کو دشمن کی نظر سے دیکھنے کا عادی ہوں۔ شاعری میں "آمد" کو الہام اور "آورد" کو گناہ نہیں سمجھتا۔ مجھے یہ تفریق ہی غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہر اعلا تخلیق سو میں ایک حصہ آمد اور ننانوے حصے آورد کا نتیجہ ہوتی ہے اس لیے میں اپنی غزلوں اور نظموں میں اکثر ترمیم، تنسیخ اور اضافہ کرتا رہتا ہوں۔ تمام فنونِ لطیفہ کی طرح شاعری بھی بڑا ریاض چاہتی ہے۔ اعلا شاعری کی منزل تک پہنچنے کا کوئی آسان اور قریب کا راستا نہیں ہے۔ برسوں کی محنت، مشق اور مطالعے کے بعد اچھا شعر کہنے کا سلیقہ آتا ہے — میری نظمیں "ایلورا" آٹھ برس میں "اجنتا" اُنتیس برس میں اور "کاروانِ زندگی" تیس برس میں مکمل ہوئیں۔ "کاروانِ زندگی" مولوی عبدالحق صاحب کی فرمائش سے شروع ہوئی اور ڈاکٹر ذاکر حسین کے تقاضے سے تکمیل کو پہنچی ؎

ہے حسنِ عمل شعر، خردمند جنوں کا
تخلیقِ سخن جوہرِ الماس گری ہے

'مزدوروں کا پیغام، تاج محل، آفتابِ تازہ، نقشِ رنگار، حیدرآباد' میری فی البدیہہ شاعری کے نمونے ہیں۔ میں غزل اپنے شوق اور نشاطِ خاطر کے لیے کہتا ہوں۔ غزل اُردو کی صدا بہار صنفِ سخن ہے۔ اس میں ہر قسم کے جذبے اور خیال کا دلکش اور مختصر لفظوں میں اظہار ہو سکتا ہے۔ غزل کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے اچھے شعر بہت جلد یاد ہو جاتے ہیں۔ ہماری اعلا شاعری کا تین چوتھائی حصہ غزل کی شاعری پر مشتمل ہے۔ اور تقریباً یہی صورتِ حال فارسی شاعری کی بھی ہے۔ آج کل کی تیز رفتار اور کم فرصت زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی غزل بہت اچھی صلاحیت رکھتی ہے اور یہی غزل کی محبوبیت اور مقبولیت کا راز ہے' ؎

زمانے کو فرصت نہیں گفتگو کی
عروسِ سخن یہ اشاروں کے دن ہیں

جب تک اچھے شاعر غزل کہتے رہیں گے غزل زندہ اور تازہ رہے گی۔ آج بھی سعدی، حافظ، میر اور غالب اپنی غزلوں ہی کی وجہ سے زندہ ہیں۔ میں نے اپنے شاعرانہ مسلک کے بارے میں بعض غزلوں اور نظموں میں اشارے کیے ہیں۔ چند اشعار یہ ہیں ؎

خلوت کدۂ حسن و محبت سے نکل آ
کُل عالم موجود ہے شاعر کی قلمرو

روشنی چند مقامات میں محدود نہیں
وجد پرواز کو پابندِ منازل نہ بنا!

رنگین بہانہ ہے فقط نظم و غزل کا
مقصود حقیقت کی یہاں پردہ دری ہے

ہر غزل میں یہی محسوس ہوا
میں نے کچھ اُن سے کہا ہو جیسے

فکر کی آگ میں بنتا ہے سخن ٭ حرفِ پُرسوز دُعا ہو جیسے

شاعری وہ ہے کہ دریاؤں کے نام
کوہساروں کی صدا ہو جیسے

مجھے اپنی نظمیں کاروانِ زندگی، اجنتا، ایلورا، رقاصہ، گہوارۂ مسیح' حسین کی مصوری، نغمے کی موت اور چند غزلیں پسند ہیں۔

اب تک میری شاعری کے چار مجموعے 'لہو ترنگ'، آفتابِ تازہ، اوراقِ مصور اور بیاضِ مریم شائع ہو چکے ہیں۔ آج کل میں' اپنی پینتالیس برس میں کہی ہوئی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نظموں اور غزلوں کے کلیات" جمالِ اجنتا 'جلالِ ہمالہ" مرتب کر رہا ہوں اگرچہ اس میں تین ہزار سے بھی کم اشعار ہیں' لیکن اس نازک اور مشکل کام پر مجھے دو سال سخت محنت کرنی پڑی،

مصحفی ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا !

پچھلے اڑتالیس برس میں مجھے اپنی زبان' اپنے ملک اور دوسرے ملکوں کے بڑے شاعروں کا کلام۔ انگریزی کے توسط سے — پڑھنے کی کافی سہولت اور فرصت ملی۔ اس عظیم شاعری کے مقابلے میں اپنی زبان کی شاعری کم رتبہ اور خود اپنی شاعری تو بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ میں نے اپنا بہترین وقت شاعری پر صرف کیا ہے۔ برسوں کے مطالعے، تجربے اور مشق سے اس کو نکھارا سنوارا ہے' لیکن اب جو دیکھا تو اک یہ بھی دیوانہ پن تھا!

— • —

وائی. ایس بھاوے
چیف ایگزیکیٹو آفیسر

مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی سرگرمیاں

مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن یعنی مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن یکم اگست ۱۹۶۲ء کو مہاراشٹر صنعتی ترقی ایکٹ بابت ۱۹۶۱ء کے تحت قائم کی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مہاراشٹر میں تیزی سے صنعتوں کے قیام اور توسیع و ترقی میں مدد کی جائے۔

قیام کے بعد کارپوریشن نے ریاست کی صنعتی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ریاست میں صنعتوں کے قیام کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے ہر قسم کی بنیادی سہولتیں بہم پہنچائے۔ اس مقصد کے مدنظر یہ کارپوریشن اپنے صنعتی علاقوں میں سڑکوں کی تعمیر، پانی کی فراہمی اور سڑکوں پر روشنی کا انتظام کرتی ہے نیز ڈاک و تار، بنک، پولس اسٹیشن، فائر اسٹیشن، ڈسپنسری، ہوٹل کینٹین، پیٹرول پمپ اور ہارڈویئر شاپس وغیرہ جیسی عام سہولتیں بہم پہنچانے میں مدد کرتی ہے۔

ریاستی حکومت مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ ایکٹ کے باب ۶ کے تحت زمین حاصل کر کے کارپوریشن کی تحویل میں دے دیتی ہے تاکہ وہ سدھار کر موزوں پلاٹ بنائے۔ بعد ازاں یہ سدھاری ہوئی زمین صنعتوں کو الاٹ کی جاتی ہے۔

قیام کے بعد گذشتہ سولہ سال کے عرصے میں ریاست کے کُل ۲۶ اضلاع میں پھیلے ۵۴ صنعتی علاقہ جات سدھار کی غرض سے کارپوریشن کو سونپے گئے۔ کُل ۱۹،۰۶۵،۴۹ ہیکٹر اراضی صنعتی ترقی کے لئے رکھی گئی ہے جس میں سے ۱۵،۰۰۲،۸۷ ہیکٹر اراضی کارپوریشن کے قبضہ میں آچکی ہے۔ ۴۶ صنعتی علاقوں میں ترقی کا کام جاری ہے اور اب تک ۵،۴۱۰ پلاٹ صنعتوں کو تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ریاست بھر میں کارخانوں کی تعداد جن میں پیداواری کام جاری ہے ۲،۵۹۹ ہے اور ان کے ذریعہ ۲۲،۱۳۴ اشخاص کو روزی ملی ہے۔

اہم سرگرمی:

صنعتی علاقہ جات کی ترقی اور موزوں پلاٹ بنانے کے علاوہ گذشتہ دو سال سے شیڈ وغیرہ کی شکل میں حلقہ مکانات کی تعمیر بھی کارپوریشن کی اہم سرگرمی ہے۔ فی الحال کارپوریشن ریاست بھر میں ایسی کُل ۱۵۵ عمارات تعمیر کرا چکی ہے، ان کی تعمیر پر ۵۶۲،۹۲ لاکھ روپے کی رقم صرف ہوئی ہے۔
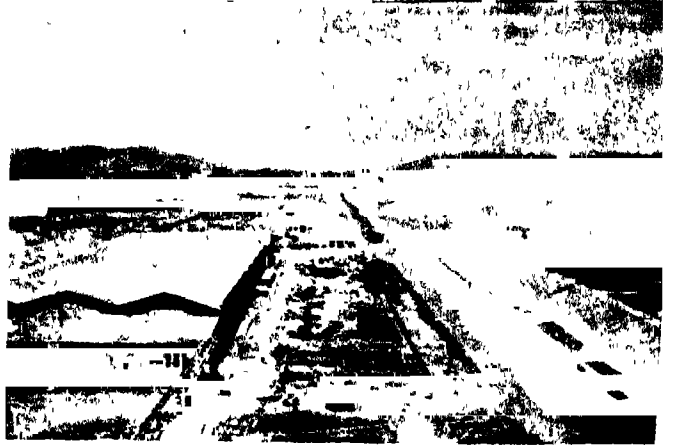
یہ نیار مکانات کرایہ، یا کرایہ ۔ خریداری بنیاد پر خواہشمند صنعتکاروں کو آئندہ قسط وار ادائیگی پر دیئے جاتے ہیں تاکہ پیداواری کام فوراً شروع کیا جاسکے۔

پانی فراہمی:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ریاست بھر میں اراضی اور شیڈ تقسیم کرنے کے علاوہ کارپوریشن کا تیسرا اہم کام پانی فراہمی کی اسکیمات زیرِ عمل لانا ہے۔ پانی صنعتوں خصوصاً کیمیکل صنعتوں کی ایک بنیادی ضرورت ہے جس میں پورے ملک کی کیمکل صنعت میں ریاست کا کافی بڑا حصہ (۴۳ فیصد) ہے۔ اب تک کارپوریشن پانچ بڑی پانی فراہمی اسکیمات پر ۲۵ء۲۸ کروڑ روپے خرچ کر چکی ہے جن کی قوت فراہمی آب ۹ء۱۱۸ ملین گیلن یومیہ ہے۔ ان اسکیموں کے ذریعہ صنعتوں اور گھریلو آبادی (تقریباً دو لاکھ) کی ضروریات کے لئے صاف پانی مہیا کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا پانی فراہمی اسکیمات کے علاوہ جو کارپوریشن اپنے کاروباری کام کے سلسلے میں زیرِ عمل لا رہی ہے، اس نے ہنگامی ضرورت پر فراہمی آب کی متعدد مقامی اسکیموں کو بھی عملی جامہ پہنایا ہے۔ ان مقامی پانی فراہمی اسکیمات کے ذریعہ ان ہی علاقوں کو پانی مہیا کیا جاتا ہے جہاں یہ واقع ہیں۔ بنیادی سہولتوں کے سلسلہ میں ان اسکیموں کا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے۔

کارپوریشن ترقی کے سلسلے میں ریاست کے پسماندہ خطوں کا خاص خیال رکھتی ہے۔ ۱۵,۰۴۷ ہیکٹر اراضی میں سے جو اس کے قبضہ میں آچکی ہے ۵,۹۷۴ ہیکٹر (۳۹ء۷ فیصد) ریاست کے ترقی یافتہ حصوں میں اور لگ بھگ ۹,۰۷۳ ہیکٹر ترقی پذیر خطہ جات میں ہے۔ فی الحال ریاست بھر میں بنیادی سہولتوں کی بہم رسانی کی مد میں ۲۵ء۰۸ کروڑ روپے کی رقم خرچ ہوئی ہے اس میں سے ۱۰ء۳۴ کروڑ روپے (۴۱ء۲ فیصد) ریاست کے ترقی یافتہ حصوں میں جبکہ ۱۴ء۷۴ کروڑ روپے کی رقم (۵۸ء۸ فیصد) ترقی پذیر حصوں میں خرچ ہوئی ہے۔

ملک نے منصوبہ کے تحت ایسی ۵۴ صنعتی بستیاں قائم کی ہیں جو ۲۶ اضلاع میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس نے مختلف صنعتی علاقوں میں ۵۴۰۱ صنعتی پلاٹ تقسیم کئے ہیں۔ اب تک تقریباً ۲,۶۰۰ فیکٹریوں میں پیداواری کام شروع ہو چکا ہے جن میں ۱ء۲۲ لاکھ اشخاص برسرِ کار ہیں۔ ان کارخانوں میں تقریباً ۶۱۲ کروڑ روپے کا سرمایہ لگا ہے اور ان کا سالانہ کاروبار ۱۰۵۱ کروڑ روپیہ بیٹھتا ہے۔

بتدریج ترقی یافتہ حصوں کی جگہ ترقی پذیر حصوں پر خاص زور دیا جا رہا ہے۔ اس مقصد سے زمین اور شیڈ کی تقسیم اور فروخت آب کے معاملہ میں کارپوریشن اپنی قیمت پالیسی استعمال کرتی ہے۔ مثلاً تقریباً تمام پسماندہ خطوں میں زمین کی شرح فروخت ۵ء۲ پیسے فی مربع میٹر ہے جبکہ بمبئی اور پونے کے ترقی یافتہ خطوں میں یہ شرح اراضی کافی زیادہ ہے۔ (یعنی مرول، بڑی بمبئی میں ۱۵۰ روپے فی مربع میٹر، تھانے میں ۹۰ روپے فی مربع میٹر، ٹرانس۔ تھانے کریک انڈسٹریل ایریا یعنی تھانے بیلاپور صنعتی علاقے میں ۹۰ روپے فی مربع میٹر، ڈومبیولی میں ۴۵ روپے فی مربع میٹر اور پونے میں ۴۰ روپے فی مربع میٹر)

جہاں تک شیڈ تقسیم کرنے کا تعلق ہے ترقی یافتہ علاقہ جات میں واقع شیڈ کرایہ۔ خریداری اقساط پر دیئے جاتے ہیں، اصل رقم کی ادائیگی میں ایک سال کی چھوٹ دی جاتی ہے اور غیر ادا شدہ بقایا پر پانچ مساوی اقساط بشرح ۱۷ فیصدی سود۔ اس کے مقابلے میں ترقی پذیر خطوں میں اصل کی ادائیگی میں دو سال کی باضابطہ چھوٹ، نیز غیر ادا شدہ بقایا پر پانچ مساوی اقساط بشرح ۱۵ فیصدی سود نیز اقساط کی بروقت ادائیگی پر دو فیصد چھوٹ دی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ پسماندہ خطوں میں غیر ادا شدہ رقم پر دراصل شرح سود صرف ۱۳ فیصد ہے۔

پانی کے نرخ میں بھی یہی رجحان ہے۔ بیشتر پسماندہ خطوں میں پانی کا نرخ صرف ۵۰ پیسے فی ہزار لیٹر ہے جبکہ ترقی یافتہ خطوں میں یہ نرخ ۸۰ پیسے سے لیکر ۱ء۶۰ روپیہ فی ہزار لیٹر ہے۔ اس طرح ریاست کے پسماندہ خطوں میں ایسی صنعتیں قائم کرنے میں صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جن میں پانی کی کھپت زیادہ ہے۔

زمین سُدھار کر قابلِ فروخت پلاٹ بنانے، تیز پیداوار کے لئے شیڈ کی تعمیر اور اپنے طور پر پانی فراہمی کی بڑی اسکیمات زیرِ عمل لانے کے علاوہ کارپوریشن، حکومت اور مقامی ادارہ جات کی جانب سے "ڈپوزٹ کنٹری بیوشن ورکس"

نامی کاموں کی ذمے داری لیتی ہے۔ ایسے کاموں کے معاملے میں کارپوریشن عمل آوری ایجنسی کے طور پر کام کرتی ہے۔ مثلاً حکومت کے محکمۂ سماجی بہبود کی جانب سے گوریگاؤں میں اسٹوڈیو کمپلیکس کی تعمیر کا کام اسے سونپا گیا جو "فلم نگری" کہلاتا ہے۔ کارپوریشن نے یہ کام کل ۱۹۰ لاکھ روپے کی لاگت سے ایجنسی کی بنیاد پر انجام دیا۔ اسی طرح اس نے حکومت ہند کی وزارت تجارت کے لئے مرول، اندھیری میں "ایس ای پی زیڈ" (سانتا کروز الیکٹرانکس اکسپورٹ پروسیسنگ زون) پروجیکٹ بلڈنگ بنوائی، جس کی کل لاگت ۲۵۱ لاکھ روپے ہے۔ حال ہی میں حکومت ہند نے ایک دوسری اسٹینڈرڈ ڈیزائن فیکٹری کی تعمیر کا مزید کام بھی کارپوریشن کو دینا منظور کر لیا ہے، اس کی تخمینی لاگت ۵۸ء۱ لاکھ روپے ہے اور یہ ایس ای پی زیڈ ہی کے حلقے میں بنائی جائے گی۔

اگلا پروگرام:

کارپوریشن کی سرگرمیاں برابر بڑھ رہی ہیں اور اب یہ ۱۲ نئے صنعتی علاقہ جات یعنی مرباد (۱۳۴ ہیکٹر) بھیونڈی (۲۳۲ ہیکٹر) پاتل گنگا (۱۶۰ ہیکٹر) لوٹے پرشورام (۵۷۲ ہیکٹر) ایڈیشنل کڈال (۱۵۹ ہیکٹر)،
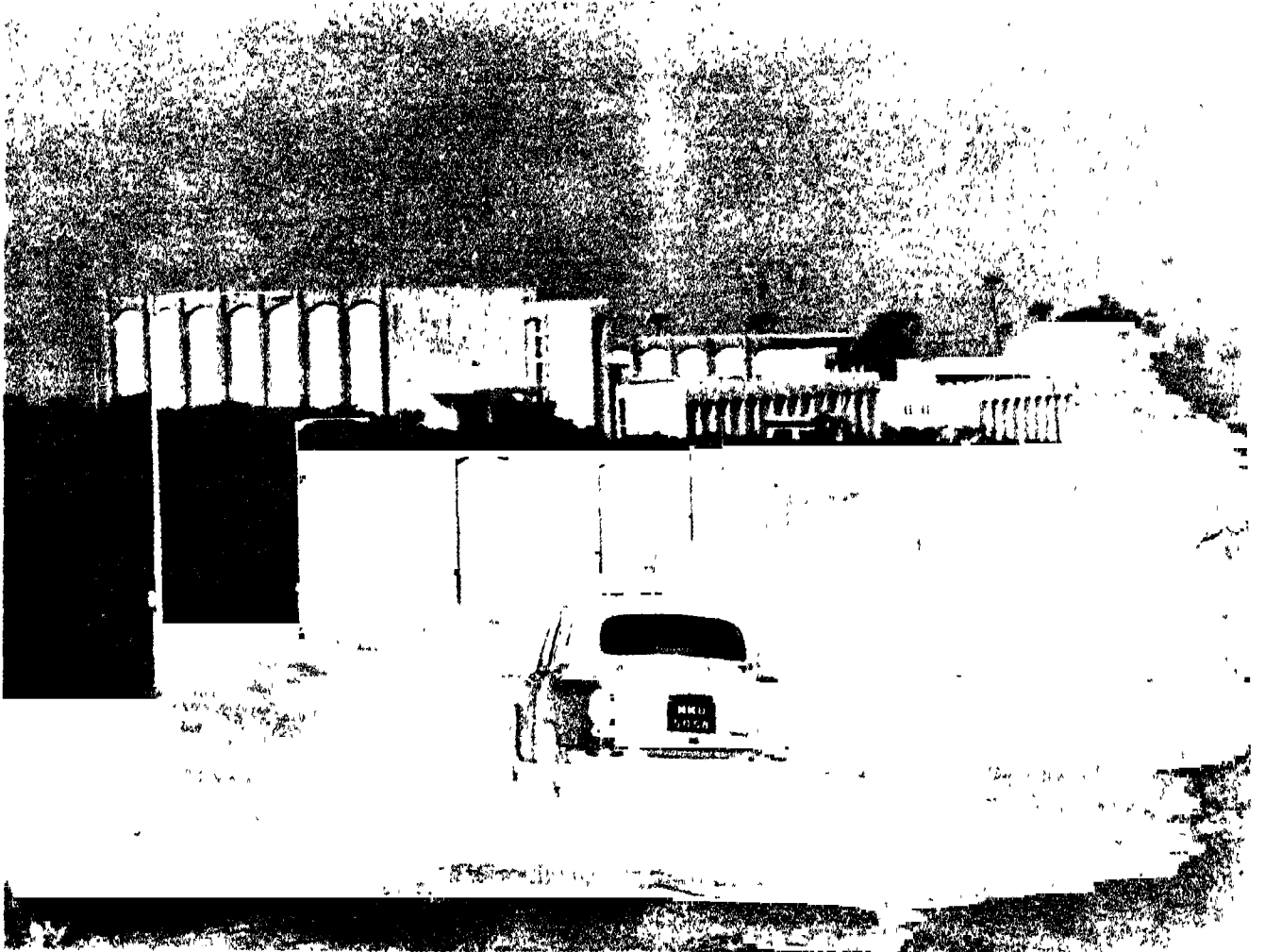
فلم نگری گوریگاؤں (بمبئی) میں اسٹوڈیو کمپلیکس جو ایجنسی کی بنیاد پر مڈک نے تعمیر کیا ہے۔

مڈک کی کامیابیاں ایک نظر میں

نمبر	مد	
۱	صنعتی علاقوں کی تعداد	۵۴
۲	حاصل کی گئی اراضی	۱۵۰۰۳٫۸۷ ہیکٹر
۳	تقسیم شدہ صنعتی پلاٹوں کا رقبہ	۴٫۸۵۴٫۲۳ ہیکٹر
۴	(الف) (ا) تعمیر شدہ شیڈ	۶۵۶
	(ii) زیر تعمیر شیڈ	۳۱۰
	(ب) فلیٹ ٹائپ بلڈنگوں میں گالے	۲۲۹
۵	پانی سپلائی کی گنجائش	۶٫۷۳٫۰۰۰ ایم۔ ۳۔ ڈے
۶	تعمیر شدہ سڑکوں کی لمبائی ... ... (تا مارچ ۱۹۷۶ء)	۵۴۱٫۷۰ کیلومیٹر
۷	کارخانہ جات جاری	۲٫۵۹۹
۸	سرمایہ کاری کی گنجائش	۶٫۱۱٫۱۵۷٫۳۵ لاکھ روپے
۹	ملازمت کی گنجائش	۱٫۲۲٫۱۳۴
۱۰	تیار شدہ مال کی قیمت	۱۰٫۵۱٫۵۴٫۲۹ لاکھ روپے
۱۱	صنعتی علاقوں پر خرچ	
	(i) ترقی یافتہ حصے	۹٫۱۱٫۹۶ لاکھ روپے
	(ii) ترقی پذیر حصے	۱۲٫۹۲٫۱۵ " "
۱۲	فلیٹ ٹائپ بلڈنگوں میں شیڈ اور گالے پر خرچ	۴٫۷۶٫۱۵ " "
۱۳	پانی سپلائی اسکیمات پر خرچ	۲۶٫۴۴٫۵۰ لاکھ روپے
۱۴	موصولہ آمدنی	
	(i) پانی کی فروخت سے آمدنی	۴٫۴۶٫۷۴ " "
	(ii) پلاٹ، شیڈ اور گالے کی فروخت سے آمدنی ...	۲٫۲۹٫۴۱ " "

ایڈیشنل سولاپور (۲۹۰ ہیکٹر) کھراڈی (پونے - ۲۱۴ ہیکٹر) ایڈیشنل ستارا (۲۲۳ ہیکٹر) گوکل شیر گاؤں (نزد کولہاپور - ۲۱۶ ہیکٹر) ایڈیشنل احمد نگر (۴۵۰ ہیکٹر) کامٹی کنہان (نزد ناگپور - ۱۲۹ ہیکٹر) اور کلمبیتور (۱۲۴ ہیکٹر) کا کام بھی سنبھال رہی ہے۔

۱۔ صنعتی علاقہ جات کارپوریشن نے ۱۳ء۲ کروڑ روپے کی لاگت سے میں ۴۵۲ شیڈ کی تعمیر کے لئے ایک پروگرام منظور کیا ہے جس کی تفصیل

حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	علاقے کا نام	زیر تعمیر شیڈ کی تعداد	تخمینی لاگت تعمیر (لاکھ روپے)
۱	۲	۳	۴
۱	تلوجہ	۱۱۵	۴۵٫۸۱
۲	تاراپور	۲۶	۱۴٫۲۵
۳	احمد نگر	۱۰	۴٫۳۵
۴	ڈومبیولی	۶۱	۳۱٫۲۳
۵	پمپری	۴۲	۱۷٫۲۳
۶	ناشک	۵۵	۳۹٫۲۳
۷	امبرناتھ	۳۲	۱۲٫۲۸
۸	بدلاپور	۳۰	۱۳٫۱۸
۹	ٹرانس ۔ تھانہ کریک	۷۳	۳۲٫۶۴
۱۰	کڑال	۸	۳٫۰۸
		۴۵۲	(۲٫۱۳ کروڑ روپے)

تمام علاقوں میں (ٹرانس ۔ تھانہ کریک اور پونے کے سوا) تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اور اُمید ہے کہ ۱۹۷۸ء میں پورا ہو جائے گا۔ ٹرانس ۔ تھانہ کریک اور پونے میں شیڈ کی تعمیر کا کام ٹینڈروں کی تکمیل کے بعد جلد ہی شروع ہو جائے گا۔

کولہاپور، تلوجہ، احمد نگر، روہا، تاراپور، جلگاؤں اور رتناگیری میں عام مراکز سہولت کی تعمیر کا کام ۵۳ لاکھ روپے کی تخمینی لاگت سے شروع ہو چکا ہے۔ ان عام مراکز پر بینک کی عمارت، پوسٹ آفس، ایک مقیم ڈاکٹر کے تحت ایک ڈسپنسری، مہمان خانہ اور ٹیلیفون ایکسچینج کی سہولت ہوگی۔ اس قسم کے عام مراکز سہولت ناشک، اورنگ آباد اور ناگپور میں تعمیر کئے جا چکے ہیں۔ ان مقامات پر جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ایسے مراکز کی تعمیر کا کام ۱۹۷۸ء کے اختتام تک پورا ہو جانے کی اُمید ہے' البتہ رتناگیری اور کولہاپور میں یہ کام مارچ ۱۹۷۹ء تک پورا ہوگا۔

کارپوریشن نے چار مقامات یعنی ناشک، تاراپور، احمد نگر اور روہا میں ۴۰ لاکھ روپے کی لاگت سے تفریحی مراکز کی تعمیر کی منظوری دی ہے۔ نقشہ اور تفصیلی تخمینہ جات کی تیاری کا کام پورا ہو چکا ہے' اصل تعمیری کام جلد ہی شروع ہو جائے گا اور مارچ ۱۹۷۹ء میں اس کے پورا ہو جانے کی توقع ہے۔

کیمیادی صنعتوں کے گندے پانی وغیرہ کو بہانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی مرکزی ایجنسی زیر زمین ڈرینج سسٹم کی سہولت بہم پہنچائے۔ اس کارپوریشن نے فی الحال روہا میں (۸۶ لاکھ روپے) اور کلیان ۔ بھیونڈی میں (۶ لاکھ روپے) کے سرمائے سے زیر زمین ڈرینج کام پورے کر لئے ہیں۔ زیر زمین ڈرینج کی تعمیر کا کام صنعتی علاقے ڈومبیولی میں (۵۸ لا

روپے) اور ٹرانس۔ تھانے کھاڑی میں (۸۱ لاکھ روپے) پورا ہو چکا ہے۔ تلوجہ اور سولاپور میں جلد ہی کام شروع کیا جانے والا ہے۔

مزید برآں نکاس کے لئے ایک زبردست پروگرام برائے سال ۱۹۷۸-۷۹ء پیش نظر ہے۔ اور اس مقصد سے بجٹ میں ۴۷،۱ لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ تجویز یہ ہے کہ ایسے علاقوں میں جنھیں کیمیکل ایریا قرار دیا گیا ہے (تاراپور، پاتال گنگا، ڈومبیولی، ٹرانس۔ تھانہ کریک، امبرناتھ) کیمیاوی صنعتوں کے گندے پانی وغیرہ کو بہانے کے لئے نکاس کی کافی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

کارپوریشن نے فائر اسٹیشن روہا میں (۶ لاکھ روپے) اور تاراپور میں (۶ لاکھ روپے) قائم کئے ہیں۔ ان فائر اسٹیشنوں پر ہر ایک کے لئے ایک ایک فائر ٹینڈر بھی مہیا کیا گیا ہے۔ ان کے فائر مینوں اور اسٹاف کے لئے رہائشی مکانات بھی مہیا کئے گئے ہیں۔

تلوجہ، روہا اور ناگپور کے صنعتی علاقوں میں مکمل پولس اسٹیشن نیز اسٹاف کوارٹر تعمیر کئے گئے ہیں جبکہ ناشک اور تاراپور میں یہ زیرِ تعمیر ہیں۔ جلگاؤں اور کولہاپور میں پولس چوکیاں اور اسٹاف کوارٹر زیرِ تعمیر ہیں۔

ان تمام پولس تھانوں، چوکیوں اور اسٹاف کوارٹروں کی کُل لاگت تخمیناً ۳۵ لاکھ روپے ہے۔ تعمیر کا کام ۱۹۷۸ء میں مکمل ہوگا۔ فی الحال ناگپور، روہا اور تلوجہ میں پولس اسٹیشنوں کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد محکمۂ پولس نے انھیں لے لیا ہے۔

ٹیلیفون ایکسچینج اور ٹیلیکس کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے عمارتوں کی تعمیر، روہا میں (۲۵ء۱ لاکھ روپے) اور احمدنگر میں (۵ء۱ لاکھ روپے) جاری ہے تعمیر کا یہ کام جون ۱۹۷۹ء تک پورا ہو جائے گا۔

صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی کارگذاری
ڈومبیولی میں پانی کی فراہمی

وزیرِ شہری ترقی، شری ہشّو اڈوانی نے ڈومبیولی قصبہ (ضلع تھانے) میں پانی سپلائی کا افتتاح ایک سادہ تقریب میں کیا جو حال ہی میں یہاں منعقد ہوئی تھی۔

نئی پائپ لائن کے افتتاح سے ڈومبیولی قصبہ میں پانی کی کھپت روزانہ ۴ ملین گیلن سے بڑھ کر روزانہ ۹ ملین گیلن ہو جائے گی۔

مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے کل ۱۲ لاکھ روپے کی لاگت سے یہ پروجیکٹ شروع کیا تھا۔ جو صرف چھ ماہ کی قلیل مدت میں ہی پورا ہو گیا اس کے ذریعہ قصبہ میں پانی کی قلت دور ہو جائے گی جو گذشتہ چند سال سے محسوس کی جا رہی تھی۔

ڈومبیولی دیس بھر میں ایسا شہر ہے جہاں بڑی تیزی سے ترقی رونما ہو رہی ہے۔ شہر کی آبادی اس کے پورے حلقہ کو ملا کر ۲ء۱ لاکھ ہو چکی ہے۔ یہاں مکمل میونسپل کونسل ہے۔ مڈک نے ۳۵۵ ہیکٹر زمین پر پھیلی ایک بڑی صنعتی بستی قائم کی ہے جس میں چھوٹے صنعت کاروں کے لئے ۲۰۰ شیڈ ہیں۔

پانی کی فراہمی بڑھانے میں مڈک نے ڈومبیولی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کا خیال رکھا ہے۔ جو ۱۹۹۱ء تک اس کی آبادی کو محسوس ہو سکتی ہے۔

فی الحال مڈک نے اس علاقہ پر کل ۱۲۱ لاکھ روپے کے لگ بھگ رقم لگائی ہے (اس میں تعمیر شدہ شیڈ کی لاگت شامل نہیں ہے۔ جو اندازاً ۱۰۰ لاکھ روپے سے زیادہ ہے) یہ صنعتی علاقہ کیمیاوی صنعتوں کے لئے مخصوص ہے جہاں پانی کی کھپت زیادہ ہے۔ لہٰذا مڈک نے صرف شہری نہیں بلکہ صنعتوں کے لئے بھی کافی پانی مہیا کرنے کا انتظام کیا ہے۔

اس علاقہ میں پانی فراہمی پر اب تک ۴۰ لاکھ روپے کی رقم صرف کی جا چکی ہے۔ ۲۰ لاکھ روپے کی مزید رقم ۱۹۷۸ء کے اختتام تک خرچ کی جائے گی اس اثنا میں زیرِ زمین ڈرینج سسٹم پورا ہو جائے گا۔ اس کام پر اب تک ۵۵ لاکھ روپے کی رقم صرف کی گئی ہے۔

اس علاقہ میں اب ۹۰۰۰ کے لئے روزگار کی گنجائش پیدا ہو گئی ہے۔ اس علاقے میں جاری کارخانوں میں کل ۱۸ کروڑ روپے کا سرمایہ لگا ہے اور سالانہ کاروبار ۴۶ کروڑ روپے کا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی مڈک نے اس حلقہ میں تعمیر مکانات کا کام بھی شروع کیا ہے۔ تاکہ کاریگر آبادی کی رہائشی ضروریات پوری ہو سکیں۔

جوابِ طلب اُمور کیلئے جوابی خط بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پورا پتہ اور حوالہ نمبر تحریر فرمایئے۔ (ادارہ)

'مڈک' کی قائم کردہ ایک صنعتی بستی میں تیزی سے زیرِ تعمیر ایک کیمیکل فیکٹری۔ یہ 'مینار نما' پلانٹ ہے جہاں سے 'کثافت' خارج کی جاتی ہے۔
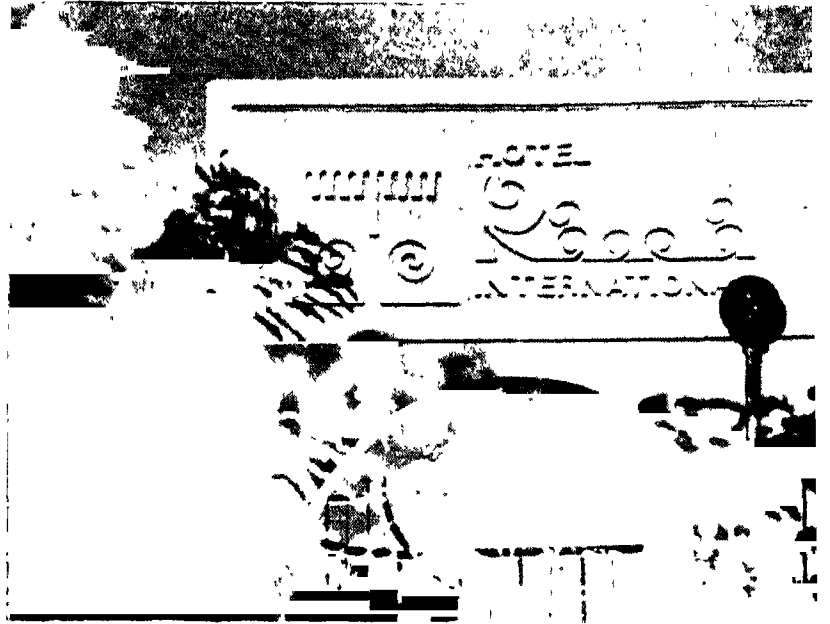
چکھل تھانہ، اورنگ آباد میں
فائیو اسٹار ہوٹل «راما انٹرنیشنل»
کی عمارت کا ایک رخ

'مڈک' کا 'تقطیرِ آب' پلانٹ
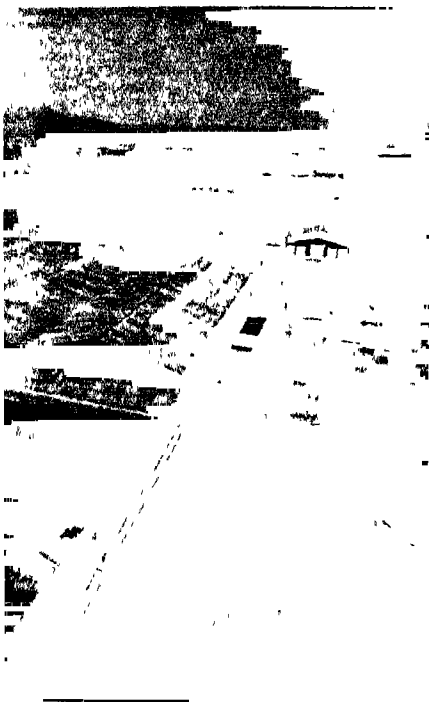
چکلٹھانہ انڈسٹریل ایریا، اورنگ آباد میں ’فائیو اسٹار ہوٹل‘ جو اب ملک میں سیاحت کا ایک بڑا مرکز بن گیا ہے۔

• • •

’مڈک‘ کی جانب سے مہیا کی جانے والی سہولتوں میں آگ بجھانے کا ساز و سامان قابلِ ذکر ہے۔

’مڈک‘ کا اصل کام ریاست کے مختلف حصوں میں صنعتی علاقے قائم کر کے وہاں زمین سُدھار، جوڑ راستے، پانی فراہمی اور بجلی جیسی بُنیادی سہولتیں بہم پہنچانا ہے۔ ’مڈک‘ نے اب تک ایسے ۴۵ علاقے قائم کئے ہیں جن میں سے ۴۲ غیر ترقی یافتہ علاقوں میں ہیں۔ اور مہاراشٹر کے تمام اضلاع ان کے حلقے میں آجاتے ہیں۔

اُوپر کی تصویر میں روہا (ضلع قلابہ) میں ایک صنعتی حلقہ کا منظر۔ بازو کی تصویر میں روہا جاتے ہوئے راستے میں ’مڈک‘ کے تعمیر کردہ انڈسٹریل شیڈ نظر آرہے ہیں۔

مختلف کیمیکل صنعتوں سے خارج ہونیوالے گندے پانی وغیرہ کے نکاس کا بندوبست، تاکہ فضا آلودگی سے محفوظ رہے۔
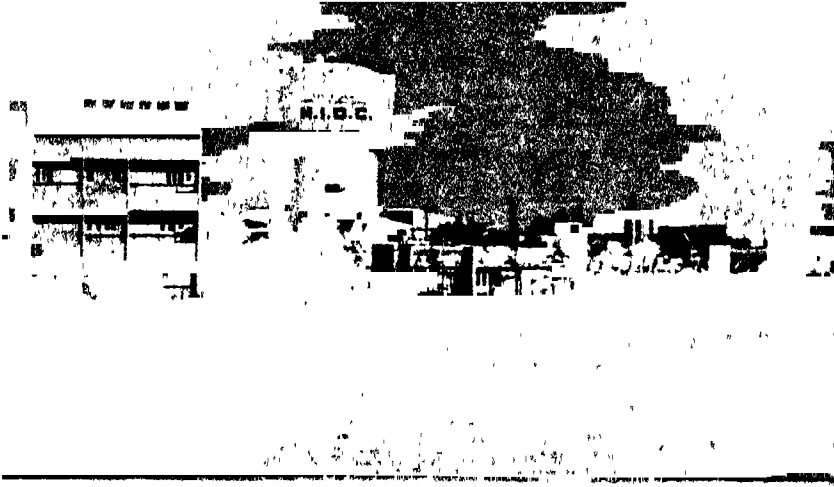
پانی صنعت کی اہم ترین بنیادی ضرورت ہے۔ 'مڈک' اپنے ہر صنعتی علاقے کے لئے کافی پانی فراہمی کا بندوبست کرتی ہے۔ اس نے کئی مقامات پر خود اپنے 'واٹر سپلائی ورکس' قائم کئے ہیں۔ 'مڈک' کے ان واٹر ورکس کی ٹوٹل سپلائی ۶,۷۳,۰۰۰ مکعب میٹر یومیہ ہے۔ اوپر کی تصویر میں جکھل سفانہ میں 'پانی فراہمی اسکیم' اور نیچے کی تصویر میں جمبھول میں واقع 'فلٹریشن پلانٹ' کی اندرونی جھلک۔ یہ بڑی واٹر ورکس کا ایک حصہ ہے اور اس کی فیڈ سپلائی ۹۴ ملین گیلن یومیہ ہے۔
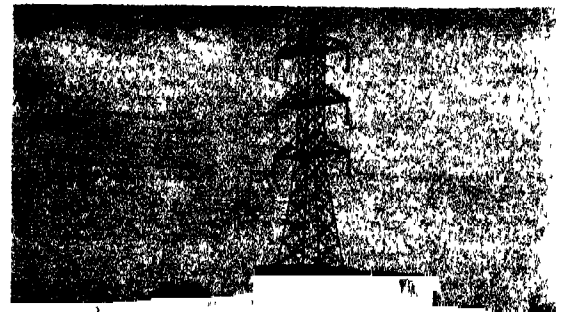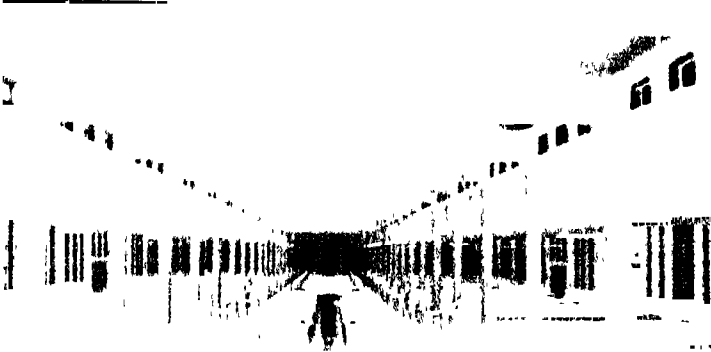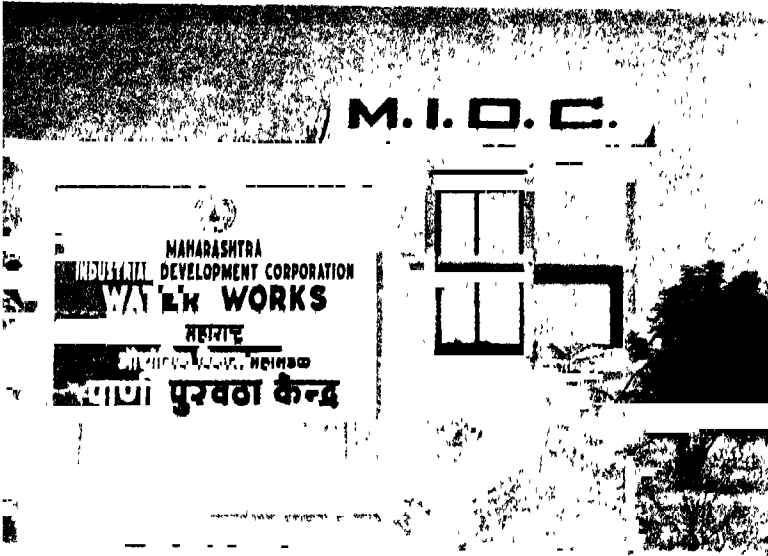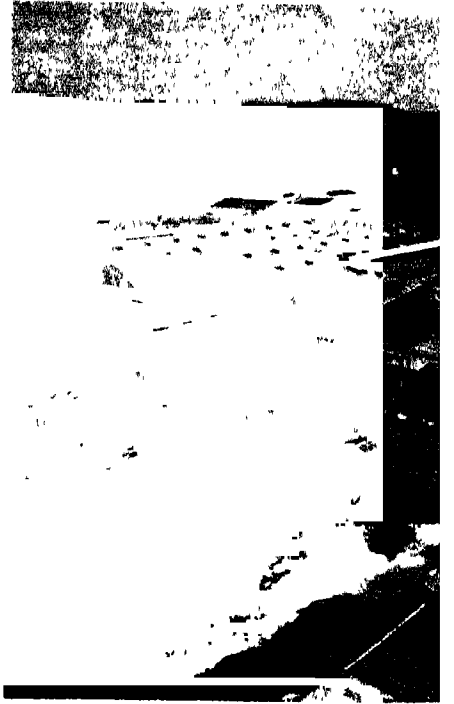
DEVELOPMENT EXPENDITURE ON INDUSTRIAL AREAS, ESTATES AND WATER SUPPLY SCHEMES AS ON 31ST MARCH 1977

MIDC WATER SUPPLY SCHEMES 1963-1977

CAPACITY IN THOUSAND CUBIC METRES PER DAY

ACTUAL CONSUMPTION IN CUBIC METRES (MAX.) PER DAY

700
600
500
400
300
200
100
0

1963 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 MARCH

700
670
600
500
400
300
200
100
0

PER DAY IN THOUSAND CUBIC METRES

نرخنامہ:

بمبئی، تھانے، پونے حلقہ سے دور

ریاست کے ترقی پذیر حصوں کی جانب صنعتوں کی توجہ مبذول کرانے کی غرض سے مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے نرخ نامہ اس طرح بنایا ہے کہ بمبئی سے دور جانے پر زمین کی قیمت بتدریج گھٹ جاتی ہے چنانچہ بمبئی میں یہ قیمت ۱۵۰ روپے فی مربع میٹر ہے جبکہ ریاست کے زیر ترقی حصوں میں یہ صرف ۲٫۵۰ روپے فی مربع میٹر رہ جاتی ہے۔

پلاٹوں پر شرح پریمیم (شرح فی مربع میٹر) یہ ہے۔

مقام	شرح
مرول	۱۵۰ روپے
تھانے، ٹی ٹی سی اور کلوا	۹۰ 〃
میرا	۵۰ 〃
ڈومبیولی، تلوجہ	۴۵ 〃
پونے۔ امبرناتھ	۴۰ 〃
بدلاپور	۳۵ روپے
تاراپور	۲۰ 〃
ناشک	۱۸ 〃
روہا	۹ 〃
اورنگ آباد	۱۲ 〃
کولھاپور، ناگپور، جلگاؤں	۸ 〃
احمدنگر	۱۰ 〃
ستارہ	۵ 〃
دیگر تمام علاقے (یعنی اکولہ، ایوت محل، چندرپور، وردھا، گونڈیا، گھوگھوز، جالنہ، بیڑ، ناندیڑ، دھولے، سانگلی، میرج، اسلام پور، سولاپور، لاتور، پیٹھن، کڈال، رتناگیری اور چپلون)	۲٫۵۰ 〃

••

وزیر مملکت برائے مالیات [illegible] جمی [illegible] نے یکم ستمبر کو بمبئی میں ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران چھوٹی بچت [illegible] کی نمایاں کارگذاری [illegible] حوصلہ افزائی تقسیم کئے۔ تصویر اسی موقع کی ہے۔

ڈاکٹر خلیل اللہ خاں
لیکچرر۔ گورنمنٹ پالی ٹکنیک۔ لکھنؤ

مولانا عبدالماجد دریابادی - چند تاثرات

مولانا عبدالماجد دریابادی علم و ادب اور تصوّف کی دنیا کا ایک درخشاں ستارہ تھے جس کی تابندگی سے اب ہم محروم ہوگئے ہیں کیونکہ پچھلے سال ان کی رُوح پرواز کرکے عالمِ بقاء میں پہنچ گئی، لیکن ان کے نصائح اور عبرت آمیز درس ہماری رُوح اور دماغ کو تازگی بخش رہے ہیں وہ ایک عالم، مُبلّغ، دانشور، صوفی اور ادیب تھے۔ وہ اپنے درس اور جانفزا خیالات سے دنیا کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک فیضیاب کرتے رہے۔

میں مولانا کی روحانی عظمت کے بارے میں بہت کچھ سُنا کرتا تھا اور ان کی علمی قابلیت کے بارے میں پڑھا کرتا تھا۔ صدق جدید، جس کا دفتر آج بھی گوئن روڈ چوراہے پر لکھنؤ میں ہے ان کے خیالات اور ادبی قابلیت کو عوام تک پہنچانے کا ایک ذریعہ تھا۔ میرا تحقیقی مقالہ ریاض خیرآبادی حیات و ادبی خدمات ۱۹۷۲ء میں منظرِ عام پر آیا جس کے لئے گورکھپور یونیورسٹی سے مجھکو P.H.D کی ڈگری دی گئی۔ ۲۲ مئی ۷۲ء کے "قومی آواز" میں میری تصویر کے ساتھ موٹے موٹے الفاظ میں شائع ہوا "ایک ریاضی داں کا ریاض خیرآبادی پر تحقیقی مقالہ" کچھ ہی دنوں کے بعد مولانا عبدالماجد دریابادی نے صدق جدید، لکھنؤ ۹ جون ۱۹۷۲ء کے اداریہ میں لکھا۔

"ایک ماہرِ ریاضیات — ایک اخباری خبر"

"گورکھپور۔ ۲۲ مئی۔ یہاں کے گورنمنٹ پالی ٹکنیک میں خلیل اللہ خان صاحب ریاضی کے لکچرر تھے۔ وہ ڈپلوما انجنیرنگ کالج کے طلبہ کو ریاضیات کا درس دیتے تھے۔ اپنے ذاتی شوق کی بنا پر مشہور شاعر ریاض پر تحقیقی کام کرتے رہے۔ اور اپنا تحقیقی مقالہ لکھ کر پیش کیا جس پر گورکھپور یونیورسٹی نے انھیں پی، ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی ہے۔

گویا خلیل صاحب اب تک ریاضی کے ماہر محض اصطلاحی معنی میں تھے حقیقتاً ماہر ریاضیات اب جاکر ہوئے۔ ریاضی کے ساتھ شعر و ادب کا ذوق بھی ریاض کے سے شوخ نگار کے کلام کے ساتھ ایک عجوبۂ قدرت سے کم نہیں۔"

یہ مولانا کی زندہ دلی کا مکمل ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

ستمبر ۷۴ء میں گورکھپور سے میرا تبادلہ ہوکر لکھنؤ آگیا اور میرا مقالہ اردو پبلیشرز نظیرآباد نے شائع کر دیا۔ ان دنوں میں ماموں بھانجا مزار کے قریب گولہ گنج ہی میں رہتا تھا اور ماسٹر لیئق صاحب کے ساتھ اکثر مولانا سے ملاقات کرنے 'خاتون منزل' جایا کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب مولانا سے ملنے گیا تو وہ برآمدہ میں دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے، جب میرا تعارف اُن سے کرایا گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہا "ریاض پر کام کرنے کی ضرورت بھی تھی۔ اور آپ نے اس ضرورت کو پورا کیا"

اس وقت وہ کچھ کم سنتے تھے۔ پھر میں ان کی ملاقات کے لئے جانے لگا کچھ دیر بیٹھتا اور چلا آتا۔

مولانا کا یہ ضعیفی کا زمانہ تھا۔ بہت کم بولتے تھے۔ کسی ضروری بات ہی پر تبصرہ کرتے تھے لیکن اُن کی صورت اور چہرہ کو اچھی طرح پڑھا جاسکتا تھا چہرہ سے نُور برستا تھا اور روحانیت ٹپکتی تھی۔

مولانا کبھی قہقہہ لگاکر نہیں ہنستے تھے۔ ہمیشہ زیرِ لب ہی مسکراتے تھے اور کسی کی ہجو ذرا بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اردو ادب کا یہ نامور طنز نگار کبھی کسی کی ذاتیات سے بحث نہیں کرتا تھا۔ مولانا کو کبھی میں نے غصّہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان کا برتاؤ نوکروں کے ساتھ بہت مخلصانہ رہتا تھا وہ ان کو ڈانٹتے نہیں تھے بلکہ نصیحت کرتے تھے مولانا کے ہم نشینوں کا کہنا ہے کہ مولانا کو شروع ہی سے درس دینے سے رغبت تھی۔ گرمی کی چھٹیوں میں خاندان کے سبھی طلباء دریاباد میں اکٹھا ہوتے تھے وہ مولانا کو مضامین لکھ کر دکھلاتے اور دینی مسائل پر گفتگو کرتے وہ انکو اخلاقی سبق دیتے تھے۔

مولانا دریاباد کے قیام کے دوران، طلبہ کو ورزش اور کھیل کود کی طرف بھی رغبت دلاتے تھے اور گھوڑ سواری کے لئے بھی ہمت افزائی کرتے، کبھی

بھی رسہ کشی کا مقابلہ بھی ہو جاتا تھا۔ مولانا نے خود جب تک ان سے ہو سکا دو چار میل گھومنے کا معمول بنا رکھا تھا۔

مولانا کا احترام عوام میں انکے اوائل زندگی ہی سے تھا۔ اپنی بگھی پر گھر سے جب اسٹیشن کی طرف روانہ ہوتے تو کچھ عقیدت مند پیچھے پیچھے ہو لیتے انکو راستہ میں سمجھاتے چلتے چلے جاتے اور گھوڑا خراماں خراماں بچے راستہ پر چلا جاتا۔

مولانا نے ہر مذہب کی تصوف کی کتابوں کا جائزہ لیا اس کے علاوہ مارکس اور لینن کی بہت سی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا تھا، دنیا کے ہر طرح کے تصوف کو اسلام کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی، وہ اقبال کے "مردِ مومن" سے آگے بڑھ کر "مردِ خدا" ہیں۔ ان کی تصانیف میں تصوف اور روحانی بصیرت کی ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔

وہ طنزیات کے ماہر تھے لیکن ان کی طنز نگاری ذاتی عناد سے بہت دور تھی اس میں پھکڑپن کے بجائے لطافت کا عنصر شامل تھا۔ وہ بلند پایہ ادیب اور باثر شاعر بھی تھے۔ انھوں نے بہت کم کہا ہے لیکن جو بھی کہا ہے مستند اور دل پذیر ہے۔

مولانا اپنے ذاتی اخبارات "سچ" "صدق" اور بالآخر "صدق جدید" کی ذمہ داریاں تاحیات سنبھالے رہے۔ مولانا علی برادران کے بہت قریب رہے اور مولانا محمد علی جوہر کے قیدِ فرنگ اور غیر موجودگی میں "کامریڈ" اور "ہمدرد" اخبارات کے انتظام کی ذمہ داریاں بھی سنبھالتے رہے۔ سال ہا سال ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد، اترپردیش اکیڈمی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر رہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے ممبر اور صدر رہے اور دارالمصنفین اعظم گڈھ سے تعلق تاحیات رہا۔ مولانا فلسفہ، منطق، مذہب وسیاست، ادب، صحافت، تاریخ، تہذیب وتمدن، شرافت اور وضع داری پر تاعمر قلم طراز رہے۔ "محمد علی۔ ذاتی ڈائری"، "انشائے ماجد"، "مقالات ماجد"، "فلسفہ جذبات"، "فلسفہ اجماع"، "تاریخ اخلاق یورپ"، "مکالمات برکلے"، "تصوف اسلام"، "اکبرنامہ"، "مخطوط مشاہیر"، مولانا دریابادی کی اہم تصانیف ہیں۔ مولانا دریابادی کا ایک اہم کارنامہ مولانا جلال الدین رومیؒ کی کتاب "فیہ مافیہ" کی ترتیب وتدوین ہے جو پہلے نایاب تھی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کی خدمات کے اعتراف میں ماہنامہ "فروغِ اردو" لکھنو کا "ماجد نمبر" ان کی زندگی ہی میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا کی ادبی خدمات کا اردو ادب ہمیشہ مشکور رہے گا۔ ان کی ادبی کاوشیں اور تصنیفات وتالیفات کاروانِ ادب کی رہبری کرتی رہیں گی افسوس آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن اُن کی تعلیم اور روحانی بصیرت سے دُنیا ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے گی۔

"یوتھ فورم" کا مستقل فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے اس فیچر میں قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ، پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج" ۱۵واں منزلہ۔ نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۰۳۲ ۴۰۰

ھیلن کیلر

محمد مستقیم خاں (علیگ) ایم اے
انجمن خیر الاسلام اردو اسکول ۔ بھابلیشور (ستارہ ضلع)

مس ھیلن کیلر ایک ممتاز اور مایۂ ناز خاتون جو جون ۱۸۸۰ء میں امریکہ کے ایک مشہور مقام البامہ (ALBAMA) میں پیدا ہوئیں۔ جب وہ تقریباً ڈیڑھ سال کی تھیں کہ قوت بصارت سماعت و گویائی سے محروم ہو گئیں یعنی وہ اسی عمر میں بیک وقت اندھی ہونے کے ساتھ ساتھ بہری اور گونگی بھی ہو گئیں (BLIND' DEAF AND DUMB) سات سال کی عمر تک نہ تو ان کو کچھ بولنا ہی آتا تھا اور نہ ہی اپنی اطراف کی دنیا کا کچھ شعور تھا۔ الغرض یہ کہ وہ اپنے والدین کے واسطے ایک زحمت کن مسئلہ بن گئی تھیں۔ ماؤفی کیفیت یا عالم پریشانی میں اُس سے عجیب و غریب وحشیانہ حرکات سرزد ہوتیں اکثر و بیشتر وہ لڑکوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتیں ان کو مختلف طرح سے پریشان کرتیں۔ کپڑے پھاڑتیں ان پر اینٹ پتھر پھینکتیں غلط طریقے پر چیزوں کو منتشر کر کے ادھر ادھر پھینکتی رہتی

جب اس کے والد دیوانے پن کی ان حرکات سے عاجز آ گئے تو وہ لوگوں کے مشورے پر موجد ٹیلیفون گراہم بیل (GRAHAM BELL) کے پاس ملاقات کی غرض سے اس کو واشنگٹن لے گئے۔ گفتگو کے دوران ہیلن کیلر کی تفصیلی روداد پیش کی۔ حُسن اتفاق یہ کہ گراہم بیل پہلے ہی سے ایک ایسی سائنسی مفید مشین ایجاد کر چکا تھا کہ جس کے ذریعہ بہروں اور گونگوں کو سننا اور بولنا سکھایا جا سکے۔ یعنی جس کی مدد سے قوت سماعت و گویائی ارتقاع پذیر ہو سکے۔ اس سلسلے میں گراہم بیل نے ہیلن کے باپ کو پرکن ادارے (PER KIN INSTITUITION) سے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے کا مفید مشورہ دیا۔

چنانچہ بعد ازاں ہیلن کا باپ ہیلن کو لے کر پرکن ادارے پہونچا جہاں دونوں میڈم اینی (MADAM ANNE) سے ملے ہیلن کے والد نے ان سے تبادلہ خیال کیا اور میڈیم اینی کے سامنے ہیلن کے پورے معاملے کی تشریحاً وضاحت کی۔ میڈم اینی ہیلن کی استاد تھیں جو بعد میں ہیلن کی روحانی استاد بھی ہوئیں۔ میڈیم اینی واقعی ایک بہترین باصلاحیت باکمال و اعلیٰ اوصاف کی حامل استاد تھیں جنکی دلی خواہش و تمنا یہ تھی کہ ہیلن کو بولنا سکھایا جائے اور وہ دوسروں کی طرح کسی حد تک گفتگو کرنے لگیں۔ اس سلسلے میں ابتداءً تجربے کے طور پر انھوں نے مختلف طریقے اور انداز استعمال کئے لیکن اتفاق سے ان سب میں ان کو وقتی ناکامی ہوتی بہر حال ایک روز کا ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ میڈم اینی نے جب ہیلن کو پانی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے ہیلن کے ہاتھ پر لفظ پانی (WATER) لکھ کر بتایا۔ یہ ان کی زبان دانی کا پہلا تجربہ تھا۔ اس کے بعد ہیلن کو اپنے فہم و ادراک سے یہ محسوس ہوا کہ دنیا میں چیزوں کے نام ہوتے ہیں۔ یعنی دنیا کی تمام اشیاء کسی نہ کسی نام سے موسوم ہوتی ہیں۔ اس طرح ہیلن نے مزید الفاظ سیکھے اور مشتاقانہ طور پر ان الفاظ کو میڈم اینی کے ہاتھوں پر آموختہ کے طور پر لکھ کر بتایا۔ دونوں اس خاص قسم کی مشق سے بہت زیادہ مسرور ہوتے۔ کیونکہ دونوں اپنے اپنے اعتبار سے کامیابی کی منزل کی طرف پہونچ رہی تھیں۔ اس بے پناہ کامیابی پر میڈم اینی نے ہیلن کو فرحت و مسرت سے اچھلتے کودتے پایا۔ میڈم اینی کی یہ عین آرزو تھی کہ زبان دانی میں ہیلن دوسروں کے مساوی ہو جائے۔

اب میڈم اینی پر یہ بات کلی طور پر منکشف ہونے لگی کہ ہیلن نے مشتاقانہ طور پر اپنی فہم و ادراک کے ذریعہ بہت کچھ سیکھنا شروع کر دیا ہے کچھ عرصہ کے بعد میڈم اینی نے ہیلن کو بولنا سکھانے کا تجربہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنی جانفشانی کے ساتھ طبع آزمائی کی۔ میڈم اینی اکثر و بیشتر ان کو اپنے ہمراہ رکھتیں ان کو بہلانے اور لطف اندوز کرانے کے لئے مختلف ذرائع و مواقع فراہم کرتیں اور مختلف دقیقے و مظاہرے پیش کرتیں۔ اس کو اپنے ساتھ باہر ٹہلانے لے جاتیں اس طرح ہیلن میڈم اینی سے بہت زیادہ مانوس ہو گئیں اور اس خاص ہم آہنگی سے اس نے بے حد استفادہ حاصل کیا۔ بہت ہی کم عرصے میں ہیلن کے ذہن میں دنیا کا نقشہ کلی طور پر واضح ہو گیا۔ اور جو دھندلا (مبہم) خیال تھا وہ ایک روشن تصور کی شکل میں نمودار ہونے لگا۔ کائنات کی تمام اشیاء اور مخلوقات کے جوہر و عناصر کے امتزاجات اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ان کے دل و دماغ میں منور ہونے لگے اور ان سب کے حقائق آہستہ آہستہ ان پر آشکارا ہونے لگے۔ انھوں نے ہر چیز کا علم ہاتھوں کی مدد سے حاصل کیا، یعنی اس سلسلے میں قوت لامسہ (TOUCHING POWER) سے کام لیا گیا۔ اس طرح ہیلن نے مختلف مضامین مثلاً تاریخ، جغرافیہ و ادب وغیرہ سیکھے۔ وہ اب دیگر صحیح اللسان و صحیح

مجسم طلسم کے بہت حد تک مساوی ہوگئی۔ مندرجہ بالا علوم کے علاوہ انھوں نے امور خانہ داری (HOME SCIENCE) کے حصول پر بھی طبع آزمائی کی۔ مثلاً جھاڑو دینا، کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، بننا کاڑھنا اور کشیدہ کاری وغیرہ بھی اشتیاق سے سیکھا۔

میڈم اینی نے ہیلن کو یہ تمام کام سکھانے کے سلسلے میں بے غرض بے لوث جذبۂ محبت کا اظہار کیا اور ایک مقام ایسا آیا کہ استاد و شاگرد دونوں ایک روح دو قالب بن گئے۔ دونوں نے مختلف مقامات کے دورے کئے۔

دوران سفر میڈم اینی نے ہیلن کو بہت سے لوگوں سے متعارف کرایا کھلی وادیوں اور وسیع و کشادہ میدانوں کا مشاہدہ کرایا۔ استاد اور شاگرد قدرت سے بے تحاشہ ہم آہنگ ہونے لگے۔ جب میڈم اینی نے یہ کلی طور پر جان لیا کہ چیزوں کے مشاہدے سے ہیلن کے ذہن میں ان کا نقشہ اتر جاتا ہے تو انھوں نے مزید تمام امکانی سائنسی اشیاء کا مشاہدہ اور مظاہرہ کرا کے ان کے نام رنگ، محل و قوع حدود اربعہ اقسام و خصوصیات وغیرہ ان کے ہاتھوں پر لکھتی رہیں۔

یہی طریقہ کار میڈم اینی نے ہیلن کے دوران طالب علمی میں بھی جاری رکھا یعنی اسکول اور کالج کے لیکچروں کو بھی میڈم اینی ہیلن کے ہاتھوں پر لکھ دیا کرتیں درس و تدریس کا یہ انوکھا طریقہ معلمی ہیلن کے واسطے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوا کہ ہاتھوں کی تحریر کو سمجھ کر ہیلن کلاس کے بعد اس کا اعادہ بآسانی کر سکتی تھیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے وقت تک ہیلن یونانی GREEK، لاطینی LATN، جرمنی GERMAN فرانسیسی FRENCH زبانوں کو بخوبی پڑھ سکتی تھیں۔

ہیلن کا طالب علمی کا دور اب ختم ہو چکا تھا۔ ان کا ذہن فہم و ادراک کی بے پناہ صلاحیتوں کو لئے ہوئے ایک مظہر قدرت بن چکا تھا جس کو تکمیلی جامہ پہنانے میں میڈم اینی جیسی مشفق مربی استاد کا ملہ کا زبردست ہاتھ رہا۔ لیکن حسن اتفاق سے ایک روز میڈم اینی کی شادی ہوگئی اب وہ کلی طور سے ازدواجی زندگی کے بندھن سے مربوط ہوگئیں جس کے سبب ہیلن میڈم اینی جیسی شفیق استاد کی مادرانہ سرپرستی سے محروم ہو گئیں اور اب ان کو تن تنہا بحیثیت ایک خود مکتفی شخص کے اپنے ہی بل بوتے پر بذات خود اپنی ذاتی اور شخصی زندگی کی تعمیر کرنا تھی۔ ہیلن کی دلی آرزو و تمنا یہ تھی کہ وہ نابیناؤں کی مدد کریں اور ان کی فلاح و بہبود کے واسطے بہت سے کام انجام دیں۔ ان فلاحی کاموں میں کرنے کے لئے انھیں کسی قدر سرمایہ کی شدید ضرورت تھی جس کے لئے انھوں نے تصنیف و تالیف کا کام کرنا شروع کیا۔ لیکن ابتدا میں ان کو اپنی خواہش کے مطابق خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ لیکن میڈم اینی کی تعلیم و تربیت نے ہیلن کو ناکامیوں سے مایوس ہونا نہیں سکھایا تھا۔ ان کی جہد مسلسل ایک دن وہ رنگ لائی کہ ہیلن فن خطابت میں ماہر ہوگئیں اب ہیلن خطیبانہ اعتبار سے اس قابل تھیں کہ وہ عوام کے مجمع کثیر و غفیر کو بآسانی خطاب کر سکتی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے فن تقریر سے سارے ملک میں ایک تہلکہ مچا کر ایک زبردست انقلاب برپا کر دیا وہ مسلسل و متواتر ہزارہا نشستوں میں اپنے خطبات کے ذریعہ نابیناؤں کے متفرق معاملات و مسائل کو عام لوگوں سے روشناس کراتی رہیں۔ لوگوں نے بھی ان کی تقاریر کو توجہ کیسا تھ سنا اور نہایت غور و خوص کے ساتھ ان کے خیالات و احساسات کو جانا۔

رفتہ رفتہ عوام الناس نے نابیناؤں کے پیچیدہ اور کٹھن مسائل کو بہت حد تک سمجھنا شروع کر دیا۔ نابیناؤں پر مشتمل خطابات کے ذریعہ انھوں نے خوب رقم اکٹھا کی جس کو نابیناؤں کے فلاحی کاموں میں صرف کرنا شروع کیا۔ اسی جمع شدہ سرمائے سے انھوں نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں۔

ان تصنیفات میں سے ان کی ایک تصنیف کو بعد مدت کے خاصی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی جس کا دنیا کی کئی مختلف ۵۰ زندہ مشہور ترین زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ بعض ہندوستانی زبانوں مثلاً اڑیہ، کنڑی تلگو اور تامل وغیرہ میں بھی اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ ہیلن نے خود اپنی حیات پر مشتمل سوانحعمری بھی لکھی جو بذات خود آسمانِ ادب میں چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔ اس میں ایک مقام پر اپنے طفلی وجود کے بارے میں لکھتی ہے کہ میں سات سال کی عمر تک ایک گوشت کے بے حس لوتھڑے کے مانند دنیا سے ناآشنا اور بے بہرہ تھی۔ دوسرے ایک مقام پر وہ میڈم اینی کے مادرانہ شفقت اور سرپرستی میں شرف تلمذ کا اظہار کرتی ہیں اور اپنے کردار و شخصیت کی تعمیر میں میڈم اینی نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے اس کے عوض خراج عقیدت کے طور پر تہہ دل سے ہدیۂ تشکر پیش کرتی ہے۔ ان کی یہ تمام شائع شدہ تصانیف جو انمول موتی کی مانند ہیں مشہور و معروف اداروں اور کتب خانوں کی زیبائش و زینت بن کر مسلسل اور مستقل ضیا بخشتی رہیں گی۔ ہیلن بہت جلد ہی بحیثیت ایک ممتاز مصنفہ اور مقررہ لوگوں میں مشہور ہوگئیں سارے ملک نے ان کے ہمدردانہ جذبات کی قدر کی اور ان کی گوناگوں فلاحی کاموں کی انجام دہی میں ہمت افزائی کی وہ اس قدر مقبول ہر دلعزیز ہوگئیں کہ ہر طبقے کے افراد کے دلوں میں ان کا ایک گھر بن گیا اب ہیلن سب کی ہر دلعزیز محبوب سماجی خاتون تھیں۔

نہ صرف امریکہ بلکہ دیگر حکومتوں نے بھی ان کے علم و فضل اور کمالات

کی داد و دہش کے مظاہرے کئے اور کروائے۔ شاہی دعوت ناموں کے ذریعہ خصوصی طور پر مدعو کیا، چنانچہ انھوں نے مختلف مقامات کا دورہ کیا متعدد شاہی اجلاسوں میں بحیثیت ایک ادیبہ فن کارہ و اہل کمال کے شرکت کی وہاں کے حالات قلمبند کئے۔ دوران قیام ہر ملک کے مشہور و معروف سیاحوں، سفیروں باکمال فنکاروں، نقاشوں، مصوروں موسیقاروں اور ادیبوں سے ملاقات کی اور ہر ملک کے ادب کو سنوار کر جلا بخشی، فنون لطیفہ کو سراہا اور ان میں مزید چار چاند لگائے۔

احتباس بول کا عارضہ لاحق ہونے اور رحلتِ جہاں سے چند ماہ قبل وہ ہندوستان بھی تشریف لائیں حکومتِ ہند کی مہمان خصوصی کی حیثیت سے مشہور تاریخی مقامات کے دورے کئے بہت سے تعلیمی و تکنیکی اداروں کا معائنہ کر کے ان پر تبصرہ کیا اس سلسلے میں حکومتِ ہند کو مختلف ہدایات اور مشوروں سے بھی نوازا جن سے ہندوستانیوں کو فیضیاب ہونے کا عین موقعہ ملا۔ واقعی وہ ایک زبردست ہمہ گیر شخصیت کی مالک تھیں جو اپنے اعلیٰ مرتبے و مقام کی بنا پر اظہر من الشمس تھیں۔ بہر حال دنیا ہیلن کی جملہ صفات سے متاثر ہو کر ان کی انتہائی گرویدہ ہو گئی۔ مندرجہ بالا اوصاف و کمالات کی بنا پر دنیا کے آٹھ مفکرین عاقلین و دانشوران میں ان کا شمار ہونے لگا۔ واقعی ہیلن کیلر جملہ اوصاف کی ایک مثالی نمونہ و مظہر تھیں اس اہم زرّین اعجاز اور حرفِ آخر کو تاریخ عالم کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

ان کی فہم اور قوتِ حس کا جائزہ اس تجرباتی واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو جی سابق وزیر اعظم ہند امریکہ کے دورے پر تھے کسی شاہی بزم یا محفل میں ہیلن کی سکریٹری نے شناخت کرانے کے لئے ہیلن کا ہاتھ نہرو جی کی پشت پر رکھ دیا اور اس سے دریافت کیا گیا کہ وہ آخر کون ہے تو ہیلن نے برجستہ پنڈت جواہر لال نہرو جی کا نام لے کر لوگوں کو اپنی بے پناہ قوتِ حس کے مظاہرے سے حاضرین کو انگشت بدنداں کر دیا۔ یعنی ان کے ذہن میں پہلے ہی سے نہرو جی کی شخصیت کا کلی نقشہ رہا ہوگا کہ جس بنا پر انھوں نے یہی جواب دیا کہ "وہ نہرو جی ہیں"۔

ان جیسے اوصاف نے ہیلن کو حیاتِ جاوداں بخش دی گو موصوفہ ہیلن کیلر صاحبہ آج دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کے فلاحی و بہبودی کے متعدد کارنامے رہتی دنیا تک ان کے نام کو حیاتِ ابدی بخشتے رہیں گے۔ ان کے کارہائے نمایاں ساری دنیا پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

تصحیح

"قومی راج" کے ۱۰ راگست ۱۹۷۸ء کے شمارے میں صفحہ ۳۶ سطر ۱۹ پر سہواً ڈاکٹر ظفر الاسلام ظفر "مرحوم" لکھا گیا ہے۔ ظفر صاحب بفضلِ خدا بقید حیات ہیں اور بخوبی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ادارہ قارئین اور ظفر صاحب سے معذرت خواہ ہے اور دعاگو کہ اللہ تعالیٰ ظفر صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے۔ البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، بندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

• منگیش پاڈگاؤنکر

• ترجمہ: نشاط ہندی

خراجِ عقیدت

مراٹھی کے مشہور شاعر منگیش پاڈگاؤنکر ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ اب تک اُن کی کئی کتابیں اور شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ترجمہ ان کی نظم "شردھانجلی" کا ہے۔

*

سُکھی آدمی کل اپانک مر گیا: وہ اس وقت پڑھ رہا تھا
دوسرے دیش کی پالیسیوں پر لکھا گیا اداریہ: مرنے سے قبل
اپنی ساری کیزول رخصت ختم کر لی تھی، بیمے کی قسط اور بجلی کا بل
بھی بھر دیا تھا نیز دھوبی کا حساب بھی کر دیا تھا —

سُکھی آدمی نیتاؤں کے جلسے میں جایا کرتا تھا
دانشوروں کے جلسے میں بڑی عقیدت سے شریک ہوا کرتا تھا
بیماریوں سے بچاؤ کی خاطر پیٹ صاف کرنے کی غرض سے
ہر پندرہ دنوں پر جُلاب لینا کبھی نہ بھولتا تھا —

سُکھی آدمی نے آخر دم تک ایک ہی ملازمت کی
ایک ہی بیوی سے پیار کیا، ایک ہی پارٹی کو ووٹ دیتا رہا
فیملی کو لے کر بڑی عقیدت سے دو بار شیرڈی بھی کیا
ہمیشہ ہر سنیچر کو بچوں کو گھمانے بھی لے کر جاتا تھا —

ادائیگیِ فرض کی خاطر بچت بانڈ لے کر سُکھی آدمی نے
مہنگائی کو روکنے کی دیش سیوا بھی کی تھی،
اتوار کے روز پورے جوش و خروش سے پاؤں کے تال پر
مشہورِ عالم جنگی ترانے بھی گاتا تھا ——

سُکھی آدمی کی آنکھیں بند ہو گئیں، جسم لکڑی کی طرح
سخت ہو گیا۔ اب کوئی بھی آئے۔ کوئی بھی جائے
مرنے سے قبل سُکھی تھا۔ مرنے کے بعد بھی سُکھی رہے
خدا مرنے والے کی روح کو سکون عطا کرے

مراٹھواڑہ

نظام الدین وحید ہنگولوی
(اورنگ آباد)

یہ آن، یہ جہاں نثار کر دے
اور حق کی خاطر جہاں سے جھگڑے
مگر محبتوں کو دل میں رکھ لے
پریم لے اور پریم بانٹے!
خلوص کی ہست میں فروزاں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

عجوبۂ روزگار خطہ
یہاں پہ ایلورہ اور اجنٹا
ہے مقبرہ تاج محل جیسا
کمالِ فن جس کی حیرت افزا
تب ہی تو ہے یادگار دوراں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

یہاں تھی یادو کی حکمرانی
کی شالی واہن نے پاسبانی
شیواجی کے نانا کی نشانی
ایلورہ جاگیر تھی پرانی
حکومت آصفی کا عنواں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

بھاردھن کے سخن ہیں پیارے
شفیق و حمزہ ادب کے تارے
ولی سراج ایکناتھ جیسے
یہ سب کے سب اس زمیں سے ابھرے
جبیں ہے تیری انہیں سے تاباں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

بتاؤ ایسی بھی سرزمیں ہے
ولی و سنتوں سے جو قریں ہے
جہاں کا فن اور کہیں نہیں ہے
جہاں کی ہر شے بہت حسیں ہے
یہی ہے وہ خاکِ اک خوباں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

تھا ہرش و خلجی نے آزمایا
محمد تغلق کے دل کو بھایا
حسن و عنبر نے سر اٹھایا
یہاں پہ مغلوں کا دور چھایا
یہی ہے وہ ارض سرفشاں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

غریب علاقہ یہ شانتی کا
فدائی یہ امن و دوستی کا
یہ خود سے دشمن نہیں کسی کا
ہے راستہ اس کا راستی کا
ہے اب مہاراشٹرا پہ قرباں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

یہاں کے پربت ہیں نور افگن
یہاں کی ندیاں ہیں اک دامن
یہاں کی کھیتی ہے زر کا مخزن
مناظر اس کے سکوں کا مامن
یہ سرزمیں رشک صد بہاراں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

ہے ناتھ ساگر بھی اک عجوبہ
ہے خلد آباد عرف روضہ
ناندیڑ و بیجناتھ و پرلی اونڈھا
ہے تیرتھوں کا مراٹھواڑہ
تقدس افزا ہے تیرا داماں
"مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ"

ابھی ہیں باقی کئی مسائل
ابھی تو ہیں زیست کے مراحل
ہیں مشکلیں تیری رہ میں حائل
ترقیوں پہ ہے تو تو مائل
بڑھائے گا اپنے دیش کی شاں
مراٹھواڑہ، مراٹھواڑہ

غزلیں

بشیر فاروقی

...نصیں کہاں فرصت میرا غم اُٹھانے کی
...توان کے چہرے پہ ہے نظر زمانے کی

...گل کے لُٹنے سے آشیاں کے جلنے سے
...و نہیں مِٹتی گلستاں سجانے کی

...ب تک پہونچنے میں دیر ہو گئی مجھ کو
...گئی تھیں رستے میں گردشیں زمانے کی

...صرف اتنی ہے آپ ساتھ دے جائیں
...ے بات سوچی ہے زندگی بنانے کی

...ر خوف، مایوسی، انتشار، تنہائی
...ہیں سُرخیاں میرے عہد کے فسانے کی

...بشیر میں ان سے کہہ گیا ہوں غزلوں میں
...ے جو نہ تھی ان کو اس طرح سُنانے کی

• سکندر عرفان
کھنڈوہ۔ (ایم۔پی)

مجھ کو مٹا کے سارا زمانہ تو خوش ہُوا
کیا جانے وقت حال پہ کیوں میرے رو دیا

کل تک تھا آسماں پہ شعورِ نظر مرا
لیکن میں آج اپنی نگاہوں سے گر گیا

طاری تھا میرے حال پہ اک درد کا نشہ
آئینۂ حیات مجھے .... توڑنا پڑا

روتی ہوئی اجل کو گلے سے لگا لیا
احساس کی حدوں پہ ہُوا تھا یہ حادثہ

بخشا تھا زندگی نے مجھے خوشنما وجود
آغوشِ وقت میں ہے جو ٹوٹا پڑا ہُوا

کِس طرح زندگی کو ملے منزلِ جنوں
حدِ نگاہ راہ میں حائل تھا فاصلہ

• جاوید شہبازی

زمیں میں دھنس گیا وہ دیو قامت
زیادہ تھا بہت بارِ ندامت

حبابِ سطحِ آب دریا پر لکھا تھا
"حیاتِ مختصر کی اِک علامت"

نئے چہرے چڑھائے جا رہے ہیں
مگر چھپتا نہیں رنگِ قدامت

میں چھوٹا بن گیا محفل میں ورنہ
بہت دشوار تھا فرضِ نظامت

نہ ہو آزردۂ جبرِ مشیّت
فریبِ مصلحت سے کر بغاوت

ـ ناں پھر آئے تھے راہِ جنوں میں دل!
مدت سے جل رہا ہے اندھیروں میں دیا

۲+۱ اسٹیج میں پیشہ ورانہ کورس کے لئے

ادارہ جات کا انتخاب

حکومت مہاراشٹر نے تعلیمی سال برائے ۷۹-۱۹۷۸ء میں ہائر سیکنڈری کلاسوں کے طلباء کے لئے پیشہ ورانہ کورس میں تربیت دینے کی خاطر ۲۴ ادارہ جات کو منتخب کیا ہے جن میں ضلع بمبئی عظمیٰ کے ۱۶ تھانے کا ایک، رتناگیری کا ایک، ناگپور کے ۲، کولہاپور کے ۴، امراوتی کے ۴، ناسک کے ۳ اور اورنگ آباد کے ۳ ادارہ جات شامل ہیں۔

اداروں کے نام اور ان کو الاٹ کئے جانے والے مضامین ذیل میں درج کئے گئے ہیں:

- ضلع کولہاپور: کالج آف کامرس، کولہاپور۔ (۱) آفس مینجمنٹ (۲) بینکنگ (۳) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (۴) اسمال انڈسٹریز اور سیلف ایمپلائمنٹ
- دیوچند کالج، ارجن نگر۔ دیانیانی، ضلع کولہاپور (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) آفس مینجمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مینشپ (۵) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (۶) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (مذکورہ ۶ مضامین سے کوئی بھی چار)
- شری ورنا مہاودیالیہ، ورنا نگر (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) مارکیٹنگ (۴) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ
- مہاراشٹر ہائی اسکول، شیواجی پیٹھ کولہاپور (۱) اسکوٹر اور موٹر سائیکل سروسنگ (۲) جنرل کنٹراکٹنگ (۳) الیکٹریکل مینٹی ننس (۴) میکانیکل مینٹی ننس۔
- ضلع امراوتی: رورل انسٹی ٹیوٹ، امراوتی۔ انجینئرنگ گروپ (۱) میکینکل مینٹیننس (۲) الیکٹریکل مینٹیننس (۳) اسکوٹر اور موٹر سائیکل سروسنگ (۴) جنرل کانٹریکٹنگ
- شری شیواجی ملٹی پرپز ہائر سکنڈری (جونیئر کالج کے ساتھ) امراوتی ایگریکلچرل گروپ
(۱) اینمل سائنس اور ڈیری ونگ (۲) ہارٹی کلچرل (۳) کراپ سائنس (۴) فارم میکینکس
- رام راؤ دیشمکھ کلا اینڈ وینجے ودیالیہ، بدنیرا کامرس گروپ (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) آفس مینجمنٹ (۴) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (مذکورہ ۴ مضامین میں سے کوئی دو)
- شری شیواجی کامرس کالج، امراوتی، کامرس گروپ (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ۔
- ضلع ناشک: بی. وائی. کے کالج آف کامرس اینڈ جے. ڈی. سی بٹکو انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، ناشک (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۴) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ
- مہاتما گاندھی ودیامندر شنکر سنستھا کالج مالیگاؤں (۱) انشورنس، (۲) آفس مینجمنٹ (۳) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۴) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ
- کاکا صاحب واگھ آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کالج، پمپل گاؤں بسونت (نیپھاڑ تعلقہ) (۱) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۲) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (۳) انشورنس
- ضلع اورنگ آباد: مولانا آزاد کالج آف سائنس، اورنگ آباد انجینئرنگ گروپ (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس (۲) اسکوٹر اور موٹر سائیکل سروسنگ (۳) جنرل کنٹریکٹنگ (۴) مکینکل مینٹی ننس
- ایس. بی. ای. ایس کالج آف آرٹ اینڈ کامرس اورنگ آباد (۱) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (۲) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۳) آفس مینجمنٹ (۴) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ
- سو۔ جے۔ بی۔ پی مہیلا کلا مہاودیالیہ، اورنگ آباد (۱) فوڈ ٹیکنولوجی کورس (ادارے فوڈ ٹیکنولوجی میں ۲ کورس چلانے کی اجازت ہے)
- ضلع بمبئی عظمیٰ: انجینئرنگ گروپ (ٹیکنیکل گروپ) مندرجہ ذیل ادارہ جات میں تعلیم دی جائے گی:
- فادر اگنیل ٹیکنیکل ہائی اسکول، باندرہ (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس اور (۲) مکینکل مینٹی ننس
- وی۔ ایس گروکل ٹیکنیکل ہائی اسکول، گھاٹ کوپر (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس اور (۲) مکینکل مینٹی ننس
- مہاتما پھلے ٹیکنیکل ہائی اسکول، بھوئے واڑہ۔ پریل (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس اور (۲) میکینکل مینٹی ننس۔
- شاردا آشرم ودیالیہ مندر، دادر (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس اور (۲) مکینکل مینٹی ننس
- ڈاکٹر انٹونیو ڈی سلوا ہائی اسکول، دادر (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس اور (۲)

مکینیکل مینٹی ننس۔
- امولکھ امیچند ٹیکنیکل ہائی اسکول، ماٹونگا، بمبئی (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس اور (۲) مکینکل مینٹی ننس
- ایم۔ ایچ صابو صدیق ٹیکنیکل ہائی اسکول، بمبئی (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس (۲) مکینیکل مینٹی ننس (۳) اسکوٹر اور موٹر سائیکل سروسنگ (مذکورہ تین مضامین میں سے کوئی دو)
- کامرس گروپ۔ جیتنا رہنراری مل سومانی کالج آف کامرس اینڈ اکنومکس، باندرہ (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) آفس مینجمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۵) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (۶) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (مذکورہ ۶ مضامین سے کوئی دو)
- آر۔ اے پودار کالج آف کامرس اینڈ اکنومکس، ماٹونگا (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) آفس مینجمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۵) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (۶) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (مذکورہ ۶ مضامین میں سے کوئی دو)
- کے۔ جی۔ ہندوجہ کالج آف کامرس، نیو چرنی روڈ، بمبئی (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) آفس مینجمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۵) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (۶) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (مذکورہ ۶ مضامین میں سے کوئی دو)
- سدھارتھ کالج آف کامرس اینڈ اکنومکس، بمبئی (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (مذکورہ تین مضامین میں سے کوئی دو)
- پارلے کالج۔ دکشت روڈ، ویلے پارلے (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (مذکورہ چار مضامین میں سے کوئی دو)
- بربائی کالج آف کامرس اینڈ آرٹس، نوگڑھ (۱) بینکنگ (۲) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۳) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (۴) ایلیمنٹری انڈسٹریل مینجمنٹ (مذکورہ چار مضامین میں سے کوئی دو)
- آر۔ ایم بھٹ ہائی اسکول، جونیئر کالج، پریل (۱) بینکنگ (۲) انشورنس (۳) آفس مینجمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (مذکورہ چار مضامین میں سے کوئی دو)
- شری ایس۔ کے سومیہ ونے مندر، ودیا وہار، بمبئی (۱) بینکنگ (۲) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۳) انشورنس (۴) آفس مینجمنٹ (مذکورہ چار میں سے کوئی دو مضامین)
- صوفیہ کالج فار وومن، بھولا بھائی ڈیسائی روڈ (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) انشورنس (مذکورہ تین میں سے کوئی دو مضامین)

ضلع تھانے: شاداآدم شیخ ٹیکنیکل ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج، بھیونڈی (۱) الیکٹریکل مینٹی ننس (۲) مکینکل مینٹی ننس (۳) اسکوٹر اینڈ موٹر سائیکل سروسنگ (۴) جنرل کنسٹرکشن (مذکورہ چار مضامین میں سے کوئی دو)

ضلع رتناگیری: گوگٹے کالج، رتناگیری (۱) فش پروسیسنگ (۲) فریش واٹر فش سینٹر

ضلع ناگپور: جی۔ ایس کالج آف کامرس اینڈ اکنومکس، ناگپور (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) اسمال انڈسٹریز اینڈ سیلف ایمپلائمنٹ (۴) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ

- سی۔ پی۔ اینڈ برار ایجوکیشن سوسائٹیز کالج، ناگپور (۱) بینکنگ (۲) آفس مینجمنٹ (۳) مارکیٹنگ اینڈ سیلز مین شپ (۴) انشورنس

مراٹھواڑہ فسادات سے متاثرہ افراد کی بحالی کیلئے

صنعتوں کی جانب سے امداد

مراٹھواڑہ اور ریاست کے دیگر علاقوں میں حالیہ ہنگاموں سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری کے سلسلہ میں فراخدلی سے چندہ دینے کی وزیراعلیٰ کی اپیل کے جواب میں بلڈنگ اور تعمیر سے متعلقہ صنعت نیز فارماسیوٹیکلز نے علیحدہ علیحدہ ۲۵ لاکھ روپے ایک ہفتے کے اندر اندر وزیراعلیٰ کے راحت فنڈ میں بطور عطیہ جمع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اس بات کا اعلان ۲۹ راگست کو منترالیہ میں مذکورہ صنعتوں کے نمائندوں کی ایک بیٹھک میں کیا گیا۔

وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے فرمایا کہ مراٹھواڑہ اور ریاست کے دیگر علاقوں میں حالیہ ہنگاموں سے ریاست میں تقریباً ۲ کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے جبکہ حکومت نے بازآبادکاری کی تمام ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لی ہے یہ ضروری ہے کہ سماج کے تمام افراد کو اس کام میں یکجا کرلیا جائے تاکہ متاثرہ افراد یہ نہ سمجھیں کہ وہ ان حالات میں تن تنہا ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کو سماج کے مختلف طبقوں سے تقریباً ایک کروڑ روپے کی امداد کی توقع ہے۔

ٹیکسٹائل صنعت کے نمائندوں نے بھی ستمبر کے پہلے ہفتہ میں عطیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اس موقع پر شری ہشو ایڈوانی، وزیر شہری ترقیات شری جگنا تھ جادھو وزیر برائے پبلک ورکس، شری رجنی پٹیل اور شری کے۔ کے سوگھے ایڈیشنل چیف سیکریٹری بھی موجود تھے۔

مفادِ عامّہ خدمات

حکومت مہاراشٹر نے صنعتی تنازعہ ایکٹ بابت ۱۹۴۷ء کے مقاصد کے تحت کولہاپور میونسپل ٹرانسپورٹ سروس کو ۲۱ راگست ۱۹۷۸ء سے مزید چھ ماہ کے عرصے کے لئے مفادِ عامہ خدمات قرار دے دیا ہے۔

مدّت میں توسیع

حکومت مہاراشٹر نے، مہاراشٹر قرض راحت (مدت میں توسیع) ایکٹ بابت ۱۹۷۷ء کی مدت میں ۲۲ راگست ۱۹۷۸ء سے مزید ایک سال کے لئے توسیع کر دی ہے۔

راحت فنڈ کے لئے ۰ الاکھ روپے

سٹیزنس سائیکلون ریلیف کمیٹی کے جنرل سیکریٹری شری رجنی پٹیل نے الاکھ روپے کا چیک، شری اُتم راؤ پاٹل، وزیر برائے محصول اور باز آبادکاری کو اکولہ جلگاؤں اضلاع اور مہاراشٹر کے دیگر علاقوں کے سیلاب سے متاثرہ افراد کیلئے راج بھون میں ہونے والی ایک تقریب میں پیش کیا۔
کمیٹی نے جو کہ جنوبی ریاستوں سے متاثرہ افراد کی بحالی کے لیے قائم کی گئی تھی، اب تک ایک کروڑ ۵۰ لاکھ روپے کا چندہ دیا۔ آندھرا پردیش کو ۵۸ لاکھ، تامل ناڈو کو ۲۵ لاکھ، کیرالا کو ۱۱ لاکھ، پانڈیچری اور لکشا دیپ ۲۰ لاکھ روپے ہر ایک کو علاوہ ریمبنا گاسی سی آرسی، مہاراشٹر کو ۲۵ لاکھ اور وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ (اکولہ، جلگاؤں وغیرہ سیلاب راحت فنڈ کے لئے ۲۱ لاکھ روپے دیئے۔ اس کے علاوہ کمیٹی نے ۴۰۰۰ ۲ کپڑوں کے بنڈل جن کی قیمت ۶۵ لاکھ روپے سے زائد ہے بطور عطیہ دیا ہے۔

ہلدی کو رنگنے پر پابندی

کمشنر برائے غذا و ادویہ انتظامیہ، مہاراشٹر نے، تمام مینوفیکچرز، مسالہ پیسنے والی ملوں، اور دوبارہ پیک کرنے والوں کو مشورہ دیا ہے کہ ہلدی کو کسی بھی صورت میں نہ رنگیں کیونکہ سیسہ ایک طرح کا زہر ہے اور ہلدی کو رنگنے کے لیے اس کا استعمال نقصان دہ ہے۔ اس لئے اس پر پابندی عائد ہے۔
اسسٹنٹ ڈائرکٹر جنرل ڈی۔ ایف۔ اے نئی دہلی نے مطلع کیا ہے کہ ہلدی کے چند نمونوں میں سیسہ کی آمیزش ۸۹۹ پی۔ پی۔ ایم تک پائی گئی ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ ۱۰ پی پی۔ ایم کی حد تک اجازت ہے۔

ٹرائیبل کمشنر ایڈیشنل رجسٹرار بھی ہے

حکومت مہاراشٹر نے ٹرائیبل کمشنر کو بطور ایڈیشنل رجسٹرار برائے کوآپریٹیو سوسائٹیز، مقرر کیا ہے تاکہ وہ کوآپریٹیو سوسائٹیز کے رجسٹرار کی مدد کر سکیں۔

ریاستی دیہی ترقیاتی پروگراموں کا اندازہ لگانے کیلئے مرکزی ٹیم

مرکزی حکومت کے عہدیداروں پر مشتمل ایک سینئر ٹیم نے ۲۸ راگست کو منترالیہ کا دورہ کیا اور سیکریٹریوں نیز مختلف محکموں کے سربراہوں سے دیہی ترقیاتی کاموں کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔
ٹیم کا مقصد ریاست کی مختلف دیہی ترقیاتی اسکیموں کے اثرات نیز اس سلسلے میں ریاستی حکومت کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کا اندازہ لگانا ہے۔
میٹنگ میں ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران قحط کی زد میں آنیوالے علاقوں کی ترقیات، چھوٹے کسانوں کی ترقیاتی ایجنسی کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ، دیہی پانی فراہمی اسکیم، الیکٹریفکیشن اور سڑکیں نیز چھوٹے آبپاشی کے کاموں پر روشنی ڈالی گئی۔
میٹنگ میں شری کے۔ پی۔ اے مینن ایڈیشنل سیکریٹری، مرکزی وزارت زراعت و آبپاشی اور دیگر ریاستی عہدیداران موجود تھے۔

بیمہ شدہ ملازمین نوٹ کریں!

ایسے تمام بیمہ شدہ افراد اور ان کے خاندان کے ممبران جو کہ ۳۱ راگست سے ۲ رستمبر کے دوران ڈسپنسریز بند رکھی جانے کی بنا پر علاج نہ کروا سکیں اور سرٹیفکیٹ وغیرہ حاصل نہ کر سکیں انھیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ سروس ڈسپنسریز، اسپیشلسٹ سینٹر اور ایمپلائیز اسٹیٹ انشورنس اسکیم اسپتالوں سے مذکورہ دنوں کے دوران علاج کروا سکتے ہیں نیز سرٹیفکیٹ وغیرہ حاصل کر سکتے ہیں۔

قوانین کی اشاعت

چونکہ مہاراشٹر ضلع پریشد (شرح تنخواہ اور مہنگائی بھتہ) (ترمیم) قوانین بابت ۱۹۷۸ء کے سلسلہ میں کوئی اعتراض یا تجویز موصول نہیں ہوئی، اس لئے حکومت مہاراشٹر نے اس کو حکومت کے ۳ رجولائی ۱۹۷۸ء کے غیر معمولی گزٹ کے حصّہ چہارم ب میں شائع کر دیا ہے۔

...ت افطار - قومی یکجہتی کا مظاہرہ

ڈاکٹر ایم. اسحٰق جمخانہ والا' وزیر مملکت برائے مالیات، محنت، اوقاف
...وٹوکول ۲۸ اگست ۱۹۷۸ء کو مولانا آزاد ہائی اسکول بمبئی کے اسمبلی ہال میں
...دعوت افطار میں بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے جس کا اہتمام ڈاکٹر
...ے ڈھولکیہ، ڈاکٹر اشوک مہتہ اور سید محبوب علی کی جانب سے کیا گیا تھا۔
اس موقع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا نے فرمایا
...ج کی اس دعوت افطار کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کیونکہ اس میں
...لف طبقۂ خیال کے لوگ موجود ہیں۔ اس سے بڑھ کر قومی یکجہتی اور انسانیت
...ی کا اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ اس دعوت افطار کے مہتمم ڈاکٹر بی. کے ڈھولکیہ
...ید محبوب علی اور ڈاکٹر مہتہ کو آپ نے دلی مبارکباد دی اور خواہش ظاہر کی کہ ایسی
...یں ہر جگہ ہونا چاہئیں جس سے قومی یکجہتی اور بھائی چارہ کو فروغ حاصل
...ا ہے۔

مولانا مختار احمد ندوی نے ڈاکٹر صاحب کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ
...ر جمخانہ والا صاحب دیندار، پابند صوم وصلوٰۃ، نیک، مخلص، ملنسار اور
...ت گذار انسان ہیں۔

روزہ افطار کے بعد ڈاکٹر ڈھولکیہ نے مہمانوں کی گلپوشی کی اور حاضرین مجلس
...شکریہ ادا کیا۔

...س دعوت میں ڈاکٹر ابوذر عباسی ڈاکٹر یعقوب شیخ، جناب اے رشید
...ر اردو رپورٹر اور ڈاکٹر مانکوڑ، شری ریاض احمد خان' اسسٹنٹ ڈائرکٹر
...پبلسٹی حکومت مہاراشٹر بھی مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے

ڈاکٹر الیف۔ ٹی پڈاریا کے پالی کلینک کا افتتاح

ڈاکٹر محمد اسحٰق جمخانہ والا' وزیر مملکت برائے مالیات، محنت، پروٹوکول اور اوقاف نے شہر کے مشہور معالج ایف۔ ٹی پڈاریا (ایم. ڈی. الف. سی. پی. ایس ایف. آئی. سی. اے نیویارک) ایف. سی. سی. پی (یو. ایس. اے) کے پالی کلینک کی رسم افتتاح انجام دی، جو ناگپاڑہ جنکشن پر نو تعمیر شدہ 'بیت الامان' کے پہلے منزلے پر کھولا گیا ہے۔

اس موقع پر شہر کے ممتاز اور سربرآوردہ اصحاب کے علاوہ نامور ڈاکٹروں نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی۔ اس پالی کلینک کو ڈاکٹر ابریو (ایم بی ڈی. او. ایم. ایس. ڈی. او) ماہر امراض چشم، ڈاکٹر مسز ای. ابریو (ایم. ایس) جنرل سرجن، ڈاکٹر اے. جی دیسائی (ایم. ڈی ڈی. سی. این) بچوں کے ماہر ڈاکٹر عزیز حکیم (ایم. ایس. ڈی. او. آر. ایل. ایم. بی) ای. این. ٹی سرجن ڈاکٹر مسز صفیہ کوتبا (ایم. ڈی. ڈی. جی. او) ڈاکٹر مسز جے. این. الف منھاس (ایم. بی. ایم. ایس) ڈاکٹر کے. سی موہتے (ایم. ڈی. ٹی. ڈی. ڈی) ڈاکٹر زیڈ. ایچ. رسی والا (ایم. ایس. ایف. آر. سی. ایس) اور ڈاکٹر مسز آر. ایم سکلات والا (ایم ڈی. ڈی. جی. او) کا تعاون حاصل ہے۔

...ومی راج میں شائع شدہ مضامین حوالے کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کئے جا سکتے ہیں، تاہم جس شمارے میں یہ مضمون شامل ہو اس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے نام ضرور روانہ کی جائے۔

(ادارہ)

وی پی / منی آرڈر

وی. پی. پی بھجوانے کی مسلسل فرمائشیں آرہی ہیں۔ وی. پی. پی روانہ کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ رقم خریداری بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں۔ کوپن پر پورا نام پتہ صاف صاف اردو اور ہندی میں تحریر فرما سکیں تو دفتری اندراجات میں آسانی ہوگی۔

(ادارہ)

مراٹھواڑہ میں فساد زدگان کی بازآبادکاری

اکولہ قنداری بزرگ اور فنداری خورد سے فساد سے متاثرہ کچھ لوگ پناہ لینے کی غرض سے بدناپور، تعلقہ جالنہ پہنچے۔ اس تصویر میں وزیر مملکت برائے داخلہ فساد زدگان کو گھریلو استعمال کے برتن تقسیم کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔

مراٹھواڑہ کے مقام گولٹ گاؤں میں دورے کے وقت، فساد سے متاثرہ ایک خاتون شری بھائی ویدیا کو اپنی بپتا سنا رہی ہے۔

وزیر مملکت برائے داخلہ، شری بھائی ویدیا، مراٹھواڑہ کے مقام گولٹ گاؤں میں فساد سے متاثر ایک شخص کو تسلی دے رہے ہیں۔ فساد کے دوران اس کی سلائی مشین جلادی گئی تھی۔ وزیر موصوف نے اُسے نئی مشین پیش کی۔

وزیر مملکت برائے داخلہ ۱۰ اگست کو اورنگ آباد تشریف لے گئے تاکہ فسادات کے باعث پیداشدہ صورت حال پر سماجی کارکنوں، شہریوں اور مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں سے تبادلۂ خیال کریں۔ زیر نظر تصویر میں دلت پنتھر کے لیڈر شری پریت کمار شیگاؤکر صوبیداری گیسٹ ہاؤس میں منعقدہ ایک اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں۔ شری نامدیو راؤ گاڈیکر وزیر مملکت برائے صحت عامہ بائیں سرے پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

اوپر :

ضلع چندرپور کے ادیباسیوں کو 'کھوتی' قرضہ جات کی تقسیم گڈھ چرولی میں ۴ر اگست سے شروع ہوئی۔ اس تصویر میں ضلع کلکٹر، شری وی۔ ایم اندورکر ایک ادیباسی عورت کو 'کھوتی قرض' کے بطور نقد رقم عنایت کر رہے ہیں۔

اوپر (دائیں) اس تصویر میں شری دھن سکھ لال رتن لال گھیلا بھائی، جنرل مینجر، پیراگان ملز، بمبئی ختم مدت پر دہ رقم ادا کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں جو مل ورکروں نے پانچ سال قبل چھوٹی بچت میں جمع کی تھی

(بائیں) شری سدانند وردے، وزیر تعلیم "سنسکرت دِوس سماروہ" کے موقع پر اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں جو حکومت مہاراشٹر کے زیر اہتمام ۱۸ر اگست کو بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔

ورنر مہاراشٹر شری صادق علی ۵ر اگست کو مالیگاؤں (ضلع ناسک) میں مشہور و معروف اسلامی دینی درسگاہ 'جامعۃ الصالحات' تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں (دائیں طرف) درسگاہ کے صدر، مولانا محمد عثمان گورنر موصوف کو سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں۔ بائیں طرف ری ونائک راؤ پاٹل، وزیر مملکت برائے صنعت، شری نہال احمد، وزیر برائے ایمپلائمنٹ اور میں یادر اور شریمتی شانتی صادق علی تشریف رما ہیں۔

اوپر (بائیں جانب) شری صادق علی، گورنر مہاراشٹر نیز صدر سٹیزنس سائیکلون ریلیف کمیٹی، مہاراشٹر نے ۲۰ راگست کو راج بھون بمبئی میں ۱۰ لاکھ روپے کا چیک چیف منسٹر ریلیف فنڈ کے لئے عنایت فرمایا۔ شری اتم راؤ پاٹل وزیر محصول، وزیر اعلیٰ شری شرد پوار کی طرف سے یہ چیک وصول فرما رہے ہیں۔

اوپر (دائیں) پولس میڈل یافتہ، شری راجہ رام رامکرشن پاٹل، پولس جمعدار، سٹی پولس اسٹیشن، جلگاؤں کو ضلع کلکٹر کے دفتر میں منعقدہ ایک تقریب میں مبارکباد دی گئی۔ کلکٹر شری این۔ رام راؤ اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولس شری ایس۔ ایس پوری نے میڈل پانے پر انھیں بدھائی دی۔ شری پاٹل کو ان کی عمدہ کارگذاری پر ۵۲۱ انعامات پانے کا اعزاز حاصل ہے۔

بازو میں: شریمتی وجیا پاٹل کی زیرادارت بچوں کے نئے رسالہ 'بال سکھی' کی رسم اشاعت، شری موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے حال ہی میں جلگاؤں میں منعقدہ ایک تقریب میں ادا کی۔ شری گجانن راؤ گرودڑ، ڈپٹی اسپیکر آف اسٹیٹ لیجسلیٹو اسمبلی نے اس تقریب کی صدارت فرمائی۔

(نیچے بائیں) شری شنکر راؤ چوان، وزیر مالیات، ناندیڑ سے ۸ کلو میٹر دور واقع سوگاؤں بزرگ میں فساد سے متاثرہ ایک کنبہ کو تسلی دے رہے ہیں۔ شری اے۔ ایس کستورے، وزیر برائے سماجی بہبود اور ضلع کلکٹر شری ایس۔ ایس جاموال بھی دیکھے جا سکتے ہیں

نیچے دائیں: حکومت ہند کے کمشنر برائے مندرج جاتی و قبائل، شری ستیش کمار، ضلع ناندیڑ کے تعلقہ بلولی میں واقع مقام تھموری کے فساد زدہ خاندانوں کے افراد سے حال دریافت فرما رہے ہیں۔ ڈائرکٹر آف سوشیل ویلفیر ریاست مہاراشٹر شری پردیپ بھی آپ کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں
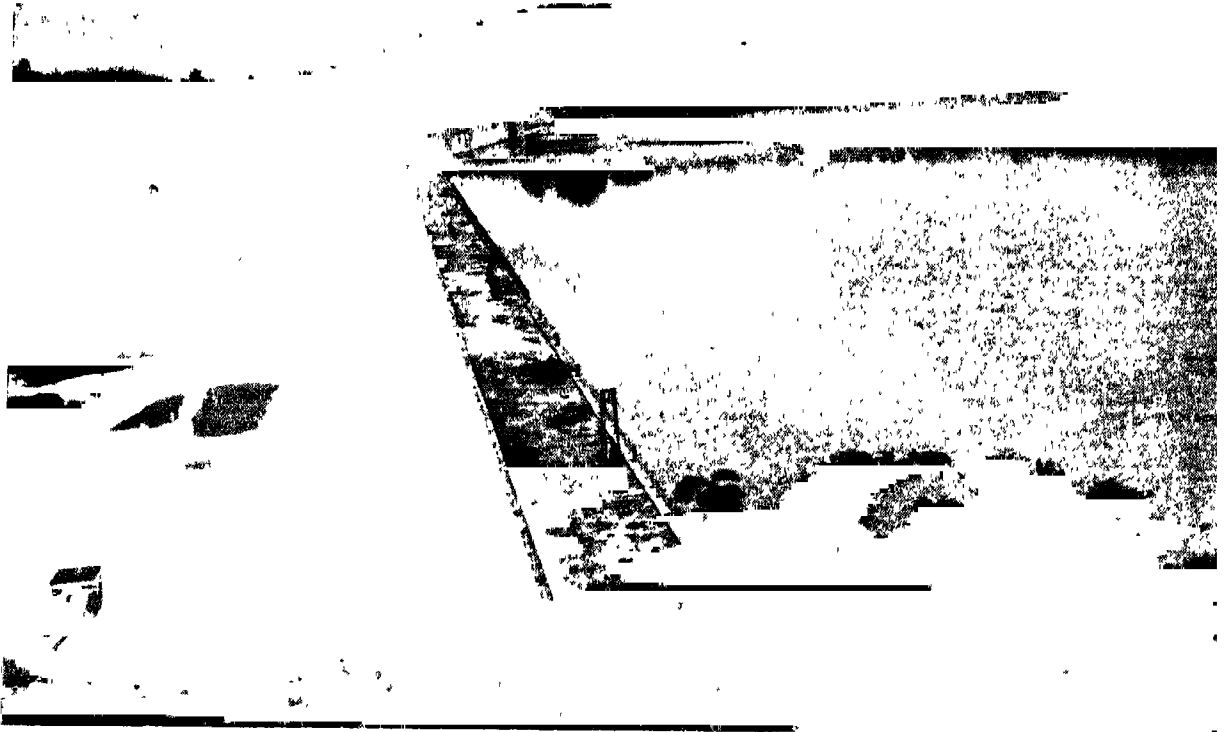
(اوپر) بَردی بند کا ایک خوشنما منظر۔ بردی گروپ واٹر ورکس یعنی بردی، شاہد، ہندوستان آرگینک کیمیکلز (ایچ او سی) اور رسائنی پر مشتمل ہے۔ اس کی 'سمائی' ۹۴ ملین گیلن یومیہ ہے۔ جس میں بردی کے ۶۵ ملین گیلن یومیہ، شاہد کے ۱۲ ملین گیلن یومیہ، ایچ۔ او سی کے ۱۲ ملین گیلن یومیہ اور رسائنی کے ۵ ملین گیلن یومیہ شامل ہیں۔ گروپ میں توسیع کی بڑی گنجائش ہے۔ جس سے اس کی کل سمائی ۲۸۵ ملین گیلن یومیہ ہو جائے گی۔

(نیچے) مرول صنعتی علاقہ (بمبئی) میں مرکزی حکومت کے قائم کردہ 'سانتا کروز الیکٹرانک اکسپورٹ پروسیسنگ زون' (ایس ای ای پی زیڈ) کے لئے ہڈک کا تعمیر کردہ امپورٹ ویئر ہاؤسنگ کمپلیکس۔ اس حلقہ میں ترقیاتی کام نیز تعمیراتی پروجیکٹ ڈپوزٹ کنٹری بیوشن ورکس کے طور پر ہڈک کے سپرد کئے گئے تھے۔ ۲٫۱۹ کروڑ روپے کی لاگت سے پورے کئے گئے تمام ورکس ایس ای ای پی زیڈ حکام کے حوالے کر دیئے گئے
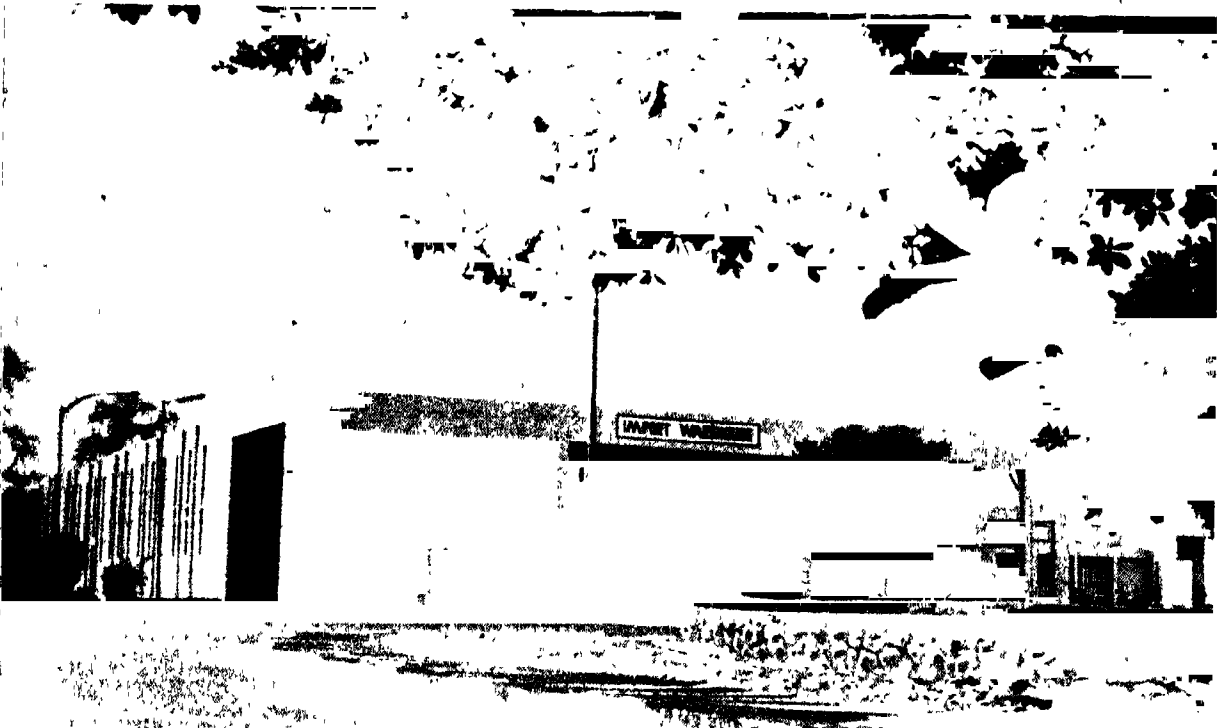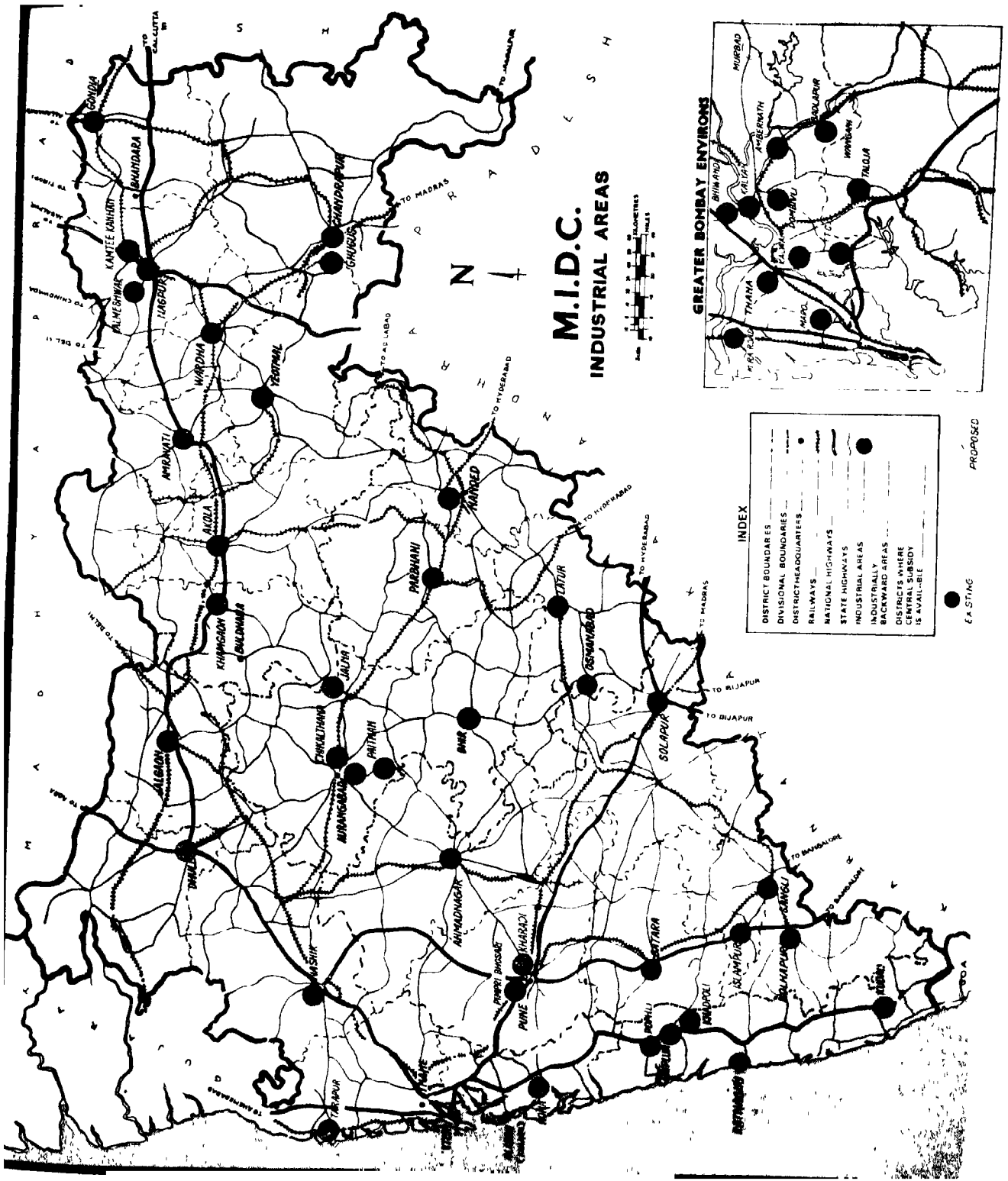
धोखा!
धोखा!!

قومی راج

خصوصی شراب بندی نمبر

١٠ اکتوبر ١٩٧٨ء
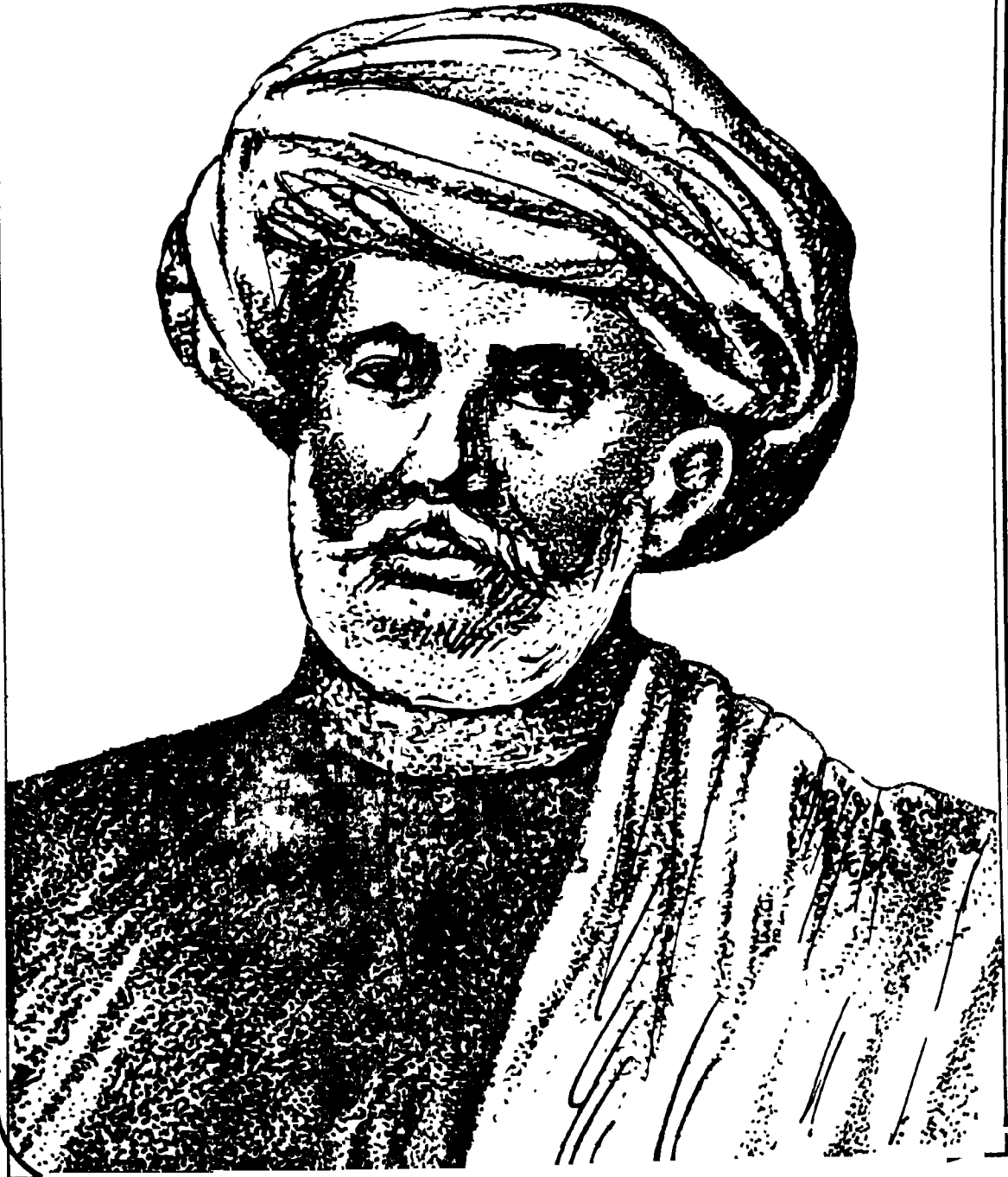
"لوگ شراب نوشی سے اجتناب کریں۔ اسی میں ترقی وفلاح مُضمر ہے۔ بصورتِ دیگر وہ ہمیشہ ہمیشہ مقروض اور مُفلس ہی رہیں گے۔"

— مہاتما پھلے —
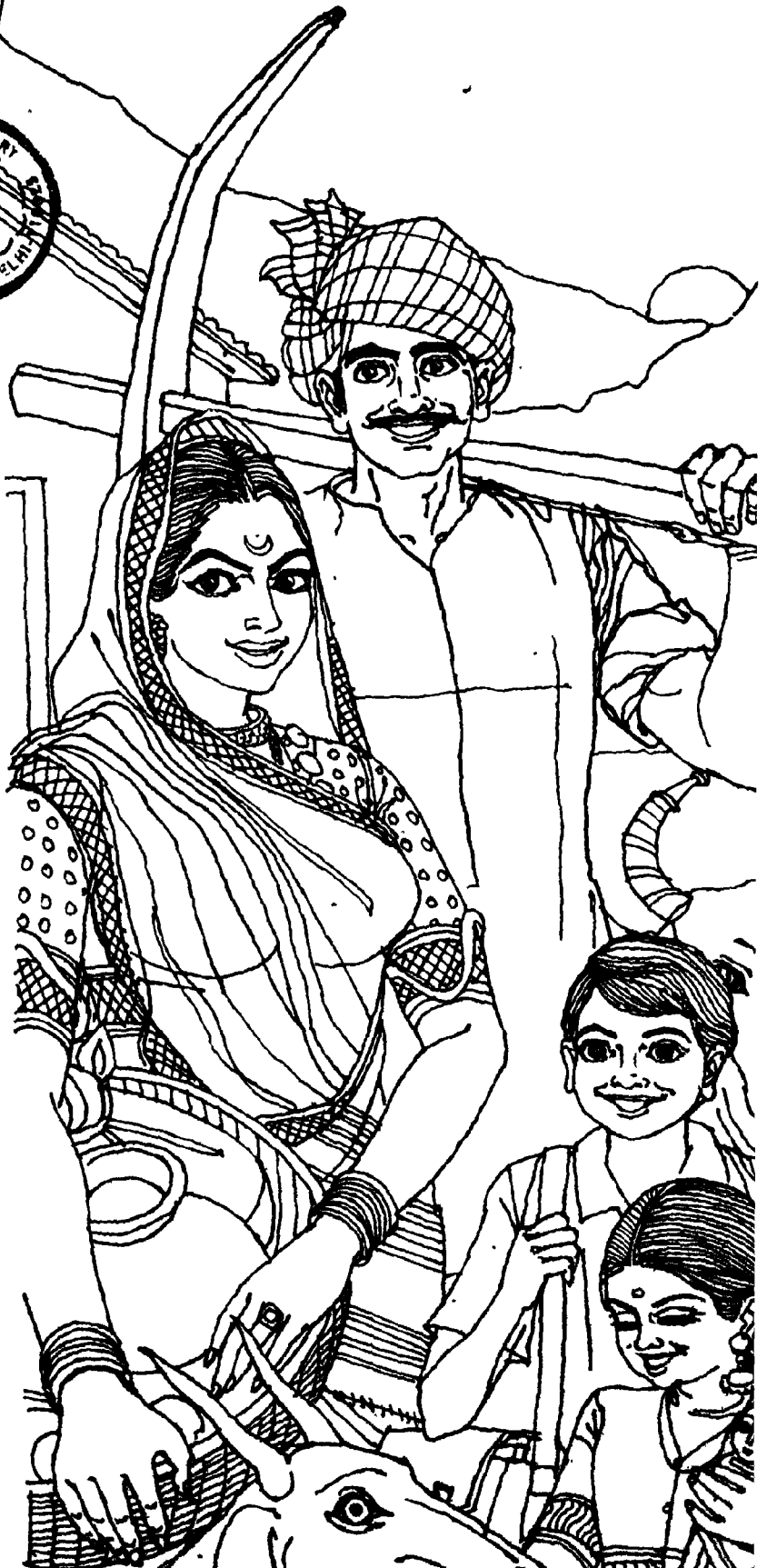
قومی راج

ستمبر ۱۹۷۸ء ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء

شراب بندی نمبر

جلد ۵ شمارہ نمبر ۱۸ و نمبر ۱۹

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے فی کاپی: ۵۰ پیسے

نگران۔ خواجہ عبد الغفور (آئی۔اے۔ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر۔

ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر۔

ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر۔ عبد الوحید خاں جامی

قارئین کی رائے

قدیر جی. ایچ۔ دیسائی ۲ ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۶

'قومی راج' کا "یوم آزادی نمبر" جیتا جاگتا اور دلچسپ شمارہ ہے، جس میں آزادیٔ وطن کی خاطر لڑنے والے مجاہدوں کی یروڈا جیل میں گزاری ہوئی زندگی پر اہم معلومات ہیں۔ یہ شمارہ آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔

•

مصطفٰے جمیل ۔ مومن پورہ، بالاپور ۴۴۴۳۰۲، ضلع اکولہ

'قومی راج' میں نظموں اور غزلوں کے چند صفحات جاری ہو جانے پر قومی راج میں ایک نئی جان پیدا ہوگئی ہے۔ قومی راج کا ہر مضمون نہایت معلوماتی ہوتا ہے اور ریاست کی خبریں بھی مل جاتی ہیں۔ مختلف شہروں کے تعارف کا سلسلہ جو قومی راج میں شروع تھا، میری درخواست ہے کہ اسے جاری رکھئے، ریاست میں کئی تاریخی شہر ہیں جو قومی راج کے صفحات کی زینت بن سکتے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت قومی راج کے معیار میں کافی اچھی تبدیلی آئی ہے۔ میری دعا ہے کہ قومی راج اسی طرح ترقی کرتا رہے

رفیق جعفر ۔ ۱۲/۶۱، مالونی کالونی ۲، پوسٹ کھاروڈی، ملاڈ (مغربی)، بمبئی ۹۵

"قومی راج" ہر ماہ نت نئی معلومات فراہم کرتا ہے۔ مہاراشٹر سے متعلق تو بڑی نایاب چیزیں پڑھنے کو ملتی ہیں گویا اس اسٹیٹ کی تاریخ مرتب ہو رہی ہے

'یوم آزادی' کا خصوصی شمارہ ملا۔ حصۂ نظم پسند آیا۔ نثر میں رفیعہ شبنم عابدی صاحبہ کا مضمون معلومات افزا ہے۔ عثمان خاں کا مضمون "ملبالو اللاباغ" بھی بہت خوب ہے۔ گوا کے بارے میں دو مضامین گوا کی سیر کرا دیتے ہیں۔ اور یہ مضامین ریکارڈ کرنے کے قابل ہیں۔ پروفیسر نائک کا مضمون "تحریکِ آزادی میں مہاراشٹر کا حصہ" کئی انکشافات لئے ہوئے ہے۔

•

اقبال گرامی ۔ کھنڈوہ (ایم پی)

'قومی راج' کے ادبی معیار کا قائل ہوں۔ آپ لوگ جس دیانتداری کے ساتھ اُردو زبان و ادب کی خدمت کر رہے ہیں اسے تاریخِ اُردو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ حکومتِ مہاراشٹرا اپنے اس اقدام پر قابلِ مبارکباد ہے

•

عبدالمجید ۔ یوسف چیمبر، بائیکلہ، بمبئی ۴۰۰۰۲۷

'قومی راج' ہر لحاظ سے نہایت مفید، معیاری اور معلوماتی رسالہ ہے جس کے لئے حکومتِ مہاراشٹر قابلِ مبارکباد ہے۔ یہ رسالہ ہر اُردو داں کے مطالعہ میں رہنا چاہیئے۔

•

طرفہ قریشی ۔ مومن پورہ، ناگپور ۱۸

"قومی راج" کا ۲۵ رجولائی کا شمارہ موصول ہوا۔ بڑا صاف ستھرا رسالہ ہے۔ خدا استقامت بخشے۔

•

حکیم رشید بیگ دہلوی ۔ مسجد اسٹریٹ، بمبئی نمبر ۳

۲۵ راگست کا شمارہ نظروں سے گزرا۔ پڑھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ خاص کر پروفیسر جے۔ وی نائک شعبۂ تاریخ، بمبئی یونیورسٹی کا مضمون "تحریکِ آزادی میں مہاراشٹر کا حصہ" پڑھ کر کافی معلومات حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ تمام مضامین کی ترتیب بھی خوب ہے۔ میں حکومت مہاراشٹر کو ایسا معلوماتی اور ادبی شمارہ نکالنے پر پُر خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا گو ہوں کہ 'قومی راج' دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔

•

ایس۔ ایچ۔ عقیل ہاشمی ۔ مغل پورہ، حیدرآباد

'قومی راج' کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ حرکت میں برکت کے مصداق، بمبئی دفتر خانہ، ٹورزم ڈیولپ منٹ کے علاوہ ہولی کا رنگ خوب ہے۔

•

مجیب بستوی ۔ سمریانواں بازار، بستی (یو۔پی)

'قومی راج' ۔ میں ادبی حصہ کا اضافہ بہت خوب ہے۔ کاش سماجی بہبود سے متعلق کہانیوں کا اضافہ بھی کر دیا جائے۔ اس طرح اس خوبصورت رسالہ میں چار چاند لگ جائیں گے کیونکہ میرے اور احباب کے خیال کے مطابق اتنا دلکش معلوماتی، معیاری اور کم قیمت کوئی دوسرا رسالہ نہیں ہے۔ صحیح معنوں میں حکومتِ مہاراشٹر اُردو کی خدمت کر رہی ہے اور لائقِ تحسین ہے۔

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

باپو کو ہم یاد کریں گے

• مفتون کوٹوی
ہرن بازار، اِملی چوک، کوٹہ

ملک کے دشمن، امن کے دشمن ــ اس کو جب برباد کریں گے
تنگیٔ دل سے اہلِ گلشن! ــ خود کو ہم ناشاد کریں گے
اپنے ہی بے گانے بن کر ــ آپس میں بیداد کریں گے
بانیٔ فتنہ، فتنہ و شر میں ــ باہم جب امداد کریں گے
زخمی نظریں گھائل جذبے ــ ظلم سے جب فریاد کریں گے
باپو کو ہم یاد کریں گے، باپو کو ہم یاد کریں گے

ہوں گے پورے جب منصوبے ــ پورے سب ارمان بھی ہوں گے
راہیں کچھ ہموار بھی ہوں گی ــ بڑھنے کے امکان بھی ہوں گے
سمجھیں گے دستور جب اپنا ــ پھر تو گدا سلطان بھی ہوں گے
ہم پر جو قربان ہوا ہے ــ اس پر ہم قربان بھی ہوں گے
جس نے ہم کو شاد کیا ہے ــ روح کو اس کی شاد کریں گے
باپو کو ہم یاد کریں گے، باپو کو ہم یاد کریں گے

باپو، کا احسان ہے ہم پر ــ اس نے بہاریں بخشی ہیں
راہیں وہ کب چھوڑیں گے ــ جو راہیں ہم کو سونپی ھیں ! !
پیغامِ محبت کے باعث   الفت کی گھٹائیں برسی ہیں
ٹھنڈی ہوائیں آ بھی چکیں   کچھ اور ہوائیں لانی ھیں !
خُلدِ محبت خود ہی بنا کر   خود ہی اُسے آباد کریں گے
باپو کو ہم یاد کریں گے، باپو کو ہم یاد کریں گے
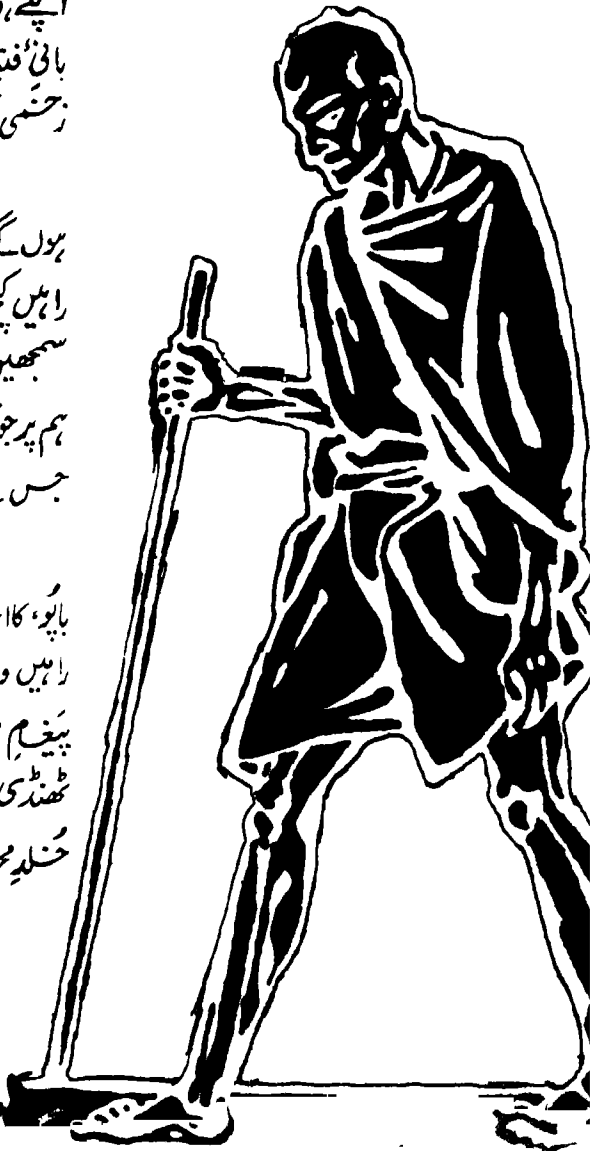
مے نوشی پر احساسِ ندامت کو بیدار کیجیے
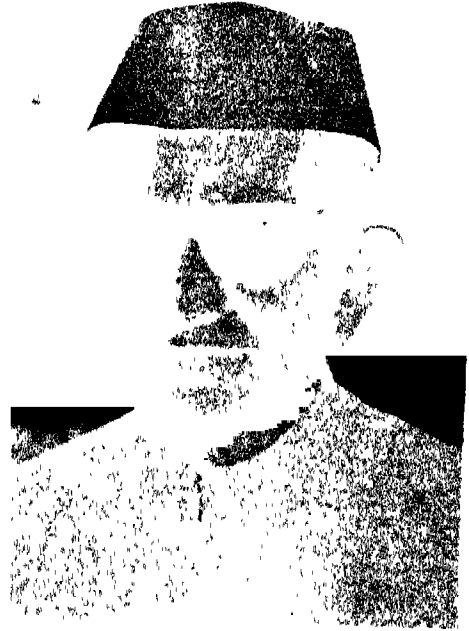
——— وزیرِ اعظم

شری مُرارجی دیسائی،
وزیرِ اعظم

مے نوشی ہندوستانی تہذیب میں سداہی بُری اور شرمناک سمجھی گئی ہے۔ میرے خیال میں آج بھی ہمارے دیس واسیوں کی بڑی اکثریت یعنی اندازاً اسّی فیصد سے زائد لوگ یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس احساسِ شرم و حیا کو فراموش کردیا ہے اور ان کے خیال میں مے نوشی ایسی حرکت نہیں رہی جس پر ندامت ہو۔ میرے خیال میں از سرنو وہی ماحول پیدا کیا جائے جس میں پھر وہی احساسِ شرم و ندامت جاگ اُٹھے۔ جن لوگوں نے مے نوشی کا نتیجہ دیکھ لیا ہے ان سے اُمید یہی ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کہیں یا حرکت نہ کریں جس سے اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ الکحل ایسی دوا کے مانند ہے جو جسم کو سُن کرکے رکھ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا اثر نہیں ہے۔ اگر ایسی 'خوراک' اکثر لی جائے تو پھر جسم کی کیا دُرگت ہوگی؟ یہ 'آپریشن' کی حد تک تو ٹھیک ہے۔ اس کے آگے اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

اگر جہاں تک ممکن ہے جلد سے جلد دیس میں شراب بندی نافذ نہ کی گئی تو مجھے خوف ہے کہ یہ اپنی روایات سے روگردانی ہوگی۔

جوں جوں وقت گذرتا ہے بُرائی بڑھتی ہے۔ اگر یہ بُرائی ہر شخص کو اپنی گرفت میں لے لے تو پھر ہمارا 'خدا ہی حافظ' ہے۔

شری مُرارجی دیسائی
وزیرِ اعظم

شری شرد پوار
وزیرِ اعلیٰ مہاراشٹر

وزیرِ اعلیٰ کا پیغام

سماجی تعلیم اور تلقین کے ذریعہ شراب بندی

"مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ "قومی راج" شراب بندی ہفتہ کے دوران خصوصی شراب بندی شمارہ شائع کر رہا ہے۔

یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ شراب بہت سی انفرادی اور سماجی برائیوں کی جڑ ہے۔ ایک فرد کی جسمانی، دماغی اور اخلاقی حالت پر اس کے مضر اثرات کے ماسوا شراب کی کھپت کے نتیجہ میں جرائم، سماجی سلامتی، اور کمسنوں میں آوارگی کے خطرناک مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بہر صورت ہندوستان جیسے ملک میں شراب بندی کی مہم بڑی اہمیت رکھتی ہے، جہاں ہم پسماندگی اور غربت دور کرنے کے لئے سرگرم ہیں اور حکومت کمزور طبقات کی زندگی ہر طرح سے بہتر بنانے کے لئے حتی المقدور کوشش کر رہی ہے لہٰذا یہ ازبس ضروری ہے کہ غریب لوگوں کے ہاتھ میں پہنچنے والی آمدنی شراب نوشی اور دوسری لعنتوں میں ضائع نہ ہو۔

شراب بندی لازمی طور سے ایک سماجی اصلاح ہے۔ تجربہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شراب نوشی کے انسداد میں محض قانون اور تعزیری کارروائی کافی نہیں ہیں۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ سماجی تعلیم اور پرچار کے ذریعہ شراب کے لئے سازگار ماحول پیدا کیا جائے۔ سماج کے سب ہی طبقات کے لوگوں کو شراب نوشی اور نشہ آور ادویات کے نقصانات سے مؤثر طور پر آگاہ کیا جائے۔ اس مقصد سے سماجی کارکنو اور سرکاری جماعتوں کو مل کر کام کرنا چاہئے اور ہر دستیاب ذریعہ سے کام لے کر سائنٹفک معلومات پھیلانا چاہئے۔ مردوں اور عورتوں میں پیدا کرنے کے لئے مذہبی اور اخلاقی مبلغین کی مدد بھی حاصل کرنا چاہئے۔

مہاتما گاندھی نے شراب بندی پروگرام کو سب سے زیادہ فوقیت دی تھی کیونکہ انھیں سماج کے کمزور طبقات کی بڑی فکر تھی۔ گاندھی جینتی کے دن باپو کی خدمت میں ہمارا بہترین خراجِ عقیدت یہی ہو سکتا ہے کہ ہم پھر اُن کے اس خواب کی تکمیل میں ہمہ تن لگ جائیں جو انھوں نے شراب کی لعنت سے پاک پوتر سماج کے قیام کے لئے دیکھا تھا۔"

*

نشہ بندی بذریعہ تعلیم

• چھیدی لال گپتا (وزیر برائے جنگلات، شراب بندی و اکسائز)

مہاتما گاندھی ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ انسان کے جیون میں محض جسمانی عیش و عشرت کا حصول ہی سب کچھ نہیں۔ انسان کا جسم بھگوان کا گھر ہے ہمیں اسے ایک مقدس مندر سمجھنا چاہیئے۔" ان ہی سطور پر مہاتما گاندھی نے انگریز حکمرانوں کے دور میں نشہ بندی کی تحریک شروع کی تھی۔

ایک شرابی نہ صرف یہ کہ اپنے افرادِ خاندان کو مصیبتوں کے عمیق غار میں دھکیلتا ہے بلکہ وہ پورے سماج کو بھی اخلاقیات اور معاشی طور سے بری طرح متاثر کرتا ہے یہی وجہ تھی کہ مہاتما گاندھی نے ملک کے روبرو نشہ سے پاک سماج کا تصور پیش کیا۔ مہاتما گاندھی کا یہ خواب پورا کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ہم اس تصور کو اپنے معاشی پروگرام میں ضروری جزو کے طور پر شامل کریں۔

لیکن اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمیں کئی مشکلات پر قابو پانا ضروری ہوگا۔ آجکل آزادی کے بعد سے صنعتی اور شہری زندگی میں تیزی سے انقلابات رونما ہو رہے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ نئے مسائل بھی وقتاً فوقتاً پیدا ہو رہے ہیں۔ مثلاً اب ایک درمیانی طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو سماج کو "مے نوشی" کے لئے اکساتا ہے۔ حالات یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ اب اسکول اور کالج کے نوجوان آزادی سے ہر سے شوق کرنے لگے ہیں۔

"شراب" نفرت انگیز

بے شک مے نوشی ہماری تہذیب میں ناپسندیدہ شے سمجھی جاتی ہے۔ ہمیں اپنی تہذیب و تمدن پر ناز ہے۔ سنت گیانیشور، سنت تکارام، رام کرشنا پرمہنس، وویکانند جیسے سنتوں نے بھی 'مے نوشی' کی مذمت کی ہے۔ ان حالات میں ہمیں مے نوشی کی عادت کی بیخ کنی کرنا ہوگی تاکہ یہ عادت بڑھ کر کہیں "شان و حیثیت" جیسی نئی صورت اختیار نہ کر لے۔ اس کے لئے صرف قانون ہی کافی نہیں ہے بلکہ خود لوگوں میں احساس پیدا کیا جانا چاہیئے، اور تعلیم کا استعمال کیا جانا چاہیئے۔ اگر نوجوان مرد و خواتین مل جل کر کوشش کریں تو "نشے سے پاک سماج" کا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔

آج ہمیں سب سے پہلے نئی نسل کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں پر نظر رکھنی چاہیئے اگر یہ نسل نفس کا شکار ہونے سے بچ گئی تو یقین جانیئے ہم نے آدھی جنگ جیت لی۔ مے نوشی سے پھیلنے والی سماجی، اخلاقی اور معاشی برائیوں سے ان نوجوانوں کو آگاہ کرنا ہوگا۔ اگر ہم طالب علم طبقہ کو اس برائی سے بچا سکیں تو یہ ہمارے لئے ایک بڑا کارنامہ ہوگا۔

خواتین یہ کارنامہ انجام دے سکتی ہیں

شراب سے پیدا ہونے والے برے اثرات کا شکار زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں۔ مرد پیتے ہیں اور عورتوں کو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ شرابی شوہر اپنی بیوی کو مارتا ہے اور بیچاری عورت خاموشی سے مار پیٹ برداشت کرتی ہے۔ وہ دل پر بوجھ لئے اپنے بچوں کو بھوکا سلاتی ہے اور اکثر اس کا نتیجہ کسی جرم کا ارتکاب یا طلاق کی صورت میں ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی تباہ ہو جاتی ہے اور پورے سماج کو اخلاقی اور معاشی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس برائی کا خاتمہ صرف عورت ہی کر سکتی ہے۔ اگر عورت بیدار ہو جائے تو یہ معجزہ رونما ہو سکتا ہے ایسی کئی مثالیں ہیں جن سے ان واقعات کا پتہ چلتا ہے کہ عورتوں نے مہاتما گاندھی کی تحریک میں حصہ لیا اور ستیہ گرہ کی۔ ۱۹۳۰ء میں عورتوں کو گھیراؤ تحریک میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

آج بھی عورتیں اگر چاہیں تو زبردست تحریک مے نوشی کے خلاف چلا سکتی ہیں اور اس طرح اپنے خاندان اور پورے سماج کو سکھ اور چین و خوشحالی سے ہمکنار کر سکتی ہیں۔

وسیع تشہیر

نشہ بندی کے سلسلہ میں غریب طبقہ پر نگاہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ سماج کو ایسے مناسب اقدامات کی پیروی کرنی چاہیئے جن کی بدولت کسانوں، مزدوروں اور بُنکروں وغیرہ کے خاندان کو مے نوشی کے باعث برباد ہونے سے بچایا جا سکتا ہے نشہ بندی کی حمایت میں وسیع پیمانے پر تشہیر کی جانی چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے ان تمام ذرائع مثلاً مباحثے، سیمینار، دیواری اخبار، پمفلٹ، لورڈ، نمائش، تربیتی کیمپ، ریڈیو، ٹیلیویژن، ڈرامے، فلم وغیرہ کا استعمال کیا جانا چاہیئے۔ جمہوریت میں جتنا زیادہ خوشگوار اور مددگار رابطہ حکومت اور سماج کے درمیان قائم ہوگا، اتنا ہی سازگار ماحول نشہ بندی پر کامیابی سے عملدرآمد کے لئے پیدا ہوگا۔

حکومت کی پالیسی

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نشہ بندی مکمل ہونی چاہیئے۔ لہٰذا میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شراب سے آمدنی حاصل کرنا حکومت مہاراشٹر کا مقصد نہیں ہے۔ میں اس بات کو دُہرانا چاہوں گا کہ حکومت نشہ بندی پر اطمینان بخش طور سے عمل کر رہی ہے بلکہ یہ آئندہ بھی کرتی رہے گی۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ حکومت ایسے اقدامات کر رہی ہے جو مرکزی حکومت کی قدم بہ قدم نشہ بندی، سے متعلق پالیسی سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے حکومت نے اپنے پروپیگنڈا اور تشہیری عملہ کو جو کہ اس سلسلے میں تعلیمی رویہ اختیار کرے گا، زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ریاستی حکومت نے نشہ بندی پروگرام کو عمل میں لانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور حکومت توقع رکھتی ہے کہ اس کا عملہ اس سلسلے میں اپنے فرائض بخوبی انجام دے گا۔ حکومت کو یہ بھی یقین ہے کہ عوام بھی ان اقدامات کی عملاً حمایت کریں گے۔

شراب نوشی کو ہندوستانی تہذیب میں ہمیشہ بُرا سمجھا گیا ہے۔ خود ہمارے ملک میں یادو اور لوگوں کی مثال موجود ہے۔ مے نوشی کی وجہ سے کئی تہذیبیں اور قومیں فنا ہو چکی ہیں جس کا ثبوت تاریخ میں موجود ہے۔ اب بھی ۹۰ فیصد لوگ مے نوشی کو اپنی شان بڑھانے کے مترادف نہیں سمجھتے۔ اگر ہم بہتر زندگی، تہذیب و تمدن کو رواج دینا چاہتے ہیں تو ہمیں نشہ بندی نافذ کرنا ہوگا۔

سماجی تعلیم

یہ واضح ہے کہ نشہ بندی صرف قانون کے ذریعہ نہیں نافذ کی جا سکتی۔ قانون کے ساتھ ساتھ سماجی تعلیم کے ذریعہ اور رائے عامہ کو ہموار کر کے، نشہ بندی بہتر طور سے نافذ کی جا سکتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں عوام میں اتحاد پیدا ہوگا۔ تعلیمی پروپیگنڈے کے لئے سیکڑوں رضاکارانہ انجمنیں اور ہزاروں خدمتگار خود آگے بڑھ کر حصّہ لیں گے۔ صرف اسی طریقے سے مہاتما گاندھی کا "نشہ سے پاک سماج" کا پیغام لوگوں تک پہنچایا جا سکے گا۔ لوگوں کی عادات کو تبدیل کرنا آسان کام نہیں ہے نشے کے عادی لوگوں کے لئے نئی راہیں مسلسل ہموار کرنا ضروری ہے۔ مہاتما گاندھی نے ایک جادوگر کی طرح صرف سحر زدہ شخصیت کی بدولت پورے ملک کے حالات کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ اگر ہم گاندھی جی کے جنم دن کے موقع پر گاندھی جی کے پیغام اور ان کے کارہائے نمایاں کا اعادہ کریں تو یہ نشہ بندی پر عملدرآمد کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ "نشہ سے پاک سماج" کا قیام ایک مشکل اور طویل تجربہ ہے لیکن لوگوں کی قوت ارادی ہمارے اس کام میں سُرعت پیدا کر سکتی ہے۔

[نشہ بندی ہفتہ کے موقع پر ممبئی ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی گئی وزیر نشہ بندی کی تقریر کی بنیاد پر لکھا گیا]

• مترجمہ: ایم۔ اقبال

شرابِ کہنہ؟ یہ دارو

آغا حشر کاشمیری

گلاسوں میں جو ڈوبے پھر نہ اُبھرے زندگانی میں
ہزاروں بہہ گئے اِن بوتلوں کے بند پانی میں!

✱

نہ کر برباد اپنی زندگی بوتل کے متوالے
وہ کالے گا بڑھاپے میں جو بوتا ہے جوانی میں

✱

یہ دارو کا پیالہ موت کا کڑوا پیالہ ہے!
بلا ہے زہر شربت میں چھپی ہے آگ پانی میں

✱

یہ 'وہسکی' اور 'برانڈی' جسم کو بیکار کر دے گی
چلے گی کیا "گھڑی" دم ہی نہ ہوگا جب کمانی میں

• مُرسلہ: ایم۔ ایم پارسے

شراب بندی کے نفاذ میں

نوجوانوں کا فرض

وزیر مملکت کی اپیل

شری پدم سنہہ پاٹل
وزیر مملکت برائے شراب بندی

شراب بندی ہفتہ کے موقع پر شری پدم سنہہ پاٹل، وزیر مملکت برائے شراب بندی نے نوجوانوں سے پُرزور اپیل کی کہ وہ اس بات کا عہد کریں کہ کبھی شراب نوشی کی علّت کا شکار نہ ہوں گے نیز شراب بندی کے نفاذ میں پوری پوری مدد کریں گے، جو حکومت کا ایک فلاحی پروگرام ہے۔

شراب بندی کے پرچار کے کام پر زور دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ تعداد میں سماجی، ثقافتی اور تعلیمی اداروں، کالجوں، ہائی اسکولوں اور دیگر اسکولوں کو شراب کے بُرے اور مُضر اثرات سے باخبر کرنا چاہیئے۔ اور یہ کام وہاں انجام دینا چاہیئے۔

آپنے مزید فرمایا کہ عوامی زندگی پر شراب نوشی کے بُرے اثرات سے ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ شراب کے اثرات سے آدمی اپنے جسم اور دماغ پر قابو کھو دیتا ہے اور بدکاری کا مرتکب ہوتا ہے۔ انفرادی حیثیت سے بھی کسی شخص کو اپنی جسمانی و دماغی صحت و تندرستی کی خاطر شراب نوشی کی عادت نہ ڈالنا چاہیئے۔ بعض تعلیم یافتہ لوگ مے نوشی کو جائز بتاتے ہیں۔ لیکن کیا یہ صریحًا صائب اور معقول بات ہے۔ لہذا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ریاستی سطح پر شراب بندی لاگو کی جائے۔ لیکن محض قانون کے ذریعہ یہ ممکن نہیں بلکہ اس مقصد کے لئے سماج کے سب ہی درجہ کے لوگوں کا تعاون حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ سماجی کارکنوں اور تعلیمی اداروں کے نگرانوں کو چاہیئے کہ اس کام کو پورا کرنے کے لئے حتی المقدور کوشش کریں۔ والدین کو بھی مستعدی کے ساتھ مدد دینی چاہیئے۔ دیس کی خوشحالی اور حفاظتِ آزادی کا کام اب نوجوان نسل کو انجام دینا ہے جس کے لئے ہم نے زندگی بھر جدوجہد کی ہے۔ لهذا وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ نوجوان اُنھیں جو شراب نوشی کے عادی نہ ہوں۔ مہاتما گاندھی نے ہمیشہ فکر و عمل کی یکسانیت پر زور دیا ہے ہماری زندگی میں اخلاق و کردار بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ صحت مند، توانا اور لعنتِ شراب سے آزاد نوجوان ہی قوم کے معاون ہوسکتے ہیں۔

لہذا میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ شراب بندی کے پرچار کا کام سنبھالیں۔ نوجوانوں کے درمیان شراب کے عادیوں کا فیصد برائے نام ہے لیکن اس معمولی تعداد کی وجہ سے اس علّت سے پاک نوجوانوں کی بڑی اکثریت کے نام پر بٹّہ لگتا ہے اور بسا اوقات ان کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ لہذا یہی موقع ہے کہ نوجوانوں کی اکثریت متحدہ ہوکر مے نوشی کی لعنت کے خلاف پرچار کے کام میں ہمہ تن لگ جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ شراب کے مُضر اثرات سے آگاہی کا کام جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ سماجی، ثقافتی اور تعلیمی اداروں، کالجوں، ہائی اسکولوں اور اسکولوں میں انجام دیا جائے۔ اسی طرح یہ تحریک تعمیری اور کارگر رُخ اختیار کریگی۔ اس زبردست قوت سے کام لیکر نوجوان خوشحال ہند کے خواب کو حقیقت کا جامہ پہنا سکیں گے۔ شراب بندی ہفتہ کے موقع پر میں نوجوانوں سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ یہ عہد کریں کہ وہ کبھی بھی شراب نوشی کی علّت کا شکار نہ ہوں گے نیز انھیں چاہیئے کہ وہ حکومت کے اس فلاحی پروگرام میں بھرپور تعاون دیں۔

*

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ شراب بندی کا پیغام ہے
صحت، صفائی اور خوشحال زندگی!

شراب بندی کا پیغام

• وائی۔ جی۔ نت سرمے، ڈائرکٹر 'ابیڈریا'

آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ جب کبھی چند آدمی اکٹھا ہوتے ہیں، آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو شراب بندی جلد ہی موضوعِ سخن بن جاتی ہے۔

شراب بندی کے موضوع پر اس دن سے گرما گرم بحث چھڑ گئی ہے جب کہ وزیراعظم شری مرارجی دلیسائی نے یہ تاریخی اعلان کیا تھا کہ دیس میں چار سال کی مدت میں شراب بندی لاگو کردی جائے گی۔

مجھے بخوبی یاد ہے کہ ۱۹۳۷-۳۸ء میں جب میں ہائی اسکول کا طالب علم تھا، شراب بندی کا موضوع اس وقت تقریباً اولین مسئلہ بن گیا تھا۔ جہاتما گاندھی نے تمام صوبائی سرکاروں سے کہا تھا کہ وہ شراب بندی کے پروگرام کو سب سے زیادہ فوقیت اور اہمیت دیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سودیشی سرکار لوگوں کے ہاتھ زہر فروخت کرکے روپیہ اکٹھا کرے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ یکم اگست ۱۹۳۹ء کو شہر بمبئی میں ایک زبردست جلوس نکالا گیا تھا تاکہ شراب بندی پالیسی کی عام حمایت کا مظاہرہ کیا جائے، جو ریاستی سرکار نے شروع کی تھی۔ یہ سب ہی پارٹیوں کا مشترکہ جلوس تھا جس میں کانگریسی رہنما، سوشلسٹ، کمیونسٹ یا دائیں بازو کے لیڈروں کے دوش بدوش شریک تھے آزاد میدان پر تمام پارٹیوں کے لیڈران نے اجتماع سے خطاب کیا۔

انھوں نے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ دل و جان سے حکومت کی شراب بندی پالیسی کی حمایت کریں اور اپنی نجی زندگی میں شراب نوشی سے بچیں۔ کیا ہمیں چالیس سال کے وقفے کے بعد ہندوستان میں مختلف پارٹیوں کے سیاسی کارکنوں کے درمیان شراب بندی کے مسئلے پر وہی عام جذبہ نظر آتا ہے؟ چونکہ پچھلے اٹھارہ ماہ کے دوران ہندوستان کا سیاسی نقشہ یکسر بدل گیا ہے لہذا یہ توقع تو نہیں کی جاسکتی کہ ۱۹۷۵ء سے پہلے ہی کی طرح مختلف ریاستی حکومتوں کی جانب سے وزیراعظم کے خیالات کی اسی درجہ پر حمایت کی جائے گی۔ بہرصورت یہ خوشی ہی کا مقام ہے کہ فی الحال کسی بھی ریاستی سرکار یا مرکز کے ماتحت علاقے کے ترجمان نے کم سے کم کھلے عام وزیراعظم کی اس دلی خواہش سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا ہے کہ شراب کی لعنت ہندوستانی زندگی سے مٹادی جائے۔

ایک عام جائزہ: گذشتہ چند ماہ کے دوران میں نے چند ریاستوں نیز مرکز کے ماتحت علاقوں کا دورہ کیا تاکہ وہاں غیر رسمی طور پر اس امر کا جائزہ لوں کہ ریاستی حکومتوں کے دیگر گروپ نیز سیاسی جماعتیں کس حد تک اس شراب بندی کی ہمنوا ہیں جو، جولائی ۱۹۷۷ء میں منعقدہ وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس میں متفقہ طور پر منظور کیا گیا تھا۔ میرے زیر نظر فہرست میں غیر جنتا ریاستیں شامل تھیں، مثلاً مغربی بنگال جہاں سی۔ پی۔ ایم کی غالب اکثریت کے تحت بائیں بازو کی مخلوط حکومت ہے، ریاست پنجاب، جہاں کی مخلوط حکومت میں اکالی پارٹی سب سے بڑا جزو ہے اور تامل ناڈو جہاں 'اے ڈی ایم کے' کی حکومت ہے۔ شراب نوشی کے خلاف کے خلاف ہندوستان کی طویل روایات نیز آج بھی ہماری سیاسی پارٹیوں کے بنیادی تصورات پر مہاتما گاندھی کی اخلاقی تعلیمات کے قابلِ لحاظ اثرات کے باعث شراب نوشی کے معاملے پر عام اتفاق رائے پایا گیا۔

بلاشبہ یہ سوچنا تو نادانی ہوگی کہ دانشمندوں یا سماج کے دیگر فرقوں کے درمیان شراب نوشی کے معاملہ پر اسی حد تک اتفاق رائے ہے۔ ایسے ناقدین

بھی ہیں جن کے خیال میں شراب بندی گاندھی جی کی خالی من بھاؤنا ہے — دوسرے لوگ اس لئے خلاف ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ انفرادی آزادی پر ایک طرح کا حملہ ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تھوڑی سی مقدار میں شراب پینا صحت کے لئے مُضر نہیں۔ کچھ اور لوگوں نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ اگر ہلکی شراب آزادی سے مہیا ہو تو پھر لوگ بھاری شراب کی طرف راغب ہونگے یہ سمجھنا تو دانشمندی نہ ہوگی کہ یہ ساری تنقید با دلائل فضول ہیں اور خود غرضی پر مبنی ہیں۔ اب وہ دن نہیں رہے کہ لوگ آنکھیں بند کر کے شراب بندی کی حمایت میں گاندھی جی یا کسی مذہبی پیشوا کی بات مان لیں لہٰذا یہ اشد ضروری ہے کہ اس سارے معاملے پر عاقلانہ اور ناقدانہ نظر ڈالی جائے۔

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شراب بندی کا پیغام یا فلسفہ منفی حیثیت رکھتا ہے اور سنیاس یا ترکِ دنیا کی تبلیغ کرتا ہے۔ یہ بلا شبہ بڑی نارَوا حرکت ہے کہ اس طرح دانستہ یا نادانستہ ایک بنیادی صداقت کو مسخ کیا جائے۔ جو موجودہ شراب بندی کے پیچھے کارفرما ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو گھر خلافِ مے نوشی پیغام کو مان لیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ خوشی و مُسرّت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ دراصل شراب بندی کا پیغام ایک ایسا تعمیری پروگرام ہے جس کا مقصد یہی ہے کہ ہر شخص تندرست و توانا، مطمئن اور خوش و خرم رہے۔ الکحل یا نشہ آور

اس جن کی بے شرا۔ نوشی کے مَرد اور لڑ[illegible] اثرات عیاں ہیں [illegible] ہم کی محرا۔ جن تکیاں، بڑے شہروں اور قصبوں کی شاہراہوں پر گھمائی جاتی ہیں۔

شراب بندی پرچار کے تحت ضلع سطح پر 'پواڑہ' تماشہ، 'بھجن' کیرتن اور ممکری وغیرہ کے مقابلے منعقد کر کے عوام کے سامنے شراب نوشی کا بھیانک روپ اُجاگر کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے سبق لے کر مُہلک شراب سے اجتناب کریں۔ یہ ہے اسی قسم کے مقابلے میں پیش کردہ ایک منظر جس میں شرابی شوہر اپنی معصوم بیوی کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا ہے۔

ادویہ کا سہارا لے کر ایک شخص اپنی زندگی میں آزادی سے محروم ہو جاتا ہے اور شراب کا غلام بن جاتا ہے۔ ہندوستانی زندگی کے بدلے ہوئے پس منظر میں زیادہ بہتر یہی ہے کہ 'دشمنِ مے نوشی محاذ' محض مذہب و اخلاقیات کے سہارے نہیں بلکہ ٹھوس تجربے اور عملی نتائج کی بنیاد پر قائم کیا جائے۔

پرچار: یہاں یہ جتا دینا ضروری ہے کہ الکحل کی لعنت سے پاک و صاف طرزِ حیات اور اس کے فوائد سے روشناس کرنے کے لئے پرچار کا سارا بار صرف اس کارگذار عملہ پر ہی نہ پڑنا چاہیئے جو سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر جاری شراب بندی پرچار کے کام میں لگا ہے۔ ہم میں سے ایسے تمام لوگوں کو جنھیں یہ یقین ہے کہ شراب کی لعنت سے پاک و صاف طرزِ حیات ہی صحیح معنوں میں بہترین زندگی ہے جس میں انسان کو زیادہ خوشحالی اور راحت نصیب ہوتی ہے، وقت نکال کر یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچانا چاہیئے جن سے ہم روزمرّہ کے کام کے سلسلے میں ملتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہر نیک کام کا آغاز گھر سے ہوتا ہے۔ اسی طرح الکحل کی لعنت سے پاک و صاف لائحہ عمل کی ابتدا بھی اپنی ذات سے ہونی چاہیئے۔ الکحل سے اجتناب محض ذہنی طور سے ہی نہیں بلکہ یہ ذاتی عقیدہ اور عمل ہونا چاہیئے۔

اسی کے ساتھ ایک فرد کو کافی معلومات نیز ذہنی صلاحیت حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ سماج میں مخالفِ مے نوشی فضا پیدا کرنے کی ضرورت پر ہونے والے کسی بھی حملہ کو درجہ بدرجہ رد کر سکے۔ طلوعِ آزادی کے وقت ہمارے سماج میں الکحل کا پھیلاؤ محدود تھا۔ ہم مخالفِ مے نوشی تہذیب کے روایتی پیغام کی اقدار کے وارث اور مالک تھے۔ درحقیقت مخالفِ مے نوشی پیغام انگریزی راج کے خلاف ہماری لڑائی کا لازمی عنصر تھا۔

تعلیمی پرچار سے لیکر شراب کی دکانوں پر پکٹنگ کے پروگرام تک مخالفِ مے نوشی تحریک کے ذریعہ ملک میں انگریزوں کے خلاف جذبات اُبھارنے کے لئے کس کس طرح سے کام لیا گیا، یہ سب کچھ گہرے مطالعہ کے قابل ہے، یہاں بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ انگریزی راج کے زمانے میں بھی ہندوستانی معاشرہ میں شراب کے عادیوں کو کوئی عزت اور وقعت حاصل نہ تھی۔ حالانکہ حقیقتاً خود انگریز نہ تو مے نوشی کے خلاف تھے اور نہ ہی اسے برا سمجھتے تھے کہ شراب کے ذریعہ آمدنی حاصل کر کے مالیات کو بڑھایا جائے۔ گو یہ حیرت کی بات ہے لیکن یہ کھلی ہوئی حقیقت کہ آزادی کے بعد مے نوشی نے عزت کی جگہ پالی اور اس کے حامی و پرستار معاشرے کے سب ہی طبقات میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ اشد ضروری ہے کہ الکحل کے اثرات سے محفوظ طرزِ حیات کے بنیادی پیغام کو از سرِ نو مرتب کیا جائے۔ بدلے ہوئے ماحول کا تقاضا یہ ہے کہ یہ پیغام جدید علم و دانش مندی پر مبنی ہو تاکہ شراب بندی تحریک پھر محرک اور کارگر ہو سکے۔

خوش قسمتی سے ملک میں سماجی و معاشی ترقیات کی حکمتِ عملی نیز عام فضا ایک فرد کو حقِ کلی دینے کے حق میں نہیں ہے۔ یہ دعویٰ کہ حکومت کسی شہری کو اس کا حقِ مے نوشی دینے سے انکار نہیں کر سکتی، صرف گنے چنے لوگوں ہی کے لئے پرکشش ہو سکتا ہے۔ درحقیقت یہ ذمے داری اسی معمولی اقلیت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے

دیگر شہری بھائیوں کو یہ سمجھائے کہ ہندوستان کی غربت اور عام سماجی فلاح و بہبود کے مدنظر حقِ مے نوشی پر اصرار کہاں تک برمحل اور جائز ہے۔ شخصی آزادی کے موضوع پر بحث میں محض شخصی آزادی کی حفاظت ہی مطمعِ نظر نہ ہونا چاہئے بلکہ یہ بھی ثابت کرنا چاہئے کہ شخصی آزادی پر پابندی کیوں اور کس طرح سے فلاحِ عام کے حق میں ضرر رساں ہے۔

عجیب روگ : مے نوشی فی الحقیقت انسانی زندگی میں ایک پیچیدہ عمل ہے جو فرد اور سماج پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ حقیقت سبھی پر عیاں ہے کہ مے نوشی علت کے ماسوا ایک روگ ہے۔ یہ یقیناً ایک ایسی بیماری ہے جو ٹائیفائڈ اور کینسر وغیرہ جیسی بیماریوں یا ملیریا وغیرہ جیسے وبائی امراض سے بالکل جدا ہے۔ الکحل یعنی شراب برابر پیتے رہنے سے جسم کے کئی اعضاء پر مضر اثر پڑتا ہے۔ چاہے کوئی شخص اپنی مرضی سے خود شراب پئے یا یہ اُس کے مُنہ میں اُنڈیل دی جائے خواہ یہ صاحب شخصی آزادی کے علمبردار ہوں یا سماج کے خیرخواہ اور اس کے حق کے دعویدار — ان کے جسم پر الکحل کے مضر اثرات جدا جدا نہیں ہوتے۔ بدقسمتی سے الکحل کے ضرر رساں اثرات ایک فرد کی جسمانی اور دماغی صحت تک ہی محدود نہیں رہتے۔ ایک عادی شرابی اپنے خاندان، اپنی برادری اور اپنی حکومت کیلئے متعدد مسائل پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ان میں سے بیشتر مسائل اخلاقی، سماجی اور معاشی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ کیسے یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ 'پینا یا نہ پینا' میری مرضی پر منحصر ہے۔ معاشرہ کو میرے نجی معاملات میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔ اس کے برعکس اُسے اپنے آپ سے یہ اہم سوال کرنا چاہئے کہ "میں کیوں پیتا ہوں؟" نیز اس میں اتنی جُرأت بھی ہونا چاہئے کہ اس سوال کا کھُلے عام اطمینان بخش جواب دے۔ حقِ مے نوشی کے دعوے کے ساتھ اس کے کردار کی عوامی جانچ بھی ضروری ہے۔

شراب بندی کارکنوں کا فرض : شراب بندی کے میدان میں کارکنوں کو خاص صلاحیت پیدا کرنا چاہئے تاکہ وہ یہ ثابت کرسکیں کہ ایک شہری کے لئے یہ نجی حق کتنا بے محل اور غیر مناسب ہے جو خود اس کی صحت و تندرستی کے لئے تباہ کُن اور اس کے خاندان نیز برادری کی فلاح و بہبود کے لئے خطرناک ہے۔ سماعی و نظری ذرائع مثلاً سلائڈ، فلم، چارٹ اور تصاویر وغیرہ اس سلسلہ میں بڑی کارآمد اور معاون ہیں۔ ان کے ذریعے ایک دیکھنے والے شخص پر شراب کے خطرناک کردار کو عیاں کیا جاسکتا ہے نیز اسے یہ بخوبی سمجھایا جاسکتا ہے کہ شراب جسمانی اور دماغی طور سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں بخشتی اور نہ ہی اس سے کسی کی دقعت بڑھتی ہے۔ شراب نوشی کسی بھی دماغی یا جسمانی شکایت یا مرض کا علاج نہیں۔

قومی راج

"ٹھیک ہے۔ صاحب کے لئے دوسرا بل لاؤ"

****

کچھ لوگ خرافات میں مبتلا ہیں اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ الکحل قوت مردمی کے لئے محرک ہے اور اس کے زیر اثر مرد جنسی کردار بہتر طریقے سے ادا کرسکتا ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ اس معاملہ میں ایک سمجھ دار، نیک اور پرہیزگار آدمی بعض اوقات اپنے دوستوں کے تیر و نشتر کا نشانہ بنتا ہے۔ لہٰذا یہ اشد ضروری ہے کہ ایسے بھلے اور پرہیزگار شخص کی ہر طرح مدد و اعانت کی جائے تاکہ وہ نہ صرف اپنی جگہ ڈٹا رہے بلکہ اس نام نہاد اور خود ساختہ ذہنیت مردانہ کے حصار میں دُور تک گھُس کر اُسے توڑ سکے۔ الکحل کی اصلیت اور خاصیت سے لاعلمی ہی طرح طرح کے غلط اور مہمل تصوّرات کو جنم دیتی ہے۔ الکحل فی الحقیقت محرک اور کیف آور نہیں۔ یہ اُبھارتی نہیں بلکہ گراتی ہے۔ گو ابتداء میں جب الکحل خون میں سرایت کرتی ہے تو طبیعت میں کچھ ہیجان برپا کردیتی ہے، لیکن بالآخر اس کے اثر سے دماغ مضمحل اور ماؤف ہو جاتا ہے۔ اس تکان یا اضمحلال کو دور کرنے کے لئے الکحل کی طلب اُٹھتی ہے اور عادت پڑ جاتی ہے۔ جب یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے تو اس سے چھٹکارا پانا محال ہو جاتا ہے۔ شرابی کی زندگی کا رنگ ڈھنگ یکسر بدل جاتا ہے۔ اس کے جسم اور دماغ کو بھاری نقصان پہنچتا ہے اور اس کی گری حالت دیکھ کر سب کو دُکھ ہوتا ہے۔

فریبِ شراب : ایک الکحلی یعنی شراب نوش کے رنگ ڈھنگ اور حرکتوں کو دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ الکحل انسان کی زندگی کو کتنا شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ کاروبارِ شراب، شراب خانوں یا دکانوں کا

سماجی تعلیم مُہم کے سلسلے میں ایسی 'جھانکیاں' دکھا کر لوگوں کو شراب نوشی کی لعنت سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نظر فریب ماحول، ان کی یہ کشش، یہ آرائش وزیبائش، یہ شان وشوکت، یہ فیشن یہ ٹھاٹ، یہ اصراف' سب کا مقصد یہی ہے کہ اس زہرِ قاتل کے بھیانک رُوپ کو چھپایا جائے اور خام ذہنوں کو لبھایا جائے۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ دنیا میں اس جھوٹی شان وشوکت اور فریب مے نوشی کی خاطر بے حساب دولت اڑادی جاتی ہے۔ آج عوام کے دماغوں کو متاثر کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے ہیں عیش وعشرت کی دنیا میں مے نوشی ایک بھاری زنجیر کی کڑی ہے۔ یہ درحقیقت لوگوں کے استحصال کا ایک ذریعہ ہے۔ الکحل کی یہی ایک عجیب خاصیت ہے کہ آدمی اپنی دولت، صحت اور روزی تک کھو کر بھی اس کے کھیل کو' اس کے فریب کو سمجھ نہیں پاتا۔ ایک عادیٔ شراب اپنے خاندان کے افراد پر دانستہ یا نادانستہ جو ظلم وستم ڈھاتا ہے انھیں جو دُکھ اور اذیت پہنچاتا ہے اس کی ان لوگوں کو کیا پروا جنھوں نے اسے عادتِ مے نوشی کا غلام بنادیا ہے۔ اسی طرح شرابیوں کی بدولت جرائم اور حادثات بڑھتے ہیں اور سوسائٹی کو بھاری نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ ریسرچ اور تحقیقات سے یہی نتیجہ نکلا ہے کہ جرم یا سڑکوں پر حادثات وغیرہ اور شراب کے درمیان باہم رشتہ ہے، یہ لازم وملزوم ہیں۔

مجھے ایسے غریب بچوں کے درمیان کام کرنے کا تجربہ ہے جن کی بیکسی اور حالتِ زار ان کے باپ یا ماں کی شراب نوشی کا نتیجہ تھی۔ اگر والدین کو شمہ برابر بھی یہ احساس ہو جائے کہ ان کی عادتِ مے نوشی کا ان کے نوخیزوں پر کتنا بھیانک اثر پڑتا ہے تو پھر ان کے لئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ حلق سے ایک گھونٹ بھی اُتار سکیں اور مے نوشی سے لُطف اندوز ہو سکیں!

ہمارے معاشرے میں لگ بھگ دس بیس سال پہلے الکحل کے متوالوں اور عادیوں کی تعداد محدود تھی۔ لیکن اب کچھ عرصے سے ایسا لگتا ہے کہ شراب سماج کے سب ہی طبقات کی زندگی میں داخل ہو گئی ہے اور ماضی کے مقابلے میں اب اکثر الکحل زدہ اشخاص کا معاملہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ بلاشبہ مردوں اور عورتوں کے دِلوں میں مذہبی رسم و رواج کا احترام اٹھتا جارہا ہے اور اسی وجہ سے یہ عجیب صُورت حال رونما ہوئی ہے۔ اب نام کے لئے پڑھے لکھوں کو وہی باتیں کرنے میں مزا آتا ہے جن سے پراچین دھرم یا مذہب نے منع کیا ہے۔ آج کا نام نہاد عاقل اور جدت پسند فرد اسی میں اپنی شان اور فتح سمجھتا ہے کہ مذہب کی عائد کردہ پابندیوں کو پامال کرے۔ بدقسمتی سے مے نوشی کے بارے میں اس قدیم پابندی پر صحیح ناقدانہ اور منصفانہ نظر نہیں ڈالی گئی۔ خصوصًا نوجوان جدید فیشن اور ماحول کا شکار ہوتے ہیں جس میں ایک نیک اور پرہیزگار شخص کو دقیانوسی اور قدامت پسند اور 'مے نوش' کو جدید اور ترقی پسند دنیا کا رکن سمجھا جاتا ہے۔

شہری علاقوں میں ایک طرح کا سماجی دباؤ نظر آتا ہے۔ کم از کم بعض حلقوں میں جہاں اگر کوئی سماجی تقریب منعقد ہو تو دعوتِ شراب ضروری تصور کی جاتی ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ بھی شراب کے خلاف اپنی طاقت ور دلیلوں اور سائنسی ذرائع سے اپنے بیباکانہ خیالات کے اظہار سے ہچکچاتے ہیں۔ مختلف سماجی تقریبات جیسے شادی یا سالگرہ وغیرہ کو شراب کی پارٹی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہاں تک کہ مذہبی تقریب کو بھی شراب کی دعوت کا بہترین موقع تصور کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ جو ایسی سماجی تقریبات میں شرکت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ

حالانکہ وہ شراب نوشی کی عادت کے خلاف ہیں مگر ایسی صورت میں جبکہ ان کے ملاقاتیوں کے حلقہ میں اضافہ ہوتا ہو تو وہ ایسی دعوتوں میں شراب پی لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اعلیٰ اور متوسط طبقے کی سماجی تقریبات میں شراب نوشی کافی پھیلتی جا رہی ہے میرا ایک دوست جو کہ تقریباتی شراب نوش ہے۔ تقریباتی شراب نوشی کے فوائد پر ریجھا ہوا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس طرح سے ایک تجارمزید تجارت حاصل کر سکتا ہے اور دفاتر میں اس کا گھنٹوں کا کام منٹوں میں ہو جاتا ہے شراب نوشی کی عادت کی جانب دیکھنے کا یہ ایک مفادی نظریہ ہے جو کہ کافی لوگوں کو پسند آتا ہے اور جن کے پاس اس کے منفی پہلوؤں پر غور کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ایک نوجوان شخص اپنی اہلیہ کو سماجی تقریبات میں شراب نوشی کے حلقہ میں شامل کرنے کے لئے بیقرار رہتا ہے۔ اگر گھر کا کوئی بڑا بوڑھا مذکرہ جواز کے تحت شراب نوشی پر اعتراض کرتا ہے تو نوجوان آدمی اس دلیل سے اپنا دفاع کرتا ہے کہ کتنے ہی دیگر ملکوں میں شراب کو تقریبات میں استعمال کیا جاتا ہے اور کوئی منفی ردعمل نہیں ہوتا۔ وہ مزید کہتا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ غیر ممالک میں جائے، اس لئے یہاں ہوتے ہوئے وہ غیر ملکیوں سے ربط ضبط رکھنا چاہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے حالات میں ایسی تقریبات میں شریک ہونے والا جلد سے جلد ترقی کر سکتا ہے۔

تین درجے : لیکن یہ نوجوان یہ بات بہت ہی کم جانتا ہے کہ وہ کس طرح خود کو فریب دے رہا ہے۔ سوشل شرابی ایک پھسلن والے راستے پر سفر کرتا ہے۔ ماہرین نے شراب نوشوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے جیسے ایک سوشل شرابی، ایک منطقی شرابی اور ایک عادی شرابی۔ یہ تین درجے حقیقت میں تین سیڑھیاں ہیں جن کے ذریعے آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کا کام ایا جاتا ہے۔

سماجی شراب نوشی سے عادی شراب نوشی تک کا سفر نہ تو مشکل ہے اور نہ ہی غیر معمولی۔ سماجی شرابی دھیرے دھیرے منطقی شرابی کے درجے میں اور پھر عادی شرابی کے زمرے میں پہنچ جاتا ہے۔ شراب کے ساتھ ہمارا جسمانی رشتہ ہے۔ اسی لئے جن ممالک میں شراب نوشی عام ہے وہاں پر مستقل اور عادی شرابیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

خاص طور پہ نوجوان شراب کی جانب بہت جلد راغب ہو جاتے ہیں۔ وہ شاید بیئر سے شروع کر سکتے ہیں یا دوسری کم الکحل والی مشروبات سے مگر جلد ہی وہ شراب نوشی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ دس سے بارہ سال کے دوران نوجوان آدمی عادی شرابی بن جاتا ہے۔

قومی راج

”حضرت گاتے تو خوب ہیں ۔ مگر ”ٹھمری“ سے شراب کی بو آرہی ہے ۔“

عادی شرابی (الکوحلک) وہ ہے جس کا پورا انحصار شراب پر ہو۔ ا۲ کا جسم اور دماغ جذبات اور خواہشات، اس کا پورا اخلاق اور دماغی عمل آوری، دراصل اس کی پوری زندگی بغیر کچھ مقدار میں شراب پیئے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لیکن یہ مقدار چاہے وہ کتنی بھی کم کیوں نہ ہو اس کو فوری طور پر آپے سے باہر کر دیتی ہے۔ وہ آپے میں نہیں رہتا ہے ایک عادی شرابی کے لئے تمام دوسرے مزے اور خوشیاں وجود ہی نہیں رکھتیں۔ سورج سورج نہیں ہوتا اور چاند چاند نہیں ہوتا۔

ایک منطقی شرابی وہ ہے جس کی شراب نوشی خود اس کے لئے، ا۳ کے خاندان نیز سماج کے لئے ایک مشکل بن جاتی ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جس کا انحصار شراب پر کافی ہے۔ وہ دن کافی عرصہ ہوا گذر گئے جب وہ کہ کرتا تھا کہ شراب اس کے لئے ایک حربہ ہے تجارت میں تیزی سے ترقی کر کا یا سماج سے رابطہ قائم کرنے کا۔ شراب کا مفادی پہلو غائب ہو گیا اب بدصورت اور خطرناک پہلو نے اسے منطقی شخص بنا دیا ہے۔ اگر اس وقت بھی اس نے خود کو نہیں روکا تو دوسری منزل عادی شرابی کی ہوگی۔ جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔

میں ایک نوجوان اور باصلاحیت انجینئر کو جانتا ہوں جس کی خواہش خود کی تجارت شروع کرنے کی تھی وہ اس وقت پوری بھی ہو گئی جبکہ اس نے ایک بڑے انجینئرنگ ادارے میں تین سال ملازمت کرنے کے بعد بنک سے قرض لیا اور جو چیز اس نے تیار کرنا شروع کی اس کی مانگ بھی اچھی تھی تھی، مگر بدقسمتی سے اس نے سوشل شراب نوشی شروع کی اسی دلیل کے ساتھ کہ کبھی کبھی شراب نوشی اس کے رابطوں کے اضافے میں مددگار ثا

خواتین کی ضلع شراب بندی کمیٹیوں کی اعزازی عہدیداران، شہری علاقوں میں واقع جھونپڑ پٹیوں میں گھر گھر جا کر عادی شرابیوں اور ان کے خاندان کی مالی حالت کے بارے میں دریافت کرتی ہیں۔ اس تصویر میں کولہاپور ضلع کمیٹی کی آنریری سیکریٹری، شریمتی منجولا بائی مُنکیکر ایک جھونپڑ پٹی پر حال دریافت کرتے ہوئے نظر آرہی ہیں۔

ہوگی مگر اپنی تجارتی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ شراب کی عادت بڑھتی گئی۔ وہ آدھی رات سے قبل گھر واپس نہیں آتا تھا۔ بیوی اور بچوں کی تکالیف کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور معمول کے مطابق اس کو دماغی اور جسمانی شکایات پیدا ہونے لگیں اور اس کا لیور بُری طرح متاثر ہوگیا اس کی تجارت جو کہ واحد شخص پر منحصر تھی مالی مشکلات میں مبتلا ہوگئی نہ تو وہ اچھی طرح تجارت کی دیکھ بھال کرسکتا تھا اور نہ ہی وہ شراب کی عادت چھوڑ سکا۔ جلد ہی وہ دیوالیہ ہوگیا اور یہاں خود پر نیز بچوں پر زبردست مصیبتوں کا پہاڑ توڑ لیا۔

یہ ضروری نہیں کہ متذکرہ نوجوان کی طرح ہر سماجی شراب نوش کا حشر ہو، مگر تحقیقات سے ظاہر ہوا ہے کہ اس درجے کے شراب نوشوں میں سے ہر آٹھ یا دس میں سے ایک کا انجام عادی شراب نوش کا ہوتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ان میں سے ایک نہیں ہوسکے گا؟ دوسرے لفظوں میں یہی سوچنا صحیح ہوگا کہ ہر سماجی شراب نوش عادی شرابی بن سکتا ہے۔

اعلیٰ یا متوسط طبقے کا خیال ہے کہ تقریباتی شراب نوش بننے کے لئے اس شخص کو محض بیئر پر ہی اکتفا کرنا چاہیئے کیونکہ بیئر نقصان دہ مشروب نہیں۔ یہ تھیوری حقیقتاً غلط ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بیئر کی عادت ہی رفتہ رفتہ کثرت سے نوشی کی طرف مائل کرتی ہے۔ اور یہ بات ہرگز بھولنی نہیں چاہیئے کہ بیئر کی ایک بوتل میں جتنا نشہ ہے وہ کسی طرح بھی وہسکی کے ایک پیگ یا دوسری شراب کے نشے سے کم نہیں۔ چنانچہ جگر یا دوسرے جسمانی اعضاء کو شراب نوشی جس طرح نقصان پہنچاتی ہے وہ صرف بیئر پینے کے فیصلہ سے کم نہیں ہوسکتی، بعض اوقات یہ بھی محسوس کیا گیا ہے کہ روزانہ بیئر پینے والے شراب نوشوں کا کوٹہ تقریباتی مے نوشوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ وہ دن اب ہوا ہوئے جب محض ناواقفیت کی بنا پر یا بیئر کے اشتہاری پروپیگنڈے سے لوگوں کا رجحان اس طرف اس لئے ہوتا تھا کہ اس سے انھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔

معقولیت کا راستہ: شراب بندی کے لئے معقولیت کا راستہ اپنانا بیحد ضروری ہے یہ ایسا موضوع ہے جس کا تعلق عام انسانی زندگی سے ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تہذیب یافتہ دور میں شراب بندی کو اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ لوگوں کے لئے قابلِ قبول ہو اور دلچسپی کا باعث بنے۔ گو شراب نوشی کے جسم و دماغ اور سماجی زندگی پر مُضر اثرات کے بارے میں سائنٹفک علم کو بڑھاوا دینے کی خاطر بڑھتے ہوئے فنڈ سے شراب بندی کے لئے کام کرنے والوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں میں تیز رفتاری پیدا ہوئی ہے اور ان پیغامات کو پہنچانے کے وسائل میں بھی ماضی کے مقابلے میں زیادہ بہتری پائی گئی ہے، لیکن پھر بھی اسے مکمل طور سے خوبصورتی کے ساتھ پیش کرنے کے لئے تربیت یافتہ لوگوں کی ضرورت آجکل کا اہم موضوع ہے۔ اب اس دوبارہ تیار کردہ ڈھانچے کو، اور از سرِ نو بنائے گئے پیغام کو ہر کلاس روم، ہر اخبار، ریڈیو، فلم اور ٹی وی نیز تعلیمی ٹیکنالوجی کی زینت بننا چاہیئے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ روایتی یا قدیم پروپیگنڈے کو اب شراب بندی اسکیم میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے بلکہ اس نئی اسکیم کا مقصد یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر انسان کو شراب نوشی کے مُضر اثرات سے باخبر کیا جاسکے تاکہ کوئی نوجوان یا بوڑھا مرد یا عورت یہ نہ کہہ سکے کہ اگر انھیں بروقت مطلع کیا جاتا تو وہ اس موذی شراب نوشی کے مرض میں مبتلا نہ ہوتے۔ چنانچہ اس پروپیگنڈے میں نئے اور پرانے طریقے استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ یہ اتنا زبردست ہونا چاہیئے کہ ہر شخص نہ صرف ایک بار یا دو

بار بلکہ بار بار شراب سے ہونے والے نقصانات سے باخبر ہوتا رہے۔

نئی پالیسی: وزیر اعظم نے چار سال کی مدت کا پروگرام مکمل شراب بندی کے سلسلے میں وضع کیا ہے تاکہ ملک بھر میں شراب بندی کی فضا تیار کی جا سکے چنانچہ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر شراب بندی کے لئے کام کرنے والوں کو جلد از جلد ملک میں اس قسم کا ماحول تیار کر لینا چاہیئے۔ صنعتی انقلاب اور شہروں میں رہنے کے چلن سے شراب نوشی کو بہت تقویت پہنچی ہے۔ کچھ روکاوٹیں قوانین پرمٹ کا طریقہ اور کڑی نگرانی کے ہوتے ہوئے بھی اس کا چلن ہے اس لئے صحیح معنوں میں شراب بندی اسی وقت زیادہ کارگر ہوگی، جب تعلیم یا پروپیگنڈہ سے ان عادتوں کا قلع قمع کیا جائے۔

ہمارے سامنے دو راستے ہیں ایک تو شراب کے عادی ہو جانے پر ان شرابیوں اور ان کے خاندانوں کی باز آباد کاری کا راستہ یا پھر شراب نوشی کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ یا محاذ۔ لوگوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ شراب نہ پئیں۔ فی الحال دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جو شراب نوشی کے ضرر رساں اثرات کے خلاف پروپیگنڈے پر کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں اور لوگوں کو شراب نہ پینے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ شکر ہے کہ ہمارے وزیر اعظم شری مرارجی ڈیسائی نے اس آفت سے بچانے کی مہم شروع کر دی ہے۔ اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔

فی الحال ہندوستان میں مے نوشوں کا فیصد ۱۰ تا ۱۵ ہے۔ ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر شراب نوشی کے خلاف ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اب اسے قبول کیا جائے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ۵۵ فیصد افراد غریبی سے بھی نچلے درجے کی زندگی گذار رہے ہیں ہمیں شراب کو اپنا اولین دشمن سمجھنا چاہیئے، اور ملک کی دولت کو بچا کر ترقیاتی کاموں میں لگانا چاہیئے تاکہ اس دوہرے سماج (یعنی ڈبل نظام کا طریقہ جس میں دولتمندوں کے لئے ایک علیحدہ اور غریبوں کے لئے علیحدہ تہذیبی رواج ہے) کا خاتمہ کیا جا سکے اور ایک ہی تہذیب قائم کی جا سکے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ مدتی شراب بندی پروگراموں پر مؤثر طور سے عمل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جہاں تک سماجی بھلائی کے کاموں کا تعلق ہے اس کے لئے کامیابی یا ناکامی کی اصطلاحات کوئی وقعت نہیں رکھتیں کیونکہ یہاں رجائیت یا قنوطیت کی کوئی جگہ نہیں۔ نہ تو اس پروگرام میں سو فیصدی کامیابی کی امید رکھنی چاہیئے اور نہ ہی ناامید ہونا چاہیئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے سماج کو ایک ساتھ قدم اٹھانا چاہیئے، اور اس سماجی بیماری مرض کا خاتمہ کرنے کے لئے اس کے خلاف محاذ کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیئے۔ اس میں یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ شراب بندی کا پیغام، صحت صفائی اور خوش حال انسانی زندگی کا پیغام ہے۔ ●●

قومی راج

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی
ــــ ادیبوں اور اداروں کو امداد کی اسکیم

حسب سابق امسال بھی مہاراشٹر اردو اکادمی ایسے ادیبوں اور شاعروں سے درخواست طلب کرتی ہے جو اپنی تخلیقات کی طباعت واشاعت کے لئے مالی امداد کے خواہاں ہوں۔

رجسٹرڈ لائبریریوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اکادمی کی اسکیم کے تحت امداد کی درخواستیں دے سکتی ہیں۔

کالجوں میں طلبہ کی اردو تنظیموں نیز ثقافتی اور علمی و ادبی سرگرمیوں میں مصروف عوامی اداروں کو بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ مالی امداد کے لئے درخواستیں دے سکتے ہیں۔

تمام درخواستیں سکریٹری مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی منترالیہ، بمبئی ۳۲...۴۰۰ کے نام ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

خواجہ عبدالغفور

ــــ مہاراشٹر اردو اکادمی کی جانب سے
مطبوعہ کتب پر انعامات کی اسکیم ــــ

جنوری ۱۹۷۷ء سے دسمبر ۱۹۷۷ء کے دوران مطبوعہ کتب امسال انعامی مقابلہ کے لئے بھیجی جا سکتی ہیں۔ کتابوں کی چھ جلدیں ۲۰ اکتوبر ۷۸ء تک سکریٹری مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی، منترالیہ، بمبئی ۳۲...۴۰۰ کو مل جانی چاہئیں۔ تفصیلات دفتر اکادمی سے طلب فرمائیں۔

شراب بندی میں خواتین کا کردار

• ڈاکٹر سشیلا نائر
جنرل سیکریٹری
آل انڈیا پروہیبیشن کونسل، نئی دہلی

ہمارے دستور میں خواتین کو مساوی حقوق دیئے گئے ہیں۔ کئی ترقی پسندانہ قوانین منظور کرکے ان ناانصافیوں کا ازالہ کیا گیا ہے جو حقِ ملکیت، حقِ زوجگی، حقِ طلاق اور ممانعت جہیز یا کنیادان کے معاملے میں اُن پر روا رکھی گئی تھیں۔ لیکن ہندوستان میں ان حقوق سے استفادہ تو درکنار، خواتین کی بڑی اکثریت خود اپنے حقوق سے ہی ناواقف ہے۔ لہٰذا تعلیم نسواں اور انہیں وہ حقوق دلانے کے لئے جن سے وہ اب تک محروم رہیں، ایک جامع پروگرام وضع کرنے کی ضرورت ہے۔

گاندھی جی کا کہنا تھا اپنا فرض ادا کرکے ہی صحیح حق حاصل ہوتا ہے۔ ٹھیک سے ادائیگی فرض کو سب ہی نے نظرانداز کر دیا ہے۔ خواتین کو اس میدان میں مثال قائم کرنا چاہیئے۔ انہیں اس چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے تاکہ معاشرہ میں حق اور فرض کے درمیان توازن بحال ہو سکے۔ آئندہ نسلوں کی فلاح و بہبود کا انحصار اس امر پر ہے کہ ان میں چیلنج کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کی اہلیت کہاں تک ہے۔

یہ تحریک کبھی مدھم کبھی تیز صدیوں سے دیس دیس میں جاری ہے تاکہ عورت کی اس کمتری کو دور کیا جائے جس پر مرد نے اسے پہنچا دیا ہے۔ ہمارے دیس میں زمانہ وید میں خواتین کو اونچا مقام حاصل تھا وہ نہ صرف ویدوں کا گیان ہی حاصل کرتی تھیں بلکہ لکھتی بھی تھیں۔ رگ وید میں بتیس ۳۲ مہیلا دروانوں کے لیکھ ہیں۔

بعد ازاں واضع قانون منو نے اسے کمتر درجہ دیا۔ وہ زندگی بھر کے لئے اپنے پتا، پتی یا پتر کی دست نگر بن کر رہ گئی۔ اسے وید یک بتکیں پڑھنے کا حق بھی نہ رہا نیز وہ موکش بھی پراپت نہ کر سکتی

عورتیں شراب بندی پرچار کے کام میں ہمیشہ پیش پیش رہتی ہیں۔ خصوصاً ادیباسی عورتیں تو اور بھی زیادہ جوش و خروش سے حصہ لیتی ہیں، کیونکہ انہیں اپنے مردوں کی شراب نوشی کی عادت کے باعث بے حد دکھ سہنا پڑتا ہے۔

شہروں، دیہاتوں میں سپلائی کلاسیں، ماہرین کی جانب سے اسٹڈی کا انتظام سنبھالا ادر سیمینار کا انعقاد، تاکہ شراب نوشی کی برائی کے خلاف جنگ میں خواتین کی قوت ادر ہمت بڑھے۔

تھی۔ پھر اس کے بعد شمال مغرب سے مسلمانوں کے حملوں کے ساتھ ساتھ پردہ اور بچوں کی شادی وغیرہ کا رواج ہوا۔ اس طرح عورت اپنی آزادی سے یکسر محروم ہو گئی اور درحقیقت اپنے ہی گھر میں قیدی بن کر رہ گئی۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں راجہ رام موہن رائے، کیشپ چندر سین، ایشور چندر ودیا ساگر، سوامی دیانند سرسوتی اور سوامی وویکانند وغیرہ جیسے مصلحین نے عورتوں کی حمایت میں تحریکیں چلائیں جو بیسویں صدی کے اول نصف میں گاندھی جی کے دور میں انتہا کو پہنچیں باپو جی نے ستیہ اور اہمسہ کی تلقین کی اور اسے ضابطہ حیات بنایا انھوں نے فرمایا تھا کہ اس معاملہ میں دراصل عورت مرد سے برتر ہے۔

خوش قسمتی سے ہندوستانی خواتین کو کسی شدید تحریک کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی تاکہ حق رائے دہی مکمل شہری حقوق اور مساوی مواقع حاصل کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ہزاروں کی تعداد میں آگے بڑھ کر ستیہ گرہ میں حصہ لیا اور دکھ جھیلے۔ اپنے مرد ہم وطنوں کے مقابلے میں ان کا جوش و خروش بے مثال تھا۔ دیہاتی اور شہری عورتوں جوان اور بوڑھی، امیر اور غریب، تعلیم یافتہ اور ان پڑھ سب ہی نے اہمسہ پر مبنی تحریک آزادی میں ایسے جوش و خروش سے حصہ لیا جو توقعات سے کہیں زیادہ تھا اور جس پر ہر شخص حیران رہ گیا یہی وجہ تھی کہ جب ہند کا آئین وضع کیا گیا تو انھیں مساوی حقوق بلا تامل مل گئے۔ لیکن اس کے نتیجے میں ابھی بھی ہماری عورتوں کی بڑی اکثریت کو نجات نہیں ملی ہے۔ وہ بدستور گھر کی داسی ہے جو اس لئے ہی پیدا ہوئی ہے کہ مرد کی سیوا کرے جو بھگوان اور مالک کا مقام رکھتا ہے۔

عورت مصیبت زدہ

بہت سی برائیاں بدستور جاری ہیں۔ اور عورت ہی سب سے زیادہ مصیبت کی ماری ہے ان میں سے ایک برائی شراب نوشی ہے مرد پیتا ہے اور دکھ اٹھاتی ہے بے چاری عورت۔ وہ اس بدی پر احتجاج بھی نہیں کر سکتی۔ مرد شراب کے نشے میں دھت گھر آتا ہے۔ عورت اور بچوں کو دھتکارتا ہے، مارتا پیٹتا ہے، وہ آدھی کمائی بھی گھر نہیں لاتا کیوں کہ اس کی آمدنی کا بڑا حصہ تو شراب کی نذر ہو جاتا ہے۔ لیکن غریب عورت چوں بھی نہیں کر سکتی۔ وہ شرابی مرد کے ہاتھوں سے مار کھاتی ہے بھوکے بچوں کو دل پر پتھر رکھ کر یوں ہی سلا دیتی ہے اور جب یہ بچے بھی بگڑ جاتے ہیں، مجرم بن جاتے ہیں تو اس کی مصیبتوں کی انتہا نہیں رہتی۔ سب ہی جانتے ہیں کہ شراب زندگی کے مختلف شعبوں میں کیا کچھ تباہی لاتی ہے۔ الکحل کے اثرات سے سڑکوں پر بے شمار حادثات واقع ہوتے رہتے ہیں جن میں گاڑیوں کے علاوہ جسمانی عضو ٹوٹ جاتے ہیں جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ اسی طرح کارخانوں میں ایسے ہی حادثات کے باعث جانی و مالی نقصان ہوتا ہے۔ کروڑوں روپے کی دولت اس طرح بہہ جاتی ہے اور انسانی دکھ تو ناقابل بیان ہے۔

شراب نوشی کی علت اخلاق کو تباہ اور سماجی معیار کو گرا دیتی ہے۔ پرسکون اور خوشگوار شہری زندگی میں خلل پڑتا ہے۔ گلی کوچوں میں شرابیوں کا دنگا فساد، مار پیٹ اور جنسی جرائم کا زور اس صورتحال میں قیام امن و ضبط کے مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ الکحل بیماریاں لاتی ہے اور جسمانی و دماغی لحاظ سے صحت و تندرستی کو شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ شب میں مے نوشی اور صبح کو کام سے غیر حاضری اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوت پیداوار زائل اور پیداوار گھٹ جاتی ہے۔ مسلح افواج میں مے نوشی پھیلنے سے قومی سلامتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ ہندوستان میں بھی ایسی حالت رہی ہے ان کے نتائج سب ہی سنجیدہ لوگوں کے لئے قابل افسوس اور قابل غور ہیں۔

خانگی زندگی پر اثرات

مے نوشی کا سب سے زیادہ بھیانک اثر شرابی کے گھر بیوی اور بچوں پر پڑتا ہے۔ متعدد مقامات پر مشاہدے اور جائزے سے یہی انکشاف ہوا ہے کہ ہریجن اور مزدور طبقات بری طرح متاثر ہیں۔ خاندان میں کماؤ سرپرست کی آمدنی کا بہتا ۶۰ فیصد حصہ شراب کی بھینٹ ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں گھر کا بجٹ چوپٹ، کھانے کپڑے اور رہائش جیسی لازمی ضروریات کے لئے ہی کافی نہیں بچتا پھر بچوں کی ٹھیک سے

پرورش اور تعلیم و تربیت پر خرچ کہاں سے ہو ۔ یہ محروم بچے اجڈ اور گنوار رہ جاتے ہیں اور ہر قسم کی برائیوں میں پڑ جاتے ہیں. گھر امن و چین، محبت و شفقت، پیار و الفت سے خالی اور دکھ سے بھر جاتا ہے صورتحال لازمًا مجموعی طور سے قوم کی اخلاقی اور سماجی حالت پر اثر انداز ہوتی ہے ۔

رہنمائی عورت کے ذمے :

مے نوشی کے ان برے نتائج کے مدنظر یہ ضروری ہے کہ اس خبیث لت کے خلاف مسلسل جنگ کی جائے ۔ اس میدان میں رہنمائی عورت ہی کو کرنا ہے کیونکہ وہی سب سے زیادہ دکھی ہے ۔ اسی وجہ سے گاندھی جی نے بھی شراب کی دوکانوں پر دھرنا (پکٹنگ) کی ذمہ داری عورتوں پر ہی ڈالی تھی مرد ان کے ساتھ رہ کر مدد کر سکتے تھے لیکن اصل قیادت عورت ہی کے سپرد تھی ۔

آج یہی چیلنج ہمارے سامنے ہے ۔ مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں کام کرنے والی خواتین کی مثال ہمارے لئے مشعل راہ ہے سنہ ۱۹۳۰ء اور سنہ ۱۹۴۲ء کے دوران خواتین رضاکار ہی مے نوشی اور مے فروشی کے خلاف جہاد میں ہراول رہیں ۔ انھوں نے شراب بندی کی تحریک میں دل و جان سے حصہ لیا جسے سوراج کے چار ستونوں میں سے ایک ستون قرار دیا گیا تھا اور یہی آئندہ آزاد ہند کی تعمیر کے لئے ایک بنیادی سماجی پروگرام تھا ۔ اس زمانہ میں ستیہ گرہیوں پر حکام کا ظلم و ستم تاریخ کا حصہ بن چکا ہے ۔ دلیر خواتین اس راہ پر چلتی رہیں جو باپو جی نے دکھائی تھی ان ہی ستیہ گرہی خواتین اور مردوں کی جدوجہد اور قربانیوں کی بدولت ہندوستان کو بالآخر آزادی نصیب ہوئی ۔

آج پھر عورتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کام کا بیڑا اٹھائیں اور اس اُمُّ الخَبَائِث کا بیڑہ غرق کر دیں ۔ اس مہم میں یہ ضروری ہے کہ اولًا انھیں شراب بندی پر پورا یقین اور خود اپنی طاقت پر اعتماد ہو اسی طرح وہ مکمل شراب بندی کے نصب العین کو عملی جامہ پہنا سکتی ہیں

سنہ ۱۹۷۴ء میں ڈنڈیگل حلقہ میں لوک سبھا کے لئے ضمنی انتخاب کے وقت خواتین نے یہ اعلان کر دیا کہ جس جماعت نے شراب بندی منسوخ اور پھر سے مے نوشی جاری کر کے ہمارے بچوں کی روٹی چھین لی ہے اسے ہرگز ووٹ نہ دیا جائے ۔ نتیجہ یہ کہ ڈی. ایم. کے (دراوڈ منترا کژگم) اس وقار کی انتخاب میں ہار گئی ۔ ریاستی حکومت کو بھی اس خطرے کا احساس ہوا اور شراب بندی دوبارہ نافذ کر دی گئی ۔

بلاشبہ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت نیز شراب بندی کارکن اور دیگر سماجی کارکن سب ہی سخت محنت سے کام کریں اور ان عادیوں کا مسئلہ موثر طریقے سے نمٹائیں ۔ جن کا ریاست میں "تر" زمانے میں اضافہ ہوا ہے ۔ بہرحال حقیقت یہی ہے کہ ڈنڈیگل میں تاملناڈو کی خواتین نے ایک بڑی فتح حاصل کی ۔ بیدار خواتین کی طاقت نے تاملناڈو کی حکومت پر یہ واضح کر دیا ہے کہ لوگوں کی فلاح و بہبود کو قربان کر کے ترقی نہیں کی جا سکتی ۔

اترکھنڈ میں شراب بندی کے لئے عورتوں کی ستیہ گرہ کی کہانی بڑی ولولہ انگیز ہے ۔ ہریانہ، پنجاب، مدھیہ پردیش، راجستھان، آندھرا، بہار اور اترپردیش میں متعدد مقامات پر خواتین نے شراب کی دوکانوں پر کامیابی سے دھرنا دیا اور بالآخر ان دوکانوں کو بند کروا کر ہی بیٹھیں ۔ شراب بندی کے حامی اور علمبردار مردوں اور خواتین کی انتھک کوششوں کے باعث بالآخر مرکزی حکومت نے عام لوگوں خصوصًا کمزور طبقہ کی اخلاقی سماجی اور معاشی فلاح و بہبود کی خاطر اکتوبر ۱۹۷۴ء میں گاندھی جینتی کے دن پالیسی بیان جاری کیا اس میں شامل بارہ نکاتی پروگرام ہندوستان بھر میں مکمل شراب بندی کی سمت اولین قدم ہے ۔

اندازہ یہی ہے کہ اس پروگرام کی وجہ سے یقینًا مے نوشی کی وہ وقعت اور شان برقرار نہ رہے گی جو اس "علت" نے حالیہ سالوں میں حاصل کر لی ہے ۔ خودغرض اور مفاد پرست طبقہ بلاشبہ حتی المقدور ایسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرے گا جس میں نئی پالیسی ناکام ہو جائے اب خواتین ہی کو یہ دیکھنا ہے اور خیال رکھنا ہے کہ وہ لوگ کامیاب نہ ہونے پائیں اس مقصد کے لئے ان میں تعلیم، تنظیم اور جذبۂ عمل کی ضرورت ہے انھیں یہ بخوبی جاننا چاہیئے کہ سماجی، معاشی، طبی اور دیگر پہلوؤں سے مے نوشی کے مضر اثرات کیا کیا ہیں ۔ انھیں اس قابل ہونا چاہیئے کہ سوالات کا جواب دے سکیں اور مغالطہ کو دور کر سکیں ۔ ریاست میں اوپر سے لیکر زیریں گاؤں پنچایت تک ہر ہر سطح پر چوکسی نگرانی اور تنظیم سخت ہونا چاہیئے صرف اسی طرح سے دیس بھر میں شراب بندی کے لئے موثر کام انجام دیا جا سکتا ہے ۔ باقاعدہ منصوبہ کے تحت عملی پروگرام درکار ہیں جن میں شراب بندی کو فروغ دینے کے لئے مباحثہ، اشتہار اور کتابچوں کے ذریعہ پرچار، شراب بندی تعلیم و تربیت کے لئے عوامی ذرائع رابطہ کا استعمال سیمینار، کانفرنس، نمائش اور کارکنوں کے لئے تربیتی پروگرام شامل ہوں ۔ نیز جہاں ضرورت پیش آئے وہاں شراب کی دوکانوں پر پرامن طریقے سے پکٹنگ بھی ہونا چاہیئے ۔ ہمارا ووٹ بھی بڑا کارگر حربہ ہے جس سے کام لے کر

سیاسی پارٹیوں اور طاقتوں کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح کام کریں۔

ہمارے قومی ضابطہ اخلاق کے بنیادی اصول مستقل اور لازوال ہیں اور سدا قابل عمل۔ ہماری تہذیب میں مے نوشی سے ہمیشہ نفرت کی گئی ہے۔ ہمارا عظیم ملک شاندار ماضی رکھتا ہے اور اعلیٰ اخلاقی و روحانی اقدار کا حامل ہے۔ کوئی بھی قوم ایسی نادان نہیں ہو سکتی جو اپنے ماضی سے کٹ کر مستعار اصولوں پر بالکل نئی عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کرے۔ ہر ابھرا قومی شجر ہی بار آور ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے شاندار قدیم ماضی کو محفوظ رکھنا چاہئے جسے وقت اور ہمارے بہت سے پرکھوں اور سنتوں نے اپنی حکمت و دانائی سے عظمت بخشی ہے۔

جہاں تک فرد کی آزادی کا سوال ہے یہ اسی حد تک جائز ہو سکتی ہے جبکہ اس سے دوسروں کی آزادی اور فلاح و بہبود میں خلل نہ پڑے۔ شراب نوشی یقیناً دوسروں پر برا اثر ڈالتی ہے کوئی مے نوشی کی آزادی کا طالب نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے کمرے میں تن تنہا بیٹھ کر شوق کرے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اس کے بال بچے نہ ہوں جن پر اس کی عادت شراب نوشی کا مضر اثر پڑ سکے۔ شراب نوشی اپنی ذات کو تو نقصان پہنچاتا ہی ہے وہ دوسروں کی سلامتی کے لئے بھی خطرناک ہے۔ لہٰذا اس صورتحال میں انفرادی آزادی کے نام پر کوئی بھی شخص کیسے مے نوشی کے حق کا طالب ہو سکتا ہے۔

شراب بندی کے نفاذ سے ہمارا دیس جدید نہ سہی تیکن سے دنیا میں رہنما ضرور بن جائے گا جو آج فی الحال شراب اور نشہ آور ادویات کے مضر اثرات سے بڑا دکھ اٹھا رہی ہے۔

خواتین ہند کا فرض:

ہمارا ' خواتین ہند کا خود اپنے اور مادر وطن کے تئیں یہ فرض ہے کہ ایسا سماج بنائیں جو سماجی معاشی اور اخلاقی طور سے سب ہی کی فلاح اور بہبود کا ضامن ہو۔ یہ مقصد شراب بندی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے جس کی بدولت نئے ذرائع دستیاب ہوں گے اور گھر نیز قوم کی ترقی کے دروازے کھل جائیں گے۔ یہ خوشی کا مقام ہے کہ حکومت ہند نے آخر کار دور اندیشی سے کام لیکر ہمارے دستور کے رہنما اصولوں کو اہمیت دی ہے اور اس کی خاص دفعہ ۴۷ کو پوری طرح عملی جامہ پہنانے کا عزم کیا ہے جس کی رو سے ریاست کا یہ فرض ہے کہ لوگوں کی صحت و تندرستی کی خاطر طبی مقاصد کے ماسوا نشہ آور ادویات کے استعمال اور شراب نوشی کی ممانعت کرے۔

ہندوستان کی خواتین قومی اہمیت کے حامل اس فلاحی پروگرام کی عمل آوری میں بڑا کردار ادا کر سکتی ہیں۔

(تلخیص: عبدالـ۔۔۔د خاں جامعی)

" ایک بھی عورت ایسی نہ نکلے گی جس کی یہ خواہش نہ ہو کہ ہمارے درمیان سے شراب کی لعنت سدا سدا کے لئے مٹادی جائے۔ یہ گھریلو زندگی میں آفت برپا کرتی ہے، عزت لاتی ہے اور صحت و تندرستی کو تباہ کردیتی ہے۔ حسب معمول غریب عورت ہی کو مرد کی اس عیش پرستی و بدمستی کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے میں عورتوں کو کیا نصیحت کروں؟ غصہ اور ظلم کا مقابلہ کرنا بھی کتنا کٹھن اور بڑا کام ہے۔"

— مہاتما گاندھی

• عبدالحمید بوبیرے ———— مریست صبح اُمید بمبئی

شری عبدالحمید صاحب بوبیرے نے شراب بندی کے موضوع پر متعدد مضامین لکھے ہیں نیز آپ نے کئی سیمیناروں میں شرکت کی اور لیکچر دیئے۔ مئی ۱۹۵۶ء میں شراب بندی اور الکحل کے تدارک کے موضوع پر منعقدہ ساؤتھ ایسٹ ایشائی کانفرنس میں "اسلام اور الکحل" پر آپ نے ایک جامع تقریر کی۔
آپ نے اس سلسلے میں عام فہم اُردو میں "ترکِ شراب" پر ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کے مراٹھی گجراتی اور کنڑ زبان میں بھی کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ اس مضمون میں آپ نے شراب بندی کی اہمیت پر مذہبی، سماجی اور معاشی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے روشنی ڈالی ہے۔

جاپان میں شراب سے متعلق ایک عام کہاوت ہے "پہلے تو آدمی شراب پیتا ہے اور پھر شراب آدمی کو پینے لگتی ہے۔"

حقیقت ہے اور اس کے زود اثرات ایک شرابی کو ذہنی و جسمانی طور پر ہی نہیں مفلوج کر دیتے بلکہ اخلاقی گراوٹ بھی آجاتی ہے۔ اسی لئے شراب کو اُم الخبائث کہا جاتا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں شراب کا عام طور پر رواج تھا۔ یہ لوگ کثرت سے شراب پیتے تھے۔ شراب نہ پینے والوں کی سوسائٹی میں کوئی عزت نہ تھی خوشی ہو یا غم ہر موقع پر ہر مجلس میں شراب اور شرابیوں کی عزت ہوتی تھی یہاں تک کہ عرب کے مشہور شعراء نے شراب کی تعریف میں طویل قصیدے لکھے بدمستی و بدکاری، چوری ڈاکہ زنی، خاندانوں میں لڑائیاں اور اظہارِ تفوق، شراب کے نشے اور مدہوشی میں ہوتا تھا۔ اُمراء اور رئیسوں کے ہاں خاص طور پر شراب نوشی کی محفلیں گرم ہوتی تھیں جن میں گھر کی عورتیں اور بچے ساقی گری کرتے تھے۔ عرب میں شراب اتنی مقبول تھی کہ محض شراب کے دو سو مختلف نام رکھے گئے تھے۔

اسلام میں شراب حرام ہے۔ ظہورِ اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی برائیوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے لئے اس کا پینا ممنوع قرار دیا۔ امتناعِ شراب کے سلسلے میں پہلا فرمان آنحضرت صلعم نے جاری کیا۔ حضرت محمدؐ نے شراب کو اُم الخبائث یعنی برائیوں کی جڑ قرار دیا۔

قرآن شریف میں شراب کے حرام ہونے کا حکم اس آیۂ شریفہ میں واضح ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ۝

(مائدہ - ۱۲) ترجمہ: اے ایمان والو! بیشک شراب، جُوا۔ بُت اور پانسے ناپاک اور شیطان کے کام ہیں، تو ان سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔"

اس کے بعد شراب قطعاً حرام ہوگئی۔ امتناعِ شراب کی یہ آخری آیت جس وقت نازل ہوئی ہے حضرت ابی عبیدہؓ امین اور حضرت ابیؓ بن کعب جو سید القراء تھے، ابوطلحہؓ کے گھر میں مہمان تھے اور شراب کا دور چل رہا تھا۔ ساقی گری کی خدمت حضرت انسؓ سے متعلق تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب الاشربہ میں خود حضرت انسؓ کی زبانی روایت ہے:

كنت اسقي ابا عبيده و ابا طلحة وابي بن كعب نجاء هم

آتِ ذقال ان الخمرحرمت

ترجمہ : میں ابوعبیدہؓ اور ابیؓ بن کعب و ابوطلحہؓ کو شراب پلا رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "شراب حرام ہوگئی"۔

"مدینہ کی گلیوں میں کثرتِ شراب کا یہ عالم تھا کہ شراب دن رات بہتی تھی" (سیرۃ النبیؐ جلد چہارم صفحہ ۲۲۰ مصنفہ علامہ سید سلیمان ندوی) حافظ ابنِ حجر نے اس حدیث کی شرح میں صحیح مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس جلسے میں گیارہ بزرگ شریک تھے جن میں حضرت معاذؓ بن جبل بھی تھے۔ اس موقع بر لحاظ کے قابل بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ مدتوں کی عادت تھی اور اس وقت بھی سب خمار میں جھوم رہے تھے۔ تاہم جوں ہی یہ آواز آئی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شراب کی ممانعت کردی، سبھی نے دفعتہً جام وسبو توڑ ڈالے، نہ صرف طلحہؓ کے گھر کا حال نہ تھا بلکہ مدینہ کے تمام گلی کوچوں میں شراب کی ندیاں بہہ گئیں۔ باب المظالم میں ہے:

فجرت فی سلک المدینۃ / مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی پھرتی تھی

ان ندیوں کی روانی سے اندازہ ہوگا کہ عرب میں شراب نوشی کی کثرت کا کیا عالم تھا۔

تاریخ میں ایسے واقعات بھی درج ہیں کہ بڑی بڑی لڑائیوں میں شراب تقسیم کی جاتی تھی تاکہ سپاہی نشہ میں آکر بیدردی سے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔

اس ضمن میں ہیری فرانسس اپنی کتاب "خواطر وسوانح اسلام" میں لکھتا ہے کہ "سب سے تیز ہتھیار جس سے باشندگانِ مشرق کا قلع قمع ہوسکتا ہے، سب سے تیز ہتھیار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا جاسکتا ہے، شراب ہے۔ ہم نے اس ہتھیار سے اہلِ جزائر پر حملہ کیا۔ وہاں اسلامی شریعت ہونے کی وجہ سے یہ حملہ کارگر نہ ہوا۔"

شراب کا نسلِ انسانی پر کیا اثر ہوتا ہے ایک انگریز قانون داں بنتھام اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ "شریعتِ اسلامی کے محاسن میں سے ایک شراب کی ممانعت بھی ہے، کیونکہ باشندگانِ افریقہ میں سے جنھوں نے اس کو استعمال کیا ان کی نسل میں عام دیوانگی پیدا ہوگئی، اور باشندگانِ یورپ میں سے جن لوگوں نے اسے استعمال کیا اُن کی عقلیں بیکار ہوگئیں"۔ بنتھام اپنی کتاب "اصُول شرائع" (اس کا ترجمہ احمد فتحی زغلول پاشا مرحوم نے کیا) میں 'جرائمِ شخصیہ' کے تحت لکھتا ہے کہ "شراب شمالی ممالک میں انسانوں کو بیوقوف اور جنوبی ممالک میں دیوانہ اور پاگل بنا دیتی ہے۔"

(تفسیر جواہر حصہ اوّل' مصنفہ علامہ طنطاوی جوہری مصری (ص ۴۳، ص ۴۳۵)

اسلام میں امتناعِ شراب سے متعلق چند باتوں کے بعد ہم اس کا انسان کے ذہنی جسمانی اور اخلاقی کردار پر اثر کا تجزیہ کریں تو یہ اندازہ ہوگا کہ شراب پینے سے کوئی فائدہ نہیں، بجز نقصان کے۔

نشہ میں دُھت ایک آدمی جو حرکتیں کرتا ہے وہ ایک باہوش آدمی کے مقابلے میں مخربِ اخلاق ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلعم نے کہا کہ تم شراب اور شرابیوں سے بہت دُور رہو — شراب کے نشے میں شرابی کو ماں، باپ، بھائی، بہن کسی رشتے ناطے کا ہوش نہیں رہتا۔ آئے دن اخبارات کے ذریعے ہم جو خبریں پڑھتے ہیں' ان میں زیادہ تناسب شراب کے زیرِ اثر لوگوں کی مخربِ اخلاق حرکتوں اور جرائم کا ہوتا ہے۔

شرابی کی عمر بجائے بڑھنے کے کم ہوتی جاتی ہے۔ شراب نوشی سے دل، دماغ، پھیپھڑے اور اعضائے رئیسہ خراب ہوجاتے ہیں۔ شراب کے سبب اعصاب کے سُست پڑجانے کی وجہ سے دماغ کام نہیں کرتا، اس کی قوتِ حافظہ کمزور ہوجاتی ہے۔

الکحل، اسپرٹ کا اثر رکھتا ہے۔ اگر الکحل کے اوپر دیا سلائی جلاکر بتائی جائے تو فوراً جل اُٹھتا ہے۔ اس طرح شراب معدے میں پہنچ کر فعلِ انہضامِ طعام میں فتور پیدا کرتی ہے اور ہاضمہ کو کمزور کرتی ہے۔ اکثر شرابیوں کا پیٹ پھولا ہوا ہوتا ہے۔ شراب اُس کی آنتوں، معدہ اور انہضام کے سارے نظام کو پھلا کر رکھ دیتی ہے۔ شراب کے سمی اثرات سے جگر سخت ہوکر چھلنی ہوجاتا ہے۔ جگر اور معدے کی خرابی عام ہے دِق کی بیماری میں بھی ایک شرابی مُبتلا ہوسکتا ہے۔ شراب کے نشے میں ممکن ہے شرابی طرم خاں نظر آئے مگر نشہ اُترنے کے بعد اُس کی حالت ایک بزدل سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

طِبّی پہلوؤں کے بعد مکروہاتِ شراب کے دیگر پہلو بھی قابلِ غور ہیں۔ سماجی و معاشی اعتبار سے بھی شراب نوشی ایک خطرناک سماجی بُرائی ہے۔ غریب طبقہ کے افراد، شراب کے نشے میں خواتین اور بچوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں جس سے پُورا کنبہ تباہی کا شکار ہوتا ہے۔ شراب بندی سے سماج کا ماحول یقیناً بہتر ہوگا۔

اسلام میں شراب حرام ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں' اعلانیہ یا اعلانیہ' چھپ کر پینے والوں کی ہمارے مُسلم بھائیوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ہے۔ شراب کشید کرنے والے' شراب سپلائی کرنے والے، شراب پی کر دھینگا مُشتی کرنے والے چاہے امیر یا غریب طبقے سے تعلق رکھتے ہوں' روزانہ خبروں کی زینت بنتے ہیں۔

شراب کی وکالت کرنے والے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کی غرض سے یہ تاویل پیش کرتے ہیں بلکہ حوالہ دینے سے بھی نہیں چُوکتے کہ ہندو مذہب میں یہ حوالے ملتے ہیں کہ عہدِ قدیم میں ہندوستان میں (ویدوں کے زمانے میں) شراب نوشی جائز تھی۔ کچھ مسلم بھائی بھی مختلف دلائل پیش کرتے ہیں۔ عیسائیوں میں تو خیر ایک عام سی بات ہے یہ حوالے یہ تاویلیں غلط ہیں۔ حق بات تو یہ ہے کہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں 'مے نوشی' پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ قرآن شریف بھی امتناعِ شراب کا اعلان کرتا ہے اور عیسائیت بھی اس سے اجتناب کرتی ہے۔ چند عرب ممالک میں امتناعِ شراب کا حکم نافذ ہے۔

ہندوستان میں آئے دن کئی قیمتی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ مزدور طبقہ اس لعنت سے قعرِ ذلّت میں گرتا ہی جاتا ہے۔ زہریلی شراب سے بے شمار افراد لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ کئی مانگوں کا سیندور مِٹ جاتا ہے۔ بچوں کی دُنیا تاریک ہوجاتی ہے۔ مزدور طبقہ کا ایک معتدبہ حصہ کثرتِ شراب نوشی کے باعث معاشی مشکلات کا شکار رہتا ہے اپنی انھیں عادتوں کے باعث اور معاشی نابرابری کی بڑھتی خلیج کے سبب جُرم پلنے لگتا ہے اور اس طرح سماج میں "نامی گرامی چہرے" اُبھرتے ہیں اور جرائم میں اضافہ

ولسن کالج میں شراب بندی پر النسائی کانفرنس (مئی ۱۹۵۶ء) میں سلام ملن "الکمل" کے موضوع پر مسز زاہدہ عبدالحمید بوہرے لکچر دیتے ہوئے۔ اس لکچر کو بہت پسند کیا گیا، اور اس وقت کے وزیر اعلیٰ مرارجی بھائی ڈیسائی نے اپنے لکچر کا وقت بھی انھیں دیا۔

اس موضوع پر عبدالحمید صاحب کی تصنیف "ترکِ شراب" اردو، گجراتی مراٹھی ہندی اور کنڑ میں بھی شائع ہوئی اور لکچر انگریزی میں شائع ہوا۔

[illegible]

فارسی کا ایک مشہور مصرع ہے "عیبِ مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو" یعنی شراب کی برائیاں تو بیان ہو چکیں اب اس کی صفات بھی بیان کی جائیں۔ لیکن حکماء و اطباء نے اس موضوع پر کافی غور و تحقیق کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شراب سے فوائد نہیں نقصانات ہی نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ یہ بجز عارضی سرور کے اور کچھ نہیں!

عارضی کیف و سرور اور بیخودی معدہ اور آنتوں کو بیماری کے لئے دائمی دعوت ہے لہٰذا یہ مصرع "عیبِ مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو" ایک شاعرانہ بندش سے زیادہ وقیع نہیں۔ شعرائے متقدمین و متوصفین نے اپنے کلام میں جہاں جام و شراب کا ذکر کیا ہے جیسے حضرت حافظ شیرازی، شیخ سعدی، عمر خیام، صائب وغیرہ بزرگوں کے ہاں کلام میں کثرت سے اس قسم کے استعارے استعمال ہوئے ہیں۔ شارحین نے ان الفاظ اور استعارات کے معنی تصوف کے بیان کئے ہیں یعنی ساقی سے کنایہ مُرشد اور جام سے مراد معرفتِ الٰہی ہے، شراب سے مطلب عشقِ الٰہی ہے۔

آج کل شراب کا فیشن عام ہے۔ شراب اور شاعر، شراب اور فنکار، شراب اور صحافی، شراب اور ادیب، شراب اور لیڈر لازم و ملزوم ہیں۔ ہمارے معاشرے میں شراب کا جادو اس قدر سر چڑھ کر بول رہا ہے کہ یہ عام برائی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

تقسیمِ ہند سے پہلے تحریکِ امتناعِ شراب کے ساتھ ساتھ ہمارے شعراء نے بھی اس جانب قدم بڑھایا۔ علامہ سیماب اکبرآبادی نے اپنے شاگردوں میں ساغر میں ترکِ جام و شراب کی تحریک شروع کی۔ علامہ سیماب نے اس ضمن میں فرمایا "آج زمانے کا مطالبہ کچھ اور ہے۔ آج ہمیں نشاطی شاعری کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے کہ ہمارا خوابِ نشاط ایک پریشان تعبیر کے ساتھ ختم ہو چکا ہے اب ہمارے سامنے اقتصادی مسائل ہیں، ہمارے پیشِ نظر سیاسی انقلابات ہیں ہمارے سامنے غریبوں کا دکھ اور مزدوروں کی مصیبت ہے۔ اس عالم میں ... حسنِ اُمید و بیم میں جمالیاتی اور معاملاتی شاعری کس طرح مناسبِ حال سمجھی جا سکتی ہے؟ شاعری میں بھی اب تک شراب مقدس و محترم سمجھی جاتی تھی مگر اب زمانہ بدل گیا ہے۔ مذہب و سیاست کا تقاضا ہے کہ جام و شراب کو بھی مشاعرہ میں جگہ نہ دی جائے۔"

شراب جیسی نشہ آور حرام چیز سے ہر شخص کو پرہیز کرنا چاہئے۔ حالات کا تقاضہ بھی ہے کہ مفادِ ملک و قوم کے لئے بھی ممنوع چیز سے پرہیز لازم ہے۔

کاش، صوبائی حکومتیں انقلابی اقدامات سے اس لعنت کو معاشرہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور کریں۔ صوبائی حکومتوں کے انقلابی اقدام سے مرکزی حکومت کو بھی اپنے پروگرام میں تقویت ملے گی۔ یہی نہیں بلکہ صوبائی حکومتیں اور مرکزی حکومت وسیع پیمانے پر ہندوستان بھر کی مختلف زبانوں میں موثر پروپیگنڈا کریں۔ یہ پروپیگنڈا اتنی عمدگی سے پیش کیا جائے کہ شراب کی لعنتوں کا صحیح اندازہ عوام کو ہو سکے، اور وہ اس سے متاثر ہو کر توبہ کریں۔ خدا ہر ایک کو اس لعنت سے بچائے۔ اور اس کی تباہ کاریوں سے ہر ایک کو محفوظ رکھے!

سابق ریاست بمبئی میں شراب بندی پروگرام یکم اپریل ۱۹۴۷ء میں شروع کیا گیا تھا حکومت کا مقصد عوام کو شراب بندی سے درجہ بدرجہ روشناس کرانا تھا اس مقصد کے تحت ایک چار سالہ مدت پر مشتمل پروگرام شروع کیا گیا۔
اس پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ جو شراب کے عادی ہیں ان کو موقع اور وقت مل سکے تاکہ وہ خود کو نشے کی عادت سے نجات دلا سکیں۔ اور شراب کے بیوپاریوں کو مناسب موقع مل سکے تاکہ وہ دوسری تجارت یا پیشے کی جانب رجوع ہو سکیں اس کے علاوہ ریاست میں شراب بندی کے کامیاب نفاذ کے لئے تین سال قبل سے تیاری کی مدت درکار تھی۔

حالانکہ مکمل شراب بندی کا نفاذ ۶ اپریل ۱۹۵۰ء کو ہوا مگر عوام کو شراب کے خراب اثرات سے روشناس کرانے کا کام یکم اپریل ۱۹۴۷ء سے ہی شروع کر دیا گیا تھا۔ شراب بندی بنیادی طور پر ایک سماج سدھار پروگرام ہے۔ جو کہ عوام کے بھرپور تعاون کے بغیر کامیابی سے نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اس وقت کی ریاستی حکومت نے اپنی بھرپور کوشش کی کہ شراب کے مضر اثرات سے عوام کو روشناس کرانے کے لئے ان کا پورا تعاون حاصل کر سکے۔ ریاستی شراب بندی کمیٹی کی تشکیل اس طرح سے کی گئی تاکہ شراب بندی پالیسی کے کامیاب نفاذ کے لئے غیر سرکاری رائے عامہ کو پورا موقعہ مل سکے اور اس کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ شراب بندی بل کو آخری شکل دے سکے۔

گذشتہ تیس یا اس سے زائد سال جو میں نے شراب بندی (تعلیم) کے میدان میں گذارے ہیں اس کی یاد ایک انفرادی دلکشی رکھتی ہے۔ آزادی کے موقعہ پر ہندوستان کے عوام ۱۵۰ سالوں کی غلامی کے بعد ایک عجیب خوشی اور جوش کے جذبے سے سرشار تھے۔ اس وقت لوگوں کے ذہن میں صرف ایک ہی سوال تھا کہ وہ اپنے ہندوستان کی تعمیر اپنی مرضی سے کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ اس میں کوئی تعجب نہیں تھا کہ لوگوں کے اس جذبے کا عکس شراب بندی پروگرام پر بھی بھرپور پڑ رہا تھا۔

۶ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء کو سابق ریاست بمبئی نے باقی ملک کے ساتھ شراب بندی ہفتہ منانا شروع کیا۔ اس وقت کے صدر ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد اس ہفتے کا افتتاح کرنے والے تھے۔ ۵ اپریل کی رات میں جو مشعلوں کا جلوس نکلا اور دوسرے دن زبردست جلوس کا جو انتظام کیا گیا اس میں عوام کے جوش و خروش کی جھلکیاں نمایاں تھیں، عوام کا جوش و خروش اس وقت انتہا پر پہنچ گیا جب شام کے وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ اپنے نیتاؤں کی تقریریں سننے کے لئے چوپاٹی کی ریت پر جمع ہو گئے۔

افتتاحی تقریب سے ایک دن قبل مجھے کمل نین بجاج سے معلوم ہوا کہ اچاریہ ونوبا بھاوے بھی اس تقریب میں شرکت کے لئے بمبئی آ رہے ہیں۔ دوسرے دن میں شری بجاج کے مکان پر پہنچا اور اچاریہ جی کو پروگرام کی تفصیل بتائی۔

سرکاری عہدیداروں کو جو چوپاٹی پر ڈیوٹی پر تعینات تھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ ایک دھوتی میں ملبوس شخص زبردست بھیڑ کو چیرتا ہوا ڈائس کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ڈائس پر جب ڈاکٹر راجندر پرشاد نے خود اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب کی نشست پر بٹھایا، تب سب لوگوں کو معلوم ہوا کہ دھوتی میں ملبوس شخص کوئی اور نہیں بلکہ اچاریہ ونوبا بھاوے ہیں جنھیں مہاتما گاندھی نے پہلا "انفرادی ستیہ گرہی" چنا تھا۔

شراب بندی کے ابتدائی برسوں میں عوام کو شراب نوشی کے مضر اثرات سے روشناس کرایا گیا۔ اسی دوران ایسی حوصلہ افزا خبریں ملتی رہیں کہ زیادہ سے زیادہ بلڈنگوں اور مواضع جات کے لوگوں نے شراب نوشی ترک کر دی ہے اس سلسلے میں ایک طرف قانون پاس ہونے اور دوسری

کالجوں میں نیشنل سروس اسکیم کی امداد سے "شراب نوشی کے خلاف نوجوانوں کی جنگ" جیسے عملی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں تاکہ نوجوانوں کے دلوں میں شراب نوشی سے نفرت پیدا ہو اور وہ اس برائی کو مٹانے کی جدوجہد میں تعاون کریں. شری ایس ایچ. ادیواریکر، ڈائرکٹر پروہیبیشن (ایجوکیشن) ایسی ہی ایک تقریب میں حاضرین سے خطاب فرمار ہے ہیں جو نیچے کی تصویر میں نظر آرہے ہیں.

طرف عوامی تعاون کی موجودگی نے یہ ممکن بنا دیا تھا کہ شراب بندی کے میدان میں منزلوں پر منزلیں طے کرتے بڑھتے جائیں. چال کمیٹیوں، مدرسین فنکاروں، مزدوروں، خواتین اور نوجوانوں کی جانب سے شراب بندی کے نفاذ میں بھرپور عملی تعاون دیکھتے ہوئے غیر ملکیوں کی توجہ بھی اس جانب مرکوز ہوئی. انھوں نے رضا کار اداروں کی جانب سے کئے گئے زبردست کاموں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا.

ماٹنگا لیبر کیمپ جو کہ بہت گھنی آبادی کا علاقہ تھا، مجھے یاد ہے کہ وہاں ایک خصوصی تحریک شروع کی گئی تھی. وہاں پر کمہاروں کی ایک چھوٹی سی کالونی تھی. جن کو اس کیمپ میں "پرجاپتی" کہتے تھے. شراب کی عادت سے اس فرقے کو نجات دلانے کے لئے ضروری تھا کہ ان کا اعتماد حاصل کیا جائے. ہم بطور سماجی کارکن کے ان میں گھل مل گئے اور ان ہی کی طرح بننے کی کوشش کی. سب کام کرنا سکھایا، تجربہ کار ورکروں کی مدد سے ہم نے ایک امداد باہمی سوسائٹی قائم کی تاکہ مٹی کے برتن جدید طریقوں سے تیار کئے جائیں جو ان کو منفعت بخش ہوں گے. ان کی زندگی میں ایک سماجی معاشی انقلاب آگیا. اس علاقے میں سنسکار کیندر بھی قائم کیا گیا اس تعمیری کام کے ذریعہ ہم میں جو رشتے قائم ہوئے وہ بہت حوصلہ افزا تھے اور وہ شراب بندی کی بہتری کو سمجھ گئے. لیکن وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ شراب بندی پروگرام میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوتی گئی جس کے نتیجے میں اس پروگرام کو ایک دھچکا لگا اس دھچکے کے اسباب کچھ اس طرح ہو سکتے ہیں کہ لوگوں میں حکومت پر زیادہ سے زیادہ تکیہ کرنے کی بڑھتی ہوئی عادت انتظامیہ میں موجود لوگوں کی کاہلی اور دیگر کمزوریاں بڑھتے ہوئے شہر اور قصبے اور ان کی نئی صنعتیں مناسب تعلیم کی کمی تاکہ بڑھتی ہوئی دولت کو تعمیری مقصد میں استعمال کیا جا سکے. بے روزگاری اور غربت اضافہ آبادی نے اس مسئلہ کو اور بھی پیچیدہ کر دیا.

ریاستی حکومت کو یقین تھا کہ صرف قانون بنانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا. مزید اقدامات کے طور پر اس نے مختلف قوانین اور ایکٹ میں بہتری پیدا کی تاکہ بدلتے وقت کے ساتھ موزونیت برقرار رہے. اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شراب بندی کے سلسلے میں تعلیمی پہلو پر زیادہ زور دیا جانے لگا، اور جس سے اس پروگرام کو نئے افق ملے. نوجوانوں اور خواتین کے تعاون سے پروگرام میں توسیع کا کام ہاتھ میں لیا گیا. ریاستی حکومت اپنی بھرپور کوشش کر رہی ہے کہ اس پروگرام کو عوام میں لے جائے.

امید کی جاتی ہے کہ یہ تعلیمی طریقہ اور پروپگنڈہ ہمارے ایسے سماجی خواب کو شرمندۂ تعبیر کرے گا جس میں لوگ شراب کی عادتوں سے بالکل نجات پا چکے ہوں گے. مجھے گاندھی جی کا بیان کردہ ایک واقعہ یاد آتا ہے. ایک بار ایک سماجی کارکن نے مہاتما گاندھی سے پوچھا "میں کتنے دنوں تک گرام صفائی کا کام جاری رکھوں" گاندھی جی نے جواب دیا اس وقت تک جب تک لوگ صفائی کے عادی نہ بن جائیں. شراب بندی کا کام بھی اسی درجے میں آتا ہے. اس لئے شراب بندی کارکنوں کو انتھک لگن اور محنت سے اس وقت تک کام کرتے رہنا چاہیئے جب تک وہ عوام کا اعتماد حاصل نہ کریں.

طلوع آزادی کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں فلاحی ریاست اور صنعتی

(باقی ص ۳۸ پر)

• شیوراج سنگھ شتریہ

عیبِ قدیم: شراب نوشی صدیوں پُرانی بُرائی ہے۔ قدیم ممالک مثلاً چین، یونان، رُوم اور ہندوستان میں ہزاروں سال قبل بھی اس شرانگیز شئے کے استعمال کے بارے میں جابجا ذکر ملتے ہیں۔ ہمارے مُلک میں اسے "سوم رس" اور 'سُورا' کہا جاتا تھا۔ رامائن، مہابھارت، وید نیز کالیداس کی تصنیف "شکنتلا" وغیرہ میں بھی شراب نوشی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ قدیم زمانے ہی سے شراب کو ایک عیب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ قدیم مفکروں نے مثلاً سقراط ارسطو، سیسیرو، سینکا وغیرہ نے شراب کو انسان کے وقار کی دشمن کہا ہے۔ یہانتک کہ جنوبی امریکہ کی قدیم اَزٹیکس تہذیب کے زمانے میں نوجوانوں کو شراب نوشی قطعی طور پر ممنوع تھی اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر سزائے موت سُنائی جاتی تھی۔ البتہ مریض اور عمر رسیدہ لوگوں کو کچھ رعائتیں دی جاتی تھیں۔ قدیم ہندوستان کے مفکران منوؔ اور ریگن والکیہ نے بھی شراب نوشی کو ایک جرم قرار دیا ہے۔ اسلام نے بھی شراب نوشی کو ممنوع قرار دیا ہے۔

شراب ایک سَراب ہے: دورِ جدید کے مفکروں، سائنس دانوں، علوم اقتصادیات اور نفسیات کے ماہرین اور عالمی شہرت کے ڈاکٹروں نے بھی اس 'آبِ فنا' کے مہلک نتائج سے دُنیا کو آگاہ کیا ہے۔ ان دانشوروں کے مُفید اور قیمتی خیالات کو پیش کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ہم اُن چند اہم فرضی اور فریب آمیز دلائل کا جائزہ لیں جو کہ شراب نوشی کے حق میں عموماً پیش کئے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	دلائل	حقیقت
۱.	شراب بذاتِ خود ایک خوراک ہے	قطعی نہیں۔ ایک بیالی شراب میں خوراک کے اتنے بھی عناصر نہیں ہوتے جتنے ایک ڈبل روٹی میں یا مُٹھی بھر شکر میں ہوتے ہیں۔
۲	شراب نوشی جسم میں گرم جوشی کا احساس پیدا کرتی ہے۔	یہ سراسر غلط ہے۔ اس کے برعکس اس سے طاقت اور برداشت کرنے کی قوت کو گہرا نقصان پہنچتا ہے جان ہنٹر کی کتاب "الکحل اینڈ لائف" اس جواز کا مدلّل جواب ہے۔
۳	یہ بذاتِ خود ایک دوا ہے۔	ایک بھی مرض ایسا نہیں ہے جو کہ شراب نوشی سے درست ہو سکتا ہو۔
۴	معقول مقدار میں استعمال کرنا مُفید ہے	"معقول" یا "محدُود" کا کوئی پیمانا نہیں ہوتا۔
۵	"جدیدیت" کی مظہر ہے۔	منطق کے نقطۂ نظر سے یہ غلط ہے کیونکہ یہ صدیوں پُرانی علّت ہے۔ قدیم غلطیوں کو دُہرانا نہ تو 'جدیدیت' ہے اور نہ ہی "ترقی"

دانشوروں کی رائے: گاندھی جی نے کہا کہ "شراب نوشی، چوری اور عصمت فروشی سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ یہ کم و بیش ہر دیگر گناہ کی جڑ ہے۔"

پہلی عالمی جنگ کے زمانے میں لائڈ جارج برطانیہ کے وزیر اعظم تھے۔ انھوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا "برطانیہ بیک وقت تین محاذوں پر لڑ رہا ہے (۱) جرمنی

(۲) آسٹریا اور (۳) برطانیہ میں شراب نوشی کی بڑھتی ہوئی عادت ۔ ان میں سے شراب نوشی جرمنی کے مقابلے میں زیادہ خطرناک دشمن ہے ۔ جرمنی کی کُل آبدوز کشتیوں نے ہمارا جتنا نقصان کیا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان شراب خوری سے ہوا ہے ۔" اسی زمانے میں فرانس کے سپہ سالار اعظم پیتیاں نے اس امر کا انکشاف کیا کہ فرانس کی شکست کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ "دورانِ جنگ فرانسیسی افواج کے سپاہی شراب کے نشے سے چُور رہا کرتے تھے اور جرمن حملہ آوروں کے حملوں کی تاب نہیں لا سکے ۔"

جے. بیوسی نے برطانیہ میں پہلی بار شراب نوشی کے خلاف ایک عوامی تحریک شروع کی تھی ۔ ان کا کہنا تھا کہ "شراب کی فرضی اور فریب آمیز خوبیوں سے سادہ لوح افراد اس لئے متاثر ہو جاتے ہیں کہ وہ اس کی تلخ حقیقتوں سے ناواقف رہتے ہیں ۔"

چند سال قبل حکومتِ برطانیہ نے ایک کمیشن قائم کیا تھا ، جسے "امولری کمیشن" کہتے ہیں ۔ اس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے :

" الکحل یقیناً ، ایک نشہ آور اور آدمی کو ہمیشہ کے لئے اس کا عادی بنا دینے والی شئے ہے ۔ یہ انسانی جسم کے مختلف اعضا کے جو قدرتی فرائض ہوتے ہیں ان میں شدید قسم کی رخنہ اندازی کرتی ہے ۔"

اسی طرح سویڈن کے " رائل سوشل بورڈ " نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ " طبی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کم مقدار میں بھی الکحل کا استعمال جسم کے اعضا کو کمزور اور کچھ عرصے بعد ناکارہ بنا دیتا ہے ۔"

روسی ماہرِ طب ناٹالیا بختر روا کا دعویٰ ہے کہ یہ نشہ آور شئے دماغی اور نفسیاتی توازن پر نہایت ہی بُرا اثر ڈالتی ہے ۔"

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق " الکحل جسم کے چند اعضا کی حرکات کو کچھ عرصے کے لئے تیز کر دیتا ہے تاہم خون میں اس کی بڑھتی ہوئی مقدار غشی ، نیم بے ہوشی اور بعض اوقات خطرناک بے ہوشی کا باعث بن سکتی ہے ۔"

قیمت جو حکومت کو دینی ہوتی ہے :

امریکہ میں نشہ کے زیرِ اثر موٹر چلانے والوں کی وجہ سے جو حادثات ہوتے ہیں ان سے ہر سال ۵۴ ہزار افراد کو موت کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے نیز ۸ لاکھ افراد زخمی ہوتے ہیں ان سے ۳۰ کروڑ کا مالی نقصان ہوتا ہے ۔ ہر سال امریکہ کی حکومت شرابیوں کے علاج معالجہ ، حفظِ صحت اور ان کے کُنبہ کے افراد کی فلاح و بہبود کے لئے دو ارب رُوپے خرچ کرتی ہے ۔ شراب کا امریکہ کے اقتصادی میزان میں ۷ سے ۱۰ ارب روپے کا حصہ ہوتا ہے ۔ خود ہمارے ملک میں موٹروں کی ٹکروں کے حادثات سے واقع ہونے والی اموات دیگر ممالک کے مقابلے میں ۶۶ فیصد زیادہ ہیں ۔

دام جو سماج کو ادا کرنا پڑتے ہیں :

ڈبلیو . ایچ ریورس نے اپنی کتاب " دی انفلوئنس آف الکحل اینڈ ادر ڈرگس آن فیٹیگ " میں لکھا ہے کہ شراب نوشی کام کرنے کی صلاحیت پر بُرا اثر ڈالتی ہے جس کی وجہ سے کارخانوں اور فیکٹریوں میں تیار ہونے والی اشیاء کی نہ صرف مقدار میں کمی ہوتی ہے بلکہ معیار میں بھی ۔ کاریگروں کو مشینوں کی وجہ سے ہونے والے حادثات سے بچانے (جو اکثر نشے کے عالم میں کام کرتے ہیں) انہیں غیر حاضر رہنے کی بڑھتی ہوئی عادت کی روک تھام کے لئے حکومت کو معقول قوانین بنانے ہوتے ہیں ۔ ملک اور سماج کو اس کی کافی قیمت دینی ہوتی ہے ۔

ایک جرمن ماہرِ نفسیات نے کہا کہ " شراب ایک ایسے جذبے کو جنم دیتی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف مائل کرتا ہے ۔"

" بگ ماسٹر کمیشن " نے برطانیہ کے بارے میں کہا ہے کہ " شراب ۴۰ فیصد سنگین جرائم کی جڑ ہے ۔"

' شراب کس خودی کی حامل ہے ؟ '

انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں سوچنے سمجھنے کا مادّہ ہے ۔ ترقی کی جستجو ہے ۔ جس کی بدولت وہ خود سماج کی فلاح اور بہبودی کا ایک مؤثر آلہ بن سکتا ہے ۔ علامہ اقبال نے جب انسان کو مخاطب ہو کر کہا تھا کہ خودی کو اتنا بلند کرنا چاہیئے کہ خدا بندے سے خود پوچھے کہ اس کی رضا کیا ہے تو ان کا اشارہ انھیں صفات کی طرف تھا جو انسان کو اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق بناتی ہے ۔ اس کے برعکس اب ہم یہ دیکھیں گے کہ شراب نوشی (جس کے پرستار یہ کہتے ہیں کہ اس کی ایک صفت یہ ہے کہ اس سے ایک " کیف " اور " خودی " کے عالم کا احساس ہوتا ہے) کس " خودی " کی حامل ہوتی ہے ۔

نمبر	جسم کا جز	اس پر ہونے والے مہلک اثرات
۱	دماغ	یاد داشت کمزور ہونا ، سوچنے کی صلاحیت کھو بیٹھنا ۔
۲	خون میں قدرتی عناصر کی کمی کے باعث ...	رگوں کی کمزوری ، دل میں اُمنگ ، حوصلہ اور اُمید کے جذبات کا متواتر کمزور ہونا ۔
۳	انفاس	فرضی خوف سے گھرے رہنا ، لوگوں کو مشکوک نظروں سے دیکھنا ، شراب سے پرہیز کرنیوالے اپنے کُنبے کے لوگوں سے ، دوست احباب سے ، رشتہ داروں سے مُنہ چھپانا ، جس کا منجملہ اثر یہ کہ سماج میں اکیلا پن محسوس کرنا ، بلامقصد

۴	قلب اور جگر	بھٹکتے پھرنا، خودکشی کرنے کی سوچنا. قوتِ قلب میں لگاتار گراوٹ، حرکتِ قلب میں رخنہ اندازی، نبض کی رفتار میں نشیب و فراز، قدموں کا ڈگمگانا، بیہوشی، غشی اور موت!

کچھ تحریکیں، چند اقدام : شراب نوشی کے خلاف عالم کے کئی ممالک میں عوامی تحریکیں شروع کی گئیں. برطانیہ میں ۱۸ ویں صدی میں پہلی بار اس قسم کی منظم تحریک شروع کی گئی تھی. اس کی ابتدا ۱۸۲۸ء میں جے. لیورسی کی اس مشہور تقریر سے ہوئی جسے "مالٹ لکچر" کہتے ہیں. امریکہ نے بھی نشہ بندی رائج کرنے کی تین مرتبہ کوشش کی. پہلی بار ۱۸۵۰ء میں، دوسری بار ۱۸۸۵ء میں اور آخری بار ۱۹۲۹ء میں. ۳۰-۱۹۲۹ء میں امریکہ کو جس افسوسناک مالی اور اقتصادی بحران سے گذرنا پڑا اس کا ناجائز فائدہ وہاں کے ثروت مند طبقات اور شراب سازی کے متعدد بڑے بڑے کارخانوں کے مالکان نے اٹھایا. ان کی مؤثر سازش کے دباؤ نے امریکہ کو شراب بندی کے منصوبے کو ترک کر دینے پر مجبور کر دیا.

ہمارے یہاں بھی مہاتما گاندھی نے اپنے قومی تعمیر کے منصوبہ میں شراب بندی تحریک کو بھی شامل کیا. چنانچہ ۱۹۳۷ء میں جب پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں ملک کے صوبوں میں برسر اقتدار ہوئیں تو ان حکومتوں نے شراب بندی کے قوانین مرتب کئے نیز عمل میں لانے کی غرض سے اقدام بھی کئے. لیکن ۱۹۳۹ء میں ان وزارتوں کے استعفیٰ دینے کی وجہ سے انگریزی حکومت نے اس پروگرام کو بند کر دیا.

جب ہمارا ملک آزاد ہوا تو ایک نیا دستور بنایا گیا. اس کے ۴۷ ویں دفعہ میں یہ عہد کیا گیا ہے کہ حکومت شراب بندی کو عمل میں لانے کے لئے کوشاں ہوگی اس کے مدنظر چند ریاستوں نے مثلاً اس زمانے کے صوبہ جات بمبئی اور مدراس نے اس سلسلہ میں کچھ مؤثر قدم بھی اٹھائے. گذشتہ ۳۰ سال میں اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی کارروائی کی تاریخ کافی حد تک مایوس کن ہے. اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کی غرض سے ۶۴-۱۹۶۳ء میں مرکزی حکومت نے ایک کمیشن کی تشکیل کی، جسے "ٹیک چند کمیشن" کہتے ہیں. یہ ایک ضخیم رپورٹ ہے جس میں ہر پہلو پر نہایت ہی مفید معلومات اور قابلِ عمل سفارشات کی گئی ہیں مختصراً یہ حسبِ ذیل ہیں :

۱ - ملک کی ۱۵ فیصد آبادی شراب نوشی کی عادی ہے. ان میں اکثریت مزدوروں کی ہے.

۲ - غیر قانونی شراب سازی میں ۳ گنا اضافہ ہوا ہے. اس تجارت میں تقریباً ۹۴ کروڑ روپے کی لاگت ہے. نیز سرکار کو ہر سال ۴۶ کروڑ روپے کا محصولی نقصان اٹھانا پڑتا ہے. (یہ اعداد ۱۴ سال پرانے ہیں.)

۳ - مدراس اور گجرات میں نشہ بندی کا پروگرام بہ نسبت دیگر ریاستوں کے کافی حد تک کامیاب رہا ہے. اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ وہاں ایسے متعدد افراد ہیں جنھوں نے اپنی زندگی صرف اسی تعمیری کام کے لئے وقف کر دی ہے نیز وہاں کئی انجمنیں بھی ایسی ہیں جو کافی عرصے سے شراب بندی کے حق میں عوام میں مقبول ہوئی ہیں.

۴ - موٹر ڈرائیوروں کو شراب نوشی کا اجازت نامہ قطعی نہ دیا جائے.

۵ - ہوابازوں کا ہوائی جہاز چلانے سے قبل ڈاکٹری معائنہ کروایا جائے تاکہ اس کا یقین ہو جائے کہ وہ نشے کے عالم میں نہیں ہیں.

۶ - ضابطۂ دیوانی، ضابطۂ فوجداری اور دیگر قوانین میں مناسب ترمیمات کی جائیں تاکہ ان میں ایسی کمی یا کمزوریاں باقی نہ رہیں جس کی بدولت خلاف ورزی کرنے والے عدالت سے بری ہو سکیں.

۷ - ایک منظم اور مؤثر عوامی تحریک شروع کی جائے

۸ - شراب نوشی کے مہلک نتائج سے طلبہ کو آگاہ کرانے کی غرض سے حفظانِ صحت کے مضمون میں اس کو نصاب میں شامل کیا جائے. (یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ برطانیہ اور سویڈن میں یہ تعلیمی نصاب میں شامل کیا گیا ہے)

۹ - شراب بندی کے متعلق قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے سزا یافتہ فرد کی جائداد ضبط کر لینی چاہیئے. نیز ایسے آدمی کو انتخابات میں حصہ لینے کے حق سے محروم کر دینا چاہیئے.

اس رپورٹ کو شائع ہوئے ۱۴ سال ہو چکے ہیں لیکن یہ اقبال کرنا پڑے گا کہ ان سفارشات پر جو عمل کیا گیا ہے وہ مجملہ طور پر تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا. تین سال قبل مرکزی حکومت نے ایک ۱۲ نکاتی منصوبہ تیار کیا. اس کے کچھ اہم پہلو حسب ذیل ہیں :

۱ - تنخواہ کے دن شراب کی دکانیں بند رہیں.

۲ - عبادت گاہوں، تعلیمی اداروں کی گرد و نواح میں شراب کی دکانیں نہ ہوں.

۳ - شراب سازی کے نئے کارخانوں کو اجازت نامے نہ دیئے جائیں. نیز پرانے کارخانوں کی صلاحیتِ شراب سازی میں اضافہ کی اجازت نہ دی جائے.

آج تک شراب بندی رائج کرنے کے بارے میں ریاستی حکومتوں کی جانب سے پورا پورا تعاون نہیں ملا. اس کی ایک اہم دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ریاستی سرکار کو اس کی وجہ سے جو محصولی نقصان اٹھانا پڑے گا اس کی پابجائی ہونا ضروری ہے.

(باقی ص ۳۳ پر)

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنّت (نہ) گئی

خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

شر اور آب یعنی بُرائی اور پانی۔ جب یہ دونوں مل جاتے ہیں تو شراب بنتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ آتشی سیال پیٹ میں جاتی ہے تو ستر کے شرارے چھوٹتے ہیں جس کو پانی بُجھاتا نہیں۔

کاجو، انگور اور کئی طرح کے پھل پھول، اجناس اور گڑ کو یا اسی طرح کی کسی اور اچھی بھلی شئے کو گلا سڑا کر بساند کر کے جب کوئی مشروب بنایا جاتا ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مسکن یا مفرح ہو یا تازگی بخشے یا صحت ساز ہو۔ یہ تو سب دماغی اُلٹ پھیر ہے کہ ان مشروب سے سرور و انبساط حاصل ہوتے ہیں، جسمانی اور دماغی توانائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ سوئی ہوئی دبی ہوئی صلاحیتیں اُجاگر ہوتی ہیں۔

باسی کڑھی کو اُبال ضرور آتا ہے لیکن وہ ذائقہ دار کھٹا [illegible] باقی رہتی ہے۔ [illegible] دن کا باسی ہو جائے تو اس میں سڑاند آ جاتی ہے مزہ بدل جاتا ہے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب سڑا پانی اور بھی سڑی گلی اشیاء سے مل جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جان لیوا [illegible] کو پھیلنے والا زہر ضرور بن جاتا ہے۔

بہت سارے لوگ شراب نوشی کے مُضر اثرات جانتے بوجھتے اور اس علّت کی وجہ اپنی روسیاہی کو مانتے ہوئے کہتے ہیں ؎

مئے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بےخودی مجھے دن رات چاہیئے

اس طرح کی بےخودی کی خواہش کوئی سر پھرا ہی کر سکتا ہے ورنہ ہر شخص تو اپنے ہوش و حواس صحیح و سالم ہی رکھنا چاہے گا۔

یہ بھی جانتے ہیں کہ پینے کے بعد لوگ نہ صرف بہک جاتے ہیں بلکہ ان کو اپنے ہاتھ پیروں پر قابو نہیں رہتا اور ایسی بےکسی کے وقت ان کی تمنا محض یہی رہتی ہے ؎

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہتے ہیں پہلے آدمی شراب پیتا ہے پھر شراب شرابی کو پیتی ہے اور بالآخر یہی شراب آدمی کو پی جاتی ہے ع

پہلے شراب زیست تھی اب زیست ہے شراب

رند بلانوشی اور بادہ پیمائی کے بعد آدمی نہیں رہتا وہ تو مجبور محض بن کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ذوق تنبیہ فرماتے ہیں ؎

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا!
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اس زہر نوشی کی عادت سے چھٹکارا تو رہا ایک طرف ایسی مجبوریاں گلے پڑتی ہیں کہ اچھا بھلا آدمی شرابی کبابی۔ بادہ نوش، بدمست، رند بلانوش الکوہالک بن جاتا ہے اور پھر دوسری بہت ساری قبیح عادتیں اور صفتیں آدمی کو کہیں کا نہیں رکھتی ہیں۔ ریاض خیرآبادی اس کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں ؎

عادت سی ہے نشہ نہ اب کیف
پانی نہ پیا شراب پی لی!

بلانوشی لطف و انبساط کے بجائے تماشہ اور عبرتناک منظر پیش کرتی ہے۔

دیکھا گیا کہ ایک صاحب حالتِ نشے میں آدھی رات گئے سڑک پر کھڑے در و دیوار دیکھ رہے تھے، کانسٹبل نے پوچھا "یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو گھر کیوں نہیں جاتے؟"

ان کے ہوش اس حد تک برقرار تھے کہ ان کے اطراف جو ساری دنیا گھوم رہی تھی اور ان کی آنکھ جھپکتے جھپکتے منظر اور سماں بدل رہے تھے اس کو دیکھ کر وہ اس اُمید میں تھے کہ جب سارے گھر، در و دیوار ہی چکر میں ہیں تو گھومتے گھومتے ان کا گھر بھی سامنے آ جائے گا اور یہ جھٹ سے اپنا دروازہ کھول کر داخل ہو جائیں گے۔

حالتِ سکر میں بڑی مزہ دار باتیں ہو جاتی ہیں اور انسان بالکل بھول جاتا ہے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ بڑی رات گئے ایک صاحب لوٹ کر اپنی دانست میں گھر پہنچے۔ جیب سے چابی نکال کر گھر کے دروازہ کا قفل کھولنا چاہتے تھے لیکن چابی لگتی نہ تھی۔ بہت جھنجھلائے اُول فُول بکنے لگے۔ گھر کا دریچہ کھول کر کسی خاتون نے کہا کہ "کون ہو۔ کیا کر رہے ہو۔ یہ

"اسی لئے
بار بار تم سے کہتی رہی کہ شرابیوں کی
صحبت سے دور رہو۔
اب دیکھ لیا اس کا انجام"

تمہارا گھر نہیں" نشے میں یہ اسی جگہ مُصر تھے کہ وہ اُن ہی کا گھر ہے، اس حالوں سے بولے "ارے تم کون ہو، کہاں سے آگئی ہو۔ یہ تمہارا گھر نہیں۔ نکل جاؤ یہاں سے"

یہ بھی ایک مسلّمہ اور مصدقہ امر ہے کہ شراب کا نہ ذائقہ اچھا ہوتا ہے نہ اس کا اثر۔ اس کے باوجود پینے والے زہر مار کرتے ہیں ؎

شیخ یہ کہنا لگا ہے بجا لگا!
ہے بہت ہی بدمزہ اچھی نہیں

ایک خاتون اپنے شوہر کی بادہ نوشی سے عاجز آچکی تھیں ان کو روکنے ٹوکنے بھی رہتیں لیکن بلانوش بھی کہیں مانتے ہیں؟ چھپ چھپ کر پینے لگے، بیوی نے ایک دن انھیں چوری چھپے پیتے دیکھا تو غیض و غضب کے عالم میں ان کے ہاتھ سے گلاس چھین کر دو گھونٹ غٹا غٹ پی گئیں، منہ بُرا بنایا اور شوہر کو ڈانٹتے ہوئے انداز میں کہا "شرم نہیں آتی یہ زہر پیتے ہوئے، اس کا ذائقہ تو دیکھو کتنا کڑوا کسیلا ہے۔"

شرابی شوہر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بڑی معصومیت سے کہا "ٹھیک تو کہتی ہو کہ کتنی بدمزہ ہے یہ شراب اور جو میں کڑوے گھونٹ پیتا ہوں تو تم سمجھتی ہو کہ میں بڑا مزہ اُٹھا رہا ہوں۔ ہم ہی جانتے ہیں کہ ہم پر کیا گزرتی ہے

ع اِک جام مئے تلخ پلا دے ساقی!

شراب بدمزہ تو ہے ہی اس کو آتش سیال بھی کہتے ہیں کہ جو جسم و جاں کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے لیکن پینے والے کہاں کسی بات سے ڈرتے ہیں ان کو دوزخ اور جہنم کی بھی پرواہ نہیں۔ شراب کی گرمی آگ لگاتی ہے لیکن پانی کر کے پی جانے والوں کے متعلق جوشؔ فرماتے ہیں ؎

تو آتشِ دوزخ سے ڈراتا ہے انھیں
جو آگ کو پی جاتے ہیں پانی کر کے

اچھے بھلے لوگ۔ دانشور، مدبر، فیلسوف جب پی جاتے ہیں تو ان کی صلاحیتیں ماؤف ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں اور ان کی شخصیت نیا ڈھنگ نیا روپ لیتی ہے۔ ان کی عقلمندی ان کی عالمانہ و حکیمانہ باتیں بھی لوگوں کو مرعوب نہیں کر سکتی ہیں۔ بادہ خواری ان کو خوار ہی کرتی ہے چنانچہ اُستاد غالبؔ خود اپنے آپ پر طنز کرتے ہیں ؎

یہ مسائلِ تصوّف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

●●

شراب کے بارے میں طبّی نقطۂ نظر

ڈاکٹر جی۔ بی۔ اَتھولے،
ایم۔ ڈی۔ بی۔ ایس

ڈاکٹر جی۔ بی۔ اَتھولے نے جو برطانیہ میں ۷-۸ سال تک ہپنوتھراپسٹ کی حیثیت سے پریکٹس کرچکے ہیں۔ حال ہی میں وہ ہندوستان واپس تشریف لائے ہیں اور اب یہاں ہپنوتھراپی اور ہپنوانالیسس میں اپنی پریکٹس کا آغاز فرمایا ہے۔

زمانہ قبل تاریخ سے شراب مختلف شکلوں میں ایک مقبول مشروب رہا ہے۔ آج بعض امیر گھرانوں میں اسے امیرانہ ٹھاٹ کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ آدمی اپنی پریشانیوں اور تفکرات، غم واندوہ اور حزن وملال کو عرق میں ناب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ خیال کرتا ہی نہیں کہ اپنی صحت کے لئے کن کن مسائل اور پیچیدگیوں کو دعوت دے رہا ہے۔ شدائد سے گھرا ہوا آج کا انسان بڑی آسانی سے جام کا شکار بن جاتا ہے۔ اسے دو کیف و سرور سمجھ کر منہ لگاتا ہے، لیکن رفتہ رفتہ اس کے قبضِ نشہ اور مشروب کا عادی بن جاتا ہے۔

غلط تصوّر:

شراب، خون کی اُن نالیوں کو جو دل کے عضلات کو خون پہنچاتی ہیں، پُھلا دیتی ہے۔ بہت سے لوگوں میں یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہے کہ شراب دل کے لئے ٹانک

نوجوانوں میں جسم کو مضبوط اور فولادی بنانے کے لئے کسرت کا شوق پیدا کرنے اور انہیں مے نوشی کی نقصان رساں عادت سے بچانے کی غرض سے خاص طور پر ایسے ورزشی مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
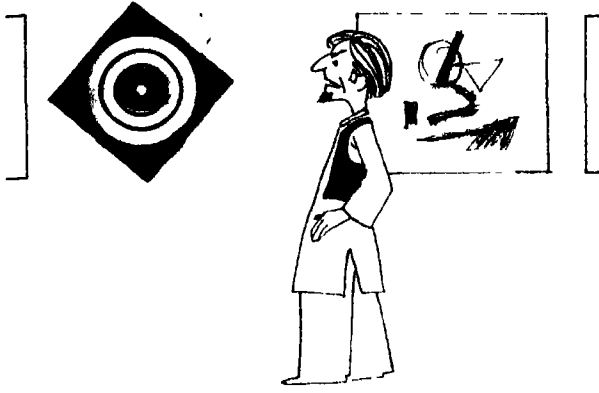
ہے۔ خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے جو دل کے دورہ سے اچھے ہو چکے ہوں۔ اس کھلی ہوئی حقیقت کے باوجود کہ شراب دل کے لئے نقصان دہ ہے۔ کچھ ایسی محفوظ ہومیو پیتھک اور جدید گولیاں بھی ہیں جن کو فائدہ مندی کے ساتھ وہ حضرات استعمال کر سکتے ہیں جنھیں ان کی ضرورت ہے

ہمّت افزا:

آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ شراب نوشی سے مقررین تقریر کرنے کا ولولہ و جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ خیال بھی عام ہے کہ شراب سے خود اعتمادی اور بےجوئی کو تقویت پہنچتی ہے اور یہ آدمی کو نڈر بنا دیتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسان کی داخلی جسمانی مشین جو عام سماجی اور سلجھی ہوئی عادات کی ذمہ دار ہوتی ہے معطل ہو کر رہ جاتی ہے اپنی اندرونی کیفیات کے باعث مقرر اپنے طور پر کچھ بھی بکواس شروع کر دیتا ہے اور شراب کی پیدا کردہ بے باکی کی بنا پر دماغ پر قابو ختم ہو جانے کے سبب انسان کوئی بھی خطرناک کام کر سکتا ہے۔

بھوک بڑھانیوالی شے:

شراب کے گھونٹ سے آدمی کو احساس ہوتا ہے کہ بھوک لگ رہی ہے چاہے اس نے اس سے پہلے کھانا کھا لیا ہو۔ یہ ایک غلط قسم کی بھوک ہے معدہ میں شراب کی وجہ سے سرایت پیدا ہونے لگتی ہے اور اسی سرایت کی وجہ سے گرمی یا بھوک محسوس ہوتی ہے۔ اگر آدمی شراب نوشی کا عادی ہو تو اس سے رفتہ رفتہ گیس اور معدے میں السر کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور پھر کھانے پینے میں کئی چیزوں کے استعمال سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے تو شراب دراصل بھوک مارنے کا کام کرتی ہے۔

جنسی احساس کو بڑھانیوالی شے:

بہت سے لوگ شراب صرف اس وجہ سے پیتے ہیں کہ اُن کی جنسی قوت میں اضافہ ہو۔ یہ بہت ہی غلط خیال ہے۔ صحیح رکاوٹوں کے دُور ہونے سے یہ غلط خیال پیدا ہوتا ہے کہ قوت میں اضافہ ہو گیا ہے لیکن خصوصاً اس کا نتیجہ نامردی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

بہت سے لوگ تھوڑا تھوڑا پینے پیتے شراب کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جسم کے بہت سے عضلات میں اس کا زہر سرایت کر جاتا ہے اور پھر انھیں متلی، قے، ڈکار، پیٹ کے درد، بھوک نہ لگنا، کمزوری وغیرہ کی شکایت لاحق ہو جاتی ہے۔ جگر بتدریج بڑھتا جاتا ہے اور اس میں سختی آ جاتی ہے جس کی وجہ سے یرقان ہو جاتا ہے۔

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مکھیاں بذات خود اتنے بڑی ہیں
جب ہی تو انھوں نے میری یہ پینٹنگ اُلٹی لٹکا دی ہے۔"

جب رگوں کے نروس نظام میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو شراب کی وجہ سے تشنج، دماغی کمزوری، آنکھوں کے سامنے دُھندلاپن، بے چینی، بازوؤں میں کہ ہر ہاتھوں کا سُن ہو جانا، پاؤں کی طاقت کا رفتہ رفتہ ختم ہو جانا وغیرہ قسم کے عارضے پیدا ہو جاتے ہیں۔

جنسی اعضا پر بھی اس کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے

"اس سے خواہش تو پیدا ہوتی ہے لیکن قوتِ عمل ختم ہو جاتی ہے۔ شراب کی زیادتی بانجھ پن بھی پیدا کر دیتی ہے۔"

عورتوں میں اس کا اثر کہیں زیادہ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ شراب پینے والی ماؤں کے بچوں کی صحت اچھی نہیں ہوا کرتی۔ ایسے بچے بنا ہاتھ یا انگلیوں کے یا دوسری خامیوں کے ساتھ پیدا ہو سکتے ہیں۔ ان کی دماغی نشو و نما بُری طرح متاثر ہو کر رہ جاتی ہے۔

شراب کے نشے میں موٹر چلانے والوں کے ذریعے بہت سے مہلک حادثات پیش آ جاتے ہیں۔

شراب نوشی بلاشک و شبہ ایک بہت ہی بُری اور خراب سماجی بیماری ہے۔ "منوسمرتی" میں بھی شراب پینے سے بالکل منع کیا گیا ہے۔

شراب کے عادی لوگوں کے لئے:

شراب کے عادی خاندانوں میں پیدا ہونے والے، ٹوٹے ہوئے گھروں میں سبز ہونے والے کسی بڑے خاندان کا آخری بچہ وغیرہ وغیرہ قسم کے لوگوں کو شراب سے

مکمل طور پر بچے رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ایسے لوگ دوسروں کی بہ نسبت شراب کے بہت جلد عادی ہوسکتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ شراب نوشی اور تمبا کو نوشی میں باہم رشتہ رہا ہے۔ بہت سے لوگ شراب کو صرف مُنہ کا مزہ بدلنے کے لئے پیتے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اس چیز کے عادی ہوجاتے ہیں۔ ایک ذاتی کار کے پچھلے حِصّے پر مندرجۂ ذیل الفاظ بہت ہی خوشنما رنگ سے لکھے ہوئے تھے۔

"میں اب پیتا نہیں ہوں، میں کم پیتا نہیں ہوں"

عِلاج:

ایسے مریضوں کا علاج ایسے خاص اداروں میں کیا جاتا ہے جہاں ان کو شراب کی ہَوا تک نہ لگ سکے۔ اس بات کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کو شراب نوشی کے طبّی اور سماجی خطرات سے آگاہ کیا جائے۔ دواؤں یا گولیوں سے علاج کرنا کچھ زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔ مریضوں کا "تعاون" بھی بہت کم ملتا ہے۔ ترکِ شراب کے لئے ANTABUSE دوا عام طور پر استعمال کی جاتی ہے لیکن اس سے متلی اور قے پیدا ہوتی ہے۔ PSYSHOANALYSIS، PSYCHOTHORAPY، HYPNANALYSIS، HYPOCHOTHERAPHY پُراثر طریقۂ علاج ہیں۔ HYPNOTHERAPY میں مریضوں کا ہپنا ٹسزم کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے اس طریقۂ علاج میں کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ اس علاج کے طریقے میں مریض کے لاشعوری دماغ کا علاج کیا جاتا ہے جو کہ پورے دماغ کا 9/10 حصہ ہوتا ہے اور مریض کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ شراب نوشی بُری بات ہے اور یہ کہ اُسے اس بُری لت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

مختصراً یہ کہ کسی ایسے بڑے پروگرام کے ذریعے جس میں ریاست، ڈاکٹر اور شراب سے متاثر اشخاص شامل ہوں، بہترین طور پر کوشش کی جانی چاہیئے کہ ان لوگوں کو اس عادت سے چھٹکارا مل جائے جو 'بوتل' کے عادی ہیں۔

——— ترجمہ: عبدالخالق ●●

(صفحہ ۲۸ سے آگے):

ہمارے ملک کے ایک دُور اندیش سیاست داں شری راجگوپال اچاریہ نے شراب بندی کے منصوبے سے ریاست کو ہونے والے مالی نقصان کی پابجاہی کے لئے دوسرے ٹیکس نافذ کئے تھے۔ اور پھر ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا محصولی نقصان سماجی نقصان سے زیادہ اہم ہے؟ وہ حکومت ہی کیا جو اپنے عوام کی صحت، تندرستی، اقتصادی اور سماجی ترقی کی رہبری نہ کرے۔

یہاں پر لارڈ چیسٹرٹن کی اُس مشہور تقریر کی کچھ سطریں پیشِ خدمت ہیں جو انھوں نے ۱۷۴۲ء میں لندن کی پارلیمنٹ میں "جن ایکٹ" پر ہوئی بحث کے دوران کی تھی۔ (جِن' شراب کی ہی ایک قسم ہے)

"میں اس قانون کو ایک تباہ کُن آلہ تصور کرتا ہوں جو عوام کی زندگی کو مکمل تباہی اور بربادی کی راہ پر لے جائے گا۔ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کی وجہ سے اگر چند لوگ جو موت کے مُنہ میں جانے سے بچ بھی جائیں تو وہ اپاہج اور معذور بن جائیں گے اور وہ چند جو اپنے ہاتھ اور پیر کو بچا سکیں وہ اپنا دماغ اور ہوش وحواس کھودیں گے۔"

عہدِ وسطیٰ کے جغرافیہ داں نے اس وقت کی دنیا کے جو نقشے مرتب کئے تھے وہ کافی حد تک غلط تھے۔ لیکن اسی پر بھی ایسے ہی ایک غلط نقشے کے سہارے کولمبس نے نئی دنیا کی کھوج کی اور کامیاب بھی ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے منصوبے میں کچھ خامیاں ہوں یا عمل کرنے کے طریقے میں کچھ کمی ہو۔ لیکن ایک جوش، ایک نیا خمار، ایک نئی خودی کی بدولت ہم ایک نیا انوکھا میخانہ تعمیر کریں جس میں ملک اور سماج کی اجتماعی فلاح اور بہبود کے ساغر کھنکتے رہیں۔

نفسِ امّارہ

سمجھتا ہے جسے تو گُل اے ناداں وہ ہے انگارہ
سراپا ہے ترے مدِّ مقابل نفسِ امّارہ
تو پڑھ لاحول اُس پر اور اس "اُمّ الخبائث"[1] پر
یہی شیطاں ہیں! کردیں گے تجھے گمراہ و آوارہ

○ مرزا پارس ھنگولوی

[1] "اُمّ الخبائث" جسے دنیا کی تمام بُرائیوں کو جنم دینے والی "ماں" کہا جاتا ہے اور وہ ہے شراب اُہشیار باش ـــ!!!

فوری توجہ کے لئے: ہمیشہ 'حوالہ نمبر' (جو آپ کے پتہ کے اُوپری حصّہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں۔ اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی لکھدیں۔ (ادارہ)

• ریاض احمد خاں

ہر زمانے میں، ہر دور میں مے نوشی عام رہی ہے۔ اس کے باوجود ہر دور میں مذہبی رہنماؤں نے، قوم کے مصلحین نے مے نوشی کو ایک لعنت قرار دیا ہے۔ مگر اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ اس ضمن میں جس قدر تلقین کی گئی ہے، مے نوشی اسی قدر بڑھتی گئی ہے۔ مے نوشی کچھ اس تیز رفتاری سے بڑھی کہ بڑے بڑے محلوں اور کوٹھیوں سے شروع ہو کر کچے گھاس پھوس کے مکانات اور جھونپڑوں تک میں عام ہو گئی ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مے نوشی نہ صرف مالی نقطۂ نظر سے ایک خباثت ہے بلکہ صحت عامّہ کے لئے بھی تباہکن ثابت ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی پینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہو رہا ہے کمی کسی حال میں نہیں ہو پاتی۔

ہر حکومت کا یہ فرض اولین ہے کہ عوام کے لئے زیادہ سے زیادہ آسائش بہم پہنچائے۔ اگر عوام صحیح راستے سے بھٹک گئے ہوں تو انھیں سیدھا اور صحیح راستہ سجھائے۔ حکومتِ مہاراشٹر نے بھی اپنے عوام کو ترکِ شراب کے لئے نئے نئے اور اچھوتے زاویوں سے معلومات پہنچائی ہیں۔ شراب اور شرابی کی زندگی کے بارے میں تباہ کن حالات کا تجزیہ کیا ہے اور ہمہ وقت جانفشانی سے اس کام میں لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح عوام اس لعنت سے محفوظ رہیں اور وہ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی بجائے مے نوشی کے اپنے گھر پر، اپنے اہل و عیال پر، اُن کے آرام و آسائش پر صرف کریں تاکہ نہ صرف ان کا مستقبل روشن و تابناک ہو بلکہ تمام متعلقین کا مستقبل دمک اُٹھے۔

اسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے شراب بندی پروگرام یکم اپریل ۱۹۴۷ء میں شروع کیا گیا اور اس میں بتدریج کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر کامیابی تو وہی ہو سکتی ہے جبکہ ریاست کے لوگ شراب پینا ترک کر دیں، اور سماج شرابیوں سے پاک ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ہونا ممکن ہے مگر اس کے لئے وقت درکار ہے۔ وقت کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شراب بندی کے فوائد زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اور خاص کر دیہاتوں میں بسنے والوں تک پہنچائے جائیں۔ حکومت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی تنظیمیں بھی ہیں جو بڑی تندہی سے اس سمت میں کام کر رہی ہیں۔

مے نوشی کے بارے میں ہر شخص کے مختلف خیالات ہیں۔ مگر یہ خیال سب کا ایک ہی ہے کہ اس سے سوائے جان و مال کے نقصان کے فائدہ کچھ بھی نہیں ہے ایک عام آدمی کے خیالات جان کر ہمیں کچھ نئی راہوں کا تعین کرنے میں ضرور مدد ملتی ہے جسے ہم شراب نوشی کی عادت ترک کرنے میں معاون و مددگار سمجھتے ہیں۔ اس مضمون میں بمبئی کے تین ایسے اشخاص سے بات چیت کی گئی ہے جو زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ جو شراب پیتے تھے مگر اب تائب ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے آپ سے مخاطب ہوں گے شری جنار دھن، جو بمبئی کے ایک مِل میں کام کرتے ہیں۔ جنار دھن کی ماہانہ آمدنی پانچ سو روپے ہے۔ ان کے گھر میں بیوی اور ۳ بچوں کے علاوہ ماں بھی ہے جس کی آنکھوں کی روشنی زائل ہو چکی ہے:

س : جنار دھن بھائی، سب سے پہلے تو آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ آپ کو اس بُری چیز جسے شراب یا دارو کہتے ہیں، اس کی عادت کیسے پڑی؟

ج : بابو جی! شراب پینے کی عادت ہمیں نہیں تھی، بلکہ ہمارے یار دوستوں نے یہ عادت ہمارے گلے لگا دی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ایک مزدور صبح سے شام تک محنت کرتا ہے اور رات میں اپنے چھوٹے موٹے گھر میں آرام کرتا ہے۔ مگر ہمارے دوستوں نے آرام کے بجائے شام کو رنگین بنانے کا ارادہ کیا، وہ ہمیں بھی ساتھ رکھتے تھے۔ وہ پیتے تھے۔ ہم ان سے نفرت کرتے تھے۔ کبھی گلاس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ مگر آخیر ایک دن جب گھر میں بچہ جنم لینے والا تھا اور ہمارے پاس پیسہ نہیں تھا تو انھیں دوستوں نے ہمیں غم غلط کرنے کے بہانے گلاس مُنہ سے لگوا دیا۔

س : تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ گلاس مُنہ کو لگانے سے آپ کا غم غلط ہو گیا؟

ج : نہیں! ایسا تو نہیں بلکہ اب ہم سوچتے ہیں کہ اسی دن سے ہماری بُدھی چلی گئی اور غم نے ہمارے چاروں طرف ڈیرا ڈال دیا۔

س : غم نے کس طرح آپ کے چاروں طرف ڈیرا ڈال دیا، ذرا ہمیں بھی تو بتلایئے؟

ج : جس دن سے ہم نے شراب پینا شروع کی تب ہی سے ہم اپنی تنخواہ اپنی جیب میں رکھنے لگے۔

س : تو پہلے آپ تنخواہ کا کیا کرتے تھے مطلب یہ کہ کہاں رکھتے تھے؟

ج : مِل سے تنخواہ لا کر اپنی ماں کے ہاتھ میں دیا کرتے تھے اور ہر نوٹ الگ الگ کر کے اسے یہ سمجھاتے تھے کہ یہ دس کا نوٹ ہے اور یہ پانچ کا۔ سچ بتائیں بابو جی، ایسا کرنے میں سمئے تو بہت لگتا تھا مگر بڑا سکون بھی ملتا تھا۔ ماں گِن کر ہماری تنخواہ گھر والی کے حوالے کر دیتی تھی اور آرام سے دن گذرتے تھے، بچوں کے بار تہوار پر نئے کپڑے بھی بنتے تھے۔ کھانا بھی ٹھیک کھاتے تھے۔

س : جب آپ تنخواہ اپنی جیب میں رکھنے لگے تو اس سے کیا فرق پڑنے لگا؟

ج : بڑا فرق تو یہ ہوا کہ بجائے ماں کے تنخواہ قرض خواہوں کے ہاتھ میں چلی جاتی۔ ادھر گھر گھر نہ رہا۔ اور ہم خود اپنے تابو میں نہ رہے۔ نہ سوچ سکتے تھے اور نہ روپیہ بچا سکتے تھے۔ دن بدن گھر کی حالت خراب ہوتی چلی گئی۔ آخیر ماں بھی چل بسی، بیوی بچے بھی تنگ آ گئے۔ اور ہم ان سب سے بیزار ہو گئے۔

س : جنار دھن! اب تو تم اچھے خوشحال لگتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج : جب ہمارا سب کچھ ہی شراب کی بھینٹ چڑھ گیا اور صرف پران باقی رہ گئے تب گھر والی بھی اپنے میکے چلی گئی اور بچوں کو بھی لے گئی۔ مگر ایک ماہ بعد ہی جب وہ اس امید پر واپس لوٹی کہ اب تک ہم سدھر گئے ہوں گے تو اس نے ہمیں اور بدحال پایا۔ کام پر متواتر غیر حاضر رہنے سے نوکری بھی چلی گئی۔ گھر والی نے ہمیں بہت سمجھایا۔ مگر اب ہم اتنے آگے بڑھ چکے تھے کہ واپسی ناممکن تھی۔ مگر بھلا ہو بچوں کا، ان کی بھوک سے بھری ہوئی فریادوں نے ہمیں جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ نشہ تو تھا ہی مگر اسی وقت بچوں کا پیٹ بھرنے کا ارادہ کر لیا۔ دوسرے دن گھر والی کو لے کر مل گئے خوشامد درآمد سے ہمیں کام پر رکھ لیا گیا۔ اور تب ہی سے ہم نے قسم کھائی کہ اب اگر کبھی شراب پئیں تو اپنے بچوں کا خون پئیں۔ بس وہ دن ہے، اور آج کا دن ہے ہم نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

س : بھئی یاد تو اب بھی آتی ہی ہوگی؟

ج : یاد تو آئی مگر شروع شروع میں۔ پر اب نہیں آتی۔ اب تو کسی کو پیتے دیکھتے ہیں تو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ پینے والے کو دو حرف سمجھا بھی دیتے ہیں۔

س : شراب چھوڑنے کے بعد آپ کی صحت پر کچھ برا اثر تو نہیں ہوا۔

ج : سوائے اس کے کہ ہمیں نیند بہت آنے لگی اور کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور ہمارے لئے نیند کا آنا اچھا ہی ثابت ہوا ہے۔

•

لیجئے، اب جگن ناتھ مشرا آپ سے مخاطب ہونگے۔ مشرا جی ایک بڑے بینک میں ملازم ہیں۔ پہلے خوب پیتے تھے مگر ادھر ۴ سال سے شراب کو حرام سمجھتے ہیں۔

س : مشرا جی! آپ تو سوسائٹی میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی آمدنی بھی ہزار روپے سے زیادہ ہے۔ بیوی بچوں کا غم نہیں۔ اکیلے ہی میں مگن ہیں، آپ نے مے نوشی کیسے شروع کی؟

ج : صاحب اس کے لئے کسی تقریب کی ضرورت نہیں۔ اکیلے رہتا ہوں۔ وقت گذارنا جب مشکل ہو گیا تب گھر لا کر پینے لگا۔ دوستوں نے سمجھایا کہ کب تک اکیلے رہو گے شادی کر لو۔ پر میں اپنی زندگی کو اکیلے ہی گذارنے کا پروگرام بنا چکا ہوں۔

س : آپ کو وقت گذارنے کے لئے شراب پینے کا مشورہ کس نے دیا؟

ج : میں کسی پہ الزام رکھنا نہیں چاہتا۔ میں خود ہی اس کی طرف راغب ہوا۔ محفلوں میں بیٹھ کر پی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے گھر ہی میں پینے لگا۔

س : محفلوں میں نہ پینے کی کوئی خاص وجہ رہی تھی؟

ج : جی ہاں! میں ذرا بزدل آدمی ہوں۔ سوسائٹی کی نظریں برداشت نہیں کر پاتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میں کنوارہ ہوں۔

س : واقعی، مشرا جی آپ بڑی عمدہ باتیں کر لیتے ہیں۔ کیا آپ پی کر بھی اسی طرح باتیں کرتے تھے؟

ج : اوروں کے بارے میں تو سنا ہے کہ پی کر بہت باتیں کر لیتے ہیں۔ مگر میں تو پی کر خاموش رہنے میں سکون محسوس کرتا تھا۔

س : جب آپ پی کر سکون محسوس کرتے تھے تو اب جبکہ آپ نے شراب پینا ترک کر دیا ہے، کیسا محسوس کرتے ہیں؟

ج : اب زیادہ سکون سے اور مطمئن ہوں۔

س : کس وجہ سے آپ نے یہ بری عادت ترک کی؟

ج : یہ ایک چھوٹی سی وجہ تھی۔ میرے پڑوس میں ایک میرے ہی عمر کے صاحب رہتے ہیں۔ مگر وہ بال بچے دار ہیں۔ ان کی بڑی لڑکی ۷ یا ۸ سال کی ہوگی۔ ان صاحب نے اپنی بچی سے ایک دن کہا کہ جاؤ انکل سے سگریٹ لے آؤ۔ صاحب اس چھوٹی سی بچی نے جواب دیا کہ ہم نہیں جائیں گے سگریٹ لینے کیونکہ انکل تو شراب پیتے ہیں بس صاحب نہ معلوم وہ کون سی نیک گھڑی تھی کہ بچی کی بات نے دل پر گہرا اثر کیا۔ اور اسی وقت سے شراب پینا بند کر دی۔

س : مشرا جی، آپ کے پڑوسی کی بچی تو آپ کے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوئی!

ج : جی ہاں! میں نے اسے اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ اور اس کی پڑھائی، لکھائی غرضیکہ اس کی شادی تک کی ذمہ داری بھی میں نے لے لی ہے۔

•

آیئے، اب ڈاکٹر جمیل سے ملئے۔ پچاس۔ بچپن کی عمر کے ہیں۔ پڑھنے لکھنے میں کافی دسترس تھی۔ مگر لاابالی پن کی وجہ سے ایم۔ بی بی۔ ایس پاس نہ کر سکے آر۔ ایم۔ پی کر کے ڈاکٹر بن گئے۔ اب گذرے وقت کو یاد کر کے پچھتاتے ہیں۔ کاش، اپنے وقت میں پڑھ لکھ لیا ہوتا۔؟

س : ڈاکٹر صاحب، آپ بڑے مہذب پیشے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو شراب نوشی کی عادت کب سے پڑی؟

ج : پیشہ تو واقعی مہذب ہے اور چونکہ میں یہ پیشہ اختیار کئے ہوئے ہوں اسی وجہ سے زندہ ہوں۔ اب دوسروں کو راحت پہنچا کر سکون میسر ہوتا ہے پہلے سکون ہی نہیں تھا۔ بیس سال کی عمر سے شراب پینے کی عادت

پڑگئی تھی جس سے دوستوں اور گھر والوں، سب ہی کا عتاب مجھ پر نازل رہتا تھا۔ مگر میں باز نہیں آیا۔ ۲۵ سال تک شراب پیتا جاری رہا۔

س: آپ فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کی وجہ سے دوستوں کا عتاب آپ پر نازل ہوتا رہا۔ مگر ہمارا تجربہ ہے کہ شراب نوشی کی عادت دوستوں ہی کی وجہ سے پڑتی ہے۔

ج: بات دراصل یہ ہے کہ اتفاق سے مجھے ایسے دوست مل گئے جن کے دم قدم سے دنیا میں انسانیت اور شرافت کی نشانیاں باقی ہیں۔ انھوں نے پہلے میری اس عادت سے پردہ پوشی کی، پھر اشاروں کنایوں سے سمجھایا۔ مگر پھر بھی میں نے اپنی یہ عادت ترک نہیں کی۔ ان کی باتوں کو سُنی اَن سُنی کر کے اُڑا دیا۔

س: آپ کہتے ہیں کہ ۲۵ سال تک شراب نوشی کرتے رہے۔ ۲۰ سال کی عمر سے آپ نے شروع کی اور ۶ - ۷ سال سے آپ توبہ کر چکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ زندگی کی پچاس سے زائد بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ اس لئے یہ بتلایئے کہ آپ کو اب اچھا محسوس ہوتا ہے، جب آپ شراب چھوڑ چکے ہیں یا اُس وقت اچھا محسوس ہوتا تھا، جب آپ اس لعنت میں گرفتار تھے؟

ج: یہ تو آپ خود ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ پچھلے ۵ - ۶ برسوں سے میرے ملنے والوں میں اچھے اچھے اور شریف لوگ ہیں۔ یہ چھوٹا سا دواخانہ، دوا کے ساتھ محبت کرنا بھی سکھاتا ہے۔ میرے پاس عمدہ ادویہ اور انجکشن ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مریضوں کو مجھ پر بہت اعتماد ہے!

س: ۲۵۔ سالہ عادت یکایک آپ نے ترک کیسے کر دی۔ کیا اس پر کچھ روشنی ڈال سکیں گے؟

ج: جب میں نے والدین کا گھر چھوڑا اس وقت سے میرا ساتھ دینے والا ایک پُرانا ملازم تھا۔ ہر مذہب کو مانتا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے کی عزّت کرتا تھا سب سے بے لوث محبّت کرتا تھا اور سایہ کی طرح میرے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے بھی بہت کوشش کی یہ بُری عادت چھڑانے کی، مگر میں باز نہ آیا ایک روز "چندا" (یہی اس کا نام تھا) بیمار پڑ گیا۔ اس نے مجھ سے دوا نہ لی اور نہ ہی میں نے دوا دینا مناسب سمجھا۔ وہ سات آٹھ دن تک بُخار میں تپتا رہا۔ مجھے اس کی کوئی فکر نہیں، میں اپنے شغل میں مست تھا۔ جب چندا کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تب وہ میرے پاس ہانپتا ہوا آیا اور کہنے لگا "بابوجی، ہمیں معاف کر دو، ہم اب آپ کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔" اُس وقت میں نشے میں نہیں تھا۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت باقی تھی۔ پہلے تو میں اُسے پہچان نہ سکا۔ جی ہاں! اپنے ملازم کو، اپنے محسن کو پہچان نہ سکا۔ کیونکہ اس بیماری میں وہ انتہائی لاغر اور کمزور ہو گیا تھا۔ اور جب اس کی آواز سے اُسے پہچانا تو اس کے پاس گیا۔ چندا بُخار میں پُھنک رہا تھا۔ میں نے انجکشن تیار کیا۔ مگر چندا نے منع کر دیا۔ دوا پینے کو بھی راضی نہیں تھا۔ میں سب کچھ کر سکتا تھا مگر چندا کی دِلشکنی مجھے منظور نہیں تھی۔ اس نے یہ وعدہ لیا کہ میں آئندہ سے شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جب میں نے وعدہ کر لیا تب اس نے انجکشن بھی لگوایا اور دوا بھی پی۔ چندا اب مجھے دیکھ دیکھ کر جی رہا ہے۔

●●

"مے نوشی قوم کے غریب ترین طبقات نیز مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل کو ناقابلِ بیان نقصان پہنچا رہی ہے انھیں ٹھیک سے کھانا کپڑا میسّر نہیں۔ کمیت غذا اور اس پر مُستزاد تیز و تنُد شراب کے مُضر اثرات سے اُن کی قوتِ کارکردگی زائل ہوتی جا رہی ہے۔

"مے نوشی غریب طبقات کو انتہائی مفلس ہی نہیں بلکہ سُست و کاہل اور ناکارہ بنا رہی ہے اور ان میں کام کرنے کا حوصلہ مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ کم تر آمدنی زمرہ کے لوگوں میں مے نوشی بڑا اہم اور خطرناک معاشی مسئلہ بن گیا ہے۔"

— وی۔ وی گِری، سابق صدر ہند

شراب کی عادت اور ایس۔ ٹی ملازمین

• جی. این اڈوادکر، چیرمین، مہاراشٹرا سٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن، بمبئی

تقریباً ہر ایس ٹی بس ایکسیڈنٹ کے بعد عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ڈرائیور نشے میں بس کو کنٹرول نہیں کرسکا، جس کی وجہ سے حادثہ پیش آیا۔ حالانکہ سبھی معاملوں میں ایسا نہیں ہے اعداد و شمار کی رو سے بہ مشکل ۲ تا ۳ فیصد ایکسیڈنٹ ڈرائیور کے نشے میں ہونے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے۔
شراب کے نشے میں چور ہوکر بس چلانا بنیادی طور پر ایک غیر ذمّہ دارانہ و غیرسماجی حرکت ہے بالخصوص پبلک سیکٹر کے ملازمین کو تو اخلاقاً اس زہر سے بالکلیہ تہی دامنی اختیار کرلینی چاہیئے۔

عموماً ایک ایس۔ ٹی بس میں ۵۰ تا ۵۵ مُسافر بیک وقت سفر کرتے ہیں۔ جنھیں ایس۔ ٹی پر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔ ان کا مقصد اپنی اپنی منزلوں پر وقت پر بحفاظت پہنچنا ہے۔ جس کے لئے وہ کرایہ ادا کرتے ہیں۔ ریاست مہاراشٹر میں قومیائی ہوئی پسنجر ٹرانسپورٹ پر لوگوں کو پورے مہاراشٹر میں لانے لے جانے کی بڑی اہم ذمّہ داری عائد ہوتی ہے اور مُسافروں کو اپنی اپنی منازل تک بہ عافیت پہنچانے کے لئے ڈرائیور و کنڈکٹر حضرات ہی ذمّہ دار ہیں تاکہ بورڈ آف ڈائرکٹرس یا ایس۔ ٹی آفیسرس اس لئے ڈرائیوروں و کنڈکٹروں پر ذمّہ داریوں کا بڑا اہم بوجھ ہوتا ہے۔

ایک کہاوت ہے کہ "جس کے پاس جھولا ہے وہ حکومت چلاسکتا ہے۔" ایس ٹی کے معاملے میں اسے یوں کہنا چاہیئے کہ "جس کے ہاتھ میں اسٹیرنگ ہے، اسی کے ہاتھ میں بس میں سوار ۵۰-۵۵ مُسافروں کی زندگیاں ہیں۔" سفر کے آغاز سے لے کر اختتام تک بس ڈرائیور اخلاقی طور پر تمام مُسافروں کی زندگیوں کا ضامن ہے اور بہرحال ڈرائیوروں کی ایک کثیر تعداد انتہائی ذمّہ داری اور ایماندارانہ طور پر اپنی اس اخلاقی ڈیوٹی کو پورا کرتی ہے۔

ڈرائیوروں کے خلاف اقدام:

ایس۔ ٹی انتظامیہ کے ۱۵۰۰۰ ڈرائیوروں میں سے سبھی کو برابر اپنی ذمّہ داری اور ڈیوٹی کی اہمیت کا احساس ہو، ایسا نہیں ہے۔ ان میں معدودے چند ایسے بھی ملیں گے جو اپنی ذمّہ داریوں کو نہیں سمجھتے۔ کچھ ایسے بھی ڈرائیور ہیں جو اپنے سفر کے آغاز میں ایک بھی پیگ نہیں لیتے۔ لیکن دوران سفر وہ اپنی شراب کی طلب کو روک نہیں پاتے ایسے ڈرائیوروں کی ایک فہرست تیار کی گئی ہے جنھیں سخت سزا دی جاتی ہے۔ اور اگر انھیں ملازمت پر بحال رکھا بھی جاتا ہے تو متعلقہ ڈویژن اور ڈیوٹی آفیسر ان پر کڑی نگرانی رکھتے ہیں یا پھر سیکیوریٹی آفیسرس ایسے ڈرائیوروں کی بسوں کو رُکواکر طبّی جانچ کرتے ہیں کہ ڈرائیور نشے میں تو نہیں۔ اگر ڈرائیور پیئے ہوئے پائے جاتے ہیں تو انھیں ڈیوٹی پر نہیں لیا جاتا یا پھر اگر ایسے واقعات سفر کے دوران چیکنگ میں معلوم ہوئے تو انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا جاتا ہے اور ان کی جگہ کوئی دوسرا ڈرائیور مُسافروں کو منزل تک پہنچاتا ہے۔

"سُنیئے نو حوالدار صاحب! یہ وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، میں تو اُبالا ہوا پانی لے جا رہا ہوں تاکہ یرقان سے محفوظ رہوں۔"

ترغیبی کوششیں:

کئی مرتبہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ ڈرائیور کی غفلت یا کوئی میکینیکل خامی ایکسیڈنٹ کا باعث بنی۔ پیدل چلنے والے، جانوروں کے گلے، سڑکوں پر چلنے والی دیگر گاڑیاں خاص طور پر تیز دوڑتی ہوئی بڑکیں بھی حادثے کا موجب ہوتی ہیں۔ ان کے مقابلتاً شراب پینے کی وجہ سے ہونے والے حادثوں کی تعداد کافی کم ہے۔ پھر بھی کوششیں یہی ہوتی ہیں کہ ڈرائیوروں کو بنا پیئے گاڑیاں چلانے کی ترغیب دی جائے اس لئے ہمارے ڈویژنل سینٹر پر شراب کے مضر اثرات بتانے کی غرض سے لیکچرس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مسلمہ ٹریڈ یونین اداروں کی مدد سے شراب کے غیر سماجی اثرات کی تشہیر کی جاتی ہے اور چونکہ ایس۔ ٹی ملازمینوں کو اپنے ٹریڈ یونین لیڈروں پر مکمل اعتماد ہوتا ہے اس لئے ان کی کہی ہوئی باتوں کا ملازمینوں پر فوری اثر ہوتا ہے ایسی مہموں میں ان لیڈروں کا تعاون بڑا کارآمد ثابت ہوتا ہے۔

پروپیگنڈہ مہم:

علاوہ ازیں سوشل ورکروں اور سرکار کی مدد سے ایک پروپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ہے تاکہ ایس۔ ٹی ملازمینوں کو شراب پینے سے جسم، دماغ و سماج پر ہونے والے نقصانات سے واقفیت ہو۔ شراب کی لت بذاتِ خود ایک بیماری ہے جو کہ بعد میں سوسائٹی خاندان اور خود شرابی کے زوال کا باعث بنتی ہے۔ یہ شرابی اور اس کے خاندان کی سماجی، معاشیاتی، کلچرل اور اخلاقی ترقی کو یکسر روک دیتی ہے۔ ایسی تمام چیزیں مختلف ذرائع مثلاً پوسٹرس، دیوار، نمائشوں وغیرہ کے ذریعے بتائی جاتی ہیں۔

اس بات پر خاص توجہ دی جاتی ہے کہ ایس۔ ٹی اسٹیشن، ڈپو یا ورکشاپ کے قرب و جوار میں کوئی بار یا شراب کی دوکان نہ ہو۔ اور اگر ایسی دوکانیں یا بار پہلے سے موجود ہیں تو کوشش کی جاتی ہے کہ ان کے لائسنس کی تجدید نہ کی جائے۔

بہرحال اس سنگین سماجی مسئلہ کو ایس۔ ٹی انتظامیہ، سرکار، ٹریڈ یونین و سماجی ورکروں کے تعاون سے حل کیا جاسکتا ہے جس کے لئے ہم ان تمام سے تعاون اور ہدایت کی امید رکھتے ہیں۔

ترجمہ: ایم۔ مسلم

(صفحہ ۲۵ سے آگے):-

ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ غربت اور افلاس کو ختم کرنے کے لئے جم کر جدوجہد شروع کی گئی تاکہ ناداروں کے درجہ رہن سہن کو اونچا اٹھایا جاسکے۔ جن کے لئے آج تک اونچی تعلیم کے دروازے بند تھے وہ وا کر دیئے گئے۔ کتنے ہی میدانوں میں زبردست کامیابیاں حاصل کی گئیں۔ لیکن بدقسمتی سے شراب کی جانب کھنچاؤ میں بڑھتے ہوئے اضافے سے ہر ایک کو فکر لاحق ہے۔ نوجوان اور طالب علم جو اب تک شراب کی برائی سے دور تھے وہ بھی اس کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ عام طور سے ہم لوگ یہی سمجھتے تھے کہ صرف بے روزگار اور غیر تعلیم یافتہ لوگ ہی الکحل کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

ہمارا یہ خیال غلط بنیاد پر قائم تھا۔ یہ دیکھا گیا کہ قبائلی زراعتی مزدور اور دیگر مزدور فائدہ مند روزگار حاصل کرنے کے بعد بھی شراب نوشی کی عادت لگا لیتے ہیں۔ اگر یہ محنت کش طبقہ شراب نوشی کی عادت کو جاری رکھے گا تو نہ صرف وہ اپنی زندگیوں کو تکلیف دہ بنائیں گے بلکہ ملک کی معاشی ترقی پر بھی ضرب کاری لگے گی۔

مرکز کا نیا شراب بندی پروگرام کا بنیادی مقصد سماج کے کمزور طبقات کو اس عادت سے چھٹکارہ دلانا ہے اور ان کی معاشی حالت میں بہتری پیدا کرنا ہے۔ دانشوروں اور معاشیات کے ماہروں نے بھی اس پروگرام کو سراہا ہے۔ شراب نوشی کے مضر اثرات سے بڑے پیمانے پر لوگوں کو واقف کرانے کے لئے زبردست پروپگنڈہ اور تعلیمی مہم کی ضرورت جتائی ہے جو کہ سرکاری اور رضاکار انجمنوں کی جانب سے ہونی چاہیئے

امید کی جاتی ہے کہ ایسے افراد جو عوامی ذریعہ مواصلات سے منسلک ہیں۔ صحافی، فنکار، ڈاکٹر، تحقیقاتی ورکرز وغیرہ اس کام میں اپنی خدمات پیش کریں گے۔ گاندھی جی کے ایک ایسے سماج کا قیام جو شراب کی لعنت سے پاک ہو کا خواب تب ہی پورا ہو سکے گا۔ ••

"آپ ایسے شوہر کے لئے کھانا کیوں پکاتی ہیں جو اپنی بیش قیمت کمائی شراب اور تاڑی میں اُڑا دیتا ہے"

— آچاریہ ونوبا بھاوے

ایڈریا ADREA نشہ مخالف مہم کی جانب ایک نیا قدم

• جی۔ بی گوجر، ایڈیٹر 'لوک راجیہ' (انگلش)

ریاست مہاراشٹر کا کلچرل و علمی سنٹر ہونے اپنی تحقیقی و عالمانہ کاوشوں سے پہچانا جاتا ہے اس پونے شہر میں ایسے کئی تحقیقی ادارے موجود ہیں جو اپنے مخلص کارکنوں کے ذریعہ سماجی زندگی کو ایک بہتر راہ دینے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں حال ہی میں ایک نئے ادارے 'ایڈریا' (ADREA) الکحل اینڈ ڈرگس ریسرچ اینڈ ایجوکیشن ایسوسی ایشن آف انڈیا' کا قیام عمل میں آیا ہے جسے کچھ مخلص سماجی ورکروں، ڈاکٹروں، عالموں اور صحافیوں نے پورے ملک میں الکحل و نشہ آور ادویہ کے استعمال اور اس سے ہونے والے مضر اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے قائم کیا ہے۔ اس ایسوسی ایشن کی نشست پر اس کے چیرمین ڈاکٹر ایچ. وی سردیسائی اور ان کے جوشیلے ڈائرکٹر شری وائی۔ جی نتسرے ئی بے انتہا کوششیں کارفرما ہیں۔

'ایڈریا' کے زیر تحت ان ورکروں کا خیال ہے کہ ان تمام رضاکارانہ کاوشوں' جوکہ ریڈیو و دوردرشن کے ذریعہ ادویہ، نشریات اور تعلیمی ٹیکنالوجی کے میدان میں صرف ہوتی ہیں، کو منظم کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ بھارت میں الکحل و نشہ آور ادویہ کے پھیلاؤ کی نگرانی کی جاسکے۔

حکومت ہند و بیشتر ریاستی حکومتوں کا 'چار برسوں کے عرصے میں مکمل نشہ بندی کے نفاذ کے لئے پوری سرکاری مشنری کو لگا دینے کا حالیہ اعلان' رضاکارانہ جماعتوں کی اس قومی مہم میں شمولیت پر دلالت کرتا ہے۔

مختلف اقدامات

ایڈریا' الکحل اور نشہ آور ادویہ کے استعمال، نشاری و نقل حمل سے کسی فرد، خاندان یا سماج پر اثر انداز ہونے سے پیدا ہونے والے مسائل کی تحقیق و مطالعہ کا اہتمام کریگا ساتھ ہی وہ تعلیمی ڈھانچہ میں نئے طریقہ کار کے فروغ و مناسب موقعوں پر طلباء اور نوجوانوں کے لئے موزوں تربیتی اوزاروں کی فراہمی و الکحل اور نشہ آور ادویہ سے متاثر مریضوں کی تشخیص و تجویز کے طریقہ کار کے مطالعہ و تحقیق جیسے اقدامات کی ترقی و فروغ کے لئے بھی کوششیں کرے گا۔

یہ ادارہ ایسے علمی و اصلاحی پروگراموں کی بھی حوصلہ افزائی کرے گا جوکہ ملازمین کو الکحل و نشہ آور ادویہ سے پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کرے تاکہ شراب پینے کی وجہ سے غیر حاضر دماغی کی بدولت وقوع پذیر ہونے والے حادثات سے

نپٹنے میں مالکان کو آسانی ہو، ساتھ ہی سیمیناروں، کانفرنسوں کے ذریعہ نشہ بندی کے لئے کام کرنے والے ورکروں کی قابلیتوں میں اضافہ کیا جائے۔

'ایڈریا' مسائل کے مطالعہ و تحقیق کے لئے نشریات وغیرہ کا پُر اثر استعمال کریگا تاکہ عوام الناس کو الکحل، نشہ آور ادویہ و دیگر نشہ آور مرکبات کے مضر اثرات سے آگاہ کیا جاسکے۔ ادارہ ہذا' حوالہ جات و دستاویزی خدمات کے لئے بطور ایک اطلاعی سینٹر کے کام آئے گا۔

اس کے تحت ایسے اسپیشل سروؤں و عوام کی آراء کے مطالعہ کا بھی اہتمام ہوگا جس سے یہ معلوم ہوسکے گا کہ عوام میں شراب مخالف و نشہ آور ادویہ مخالف پروگرام کو کس قدر سراہا جا رہا ہے۔ الکحل و نشہ آور ادویہ سے پیدا شدہ مسائل کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے کی غرض سے کتابچوں، پمفلٹ، بک لٹ اور کتابوں کی اشاعت عمل میں آئے گی۔

مزید برآں شراب و نشہ آور ادویہ سے پیدا شدہ خطرات کے مختلف پہلوؤں کے تجزیہ کے لئے ایک مخصوص سہ ماہی رسالہ کا اجرا بھی کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ جہاں جہاں ممکن ہوگا 'ایڈریا' دوسری ایسی ایجنسیوں کے پروگراموں کو بھی اپنے پروگراموں میں منسلک کریگا جوکہ تعلیمی، کلچرل و خاندانی بہبودی کے لئے کوشاں ہیں تاکہ شراب مخالف و نشہ آور ادویہ مخالف پیغام کے اثرات کو مزید گہرا اور وسیع کردیا جائے۔

(بقیہ صفحہ … پر)

• سلمان ماہی

شراب جسے عربی میں "اُمّ الخبائث" کہا گیا ہے، ہر دور اور ہر زمانہ میں انسانی معاشرہ کی صالح قدروں کو نقصان پہنچانے کا باعث رہی ہے۔ وقتی سکون اور چند لمحوں کی بے خودی کے حصول کے لئے شراب کے چند گھونٹ پینے والا انسان عادت سے مجبور ہو کر اس منزل تک جا پہنچتا ہے جہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے ملک میں شراب نوشی کی ایک اپنی تاریخ ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستانی معاشرے میں اس کا عام استعمال فرنگی دور حکومت میں ہوا ہے، برٹش حکومت نے جس کا مقصد ہندوستان کی دولت سے اپنی تجوری بھرنا تھا، شراب فروخت کرنے والوں کو اتنی چھوٹ دی تھی کہ ہر جگہ اور ہر شہر میں شراب کی دوکانیں کھل گئی تھیں۔ اس حرکت کے خلاف عام ہندوستانیوں نے آوازیں بلند کی، مگر نتیجہ حوصلہ افزا نہیں رہا۔ البتہ برٹش حکومت نے اتنی احتیاط ضرور برتی کہ شراب نوشی کر کے عام راستوں پر دھینگا مشتی کرنے والے خرمستوں کے خلاف اقدام کرنے لگی۔

جب مہاتما گاندھی نے صفائی کی خاطر عام لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے "گرام صفائی تحریک" کا آغاز کیا تو ان کے ایک شاگرد نے پوچھا "مہاتما جی! گرام صفائی کا کام کب تک جاری رہے گا؟"

گاندھی جی نے بلا توقف جواب دیا "جب تک لوگوں کے مزاج صفائی کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔"

کم و بیش یہی حقیقت آج شراب بندی مہم کے سلسلے میں پیش آ رہی ہے۔ ہماری گذشتہ سو سالہ تاریخ کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۵۳ء میں بمبئی کے ایک جلسہ میں شراب بندی نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جس کو عوامی تائید اور بعض انگریزوں کی حمایت بھی حاصل تھی اس کے بعد یہ مطالبہ بارہا پیش ہوتا رہا۔ حصول آزادی سے پیشتر جب بعض ریاستوں میں کانگریسی وزارت قائم ہوئی تو انھوں نے بھی شراب بندی عائد کی۔ اس طرح ۱۹۴۷ء میں چار سالہ منصوبہ بنا کر ۱۹۵۰ء تک شراب بندی کے مکمل نفاذ کا منصوبہ بنایا گیا۔

گذشتہ سال کے ایک سروے کے مطابق ہمارے ملک میں ۱۰ تا ۱۲ فیصد لوگ شراب کے عادی ہیں، اور ماہ بہ ماہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خصوصاً تعلیم یافتہ نوجوانوں اور لڑکیوں میں بطور فیشن شراب نوشی کا روگ فروغ پا رہا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ملک میں شراب کشید کرنے کے لئے صنعتیں قائم ہیں، دکانداروں کو شراب فروخت کرنے کے لئے اجازت نامے بھی دیئے ہیں ان حالات میں شراب نوشی پر مکمل پابندی ایک چیلنج ہی ہے، جسے ہمارے موجودہ وزیراعظم شری مرارجی بھائی دیسائی نے قبول کیا ہے۔

وزیراعظم نے یکم اپریل کو خود اعتمادی کے ساتھ یہ اعلان کیا ہے کہ آئندہ چار سال کے اندر وہ مکمل طور پر شراب نوشی کو ختم کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ یعنی ۱۹۸۲ء کی پہلی اپریل تک ہمارے ملک میں شراب بندی عائد کرنے کے لئے جو اسکیم بنائی گئی ہے اس کو روبعمل لانے کے لئے وزیراعظم نے ایک مثال پیش کی ہے، ان کے حالیہ دورۂ امریکہ کے موقعہ پر جب صدر کارٹر نے جام صحت پیش کیا تو اس میں بجائے شراب کے پانی تھا۔ یہ مثال ان کی خود اعتمادی کی دلیل ہے۔ البتہ یہاں شراب بندی کی گذشتہ

تاریخ کا جائزہ بے محل نہیں ہوگا۔ جب مہاتما جی اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اس مہم میں حصہ لیا تھا۔

انگریزوں کے دور حکومت میں مہاراشٹر میں شراب نوشی کی وبا عام ہوگئی تھی۔ اس سے قبل یعنی پیشواؤں کے دور میں شراب نوشی کا چلن تھا مگر گاؤں یا شہر کے باہر دوکانیں لگتی تھیں۔ شراب پی کر راستوں پر بھٹکنا ایک گناہ تھا، لیکن مادھو راؤ پیشوا کے زمانہ میں شراب پر مکمل پابندی عائد کی گئی۔ حتیٰ کہ فوجیوں کو بھی شراب چھونا ایک گناہ تھا۔

نانا پھڈنس نے خفیہ طور پر شراب بنانے والوں اور فروخت کرنے والوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے ایک دستہ ترتیب دیا تھا جو موقعہ بہ موقعہ چھاپے مارا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں یہاں ایک انگریز سیاح "سٹوارٹ الفنسٹن" آیا تھا اس نے لکھا ہے کہ "مہاراشٹر کے عوام دوسری ریاستوں کے لوگوں سے اس لئے ممتاز ہیں کہ وہ شراب نوشی کو ایک گناہ سمجھتے ہیں اور اسے گناہ کی طرف لے جانے والا ایک راستہ قرار دیتے ہیں۔"

لیکن یہ بھرم زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکا۔ یہاں انگریز راج کے نزول کے ساتھ ہی شراب نوشی کا چلن بتدریج فروغ پانے لگا۔ ابتدا میں انگریزوں کے قریب رہنے والے ہندوستانیوں نے شراب نوشی شروع کی۔ ان کی نقل کرتے ہوئے متوسط طبقے نے اپنی عادت کے مطابق ان کا ساتھ دیا جب عام لوگ کھلے عام ان کا ساتھ دینے سے قاصر رہے تو چوری چھپے شراب کشید کرنے لگے اور اپنے احساس کمتری کو ختم کرنے کے لئے اس کا استعمال کرنے لگے۔ جب استعمال عام ہوگیا تو انگریزوں نے دوکانیں لگانے کے اجازت نامے فراہم کئے جس سے انھیں آمدنی ہونے لگی۔ اس طرح ٹیکس کی صورت میں ہونے والی آمدنی کے لالچ میں ان لالچی تاجروں نے بھارتی سماج میں شراب نوشی کے چلن کو پہلے فیشن اور بعد میں چلن کا روپ دیا اور اپنی تجوری بھرنے لگے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام ہی وہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے شراب کو قطعاً حرام قرار دیا اور اسے ام الخبائث قرار دیکر اسلامی معاشرے سے نکال باہر کیا ہے۔ اس چلن کو مغرب نے نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کی، یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود سب سے پہلے مغرب نے شراب کی ہلاکت خیزی کے خلاف آواز بلند کی اور اپنے ملکوں میں شراب نوشی کے خلاف مہم کا آغاز کر کے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ شراب درحقیقت "ام الخبائث" ہی ہے۔

انیسویں صدی کی ابتدا میں انگلینڈ میں ایک تحریک شروع ہوئی جس کا مقصد شراب بندی کا مطالبہ تھا، اس تحریک کا نام "ٹیمپرنس مومنٹ" تھا۔ اس مومینٹ نے پورے ملک میں ہل چل مچا دی اور لوگوں کو شراب نوشی کے خلاف اقدام پر آمادہ کیا۔ جب یہ تحریک وہاں فروغ پانے لگی تو اس کے اثرات یہاں بھی واضح ہونے لگے۔ چنانچہ چند سال بعد بمبئی میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں "دی بومبے ٹیمپرنس مومینٹ" کی بنیاد رکھی گئی۔

اس تحریک کا پہلا سالانہ جلسہ ۱۴ جنوری ۱۸۵۳ء میں منعقد ہوا جس میں ہندوستانیوں کے ساتھ ساتھ چند انگریزوں نے بھی حصہ لیا۔ اور حکومت وقت سے اپیل کی کہ وہ ٹیکس کی صورت میں وصول ہونے والے چند روپیوں کی خاطر شراب کی دوکانوں کو لائسنس نہ دے لیکن حکومت نے ان مطالبات پر توجہ نہیں دی۔

اسی درمیان جب پونے میں بھی دوکانداروں کو لائسنس دیئے

اے ذوقؔ! دیکھ دخترِ رز کو نہ منہ لگا!
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

(ذوقؔ)

جانے لگے تو مشہور سماجی رہنما مہاتما جیوتی با پھلے نے آواز بلند کی اور عوام کے اخلاق پر ہونے والے مضر اثرات کے خلاف لوگوں میں جاگرتی شروع کی۔ ان کی پہل سے انس پریشن لیکر ۱۹۰۷ء میں پونے کی میٹھو لائبریری میں ایک جلسہ زیر صدارت گوپال کرشن گوکھلے منعقد ہوا۔ جس میں لوکمانیہ تلک نے بھی تقریر کی۔ جب یہ تحریک گاؤں گاؤں پھیلنے لگی اور عوام میں مقبول ہونے کے باوجود انگریزوں نے توجہ نہیں دی تو انتہا پسند لوکمانیہ تلک نے نوجوانوں کو اقدام پر ابھارا۔ انھوں نے کہا کہ انگریز افسروں کے سامنے مظاہرے کئے جائیں اور جیل بھر دیئے جائیں۔ لیکن اس اپیل کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔

اسی زمانے میں پورے ملک میں سودیشی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ مہاتما جی کی لیڈرشپ اور تحریک خلافت کے تعاون سے ہندو مسلم اتحاد کا شاندار مظاہرہ ہو رہا تھا۔ جب ۱۹۲۰ء میں مہاتما جی نے شراب کی دکانوں کے سامنے پکٹنگ شروع کی اور پرامن مظاہروں کے ذریعہ ہندو مسلمانوں نے انگریزوں کی پالیسی کے خلاف آواز بلند کی تو انگریز سوچ بچار پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اپنی فطرت کے مطابق اس معقول مطالبہ پر توجہ دینے کی بجائے انھوں نے مظاہرین کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ برٹش سرکار کا اعتراض یہ تھا کہ مظاہرین آمد و رفت میں رخنہ اندازی پیدا کر رہے ہیں۔ گرفتاریوں کے باوجود یہ مظاہرے ہوتے رہے۔

۱۹۳۷ء کا زمانہ ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ میں اہمیت کا حامل ہے۔ اس زمانہ میں ملک کی متعدد ریاستوں میں شراب بندی نافذ کی۔ ریاست بمبئی میں لوگوں نے بھاری تعاون دیا تھا اس کے باوجود شراب کا مکمل خاتمہ نہیں ہوا تھا اس کے اسباب کا سائنسی جائزہ لیا گیا تھا تو پتہ چلا کہ شراب کے عادی لوگوں کی ذہنی اور نفسیاتی کمزوریوں کو دور کئے بغیر شراب بندی کا نفاذ ناممکن ہے۔ اسی طرح اس پیشہ میں مصروف افراد کو روزگار کے مواقع فراہم ہونے ضروری ہیں۔

ان اسباب کے جائزہ کے بعد یکم اپریل ۱۹۴۷ء کو ایک چہار سالہ منصوبہ تشکیل دیا گیا کہ سنہ ۱۹۵۰ء تک مکمل شراب بندی عمل میں لائی جا سکے۔ اس منصوبے کے دو اہم بنیادیں تھیں پہلی یہ کہ شراب کے عادی لوگوں کو بتدریج اپنی عادت چھڑانے کا موقع ملے اور دوسری یہ کہ اس پیشے میں لگے ہوئے افراد کو روزگار مہیا کئے جا سکیں۔

اس پلان کے ۴ سال بعد یعنی ۶ر اپریل تا ۱۲ر اپریل ۱۹۵۰ء شراب بندی ہفتہ منایا گیا۔ ۵ر اپریل کی شب تقریباً بیس ہزار افراد پر مشتمل ایک مشعلی جلوس چوپاٹی پر گیا جہاں ڈاکٹر راجندر پرشاد نے تقریباً ۲ لاکھ افراد کو مخاطب کیا اور شراب بندی پر زور دیا۔ اس شاندار مظاہرے کے بعد عوام یہ سمجھ کر ہمارا کام پورا ہو گیا اب حکومت کا کام ہے کہ اس پر توجہ دے۔

دراصل شراب بندی نافذ کرنے میں عوام کو ایک اہم رول ادا کرنا ہے کیونکہ صرف قانون کے نفاذ سے مکمل کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی۔

اللہ بچائے سب کو بہت ہے بُری بَلا
لاکھوں کے گھر اُجاڑ دیئے اِس شراب نے

(مبین)

مزدوروں میں ترکِ شراب نوشی کی تحریک

• آر جی مائیدیو (سب ایڈیٹر لوک راجیہ (انگلش)

صنعتی مزدوروں میں شراب نوشی کا رجحان ترقی پر ہے اس سے خود ایسے مزدوروں کی زندگی اور اُن کے اہل و عیال کی زندگی کے تباہ ہونے کے ساتھ ساتھ مال کی تیاری پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اس لئے صنعتوں اور ٹریڈ یونینوں کو چاہئے کہ مزدوروں سے اس بُری عادت کے چھڑوانے پر سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں اور اس کام کو اپنی ایک سماجی ذمہ داری سمجھیں۔

صنعتی انقلاب کے بعد، بھاری بھرکم مشینوں، برقی قوت اور مال کی تیاری میں مشینوں کے استعمال کی بدولت چیزوں اور سامانوں کی تعداد بڑھی اور لوگوں کے لئے ملازمتوں کے مواقع میں اضافہ ہوا۔ اس انقلاب کے ابتدائی دور میں مزدوروں کو تیار مال کی کثرت کی مناسبت سے حقیر سا فائدہ ملا، اس لئے کہ وہ منظم نہیں تھے اور مزدوروں کی بہبودی سے متعلق قوانین بھی نابید تھے۔ لامحالہ نفع کا بہت بڑا حصہ حریص صنعت کاروں نے ہی اینٹھا۔

ان ایام میں مزدوروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کا بیان، جس میں عورتیں اور کم عمر بچے بھی شامل ہیں، اس بات کو نہایت واضح طور پر ذہن کے سامنے پیش کرتا ہے کہ مجبور و بیکس مزدوروں سے کس طرح روزانہ کئی گھنٹے زیادہ کام لیا جاتا تھا حتیٰ کہ دوپہر میں کھانے کی مہلت اور آرام کے وقفے سے بھی وہ محروم رکھے جاتے تھے، کس طرح ہفتہ وار چھٹی کا حق اُن سے چھین لیا گیا تھا، اور کس طرح کارخانوں میں انھیں نہایت غیر صحت مندانہ ماحول میں کام کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اور طبی بنیاد پر چھٹی، حق کی چھٹی یا ایسی ہی دوسری سہولتیں اور ... تفریحی اُمور تو گویا ان کے لئے ممنوع تھے۔

اس تصویر میں ایک بورڈ دکھایا گیا ہے تاکہ لوگ شراب نوشی کی خرابیوں سے واقف ہوں۔ ریاست بھر میں ایسے بورڈ نمایاں جگہوں پر لگائے گئے ہیں۔

ریاست بھر میں خصوصاً زراعتی اور دیگر نمائشوں کے موقع پر شراب نوشی کے مضر اثرات کو عیاں کرنے والی اس قسم کی دکانوں پر لوگوں کا ہجوم نظر آرہا ہے۔

اطمینان بخش حالت:

ملک ان ناگفتہ بہ حالات میں رفتہ رفتہ خوشگوار تبدیلی آئی۔ اس کا سبب مزدوروں کا وہ اتحاد تھا جس کی بنیاد پر ٹریڈ یونینوں نے مسلسل جد وجہد جاری رکھی اور وہ کئی ایک صنعتی قوانین تھے جنھیں حکومت نے اُن کی بھلائی کے لئے وضع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا صنعتی مزدور، بمقابلہ اُن کے جو صنعتی انقلاب کے ابتدائی دور میں تھے، زیادہ خوش اور اطمینان بخش حالت میں ہے آج کے صنعتی مزدور کو کام کے بہتر حالات نصیب ہیں اور اسے کئی ایسی سہولتیں حاصل ہیں جنھیں وہ اپنا حق سمجھتا اور برتتا ہے۔ اس کے روزانہ کام کے اوقات مقرر ہیں جس کے بعد کام کرنے پر اسے زائد تنخواہ ملتی ہے۔ ہفتے میں ایک دن کی چھٹی ملتی ہے۔ اس کی تنخواہ کی شرح پہلے کے مقابلے میں بہتر ہے اور مہنگائی بھتے کو کھانے پینے کی چیزوں کے نرخ سے اس طرح جوڑ دیا گیا ہے کہ اشیا کے دام بڑھنے پر اس کی تنخواہ اسی نسبت سے بڑھ جاتی ہے۔ اسے سال میں حق کی چھٹی اور میڈیکل رخصت ملتی ہے۔ اہل وعیال کی بیماری پر دواؤں پر ہونے والے اخراجات اسے ادا کر دیئے جاتے ہیں۔

بعض صنعتوں میں، راشن کی چیزیں اور دوسری ضروری گھریلو اشیاء مزدوروں کو اُدھار دی جاتی ہیں اور یہ اُدھار رقم اُن کی آئندہ اُجرت میں سے وضع ہوتی ہے۔ بعض مالکان اپنے مزدوروں کو معیادی طور پر ایک مقررہ رقم عنایت کرتے ہیں تاکہ وہ چھٹیوں میں مختلف مقامات کا سفر اختیار کر سکیں۔ اکثر ملازمتوں میں کام کرنے والوں کو تفریحی اور کھیل کود کی سہولتیں ملتی ہیں۔ ان میں ڈرامہ اور دیگر تفریحات شمار کی جاسکتی ہیں بعض ملازمتوں میں ملازمین کو اچھے رہائشی مکانات دیئے جاتے ہیں۔ صنعتی مزدوروں کے بچوں کے لئے تعلیمی اور دوسری سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں جس میں ان مزدوروں کی رہائشی کالونیوں میں ہی اعلیٰ پیمانے پر چلنے والے اسکول شامل ہیں لیکن سب سے زیادہ اہم فائدہ جو انھیں ملا ہے، وہ تیار کردہ مصنوعات میں تے مزدوروں کے حصّہ کا تسلیم کیا جانا ہے، جیسے یہ سالانہ بونس کی شکل میں یا ہو، مزدوروں کا صنعتوں کے انتظامیہ میں شریک بن جانا ایک ایسا اقدام ہے جس سے آجر و مزدور صنعتی پیداوار میں برابر کے شریک ٹھہرتے ہیں۔

اس طرح، بہتر حالات ملازمتوں میں تحفّظ واستحکام اور رہن سہن کے بہتر طریقے کے حصول کے لئے ٹریڈ یونینوں کا جو قیام عمل میں آیا تھا اس کے لئے وہ برابر کوشاں ہیں۔ ہماری حکومت جس کا مقصد رعایا کی بہبودی ہے، بہبودی پر مبنی بہت سے قوانین وضع کرنے کے بعد جاری کر چکی ہے۔ لیکن کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ جُوا، پُرانے رسم و رواج کی سختی کے ساتھ پابندی، بعض مذہبی رسوم پر شدّ و مد کے ساتھ عمل وغیرہ اور اُن پر کی جانے والی افسوسناک فضول خرچی کے سبب وہ اعلیٰ واصلاحی مقصد پوری طرح حاصل نہ ہوسکا جو حکومت اور ٹریڈ یونینوں کے پیشِ نظر تھا۔

ان سب خرابیوں میں مزید بگاڑ پیدا کرنے والی وہ خطرناک عادت ہے، جسے شراب نوشی کہتے ہیں اور جسے کثرت کے ساتھ مزدوروں نے اختیار کر رکھا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ تعلیم کی وسعت، بھلائی کی اسکیمیں اور کام کے حالات میں نسبتاً سُدھار وغیرہ، مزدوروں کو تعمیری کام پر آمادہ کرتے، لیکن تصویر کا جو رُخ ہمارے سامنے ہے اس سے مایوسی اور پریشانی ہوتی ہے۔ شراب نوشی کی روزافزوں کثرت کے سبب ہم دیکھتے ہیں کہ بہت

سے صنعتی مزدور مالی حیثیت سے دیوالیہ، جسمانی طور پر شکستہ، دماغی طور سے کمزور اور سماجی طور پر گرے اور بچھڑے ہوئے ہیں۔

مشترکہ کوشش ضروری :

مزدوروں کو اس ہلاکت وتباہی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت بالخصوص اس کا محکمۂ شراب بندی، صنعتوں میں انتظامی امور سے متعلق عملہ، آجرین اور ٹریڈ یونین، سب مل کر ترکِ شراب کے لئے جدوجہد کریں۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انفرادی طور پر یہ جمعیتیں اور ادارے مزدوروں کے حالات بہتر بنانے کی کوششیں کر رہی ہیں۔ مزدوروں کے لئے بہتر اُجرت در رہائشی حالات ٹریڈ یونینوں ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ لیکن انھیں پھر بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ان کے لئے مزدوروں کی زندگی سے دلچسپی لینا ضروری ہے، انھیں توجہ دینا چاہیئے کہ مزدور اپنی گاڑھی کمائی کو صحیح طور پر خرچ کریں اور اسے فضول رسموں، شراب نوشی اور جُوا جیسی بُری عادتوں پر ضائع نہ کریں۔ کام پر سے غیر حاضری یا کام کو جی لگا کر نہ کرنا، حادثات، مال کی پیداوار میں کمی، قرض سے لدا رہنا وغیرہ۔ جن کا عام شکار مزدور ہی ہیں۔ یہ سب کثرتِ شراب نوشی کا نتیجہ ہے جو مزدور، اس کے خاندان، اس کے بچّوں کی تعلیم اور ان کی صحت وخوشحالی کو برباد کر دیتی ہے جس سے ان کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔

چونکا دینے والی تعداد :

اگرچہ صنعتی مزدوروں میں شراب نوشوں کی تحقیقی تعداد پر جدید ترین معلومات سر دست دستیاب نہیں ہیں پھر بھی غور سے دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مزدوروں میں یہ بُری عادت چونکا دینے والی حد تک بڑھ چکی ہے اور وقت آگیا ہے کہ اسے تیزی کے ساتھ ختم کر دینے کے لئے قدم اٹھایا جائے۔ شراب نوشوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک وہ سماجی شراب نوش جو کبھی کبھار پیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو حد و دو ضابطہ میں رہ کر پیتے ہیں اور آخری درجہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو بحیثیت پیتے ہیں اور پوری طرح شراب کے زیرِ اثر ہیں۔ اگرچہ اول دو درجوں والے کوئی ٹیڑھا مسئلہ نہیں ہیں، وہ لوگ جو تیسرے درجے والے ہیں۔ زیادہ توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں، وہی اس لائق ہیں کہ انھیں اس بُری عادت سے چھٹکارا دلایا جائے تاکہ وہ، ان کے اہل وعیال بلکہ پورا خاندان، شراب خانہ خراب کے تباہ کُن اثرات سے بچ سکے۔ ان کی اصلاح، ان کو ترکِ شراب پر آمادہ کرنا، ان کو سماج کے پسندیدہ عنصر میں جذب کرنا سچ پوچھئے تو بہت مشکل کام ہے۔

قومی راج

لیکن ہمارے شہر بمبئی کے ایک کارخانۂ ادویات ۔ فائزر لمیٹیڈ نے چند سال ہوئے پوری سرگرمی سے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا۔ اس کمپنی نے ایک عالمی ادارہ 'الکوحلک اَنانیمس' (ALCOHOLIC ANOYMOUS) سے، جو عام طور پر "اے۔اے" کے نام سے معروف ہے، یہ فیضان حاصل کیا۔ درحقیقت یہ کوئی ادارہ نہیں ہے، بلکہ اتحاد کے ساتھ ایک مقصد پر کاربند ہونے کا عہد کرنے والی ایک جماعت ہے۔ اس کا کوئی دستور نہیں ہے اور نہ قواعد وضوابط یا رکنیت وغیرہ کے شرائط۔ البتہ اس کا ایک اہم نوعیت کا چندہ ہے جسے کوئی شراب نوش ادا نہیں کرسکتا۔ وہ چندہ ہے دل کی گہرائیوں سے یہ عہد کرنا کہ شراب نہیں پئیں گے۔ یہ "اے اے" امریکہ میں ۱۹۳۵ء میں قائم ہوا۔ اور اس ادارے کے ارکان آج ساری دنیا میں ہیں۔ ہندوستان میں "اے اے" فیلوشپ بمبئی میں ۵ مئی ۱۹۵۷ء کو قائم کی گئی ۔ گذشتہ ۲۱ برس کے عرصہ میں اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے ایک ہزار سے زائد لوگوں کو ترکِ شراب پر آمادہ کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

فائزر کی مثال :

نئی بمبئی کے علاقے واشی میں واقع فائزر فیکٹری کے منیجر، شری سلڈانا اور سماجی کارکن شریمتی للیتا راؤ نے شراب نوشی کے عادی چند مزدوروں کو چھٹکارا دلانے کے لئے بہت جدوجہد کی تھی۔ یہاں تک کہ وہ ان مزدوروں کے گھروں پر بھی گئے اور طویل معلومات جمع کی۔ ان مزدوروں کو ایک گھنٹہ کا وقفہ دیا جاتا تھا تاکہ وہ آپس میں گفت وشنید کرسکیں۔ شروع شروع میں اس طرح کی میٹنگ کا دوسرے مزدوروں نے بہت مذاق اُڑایا۔ ایک شرابی نے جس کو شراب ترک کئے ہوئے ایک سال کا عرصہ گزرا ہے۔ شراب ترک کرنے کی سالگرہ منائی ہے۔

صنعتی اور تجارتی اداروں کو یہ ذمہ داری قبول کرنا چاہیئے کہ وہ مزدوروں میں شراب نوشی کی عادت کو دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ان کی تجارت کو فروغ حاصل ہو۔

ترجمہ: صفیہ خاتون ●●

تصوّرِ انسانیت

. مرزا ایلاریش ھنگولوی

پرویز "انسانیت" کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں دھواں دھار تقریر کر رہا ہے، سارا میدان سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے، تِل دھرنے کے لئے بھی کہیں جگہ نظر نہیں آرہی ہے، حتیٰ کہ لوگ میدان کے باہر درختوں پر بیٹھے ہوئے اس کی تقریر سُن رہے ہیں۔ اگر لاؤڈ اسپیکر کا معقول انتظام نہ کیا گیا ہوتا تو یقیناً ہزارہا لوگ تقریر سُننے سے محروم رہ جاتے۔

پرویز کو تقریر شروع کئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ اور سامعین کا یہ عالم ہے کہ وہ بھی اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہتے ہیں۔ ڈائس کے قریب دو دیہاتی بیٹھے ہوئے ہیں، وہ بھی بڑے اشتیاق سے اُسے سُن رہے ہیں۔ دورانِ تقریر پرویز نے اب "انسانیت" کے نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی گرجدار آواز میں کہا۔

"دنیا کے تمام انسان ۔ ایک خاندان! ایک گھر!! اور ایک باوا آدمؑ کی اولاد ہیں۔" اتنے میں ایک دیہاتی نے پھُرتی سے کھڑے ہو کر بلند آواز میں پکارا "کیسے آدم؟ کون آدم؟ کہاں ہے آدم؟؟"

اتنا سُننا تھا کہ ہر طرف سے آوازیں اُٹھنے لگتی ہیں" بیٹھ جایئے! بیٹھ جایئے!!"

دیہاتی مارے خوف کے گھبرا کر بیٹھ جاتا ہے لیکن پھر بھی ہر طرف سے شور و غل کی آوازیں برابر اُٹھ رہی ہیں، یہ منظر دیکھ کر پرویز بلند آواز سے "سائیلنس پلیز۔ سائیلنس! بھئی آپ حضرات تو میری ہر بات سمجھ رہے ہیں لیکن یہ شخص جو یہاں ڈائس کے قریب بیٹھا ہوا ہے، شاید "انسانیت" کے نکتہ کو نہیں سمجھ سکا ہو! اس صورت میں مجھے اسے سمجھانا ضروری ہے۔ اس لئے میں تمام حضرات سے صرف ایک منٹ چاہتا ہوں، صرف ایک منٹ، اور ایک ہی منٹ میں، میں اس کو سمجھا سکتا ہوں۔"

تالیوں کی گونج میں پرویز نے اُس دیہاتی سے مخاطب ہو کر کہا "ہاں، میں اب تمہیں اس نکتۂ انسانیت کے بارے میں کچھ بتلانا چاہتا ہوں، تم اگر ڈائس پر آجاؤ تو بہتر ہے، ارے بھئی گھبراؤ نہیں! آؤ، آجاؤ اُوپر۔"
یہ سُن کر دیہاتی ڈائس پر آپہنچتا ہے اور پرویز اُسے مائک کے سامنے کرتے ہوئے "ارے بھئی یوں کھڑے رہو! تاکہ اب ہم دونوں کو سامعین حضرات سُن سکیں، ہاں اب بولو، کیا کہا تم نے؟ کیسے آدم، کون آدم، کہاں ہے آدم؛ یہی نا۔؟؟" دیہاتی جیسے ہی اپنا سر ہلا کر ہاں کا اشارہ کرتا ہے کہ پرویز مُسکراتے ہوئے "کیا نام ہے تمہارا؟" دیہاتی اپنے سر کا پٹکا ٹھیک کرتے ہوئے "دھنّو میاں" اور تمہارے باپ کا نام؟" "چنو میاں" اور تمہارے دادا کا نام؟ "منو میاں" اور تمہارے پردادا کا نام؟" یہ سُن کر دھنو میاں سوچتے ہوئے "میرے پردادا کا نام ۔"ہاں' پیارے میاں ہے"۔ اور تمہارے پردادا کے باپ کا نام؟؟"
یہ سُنکر دھنو میاں پریشانی کے عالم میں "صاحب' یہ مجھے معلوم نہیں ہے" پرویز مُسکراتے ہوئے "بھئی وہی تو وہ آدم ہے! سمجھ گئے؟؟"

***

(صفحہ ۳۹ کا بقایا):-

ادارۂ ہذا دنیا بھر کے و بھارت کے مختلف حصوں میں شراب و نشہ آور ادویہ مخالف میدانوں میں کام کرنے والے سائنسدانوں، ڈاکٹروں، عالموں، سماجی خدمتگاروں نشریات کے مختلف ذرائع کے اسپیشلسٹ لوگوں اور حکاموں کے مابین ان کی اطلاعات و تجربات اور طریقۂ کار پر تبادلۂ خیال کا اہتمام کرے گا۔

ایڈریا' ایک غیر منافع بخش رضاکارانہ تنظیم ہے جو کہ سوسائیٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ ذاتی و تعلیمی، سماجی و کلچرل ادارے اور کمرشیل و انڈسٹریل تنظیمیں اس کی ممبرشپ حاصل کر سکتی ہیں۔ اس ایسوسی ایشن کے عطیات کمشنر آف انکم ٹیکس کے ذریعہ انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء سیکشن (جی) ۸۰ کی رُو سے ٹیکس سے بری الذمہ قرار پائے ہیں۔

اُمید ہے کہ ایڈریا' نومبر ۱۹۷۸ء کے آخر تک اپنے تدریسی و علمی مواد، نشری امداد اور تربیتی یونٹس کی تجدید مکمل کر لے گا اور اس طرح جنوری ۱۹۷۹ء کے اوائل میں میدانِ عمل میں نمودار ہوگا۔

ایڈریا شاید پورے بھارت میں اپنی نوعیت کا ایسا واحد ادارہ ہوگا جو کہ مکمل طور پر فرد و سماج کی خدمت کے لئے وقف ہوگا، اس لئے تمام افراد و اداروں کو چاہیئے کہ وہ آگے آئیں اور الکحل و نشہ آور ادویہ پر روک لگانے کے لئے اس ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد کو حقیقت میں بدل دیں۔ ادارے کا پتہ حسب ذیل ہے:

ایڈریا۔ ۳۴/۱۱۔ ایرنڈوانا، پربھات روڈ،
کراس لین نمبر ۸ ۔ پونے ۴۱۱۰۰۴

ترجمہ: اسلم پرویز

******

تعلیمِ بالغان کا حوصلہ مندانہ پروگرام

• ایس۔ این رندیوے

'گاندھی جینتی' کے موقع پر قومی تعلیم بالغان کا پروگرام شروع کیا جارہا ہے۔ اس مضمون میں' جو اس موقع پر شائع کیا جارہا ہے شری ایس۔ این رندیوے' جوائنٹ ڈائرکٹر (تعلیم بالغان) گورنمنٹ آف مہاراشٹر نے اس حوصلہ مندانہ پروگرام پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ چھٹے پنجسالہ پلان کے دوران تقریباً ۴۶ لاکھ بالغ افراد کو تعلیم سے بہرہ مند کرنا مقصود ہے۔

جہالت' ہندوستان کے نہایت پریشان کن مسائل میں سے ایک ہے۔ اگرچہ ہمیں آزادی حاصل کئے ہوئے ۳۱ برس گزر چکے ہیں تاہم جہالت کو ختم کرنے کا مسئلہ ہنوز لاینحل بنا ہوا ہے۔ جب تک ہم اپنے ملک کے ہر شہری کو زیورِ تعلیم سے آراستہ نہیں کر لیتے' اُس وقت تک ہم جمہوریت کو کامیاب نہیں بنا سکتے۔

۱۹۴۷ء میں' آزادی کے موقع پر' ہمارے ملک میں صرف ۱۴ فیصد افراد تعلیم سے آراستہ تھے۔ ۱۹۷۱ء کی آخری مردم شماری کے وقت یہ تعداد بڑھ کر ۳۴ فیصد ہو چکی تھی۔ لیکن ایک روشن اور منوّر جمہوری ملک کے لئے ترقی کی یہ رفتار بہت دھیمی اور سُست تھی۔ اگر یہی رفتار قائم رہی تو ہم کو ۱۰۰ فیصد تعلیم کا نشانہ حاصل کرنے کے لئے تقریباً ۱۴۰ سال لگ جائیں گے۔

۱۹۵۱ء میں' جب پہلے پنج سالہ پلان کو عملی جامہ پہنایا گیا اُس وقت ۱۰ سال سے زائد عمر والے ۷ء۲۴ کروڑ افراد تعلیم سے بیگانہ تھے۔ ۱۹۷۱ء میں بھی یہ تعداد ۷ء۲۴ کروڑ تک جا پہنچی اور اِس وقت یہ تعداد ہو سکتا ہے کہ ۴۰ کروڑ کے لگ بھگ ہو گئی ہو۔ اس لحاظ سے ہر سال جہالت ۹ء۱ فیصد کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہماری سالانہ پیدائش کی شرح ہماری تعلیم کی شرح سے زائد ہے۔

۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق، ۱۵ سال سے زائد عمر والے ۹ء۲۰ کروڑ لوگ ناخواندہ تھے۔ ان میں سے ۸ء۹ کروڑ لوگ ۱۵ تا ۳۵ سال سے زائد عمر والے تھے۔ ۱۹۸۳ء میں مندرجۂ بالا تعداد بہ لحاظ گروپ ۸ء۲۵ اور ۳ء۱۲ کروڑ تک جا پہنچے گی ۱۵ سال سے زائد عمر والے افراد میں ۵۰ فیصد سے زیادہ لوگ نوجوانی میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں لڑکیاں' عورتیں اور درجِ فہرست جاتیوں اور درجِ فہرست قبائل کے لوگ تعلیم کے سلسلے میں دی گئی سہولتوں سے پُورا پُورا فائدہ نہیں اُٹھاتے ہیں۔

ان وُجوہ کی بنا پر' مرکزی حکومت گاندھی جینتی کے موقع پر (یعنی ۲ اکتوبر ۷۸ء) سے تعلیم بالغان کی مہم کا قومی پروگرام شروع کر رہی ہے۔ اس پروگرام کے تحت اندازاً ۱۰ کروڑ افراد کو کم و بیش ۱۰ سال کے عرصے میں تعلیم سے بہرہ مند کیا جائے گا۔ ۱۹۸۳ء تک ۶ء۵ کروڑ ناخواندہ افراد کو تعلیم سے آشنا کرا دیا جائے گا۔ اس مقصد کے تحت ۲۰۰ کروڑ روپے چھٹے پنجسالہ پلان میں منظور کئے گئے ہیں' بخلاف پانچویں پنجسالہ پلان کے' جس میں صرف ۱۸ کروڑ روپے اس مد میں رکھے گئے تھے۔

مہاراشٹر میں

مہاراشٹر میں' بلحاظ عمر ۱۵ تا ۲۵ سال کی عمر والے افراد میں تقریباً ۷۰ لاکھ تعلیم سے بیگانہ ہیں۔ اس میں تقریباً دو تہائی تعداد عورتوں کی ہے۔ لیکن ریاستی حکومت نے یہ اٹل فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر جاہل یا ناخواندہ شخص کو تعلیم سے روشناس کرایا جائے گا۔ اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حکومت مہاراشٹر گاندھی جینتی کے موقع پر تعلیم بالغان کے ۴۰۰۰ مراکز کھولنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ اس سے تقریباً ۵ء۱ لاکھ افراد ۷۹-۱۹۷۸ء میں تعلیم حاصل کریں گے۔ فی الحال حکومت مہاراشٹر کے پاس تعلیم بالغان کی ۴ اسکیمیں ہیں۔

یعنی (۱) گیارہ اضلاع میں باضابطہ تعلیمی پروگرام (۲) چار اضلاع میں ضابطہ سے ہٹ کر تعلیمی پروگرام (ان میں مرکزی امداد پانے والے ۲ اضلاع شامل ہوں گے) (۳) تین اضلاع میں قبائلیوں کے لئے ذیلی پلان کے تحت ضابطے سے ہٹ کر تعلیمی پروگرام (۴) چار اضلاع میں کسانوں کے لئے باضابطہ تعلیمی پروگرام

مرکزی امداد کے تحت)۔

۸۰-۱۹۷۹ء سے باضابطہ تعلیم، کسانوں کے لئے باضابطہ تعلیمی پروگرام اور بے ضابطہ تعلیمی پروگرام سب قومی تعلیم بالغاں کے پروگرام میں ضم کر دیئے جائیں گے اور قبائلیوں کے لئے ذیلی پلان کے تحت بے ضابطہ تعلیمی پروگرام کو غیر منصوبہ بند شمار کیا جائے گا۔

۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران مرکزی حکومت کی مدد سے ۱۴ اضلاع میں کسانوں کے لئے ۳۰۰ باضابطہ تعلیمی کلاسیں شروع کی جائیں گی، یہ اضلاع درجِ ذیل ہیں:
کولہاپور، پربھنی، اکولہ، جلگاؤں، پونے، بلڈانہ، تھانے، کولابہ، احمد نگر اورنگ آباد، سولاپور، چندرپور، امراوتی اور ناندیڑ۔ ہر ضلع کے لئے علیحدہ علیحدہ انتظامی شعبے ہوں گے۔ جن کے افسرِ اعلیٰ ایڈلٹ ایجوکیشن آفیسر ہوں گے۔

۸۰-۱۹۷۹ء میں مرکزی حکومت کی مدد سے اسی طرح کے اور شعبے بیڑ اور وردھا اضلاع میں کھولے جائیں گے۔ ریاستی حکومت تعلیم بالغاں کی ۳۰۰ کلاسیں سانگلی، ستارا، الوت محل، بھنڈارہ، ناگپور، عثمان آباد، ناشک، رتناگیری، دھولے اور بمبئی عظمیٰ (۴ اضلاع) میں کھولے گی اور پھر کلاسوں کی تعداد کے اس تناسب کو بتدریج بڑھائے گی۔ تعلیم بالغان کی کلاسوں میں اضافہ سال بہ سال کیا جائے گا۔

۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران بجٹ میں تعلیم بالغاں کے لئے ۶,۹۱,۰۰۰ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ لیکن چھٹے پنجسالہ منصوبے میں حکومتِ مہاراشٹر ۴,۸۷,۴۴,۰۷۰ روپے تعلیم بالغاں پر خرچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کیونکہ اسے اُمید ہے کہ چھٹے پنجسالہ منصوبے میں ۲۳,۲۲,۹۹,۱۲۶ روپے کی مدد مرکزی حکومت کی جانب سے حاصل ہوگی تاکہ مذکورہ نشانہ پورا ہو سکے۔ اس طرح اس مقصد پر تقریباً ۴۰ کروڑ روپے صرف کئے جائیں گے۔

چھٹے پنجسالہ منصوبہ کا پروگرام

چھٹے پنجسالہ منصوبہ کے دوران، حکومتِ مہاراشٹر ۱۵ تا ۳۵ سال کی عمر والے گروپ میں ۴۶,۱۶,۸۰۰ بالغوں کو تعلیم سے بہرہ مند کرنا چاہتی ہے۔ ریاستی حکومت کے بجٹ سے ۱۵ لاکھ بالغ افراد اور مرکزی حکومت کے بجٹ سے باقی ماندہ ۳۱ لاکھ بالغ افراد فائدہ اُٹھا سکیں گے۔

مندرجۂ ذیل خاکہ سے اس پروگرام پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے:

سال	ریاستی بجٹ سے	مرکزی بجٹ سے	کُل تعداد
۷۹-۱۹۷۸ء	۱۶۸۰۰ بالغ افراد	۱,۳۲,۰۰۰ بالغ افراد	۱,۴۸,۸۰۰ بالغ افراد
۸۰-۱۹۷۹ء	۱,۱۷,۰۰۰ " "	۲,۴۵,۰۰۰ " "	۳,۶۲,۰۰۰ " "
۸۱-۱۹۸۰ء	۱,۷۴,۸۰۰ " "	۳,۲۹,۸۱۰ " "	۵,۰۴,۶۱۰ " "
۸۲-۱۹۸۱ء	۴,۰۱,۳۱۰ " "	۸,۰۰,۰۰۰ " "	۱۲,۰۱,۳۱۰ " "
۸۳-۱۹۸۲ء	۸,۰۰,۰۰۰ بالغ افراد	۱۶,۰۰,۰۰۰ بالغ افراد	۲۴,۰۰,۰۰۰ بالغ افراد
کُل :	۱۵,۰۹,۹۹۰ " "	۳۱,۰۶,۸۱۰ " "	۴۶,۱۶,۸۰۰ " "

بالغوں کے لئے تعلیم کا نصاب تیار کرنا، ان کے لئے نصابی کتابیں تیار کرنا، تربیتی پروگرام منعقد کرنا اور دیگر ضروری باتوں کے لئے ریاستی حکومت نے حال ہی میں "ریاستی ادارہ برائے تعلیم بالغاں" قائم کیا ہے۔ جاری مالی سال کے دوران یہ ادارہ ۱۷٫۵۶ لاکھ روپے خرچ کرے گا۔

چھٹے پنجسالہ منصوبے کے دوران ۲۰٫۵۰ لاکھ روپے خرچ کرنے کا امکان ہے اس کے علاوہ ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن کو بھی مرکزی امداد سے موجودہ مالی سال میں تقویت پہنچائی جائے گی۔ اس سے تعلیم بالغاں پروگرام کو پُراثر طور پر روبہ عمل لانے میں مدد ملے گی۔

قومی تعلیم بالغاں پروگرام کے تحت، ریاستی حکومت تقریباً ۲٫۵ کروڑ روپے چھٹے پنجسالہ پروگرام کے دوران خرچ کرے گی۔ ہر مرکز کو ۲۸۵ روپیہ سامان و دیگر اخراجات کے لئے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہر مرکز کو ۵۰ روپے ذاتی خرچ کے لئے دیا جائے گا۔ تعلیم بالغاں کے انسٹرکٹروں کو ۵۰ روپے ماہانہ بطور معاوضہ دیا جائے گا۔ تعلیم بالغاں پروگرام کے لئے افسروں، سپروائزروں اور انسپکٹروں کو مناسب تربیت دی جائے گی۔

اس تعلیم بالغاں پروگرام کی اہم اہم خصوصیتیں یہ ہیں: اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی کمی کو دور کیا جائے گا بلکہ ان افراد میں ایک باشعور شہری بننے کا شوق بھی پیدا کیا جائے گا۔ ان میں اپنے حقوق سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی جائے گی ان کو ڈیری، مُرغبانی، کاشتکاری کے جدید طریقوں سے روشناس کرایا جائیگا اور انھیں حفظانِ صحت کے اصولوں سے بھی آگاہ کیا جائے گا۔

خانگی زندگی گذارنے والی عورتوں کو جدید خاندانی فلاح و بہبود کے خیالات سے آگاہ کیا جائے گا۔ اس سے قدرتی طور پر یہ فائدہ ہوگا کہ یہ افراد بہتر طور پر اپنی زندگی گزار سکیں گے۔

اس کے علاوہ لڑکیوں، عورتوں، پسماندہ قبائل اور جاتیوں کے لوگ، بے زمین مزدور اور سماج کے دیگر پسِ پُشت ڈالے ہوئے افراد کے مسائل کو بھی حل کرنے پر توجہ دی جائے گی۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ ان افراد کو ان کی مادری زبان میں ہی تعلیم دی جائے۔ رضاکارانہ طور پر کام کرنے والے اداروں کی مدد بھی حاصل کی جائے گی تاکہ اس زبردست کام کے نتائج اُمید افزا طور پر سامنے آئیں۔ اس قومی تعلیم بالغاں پروگرام کے ذریعے تعلیم اور شعور کو بیدار کیا جائیگا اور اس سے ہمارے جمہوری ہندوستان کے خواب کو پورا کرنے میں مدد ملے گی۔

ترجمہ: عبداللہ ●●

ڈاکٹر نایاب لکھنوی (مالیگاؤں)

حقیقت شراب کی

بربادیٔ حیات ہے قیمت شراب کی
نکلے نہ کیوں زباں سے مذمت شراب کی

حاصل ہو خواہشات پہ کس طرح دسترس
بے اختیار رکھتی ہے عادت شراب کی

ظالم نے خاندان ہزاروں کئے تباہ
اب تک یہی سنی ہے کرامت شراب کی

انسان خوش ہو پردۂ غیرت کو پھونک کر
اس سے زیادہ کیا ہو عنایت شراب کی

غربت کدوں میں اس سے ہے ادبار کی فضا
بدخواہِ عافیت ہے، نحوست شراب کی

منہ اس کو جو لگائے وہ دنیا میں خوار ہو
یہ ایک مختصر ہے حقیقت شراب کی!

نایاب! شوقِ جام کہاں اور ہم کہاں؟
دیکھیں نہ ہم نظر سے کبھی صورت شراب کی!
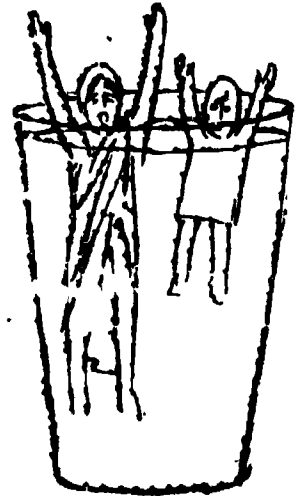
• حکیم عزیز قدوسی کامٹوی
نیا بازار، کامٹی (ناگپور)

غزل

آپ کو سن کے، مجھے کہہ کے ندامت ہوگی
حالِ دل مجھ سے نہ پوچھیں تو عنایت ہوگی

ہم تو ہیں کھوج میں اِک شوخ کی سرگرمِ سفر
اور ہوں گے جنھیں دُنیا سے محبت ہوگی

آنکھ سے دیکھ لو، پُوچھو نہ ہمارا احوال
ہم اگر مُنہ سے کہیں گے تو شکایت ہوگی

ہم کو دے کوئی سہارا یہ گوارا کب ہے!
خود ہی طوفاں سے نمٹ لیں گے جو ہمت ہوگی

وقت کی دھوپ سے کب کوئی بچا ہے اے دوست
عبرت انگیز یہی پھول سی صورت ہوگی

زندگی اپنی گزارو گے اگر من مانی!!!
یاد رکھو یہ امانت میں خیانت ہوگی

دیکھ اچھے نہیں دن رات کے نالے اے دل
ایسی باتوں سے تو بدنام محبت ہوگی!

جیتے جی عزتِ اربابِ ہنر کیا معنی؟
جب یہ دُنیا سے گزر جائیں گے عزت ہوگی

شیشۂ دِل کو بچانے کی نہ کر فکر عزیز
ٹوٹ جائے گا تو کچھ اور ہی قیمت ہوگی

*

• مہدی پرتاپگڈھی

غزل

ساحل کو موج، موج کو طوفاں بنائیے
یوں اپنی راہِ زیست کو آساں بنائیے
دل کا لہو سمو کے رگِ جاں بنائیے
کیوں ایک ایک لفظ کو پیکاں بنائیے
موسم پر انحصار نہیں دل کی فصل کا
ہر سانس کو پیامِ بہاراں بنائیے
اِک زرد فصل پی تو گئی رونقِ حیات
گلشن کو اب نہ اور بیاباں بنائیے
لوٹا ہے ہم کو جاگتی آنکھوں کے خواب نے
دِل میں نہ آرزوؤں کو مہماں بنائیے
یہ کیا کہ صرف پھول ہی زیبِ گلو بنے
کانٹوں کو بھی تو زینتِ داماں بنائیے
ہر خار و خس کو بخشئے رعنائیِ حیات
ہر ہر روِش کو رشکِ خیاباں بنائیے
کب تک بہے گا شہروں میں کھیتوں میں گاؤں میں
خونِ بشر کو اتنا نہ ارزاں بنائیے
افراد کا ہجوم تو دھرتی کا بوجھ ہے
گوتم کی طرح ایک ہی انساں بنائیے
اُن انکھڑیوں سے لیجئے پیغام آگہی
افسُردہ زندگی کو غزلخواں بنائیے
جنگل میں وسوسوں کے بھٹکتا ہے آدمی
آپ اپنے کو نہ دیدۂ حیراں بنائیے
محدُود آگہی کے وسائل نہ کیجئے
صحرائے زندگی کو گلستاں بنائیے
مانندِ گل سُبک ہو، مُعطر ہو، شوخ ہو
مہدی غزل کو پیکرِ جاناں بنائیے

*

شریمد جگو دگپتا کے اعزاز میں محکمہ ڈاک و تار کی جانب سے جاری کردہ خاص ٹکٹ کی رسم اجرا گورنر شری صادق علی نے ایک حالیہ تقریب میں ادا کی جس کی صدارت پرنسپل شیواجی راؤ بھوسلے نے فرمائی تھی شریمتی انجو داس گپتا، سینئر سپرنٹنڈنٹ، پوسٹل ڈویژن بھی تقریب میں موجود تھیں یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

شری پی رام چندرن مرکزی وزیر برائے انرجی یکم ستمبر کو منترالیہ بمبئی میں جاری اور آئندہ سال کے لئے پروجیکٹوں کی ترقی کے معاملے پر مغربی خطے کے وزرائے پاور سے مخاطب ہیں، شری ایس بی چوان وزیر مالیات اور انرجی شری پدم سینہہ پاٹل وزیر مملکت برائے انرجی اور شری ونایک چودنکر وزیر برائے انرجی حکومت گوا، (شری رام چندرن کے دائیں جانب) اور شری ایس این رائے چیئرمین سنٹرل الیکٹرک اتھارٹی، شری بی آپا سکریٹری انرجی محکمہ حکومت ہند، اور شری کے لے دوے، ریچیئرمین گجرات الیکٹری سٹی (ان کے بائیں جانب) بیٹھے ہیں۔
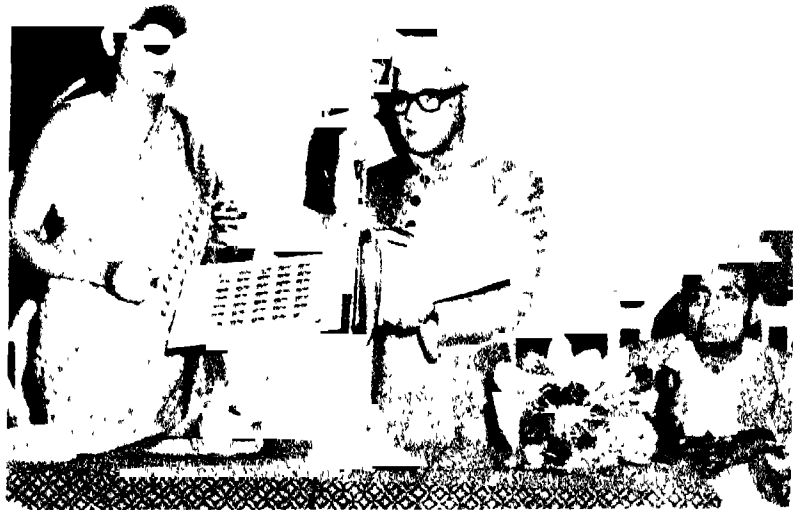
وزیر اعلیٰ شری شرد پوار ۱۲ ستمبر کو منترالیہ بمبئی میں مسلم ستیہ شودھک سماج کے ودربھ منتظم شری شیخ وزیر پٹیل سے ۱،۷۰۴ روپے کی رقم وصول فرما رہے ہیں جو مراٹھواڑہ کے فسادزدگان کی بازآبادکاری کے لئے دی گئی ہے۔ یہ رقم عید کے دن امراوتی میں جمع کی گئی تھی۔

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار اکولہ (ضلع اورنگ آباد) میں وہ مکان دیکھ رہے ہیں جو مراٹھواڑہ میں "مراٹھواڑہ یونیورسٹی" کا نام بدلنے پر حالیہ ایجی ٹیشن کے دوران جلا دیا گیا تھا۔ ایک سلائی مشین اور ایک بیل گاڑی جل کر خاکستر ہو گئی تھی، شری ایس۔ اے مونکے وزیر برائے صنعت وزیر اعلیٰ کے ہمراہ ہیں۔

شری ایس ایس وردے وزیر تعلیم نے ۳۱ راگست کو منترالیہ بمبئی میں نیشنل فاؤنڈیشن فار ٹیچرز ویلفیر کمیٹی کی جانب سے جاری کی گئی سکاؤٹ اسٹیکر بیلیٹ مہم کا افتتاح فرمایا، اس موقع پر لی گئی تصویر میں شری وامن راؤ مہاڈک میئر بمبئی اور شری رجنی پٹیل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار ۸ ستمبر کو منترالیہ بمبئی میں مبلغ ۳۰،۰۰۳ روپے کے چیک شری رتنپا کمبھار، ایم ایل اے اور بانی ڈائرکٹر کولہاپور ضلع شیتکری سہکاری سنگھ (راجل کرنجی) اور شری پنچ گنگا سہکاری ساکھر کارخانہ گنگا ساگر (راجل کرنجی) سے وصول فرما رہے ہیں۔ یہ رقم مراٹھواڑہ کے فساد زدگان اور شمالی ہند کے سیلاب زدگان کی بھلائی کے لئے دی گئی ہے۔

گورنر شری صادق علی اور شریمتی شانتی صادق علی نے پونے میں یوم اساتذہ پر "ریاستی ایوارڈ" پانے والے مدرسین کو مبارکباد دی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں ضلع دھولے کی ایک سبکدوش ٹیچر شریمتی جیونت بائی ستا ستارام سونا دنے گورنر موصوف کے ہاتھوں سے انعام قبول کرتے ہوئے دیکھی جا سکتی ہیں۔
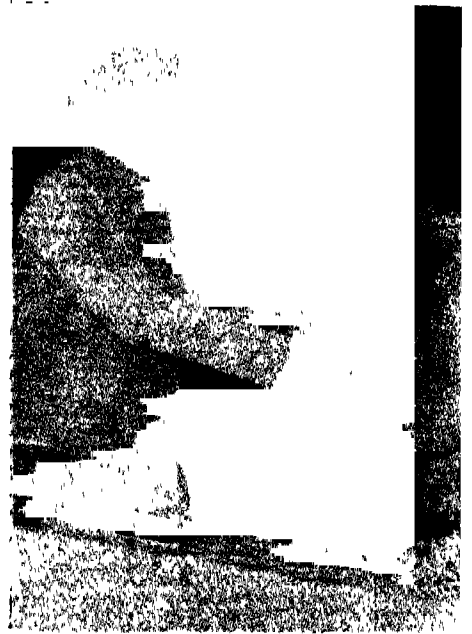
وزیر صنعت شری ایس اے سونکے بھتی کے نوجوان صنعت کار شری ستیش جویری کو مبارک باد دیتے ہوئے۔

شریمتی پر تیبھا پوار (اہلیہ وزیر اعلیٰ شرد پوار) ۲ ستمبر کو ارن ضلع قلابہ میں پودا بو کر درخت کاری پروگرام کا افتتاح کر رہی ہیں جو محکمہ جنگلات، محکمہ محصول اور انڈین نیوی نے مشترکہ طور سے شروع کیا ہے۔

شری بھائی ویدیہ وزیر مملکت برائے امور داخلہ شری رامپور کی کماری ہیما مکوانہ پہلا انعام دے رہے ہیں جو انھوں نے ڈرائنگ مقابلہ میں حاصل کیا تھا۔ یہ مقابلہ "دھوکنسہ" رسالے کی جانب سے حال ہی میں یونے کی نوتن مراٹھی پرشالہ میں منعقد کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر شریمتی پرملا ٹوپلے وزیر صحت عامہ و خاندانی بہبود نے ۲ ستمبر کو وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ سے ۱۵،۵۰۰ روپے کی رقم بطور نقد امداد ناگپور کی حالیہ فائرنگ میں ہلاک ہونے والے افراد کے اہل و عیال اور لواحقین نیز دیگر ۸ متاثرہ اشخاص کو تقسیم کی۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

ضلع احمد نگر کے تعلقہ پارنیر میں واقع والے گاؤں بشنڈی اور تعلقہ اکولہ میں اسمبول نے گذشتہ سال چھوت چھات مٹانے کے سلسلے میں عمدہ کام انجام دیکر بالترتیب اول و دوم انعام حاصل کیا۔ ۱۰۰۰ روپے اور ۵۰۰ روپے کی انعامی رقم ان موضع جات کے سرپنچ مسمی سروشری سدا شیو ماپری (والے گاؤں بشنڈی) اور دیوراؤ بھوگلے (اسمبول) کو یوم آزادی پر ضلع کے صدر مقام پر منعقدہ تقریب میں شری بالوراؤ ڈھکنے وزیر مملکت برائے پبلک ورکس نے پیش کی۔

ڈاکٹر شریمتی پرملا ٹوپلے، وزیر صحت عامہ نے ۴ ستمبر کو منترالیہ بمبئی میں مہاراشٹر سکریٹریٹ اینڈ الائیڈ آفیسرز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام "مفت علاج چشم شبر" کا افتتاح کیا۔ وزیر موصوفہ ایک چشمہ کا معائنہ کر رہی ہیں جو اس شبر میں معمولی قیمت پر دیا گیا تھا۔

कार्यालय

کماری مادھوی دروان کو جو پونے ڈویژنل بورڈ کے مئی ۱۹۷۸ء میں منعقدہ ایس۔ ایس۔ سی امتحان دنیا کورس) میں اوّل آئی تھیں حال ہی میں ایک تہنیتی تقریب میں مبارکباد دی گئی جس کا اہتمام ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز حکومت مہاراشٹر کے زیر نگرانی انفارمیشن سینٹر' وادرنے کیا تھا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں کماری مادھوی اس عزت افزائی پر شکریہ ادا کر رہی ہے۔ شری ایم آئی' آر ماتھر ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر (دائیں) اور شری ڈی' ایم جوشی' منیجر انفارمیشن سنٹر ان کے بازو میں بیٹھے ہیں۔

قومی راج

شری چھیدی لال گپتا' وزیر برائے شراب بندی نے ۲۶ ستمبر کو ناگپور میں شراب بندی پر چار روزہ تربیت کے سلسلے میں ایک دو روزہ کیمپ کا افتتاح کیا جس کا اہتمام مشترکہ طور پر ناگپور یونیورسٹی کی نیشنل سروس اسکیم اور اسٹیٹ پروہیبیشن ایجوکیشن ڈائرکٹوریٹ نے کیا تھا دربھر کے لگ بھگ ۱۰۱ کالجوں نے کیمپ میں حصہ لیا تھا. اس موقعہ پر لی گئی تصویر میں شری گپتا حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں.

شری بھاؤ راؤ مولک' وزیر مملکت برائے شہری ترقی ۳۱ راگست کو آل انڈیا لوکل سیلف گورنمنٹ کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے.

شری . ایس ایس اچریکر' صدر گورنمنٹ سنٹرل پریس انڈسٹریل ایمپلائز یونین بمبئی' نیز مہاراشٹر میں گورنمنٹ پریس ورکروں کے رہنما کو ۱۸ ستمبر کو گورنمنٹ سنٹرل پریس' بمبئی میں منعقدہ ایک شاندار تقریب تہنیت میں مبارکباد دی گئی۔ شری اچریکر کو ایشیائی اور اوشینائی ممالک میں طباعتی صنعتوں (گرافیکل انڈسٹریز) کی مزدور انجمنوں کی بین الاقوامی مشاورتی کانفرنس میں شرکت کی دعوت ملی ہے جو تاشقند (روس) میں منعقد ہوگی. اس موقع پر لی گئی تصویر میں شری سوشیل کمار شندے' وزیر برائے محنت' حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں. ڈائس پر (بائیں سے دائیں) شری ایس' اے سیرے' ڈائرکٹر گورنمنٹ پرنٹنگ اینڈ اسٹیشنری' ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا وزیر مملکت برائے محنت' مشہور و معروف مزدور لیڈر اور گورنمنٹ سنٹرل پریس انڈسٹریل ایمپلائز یونین کے قانونی مشیر شری رام مہاڈک' شری ایس ایس اچریکر اور شریمتی اچریکر تشریف فرما ہیں۔ مزدور رہنما شری تل پلے نے تقریب کی صدارت فرمائی۔

چھوٹی صنعتوں کے لئے اعتراض نہیں سرٹیفکٹ

موجودہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو "اعتراض نہیں سرٹیفکٹ" دینے سے متعلق ذیل میں درج شعبے کا کام جائنٹ ڈائرکٹر آف انڈسٹریز بمبئی میٹرو پولیٹن ریجن کو فوری طور پر منتقل کر دیا گیا ہے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے نام میں تبدیلی کے رجسٹریشن سرٹیفکٹ اور اعتراض نہیں سرٹیفکٹ کے موجودہ مقررہ چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کا مقررہ صنعتی علاقوں میں باقاعدگی کے لئے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کا رجسٹریشن کرنا، بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ذریعے موجودہ یونٹوں کا غیر مقررہ علاقوں میں اجازت کے بعد چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کا رجسٹریشن کرنا نیز توسیع /موجودہ چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کا چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی حدود میں ردو بدل۔

تمام موجودہ چھوٹے پیمانے کی صنعتیں جو کہ اعتراض نہیں سرٹیفکٹ، چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے رجسٹریشن اور دیگر امداد کی خواہاں ہیں وہ مذکورہ بالا مقاصد کے لئے مقررہ فارم کے ذریعے جائنٹ ڈائرکٹر آف انڈسٹریز (بی، ایم، آر) سے ان کے دفتر واقع چیر ٹیکنیکل آفس، ورلی بمبئی ۴۰۰۰۱۸ سے رجوع کریں۔

مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے علاوہ دیگر چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے لئے اعتراض نہیں سرٹیفکٹ، درخواستیں انڈسٹریز کمشنر کے دفتر میں موصول کی جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا کے تحت نہ آنے والی موجودہ بڑے پیمانے اور درمیانی پیمانے کی صنعتیں اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی درخواستیں انڈسٹریز کمشنر، نئی ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ بمقابل منترالیہ بمبئی ۳۲ پر قبول کی جائیں گی۔

گیہوں کے بیج کی قیمت فروخت

حکومت مہاراشٹر نے یہ ہدایت جاری کی ہے کہ قومی سیڈز کارپوریشن نیز اس سے قبل حاصل کردہ باقی ماندہ اعلیٰ اقسام کے مستند گیہوں کے بیج کو کاشتکاروں کو ۲۵۵ روپے فی کوئنٹل کے حساب سے فروخت کیا جائے گا جس میں ضلع پریشد کمیشن کے فی کوئنٹل ۲۰ روپے شامل ہیں۔

۲۰ روپے رکھ کر باقی ۲۳۵ روپے ضلع پریشدوں کی جانب سے حکومت کو دیئے جائیں گے۔

نوی راج

وزیر اعظم شری مرارجی دیسائی ۲۱ ستمبر کو پونے میں بینک آف مہاراشٹر کی ۹۰ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر شدہ نئی عمارت کا افتتاح کرنے کے بعد بینک کے چیرمین شری وسنت راؤ پٹ وردھن کو ہار پیش کر رہے ہیں۔ ان کے بائیں جانب وزیر اعلیٰ شری شرد پوار تشریف فرما ہیں۔

یکم اکتوبر سے پرمٹ پر سیمنٹ کی فروخت

حکومت مہاراشٹر نے سیمنٹ کی پرمٹ پر فروخت کو یکم اکتوبر ۱۹۷۸ء سے باضابطہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

سیمنٹ کے خواہش مند دیہی علاقوں کے صارفین متعلقہ تحصیلدار کو درخواست دیں جس کے حلقہ اختیار میں مجوزہ سیمنٹ استعمال کی جائے گی۔

بمبئی اور بمبئی مضافاتی ضلع میں درخواستیں متعلقہ راشننگ علاقہ کے انچارج ڈپٹی کنٹرولر آف راشننگ کو دی جائیں۔

بلڈرز اور ڈیولپرز جو کہ رہائشی یا دفتری عمارتیں تجارتی مقاصد سے تعمیر کرتے ہیں نیز دیگر صارفین کے لئے الگ سے درخواست فارم مقرر کئے گئے ہیں۔

افراد اور ادارے جو مرمت کی غرض سے سیمنٹ چاہتے ہوں وہ مقررہ فارم پر درخواستیں دیں، جس کی نقول اضلاع میں تحصیلداروں کے دفاتر اور بمبئی (مضافات) بمبئی ضلع میں ڈپٹی کنٹرولر آف راشننگ سے مل سکتی ہیں۔

افراد یا ادارے جو اکتوبر۔ دسمبر سہ ماہی کے لئے اپنی سیمنٹ کی ضرورت کا اندازہ لگا سکتے ہیں ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ جلد از جلد درخواستیں داخل کریں تاکہ درخواستوں کی چھان بین ہو کر وقت پر انھیں پرمٹ جاری کیا جا سکے۔

وزیر اعظم شری مُرار جی دیسائی نے
بنک آف مہاراشٹر کی نئی عمارت
میں آراستہ نمائش ملاحظہ کی۔

سیلز ٹیکس انسپکٹران کا دورہ وضاحت

ان شکایات کے جواب میں کہ محکمہ سیلز ٹیکس کے بعض اراکین تجارتی جگہوں پر غیر مجاز طور پر جاتے ہیں۔ ریاست مہاراشٹر کے سیلز ٹیکس کمشنر نے وضاحت کی ہے کہ سیلز ٹیکس انسپکٹران کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب وہ تجارتی مقام کا دورہ کریں تو اپنا شناختی کارڈ دکھائیں اور اپنی آمد کا مطلب واضح کریں۔

اس مقصد کے لئے ریاست کے تمام سیلز ٹیکس انسپکٹران کو ایک خصوصی بااختیاری خط دیا جائے گا جو کہ سیلز ٹیکس افسر یا اسسٹنٹ سیلز ٹیکس کمشنر یا ڈپٹی کمشنر آف سیلز ٹیکس کا جاری کردہ ہوگا۔

کمشنر نے مزید وضاحت کی ہے کہ اگر انسپکٹر ایسے معاملات کی پوچھ تاچھ کرتا ہے جو اس کے اختیاری خط میں درج نہیں ہے تو ڈیلر کو یہ اختیار ہے کہ وہ ایسے انسپکٹر کو مجوزہ اطلاع دینے سے انکار کر سکتا ہے۔

ریاستی آرٹ نمائش

انیسویں مہاراشٹر ریاستی آرٹ نمائش برائے سال ۷۹-۱۹۷۸ء طلبہ اور پیشہ ور فنکاروں کے لئے بالترتیب نومبر ۱۹۷۸ء اور جنوری ۱۹۷۹ء میں الگ الگ منعقد کی جائے گی۔ ایسے افراد جن کی عمر ۱۵ سے ۳۰ سال کے درمیان ہے نمائش میں حصہ لے سکتے ہیں۔

آرٹ طلبہ کے لئے ۱۹ سے ۲۳ نومبر ۱۹۷۸ء تک نمائش کولہا پور میں منعقد کی جائے گی اور پیشہ ور فنکاروں کے لئے یکم جنوری سے ۱۰ر جنوری ۱۹۷۹ء تک جہانگیر آرٹ گیلری میں ہوگی۔

طلبہ اس نمائش میں حصہ لینے کے لئے ۱۶ر اور ۱۷ر اکتوبر کو صبح ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک سرجے جے اسکول آف آرٹ کمپاؤنڈ، دادا بھائی نوروجی روڈ بمبئی کے پتہ پر درخواست داخل کر سکتے ہیں۔

درخواست فارم اور دیگر تفصیلات ڈائرکٹوریٹ آف آرٹ مہاراشٹر اسٹیٹ، اسکول آف آرٹ کمپاونڈ دادا بھائی نوروجی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۱ (فون ۲۶۲۳۱-۳۲۰) سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اسٹیٹ کوآپریٹیو بنک کا عطیہ

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ۱۴ ستمبر کو مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو بنک کو متاثرہ افراد کی باز آباد کاری کے سلسلے میں ۸ لاکھ روپے کی رقم راحت فنڈ میں بطور عطیہ دینے کے لئے مبارکباد پیش کی۔

شری نانا صاحب سپکال چیئرمین، ڈاکٹر ڈبلیو سی شری سری مل مینجنگ ڈائرکٹر آف بنک نے وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ کی مد میں یہ چیک وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔

پنشنرز ایسوسی ایشن کے وفد کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ۱۴ ستمبر کو مہاراشٹر کے پنشن پانے والے افراد کے مسائل پر ہمدردی سے غور و خوض کرنے کی یقین دہانی کی ہے۔

شری جی، ایل لیئے کی سربراہی میں مہاراشٹر پنشنرز ایسوسی ایشن کے ۱۵ رکنی وفد نے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی۔ اس موقعہ پر وفد نے ایک ہزار افراد پر مشتمل ایسوسی ایشن کے پیش کردہ زیر غور مطالبات کے تصفیہ پر زور دیا۔ ان

وزیراعلیٰ، سری شرد پوار نے ۱۲ستمبر کو بمبئی میں واقع، ہولی نیم کیتھیڈرل، میں دلبرٹ کارڈینل گریشس کی میت پر ہار پھول چڑھا کر خاموشی سے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

مطالبات میں اہم ترین پنشن، نئے پنشن کی مراعات کا پرانے پنشن پانے والوں کو بھی فائدے کے اختیار، بشمول خاندانی پنشن نیز ایسوسی ایشن کو تسلیم کرنا شامل ہے۔

وزیراعلیٰ نے اس بات کی یقین دہانی کی کہ ان کے تمام مطالبات کا جائزہ لیا جائے گا اور اس معاملے میں ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے گا۔ اس موقع پر وزیر مالیات شری ایس، بی چوان بھی موجود تھے۔

ملازمین بیمہ اسکیم میں توسیع

ملازمین ریاستی بیمہ اسکیم کو ۱۲ر نومبر ۷۸ء سے بمبئی عظمیٰ علاقے بشمول تھانے کلیان اور الہاس نگر کے دو نئے درجوں کے اداروں میں نافذ کیا جائے گا۔ یہ نئے درجے وہ ہیں جیسے جو کارخانے بجلی سے چلتے ہیں اور ان میں دس یا زائد ملازمین ہیں۔ اس کے علاوہ دوکانوں ہوٹلوں، ریسٹورانوں، سینما اور اخباری اداروں میں بھی اگر ان میں ۲۰ یا زائد ملازمین ہوں۔

پہلی بار اس اسکیم کا نفاذ بمبئی میں ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ اور اب تک یہ اسکیم ۲۰ یا زیادہ ملازمین پر مشتمل بجلی سے چلنے والے کارخانوں پر لاگو ہوتی تھی۔ نومبر ۱۹۷۸ء سے نئے کارخانوں پر اس اسکیم کے نفاذ سے اس اسکیم کی توسیع قابل ذکر ہو جائے گی۔ ... ۳ سے زائد نئے کارخانے جن میں تقریباً ایک لاکھ ملازمین کام کر رہے ہیں۔ اس اسکیم کے تحت آجائیں گے

قومی راج

جس کی وجہ سے مہاراشٹر میں اس اسکیم کے تحت آنے والے بیمہ شدہ افراد کی تعداد ۱۵٫۳۵ لاکھ ہو جائے گی۔ بیمہ شدہ ملازمین کے لواحقین اور کل فائدہ حاصل کرنے والے کل ممبران کا شمار کیا جائے تو تقریباً ۶۰ لاکھ لوگوں پر اس اسکیم کا نفاذ ہوتا ہے۔

اس اسکیم کی تازہ ترین توسیع عموماً چھوٹے کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں پر ہوتی ہے۔ اب ان کو نقد فائدوں کے خلاف یا پیشہ علالت، زچگی یا ملازمت کے دوران وقفہ وغیرہ کے فائدے بھی ملیں گے، بمبئی عظمیٰ میں ان فائدوں کو فراہم کرنے کے لئے ملازمین ریاستی بیمہ اسکیم کارپوریشن کے ۴۴ مقامی دفاتر ہیں۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں مہاراشٹر بھر میں ان مقامی دفاتر سے ۱۶ لاکھ روپے کے نقد فائدے تقسیم کئے گئے۔

بمبئی عظمیٰ میں سے بیمہ شدہ ملازمین اور ان کے خاندان کے ممبران طبی علاج

ی سہولتیں ۲۲۵۰ انشورنس میڈیکل پریکٹیشنرز کے دواخانوں، چھ ملازمین ریاستی بیمہ اسکیم اسپتالوں، ۱۶ اسپیشلسٹ مراکز سے دیگر ضمنی مراعات کے علاوہ حاصل کرسکیں گے۔ سال برائے ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران سہولتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ خاص طور سے ملازمین بیمہ اسکیم کے تحت اسپتالوں کی تعمیر سے ۷۸-۱۹۷۷ء سے قبل ملازمین ریاستی بیمہ اسکیم اسپتالوں کی تعداد بمبئی عظمیٰ میں صرف ۴ تھی اور کل ۱۹۰۰ بستر تھے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۱۲۰۰ بستروں کی گنجائش رکھنے والے دو نئے اسپتال تعمیر کئے گئے اس کے علاوہ دو نئے اسپتال ہر ایک میں ۶۰۰ بستروں کی گنجائش سے تقریباً تیار ہیں۔

ریجنل آفس اسپلائیز اسٹیٹ انشورنس کارپوریشن نے ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ۳۹ کروڑ روپے کے محصول کا اندازہ لگایا ہے۔

۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء تک ملازمین ریاستی بیمہ اسکیم کی توسیع کے تحت ملک بھر میں مزید ۶۰ لاکھ افراد بیمہ کی گئی اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد ۳۵ر۲ کروڑ ہو گئی ہے۔

سمندری گیس کا استعمال مطالعاتی گروپ کی تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے پائپ لائنوں کے ذریعہ گھریلو صارفین نیز رپورٹ میں درج کردہ ۴۵ ٹیکسٹائل ملوں کو سمندری گیس بہم پہنچانے کی تجویز کا جائزہ لینے کی خاطر ایک مطالعاتی گروپ کا تقرر کیا ہے۔

سکریٹری، محکمہ صنعت انرجی اور محنت اس گروپ کے چیئرمین ہیں۔ گروپ کے دیگر ممبران یہ ہیں۔ مل مالکان ادارہ بمبئی کے تمام نمائندے،

شری وی۔ بی۔ شروڈکر ڈپٹی چیف انجینئر بمبئی عظمیٰ میونسپل کارپوریشن، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پٹرولیم، دہرہ دون کے نمائندے، شری ٹی۔ سی چندر شیکھر ڈپٹی منیجر (اسپیشل پروڈکشن) انڈین آئل کارپوریشن بمبئی، نیشنل کمیٹی برائے ماحولی منصوبہ بندی میں رابطہ نئی دہلی کے نمائندہ، راشٹریہ مل مزدور سنگھ، بمبئی کا نمائندہ، شری وجے کمار جنرل منیجر (ٹیکنیکل) سی کوم بمبئی سیکریٹری مہاراشٹر تحفظ بورڈ برائے آبی آلودگی، بمبئی ٹیکسٹائل کمشنر کا نمائندہ بمبئی اور محکمہ ترقیات کا نمائندہ منترالیہ بمبئی، محکمہ صنعت انرجی اور محنت کے جائنٹ سکریٹری حکومت مہاراشٹر اس کمیٹی کے کنوینر ہوں گے۔

تعلیم بالغاں پروگرام کے لئے اسٹیرنگ کمیٹی

حکومت مہاراشٹر نے حکومت کے چیف سکریٹری کی زیر صدارت تعلیم بالغاں پروگرام کے لئے ایک اسٹیرنگ کمیٹی مقرر کی ہے۔

کمیٹی کے دوسرے اراکین یہ ہیں سکریٹری محکمہ دیہی ترقیات، سکریٹری محکمہ تعلیم اور یوتھ سروسز، سکریٹری زراعت، سکریٹری محکمہ صحت عامہ، ڈائرکٹر آف ایجوکیشن (سکریٹری) ڈائرکٹر انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، ڈائرکٹر انسٹی ٹیوٹ آف اڈلٹ ایجوکیشن، صدر بمبئی سٹی سوشل ایجوکیشن کمیٹی، شری بی۔ ایس نائک صدر ضلع پریشد پربھنی، شری بابا سرمور، کستوربا آشرم، موھن امراوتی۔ اور شری بی۔ این۔ راج ہنس، پونے۔

شری وی۔ این دیودھر جو ابھی حال تک نئی دہلی میں 'مہاراشٹر ٹائمز' کے خصوصی نامہ نگار تھے، اب روزنامہ 'ترون بھارت' پونے کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں، انھیں منترالیہ اینڈ لیجسلیچر رپورٹرس ایسوسی ایشن کی جانب سے ۱۵ ستمبر کو بمبئی میں اس اعزاز پر مبارکباد دی گئی، یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

بمبئی میں غریبوں کے لئے رہائشی مکانات کی تعمیر کی حوصلہ افزائی۔

وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے ۱۵ ستمبر کو سرکار کی جانب سے بمبئی عظمیٰ میں غریبوں کے لئے رہائشی مکانات کی تعمیر کی حوصلہ افزائی کی یقین دہانی کی۔

بلڈرز اینڈ ڈیولپرز ایسوسی ایشن کے نمائندوں کی ایک میٹنگ کو خطاب کرتے ہوئے وزیراعلیٰ نے فرمایا کہ سرکار کا مقصد مکمل طور پر تعمیرات کے کام کو بمبئی عظمیٰ میں بند کر دینے کا ہرگز نہیں ہے۔ البتہ ایسوسی ایشن کے مطالبات کے تئیں حکومت کا رویہ تعمیراتی سرگرمیوں سے غریبوں اور پچھڑے ہوئے افراد کو فائدہ پہنچانے کا ہوگا۔ ایسوسی ایشن کے مطالبات مثلاً حدبندی ایکٹ میں نرمی، جھونپڑ پٹیوں کے فلاحی کام وغیرہ کا جائزہ لیا جائے گا۔

وزیر شہری ترقیات شری ہشو ایڈوانی، وزیر برائے پبلک ورکس شری جگناتھ راؤ جادھو، وزیر مملکت برائے داخلہ شری بھائی ویدیا، وزیر مملکت برائے شہری ترقیات شری بھاؤ راؤ ملک، اور متعلقہ محکمہ جات کے سکریٹریز بھی اس میٹنگ میں موجود تھے۔

یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ جیسے مسائل پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔ اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' ۱۵واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰۰

اشتہارات کے نرخ

'قومی راج' میں اشتہارات مندرجہ ذیل شرح سے قبول کئے جائیں گے

سرورق ۲	... ...	ایک ہزار روپے
سرورق ۳	... ...	ایک ہزار روپے
سرورق ۴	... ...	پندرہ سو روپے

اندرونی صفحات:

پورا صفحہ	... ...	پانچ سو روپے
آدھا صفحہ	... ...	تین سو روپے
چوتھائی صفحہ	... ...	ایک سو پچھتر روپے

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال وجواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۳۲-۴۰۰

"شراب اور منشیات کئی پہلوؤں سے بے حد نقصان رساں ہیں۔ اتنا نقصان تو ملیریا اور ایسی ہی دوسری بیماریوں سے بھی نہیں پہنچتا، کیونکہ موخرالذکر تو صرف جسم ہی کو نقصان پہنچاتی ہیں لیکن اوّل الذکر جسم اور رُوح دونوں ہی کو فنا کر دیتی ہے۔"

— مہاتما گاندھی —

موہن ماٹل، حسن ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی میں چھپوا کر شائع کیا

قومی راج

۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۸ء

سحر انگیز - فلم نگری

۵۰ پیسے

▲ فلم "نیا بکرا" کی فلم بندی کے لئے فلم نگری میں تعمیر کردہ ایک سیٹ

فلم نگری میں واقع اسٹوڈیوز، رہائشی کمروں، ورکشاب و دیگر عمارات کی ایک جھلک۔ ▼

قومی راج

جلد ۵   ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء   شمارہ ۲۰

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

زرِ سالانہ: دس روپے فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبد الغفور (آئی. اے. ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم. ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خان
سب ایڈیٹر: عبد الوحید خان جامی

سخنہائے گفتنی

قومی راج کا پچھلا شمارہ جو شراب بندی خصوصی نمبر تھا آپ کے ہاتھوں تاخیر سے پہنچا جس کی وجہ دسہرہ کی تعطیل اور پریس کی مشینوں کی خرابی رہی. ادارہ کو افسوس ہے حالانکہ ایسا شاذ ہی ہوتا ہے کہ قومی راج کی طباعت میں تاخیر ہوئی ہو. ہمیں امید ہے کہ قارئین فراخدلی سے اس تاخیر کو گوارہ کریں گے.

زیرِ نظر شمارہ خاص طور سے بمبئی کی فلم نگری کے بارے میں گوناں گوں دلچسپیاں لئے ہوئے ہے. فلم نگری جو کہ مہاراشٹر کے صدر مقام اور ہندوستان کے ہالی ووڈ بمبئی میں قائم کی گئی ہے نہ صرف ملک میں بلکہ بیرونِ ملک میں کافی شہرت پاگئی ہے. اسی تاثر کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ وی. شانتارام سے ملاقات کریں گے. وی. شانتارام سے انٹرویو فیروزہ خان کی محنت کا ثمرہ ہے. یہ وہی شانتارام ہیں جو ہمارے ملک کے صفِ اوّل کے ہدایت کار مانے جاتے ہیں. فلم نگری سے متعلق خاص طور پر رنگین تصاویر شامل ہیں جو یقیناً آپ کے لئے جاذبِ نظر ہوں گی.

اس مرتبہ "ہمارے شہر اور ہمارے قصبات" میں آپ پونے کی سیر کریں گے جو مہاراشٹر کا تاریخی اور صنعتی شہر ہے اور جہاں بےشمار تعلیمی ادارے بھی ہیں.

ادبی صفحات میں ایک مقالہ "پربت وہ سب سے اونچا..." شری گلزار زتشی (دہلوی) کا تحریر کردہ ہے، جس میں انھوں نے ہمالیہ اور گنگا کو لاحق بیوکلائی خطرات سے آگاہ کیا ہے. اسی کے ساتھ نظمیں اور غزلیں بھی ہیں.

خواجہ عبد الغفور

قارئین کی رائے

محمد رضی الدین معظم ۔ ۶۶۸۔ رحیم منزل، شاہ گنج، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲ (اے پی)

میں اپنے محبوب وطن میں بسنے والے ہر فرد کو، خواہ وہ آندھرا پردیش کا ہو یا مہاراشٹر کا۔ کرناٹک کا ہو یا تاملناڈ کا۔ آواز دیتا ہوں کہ وہ "قومی راج" کے صفحات کو اپنے احساسات و اپنی آراء کا مکمل ترجمان بنانے میں پورا پورا تعاون کرے۔

سچ تو یہ ہے کہ "قومی راج"، علمی، ادبی، ثقافتی، تفریحی اور تہذیبی سرگرمیوں کا عکسِ جمیل ہی نہیں بلکہ ہر دُکھ درد کا شریک اور رفیق بھی ہے۔

آج سرزمینِ ہند کا ہر فرد وقت کے قدموں کے ساتھ قدم ملا کر چلے گا کیوں کہ ہماری اس پاک سرزمین کے انقلاب کی گود میں پلتا ہوا ہر ذرہ "ہندوستانی" کا دامن کھینچ کھینچ کر پکار رہا ہے۔

قومی راج کا تازہ شمارہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۸ء زیرِ نظر ہے۔ اس شمارے میں تمام پسندیدہ عنوانات کے علاوہ کچھ عنوانات کا اضافہ بھی ملا۔ مجھے قوی توقع ہے کہ ترمیم و اضافہ شدہ حصہ زیادہ جامع، زیادہ معیاری اور افادی ثابت ہوگا۔

"خیرسگالی"، "ہیلن کیلر" اور "مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی سرگرمیاں" شمارہ کی جان ہیں۔ باقی سب تخلیقات بھی کچھ کم نہیں۔ خداوند کریم مرتبین کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔

•

طرفہ قریشی ۔ مومن پورہ۔ ناگپور ۱۸

'قومی راج' شمارہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۸ء موصول ہوا۔ اس مرتبہ تصاویر کے التزام کے ساتھ ساتھ مضامین کے انتخاب میں بھی بڑا تنوع ہے۔ خصوصیت کے ساتھ "خیرسگالی" ۔ "میری شاعری کا پس منظر" ۔ اور "چند تاثرات" سیر حاصل مضامین ہیں۔

"خیرسگالی" میں خواجہ عبدالغفور صاحب نے فیض احمد فیضؔ کی قلندرانہ شخصیت کی بہترین عکاسی کی ہے۔ سکندر علی وجدؔ نے "اپنی شاعری کے پس منظر" میں اپنے ماضی کا بہت عمدہ ماحول پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر خلیل اللہ خاں صاحب نے مولانا عبدالماجد دریابادی کی بزرگانہ شخصیت کو نہایت اچھے اسلوب کے ساتھ دکھایا ہے۔ ایسے مضامین 'قومی راج' میں آئندہ بھی بالالتزام شائع ہوتے رہیں تاکہ نئے ادیبوں کو صحیح انشا پردازی کا ڈھنگ نصیب ہو۔

عیدالفطر اور دیوالی کے موقعوں پر عوام کے علاوہ حکومت کے اعلیٰ افراد بھی قومی یک جہتی کے جذبے کے ساتھ ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے رہیں تو ملک سے "من و تو" کی لعنت ہمیشہ کے لئے ختم ہوسکتی ہے۔

اس مرتبہ ہمارے صوبے کے وزیرِ اعلیٰ شری شرد پوار صاحب کی جانب سے عید ملن کا استقبالیہ عشائیہ قابلِ مبارکباد ہے۔

•

ڈاکٹر سخاوت شمیم ۔ ۴۶، ریذیڈنٹ ڈاکٹرز ہوسٹل، جے پور ۴

۱۰ ستمبر کا پرچہ سامنے ہے۔ سرورق ایک کمنٹری بھی ہے اور دیدہ زیب بھی۔ پرچہ ادبی مضامین سے بھرا پڑا ہے۔ چلئے اس طرح ادب کی مستقل مانگ کرنے والوں کو تسکین پہنچے گی۔

"خیرسگالی" عنوان کے تحت فیض احمد فیضؔ کا خاکہ بہت پسند آیا۔ اس طرح ایک تازہ غزل بھی پڑھنے کو ملی۔ ہیلن کیلر کا تعارف اور نظم 'خراجِ عقیدت' بھی پسند آئے۔ طباعت اور ایڈیٹنگ کا تو کیا کہنا۔

•

محبوب راہی ۔ برسیتا کلی، اکولہ (مہاراشٹر)

'قومی راج' ۱۰ ستمبر پیشِ نظر ہے۔ سرورق اور درمیانی صفحات پر مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (MIDC) کی دلکش دیدہ زیب، جاذبِ نظر اور آنکھوں کو چکاچوند کر دینے والی خوش رنگ تصاویر اس قدر دلآویز ہیں کہ بس دیکھتے ہی رہیئے اور سیری نہ ہو۔ یقین مانئے فخر سے سر اونچا ہوگیا کہ بھارت ورش کا یہ رسالہ روس یا امریکہ کے کسی بھی خوبصورت سے خوبصورت رسالے کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ یقیناً یہ ہمارے قومی وقار میں اضافے کا باعث ہوگا۔ سخت احسان ناشناسی اور کفرانِ نعمت کے مترادف ہوگا، اگر محبانِ اُردو حکومت مہاراشٹر کے اُردو کے لئے اس منصفانہ اور فراخدلانہ رویے پر ہدیۂ تشکر پیش نہ کریں۔ حکومتِ مہاراشٹر اس میدان میں بھارت کی تمام ریاستوں پر سبقت لے گئی ہے۔

قومی راج کے ذریعہ اربابِ اُردو کو حکومت کی سرگرمیاں، صنعتی، زراعتی اور تعلیمی میدانوں میں حکومتِ مہاراشٹر کے ترقیاتی اقدامات اور ریاست کے تازہ ترین حالات سے مختلف عنوانات کے تحت معلومات ملتی ہیں۔ اور ادھر کچھ دنوں سے تو قومی راج میں بڑی خوشگوار تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ قابلِ ذکر یہ کہ شعر و ادب کے لئے بھی اس کے صفحات میں گنجائش نکال لی گئی ہے۔ حالانکہ تنگیٔ داماں کی شکایت ہنوز باقی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر 'قومی راج' میں مہاراشٹر میں ہونے والی قابلِ ذکر علمی و ادبی سرگرمیوں پر گاہے گاہے مختصر جائزے بھی پیش کئے جائیں۔ کچھ حصہ اُردو افسانے، منظومات، ادبی مقالات اور تنقیدی و تحقیقی مضامین کے لئے مستقلاً مختص کر دیا جائے۔ اندرونِ مہاراشٹر کے ان گمنام لیکن باصلاحیت شعراء و ادباء کو منظرِ عام پر لایا جائے جو گروہ بندیوں اور اقرباء پروریوں کی وجہ سے قعرِ گمنامی میں پڑے ہیں۔

••

وزیرِ اعلیٰ شری شرد پوار نے ۱۶ اکتوبر سے شروع ہونے والے خاندانی بہبود پندھرواڑے کے موقع پر اپنے خاص پیغام میں اس بات کی ضرورت جتائی کہ آبادی میں غیر محدود اضافے کو روکا جائے نیز عام آدمی پر کنبے کو محدود رکھنے کی اہمیت واضح کی جائے۔

وزیرِ اعلیٰ نے فرمایا کہ حکومت نے عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے مختلف ترقیاتی اسکیمیں جاری کی ہیں۔ زراعتی اور صنعتی دونوں میدانوں میں پیداوار خوب بڑھی۔ بہرحال لوگ اس ترقی کا پوری طرح پھل نہ پاسکے، کیونکہ ایک طرف غذائی پیداوار میں اضافہ اور دوسری طرف شرح آبادی میں اضافہ کی رفتار برابر نہ تھی۔

جہاں تک مہاراشٹر کا تعلق ہے خاندانی فلاح و بہبود کے میدان میں اس کی کارگذاری قابلِ اطمینان رہی اور ریاست نے گیارہ مرتبہ قومی انعامات حاصل کئے بہرحال گذشتہ دو سال سے ایسا لگتا ہے کہ لوگ اس پروگرام کو نظرانداز کرنے لگے ہیں لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں میں اس پروگرام سے پھر وہی دلچسپی پیدا کی جائے جو نہ صرف قوم کی فلاح و بہبود بلکہ خود ایک فرد کے حق میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

کوئی بھی دھرم یا مذہب خاندانی فلاح وبہبود کا مخالف نہیں ہے۔کوئی بھی ماں باپ یہ نہیں چاہتے کہ غربت کے سبب ان کے بچے اَن پڑھ رہیں اور زندگی مصیبت سے گذاریں۔ لہذا یہ پروگرام بھی اسی مقصد سے بنایا گیا ہے

وزیرِ اعلیٰ نے یہ واضح کیا کہ خاندانی فلاح و بہبود کا پروگرام کنبہ کو چھوٹے سے چھوٹا رکھنے تک محدود نہیں ہے اب اسے اور وسیع کرکے پُراُمید ماؤں اور نومولود بچوں کی طبّی دیکھ بھال اور بہتر خدمات صحت کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

آپ نے آخر میں یہ گذارش کی کہ اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں نہ صرف محکمۂ فلاح وبہبود بلکہ تمام سرکاری محکمے، سماجی اور سیاسی رہنما، مزدور انجمنیں، تعلیمی اور سماجی خدمات کے ادارے اور خواتین اور نوجوانوں کی جماعتیں حکومت کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔"

پونے

— • ایس کے دیشپانڈے
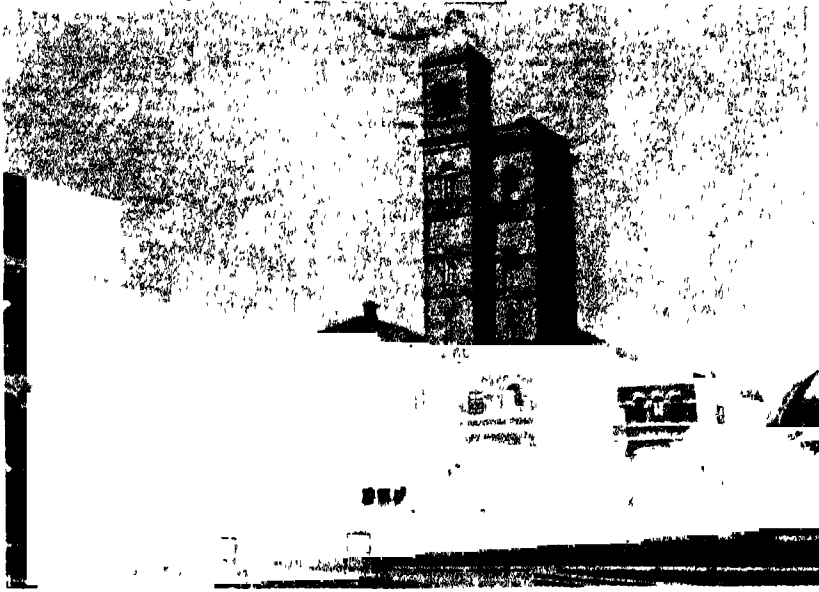
پونے یونیورسٹی کا ایک منظر

ہندوستان کے مختلف شہروں میں پُونے جیسے چند ہی شہر ایسے ہیں جو اپنے قدیم ثقافتی، تاریخی، تعلیمی و تحقیقی روایات پر آج بھی قائم ہیں۔ پونے کی خوشگوار آب و ہوا نے اسے ایک ایسی انفرادی حیثیت بخشی ہے جو آج بھی پُونے والوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ موجودہ دور کے صنعتی پھیلاؤ نے پونے کو ایک نئی شکل عطا کی ہے۔ ہندوستان کے نقشے پر بمبئی۔ پونے کے صنعتی علاقوں نے خاص اہمیت حاصل کی ہے۔ وہ مقام جہاں پر سکون اور اطمینان کا دور دورہ تھا آجکل مشینوں کے شور سے گونج رہا ہے۔ وہ لوگ جو پُرسکون ماحول کے پروردہ تھے آج بھی اس کے متلاشی ہیں۔

محل وقوع :

پُونے سطح مرتفع دکن پر سطح سمندر سے ۵۰۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے خُشک آب و ہوا، معتدل بارش اور خوشگوار موسم سرما۔ ماہ مئی جو عام طور سے پورے مہاراشٹر میں گرم ہوتا ہے' پونے میں بڑا خوشگوار گذرتا ہے

قومی راج

برسات کے چند چھینٹے اس ماہ کو اور خوشگوار بنا دیتے ہیں۔ تاہم یہ امر بھی تسلیم شدہ ہے کہ سیمنٹ کی پختہ تعمیرات سے یہاں کی آب و ہوا پر بھی اثر پڑا ہے اور سبزہ زار نابود ہوتے جا رہے ہیں۔

تاریخی نقطۂ نظر سے اس شہر کی دوبارہ تعمیر ۱۷ویں صدی کے وسط میں مراٹھا سلطنت کے بانی کے ہاتھوں ہوئی۔ اس وقت بیجاپور پر مغلوں کے پے در پے حملوں کی وجہ سے پونے اور اس کے اطراف کے علاقے برباد اور بنجر ہو چکے تھے۔ شیواجی مہاراج نے اس برباد شدہ علاقے کی حکمرانی سنبھالی اور سب سے پہلے رہائش کے لئے قصبہ پیٹھ قائم کیا۔ جس کا نام قصبۂ 'پونے' رکھا گیا۔ یہی پیٹھ آجکل پُونے شہر کو مختلف محلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ جو اس عظیم رہنما کے مرہونِ منت ہیں۔ شیواجی مہاراج نے "لال محل" تعمیر کرایا آج کا جیجا ماتا ادیان انھیں دنوں کی ایک یادگار ہے۔

پونے کا پھیلاؤ اور بعد ازاں نئے نئے پیٹھوں کا قائم کیا جانا بھی تاریخی اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے پونے کی تسخیر کے وقت ایک پیٹھ اور قائم کیا جو آجکل بُدھوار پیٹھ کے نام سے مشہور ہے بیجاپور کے حکمرانوں کی طرف سے شائستہ خاں کو شیواجی کو شکست دینے کی مہم پر روانہ کیا گیا۔ وہ مقام جہاں شائستہ خاں ٹھہرے تھے منگلوار پیٹھ کے نام سے مشہور ہوا۔ باجی راؤ پیشوا اول نے ۱۶۳۴ء میں شکروار پیٹھ اور بعد ازاں ان کے فرزند نانا صاحب پیشوا نے وٹھل (گروار) پیٹھ بسایا۔ وٹھل نام اس

پونے یونیورسٹی میں واقع
جیکر لائبریری کی عمارت

علاقے کے وِیٹّل مندر سے اخذ کیا گیا ہے جہاں پر پیشوا اکثر جایا کرتے تھے۔ نانا صاحب پیشوا نے ۱۷۵۵ء میں ناگیش پیٹھ بھی قائم کیا۔ سداشیو پیٹھ قائم کرنیوالے سداشیوراؤ بھاؤ جیالے مراٹھے ہیں جنھوں نے پانی پت کی جنگ میں وفات پائی۔ پونے کے مختلف علاقوں اور پیٹھوں کی یہ ایک تاریخی اہمیت ہے۔

تعلیمی مرکز:

ایک زمانے سے پونے درس و تدریس کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کے کئی تعلیمی اداروں نے ملک گیر شہرت حاصل کی کیونکہ ان سے عظیم سیاستداں اور سماجی مصلح جیسے لوکمانیہ تلک، آگرکر، ڈھونڈو کیشو کروے، گوپال کرشن گوکھلے، مہاتما جیوتی با پھلے، وابستہ رہے ہیں۔ یہ تمام بلند پایہ مدبر تھے جو تعلیمی اداروں کے ذریعہ اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے خواہشمند تھے۔ تعلیم نسواں کے سلسلہ میں آگرکر، کروے اور پھلے کے نام فراموش نہیں کئے جا سکتے۔ تعلیم نسواں تحریک ملک میں پھیلانے کے لئے پونے کی انہی تینوں عظیم شخصیتوں نے صعوبتیں برداشت کیں۔

آج پونے کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اس میں ہر قسم کے تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ ان اداروں میں آرٹس۔ سائنس۔ کامرس۔ انجینئرنگ۔ میڈیکل۔ زراعت کے ساتھ اور کئی مضامین میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اداروں کے علاوہ گوکھلے انسٹی ٹیوٹ آف پالیٹکس اینڈ اکنامکس، بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ویدک سمشودھن مندر، بھارت اتہاس سنشودھک منڈل، دکن کالج آف لاء، فلم انسٹی ٹیوٹ قسم کے اور بھی مختلف ادارے ہیں جنھوں نے نہ صرف ملک گیر بلکہ عالمگیر شہرت حاصل کی ہے۔

حالانکہ تعلیمی رجحان آزادی کے بعد سے بڑھ گیا ہے مگر پونے میں تعلیمی سرگرمیاں بڑے عرصے سے جاری تھیں جس کا پتہ اس امر سے بھی چلتا ہے کہ یہاں کے کئی تعلیمی اداروں نے اپنے صد سالہ جشن بھی منا لئے ہیں۔

ربع صدی پہلے پونے عام طور سے طلباء اور پنشن یافتہ لوگوں کا شہر سمجھا جاتا تھا۔ پنشن یافتہ لوگوں کے لئے پونے کی خشک و معتدل آب و ہوا اس قدر موافق تھی کہ وہ اپنی بقیہ زندگی سکون اور اطمینان کے ساتھ گذارنے یہیں پر آتے تھے۔

مگر اب حالات میں بتدریج تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہے۔ پونے اور اس کے اطراف میں صنعتی پھیلاؤ بڑے پیمانے پر نمایاں ہے۔ اب شہری زندگی کا دستور ہی تبدیل ہو چکا ہے اب ہر صبح ہزاروں سائیکل سوار اپنے اپنے کارخانوں کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اب پونے طلباء اور پنشن یافتہ لوگوں کا شہر نہیں رہا۔ اب وہ ممبئی پونے صنعتی علاقہ بن چکا ہے۔ درحقیقت ہندوستان میں ایسے شہر بہت کم ہیں جہاں دولت اور تعلیم ساتھ ساتھ ہوں۔ پونے ایسے ہی شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ جہاں ہمیں تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے کارخانے بھی ملتے ہیں جن کی شہرت دور دور تک پھیل چکی ہے۔

صنعتی ترقی:

پونے اور اس کے اطراف میں تقریباً ایک ہزار آٹھ سو فیکٹریاں ہیں جو پمپری چنچوڈ، بھوسری اور ہڑپسر کے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان فیکٹریوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر فیکٹریاں مثلاً ایمونیشن فیکٹری اور ہندوستان اینٹی بایوٹکس۔ یہاں کی فیکٹریوں میں بنائی گئی مشینیں، پنکھے، گنز، دیگر ملکوں میں بھی کافی مقبول ہیں۔ پچھلے ۲۰ اور ۲۵ سالوں کے درمیان

دکن کالج، پونے

یہاں جتنی بھی فیکٹریاں قائم ہوئی ہیں ان میں سے زیادہ سے زیادہ ممبئی ۔ پونے انڈسٹریل بیلٹ میں ہیں۔ پونے کی شہرت میں چار چاند لگانے کا سہرا، کوپر انجینئرز، کرلوسکر آئل انجن، بجاج آٹو، سواسنک ربر، گرواری نیلون اور بے شمار دیگر چھوٹی بڑی فیکٹریوں کے سر ہے جن کی وجہ سے پونے کی سماجی، سیاسی اور ثقافتی زندگی پر بھی گہرا اثر پڑا ہے۔ اولین صنعت کاروں میں سردار دوراب جی پدمجی اور سردار نوروجی پدمجی کا نام سرِ فہرست ہے۔ جنھوں نے پونے میں ۱۸۸۵ء میں دکن پیپر مل قائم کی۔ شری اننت راؤ بھاؤ گوڈامبے نے ۱۸۸۸ء میں تانبے اور پیتل کے تار بنانے کا کارخانہ قائم کیا اور ۱۸۹۳ء میں سیٹھ بندو مل بال مکند نے راجہ بہادر مل قائم کی۔

پونے آنے والے سیاحوں کو اس بات کا احساس ضرور ہوتا ہوگا کہ یہاں کے باشندوں کو مختلف ادارے قائم کرنے کا بہت شوق ہے۔ یہاں پر تعلیمی اداروں کے علاوہ کھیل کود کے ادارے بھی ہیں۔ ہائی کنگ کلب بھی ہیں اور جنگلی جانوروں کے تحفظ کے لئے بھی ادارے قائم ہیں۔

ان اداروں کے ساتھ ساتھ یہاں کچھ ایسے بھی مقامات ہیں جن کا تذکرہ کرنا بھی لازمی ہے۔ راجہ کیلکر میوزیم انھیں میں سے ایک ہے۔ اس میوزیم میں ہندوستان کی قدیم تہذیب کے بہترین نمونے جمع کئے گئے ہیں جو سب ذاتی طور پر شری ڈنکر کیلکر کے جمع کئے ہوئے ہیں۔ یہ میوزیم راجستھانی طرز پر تعمیر کئے گئے ایک مکان میں قائم ہے۔ جس میں ۳۶ مختلف حصے ہیں۔ ہر حصہ میں مختلف نمونے محفوظ کئے گئے ہیں۔ اس میوزیم میں دو ہزار سال پرانے مندر کے دروازے ہیں۔ سترہویں صدی کے ظروف، پینٹنگ اور سر دلے بھی جمع کئے گئے ہیں۔ جن کی نمائش بہترین طریقے سے کی گئی ہے۔ ایک حصہ صرف چراغوں کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔ جہاں صدیوں پرانے چراغوں کی نمائش بڑے سلیقے کے ساتھ کی گئی ہے

پونے میں شنوار واڑہ ایک جگہ کا نام ہے۔ اس مقام کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ اسے باجی راؤ اول نے تعمیر کیا تھا جو بعد ازاں پیشواؤں کے وقت طاقت کا گڑھ بن گیا تھا۔ اس کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ یہاں پر بڑے بڑے جلسے ہوا کرتے ہیں۔ تحریک آزادی کے دوران اس جگہ سیاسی جلسے ہوا کرتے تھے جہاں سے ملک کے بڑے بڑے رہنماؤں نے عوام سے خطاب کیا۔

پاروتی ہل بھی باجی راؤ اول کی تعمیر کردہ ہے۔ آجکل بچے، بوڑھے اور جوان سب ہی روزانہ یہاں جاتے رہتے ہیں۔ پہاڑی پر پہنچ کر پونے اور اطراف کی پہاڑیوں کا منظر بڑا دلآویز معلوم ہوتا ہے۔

آغا خاں کا محل بھی یہیں ہے جس نے سیاسی شہرت حاصل کی ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں مہاتما گاندھی اور کستوربا کو اس وقت نظر بند کیا گیا تھا، جب انھوں نے انگریزوں سے "ہندوستان چھوڑ دو" کا مطالبہ کیا تھا۔

پونے کی خوبصورتی میں اضافہ کرنے کے لئے پیشوا پارک، سمبھاجی پارک، امپرس گارڈن، بندھ گارڈن قابلِ ذکر ہیں۔

یہی نہیں بلکہ پونے کے اطراف میں سنہا گڑھ واقع ہے جہاں شیواجی کے نائب تاناجی نے اپنی زندگی ختم کر دی۔ وانا واڑی میں مہادجی شندے کی چھتری ہے۔ دیہو، تکارام مہاراج کا وطن ہے۔ اور آلندی میں سنت گیانیشور کی سمادھی ہے۔ یہ تمام مقامات پرکشش ہیں۔

عوام کی سماجی زندگی پر شہر میں واقع مندروں کا کافی اثر ہے۔ شہر میں بے شمار مندر ہیں جن کی تعداد معین نہیں کی جا سکتی۔
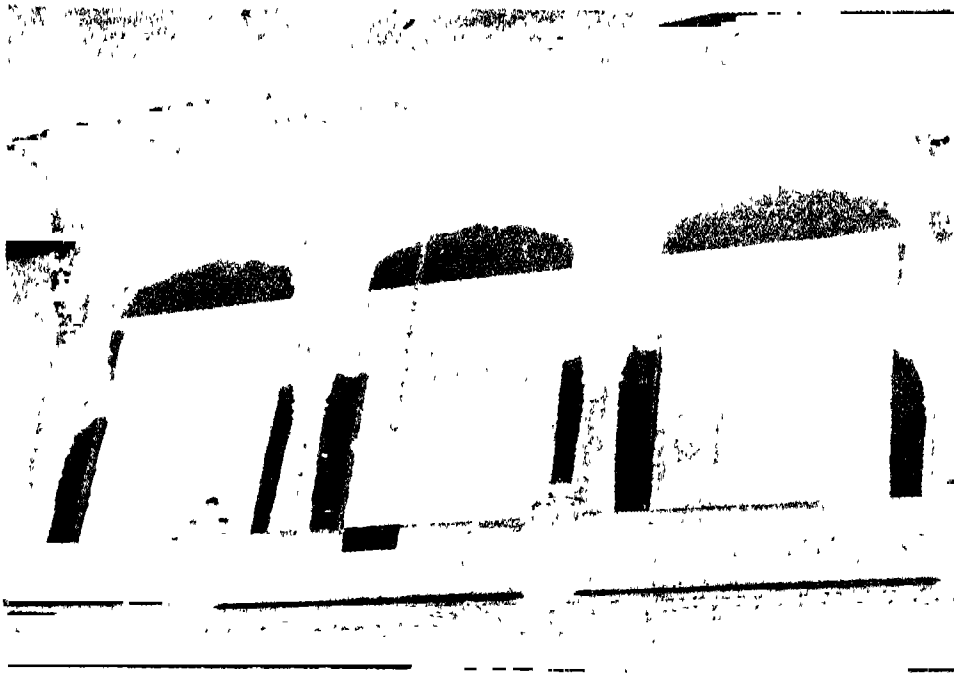
'شنتانی محل'
جو
کوتھرڈ سے
راجہ کیلکر میوزیم
لایا گیا۔

طرزِ زندگی:

عام طور سے مشہور ہے کہ پونے کے لوگ امن پسند واقع ہوئے ہیں۔ اور یہ صحیح بھی ہے لیکن اس وقت جب ملک پر خطرے کے بادل منڈلاتے ہیں تب یہاں کے تمام لوگ ایک ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں' ان کے دل جذبۂ حب الوطنی سے لبریز ہیں۔ آزادی حاصل کرنے کی سیاسی جد و جہد نے لوگوں کے حوصلے بلند کر دیئے ہیں۔ سیاسی بیداری کے لئے لوکمانیہ تلک نے "گنیش اُتسو" یہاں پر ہی شروع کیا۔ لوکمانیہ تلک نے اسی شہر سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی اور اپنے اخبار "کیسری" کو اپنا آلۂ کار بنایا۔

مولا اور موٹھا ندیوں کے کنارے آباد پونے شہر مہاراشٹر کی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ جہاں سے تعلیم کی شعاعیں دُور دُور کے دیہاتوں کو منور کرتی ہیں۔

پونے شہر کی تاریخ میں مندرجہ ذیل تاریخیں قابلِ ذکر ہیں:

۷۵۴ء۔ پونے "پنیہ وِشیا" کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔
۶۰۰ء۔ پونے کا نام دوبارہ قصبہ۔ پونے رکھا گیا۔
۱۶۵۶ء۔ شیواجی مہاراج نے راج پاٹ سنبھالا۔
۱۷۱۴ء۔ پیشواؤں کا راج شروع ہوا۔
۱۸۱۸ء۔ انگریزوں کی حکومت شروع ہوئی۔
۱۸۵۶ء۔ پونے۔ ممبئی ریل شروع ہوئی۔
۱۸۵۷ء۔ پونے میونسپلٹی قائم ہوئی۔
۱۸۶۹ء۔ ساسون اسپتال قائم ہوا۔
۱۸۸۶ء۔ میرج۔ پونے ریل شروع ہوئی۔
۱۹۵۲ء۔ پونے یونیورسٹی اور نیشنل ڈیفنس اکاڈمی قائم ہوئی۔
۱۹۵۳ء۔ آل انڈیا ریڈیو کا پونے اسٹیشن قائم ہوا۔

تلخیص: ریاض احمد خاں

وارانا نگر: دیہات کی قلبِ ماہیت کے سلسلے میں ایک زبردست کوشش

—— شری جی۔ بی گوجر (ایڈیٹر لوک اجیہ، انگلش)
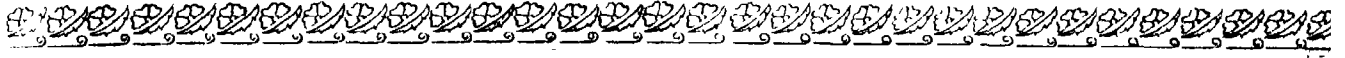
یہ داستان ہے وارانانگر کی۔ کوآپریٹو بنیاد پر قائم کردہ ایک اعلیٰ درجے کی زرعی، صنعتی، تعلیمی اور ثقافتی کارگاہ، جس نے مختلف عوامل کی یک جہتی سے دیہی نشوونما کی قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔

شری مہادیو پاٹل، وارانگر کوآپریٹو شوگر فیکٹری میں -/۲۵۰ روپے کا ایک شیئر خریدنا چاہتے تھے، لیکن اس رقم کا جمع کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی اور یہ رقم انھیں قرض پر بھی نہیں مل رہی تھی۔ لیکن آج وہ گنے اور انگور کے ایک دولت مند کاشتکار ہیں اور ان کی سالانہ آمدنی پانچ لاکھ روپے کی حیرت زدہ کر دینے والی رقم تک جا پہنچی ہے۔ شری پاٹل اگرچہ غیر تعلیم یافتہ ہیں، انھوں نے گنا اور انگور کی کاشت پر جدید ترین کتابیں پڑھنے اور ٹیکنیکل معلومات جمع کرنے کے لئے تعلیم یافتہ لوگوں کو ملازم رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی مجلس ہو یا اجلاس، سیمینار ہو یا سمپوزیم، وہ اپنی تقریر سے سامعین کو گھنٹوں مسحور رکھنے کے اہل ہیں۔

ایک حجام کے لڑکے نے وارانا نگر مہاودیالیہ سے ایم۔ ایس سی میں درجۂ

وارانا نگر کے بال ودیا ورندا، نے نہ صرف وارانا نگر بلکہ تمام ملک کا نام روشن کیا ہے۔

۵ سے ۱۶ سال کی عمر کے بچے آرکسٹرا میں ۲۵ مختلف ساز استعمال کرتے ہیں جن میں سنتور، جلترنگ، ستار اور مغربی ساز جیسے بینجو اور اسپینی گٹار وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

اول حاصل کیا اور اب وہ مہاودیالیہ کا ایک پروفیسر ہے۔ وہیں کے کنزیومر اسٹور میں کاؤنٹر پر کام کرنے والی سیلس گرل ایک جھاڑو دینے والے کی لڑکی ہے۔

زندگی کے طور طریقوں میں یہ بے پناہ جست، اور وہ بھی صرف ایک نسل کی ارتقائی مدت میں، وارانانگر کی دیہی سوسائٹی میں ایک انقلابی کیفیت پیدا کر چکی ہے۔

یہ معجزہ کیسے ظہور پذیر ہوا؟ دیہی حلقے کے باشندوں کی پوشیدہ قوتیں دیہات کی کایا پلٹ کرنے کے لئے کیونکر منظم کر دی گئیں؟ جیسے کسی کے پاس سچ مچ کوئی نسخۂ کیمیا رہا ہو، جس کے ذریعہ معمولی دیہاتیوں کو زبردست پیداواری پُرزوں میں ڈھال دیا گیا ہو!

یہ باتیں سب کی سب مُہم جوئی کے دلچسپ افسانے ہیں جن کا آغاز شری تاتیا صاحب کورے کی قیادت کے تحت وارانانگر میں ایک کوآپریٹو شوگر فیکٹری کے قیام سے ہوا۔ شری کورے نے وارانانگر کے ۶۶ گاؤں میں بسنے والے غریب و بیکس دیہاتیوں سے ۱۰ لاکھ روپے کا سرمایہ جمع کیا۔ فیکٹری یکم نومبر ۱۹۵۹ء کے دن سے پیداوار اگلنے لگی۔ سنت تکارام کا مشہور ابھنگ، لوگوں میں ایک عجیب کیف پیدا کر رہا تھا، جس کا مفہوم ہے:

'باہمی تعاون سماج کی جان ہے لیکن اس کے لئے صحیح راستہ اختیار کرنا ضروری ہے'

ز اتفاق مگس شہد می شود پیدا
خدا چہ لذتِ شیریں در اتفاق نہاد

اس کامپلیکس کے تمام افراد، چھوٹے بڑے، مرد اور عورت، سبھی اس کیف سے سرشار تھے اور اسی سے انھوں نے اس کام میں روحانی سرور حاصل کیا۔

۱۹۶۰ء سے پہلے، وارانا گھاٹی کی کسمپرسی بہت دلدوز تھی۔ پورا علاقہ انتہائی غربت سے نڈھال تھا۔ چوری، ڈاکہ زنی اور قتل روزانہ کا معمول تھا۔ یہ گھاٹی بھاگے ہوئے مجرمین کی من چاہی پناہ گاہ تھی۔ ماحول پر ہمیشہ خوف و دہشت کا عالم مسلط رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک ڈاکیہ ۲۰۰ روپے کی حقیر رقم کے لئے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

پوشیدہ قوتیں اصلاحی روپ میں ڈھال دی گئیں!

ملک کے طول و عرض میں کوآپریٹو بنیادوں پر ایک سو شکر کے کارخانے قائم ہیں اس لئے یہ کارخانہ کوئی ندرت نہیں رکھتا۔ لیکن وارانا کامپلیکس نے جس خموشی کے ساتھ اس علاقے میں سماجی و معاشی انقلاب کی روح پھونکی وہ اپنی جگہ واقعی حیرت انگیز ہے۔

اس انقلاب نے یہاں کے دیہاتیوں میں پیداواری صلاحیتوں کو اس درجہ ابھارا کہ گھاٹی کے بسنے والے دیہی ترقی کی کئی شاخوں کی طرف رُخ کرنے لگے۔ تاتیا صاحب کورے کی پُراثر رہنمائی میں معمولی درجے کے دیہاتی باشندوں

ننھے، مُنّے پہلوان
ابھی سے اکھاڑے میں
کشتی کی مشق کر رہے ہیں

کی خوابیدہ قوتیں، اعلیٰ پیداواری قوالب میں ڈھال دی گئیں، جس سے سماج میں دولت کے چشمے اُبل پڑے۔ یہ کارخانہ معاشی خوشحالی اور ثقافتی معاملات کے متفقہ پروگرام کی بنیاد ثابت ہوا۔ اب تک دیہات کے چھوٹے آدمی کے لئے نشوونما کے وسیع امکانات میں غور وخوض کرنے اور شریک ہونے کے مواقع ناپید تھے لیکن اس کارخانے کی بدولت غریبی کے سمندر میں ہچکولے کھانے والا چھوٹا آدمی اس قابل ہوگیا کہ وہ اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے میں دلچسپی لینے لگا اور ملک کی خوشحالی بڑھانے کا ذریعہ بن گیا۔

کسانوں کی اِمداد:

شکر کا کارخانہ شروع کرنے کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں تھا کہ ملک میں شکر کی پیداوار بڑھے، بلکہ کسانوں کو خوشحال بنانا اس کا مقصد تھا۔ پس اس حلقے کے کسانوں کو سائنسی اصول کے مطابق پروردہ گنّے کے اور پھلوں، اناجوں اور سبزیوں کے بیج فراہم کئے جاتے ہیں۔ انھیں قرض پر فرٹیلائزر بھی دیئے جاتے ہیں۔ وہ انجن، بجلی کے موٹر، پمپ، اور سمینٹ پائپ خریدتے ہیں تو کارخانہ ان کے لئے ضمانت دیتا ہے۔ کارخانہ اپنے ممبران کے لئے اپنی ہائر پرچیز اسکیم کے تحت، لاریوں اور ٹریکٹروں کی فراہمی بھی کردیتا ہے۔ فیکٹری کی ملکیت والے جیبن ٹریکٹر اور بل ڈوزر، زمین جوتنے، کھودنے اور ہموار کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔ کارخانہ کسانوں کو ایسی بورنگ مشینیں قرض پر دیتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے یہاں بورنگ کرکے پانی کا انتظام کریں۔ سائنسی تحقیق اور تجربے ہوتے رہتے ہیں، اور کسانوں کو جدید ترین معلومات و اصلاحات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے لیکچروں، سیمیناروں، فلموں اور اکثر باہم مل بیٹھنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ڈیری کی اسکیمیں:

ایک عظیم الشان کوآپریٹو ڈیری قائم کرنے کا خیال اس بنا پر پیدا ہوا کہ اس کے ذریعے ان کسانوں کی سماجی اور معاشی حالت بہتر بنائی جاسکے گی جن کی زمینیں پانی سے محروم اور خشک ہیں، یا جو زمین کے چھوٹے ٹکڑوں کے مالک ہیں یا بے زمین ہیں یا محنت مزدوری کرنے والے ہیں یا اسی نوع کے دوسرے کمزور طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ٹھیک اسی طرح جیسے کہ شروع میں وارانا شوگر فیکٹری صرف آبپاشی کی سہولت رکھنے والے کسانوں کے لئے خوشحالی کا سبب بنی تھی۔

لہٰذا ۵۵ء۶ کروڑ روپے کی لاگت سے وارانا ڈیری پروجیکٹ کا قیام عمل میں آیا تاکہ اس کے حلقۂ عمل میں ڈیری کی ترقی ہوسکے۔ اس پروجیکٹ کا دودھ وغیرہ جمع کرنے، ٹھنڈا رکھنے، لانے لے جانے کے لئے خود اپنا انتظام ہے اور پروسیسنگ اور دودھ سے بنی اشیاء کی تیاری کے لئے بھی خود اس کا اپنا پلانٹ ہے جو ۸۰،۰۰۰ لیٹر دودھ کی پروسیسنگ کرنے اور ۵۰،۰۰۰ لیٹر دودھ سے مختلف اشیاء تیار کرنے کے قابل ہے۔ ضروری پروسسنگ، ریفریجریشن، اور اسٹوریج کی سہولتوں وغیرہ کے اضافے سے یہ پلانٹ روزانہ ۲،۰۰،۰۰۰ لیٹر

وارانا نگر کے ڈیری فارم میں ایک ٹینکر میں دودھ بھرا جارہا ہے

دُودھ سے مختلف النوع اشیاء بھی تیار کرنے کے قابل ہے۔

فی الحال اس ڈیری پروجیکٹ سے کمزور طبقوں کے ۱۵،۰۰۰ سے زیادہ خاندان فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ تعداد ۵۰،۰۰۰ تک بڑھ جانے کی اُمید ہے۔ کسانوں کے لئے قرض کا بندوبست بھی کیا گیا ہے اور بعض مخصوص مرکزوں پر مویشیوں کے اضافۂ نسل کے لئے جرسی بیلوں کا بھی سلسلہ رکھا گیا ہے۔

وہ مزدور جو بے زمین ہیں، وہ بھی اس ڈیری پروجیکٹ سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ ایسے مزدور اپنی جھونپڑیوں میں ایک جوڑی دودھ والے مویشی رکھتے اور انھیں خود رو اور فاضل گھاس پات کھلاتے ہیں جو وٹامنوں اور پروٹین سے مالا مال ہوتے ہیں اور یہ گھاس پات فارم کے احاطے میں انھیں کافی مقدار میں مل جاتے ہیں۔ انھیں اس کی کوئی قیمت دینی نہیں پڑتی۔ اگر گھاٹی کے ہر کسان خاندان کے پاس دو یا تین دودھ والے جانور اور ۲۰۰ مرغیاں ہوں تو ان سے انھیں سالانہ ۱۲۰۰ روپے کی آمدنی ہو سکتی ہے اور "غریبی ہٹاؤ" کا نعرہ حقیقت کا رُوپ اختیار کر سکتا ہے، یہ ہے وہ فارمولا جسے تاناصاحب پورے عملی جامہ پہنانے کے خواہش مند ہیں تاکہ اس گھاٹی سے یا اور کسی جگہ سے غریبی کا نام و نشان بالکل مٹا دیا جائے۔

مُرغبانی:

دارانانگر میں دو مُرغبانی کے فارم ہیں جنھوں نے مُرغبانی کو اس گھاٹی کے کسانوں میں بہت مقبول بنا دیا ہے۔ یہ سلسلہ طوفان کی طرح پھیلا اور مُرغبانی اب یہاں فیشن بن چکی ہے۔ دارانا میں مُرغبانی کے فارم کسانوں کو چوزے، مُرغیاں اور ان کو کھلائی جانے والی خوراکیں (جنھیں شری دارانا کو مرڑی سہکاری سنگھ بناتی ہے) فراہم کرتے ہیں۔ زائد آمدنی کا یہ سلسلہ ان گھرانوں کو مالدار بنا چکا ہے جنھوں نے مرغبانی کے فارم بنائے ہیں۔

تعلیمی ادارے:

لیکن زائد آمدنی کا کیا فائدہ، اگر اس سے بہتر رہائش کا سلسلہ قائم نہ ہو؟ اس لئے دارانا شوگر فیکٹری نے ایک بڑے ثقافتی اور تعلیمی مرکز کے قیام کیلئے ابتدائی رقوم کا انتظام کیا ہے۔ دارانا وبھاگ شکشن منڈل، جس کا قیام ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا تھا، شری دارانا چہاودیالیہ، شری دارانا ودیالیہ مندر، سنیشود ہا اور شری دارانا مدرانالیہ چلاتا ہے۔

وہ کالج، جس کی حاضری بُک پر تقریباً ۱۰۰۰ طلبہ کا اندراج ہے۔ ان میں ایسی صفتیں پیدا کرنے کی کوششیں کرتا ہے جو انسان کو جانوروں سے ممتاز بناتے ہیں، مثلاً لگن، اچھائیوں کے لئے تگ و دو، خوبصورتی، رحمدلی اور تحمل کے نئے احساس پیدا کرتے ہیں۔ کالج کا اپنا ذاتی کشادہ مکان ہے اور اس کے اردگرد خوبصورت قدرتی ماحول۔ ایک بخوبی آراستہ کتب خانہ اور سائنسی تحقیقات کے لئے لیبورٹری ہے۔ اس کے احاطے میں خود طلبہ کے جمع کئے ہوئے پرندوں، سانپوں اور مختلف جانوروں کا ایک بہترین عجائب گھر ہے۔

گورکل قسم کے اسکول میں طلبہ کو ملک کے لئے نمونہ بننے کی تعلیم دی جاتی

مُرغبانی کا شوق
دارانانگر میں
عام ہے

ہے اور بوجھ بننے سے احتراز کرنا سکھایا جاتا ہے جسم، دماغ، ذہن، عادات اور طور طریقے۔ سب کو نظام کا پابند رکھنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس اسکول نے ۵ سے ۱۵ سال کے بچوں کا ایک آرکیسٹرا بھی قائم کیا ہے جو نہ صرف وارانا نگر کے لئے بلکہ پورے ملک کے لئے عزت افزائی کا باعث ہوا ہے۔ یہ بچے تقریباً ۴۵ آلاتِ موسیقی سے کام لینے کے اہل ہیں۔ ان آلات میں محنت طلب سنتور، جلترنگ اور ستار سے لے کر مغربی بنجو اور ہسپانوی گٹار تک شامل ہیں جنھیں بچے بے تکلف اور انوکھی شان اور صلاحیت کے ساتھ بجا سکتے ہیں۔ ان کی حیرت انگیز کارکردگی سے کتنے ہی باریک بین دنگ رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وارانا بال وادیہ ورندہ نے بمبئی اور پونے میں سامعین کے دلوں کو موہ لیا تھا۔ چنانچہ سابق وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی، متعدد ملکوں کے صدور اور سفرا نے ان بچوں کی صلاحیتوں کو نہ صرف سراہا بلکہ اظہارِ حیرت بھی کیا۔ ان کارناموں کی بنا پر اس آرکیسٹرا کو یوگوسلاویہ کے سیبونک انٹرنیشنل چلڈرنس فیسٹول میں ہندوستان کی نمائندگی کے لئے انتخاب کر کے عزت بخشی گئی تھی۔

وارانا مدرنالیہ (چھاپہ خانہ) طالب علموں کو کام سیکھنے کے ساتھ ساتھ کمانے کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔

صحت بھی اتنی ہی اہم چیز ہے جتنی کہ تعلیم اور ضلع کولھاپور کو، جو پہلوانی کے لئے مشہور رہا ہے، اس باب میں یاد دہانی کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ اسکول کے جمنازیم نے قدرتی طور پر ہونہار لڑکوں کو اپنی طرف مائل کیا اور اس فن کے واقف کار سری بلبھ شندے پاٹل، جو فنِ جمنازیم کے پُرجوش اور حوصلہ مند معلّم (کوچ) ہیں اور جنھوں نے کئی ایوارڈ جیتے ہیں، اس کام کو بڑی رغبت سے انجام دے رہے ہیں۔

فیکٹری ہر 'بال واڑی' کو سالانہ ۱۰۰۰ روپے کی مدد دیتی ہے تاکہ ٹیچروں کی تنخواہیں دی جائیں۔ اسی طرح ۲۵۰ روپے سالانہ کے حساب سے تین سال تک اس کے حلقے میں ہر نئی کھولی جانے والی رجسٹرڈ لائبریری کو عطا کئے جاتے ہیں۔ جہاں نئی اسکولیں یا مزید کلاس روم تعمیر کئے جاتے ہیں وہاں فیکٹری فی کمرہ ۲۰۰۰ روپے ہائی اسکولوں کے لئے اور فی کمرہ ۱۰۰۰ روپیہ پرائمری اسکولوں کیلئے عطا کرتی ہے۔

وارانا بازار :

وارانا وبھاگ سہکاری گراہک منڈل لمیٹیڈ نے ایک کوآپریٹو کنزیومر اسٹور بنام "وارانا بازار" قائم کیا ہے جس میں اعلیٰ اقسام کی چیزیں مناسب داموں فروخت کی جاتی ہیں۔ اس کا کام 'ذاتی خدمت' کی بنیاد پر، جیسا کہ اکثر ترقی یافتہ ملکوں میں ہے، انجام پاتا ہے۔ 'وارانا بازار' کو امید ہے کہ رفتہ رفتہ ایک کروڑ روپے سالانہ تک لین دین کو ترقی پر لے جا سکیں گے۔

کنزیومر اسٹور سے ملحق، کنزیومر انڈسٹری ہے۔ فیکٹری کی جاری کردہ بیکری یونٹ بھی بہت کامیابی سے چل رہی ہے۔ اس بیکری کی روٹیاں ایسی ملائم اور لذیذ ہوتی ہیں کہ انھیں دوسری جگہوں کی اچھی بیکریوں کی تیار کردہ مصنوعات کے ہم پلہ شمار کیا جا سکتا ہے۔

شری وارانا بھگینی (خواتین) منڈل' وارانا گھاٹی کی عورتوں میں سماجی

وارانا نگر ڈپارٹمنٹل اسٹور کا ایک منظر جہاں مختلف قسم کے برتن فروخت کئے جاتے ہیں

قومی راج

بیداری پیدا کرنے کا کام انجام دے رہی ہے۔ اس کے تحت ایک آٹا چکی اور مسالہ پیسنے کی مشین ہے۔ یہ "لجت پاپڑ" بھی بناتی ہے۔ تقریباً ۸۰ عورتیں اپنے فاضل اوقات میں ۳/- تا ۵/- روپیہ یومیہ کما لیتی ہیں۔

جدوجہد کا مرکز یا دِل:

اس حلقے میں سماجی اور معاشی سرگرمیوں کا مرکز یا دِل 'وارانا شیتکری بلڈنگ' ہے۔ اس کی بناوٹ ہمارے پارلیمنٹ ہاؤس کے طرز پر ہے۔ اس بلڈنگ کے دائرہ دار صحن کے چاروں طرف اس فیکٹری کے مالکان یعنی وہ کسان نشست رکھتے ہیں جو اس بلڈنگ کو اپنی طاقت اور خوشحالی کی حوصلہ افزا علامت خیال کرتے ہیں۔ یہ کسان ان الگ کاؤنٹروں پر' جو ان کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں' ان کے ذمے لگائے کاموں کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ وہ رقمیں جمع کراتے یا نکالتے ہیں۔ اندر کی طرف صحن 'کمرۂ انتظار' کا کام دیتے ہیں۔ اس بلڈنگ میں ایک بہترین کمرۂ اجلاس اور ایک آڈیٹوریم ہے جہاں تعلیمی اور اطلاعی دستاویزات دکھائے جاتے ہیں۔

اس طرح سے وارانا نگر کامپلیکس نے وارانا گھاٹی کی صدیوں پرانی بیکسی، ذلت و خواری، ناداری، جہالت، علم سے محرومی اور غریبی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسانیت کے لئے ننگ و عار کی ساری باتیں محبت و تعاون کے ساتھ، مہذب، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خوشحال زرعی بستی میں تبدیل کی جا رہی ہیں۔

ہمارے خیال میں اس کامپلیکس کو حکومت کی توجہات و عنایت کا اور ہندوستان میں آنے والے غیر ملکی وفود کے معائنوں کا مستحق قرار دیا جانا چاہیئے۔ یوں ہم ان کے سامنے ترقی پذیر ہندوستانی قریوں کا ایک پسندیدہ نقشہ پیش کر سکیں گے۔

——— ترجمہ: عبداللہ

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا ان کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرما لیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ' پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

سحر انگیز فلم نگری

شمس ...
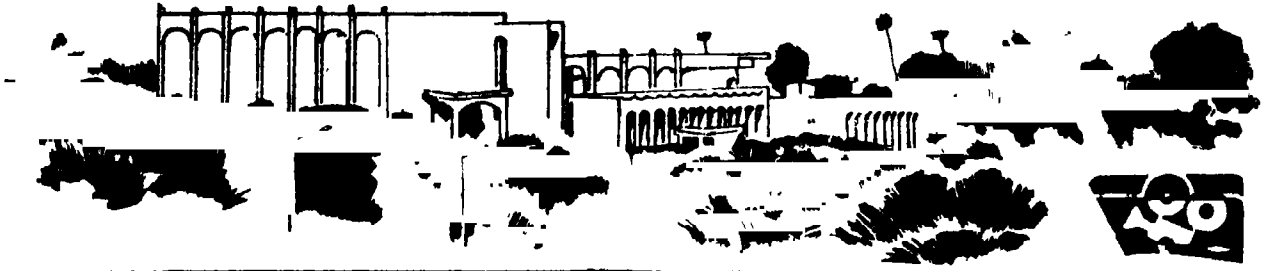
برسات کے موسم میں موروں کے جھرمٹ غول، اُٹھتے، اُمڈتے اور گرجتے بادلوں کے ساتھ خوبصورت پنکھ پھیلاکر بڑی آن بان سے ان کا وجد آفریں رقص۔ شاید اسی لئے ہمارے ہند کی پہلی فلم نگری کے تصور میں یہاں ہے۔ فلم نگری کے اطراف پہاڑیوں پر مور رقص کرتے ہیں اور پہاڑوں کے اس پار بسے رسمان جھیلیں اُفق سے ہمکنار ہیں۔

■ ■ ■ ■ ■

مضافات بمبئی کے دامن میں قدرت کی عنایت سے ایسی حسین، پُرفضا اور پُرکشش جگہ واقع ہے اور یہاں پر فلم نگری کی تعمیر کا خیال اور اس کے محرک لوگ قابلِ ستائش ہیں، جو تیار ہو جانے پر دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا اولین فلمی شہر ہوگا۔

مہاراشٹر ہندوستانی فلمی صنعت کا پیدائشی مرکز ہے۔ جہاں دنیا بھر میں سب سے بڑی تعداد میں فلمیں تیار ہوتی ہیں۔ ناسک کے باشندے دادا صاحب پھالکے، ہندوستان کے پہلے فلم ساز تھے۔ اس کے بعد پربھات، رنجیت، نیو تھیٹرز اور بمبئی ٹاکیز نے ہندوستان میں فلمی صنعت کو پروان چڑھایا۔ بمبئی اور اس کے گرد و نواح میں یہ صنعت بڑی تیز رفتاری سے بڑھی اور یہ شہر کل فلمی صنعت کے لئے ایک بڑا تجارتی مرکز بن گیا۔

بہرحال یہ صنعت اِدھر اُدھر بے ڈھنگے طریقے سے بڑھتی رہی۔ کوئی منظم اور مربوط منصوبہ کبھی بھی پیشِ نظر نہیں رہا۔ گرگام سے لے کر اندھیری تک جہاں تہاں اسٹوڈیو قائم ہوئے جو ایک دوسرے سے کافی دوری پر واقع تھے۔ فلمی صنعت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ 'فلم نگری' کی صورت میں ...

مشہور اکٹر، پروڈیوسر اور ڈائرکٹر منوج کمار فلم نگری کے میک اپ روم میں۔

لئے ایسا موزوں مقام حاصل ہوگیا ہے جہاں وہ محض اسکرپٹ لیکر داخل ہوں اور سنسر شدہ کاپی لیکر نکلیں یعنی انھیں فلم سازی کے سلسلے میں ہر طرح کی سہولتیں وہاں میسر آسکتی ہیں۔

فلم سازوں کی اکیڈیمی : مشہور و معروف فلم ساز رام گبالے جیسے فرد جنھوں نے ہمیں 'دیوتا'، 'جشماس تسے'، 'دودھ بھات' اور 'جھوٹا جواں' جیسی یادگار فلمیں دی ہیں اور جو آج بھی پرانے فلم بینوں کے دلوں میں کسی نہ کسی وجہ سے سمائی ہوئی ہیں، محض اس خیال سے مطمئن نہیں ہوسکتے کہ 'فلم نگری' ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس صرف فلم تیاری کا ایک مقام ہو۔ اب جائنٹ مینجنگ ڈائرکٹر (فلم ڈپارٹمنٹ انچارج آف دی پروجیکٹ) کی حیثیت سے ان کی نظر اس سے بھی آگے ہے۔ انھوں نے بڑے پُراعتماد لہجہ میں ہمیں بتایا کہ "پرانے خوشگوار دنوں میں ہمارے پاس 'پربھات'، بمبئی ٹاکیز، بومبے ٹاکیز اور رنجیت جیسے مشہور ادارے تھے، اب ہم ایسے قابل قدر اداروں اور ان سے وابستہ ہستیوں سے محروم ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پوری طرح [illegible] پر اس فلم نگری سے اس نقصان کی پوری طرح سے تلافی ہو جائے گی۔

یہ حقیقت میں فلم سازوں کے لئے مکمل اکیڈیمی ہوگی جہاں نہ صرف فلمیں تیار ہوں گی بلکہ ماضی میں تیار کردہ بہترین فلمیں نیز آئندہ تیار کی جانے والی فلمیں بھی دیکھی جائیں گی اور ان پر بحث ہوگی۔ وہاں فلم پروڈکشن کے لئے ایک شاندار مکمل لائبریری اور ایک تربیتی ادارہ ہوگا۔ وہاں ملک اور دنیا بھر سے فن فلمسازی سے دلچسپی رکھنے والے جوان اور سابق طالب علم آکر تعلیم و تربیت حاصل کریں گے اور ایک دوسرے کے خیالات اور تجربات سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ ہے میرے پیش نظر منصوبہ۔"

ریاستی حکومت کی قائم کردہ مہاراشٹر فلم اسٹیج اینڈ کلچرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ایم ایف ایس سی ڈی سی) لمیٹیڈ فلم نگری میں مقررہ لائق اور کارکرد عملہ کے ساتھ اسے فلم سازی کا ایک بے مثال مرکز بنانے کے لئے پوری طرح سرگرم عمل ہے۔

منصوبہ : ماہم سے تقریباً ۴۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر آرے کالونی کے عقب میں واقع یہ فلمی شہر تقریباً ۱۶۰ ہیکٹر (۴۰۰ ایکڑ) علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑیوں اور گھاٹیوں کے درمیان منصوبہ کی جانے والی وقوع بڑی پُرفضا ہے اور حسین قدرتی مناظر سے بھرپور!

اس قدرتی ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کارپوریشن نے یہاں پرندوں اور مختلف جنگلی جانوروں کے لئے ایک مامن (سینکچویری) قائم کرنے کا [illegible] بھی سامان ہے جیسے کہ بوقت ضرورت فلم سازی کے سلسلہ میں بھی استعمال [illegible] جاسکے گا۔

ایم ایف ایس سی ڈی سی کی زیر سرپرستی یہ منصوبہ زیر تشکیل ہے جس کا اصل مقصد ثقافتی سرگرمیوں میں مدد دینا اور انھیں فروغ دینا ہے۔

کچھ خاص سماجی مقاصد بھی فلم نگری کے پیش نظر ہیں۔ ایک مقصد یہ ہے کہ فلم کے موثر ذریعہ سے سماج کے سماجی اور معاشی طور سے پس ماندہ طبقات کو اوپر اٹھانے کی کوشش کی جائے اور تعمیری فلم سازی کے میدان میں ان کے لئے گنجائش نکالی جائے۔

مراٹھی اور دیگر علاقائی زبانوں کے فلم سازوں کے لئے خاص مراعات پیش نظر ہیں۔

لاگت : پہلے مرحلہ کی تکمیل پر کل لاگت اندازاً ۵ء۲ کروڑ روپے ہوگی۔ کل ۶۰-۸۰ ہیکٹر رقبہ پر مشتمل پلاٹ انفرادی طور سے فلم سازوں کو ننانوے سالہ پٹے پر دیئے جائیں گے۔ تقریباً ۵۰ ہیکٹر زمین کارپوریشن کے زیر تحویل رہے گی جو خود اس کے اسٹوڈیو کمپلیکس کے لئے ہوگی۔ یہ کھلے مرکز کے قیام کے لئے مستقل

احاطۂ فلم نگری کے وسط میں کینٹین ہے۔ پس منظر میں گودام اور ورکشاپس واقع ہیں۔

جگہ ہوگی اور اس سے آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ نکل آئے گا۔

شری وائی۔ بی چوان نے ۱۹ نومبر ۱۹۷۷ء کو اس نگری کا رسماً افتتاح فرمایا تھا اور یہاں فروری ۱۹۷۸ء سے فلم سازی کی سرگرمیاں زور و شور سے شروع ہوگئیں۔ بلاشبہ بیرونی شوٹنگ کافی پہلے شروع ہوگئی تھی۔ یہاں فلمائی گئی بعض فلموں میں 'ترشول'، 'اینتھی'، 'ترشنا'، 'قسمیں وعدے'، 'پھاندے باز'، 'داماد' اور 'چور دروازہ'، جیسی مشہور فلموں نے دھوم مچا دی۔ اور ان سے خوب آمدنی ہوئی۔ ایک طرح سے ان فلموں کی اس کامیابی میں فلم نگری کا بھی حصہ ہے جہاں ان کے لیے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی گئی تھیں۔

آٹھ آٹھ گھنٹے کے تین سو تیس شفٹ باربار، یہ اسٹوڈیو میں سرگرمیوں کا ستمبر ۱۹۷۸ء کے اختتام تک تازہ ترین ریکارڈ ہے۔ اسٹوڈیو میں دو درجے ہیں جو مناسب ترین شرح کرایہ پر یعنی ۱٫۶۵۰ روپے برائے بڑا درجہ اور ۱٫۴۵۰ روپے برائے چھوٹا درجہ یومیہ کے حساب سے حاصل کئے جا سکتے ہیں

دونوں درجوں میں تیار گیلریاں ہیں تاکہ شوٹنگ کے وقت بھاری لائٹس بہ آسانی چلائی جا سکیں۔ حال ہی میں بڑے اسٹوڈیو میں ایک غیر معمولی سیٹ لگایا گیا تھا جس میں پانی سے بھری کوئلہ کی کانیں دکھائی گئی تھیں۔ یہاں بدیسی ٹیکنیشنوں کی امداد سے جسنالہ کان حادثہ پر مبنی فلم "کالا پتھر" کے لئے خاص تاثراتی مناظر لئے گئے تھے۔

اس نگری میں تیار کی جانے والی ایک اور قابل ذکر فلم شری بی۔ آر چوپڑا کی "برننگ ٹرین" ہے۔ یہ غالباً ایسے حادثے اور بچاؤ کے موضوع پر ہندوستان میں اپنی نوعیت کی پہلی فلم ہے جو پوری طرح سے چلتی ٹرین ہی میں فلمائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں فنی ماہرین جنھوں نے "ٹاورنگ انفرنو" تیار کیا تھا، ہالی ووڈ سے بلائے گئے تھے تاکہ اس فلم میں خاص تاثر پیدا کیا جا سکے۔ فلم نگری میں کئی دیگر ممتاز فلم سازوں نیز نوجوان پروڈیوسروں نے اپنی فلموں کے سلسلہ میں فلم بندی کی ہے۔

سہولتیں اور آسائشیں: یہاں تقریباً بارہ میک اَپ روم، یعنی سنگار خانے ہیں اور ان سے متصل پروڈیوسروں کے لئے بڑے ہال ہیں جہاں وہ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں عارضی دفتر وغیرہ قائم کر سکتے ہیں۔ عمارت کی دوسری جانب فلمی ستاروں، ڈائرکٹروں اور ٹیکنیشنوں کی شب گذاری کے لئے گیارہ آرام دہ کمرے تیار ہیں۔ ایک ڈبنگ تھیٹر، ایک انتظامی دفتر، اسٹور روم اور کینٹین مہیا کرنے کی تجویز کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ شعبہ سے متصل لیٹرین کا بندوبست ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مقام قطعی صاف ستھرا رہتا ہے۔

یہاں چاروں طرف قدرتی منظر بڑا دلکش ہے۔ فلم نگری کے ہرے بھرے ماحول میں فلم ساز ۷۰۰ روپے یومیہ کے حساب سے 'شوٹنگ' کر سکتے ہیں۔ وہاں نقلی جھیلیں اور بندھ بھی بنائے جاتے ہیں۔ گھنے جنگل اور پُرپیچ پہاڑیوں نے پس منظر کو شاندار بنا دیا ہے۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر دلکش HELIPAD ہے۔

ہودا ایک فلم ساز نے ایک ایسا مثالی گاؤں بھی بنایا ہے جو خصوصاً شاعروں کے لئے پُرکشش اور جذبات انگیز ہے۔

مختصراً یہ کہ ہر طرح کے دھارمک' تاریخی اور سماجی فلموں کے لئے یہ ایک مثالی مقام ہے۔

ترقیاتی منصوبے کے تحت شوٹنگ کے سلسلے میں دیگر تمام سہولتیں مثلاً پروسیسنگ لیبوریٹری، ایڈیٹنگ روم، ریکارڈنگ اور ڈبنگ تھیٹر وغیرہ نظر میں رکھی گئی ہیں۔ ۱۹۸۰ء تک ترقیات کے اس منصوبے کے رو بہ عمل آنے کے بعد یہ فلم نگری اپنی نوعیت کی ایشیا بھر میں ہر پہلو سے مکمل فلم سازی کا مرکز بن جائے گی۔ جہاں ہر طرح کا ساز و سامان اور لوازمات مثلاً سوئمنگ پول' مندر، گاؤں، ریلوے غرض کہ سب ہی کچھ ہوگا۔

فلمی شہر ایک دن میں وجود میں نہیں آجاتے۔ انسانوں کی سُوجھ بُوجھ خلوص، لگن اور کڑی محنت مشقت ہی سے ایسے خواب حقیقت کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ اسٹوڈیو کا نقشہ بڑے غور و خوض اور موشن پکچر انڈسٹری کے ماہرین سے تبادلۂ خیال کے بعد آخری طور سے مرتب کیا گیا۔ بعد ازاں اصل

فلم نگری احاطہ میں واقع انتظامی دفاتر کی عمارت
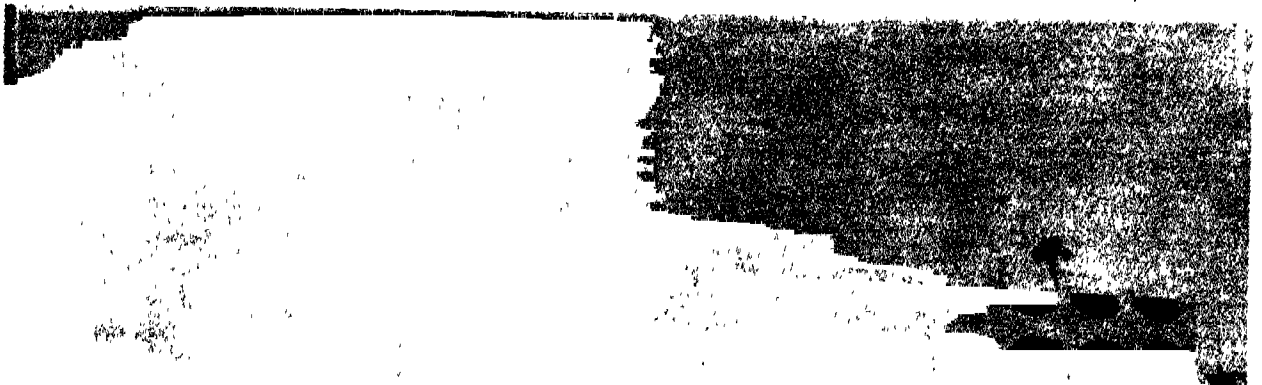
سے نوازا۔ یہ پورا منصوبہ ترقی پسندانہ نوعیت کا ہے لہٰذا کسی بھی گوشے سے ملنے والی معمولی سے معمولی رائے اور تجویز پر پوری طرح غور کیا گیا اور خیال رکھا گیا۔ کارپوریشن آئندہ بھی مزید بہتری کی غرض سے تجاویز اور مشورے کھلے دل سے قبول کرے گی۔

شریمتی مالتی تامبے دیدیہ کارپوریشن کی مینجنگ ڈائرکٹر ہیں اور ان کی تعمیری صلاحیت اور رہنمائی میں پوری جمعیت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے شری رام گبالے نے جو ابتدا ہی سے اس پورے منصوبہ کے اصل روحِ رواں ہیں فی الحال ایک طرف اس میدان میں پیشہ ورانہ اشخاص اور دوسری طرف حکومت کے درمیان سودمند رابطہ قائم کر دیا ہے۔ شری پی۔ ایل راؤ جو بذاتِ خود ایک پرانے تجربہ کار انجینئر ہیں، پورے ترقیاتی پروگرام کے نگراں ہیں اور اسی حلقہ میں مقیم ہونے کے باعث امداد کے طالب کسی بھی شخص کو موقع پر مل سکتے ہیں۔ شری کے۔ جی پلوانکر، دس سال سے

پُربہار مقام: ذخیرۂ آب کی جگہ سبزہ زار اور باغ باغیچہ کی نشوونما کے لئے خاص کوشش کی گئی۔ یہاں بنایا گیا "بیوٹی پائنٹ" بڑا پُربہار مقام ہے جہاں ہرے بھرے درخت ہیں، وسیع سبزہ زار اور پھلواریاں ہیں۔ صنعتِ فلم سازی میں سرونی شوٹنگ کے لئے یہ مقام بھی بڑا موزوں ہے۔ ماہرینِ باغبانی کے زیرِ نگرانی وہدایت سڑکوں کے کنارے درخت بوئے گئے ہیں جو پروان چڑھ رہے ہیں ان سے یہاں کا ماحول اور بھی حسین بن جائے گا۔ اسٹوڈیو عمارات کے گرد احاطہ اسٹوڈیو کے اندر وسیع پیمانے پر لان بنائے گئے ہیں۔

تعمیر کا کام مہاراشٹرا انڈسٹریل ڈیولپ منٹ کارپوریشن (مڈک) کو سونپا گیا۔ مڈک کے آرکی ٹیکٹ، شری مہتہ نے مہاراشٹرا اور بیرونِ مہاراشٹر میں واقع سے اسٹوڈیو کا دورہ کیا اور اپنے مشاہدات کی روشنی میں بڑی فراست سے موجودہ کمپلیکس کا منصوبہ بنایا۔

مصنوعی جھیل: فلم نگری میں ایک چھوٹی سی خوشنما جھیل مصنوعی طریقہ پر بنائی گئی ہے۔ اس مصنوعی جھیل کے لئے ۵۵ میٹر طویل اور ۱۳ میٹر بلند پختہ بند تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی وسعتِ آب ۔۔۔ ۱۳۱ مربع میٹر ہے اور یہاں ۔۔۔ ۲۸ مکعب میٹر ذخیرۂ آب کی گنجائش ہے۔ یہ خوشنما جھیل بڑی دلفریب وادی میں واقع ہے جس کے اطراف سرسبز و شاداب پہاڑیاں ہیں۔ یہ مقام تصویر کشی کے لئے نہایت موزوں ہے۔

شری دلیپ کمار، شری دی۔ شانتا رام، شری بی آر چوپڑا، شری سودھ مکرجی اور فلمی صنعت کے کئی دیگر ممتاز پروڈیوسروں نے ریاستی حکومت سے ایک مرکز قائم کرنے کی گذارش کی تھی جو تمام فلم سازوں اور فنی ماہرین کے لئے سودمند ہوگا۔ ۱۹۶۹ء سے کوشش شروع ہو گئی تھی اور دس سال کے بعد یہ فلم نگری رونما ہوئی۔

موجودہ فلم نگری انہی سب لوگوں کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ شری دی۔ بیدماکر نے جو ایک ممتاز ٹیکنیشین ہیں اور صنعت میں سب ہی ان کی بڑی عزت کرتے ہیں، منصوبہ کی عمل آوری میں ہر طرح سے ضروری فنی صلاح و مشورے

اسٹوڈیو کے اندر ایسی فلڈ لائٹوں سے تیز روشنی پھیلا کر تصویر کشی کی جاتی ہے۔

زیادہ عرصہ تک سینماٹوگرافر رہ چکے ہیں. آپ اسٹوڈیو مینجر ہیں اور اپنی تعلیمی استعداد اور انتظامی صلاحیت کی بنا پر اسٹوڈیو کے روزمرہ کے کام کاج کی بخوبی نگرانی کرتے ہیں۔

رام گبالے ایک بلند خیال فرد ہیں. ایک فلم محافظ خانہ نیز میوزیم کا قیام، قومی اور بین الاقوامی فلمی میلہ کا اہتمام اور دیگر ممالک سے فلموں کا تبادلہ وغیرہ ، یہ ہے ان کا نصب العین ، ان کا عظیم منصوبہ. شریمتی مالتی تامبے ویدیہ، مینجنگ ڈائرکٹر آف کارپوریشن تعمیری رجحان رکھتی ہیں اور انھیں ایسے بلند منصوبے پسند ہیں۔

یہ فلم نگری ایک طویل عرصے سے سیاحوں کے لئے بھی بڑی پُرکشش بن گئی ہے، جہاں ہر روز مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی جانب سے سیاحوں سے بھری بس آتی ہے تاکہ وہ اس شہر کے حسن اور اس کے عجائبات کی جھلک دیکھ سکیں۔

یقینی امر ہے کہ لائق وزیر اعلیٰ شری سنر دیوار' اور وزیر تعلیم و ثقافتی امور شری سدانند ایس. وردے کی رہنمائی میں فلم نگری کا یہ تصور پوری طرح حقیقی روپ اختیار کرے گا اور ترقی پسندانہ رُخ پر اس اہم ذریعۂ عوامی رابطہ کو فروغ دینے میں معاون ہوگا۔

(تلخیص عبدالوحید خاں جامعی)

☆

خاص تھیٹر: ایک پری ویو یبز ڈبنگ تھیٹر ہے جس کا سائز ۲۳.۳۰×۲۰.۷ و ۱۱ میٹر ہے اس میں اسکرین کے لئے اسٹیج ساؤنڈ مکسنگ روم، ۵۶ سیٹ دار پری ویو تھیٹر اور سلیج وغیرہ ہیں۔ متصل نچلے منزلہ پر چار ایڈیٹنگ روم اور پہلے منزلے پر ایک انتظامی دفتر کی گنجائش ہے جس کے ساتھ ریسٹ روم اور ٹائیلٹ بلاکس بنائے گئے ہیں۔

ایک ریر بارِی فلم میں لڑائی کا منظر دکھانے کے لئے خاکہ تیار کیا جا رہا ہے۔

اسٹوڈیو عمارت

اسٹوڈیو عمارت کے لئے کل رقبہ تعمیرات ۵۳۲۰ مربع میٹر ہے جہاں پہ ۵۹ × ۴۲ × ۴۰ ، ۲۴۲ سائز کا ایک بڑا اسٹوڈیو اور ۳۰ × ۳۰ ، ۱۸ سائز کا ایک چھوٹا اسٹوڈیو ہے۔ اسٹوڈیو کی محرابی چھت گیری پختہ آرسی سی کی ہے۔ اسٹوڈیوز میں بالائی سرے پر این ٹائپ گرڈر لگائے گئے ہیں اور چھوٹے اسٹوڈیو میں دو گیلریاں ہیں۔ دونوں اسٹوڈیوز میں فرش خاص میسٹک ٹائپ کا ہے۔ دونوں اسٹوڈیوز میں دیواروں اور چھتوں کے لئے خاص ساؤنڈ پروفنگ کا بندوبست کیا گیا ہے جس کی لاگت بڑے اسٹوڈیو کے لئے ....،۷ لاکھ روپے اور چھوٹے اسٹوڈیو کے لئے ....،۹۶ روپے ہے۔ اسٹوڈیو پر خاص طور سے تیار کردہ جوڑے جوڑے ساؤنڈ پروف دروازے لگائے گئے ہیں تاکہ سیٹنگ ساز و سامان سمیت ٹرک ان میں سے گذر کر اسٹوڈیوز تک جا سکیں ہر ایک کی لاگت تقریباً ایک لاکھ روپے ہے۔

دونوں اسٹوڈیوز ساؤنڈ پروف ہیں۔ یہاں آواز روکنے کے لئے خاص تدبیر کی گئی۔ اسٹوڈیو کی دیواریں دُہری ہیں اور دیواروں کے بیچ میں ساؤنڈ پروفنگ اور ایئر کنڈیشننگ کے مقصد سے ۵ ایم ایم ہوائی درز رکھی گئی۔ سارے براعظم میں ایسے جدید اور ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ اسٹوڈیو کم ہی ہیں۔

دونوں اسٹوڈیوز کے درمیان ایک 'میک اپ ونگ' قائم کیا گیا ہے جو اسٹوڈیو سطح، گیلری سطح اور بالائی سطح پر زینے وغیرہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ چار میک اپ ونگس اور ہیں جن میں سے ہر ایک میں بڑے کمرے ہیں جن کے ساتھ سینیٹری بلاک منسلک ہیں۔ میک اپ ونگس پر بھی پروڈیوسروں کی سہولت کی غرض سے کیمرے کا ساز و سامان رکھنے کے لئے بڑے کمرے، ریپیئرنگ روم، ساؤنڈ روم، الیکٹریکل اسٹور روم، ڈارک روم، آفس روم اور ایسی ہی تمام سہولتیں مہیا ہیں۔ ان جوڑے زینوں کے راستے سے مشینری اسٹوڈیو میں آسانی سے لانے اور اسٹور میں واپس پہنچانے کے علاوہ یہ شوٹنگ کے مقاصد سے بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ تمام جگہوں پر مناسب ٹائلٹ بلاکس مہیا کئے گئے ہیں۔

پہلی اور دوسری منزل پر آرٹسٹوں کے لئے گیارہ رہائشی کمرے ہیں نیز ان کے ساتھ ریستوراں اور ڈائننگ روم بھی ہیں۔ زیریں منزل میں مشترکہ استعمال کے لئے ایک چھوٹا آفس روم مہیا کیا گیا ہے۔ اسی بلڈنگ میں آرٹسٹوں کے استعمال کے لئے ایک لفٹ نیز کچن سے ریستوراں تک جانے کے لئے ایک سروس لفٹ مہیا کیا گیا ہے۔ عمارت میں بنائے گئے اندرونی راستوں سے ہو کر فن کار اسٹوڈیو میں اپنے رہائشی کمروں سے میک اپ روم اور شوٹنگ کی جگہ آ جا سکتے ہیں۔

یوتھ فورم

یوتھ فورم کا مستقل فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

آنے والی فلم "برننگ ٹرین" کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی
نوعیت کی پہلی ہندوستانی فلم ہے، جس میں حادثہ و امدادی کام کے
مناظر چلتی ہوئی ٹرین میں ہی فلمائے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹیکنیشنوں
کو جنھوں نے "ٹادرنگ اِنفرنو" بنایا، ہالی وڈ سے مدعو کیا گیا تھا۔

ہر طرح سے مکمل اسٹوڈیو نمبر ایک، سے متصل فلمی ستاروں، فلم سازوں اور
ٹیکنیشنوں کے لئے پُرتکلف و آرامدہ کمرے۔
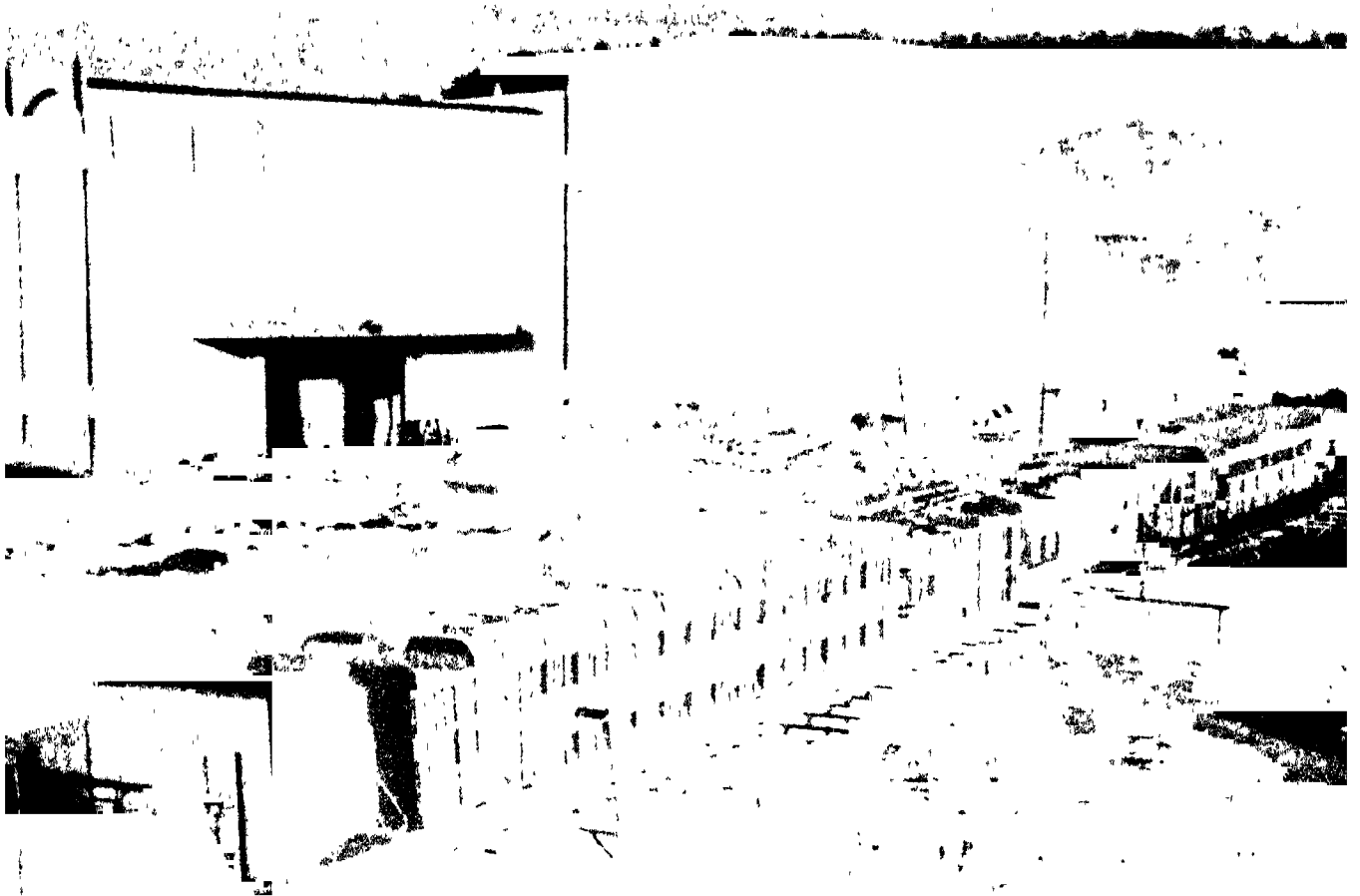
اوپر: فلم نگری کا شاندار اور زرق برق قدرتی منظر

(دائیں): زیر تکمیل فلم کے لئے ایک زیر تعمیر سیٹ

سامنے کے صفحہ پر

اُوپر: فلم نگری کے خوبصورت باغ سے ڈہار جھیل کا خوشنما منظر

نیچے (دائیں) مختلف مواقع پر فلمانے کے لئے خاص طور سے تیار کردہ ایک ہیلی کوپٹر

نیچے (بائیں): فلم اسٹوڈیو کا اندرونی منظر

(جملہ تصاویر مسٹری کے۔ جی پالوانکر کے شکریہ کے ساتھ)
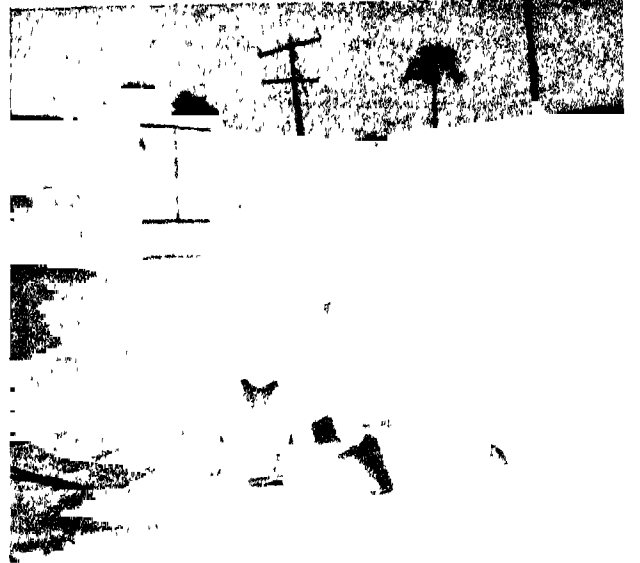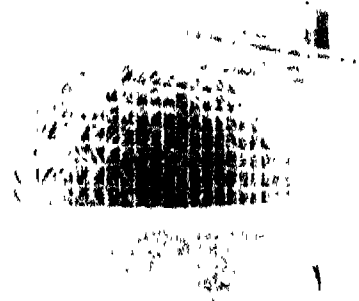
فلم نگری میں خاص اسٹوڈیو عمارت کا دروازہ جہاں ایک فلم ساز اس اُمید پر اپنی اسکرپٹ لے کر داخل ہو سکتا ہے کہ وہیں اپنی فلم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور سنسر کرا کے ہی لوٹے۔

فلم نگری میں سب سے عظیم اسٹوڈیو (۹۰' × ۱۴۰') جس کی اونچائی ۵۵' ہے اور آج تک سب سے بلند سمجھا جاتا ہے۔ ▼
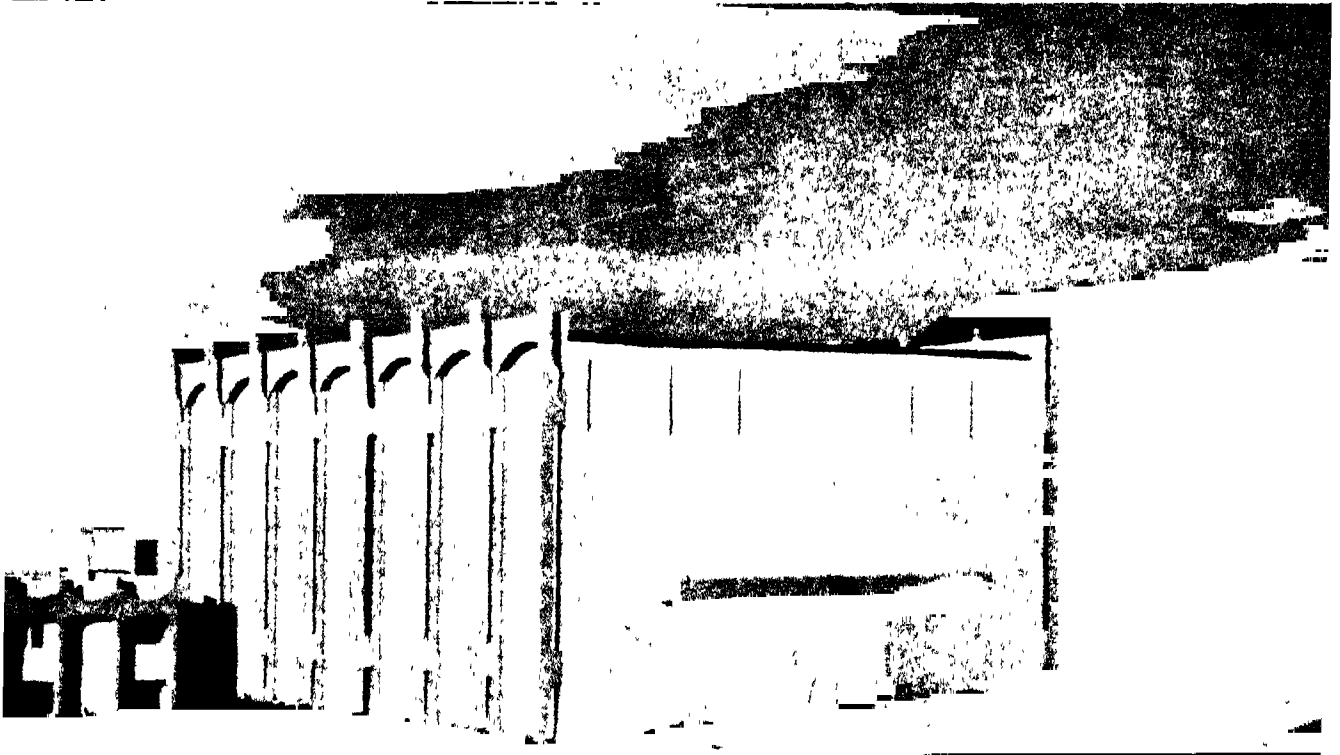
فلمِ نگری پر تاثرات

گذشتہ ایک سال کے دوران سماجی، تعلیمی اور سیاسی میدانوں میں سرگرم متعدد ممتاز اصحاب، فلم آرٹسٹوں، ڈائرکٹروں، فنی ماہرین، دانشوروں اور ادیبوں وغیرہ نے فلم نگری کا دورہ کیا۔ اُن کے تاثرات حسب ذیل ہیں:

اسمائے گرامی	تاثرات
شری منوہر مالگاؤنکر — جنگل بیٹ	" فلم نگری صحیح معنوں میں ایک جدید شہر ہے۔ یہ قیاس کرنا محال ہے کہ ممبئی کے جلو میں ایسا حسین و حسین مقام ہو سکتا ہے۔"
ڈاکٹر جگدیش پاریکھ — چیرمین، فلم فائنس کارپوریشن، ممبئی	" فلم نگری کا دورہ بہت سُود مند رہا۔ فلم سازی کی مربوط ترقی میں یہ بڑی کارساز ہوگی۔ یہ صحیح معنوں میں ہندوستان میں مثالی مرکز فلم سازی بن سکتی ہے۔"
شری یش چوپڑہ	" نئے سال کا خوش آئند آغاز ... کیونکہ اس دن میں نے اس حسین مقام کا دورہ کیا جو فلموں کے شاندار مستقبل کا مظہر ہے۔ میں اس کی ترقی کا خواہاں ہوں اور چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اس کا جزو بن جاؤں۔" (یکم جنوری ۱۹۷۸ء)
پچھی —	" میں نے دنیا کے کسی حصہ میں 'فلم نگری' جیسا 'فلمستان' نہیں دیکھا۔"
راجیش کھنہ —	" ایسی نگری تو اس دنیا میں نہیں، ایک خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔"
شری شکتی سامنت —	" الفاظ میں اس کی تعریف ممکن نہیں!"
شری بی۔ آر چوپڑہ —	" بہت خوب! یہ شان بڑھتی رہے۔"
شری سبودھ مکرجی —	" واہ! واہ! مبارک ہو۔"

"ہندوستان کا ہالی وُڈ - فلم نگری"

وی۔شانتارام سے ملاقات

* فیروزہ خان

ملاقات کا وقت گیارہ بجے کا تھا۔ آج کمل اسٹوڈیو میں مجھے ایک منجھے ہوئے ہدایت کار اور اداکار کا انٹرویو لینا تھا جو پچھلے پچاس برسوں میں اپنا لوہا منوا چکا ہے اس وقت اسٹوڈیو میں ششی کپور کی کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی لیکن ادھر دیکھنے کے بجائے میرا ذہن محض سوالوں کی اُدھیڑ بن میں ہی اُلجھا ہوا تھا۔ اسٹوڈیو کے کسی ملازم نے آکر بتایا۔

"انا صاحب آپ کو بلا رہے ہیں"

فلمی دنیا میں وی شانتارام شاید اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ میں نے ان کی تقریباً تمام فلمیں دیکھی ہیں بحیثیت ہیرو کے بھی جن میں 'دو آنکھیں بارہ ہاتھ'، 'شکنتلا'، 'ڈاکٹر کوٹنس کی امر کہانی' وغیرہ شامل ہیں، لیکن پھر بھی ان سے ملنے سے پہلے ایک عمر ۵۷ سالہ انسان سے ملاقات کے لئے میں نے خود کو تیار کیا تھا۔ وی شانتارام کو دیکھ کر مجھے تعجب سا ہوا۔ وہ کسی طرح بھی پچاس سال سے اُوپر کے نہیں لگتے تھے، چھریرا بدن، خوبصورت ناک نقشہ، دلکش مُسکراہٹ اور موہ لینے والا اندازِ گفتگو۔

چند منٹوں بعد ہم نے ایک کھلے دوستانہ ماحول میں گفتگو کا آغاز کیا۔ میں نے انھیں بتایا کہ فلم نگری سے متعلق 'قومی راج' کے لئے ان کے خیالات جاننا چاہتی ہوں۔

"فلم نگری میرا خواب تھا جو شرمندۂ تعبیر ہوا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اس جگہ کا انتخاب بھی خود میں نے کیا ہے۔ جب نگری سے متعلق ہم فلم والوں نے مطالبہ کیا تو اس وقت کی حکومت نے ہمیں دہیسر (چائنا کریک) کا علاقہ ہمیں دیا لیکن پروڈیوسرز اور ڈائرکٹرز اس بات پر رضامند نہیں ہوئے کیونکہ یہ علاقہ کافی دور واقع تھا۔ ایک مرتبہ ۱۹۶۳ء میں اپنی فلم استری (کلر شکنتلا) کی شوٹنگ کر رہا تھا۔ میں نے وہاں دِہار لیک کے قریب آرے کالونی کے شمال مشرقی حصے میں بے حد خوبصورت جگہ دیکھی۔ اسی وقت وہاں فلم نگری بنانے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ فلم پروڈیوسرز گلڈ جس کے بانی ممبران میں میرا نام لیا جاسکتا ہے۔ اس وقت دلیپ کمار اس گلڈ کے صدر تھے۔ میں خود انھیں اس جگہ لے گیا اور انھوں نے بھی میری رائے سے اتفاق کیا اور اس جگہ فلم نگری بنانے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔" وی شانتارام نے کہا۔

"آپ فلم والے خود یہ فلم نگری بنانا چاہتے تھے کہ شروع سے ہی آپ لوگوں کا منشا تھا کہ حکومت اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لے؟" میں نے پوچھا۔

انھوں نے کہا "شروع ہی سے ہمارا یہی خیال تھا کہ سرکار ایک ایسا کامپلیکس تیار کرے کیونکہ میسور اور دیگر جگہوں پر اس قسم کے کامپلیکس بنائے جا چکے ہیں۔ بمبئی جہاں ہندوستان میں سب سے زیادہ فلمیں تیار ہوتی ہیں۔ حکومت کو کم بجٹ فلمیں بنانے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے قدم اٹھانا چاہیئے تھا۔ چنانچہ ہم نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے اور یہ فلم نگری اب ہالی وُڈ سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہوگی۔"

"ہالی وُڈ نجی اسٹوڈیوز کی لاس اینجلس میں واقع ایک فلم نگری ہے لیکن سرکار کی جانب سے جتنی سہولتیں ہماری فلم نگری کو ملی ہیں وہ قابل قدر ہیں۔"

میں نے پوچھا "اب جبکہ فلم نگری میں شوٹنگ کا کام جاری ہو چکا ہے ۲۵ مختلف پلاٹ میں سے دو بالکل تیار ہیں، تو آپ اس سلسلہ میں کوئی دشواری محسوس کرتے ہیں۔"

"میں بہت آشا وادی (رجائی) ہوں۔ میرا اُصول ہے 'جذبۂ صادق، سچی لگن اور سخت محنت'۔ میں قسمت جیسی چیزوں پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ میں نے ایک قلی ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے اپنا کیریئر شروع کیا تھا اور فلمی دنیا میں ایک مقام پیدا کیا ہے اور آج ۵۰ برسوں سے اس پر قائم ہوں کیونکہ میرے پیر ہمیشہ زمین پر ٹکے رہتے ہیں میں خیالی گھوڑے دوڑانے کا قائل نہیں ہوں اس لئے میں جدوجہد، محنت اور لگن سے ہی ہر کام کی تکمیل کرتا ہوں۔ فلم نگری کے بارے میں بھی قنوطی خیالات نہیں رکھتا مجھے یقین ہے کہ اس سے نہ صرف بڑی اور چھوٹی فلموں کو بلکہ علاقائی فلموں کو بھی بڑا فائدہ پہنچے گا۔"

"مراٹھی فلموں کے لئے اس فلم نگری میں کیا گنجائش رکھی گئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہندی فلموں کے لئے ۵ ایکڑ زمین الاٹ کرنے کی اجازت ہے لیکن چونکہ مراٹھی فلمیں کم بجٹ کی ہوتی ہیں اور سرکار کا یہ رویّہ ہے کہ علاقائی زبان کی فلموں کی حوصلہ افزائی کی جائے چنانچہ انھیں ½ ایکڑ یا ½ ایکڑ زمین بھی دی جاتی ہے

اس کے علاوہ کولہاپور میں بھی ایک فلم نگری بنانے کا ارادہ ہے جو کہ خوبصورتی کے لحاظ سے اس سے زیادہ بہتر جگہ ہوگی۔ اور جس کا کرایہ یہاں سے بہت کم ہوگا۔" وی۔ شانتارام نے جواب دیا۔

"آپ نہیں سمجھتے کہ فلم نگری سے نجی اسٹوڈیوز کے بزنس پر اثر پڑے گا۔"

وی۔ شانتارام نے مُسکرا کر کہا۔ "خود میرا اپنا اسٹوڈیو ہے اور پہلے کی بہ نسبت اب یہاں کام کم ہونے لگا ہے لیکن دو چار افراد کے فائدے کے سامنے عام فائدوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ فلم نگری کے نائب صدر ہونے کی حیثیت سے میں نے یہاں کے دام دیگر اسٹوڈیوز سے بہت کم رکھے ہیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہاں آئیں۔"

"فلم نگری کے شوٹنگ فلور کم نرخوں میں ملنے کے علاوہ کوئی اور فائدہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

انھوں نے کہا "آؤٹ ڈور شوٹنگ کے وقت ڈائرکٹر اور فلم آرٹسٹوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی کیونکہ لوگوں کی اتنی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے کہ شوٹنگ کرنا محال ہو جاتا ہے چنانچہ اب جبکہ اسٹوڈیو میں یہ تمام سہولتیں فراہم ہیں باہر کی بھیڑ بھاڑ

*

چین میں مشنری جذبہ سے خدمت انجام دینے والے ڈاکٹر کوٹنس کے جیون پر مبنی فلم "ڈاکٹر کوٹنس کی امر کہانی" میں وی۔ شانتارام

*

*

دی. شانتارام فلمی صنعت میں نہ صرف بہترین ڈائرکٹر ہیں بلکہ مانے ہوئے اداکار اور کیمرہ مین بھی ہیں۔ یہ تصویر اس موقع پر لی گئی تھی جبکہ آپ فلم 'چانی' کی اس منظر کشی کے وقت یہ معائنہ کر رہے ہیں کہ منظر ان کی حسبِ منشا موثر اترے گا یا نہیں۔

*

سے ہم لوگ بچ گئے ہیں۔ جیسے چلتی ہوئی ریل گاڑی یا جلتی ہوئی بلڈنگ کا سین فلمانا ہو تو یہ تاثر اب اسٹوڈیو میں تکنیکی جدت کی وجہ سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس پر خرچ بھی بہت کم آتا ہے اور لوگوں کا مجمع بھی جمع نہیں ہوتا"

"فلم نگری میں کام شروع کرنے سے پہلے کیا ڈائرکٹرز کو کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟" میں نے پوچھا۔

دی شانتارام نے جواب دیا "ہاں شروع میں پولس اور گارڈز کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اکثر وہاں چوریاں ہوتی تھیں لیکن اب اس پر بھی قابو پایا جاچکا ہے اور اب کافی پہرہ رہتا ہے۔"

"ہاں ایک بات اور ہے" انا صاحب نے فرمایا۔ "بیورو کریٹک سسٹم اور لال فیتہ کی وجہ سے جو دیگر چیزیں مثلاً لیبوریٹری یا ڈبنگ کا سیکشن یا اس قسم کی دیگر چیزیں جاری کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے میرے پاس کئی لوگ آتے ہیں جو زمین کا قبضہ چاہتے ہیں لیکن آپ کے (MIDC) کی وجہ سے کام بہت ہی آہستہ ہوتا ہے۔"

میں نے ان سے وعدہ کیا گو کہ ہمارا پرچہ سرکاری ہے لیکن ان کی یہ بات ضرور شائع کی جائے گی تاکہ فلم نگری کے مقاصد کی رکاوٹوں کو دور کرنے میں مدد مل سکے۔

اس اثنا میں ایک شخص چلڈرن فلم سوسائٹی کے لین دین سے متعلق چند مسائل لے کر ان سے ملنے آیا۔ شانتارام نے مجھ سے معذرت کی۔ اور اس کے مسائل منٹوں میں حل کر دیئے، وہ جتنا چاہتا تھا اس سے زیادہ اسے دلوا دیا یہ دیکھ کر میرے دل میں ان کی عزت اور ان کے پیشے سے احترام کا جذبہ اور بڑھ گیا۔

"شانتارام صاحب، فلم سٹی سے علیحدہ ایک ذاتی سوال آپ سے پوچھنا ہے۔"

"پوچھئے" انھوں نے کہا۔

"آپ کی فلمیں بہت بزنس کرتی ہیں اکثر پچاس ہفتے یا ۱۰۰ ہفتے بھی چلتی ہیں تو آپ جیسا کہ کچھ دیر پہلے آپ نے کہا تھا کہ اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کا آرٹ ترقی پسند ہے تو اسے اپنے آپ کو محض آرٹ کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔ یعنی آپ بغیر COMPROMISE کئے اتنی ہٹ فلمیں کیسے بنا لیتے ہیں؟"

دی. شانتارام نے کہا "میں بالکل COMPROMISE نہیں کرتا ہوں، یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ فلموں میں پروڈیوسرز کا پیسہ لگتا ہے اور اگر جتنا پیسہ لگا ہے اس سے کچھ زیادہ واپس نہ آئے تو اگلی فلم کے لئے پروڈیوسرز سے پیسے حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے میں صرف اس حد تک کمپرومائز کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے خرچ کیا ہے وہ واپس آسکے اور میں اپنا خرچ نکال سکوں، بس اس سے زیادہ کی میں نے کبھی امید نہیں کی۔ میری کچھ فلمیں جیسے 'امر بھوپالی' تو اس سال ہندوستان کی بہترین فلم مانی گئی تھی۔"

میں نے پوچھا "آجکل ہندوستانی فلمیں انگریزی فلموں کا چربہ ہوتی ہیں کیا ہندوستانی ادب میں ایسی کہانیاں نہیں ہیں جن پر ہم فلم بنا سکیں" شانتارام نے کہا۔ "کیوں نہیں، میری فلموں کی کہانیاں ہمیشہ ہندی یا

فلم "دو آنکھیں بارہ ہاتھ" کا ایک منظر، جس میں خود دی. شانتا رام نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ یہ فلم اپنی نوعیت کی پہلی فلم تھی جس میں سنگدل مجرموں کی جدید نفسیاتی طریقہ سے اصلاح پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مراٹھی ادب سے لی گئی ہیں اور میں اس کہانی کو بہترین سمجھتا ہوں جس میں انسانی اپیل ہو۔ مثلاً "سکنتلا" جب گوئٹے نے پڑھی تو اپنے سر پر رکھ کر کہا "جنت یہاں ہے" اور میں نے دو مرتبہ اسی کو فلمایا اور دونوں مرتبہ فلمیں زبردست ہٹ گئی ہیں۔"

"انا صاحب" ہم نے سُنا ہے کہ آپ نے اپنی پوری جائیداد کو ٹرسٹ بنا دیا ہے اور اب آپ خود اسٹوڈیو سے تنخواہ پاتے ہیں۔" میں نے پوچھا

"میں نے جو کچھ لوگوں سے حاصل کیا وہ انھیں کو لوٹا رہا ہوں، اس میں میری کوئی مہانتا نہیں ہے۔ میں نے اپنے بچوں سے بھی کہہ دیا ہے "کام کرو اور پیٹ بھرو ورنہ میری جائیداد سے تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ میں خود بھی کبھی ۲۴ گھنٹے مسلسل کام کرتا رہتا ہوں۔ تم نے دیکھا ہوگا میری فلموں میں اکثر TRICK SHOTS کا استعمال ہوتا ہے اس کے لئے مجھے کافی غور و خوض کرنا پڑتا ہے تخلیقی کام آسان کام نہیں ہے۔ مجھ سے کہیں زیادہ ذہین اور قابل انسان اس میدان میں پاؤں دنوں تک نہیں ٹھہر سکے ہیں جبکہ میں اپنے آپ کو بالکل بھی ذہین نہیں سمجھتا ہوں۔ البتہ میں نے محنت سے کبھی جی نہیں چرایا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے سے بہتر لوگوں کو ناکام ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔"

میں نے کہا "آپ کی خاکساری میں آپ کی ذہانت اور آپ کی مہانتا اور بڑا پن جھلکتا ہے۔"

"شانتا رام صاحب، آپ کے کام کرنے کے کیا اُصول ہیں؟"

فلم "پنجرہ" میں شری رام لاگو اور سندھیا۔ یہ فلم دیہی اور شہری علاقوں میں کافی مقبول ہوئی۔

شانتا رام کی کلاسیکل شاہکار فلم "جھنک جھنک پائل باجے" میں محوِ رقص سندھیا اور گوپی کرشنا۔

انھوں نے کہا "میں سیاسی پروپیگنڈے کا قائل نہیں ہوں، نہ ہی قسمت پر یقین رکھتا ہوں اور نہ ہی دھرم کے چکر کو بیچ میں لانا پسند کرتا ہوں میرا کہنا ہے "راج کرن من میں، دھرم کرن گھر میں" سوشل ادیرنس اور کمٹمنٹ لیکن کسی خاص آئیڈیالوجی سے نہیں ہیں بلکہ میرا اصول ہے۔ انہی اصولوں کو سامنے رکھ کر میں فلمیں بناتا ہوں۔"

"شانتارام صاحب، اب فلم نگری کی طرف واپس چلیں۔" میں نے کہا

"ہاں پوچھئے اور کیا پوچھنا ہے" انھوں نے جواب دیا۔

"ایک ہی جگہ فلمیں بنیں گی، اور وہی سین بار بار فلم بینوں کے سامنے آئیں گے تو کیا اس طرح فلموں میں یکسانیت نہیں پیدا ہوگی؟"

انھوں نے کہا "یکسانیت پیدا ہونے کو ابھی بہت وقت لگے گا۔ اور پھر ایک فٹ بھی کیمرے کا زاویہ بدلا جائے تو سین بالکل الگ لگتا ہے۔ فلم دیکھ کر لوگ اکثر بھول جاتے ہیں۔ سچویشن اور کہانی کے حساب سے جگہوں کا اثر بھی الگ الگ ہوتا ہے اور اگر دس سال بعد ٹھیک وہی سین دوبارہ نظر بھی آئے تب بھی فلم بینوں کو وہ الگ لگے گا۔ اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوگا۔ البتہ ایک ہی جگہ مختلف فلموں کی شوٹنگ سے نقل کرنے کا خدشہ ہے لیکن اچھا ڈائرکٹر کبھی بھی نقل کو بہتر نہیں سمجھتا ہے اس لئے وہ یہی کوشش کرے گا کہ دوسروں سے بہتر چیز پیش کرے اس لئے مقابلے بڑھ جائیں گے اور اچھے سیٹ اچھی فلمیں دیکھنے کو مل سکتی ہیں۔ یہ اُمید کی جاسکتی ہے۔"

"شانتارام صاحب، فلم نگری کی سہولتیں محض مہاراشٹر کے ڈائرکٹروں کو ملیں گی یا غیر ممالک یا دوسری ریاستوں کے فلم والوں کو بھی حاصل ہوں گی"

میں نے پوچھا۔

"کوئی بھی ڈائرکٹر ان سہولتوں سے فیض یاب ہوسکتا ہے۔ اگر غیر ملکی ڈائرکٹر یہاں آکر فلم ڈائرکٹ کرنا چاہیں تو انھیں بھی اسی قیمت سے پلاٹ دیئے جائیں گے۔" انھوں نے جواب دیا۔

اتفاقاً میری نظر گھڑی پر پڑی، ایک بج رہا تھا۔ اور وقت کا بالکل احساس تک نہیں ہوا۔ میں نے شانتارام جی سے کہا "اب صرف ایک آخری سوال ہے یعنی آپ نئے ڈائرکٹر یا نئی فلمی نسل کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں۔"

انھوں نے کہا "میں اپنا پیغام تو بہت پہلے ہی دے چکا ہوں" اور ان کے الفاظ "جذبۂ صادق، سخت محنت اور سچی لگن ہی ترقی کا راز ہے۔" میرے ذہن میں گونجنے لگے۔

تصحیح

'قومی راج' کے شمارہ مورخہ ۱۰ رجون ۱۹۷۸ء میں شائع شدہ مضمون بعنوان "میفکو کی کارگذاری" میں لفظ "بیف" جہاں جہاں استعمال کیا گیا ہے وہ صرف 'بھینس کے گوشت' ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

گلزار زتشی دہلوی
مدیر "سائنس کی دنیا" سہ ماہی

ع "پربت وہ سب سے اونچا......"

کوہِ ہمالیہ اور مقدس آبِ رودِ گنگا، ہندوستان کی تاریخ، تہذیب، ادب، سماج و اقتصادیات اور جغرافیہ، غرض ہر شعبۂ حیات میں اہمیت و امتیاز، ولولہ و وجدان، قدرتی ذرائع و وسائل، عبادت و ریاضت، تحقیق و جستجو اور خوش عقیدگی کا مرکز رہے ہیں۔ بین الاقوامی جنگوں سے حفاظت، پانی۔ ہوا، معدنیات، اور غذا کے نمو اور افراط سے رسد، اور متعدد بیماریوں کے انسداد و تدارک، ادویات سازی اور آبی و برقی توانائی کا منبع و مخرج بھی رہے ہیں۔ ان کے برف، پانی، پتھر، جڑی بوٹیاں، ریت اور منت درمن سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے جینے کی سبیل وابستہ ہے۔ ویدوں، اپنشدوں اور پرانوں کے دور سے پہلے سے، یعنی زمانۂ قبلِ تاریخ ہی سے اس کی اہمیت اور پاکیزگی، عابدوں، ماہرینِ علوم و فلسفہ، سائنسدانوں اور ماہرینِ ریاضیات و فلکیات کے لئے یکساں توجہ کا مرکز رہی ہے۔ سنسکرت، اردو، ہندی، بنگلہ اور دوسری زبانوں کے ادب میں بھی اس کی تعریف کے شہ پارے سنہری حروف میں منقش ہیں۔

اس کی یہی خوبیاں ہیں جو گذشتہ تیس۔ اکتیس برس میں، آزادیٔ ملک کے بعد سے، اقوامِ غالب اور نو آبادیاتی نظامی و سامراجیت کی آماجگاہ رہا ہے۔ جس میں اہلِ فرنگ کی ریشہ دوانیاں اور جنگِ زرگری نے بڑے بڑے گل کھلائے ہیں۔

ترقی یافتہ اور مالدار بڑی قومیں، جن کے پاس دولت اور سائنس و تکنیک پر قدرت کی کلید ہے، اسی لئے ہمالیہ اور گنگا دونوں کو ہندوستانی عوام کے لئے غیر مفید و مہلک بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ آج کوہ ہمالیہ میں امریکی نیوکلائی ری ایکٹر کی گمشدگی اور خطرناک جاسوسی آلات کا نصب کیا جانا اس شر انگیزی کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

دریائے گنگا کے منبع کے قریب امریکی جاسوسی مرکز کے ذریعہ، کوہ پیما ٹولیوں کی مدد سے ۱۹۶۵ء سے جن خطرناک آلات کی تنصیب کا کام انجام دیا گیا ہے، اور جو حال ہی میں منظرِ عام پر آیا ہے۔ اس کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ ان آلات میں سے کچھ کھو چکے ہیں اور ہمالیہ کی برف کے اندر دفن ہو کر گنگا کے پانی میں تحلیل ہو رہے ہیں، جس کے سبب ایسی مہلک تابکاری عمل میں آنے کا خطرہ ہے جس سے گنگا کا پانی زہریلا ہو کر مہلک ہو جائے اور اس کی صدیوں پرانی روایات لایعنی ہو کر رہ جائیں۔ حکومتِ ہند، ہندوستانی پارلیمنٹ، پریس اور عوام میں اس سے گہری تشویش پیدا ہوئی ہے۔ خود امریکہ کے بعض مدبرین نے اسے سنگین صورت حال قرار دیا ہے۔ امریکہ کا یہ جاسوسی ری ایکٹر جو ہمالیہ میں ۱۹۶۵ء میں نصب کیا گیا تھا۔ پلاٹینم ۲۳۸ سے بھرا ہوا تھا۔ اسے نندا دیوی پہاڑ کے قریب دریائے گنگا کے منبع کے پاس کھو دیا گیا۔ اس سے نکلنے والی ریڈیائی تابکار لہریں گنگا کا پانی استعمال کرنے والوں کے لئے خطرہ بن چکی ہیں۔ گو بظاہر ان آلات کی تنصیب کا مقصد چین کے خود کار تجربات، ایٹمی اور نیوکلیائی پیشرفت اور میزائل وغیرہ کا پتہ لگانا تھا۔ اس کی تصدیق خود امریکہ کی آٹھ کوہ پیما جماعتیں کر چکی ہیں۔ چنانچہ اب یہ امریکہ اور ہندوستان کے لئے انتہائی ضروری بلکہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ اس گمشدہ جاسوسی نیوکلیائی آلہ کو تلاش کر کے، کھود کر ہمالیہ سے نکال پھینکا جائے۔ اس سے یہ خطرہ بھی ہے کہ اگر یہ آلہ اندر ہی اندر پھٹ گیا تو گنگا کے پانی سے آبپاشی، ماہی گیری وغیرہ کا کام نہیں لیا جا سکے گا اور نہ ہی پھر اسے پینے کے لئے استعمال کیا جا سکے گا۔ پلاٹینم کے اس ۱۲۵ پونڈ وزنی آلہ کے مسئلہ نے سارے ملک میں ہیجان برپا کر دیا ہے۔

ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ جو غیر ملکی کوہ پیما ٹولیاں اقوامِ غالب کی طرف سے ہمالیہ کی چوٹیاں سر کرنے آتی ہیں، ان کی نقل و حرکت پر خصوصی شرائط ہونی ضروری ہیں اور آئندہ حکومت ہند کی جانب سے ان کی نگرانی اور روزمرّہ کاموں میں شمولیت اور ان کے اسباب و آلات کی ماہرانہ تلاشی بھی ضروری ہے۔ ترقی پذیر اقوامِ غالب کے مصنوعی سیارے، چاند پر پرواز، ستاروں کی تسخیر اور دور افتادہ موسمی اسٹیشن اور روشنی کے میناروں میں استعمال ہونے والا یہ مادّہ اب تخریب کاری کے لئے اور جاسوسی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور یہ سائنس کو جنگ بازی کی طرف دھکیلنے اور ترقی پذیر ملکوں میں نقضِ امن کے لئے ایک بڑا فتنہ ثابت ہو سکتا ہے۔ سائنس کو امنِ عالم اور فلاحِ انسانیت کے لئے استعمال کرنا اور جنگ سے بنی نوعِ انسان کو بچانا ایک بڑا اور تسلیم شدہ مقصد ہے۔ اگر اقوامِ غالب یا خود امریکہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو تمام ترقی پذیر ملکوں کو، ناوابستہ اور غیر جانبدار ملکوں ہی کو نہیں بلکہ "یو۔ این۔ او" کی جملہ جماعتوں اور اداروں کو اس کے خلاف آواز بلند کرنی چاہئے۔

بھارت کے وزیر اعظم نے بھی ایوانِ عام میں اس مسئلے پر بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "ہم کسی ایسی کارروائی کی اجازت نہیں دیں گے جس میں قوم کے لئے خطرات

مضمر ہوں"۔ حکومت ہند سائنسدانوں کی ایک خصوصی کمیٹی بھی تشکیل دے رہی ہے، جو اس جزیرہ میں موجود پلاٹینیم سے مستقبل میں آلودگی کے خطرے کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری کارروائی کی سفارش کرے گی نیز اب گنگا کے پانی کی آلودگی کا جائزہ پھر سے لیا جا رہا ہے تاکہ اس خطرے کی شدت کا صحیح اندازہ ہو۔

بہرحال ہمارا مقصد یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی، اور نیوکلیائی آلات و اسلحہ کو انسانیت کی حفاظت، فلاح و بہبود، یکجہتی اور ترقی کے لئے استعمال کیا جانا چاہئے۔ تخریب، دباعت۔ چھوٹے، غریب اور ترقی پذیر ممالک و اقوام کے استحصال، اور سیاسی، سائنسی یا اقتصادی تسلط اور چند اقوامِ غالب کے مفاد و خودغرضی کے لئے نہیں! شمسی توانائی، جوہری قوت، نیوکلیائی تابکاری اور سائنسی فروغ و پیش رفت کو برائے عالمگیر امن، جہانگیر دوستی کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔

اس خصوص میں سب سے زیادہ ذمہ داری، روس، امریکہ، برطانیہ، فرانس، چین، کناڈا، مغربی جرمنی، آسٹریلیا وغیرہ ممالک کی ہے، جنھیں دنیا میں تحفظِ امن کا سب سے بڑا دعویٰ ہے۔ آج مریضِ انسانیت کو علم، روٹی، ادویات، کپڑے اور مکان کی ضرورت ہے نہ کہ انسانی دریافت، تحقیق و جستجو اور ایجاد و اختراع کا رُخ ہلاکت کی طرف موڑنا۔

ہندوستان کی تاریخ و تہذیب کو مسخ کرنے اور اس کی مخفی طاقت کو محدود کرنے کی طرف یہ پہلے اقدامات میں سے ایک ہے کہ کوہِ ہمالیہ کو مخدوش اور دریائے گنگا کو غیر مفید بنا دیا جائے۔ گنگا کا پانی آبِ زمزم کی طرح مقدس بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے پانی کو لوگ برسوں گھروں میں محفوظ رکھتے ہیں۔ اس میں کیڑا نہیں پڑتا۔ اس میں کچھ ایسے معدنیات اور تیزاب یا گیس ہیں جو اسے سڑنے نہیں دیتے۔ صحت و توانائی اور آبیاری و آبپاشی میں یہ نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ شعر و شاعری کے دفتر اس کی تعریف و توصیف سے بھرے پڑے ہیں کوہ ہمالیہ نے عام طور پر شمالی اطراف سے خطرات کی مدافعت میں ہمیشہ مدد دی ہے۔ چنانچہ اسے ڈاکٹر اقبال نے ان الفاظ میں خراج دیا ہے ؎

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسباں ہمارا

آج ہمالیہ اور گنگا دونوں پُرخطر دور سے گذر رہے ہیں اور دونوں کی روایات احترام خطرے میں ہے۔ ہندوستانی سائنسدانوں کا فرض منصبی ہے اور حکومتِ ہند کی ذمہ داری، اور باقی جملہ ہندوستانیوں کے اخلاقی احساس کا امتحان بھی کہ اب ہمالیہ اور گنگا دونوں کو بین الاقوامی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کی تدابیر پر عمل ہو اور ایسے سائنسی اقدامات کئے جائیں جن سے موجودہ صورتِ حال اور لاحق خطرات کا تدارک کیا جا سکے، اور ہلاکت کاری کی مدافعت ہو سکے، نیز گنگا اور ہمالیہ کے قدرتی وسائل کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنایا جا سکے تاکہ ہندوستانی قوم کا سر نگوں نہ ہو اور آنے والی نسلیں ہمیں غلامی سے نجات دلانے والا تسلیم کرنے میں حجت نہ کر سکیں۔ بہتر تو یہ ہو کہ دنیا کی قومیں بہ آوازِ بلند ایک ہو کر، نیوکلر طاقتوں کو اپنے مہلک تجربات سے باز رکھنے کے لئے کوشاں ہوں، اور نیوکلر تخریب کاری سے دنیا کو بچائیں۔ ہمالیہ اور گنگا کی اس طرح آلودگی، دراصل نسلِ آدم کے عدمِ تحفظ کی نقیب اور تیسری عالمگیر جنگ کی پیشرو بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے خلاف صف آراء ہونا ہی مثبت قدم ہوگا۔

ورنہ ؎

اک بھیانک موت کی تاریکیاں چھا جائیں گی
آدمی کو عقل کی باریکیاں کھا جائیں گی!

(گلزار)

مناؤ عید ملن اور جشنِ دیوالی
دِلوں کا سوز، محبت کی چاشنی لیکر
نمونہ پیش کرو ایکتا کا اس طرح
سویّاں کھاؤ چراغوں سے روشنی لیکر

•

بھارتی ہوں! میں اپنے بھارت کی
خونِ دل سے کروں گا رکھوالی
سارے تیوہار میرے اپنے ہیں!
عید ہو یا ہو جشنِ دیوالی

قمر سیوھاروی
وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار بمبئی

غزلیں

• طرفہ قریشی
مومن پورہ - ناگپور

سمجھ کے شیخ حرم کا قصیدہ خواں مجھ کو
پلادی رندوں نے صہبائے ارغواں مجھ کو

مٹا دے شوق سے اے گردشِ جہاں مجھ کو
کہ اب تو اپنی زمیں بھی ہے آسماں مجھ کو

مثالِ گردِ سرِ راہ ہے وجود مرا!
گیا ہے چھوڑ کے رستے میں کارواں مجھ کو

کوئی تو شکل الٰہی قرار کی نکلے
ستا رہی ہے بہت یادِ رفتگاں مجھ کو

ابھی فلک کے مظالم ہوئے کہاں پورے
ابھی تو دینے ہیں کچھ اور امتحاں مجھ کو

میں اُس کے چہرۂ حیرت نواز کے صدقے
بنا کے رکھ دیا تصویرِ بے زباں مجھ کو

میں اپنے ضبطِ غمِ دل کا حاشیہ کش ہوں
نہ راس آئی کبھی شورشِ فغاں مجھ کو

لگائی آگ کہاں جا کے آہِ سوزاں نے
دھواں دھواں نظر آتا ہے آسماں مجھ کو

میں اب وہاں ہوں جہاں خضر کو ہے اپنی تلاش
اجل نہ ڈھونڈ عبث تو یہاں وہاں مجھ کو

تمام قصے ہیں میرے وجود سے مشتق!
سنانے آئے ہو میری ہی داستاں مجھ کو

مرے وجود کو تو جنسِ رائیگاں نہ سمجھ
ملی ہے سایۂ جبریلؑ میں اماں مجھ کو

میں اس کی بندہ نوازی کو کیا کہوں طرفہ
بٹھا دیا ہے فرشتوں کے درمیاں مجھ کو

• رشمی کانت راٹھی
کٹک

میں پستہ قد سہی ہمت بلند رکھتا ہوں
کہ شہرِ سنگ میں شیشے بھی چند رکھتا ہوں

نہ جامِ تلخ کوئی اور نہ قند رکھتا ہوں
تکلفات سے خود کو بلند رکھتا ہوں

جنوں کا ہاتھ بٹانے کے واسطے لوگو!
میں اپنے پاس دلِ ہوشمند رکھتا ہوں

[illegible]
گناہگار ہوں سامانِ پند رکھتا ہوں

بکھر کے صورتِ لمحہ جہانِ فانی میں
ہوا کے دوش پہ اپنی کمند رکھتا ہوں

کوئی تو سنگ اٹھا کر بڑھے مری جانب
کہ راہ میں بھی سرِ خود پسند رکھتا ہوں

غزل

• محسن زیدی
۸۹۷۱ - نیا محلہ، پُل بنگش، دہلی -۶

ہمارے جسم سے سر اَب جُدا جُدا سا ہے
یہ فرش و عرش کا رشتہ تو ٹوٹتا سا ہے

کوئی بجھاتا بھی کیا پیاس ریگِ صحرا کی
جگنوں جھلکوں سے سمندر تو خود ہی پیاسا ہے

اگر چھوئیں بھی تو شبنم کی طرح اُڑ جائے
وہ عکس جیسے سرابوں کا سلسلہ سا ہے

ابھی ابھی جو گیا ہے اُتار کر خنجر
وہ کوئی اور نہیں اِک مرا شناسا ہے

ہمارے خاکوں سے کردار ملتے جلتے ہیں
یہ قصّہ تم جو سُناتے ہو کچھ سُنا سا ہے

اگر یہ سچ ہے، حقیقت ہے خواب کی صورت
کوئی بھی تازہ حقیقت ہو اِک دلاسا ہے

ہمیں تو پیار ہے محسن حسین ناموں سے
وہ خود بُرا ہی سہی نام تو بھلا سا ہے

• اشفاق انجم
(مالیگاؤں)

اپنی قسمت کا لکھا کاٹو گے
دوستو کیسے ہَوا کاٹو گے

گردنیں کاٹ تو لو گے بیشک
گونجتی ہے جو صدا کاٹو گے

نوچ کر جلتے چراغوں کی لویں
کالے پانی کی سزا کاٹو گے

یوں انا کو نہ اُبھارو لوگو!
اپنے ہاتھوں سے گلا کاٹو گے

دل میں پھولوں کی تمنّا لے کر
کانٹے بوؤ گے تو کیا کاٹو گے

لے کے پھرتے ہو جو مقراضِ حسد
رشتۂ مہر و وفا کاٹو گے

بن کے دیوارِ گلستاں انجم
کیسے تم راہِ صبا کاٹو گے

محبوب راہی
برسی ٹکلی، ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

دیوالی لئے آئی اُجالوں کی بہاریں
ہر سمت ہیں پُر نور چراغوں کی قطاریں

سچائی ہوئی جھوٹ سے جب بر سر پیکار — جب ظلم کی گردن پہ پڑی عدل کی تلوار
نیکی کی ہوئی جیت بُرائی کی ہوئی ہار — اُس جیت کا یہ جشن ہے اس فتح کا تہوار

ہر کوچہ و بازار چراغوں سے نکھاریں
دیوالی لئے آئی اُجالوں کی بہاریں

ہر سینے میں گلہائے مسرت کی مہک ہے — ہر دل میں اُمیدوں کے اُجالوں کی دمک ہے
ہر آنکھ میں پُر نور ستاروں کی چمک ہے — ہر چہرہ پہ خوشیوں کی طرب خیز جھلک ہے

ہر سمت برستی ہیں اُمنگوں کی پھواریں
دیوالی لئے آئی اُجالوں کی بہاریں

آؤ کہ قسم آج کے دن مل کے یہ کھائیں — دیوار ہر ایک بیچ میں حائل جو ہے ڈھائیں
نفرت کے عداوت کے اندھیروں کو مٹائیں — ہر سمت چراغ آج اُخوت کے جلائیں

یہ روزِ مسرت سبھی مل جُل کے گزاریں
دیوالی لئے آئی اُجالوں کی بہاریں!

جگ مگ سے دیوں کی درو دیوار ہیں روشن — ہر سمت گلی کوچہ و بازار ہیں روشن
پاکیزہ خیالات ہیں افکار ہیں روشن — راہی تیری اس نظم کے اشعار ہیں روشن

ہر ذہن کو جو نورِ اُخوت سے نکھاریں
دیوالی لئے آئی اُجالوں کی بہاریں

خبریں - تصویروں میں

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی نے ۱۴ ستمبر کو بمبئی میں راشٹریہ پرچار سبھا کے زیرِ اہتمام 'ہندی ہفتہ' کا افتتاح فرمایا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں گورنر موصوف خطاب فرما رہے ہیں۔ نیز (بائیں سے دائیں) شری ایچ۔ این۔ ترویدی، شری رام منوہر ترپاٹھی، ایم۔ ایل۔ سی اور شری وامن راؤ مہاڈک، میئر بمبئی تشریف فرما ہیں۔

مذہبی میل محبت بڑھانے کی غرض سے مشترکہ 'عیدِ ملن و گنیش چترتھی' تقریب ۲۲ ستمبر کو انجمن گرلز ہائی اسکول، باندرہ (بمبئی) میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں بائیں سے دائیں شری نہال احمد، وزیر برائے ایمپلائمنٹ اور مین پاور، مشہور و معروف موسیقی کار شری نوشاد، شری سر دلوار، وزیر اعلیٰ، شری دسنت بابٹ، مشہور مراٹھی کوی، پروفیسر سدانند ورد ے، وزیر برائے تعلیم اور ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا، وزیر مملکت برائے مالیات اور پروٹوکول دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری سر دیوار اور ان کے کابینی رفقائے کار نے ۲۵ ستمبر کو سہیادری، بمبئی میں مندرج ذاتیوں اور مندرج قبائل کی فلاح و بہبود سے متعلق شری رام دھن [illegible] پارلیمانی کمیٹی کے اسٹڈی گروپ سے تبادلۂ خیال کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

(اوپر بائیں) شری اُتم راؤ پاٹل، وزیر برائے محصول نے ۱۲ ستمبر کو قصبہ پاؤنار، ضلع وردھا میں سیلاب زدہ علاقہ کا دورہ کیا اور وہاں متاثرہ اشخاص کو امداد بہم پہنچانے کے بارے میں دریافت کیا۔

اوپر دائیں: وزیر اعلیٰ شری شرد پوار، شری نانا صاحب سپکال، چیرمین آف مہاراشٹرا اسٹیٹ کو آپریٹو بنک سے ۸ لاکھ روپے کا چیک وصول فرمارہے ہیں جو متاثرہ اشخاص کی امداد کے لئے دیا گیا ہے۔ بنک کے مینیجنگ ڈائرکٹر، ڈاکٹر ڈبلیو۔ سی شری شریمل بھی ان کے ساتھ دیکھے جاسکتے ہیں۔

شری بھائی وبدیہ، وزیر مملکت برائے امور داخلہ فلم "اپنا خون" کے خیراتی شو میں مہمان خصوصی تھے جس کا اہتمام ۱۲ ستمبر کو سنیتم تھیٹر ورلی بمبئی میں سابق فوجی جوانوں کی بیواؤں اور معذور سپاہیوں کی بھلائی کی خاطر فلیگ ڈے کمیٹی کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اس موقع کی تصویر میں وزیر موصوف فلم آرٹسٹوں اور کمیٹی کے ممبران کے ساتھ نظر آرہے ہیں

پروفیسر سدانند وردے، وزیر برائے تعلیم ۲۸ ستمبر کو چلڈرنس ایڈ سوسائٹی کی جانب سے یہ ٹرافی سینٹ میری ہائی اسکول مجگاؤں بمبئی کو دے رہے ہیں۔ اس اسکول نے گذشتہ سال 'فلیگ ڈے' پر چندہ جمع کرنے میں عمدہ کام کیا تھا۔

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار، ۳۰ ستمبر کو منترالیہ، بمبئی میں اجارہ داری حصول کپاس اسکیم کی عمل آوری پر نظر ثانی کے لئے مقررہ کمیٹی کی رپورٹ اس کے چیرمین شری این۔ ڈی پاٹل، وزیر برائے امداد باہمی سے وصول فرما رہے ہیں۔ شری بھائی ڈبدبہ، وزیر مملکت برائے امور داخلہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔

*

شری چھیدی لال گسا، وزیر برائے شراب بندی نے ریاستی حکومت کے پندرہ روزہ رسالہ 'لوک راجیہ' کے خصوصی شراب بندی نمبر کا افتتاح فرمایا جو ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کی جانب سے ۲ اکتوبر کو بمبئی میں ۱۹ ویں شراب بندی ہفتہ کے موقع پر شائع کیا گیا تھا۔

*

شری سُندر راؤ سولنکے، وزیر صنعت ۴ اکتوبر کو بمبئی میں نیشنل ایسوسی ایشن آف بلائنڈ کی جانب سے نابینا اشخاص کے لئے قائم کردہ دکانوں کا افتتاح کر رہے ہیں۔

گورنر شری صادق علی، راج بھون، ممبئی میں ۱۹۷۷-۷۸ء کے کرشی پنڈت سنور مل سبد مل کو ہدیۂ تہنیت پیش کر رہے ہیں۔

گرانٹ میڈیکل کالج، ممبئی کے دو سابق طلبہ، جناب اسحٰق جمخانہ والا اور شری نامدیو راؤ گاڈیکر کو مذکورہ کالج کے طلبہ نے شری شرد پوار کی رہنمائی میں پروگریسو ڈیموکریٹک فرنٹ منسٹری میں شامل کیے جانے پر حال ہی میں منعقدہ ایک تقریب میں مبارکباد دی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں (دائیں سے بائیں) ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا، وزیر مملکت برائے مالیات، محنت، اوقاف اور پروٹوکول، ڈاکٹر نامدیو راؤ بی. گاڈیکر، وزیر مملکت برائے صحت عامہ اور خاندانی بہبود، ڈاکٹر بی. گانتونڈے، ڈائرکٹر آف میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ اور ڈائرکٹر آف ہافکن انسٹی ٹیوٹ، ڈاکٹر جی. ایچ ملک اور ڈاکٹر گانو بابک دیکھے جا سکتے ہیں

شری شرد پوار، وزیر اعلیٰ نے ضلع جلگاؤں میں متعلقہ راویر کی سیلابی صورت حال کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں شری پوار متاثرہ اشخاص کو کپڑے تقسیم کر رہے ہیں۔ وزیر محصول، شری اُتم راؤ پاٹل اور ضلع کلکٹر شری ایس. بی. رام راؤ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ورلڈبنک کے صدر مسٹر رابرٹ میکنمارا نے ۱۲ اکتوبر کو وزیراعلیٰ شری شرد پوار سے منترالیہ بمبئی میں ملاقات کی۔

شری نہال احمد، وزیر برائے ایمپلائمنٹ مین پاور ڈیولپمنٹ اور ٹیکنیکل تعلیم و تربیت، کلوہ میں جنتا مسلم فورم کے افتتاحی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے۔

بمبئی میونسپل سندھی سرکل کی جانب سے ۲۳ ستمبر کو جے ہند کالج میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شری حشو ایڈوانی، وزیر برائے شہری ترقی اور بی۔ ایم۔ آر۔ ڈی۔ اے نے شرکت کی۔ اسی موقع پر وزیر موصوف نے شری واسودیو نرمل کے ایک بابی ڈرامہ پر مشتمل کتاب "بنا دیتی لینی شادی" کا اجرا کیا۔ زیرِ نظر تصویر میں بیرسٹر ہوت چند ایڈوانی اور پروفیسر رام پنجوانی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔
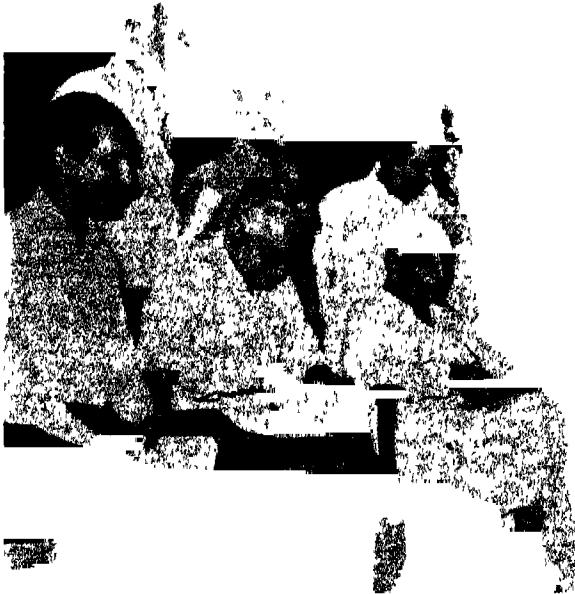
گورنر مہاراشٹر شری صادق علی کل ہند مقابلۂ فصل میں انعام پانے والوں میں سے ایک کو انعام دیتے ہوئے۔

تخمی رقم کی ترقی کے لئے امدادی اسکیم میں تبدیلی

روزگار فراہمی پروگرام کے تحت تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو تخمی رقم کی ترقی کے لئے امدادی اسکیم کی خصوصی روزگار پروگرام کی ریاستی سطحی کمیٹی کی دوسری بیٹھک میں جو ۱۷ر اکتوبر کو منترالیہ میں ہوئی جائزہ لیا گیا۔ اس موقع پر شری سُندر راؤ سولنکے وزیر صنعت نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

شری اسحٰق جمخانہ والا، وزیر مملکت برائے مالیات و محنت۔ شری پی۔ ڈی کسبیکر سیکریٹری، محکمۂ انڈسٹریز، لیبر اینڈ انرجی شری بالچندر بھگوت، انڈسٹریز کمشنر، محکمۂ صنعت کے افسران اور مختلف ترقیاتی کارپوریشنوں نیز بڑے بنکوں کے نمائندے اس موقع پر موجود تھے۔ شرکت کردہ بنکوں کے نمائندوں نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ اپنی بنکوں سے مقررہ نشانہ ظاہر کرکے مالی امداد پہنچائیں گے۔

یہ اسکیم چونکہ ۶ سال پہلے شروع کی گئی تھی اس لئے اس کے تحت بڑھتی ہوئی تعداد میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو مدد ملی ہے۔ ۷۳-۱۹۷۲ء اس اسکیم کے ابتدائی سال میں ۶٫۹۱ لاکھ روپے کی امداد ۲۹۸ افراد کو بہم پہنچائی گئی ہے۔

۷۸-۱۹۷۷ء میں یہ رقم ۲۰۵٫۶۷ لاکھ تک بڑھ گئی ہے اور ۶٬۷۷۶ افراد کو بہم پہنچائی گئی۔

اب تک اس اسکیم سے فیضیاب ہونے والوں کی کل تعداد ۲۵،۳۸۴ ہے اور کل امدادی رقم ۱۷٫۸۴ لاکھ ہے۔ اس اسکیم کے تحت نئے پروجیکٹوں کے لئے ۵۴٫۸۵٫۱۷ لاکھ روپے کی رقم کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

اس اسکیم کا مقصد تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے صنعتیں قائم کرنے میں امداد کرنا جس میں پروجیکٹوں کے لئے ۲۰ سے ۳۰ فیصد تک مالی امداد بہم پہنچانا شامل ہے۔

اس اسکیم کے تحت لمبی مدت کے قرض کی منظوری دی گئی ہے اور سود کی شرح بھی بہت کم یعنی ۴ فیصد رکھی گئی ہے۔ اب تک اس اسکیم کے تحت کم از کم امداد اور زیادہ سے زیادہ امداد کا کوٹہ بالترتیب ۱۰ اور ۱۵ فیصد رکھا گیا تھا۔ ۱۹ر اگست ۱۹۷۸ء سے اس کوٹے میں ۱۵ فیصد اور ۲۲ فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے۔

سیلاب سے متاثرہ بچوں کے لئے کپڑے

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے یوتھ ہاسٹل ایسوسی ایشن کے ممبران کی جدوجہد کی بہت تعریف کی جو انھوں نے سیلاب سے متاثرہ بچوں کی راحت کے لئے نئے کپڑے جمع کرنے میں کی۔

نئے کپڑوں کا ایک پورا سوٹ کیس وزیر اعلیٰ کو ایسوسی ایشن کی صدر شریمتی پرویز ایف۔ دوتی والا نے پیش کیا۔

سیمنٹ کے لئے ۳۱ر اکتوبر تک درخواستیں دیں

سیمنٹ کا اسٹاک رکھنے والے ایسے افراد جن کے پاس جائز سیمنٹ کے لائسنس ہیں اور امداد باہمی ادارے جو کہ سیمنٹ کا کاروبار کرنے کے خواہشمند ہیں اگر وہ تبدیل شدہ درخواست فارم کے ذریعے ۱۵ر ستمبر تک درخواست نہیں بھیج سکے ہیں تو انھیں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے درخواست فارم کنٹرولر آف راشننگ رائل انشورنس بلڈنگ چرچ گیٹ بمبئی کو مقررہ فارم کے ذریعے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء تک درخواستیں دیں۔ یہ درخواست فارم کنٹرولر کے دفتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

ریلوے اسٹیشن کے نام میں تبدیلی

ضلع کولہاپور کے تعلقہ شیرول میں واقع جنوب مرکزی ریلوے کے "ہم شیر گاؤں کھانسا" اسٹیشن کا نام بدل کر اب "ہم شیر گاؤں سام ڈالگے" رکھ دیا گیا ہے۔

فن کاروں کو ریاستی انعامات

حکومت مہاراشٹر نے سال ۷۸-۱۹۷۷ء کے ریاستی انعام کے لئے نامزد کردہ ان فنکاروں کے نام کا اعلان ۱۲ر اکتوبر کو کیا ہے جنھوں نے اپنے میدانوں میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے ہیں۔

ریاستی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ ماہرین کی کمیٹی نے جن فنکاروں کے ناموں کی سفارش کی ہے وہ اس طرح ہیں: شری پرشورام سامنت (ڈرامہ)، اُستاد خادم حسین خاں (موسیقی)، گرو پرونی کمار (رقص)، شری دادا سالوی (مراٹھی فلم)، شری اشوک کمار (ہندی فلم)، شریمتی ہیمنا بائی وٹھیکر (تماشہ)، شری باندورنگ کھادلکر (ساہتیہ) اور شری سی۔ رامچندر (پرفارمنس کے علاوہ)

انعام یافتگان کو شال، شری پھل سند اور ۱۱۱۱ روپے سے نوازا جائے گا۔

تھانے میں دودھ کی فراہمی

بمبئی عظمیٰ دودھ اسکیم نے تھانے شہر کے ۱۶ مراکز سے دودھ کی تقسیم کا کام شروع کر دیا ہے۔ تجویز ہے کہ وہاں پر دودھ کی تقسیم میں مزید توسیع کی جائے۔ یہ سہولت سنی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائیٹیز کو بھی دی جائے گی۔

سوسائٹیز کے عہدیداروں سے گذارش ہے کہ وہ ورلی ڈیری کے کنٹرولر آف پروکیورمنٹ اینڈ ڈسٹری بیوشن سے رابطہ قائم کریں اور اپنے احاطہ میں ہی مناسب جگہ کی نشاندہی بھی کریں۔

اَدنیٰ معدنیات مُفت نکالی جا سکتی ہیں

حکومت مہاراشٹر ادنیٰ معدنیات نکالنے سے متعلق عوام کی نمائندگی کے جواب میں اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ مہاراشٹر اراضی محصول (ادنیٰ معدنیات کا اکھاڑنا یا نکالنا) قوانین بابت ۱۹۷۸ء کے تحت کسی نالے یا کھاڑی وغیرہ سے گھریلو استعمال یا زرعی استعمال کے لئے ادنیٰ معدنیات بغیر کسی قیمت کے نکالی جا سکتی ہیں

اس رعایت کے تحت مہاراشٹر اراضی محصول کے سیکشن ۲۲ کے تحت نہ آنے والی غیر متعین سرکاری اراضی بھی آتی ہے۔

اس سلسلہ میں اجازت حاصل کرنے کے لئے افسران کے نام ادنیٰ معدنیات نکالنے کا مقصد نیز مقررہ رقم کی حد تک نکالنے کی اجازت کی تفصیلات ذیل میں درج ہیں:

تلاٹھی: گھریلو یا زرعی مقصد کے لئے (الف) لیسٹرائیٹ پتھر ۵۰ روپے کی رقم تک کا (ب) دیگر کوئی ادنیٰ معدنیات ۲۵ روپے کی قیمت تک۔

تحصیلدار یا نائب تحصیلدار (الف) خود اپنے گھریلو استعمال کے لئے زرعی یا دیوار وغیرہ کی تعمیر کے لئے لیسٹرائیٹ پتھر جس کی قیمت ۱۰۰ روپے تک ہو۔ (ب) گھریلو یا زرعی مقصد کے تحت دیگر ادنیٰ معدنیات ۵۰ روپے کی قیمت تک (ج) کنوئیں کی تعمیر کے لئے کسی بھی قسم کی ادنیٰ معدنیات ۱۰۰ روپے کی قیمت تک۔

تحصیلدار اور نائب تحصیلدار، پسماندہ جاتی امداد باہمی سوسائٹی کے گھروں کی تعمیر کے لئے جس کی سالانہ آمدنی ۲۴۰۰ روپے سے کم ہے (الف) لیسٹرائیٹ پتھر ۵۰۰ روپے کی حد تک ہر مستحق ممبر کے لئے (ب) دیگر معدنیات ۲۵۰ روپے کی قیمت کے ہر مستحق ممبر کے لئے۔

تحصیلدار اور نائب تحصیلدار، ایسے پیشہ وارانہ اینٹیں بنانے والوں اور کمہاروں کو جن کی سالانہ آمدنی ۲۰۰۰ روپے سے کم ہے۔ انھیں ۲۰۰۰ روپے تک آمدنی کرنے کے لئے اتنی مقدار میں معدنیات نکالنے کی اجازت ہے۔

ایسے افراد جن کی اراضی محض زراعتی مقصد کے لئے متعین کی گئی ہے اپنی اراضی سے بغیر اجازت کے گھریلو یا زرعی مقصد کے تحت پتھر، نرم مٹی، کنکر وغیرہ نکال سکتے ہیں۔ ان حالات میں ان پر رائیلٹی بھی نہیں لگائی جائے گی۔

سرکار کی توجہ اس جانب مبذول کروائی گئی تھی کہ دیہی علاقوں کے عوام اور چند علاقائی محصول افسران کو حکومت کی اس رعایت کی مکمل جانکاری نہیں ہے۔

فوری توجہ کیلئے: ہمیشہ حوالہ نمبر (جو آپکے پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف صاف لکھیں، اور اگر اردو کے ساتھ ہندی یا انگریزی میں تحریر کریں تو بہتر ہے۔ (ادارہ)

پسماندہ طبقات کے طلبہ کو تعلیمی رعایت

چونکہ تعلیمی اداروں کی جانب سے پسماندہ طبقات کے طالب علموں سے کسی بھی بُنیاد پر فیس وغیرہ وصول کرنا بہت ہی غلط ہے اور ریاستی حکومت کی پالیسی کے خلاف ہے اس لئے حکومت مہاراشٹر ان اداروں کے انتظامیہ کو متنبہ کرتی ہے کہ پسماندہ طبقات کے طالب علموں سے فیس وغیرہ وصول کرنے کی شکایت ملی تو سخت کارروائی کی جائے گی۔

پسماندہ طبقات کے وہ طالب علم بشمول نو بُدھ، شیڈولڈ ٹرائبس و بمکت جاتی اور نومیڈک ٹرائبس جو کہ عام طور پر مہاراشٹر میں سکونت پذیر ہیں، چاہے ان کی عمر اور آمدنی کتنی بھی ہو، وہ مُفت اسٹوڈنٹ شپ اور امتحان فیس تمام منظور شدہ تعلیمی اداروں کے کسی بھی درجے میں رعایت کے حقدار ہیں سوائے مُذدقتی کورسیز کے۔

فری اسٹوڈنٹس شپ کے تحت (۱) ٹیوشن فیس (بشمول ٹیوشن ٹیوٹوریل فیس) (۲) لائبریری فیس (۳) داخلہ فیس (۴) جمخانہ فیس (۵) ٹرم فیس اور (۶) لیبوریٹری فیس آتی ہیں۔

جو طالب علم معاشی طور پر پسماندہ طبقات کے درجے میں آتے ہیں وہ محکمۂ تعلیم کے ذریعہ نافذ ای۔بی۔سی اسکیم کی فری شپ کے تحت آتے ہیں، بہرحال کئی مثالیں ہیں جن میں مختلف ادارے یہ یا وہ بہانے سے پسماندہ طبقات کے طالب علموں سے فیس وصول کرتے ہیں۔

اگر تعلیمی اداروں کو اس سلسلہ میں کوئی شک ہو تو وہ متعلقہ ضلع کے سوشل ویلفیر افسر یا ڈیویزنل سوشل ویلفیر آفیسر سے رابطہ قائم کریں۔

وزیر تعلیم کی رہائش گاہ

پروفیسر ایس۔ ایس وردے، وزیر تعلیم، ثقافتی امور، یوتھ سروسیز اور اسپورٹس اپنی نئی رہائش گاہ 'رائے اسٹون' دھانوکر مارگ، بمبئی ۲۶۰۰۰۴ پر منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کی قیام گاہ کا فون نمبر ۳۶۴۶۸ ہے۔

لاء کالج کے اساتذہ کے لئے یو۔جی۔سی اسکیل

حکومت مہاراشٹر نے فیصلہ کیا ہے کہ ریاست کے سرکاری و غیر سرکاری لاء (قانون) کالجوں میں فل ٹائم اساتذہ کو یو۔جی۔سی کی سفارشات کے تحت لایا جائے۔ اس کا نفاذ یکم جنوری ۱۹۷۳ء سے مانا جائے گا۔ اس فیصلے سے مہاراشٹر کے غیر سرکاری لاء کالجوں کے فل ٹائم اساتذہ کے یو۔جی۔سی اسکیل سے متعلقہ زیرِ غور مطالبات پورے ہو سکیں گے۔

نئی شرح تنخواہ پر عمل آوری کی بنا پر سرکاری و غیر سرکاری لاء کالجوں کے فل ٹائم اساتذہ کی نہ صرف تنخواہوں میں اضافہ ہوگا بلکہ دیگر بھتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔

تعلیمی سہولتیں جاری

حکومت مہاراشٹر نے دوسری جنگ عظیم میں حصہ لینے والے سپاہیوں کے لواحقین اور بچوں کو سال برائے ۷۹-۱۹۷۸ء میں سہولتیں جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

موٹر گاڑی ٹیکس کے لئے موبائل وین

موٹر گاڑی ٹیکس کی وصولیابی کی خاطر ۵ اکتوبر سے ۲ موبائل وین جاری کی گئی ہیں۔ پہلی وین ہندوستان پٹرولیم پمپ واقع ایس۔ وی روڈ جنکشن اور پیری روڈ باندرہ (مغربی) بمبئی ۵۰ میں اور دوسری میسرز جگن بہنا کے پٹرول پمپ، چمبور (نزد سواستک کاٹن ملز کمپاؤنڈ) بمبئی ۷۱ پر صبح سے دوپہر کے ڈھائی بجے تک ہر ماہ کی پہلی تاریخ سے ۱۰ تاریخ تک کھڑی رہا کریں گی۔

بغیر جرمانے کے ٹیکس ریجنل ٹرانسپورٹ افسران سنٹرل ایسٹرن اور ویسٹرن کی معرفت قبول کئے جائیں گے۔ اگر جرمانے کے ساتھ ٹیکس ادا کرنا ہو تو متعلقہ دفاتر میں ادائیگی کی جانی چاہیئے۔ ڈرائیونگ سیکھنے کے لائسنس کو حاصل کرنے کی سہولت موٹر وھیکل انسپکٹر کی جانب سے حاصل کی جا سکتی ہے

مراسلت و ترسیل زر کے دوران حوالہ نمبر (جو آپ کے پتے یا خط کے اُوپر درج ہوتا ہے)، پن کوڈ نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ صاف صاف لکھئے بلکہ اُردو کے ساتھ ہندی یا انگریزی میں بھی لکھ دیجئے۔ اس طرح اندراجات میں آسانی ہوتی ہے۔

(ادارہ)

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تحقیقات کے خاتمے پر یا پشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر کریں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر فرمائیں۔ غیر طلبیدہ مضامین کی نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔

(ادارہ)

دستکاری کے لئے قومی انعامات

کُل ہینڈی کرافٹ بورڈ، نئی دہلی، قومی انعامات دینے کے لئے ہینڈی کرافٹ فنکاروں سے ان کے نادر نمونے طلب کرتا ہے۔

بمبئی کے ماہر صنّاع سے گذارش ہے کہ وہ ڈپٹی ڈائرکٹر آف انڈسٹریز، دوسرا منزلہ، نیوا یڈمنسٹریٹیو بلڈنگ مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲ کے پتہ پر فارم بھر کر داخلے روانہ کریں۔ مقررہ داخلہ فارم مذکورہ پتہ پر ۱۵ر نومبر تک بھیجے جا سکتے ہیں۔

فوج میں بھرتی

۷۹-۱۹۷۸ء کے لئے کُل ہند فوج میں بھرتی ریلی ۲۹ر نومبر سے ۲ر دسمبر تک احمد آباد میں منعقد کی جائے گی۔

اس مدت کے دوران ایسے افراد جنھوں نے میٹرک کا امتحان نہیں دیا ہے اور جن کی عمر ۱۷ سے ۲۰ سال کے درمیان ہے اور ایسے افراد جو کہ میٹرک پاس کر چکے ہیں اور ان کی عمر ۱۷ سے ۲۱ سال کے درمیان ہے ان سبھوں کا اندراج روزانہ صبح ۹ بجے سے نان میٹرک درجے میں کیا جائے گا۔

اس ریلی میں حصہ لینے کی اہلیت کا تعلق کسی ریاست سے وابستگی پر منحصر نہیں ہے تمام ریاستوں کے اُمیدوار حصہ لے سکتے ہیں۔

کلمیشور مِل جلد شروع ہوگی

کلمیشور میں مجوزہ کاٹن اور ٹیکسٹائل مل سرکاری سطح پر کوشش کی وجہ سے جلد کام کرنا شروع کر دیگی۔ اس مل کے پرمٹ کی تجدید کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔

اس بات کا اعلان وزیر عمارات شری بھاؤ صاحب سروے نے نگر پریشد کے افسران اور دیگر اداروں کے سماجی کارکنوں کی ایک بیٹھک کو خطاب کرتے ہوئے کیا۔

شری سروے نے مزید کہا کہ روزگار ضمانت اسکیم کے تحت ملازمین کے لئے ۵ کلومیٹر کے اندر اندر روزگار کی فراہمی کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

موپھا میں وزیر موصوف نے مہاتما گاندھی کے قدآدم مجسمے کی نقاب کشائی کی۔ انھوں نے نگر پریشد میں مہاتما پھُلے عوامی لائبریری کا افتتاح بھی کیا۔

با اختیار عہدیدار کے ریکارڈ

حکومت مہاراشٹر نے بمبئی گورنمنٹ پریمائسیس (بے دخلی) ایکٹ بابت ۱۹۵۵ء کے تحت بمبئی عظمیٰ میں با اختیار عہدیدار کے دفتر کے ریکارڈوں کے تحفظ یا تلف کرنے سے متعلقہ قوانین گزٹ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۷۸ء کے حصہ چہارم ب میں شائع کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ مقررہ مدت کے لئے ریکارڈوں کا تحفظ اس طرح کیا جائے گا:

بے دخلی کے واقعہ کا اندراج اور عملہ کے ممبران کی سروس بُک کا مستقل طور پر تحفظ۔ عملے کے ممبران کی سروس کے ریکارڈ ۳۰ سال کے لئے تمام اصلی ریکارڈوں کی بے دخلی کے واقعات سے متعلق بمبئی عظمیٰ کے با اختیار عہدیدار کا فیصلہ آخری مانا جائے گا۔

سِٹی سول کورٹ یا ہائی کورٹ اور آخری اقدام یعنی مقدمہ دائر کرنے کے بعد حاصل کردہ جائداد یا زیر تصفیہ جائداد کا متعلقہ پارٹی کے نام باقاعدہ بحالی ریکارڈ ۵ سال کے لئے اور دیگر روزمرہ کے خط و کتابت کے ریکارڈ ایک سال کے لئے۔

*

▲ فلم نگری کے ایک بڑے اسٹوڈیو میں چسنالہ کوئلہ کی کان میں ہونے والے
حادثے کو فلمانے کے لئے کان کے نمونہ کا یہ غیر معمولی سیٹ لگایا گیا

بمبئی سنٹرل ریلوے اسٹیشن کا چھوٹا سا سیٹ۔ جس میں خاص تاثر
پیدا کرنے کے لئے بدیسی ماہرین کی مدد لی گئی۔ ▼

موہن پاٹل چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی ۴ میں چھپوا کر شائع کیا

پختہ عزم اور پورے جوش و ولولہ
کے ساتھ منزل مقصود
کی جانب کوچ...
ہر فرد کے لئے عدل و انصاف، مساوات اور سلامتی کی ضمانت، پُر مسرت اور باوقار زندگی، جس کا ہر فرد اور سب ہی حق دار ہیں، یہی اُصول حکومت مہاراشٹر کی عام پالیسی میں کارفرما ہیں۔ لازمی طور پر سماج کے کمزور طبقات ہی کو ہمیشہ ریاست کے سارے سماجی و معاشی پروگرام کا مرکزی نکتہ مانا گیا ہے جس کا مقصد ہمہ جہتی ترقی ہے۔
اسی مقصد کے مدنظر لگاتار ترقی پسندانہ پالیسیاں اور انقلابی پروگرام مثلاً تقسیم اراضی، بے گھروں کے لئے تعمیر مکانات، جھونپڑ پٹی واسیوں کے لئے بنیادی سہولتوں کی فراہمی، معاشی طور سے پسماندہ طبقات کے لئے رعائتیں، ادیباسیوں کی بھلائی کی خاطر خاص قبائلی ضمنی منصوبہ، زراعت کے لئے سستی بجلی، زراعتی پیداوار کے لئے واجبی قیمت کی ضمانت، کھیتی مزدوروں کے لئے کم سے کم اُجرت، دیہی ضمانت روزگار اسکیم، تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے روزگار کے مواقع، خود روزگاری کی حوصلہ افزائی، تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو وظیفہ جنھیں مسلسل چار سال سے کوئی ملازمت نہ مل سکی ہو اور ایسی ہی متعدد اسکیمیں مہاراشٹر میں جاری کی گئی ہیں۔
ریاستی حکومت ان تمام ترقی پسندانہ پالیسیوں اور انقلابی پروگراموں پر کاربند ہے۔ بہرصورت ان کی کامیابی سے عمل آوری کے لئے لوگوں کی شرکت اور تعاون اشد ضروری ہے۔
قومی راج

قومی راج

جلد ۵ ؛ ۱۰رنومبر ۱۹۷۸ء ؛ شمارہ نمبر ۲۱

ہر ماہ کی ۱۰ راور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

زرِ سالانہ: دس روپے ؛ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر:

ایم ۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر

ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سخنہائے گفتنی

قومی راج کا زیرِ نظر شمارہ ریاستی حکومت کی مختلف پالیسیوں پر عمل آوری اور ان کی کامیابی سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے. مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنے، ادیباسیوں کے لئے ترقی کے مواقع فراہم کرنے، خاندانی بہبود پروگرام، تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو بھتہ مہیا کرنے کے لئے جو اہم اعلانات کئے ہیں، ان مضامین میں ان کی کامیابی پر روشنی ڈالی گئی ہے. تخمی مالی امداد سے متعلق ایک مضمون بھی شریکِ اشاعت ہے. جس میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ موجودہ دور میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو کس طرح سے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں تاکہ وہ برسرِ روزگار ہوں یا ذاتی طور پر اپنی اپنی صنعتیں قائم کرسکیں اس طرح ریاست مہاراشٹر اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہناکر ایک مثالی ریاست بنتی جارہی ہے.

قومی راج کا یہ شمارہ ۱۰رنومبر کا شمارہ ہے جو کافی تاخیر سے آپ تک پہنچ رہا ہے اس تاخیر کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں.

۲۵رنومبر اور ۱۰ردسمبر کا مشترکہ شمارہ ہوگا جو جنگلی جانوروں سے متعلق مضامین اور تصاویر پر مشتمل خصوصی شمارہ ہوگا. اسی طرح ۲۵ردسمبر کا شمارہ ہندوستان کے عظیم کوی اور فلاسفر "سُور داس" خصوصی نمبر ہوگا جس کی سب تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں اور وقت پر آپ تک پہنچے گا.

خ۔ عبدالغفور

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر،

منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

وی. پی. پی، نہیں بھجوائی جاتی ۔ زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر بھجوائیں ۔ کوپن پر نام پتہ ضرور لکھیں۔

قارئین کی رائے

★ سردار احمد (علیگ)
اُردو لکچرار، کٹرہ شہاب خاں، اِٹاوہ (یو.پی)
'قومی راج' کا 'اقبال نمبر' اتنی کم قیمت پر اور اتنی امتیازی خصوصیات کے ساتھ شائع کر کے آپ اور جملہ اراکین ادارہ نے اپنی انفرادیت منوالی۔ اُمید ہے کہ آپ کی اس طرح کی اور کاوشوں سے ہم قارئین فیضیاب ہوں گے۔
'قومی راج' کا 'شراب بندی نمبر' اپنے مضامین اور اسکیچنگ کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور شاید ابھی تک کسی اُردو رسالہ نے 'شراب بندی نمبر' شائع نہیں کیا ہے' یہ آپ کی دوسروں پر سبقت کی بات ہے اور وقت کی اہم ضرورت بھی ہے۔
قومی راج کے ہر شمارے کی آب و تاب بڑھتی جارہی ہے جس کے لئے آپ سب اراکینِ ادارہ لائقِ داد و تحسین ہیں۔

— • —

★ عزیز قدوسی
شاہی دواخانہ، نیا بازار، کامٹی (مہاراشٹر)
'شراب بندی نمبر' بمدست ہوا۔ صوری و معنوی ہر دو اعتبار سے معیاری ہے۔ میری جانب سے مُبارکباد قبول فرمایئے۔

— • —

★ ظفر علی بیگ
نزد مسجد۔ نور نگر، جامعہ نگر، نئی دلّی ۲۵
اتفاقاً 'قومی راج' دیکھنے کا موقع ملا۔ ماشاءاللہ معیار خاصا اچھا ہے —
"بہترین خط پر انعام" واقعی ایک اچھا سلسلہ ہے، اس لئے نہیں کہ ۲۵ روپے کا انعام بھی ہے بلکہ اس لئے کہ اس سے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

— • —

★ ایم. اے نعیم زاہد
۲۹۴۔ بشیر گنج، بیڑ (مہاراشٹر) ۴۳۱۱۲۲
میں 'قومی راج' تقریباً اس کی پیدائش سے برابر پابندی سے پڑھ رہا ہوں اس کا ہر شمارہ ایک انمول شاہکار ہوتا ہے۔
عرصۂ دراز سے آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی سوچ رہا تھا کہ جہاں آپ مفید مقالات، اضلاع و شہروں کا تعارف اور اس قسم کے معلوماتی مضامین شائع کرتے ہیں' اسی طرح ریاست بھر میں پھیلے ہوئے اُردو تعلیمی اداروں کا تعارف بھی شائع کریں تو مناسب رہے گا تاکہ اُردو کے تعلیمی اداروں سے قارئین واقف ہو سکیں۔

— • —

★ رفیق جعفر۔ بمبئی ۹۵
"قومی راج" کا ۱۰ راکتوبر ۱۹۷۸ء کا خصوصی شمارہ 'شراب بندی نمبر' کی صُورت میں میرے سامنے آیا۔ میں نے بغور مطالعہ کیا۔ اس کے بارے میں میری رائے بس اتنی ہے کہ اگر کوئی شرابی اس نمبر کو پوری توجہ سے پڑھ لے تو شراب سے توبہ کر لے اور اگر کوئی غیر شرابی پڑھ لے تو اپنے آپ پر فخر کرے بہر حال نمبر خوب ہے۔

— • —

★ محمّد غلام رسُول اشرف
تکیہ معصوم شاہ' مومن پورہ۔ ناگپور ۱۸
خصوصی 'شراب بندی نمبر' کی بروقت اشاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ 'قومی راج' نے ہمیشہ ہی سماج کے سُلگتے ہوئے مسائل پر نہ صرف مضامین شائع کئے ہیں بلکہ ان کے حل ڈھونڈنے میں بھی پہل کی ہے۔
مذکورہ نمبر میں شامل مضامین' اُن گمراہ اشخاص کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں جو شراب کی لعنت میں گرفتار ہیں۔ اگر ان مضامین کے پڑھنے سے سماج کا بھٹکا ہوا ایک فرد بھی راہِ راست پر آگیا تو میں سمجھونگا کہ آپ کی کاوشیں رائیگاں نہیں ہوئیں۔ خدا آپ کو آپ کے مقاصد میں کامیابی عطا کرے۔ آمین!

— • —

★ نثار اختر انصاری
مومن پورہ چوک، ناگپور ۱۸
"قومی راج" شمارہ' ۲۵ راکتوبر ۱۹۷۸ء موصول ہوا۔ 'فلم نگری' اور 'وی شانتارام سے ملاقات' شمارہ کی جان ہے۔ محسن زیدی اور طرفہ قریشی کی غزلیں کافی پسند آئیں۔ قومی راج کا ہر شمارہ نایاب گوہر ہے۔ ہر شمارہ میں مہاراشٹر کے ایم. ایل. ایز کا سلسلہ وار تعارف بھی شائع کریں تو بہتر ہوگا۔ اُمید ہے کہ آپ غور فرمائیں گے۔

★ سردار قریشی۔ بمبئی
قومی راج کا فلم نگری شمارہ دیکھ کر بیساختہ مُنہ سے "واہ!" نکل گیا۔ اِتنا دیدہ زیب اور معلومات سے پُر شمارہ نکالنے پر میں قومی راج کے چیف ایڈیٹر عالیجناب ایشور راج ماتھر اور مدیر جناب ریاض احمد خاں صاحب کو دلی مُبارکباد پیش کرتا ہوں اور مستقبل میں بھی ایسے معلوماتی نمبر نکالنے کی پُرزور گذارش کرتا ہوں۔

دیوالی پر وزیراعلیٰ کی اپیل
سیلاب سے متاثرہ افراد کو بھی یاد رکھئے

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری شرد پوار نے دیوالی کے موقع پر مہاراشٹر کے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ وہ تہوار مناتے وقت مغربی بنگال اور دیگر ریاستوں کے سیلاب سے متاثرہ افراد کو نہ بھولیں اور دل کھول کر ان کی امداد کے لئے آگے بڑھیں۔

وزیراعلیٰ کی اپیل کا متن حسب ذیل ہے:

"اس صدی کے بدترین سیلاب نے لاکھوں افراد کو بے گھر کر دیا ہے وبائی اور متعدی بیماریوں نے انھیں گھیر لیا ہے۔ اور بنگال نیز دیگر ریاستوں میں سردی کا موسم شروع ہونے والا ہے۔

اس مصیبت کا شکار ہونے والے افراد کی کل تعداد دو کروڑ سے بھی زائد ہے کیونکہ سیلاب نے ۳۵۰۰۰ کلومیٹر کے علاقے کو متاثر کیا تھا۔ ریاستوں کی معاشیات پر بھی اس کا بُرا اثر پڑا ہے۔

اس سلسلے میں تمام لوگوں کو امداد کرنے کی ضرورت ہے۔ حالات کو معمول پر آنے کے لئے مہینوں لگ جائیں گے۔ مغربی بنگال کی حکومت نے امداد کے لئے زبردست اپیل کی ہے۔ مہاراشٹر کے ہر شہری اور خاص طور پر بمبئی عظمیٰ کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن امداد کے لئے تعاون کریں تاکہ اس مصیبت زدہ ریاست میں رہنے والے ہمارے بھائی بہنوں کی بازآبادکاری کا کام تیز رفتاری سے ہوسکے۔

سٹیزن فلڈ ریلیف کمیٹی بمبئی میں قائم کی گئی ہے تاکہ مغربی بنگال کی ہر ممکن امداد کی جاسکے۔ اس کمیٹی میں تمام طبقات کے افراد شامل ہیں۔ اس کمیٹی نے تمام ذرائع سے امداد حاصل کرنے کے پروگرام وضع کر لئے ہیں۔ پیسے کپڑے، ادویہ، بچوں کی غذائیں اور کمبلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے چوطرفہ مہم جاری کی جاچکی ہے۔

ریاستی حکومت ۱۵ لاکھ روپے مغربی بنگال میں راحت کے کاموں کے لئے دے چکی ہے۔

"میں بمبئی کے شہریوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دل کھول کر امداد کریں، نہ صرف مغربی بنگال سے اپنے بھائی چارہ کا ثبوت دیں بلکہ انسانیت کے ناطے ان بدحال لوگوں کی مشکلات میں ان کا ساتھ دے کر اپنا فرض نبھائیں۔ اس لئے میں ہر شہری سے یہی التجا کرتا ہوں کہ وہ ان تہواروں کے موقع پر اپنی آمدنی کا کچھ حصہ ان متاثرہ افراد کو بھی دیں اور ان کی امداد کے لئے آگے بڑھیں۔"

وزیراعلیٰ نے کہا کہ مہاراشٹر کے اور خاص طور پر بمبئی عظمیٰ کے آرگنائزڈ سیکٹروں نے ہمیشہ ایسے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اس موقع پر وہ اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے سیلاب سے متاثرہ افراد کی امداد کے آگے بڑھیں گے۔"

ہر قسم کی امداد نقد یا جنس کی صورت میں وزیراعلیٰ کے راحت فنڈ اور شہریوں کی سیلابی امداد کمیٹی، سچیوالیہ جمخانہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲ کے پتے پر بھیجی جاسکتی ہے۔

نئی منزلوں کی جانب مہاراشٹر کی پیش قدمی

ریاستی حکومت کا ایک اہم ترین فیصلہ زراعتی مزدوروں کی اقل ترین اجرت بڑھانے سے متعلق ہے۔ ایسے مزدوروں کی تعداد ۴۵ لاکھ ہے۔ اب ایسے زراعتی مزدور کو رواں زراعتی سال سے ۱ تا ۲½ روپیہ روزانہ زائد اجرت ملے گی جس کا انحصار مقام کار پر ہوگا۔ اس سے زراعتی پیداوار بڑھانے میں مدد ملے گی۔ اس تصویر میں زراعتی مزدور کام میں معروف ہیں۔

بنود راؤ

مہاراشٹر پروگریسو ڈیموکریٹک فرنٹ کی وزارت نے تین ماہ کے قلیل عرصہ میں مسلسل جدوجہد اور سرگرمی دکھاکر غریبی سے نچلی سطح پر گذر اوقات کرنے والے عوام کے لئے ترقی کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔

جس وقت نئی حکومت برسراقتدار آئی اس وقت ریاست دشوار گذار حالات سے دوچار تھی۔ ممبئی کی جھونپڑ پٹیوں کا مسئلہ اور بیک بے ریکلیمیشن سوہانِ روح بنے ہوئے تھے، جمہوری طاقتیں پسپا ہورہی تھیں، ایک جانب خشک سالی نے جکڑ رکھا تھا اور دوسری جانب ریاست کے کئی حصوں کو سیلاب نے گھیر رکھا تھا۔ اس وقت سرکاری ملازمین ہڑتال واپس لے چکے تھے، لیکن ان کے مستقبل کے بارے میں ناپائداری کے حالات پائے جاتے تھے۔

ناداروں پر خاص توجہ:

نئی حکومت نے ایسے نازک موقع پر جمہوری قدروں کا ساتھ نبھاتے ہوئے عملی طور پر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ سب سے پہلے اس نے شہروں اور مواضع جات میں ناداروں کے مسائل سے نپٹنے کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں منصوبے وضع کئے گئے۔ نیز بیک بے ریکلیمیشن کو رکوانے کے لئے نئی حکومت نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ ایف ایس آئی تعمیرات جس کا مقصد محض دولت مندوں کی خوشنودی ہے، نئی سرکار نے ختم کیا۔ اور سوائے اہم عوامی مقاصد کے ۱٫۳۳ سے زائد ایف۔ آئی۔ ایس کی تعمیرات پر پابندی

عائد کردی گئی ساتھ ہی ساتھ نئی سرکار نے سیمنٹ اور ضروری تعمیری اشیاء پر عوامی تقسیم کار کا طریقہ لاگو کردیا۔

جھونپڑ پٹیوں کے کرایوں میں کمی : نئی سرکار نے ۱۵۰ مربع فٹ جھونپڑی کے ماہانہ کرایہ میں ایک روپیہ کمی اور دیگر میونسپل سروس سہولتوں میں ۱۰ سے ۱۵ روپے تک کمی کردی۔ اس کا فائدہ تقریباً ۷۰ فیصد جھونپڑ پٹی باسیوں کو ہوگا۔ اس کے علاوہ سرکار ان گندی بستیوں میں تمام بنیادی سہولتیں فراہم کرے گی، جو کہ اس سے قبل کی حکومت نہ کرسکی۔

بمبئی کو پانی فراہمی اور نکاسی کے طریقے میں بھی کافی سُدھار کی ضرورت تھی، پانچ سالوں میں پروجیکٹ کا دوسرا حصہ مکمل ہوگا جو کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے مدنظر آئندہ پندرہ سالوں تک کارآمد رہے گا۔ گندے پانی کے نکاس کا بہترین انتظام صنعتوں کو مزید پانی کی فراہمی کا ضامن ہوگا۔ اس طرح ۹۹ فیصد علاقہ فیضیاب ہوسکے گا۔ جبکہ موجودہ طور پر صرف ۴۴ فیصد علاقہ فیض اٹھاتا تھا۔ اس اسکیم پر لاگت کا تخمینہ ۳۵ کروڑ روپے ہے اور جس سے ۳۶ء۱۶۸ کروڑ روپے بین الاقوامی ترقیاتی ایجنسی [illegible] مہیا کرے گی اور باقی کی رقم ریاستی حکومت، بمبئی میونسپل کارپوریشن کے اشتراک سے [illegible]

طلبہ کے لئے : ریاست میں بڑھتی ہوئی تعلیمی فیس کو نئی سرکار نے روک لیا۔ ایک مطالعاتی گروپ جلد ہی ان معاملات کی تہہ میں جائے گا۔ ایسے طلبہ جن کے والدین کی سالانہ آمدنی ۴۸۰۰ روپے سے کم ہے، کے علاوہ دیگر معاشی طور پر کمزور اور مستحق طلبہ کی فیس میں رعایت دینے کے لئے [illegible] بین کرے گا۔

شکر ہے ان ۵۰ ہزار یا ۱۰ ہزار (جو بھی کم ہو) نئی سیٹوں کا جن کی وجہ سے پُونے کے انٹر سائنس پری۔ پروفیشنل اور بی ایس سی۔ حصہ اوّل، مراٹھواڑہ اور شیواجی یونیورسٹیوں میں داخلے کے اُمیدوار جو کہ ۷۰ فیصد نمبر حاصل کرچکے ہیں، اب ان یونیورسٹیوں کے انجینئرنگ کالجوں میں داخلہ لے سکیں گے۔

بمبئی عظمیٰ، ناشک، امراؤتی، اورنگ آباد، ناگپور، کولہاپور، تھانہ اور رتناگیری اضلاع میں پیشہ ورانہ پائلٹ کورس چلائے گئے ہیں۔ جو پوسٹ ایس ایس سی طلبہ کے لئے دو سطحوں پر ہیں۔ جس میں مختلف پیشے ابتدائی صنعتی مینجمنٹ، چھوٹے پیمانے کی صنعتیں، ذاتی پیشہ کامرس، [illegible] بننا، اسکوٹر اور موٹر سائیکل ریپئرز اور پاور سے چلنے والی مشینوں کی دیکھ بھال، فش پروسیسنگ ٹیکنولوجی اور میٹھے پانی میں ماہی گیری وغیرہ شامل ہیں، [illegible] جاتے ہیں۔

۷۷-۱۹۷۶ء میں بُک بینک اسکیم مندرج جاتیوں اور قبائل نیز دیگر نادار طلبہ کے لئے چوتھی جماعت تک جاری کردہ اسکیم اب آٹھویں جماعت تک لاگو کردی گئی۔ اس اسکیم کا نفاذ علاقائی یا ڈیزا ابتدائی سطح پر کریں گی۔ ثانوی اسکول سرکاری گرانٹ حاصل کریں گی۔

بیروزگاری سے چھٹکارہ : ترقی پسند مہم جو کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے جُز وقتی ملازمت برائے گریجویٹس اور ایس۔ ایس سی پاس طلبہ کے لئے ملازمت ملنے تک اخراجات سے متعلق اسکیم شروع کی گئی۔ بیکار گریجویٹس نوکری ملنے تک جُز وقتی ملازمت کے حقدار رہوں گے۔

اور ۱۰۰ روپے ماہانہ انھیں اس وقت تک دیا جائے گا جب تک کہ وہ فُل ٹائم ملازمت نہ حاصل کرلیں یا پھر بصورت دیگر ۳ سال کی مدت تک کے لئے جو بھی پہلے ہو۔ اسی طرح ایس ایس۔ سی پاس طلبہ ۳ سال کی مدت تک ۱۰۰

ایک الگ وزارت برائے روزگار قائم کرنے کی تجویز ہے تاکہ تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے لئے خود روزگار فراہمی کے مقصد سے نئی اسکیمات بناکر تیزی سے زیر عمل لائی جاسکیں۔ "ایمپلائمنٹ پروموشن پروگرام" میں ترمیم کی گئی ہے تاکہ ایک لاکھ روپے تک کی مالیت کے پروجیکٹ کے لئے تخمی، مالی امداد دی جاسکے۔ اس تصویر میں ایک نوجوان صنعت کار معروف کار ہے۔

قومی راج

روپے ماہانہ حاصل کرسکیں گے تاکہ وہ اس دوران ملازمت تلاش کرنے کے اخراجات برداشت کرسکیں۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے ذاتی پیشے مہیا کرنے کی اسکیم کے تحت ایک علیحدہ وزارت روزگار قائم کرنے کی تجویز ہے۔

روزگار ترقی پروگرام میں بھی تبدیلی کردی گئی، ایک لاکھ روپے کے پرجیکٹ پراب تخمی رقم کو ۲۰ اور ۱۵ فیصد بالترتیب پسماندہ اور دیگر جوکھم اٹھانے والوں کے لئے بڑھادیا گیا ہے۔ ایسے جوکھم اٹھانے والوں کو جن کے خاندان کی سالانہ آمدنی ۴۰۰۰ روپے سے زائد نہیں ہے۔ ان کے لئے ۲۲½٪ اور ۲۰٪ رقم بڑھادی گئی ہے

دیہی علاقوں میں :

دیہی علاقوں میں سرکار نے زرعی مزدوروں کے لئے جن کی تعداد ۴۵ لاکھ ہے، کم ازکم اجرت کی رقم ایک روپے سے ۲۶۵ روپے تک جہاں وہ کام کرتے ہیں اس کی مناسبت سے بڑھادی گئی ہے۔ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت کام کرنے والے ملازمین جن کو اب ۹۰٪ نقد رقم دی جاتی ہے۔ اور ۱۰ فیصد گیہوں، اب انھیں اس ۱۰ فیصد کے بجائے ۴٪ نقد رقم کے مساوی گیہوں کے کوپن دیئے جائیں گے۔

چھوٹے اور درمیانی کسانوں کے معاد کا خاص خیال رکھا جائے گا چونکہ ریاست کے کھیتی باڑی کرنیوالوں کی کل آبادی کا نصف ہیں۔ انھیں قرضہ جات کی رقم پر کم سود دینے کی سہولتیں دی جائیں گی جبکہ ادیباسیوں کے لئے ۷۵۰ روپے تک کے قرضہ جات پر کوئی سود وصول نہیں کیا جائے گا۔ خشک زمین والے کسان کم مدتی قرضہ جات کی رعایتوں سے فیضیاب ہوسکیں گے۔

پرائمری سوسائیٹیز کے ممبران جوکہ اب تک ۷٪ سود ادا کررہے تھے اب انھیں بطور سود کچھ نہیں دینا ہوگا۔ اسی طرح ۷۸ قحط سے متاثرہ علاقوں کے چھوٹے کسانوں کو اب پہلے کی بہ نسبت یعنی ۱۱٪ سے ۴٪ کم یا ۷٪ سے ۴٪ کم سود ان کی اراضی اور غیر زرعی آمدنی کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔ قیمتوں کے استحکام کے لئے اناج کی خریداری کی پالیسی ۷۹-۱۹۷۸ء تک جاری رہے گی۔

اسی طرح بجلی کی شرح ۲۹ پیسے فی یونٹ لوٹینشن سپلائی اور ۲۷ پیسے ہائی ٹینشن سپلائی سے ۲۰ پیسے دونوں کے لئے کردی گئی۔

اسی طرح موٹر ہارس پاور کی شرح ۱۸۰ روپے فی ہارس پاور سے ۱۲۵ روپے کردی گئی۔ اس کے علاوہ تمام کسان صارفین الیکٹرسیٹی ڈیوٹی سے مستثنیٰ کردیئے گئے۔

قحط راحت :

حکومت نے دھولے، ناشک، احمد نگر، پونے، سولاپور، سانگلی، جلگاؤں اور ستارا اضلاع میں قحط سالی کے اثرات کو دور کرنے کے لئے فوری اقدامات کئے۔ ان اقدامات میں لگائی قرضہ جات (۳۰۰ روپے تک فوڈر

جھونپڑپٹی سدھار اسکیم کے تحت ایک منزلہ عمارت

خرید نے کے لئے) پیداواری کاموں کے لئے روزگار مثلاً اشجار لگانا یا نالوں کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔ قحط سے متاثرہ علاقوں کے افراد اپنے مویشیوں کے چارہ کے لئے جنگلات کا استعمال کرسکتے ہیں۔

نالوں اور باندھ کے کاموں پر زور دیا گیا۔ اسی طرح پرکولیشن ٹینک کے کاموں کو بڑھاوا دیا گیا، ہر دس لاکھ مربع فٹ پر ۵۵۰۰ روپے سے ۷۵۰۰ روپے تک رقم بڑھادی گئی۔

پیداواری کاموں کا نشانہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں ضروری ہوا سڑک کی تعمیر کے کام میں ۲۰ فیصد اضافہ کیا گیا۔ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت موضع جاتی ٹینک کی تعمیر کے کاموں کی اجازت دی گئی۔

سیلاب سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری :

اکولہ، جلگاؤں اور بھنڈارہ اضلاع کے سیلاب سے متاثر افراد کے لئے سرکاری قرضہ جات کا انتظام کیا گیا ایسی اراضی جس پر زراعت نہیں کی جاتی تھی اسے زیر کاشت لایا گیا۔ بیج کی خرید کے لئے قرضہ جات دیئے گئے اور بعض حالات میں مفت بیج دیئے گئے۔ اسی طرح متاثرہ صنعتوں کی بازآبادکاری کے لئے مہاراشٹر اسٹیٹ فائنانس کارپوریشن کی جانب سے قرضہ جات دیئے جائیں گے۔

اس ضمن میں ایک ٹکنیکل کمیٹی تشکیل کی گئی جس کی سفارشات پر حکومت بازآبادکاری کا پروگرام وضع کرے گی۔

ہمارے سماج میں غریبوں اور ناداروں کی اکثریت ہے۔ چنانچہ سب سے زیادہ توجہ ناداروں پر دی گئی ہے۔

ادیباسیوں کی آبادی ۲۹۵۴ لاکھ ہے جوکہ ریاست کی ۶٪ آبادی کے

دیہی ترقی پر مبنی پالیسی کے مطابق حکومت نے روزگار ضمانت کاموں پر کام کی اجرت بڑھادی ہے۔ فی الحال ۹۰ نوّے فیصد اجرت نقد اور دس ۱۰ فیصد گیہوں کی شکل میں پانے والوں کو نقد ادائیگی کے علاوہ نقد جزئی ۴۰ فیصد قیمت کے برابر گیہوں کے کوپن دیئے جائیں گے۔ زیر نظر تصویر میں نہر کی کھدائی کا کام جاری ہے۔

مساوی ہے۔ اب انھیں ساہوکاروں کے چنگل سے چھٹکارا دلایا گیا ہے اور ادیباسی امداد باہمی سوسائیٹیاں بنائی گئی ہیں اور اب تک اس مقصد کے لئے ۳۰ کروڑ میں سے ۲۴٫۵۴ کروڑ روپے کی رقم تقسیم کردی گئی ہے۔

مہاراشٹر ٹرائبل اکنومکس کنڈیشنز امپرومنٹ ایکٹ کی رُو سے ادیباسیوں کی زمین کی خریداری پر پابندی عائد کردی گئی۔

اور یہ حق صرف اسٹیٹ کوآپریٹو ادیباسی ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ کو سرکار کی جانب سے مقررہ خرید مراکز پر دیا گیا ہے۔

پسماندہ طبقات ترقیاتی کارپوریشن

مہاتما پھلے پسماندہ طبقات ترقیاتی کارپوریشن نے پسماندہ جاتیوں اور قبیلوں پر نوبدھسٹوں، ومکت جاتیوں اور نومیڈک قبائل کے لئے چوطرفہ معاشی ترقیاتی پروگرام وضع کیا ہے۔ کارپوریشن زرعی ترقیاتی سرگرمیوں کے لئے مذکورہ جاتیوں کے افراد کی ہر ممکن امداد کرے گا۔

خاندانی امداد کے لئے ۲٫۴۰۰ روپے سالانہ کی حد کو بڑھاکر ۳۶۰۰ روپیے سالانہ کردیا گیا تاکہ پسماندہ طبقات کے زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

نئی سرکار نوکریوں اور دیگر اسامیوں کو معاشی طور پر پسماندہ افراد کے لئے محفوظ کرنے کی پالیسی پر یقین رکھتی ہے اس لئے وزیر محصول شری اتم راؤ پاٹل کی سربراہی میں ایک کابینہ ضمنی کمیٹی بنائی گئی ہے جو اس ضمن میں سفارشات وضع کرے گی۔

سرکاری ملازمین کو مراعات:

سرکاری اسکیموں کا فائدہ اس وقت تک عوام کو نہیں ملتا ہے جب تک کہ سرکاری یا نیم سرکاری ملازمین کا بھرپور تعاون حکومت کو حاصل نہ ہو۔ چنانچہ ہڑتال میں حصہ لینے والے سرکاری ملازمین سے نئی سرکار نے دوستانہ تعلقات بنائے رکھنے کے لئے انھیں خاطر خواہ مراعات دی ہیں۔

جس کی رُو سے اب بجائے ہڑتال کے دنوں کے عوض میں کام نہ کرنے سے تنخواہوں میں کٹوتی کے انھیں چوتھے سنیچر کے روز کام پر آنا ہوتا ہے اور روزانہ ایک گھنٹہ زائد کام کرنا ہوتا ہے۔

ابتدائی اور ثانوی اساتذہ سے پیشگی دی گئی رقم واپس نہیں وصول کی جائیگی۔ اگر وہ زائد کام کرکے اپنا کورس ختم کرواچکے ہیں دیگر حالات میں اس بات پر غور کیا جائے گا۔

اسی طرح مہنگائی بھتہ میں مرکزی اور ریاستی حکومت کے مُلازمین کے مابین ۱۱٪ فرق کو تین قسطوں میں دُور کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ۳٪ جس میں ۴٪ فیصد یکم ستمبر ۱۹۷۸ء (دیئے جاچکے ہیں) تین یکم مارچ ۱۹۷۹ء کو اور بقایا یکم مارچ ۱۹۸۰ء کو لوٹا دیا جائیگا۔

مختلف کارخانوں میں کام کرنے والے ملازمین بھی یکم اپریل ۱۹۷۶ء سے نئی تنخواہ اسکیل کا فائدہ اُٹھاسکتے ہیں۔

اب حکومت اپنے ملازمین سے بہتر کام کی اُمید رکھتی ہے جوکہ انتظامیہ کا ایک اہم جُزو ہیں۔ چنانچہ مقررہ مدتی پروگراموں کا بھرپور فائدہ اٹھانے اور انھیں کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے حکومت سرکاری ملازمین کی بہترین کارکردگی کی توقع رکھتی ہے۔

پی ڈی ایف حکومت، درپیش چیلنجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور اس کے لئے قابل قدر یہی بات ہے کہ وہ ان دشوار لمحوں میں غریب عوام کے لئے مکانات، اناج اور بنیادی سہولتیں فراہم کرنے میں کامیابی حاصل کرلے۔ ••

مصنف نے جو عالمی بنک کے صدر مسٹر میکنمارا کے دورۂ بمبئی کے پروگرام میں ہمراہ تھے بمبئی کی جھونپڑ پٹیوں کے دورہ سے عالمی بنک کے صدر نے جو احساسات قائم کئے ہیں، اس سے متعلق اپنے مشاہدات قلمبند کئے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اس دورہ سے صدر موصوف کو ترقی پذیر ممالک میں سماجی و معاشی تبدیلیاں قریب سے جاننے کا موقع ملا ہے۔ ممکن ہے اس دورے سے کچھ نئے منصوبے تجویز کئے جائیں جو حالاتِ زندگی اور معاشی حالات کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوں۔

"خوش آمدید میکنمارا"

بمبئی کی جھونپڑپٹیوں کا معائنہ"

• ایس۔ایس ٹینیکر، سکریٹری محکمۂ رفاہ عامہ و مکانات

۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو دوپہر کے دن قریب ڈھائی بجے عالمی بنک کے صدر ڈاکٹر رابرٹ میکنمارا، اپنی بیگم، دو نائب صدور اور ایک ایگزیکیٹو ڈائرکٹر کے ہمراہ سانتاکروز ایرپورٹ پہنچے۔ یہ پہلا موقع تھا جب دنیا کے ایک ایسے مضبوط ترین مالی ادارہ کا ایک اعلیٰ اختیاری وفد یہاں پہنچا جو دنیا کے ترقی پذیر ممالک کو شہری و دیہی ترقیات کے لئے آسان قرضہ جات کی سہولت مہیا کرتا ہے۔ ریاست مہاراشٹر وہ واحد ریاست ہے جسے عالمی بنک سے سب سے زیادہ اعانت حاصل ہے۔

طویل قامت، تنا بدن، آنکھوں پر عینک، سرخ ٹی۔شرٹ اور جین میں ملبوس مسٹر میکنمارا، ایئرفورس کے ایک خصوصی ہوائی جہاز کی سیڑھیوں سے بارعب انداز میں نیچے اترے۔ آپ بڑودہ سے بمبئی تشریف لائے تھے۔ پیروں میں سفید کینواس کے جوتوں پر لگے نشانات سے صاف پتہ چلتا تھا کہ آپ نے صبح ہی صبح آنند ملک یونین کے طبیلے اور دودھ کے کاروبار کا معائنہ کیا تھا۔ ایرپورٹ پر ایر انڈیا کے خوشنما لان میں آپ نے کچھ وقت تک وزیر دیہی ترقیات شری حشو ایڈوانی سے بمبئی عظمیٰ میں مکانات سے متعلق گفتگو کی۔

بمبئی شہر مسٹر میکنمارا اور ان کے ساتھی نائب صدر مسٹر ڈبلوڈ ہاپر کے لئے نیا نہیں ہے۔ آپ کے ایگزیکیٹو ڈائرکٹر شری نرسمہن بمبئی سے اسی طرح واقف ہیں جیسے کوئی ہندوستانی شہری۔ موسم معمول سے زیادہ گرم تھا لیکن ہمارے مہمان نے کسی قسم کی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ آپ نے بتایا کہ کئی سال پہلے انھوں نے کلکتہ میں سب سے زیادہ گرم دنوں میں چھ ماہ گذارے ہیں۔ دوران گفتگو موصوف کو بمبئی شہر کے حالاتِ زندگی سے واقف کرایا گیا۔ اس کے علاوہ بمبئی میں بیرونِ بمبئی کے شہریوں کی آمد کا سلسلہ، یہاں کی گنجان آبادی، روزگار کے مواقع، صنعتی پیداوار اور ملکی آمدنی کے ذرائع وغیرہ کے بارے میں بھی تفصیلات پیش کی گئیں۔

مکانات کا مسئلہ : ایرپورٹ کے دالان میں رسمی گفتگو کے دوران ہی یہ پتہ چلا کہ موصوف خاص طور سے مکانات کے مسئلہ سے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنے کی غرض سے شہر کے مختلف مقامات کا دورہ کرنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ موصوف سے گفتگو کے دوران یہ بھی پتہ چلا کہ وہ مکانات کی تعمیر اور کرایہ پر دینے کے لئے پس انداز کی جانے والی رقم، مکانات کی تعمیر کے لئے مقامات کا انتخاب، مختلف قسم کے مکانات کی قیمت، اور لوگوں کا اپنے مکانات اور اطراف کے ماحول سے متعلق نظریہ، جیسے معاملات جاننا چاہیں گے۔ انھوں نے یہ بھی جاننا چاہا کہ یہاں امداد کے اپنے ذرائع کیا ہیں اور سب سے اہم یہ کہ ریاستی حکومت اس مسئلہ کو کس طرح حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

اپنے دورے سے یہ اہم ترین معلومات اکٹھا کرنے کے مقصد کو دیکھتے ہوئے موصوف کے لئے یہ انتظام کیا گیا کہ دورے کے دوران کسی بھی گھر میں جاکر معائنہ کرسکیں۔ اور بے شک اس طرح آپ نے ایک ریسرچ اسکالر کی طرح بالکل صحیح معلومات حاصل کیں۔

ڈاکٹر رابرٹ میکنمارا، صدر ورلڈ بنک نے ۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو شہر بمبئی میں کئی جھونپڑ پٹیوں کا دورہ کیا۔ اس دورے میں آپ نے خاص طور سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ جھونپڑ پٹی واسی تعمیر یا کرایہ مکان کے لئے کتنی رقم بچا سکتے ہیں اور مکان کی تعمیر اور ماحول کے بارے میں اُن کے عام تاثرات کیا ہیں۔ آپ نے یہ بھی معلوم کرنا چاہا کہ انہیں بالواسطہ یا بلا واسطہ کس حد تک امداد ملتی ہے۔ وہ خود کس قدر رقم بچا کر دے سکتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے میں ریاستی حکومت کیا کردار ادا کر رہی ہے۔ اس تصویر میں شری حشو ایڈوانی، وزیر برائے شہری ترقیات (دائیں سرے پر) اور مضمون نگار شری ٹھینکر (بائیں سرے پر) دیکھے جا سکتے ہیں۔

دھاراوی بستی: تیز قدم اُٹھاتے ہوئے، موصوف دھاراوی جھونپڑ پٹی میں اِدھر اُدھر گھومتے رہے۔ دھاراوی کی یہ بستی، بمبئی میں سب سے بڑی بستی ہے۔ جہاں ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱٫۵۰٫۰۰۰ لوگ آباد ہیں۔ اب یہ آبادی تقریباً ۲٫۰۰٫۰۰۰ تک پہنچ چکی ہے۔ آپ اپنے سے زیادہ صحت مند ساتھیوں اور اپنی نازک اندام بیگم سے آگے ہی چل رہے تھے۔ تنگ راستوں سے گذرتے ہوئے، جنھیں اب عوام کے خرچ سے کچھ بہتر بنایا گیا ہے۔ آپ نے ایسا کوئی تاثر ظاہر نہیں کیا، جیسے یہ تمام چیزیں نئی ہوں۔ یہاں کے باشندوں سے بھی آپ نے اس آسانی اور خوشگوار انداز میں بات چیت کی، جیسے دو دوست آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔

دھاراوی کی جھونپڑ پٹی میں رہنے والے اَن پڑھ اور غریب باشندے خصوصاً روایتی طور پر مشہور ہندوستانی عورتوں کے چہروں سے ذرا بھی ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ عالیشان لمبی چوڑی کاروں سے متاثر ہوئی ہیں یا اپنی غربت پر شرم محسوس کر رہی ہیں۔ دراصل موصوف کے مخلصانہ اندازِ گفتگو نے ان کا دل جیت لیا تھا۔ آپ کا ماحول کی کثافت سے اَٹا ہوا چہرہ، اور چہرے پر طاری سنجیدگی یہاں کے باشندوں کو یقین دلانے کے لئے کافی تھیں کہ موصوف ان کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے حالاتِ زندگی کو بہتر سے بہتر بنایا جا سکے۔

شاید متعلقہ افسران سے حاصل کردہ اعداد و شمار یا ریسرچ معلومات یہاں کے باشندوں کے حالاتِ زندگی، ان کی تکالیف اور ان کے زندہ رہنے کی جدوجہد کی صحیح عکاسی نہیں کر پاتے جو موصوف اور ان کی شریکِ حیات نے پتھروں سے بنے گھروں، گرمی کی تپتی ہوئی دوپہر میں جلتے ہوئے

بھونپڑپٹی سدھار اسکیم کے تحت حکومت نے ایسی
ندی بستیوں میں بنیادی آسائشیں بہم پہنچانے
ور رہائشی ماحول کو بہتر بنانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

لھول اور ۸۰ سالہ ضعیفہ جو اس وقت کسی کدارے کے لیئے سخت محنت کام کرتی تھی، کو دیکھ کر سمجھا، یا اس نوجوان بیوہ عورت کو دیکھ کر جانا جو اپنے بچے کی پرورش کے لئے کسی اسپتال میں کام کرتی تھی۔

یہاں کے باشندوں کی خود اپنے طور پر بچت اور اسٹیٹ بنک سے لیئے ہوئے قرضوں کے ذریعہ اپنے گھریلو ماحول کو بہتر بنانے کی کوششوں نے بھی میں بہت متاثر کیا۔

انھیں یہ دیکھ کر بھی خوشی ہوئی کہ جھونپڑپٹی باشندوں کا ایک لیڈر ی ہے جو مبکنمارا جیسے کسی بھی ملاقاتی اور باشندوں کے درمیان رابطہ قائم کرنے کا اہل تھا، اور باشندوں کی طرف سے ہر قسم کے سوالات مثلاً جھونپڑوں کرایہ پر دینا اور کرایہ داروں سے ان جھونپڑوں کا زائد کرایہ لینا جو خود وہاں کے باشندوں نے بہتر طور سے بنائے تھے، وغیرہ کا جواب ٹھیک طور سے دے سکتا تھا۔

عمومی طور پر موصوف نے یہ رائے قائم کی کہ دھاراوی جھونپڑپٹی کے باشندے بے محنتی ہیں اور اپنے ذرائع کو کام میں لاتے ہوئے اپنے حالات کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ اگر انھیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ ہے حکام کی جانب سے ان کی مدد اور حوصلہ افزائی۔

شاستری نگر میں

شاستری نگر میں : شاستری نگر بھی ایک غریب بستی ہے۔ لیکن یہاں ے ۲۰۰ خاندانوں نے مل کر اس علاقے میں ایک بستی قائم کی ہے جس میں ۱۰ مربع میٹر زمین پر ایک کمرہ پر مشتمل زمینی و یک منزلہ عمارتیں بنائی گئی ہیں، بر پانی کے نل یا بجلی یا بیت الخلاء اس مکان پر فی کرایہ دار ۵۰۰،۴ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ اسٹیٹ بنک آف انڈیا نے درج فہرست اقوام کے لئے ۴ فیصد شرح اور دیگر اقوام کے لئے ۱۱ فیصد شرح سے ۱۰ مہینہ میں ماہانہ ۲۵ روپے کے حساب سے ادائیگی کی شرط پر ۲،۲۰۰ روپے بطور قرض مہیا کیا۔ سرکار نے بیت الخلاء، پائپ لائن اور نالے بنائے اور اخراجات کی ادائیگی ماہانہ ۱۰ روپے فی کرایہ دار اور ایک روپیہ زمین ٹیکس طے کیا گیا۔

اپنی مختصر تقریر میں موصوف نے ممبئی میں مکانات کے مسئلہ کو سمجھنے، غور کرنے اور حل کرنے کی مخلصانہ کوشش کا یقین دلایا۔ آپ نے کہا کہ "عالمی بنک ان لوگوں کو قرضہ جات مہیا کرتا ہے جو اپنے مستقبل کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے محنت کرتے ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ، وہ دھاراوی میں واقع شاستری نگر کے باشندوں کی اپنی بستی کو بہتر بنانے کی جدوجہد سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

پرتکشا نگر میں

پرتکشا نگر میں : اس کے بعد موصوف نے پرانی ممبئی کے دامن میں واقع سائن۔کولی واڑہ کے ٹرانزٹ کیمپ "پرتکشا نگر" کا دورہ کیا۔ یہاں پر پرانی اور مخدوش بلڈنگوں کے کرایہ داروں کو بسایا گیا ہے، تاکہ مرمت کے قابل بلڈنگوں کی مرمت ہو سکے یا پھر انھیں نئے سرے سے دوبارہ بنا کر کرایہ داروں کو واپس بسایا جا سکے۔ اس ٹرانزٹ کیمپ میں موصوف نے دیکھا کہ کرایہ داروں کے یک منزلہ عمارت میں چھوٹے کمرے جس میں نل لگے ہوئے اور پانی کافی مقدار میں دستیاب ہوتا ہے، حقیقتاً بہتر بنے ہوئے تھے۔ صاف ستھرے راستوں سے گذرتے ہوئے موصوف کی ملاقات ایک ڈاکٹر سے ہوئی جس کے ۱۵ مربع میٹر پر مشتمل کمرے میں ٹی وی لگا ہوا تھا۔ موصوف نے ایک درزی سے ملاقات کی۔ درزی نے بتایا کہ وہ یہاں

بمبئی میں واقع اس عارضی کیمپ "پَرتِکشا نگر" میں ان لوگوں کا معیارِ زندگی واضح طور پر بہتر ہے۔ جنہیں یک منزلہ عمارت میں رہائش کی جگہ دی گئی ہے جس میں ایک کمرہ پر مشتمل مکانات ہیں اور جہاں پانی وافر مقدار میں دستیاب ہے۔

بہت خوش ہے اور مستقل طور پر یہیں رہ سکتا ہے جبکہ اس کے خاندان کے افراد اپنی بلڈنگ میں مرمّت کے بعد واپس جانا چاہتے ہیں۔

اس کے علاوہ موصوف نے چند ایسے افراد سے بھی ملاقات کی جو یہاں کھُلی جگہ، پانی کی مناسب دستیابی، آمد و رفت کی آسانی اور نسبتاً کم کرایہ۔ صرف ۳۰ روپیہ ماہانہ جیسی سہولیات ہونے ہوئے بھی شہر کے قلب میں واقع مرمت شدہ کئی منزلہ عمارتوں میں نامناسب ڈھنگ سے بنائے گئے ایک کمروں والے مکان میں جس کا کرایہ کم از کم ۶۵ روپے ماہانہ ہے' رہائش حاصل کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ دراصل شہر میں واقع اپنی پُرانی رہائش گاہ سے محبت ان افراد کے لئے تمام سہولیات سے بڑھ کر ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ ان لوگوں کو ان جگہوں سے جذباتی لگاؤ ہے جہاں وہ پیدا ہوئے اور پلے بڑھے،

سرکار نے ہر مکان کی تعمیر پر ۶,۰۰۰ روپے خرچ کیا ہے جبکہ اس مقصد سے حاصل کی گئی زمین کی قیمت فی مکان ۲,۰۰۰ روپے ہوتی ہے۔ اس طرح سے مجموعاً ۸,۰۰۰ روپیہ فی مکان کے حساب سے اس کام میں سرمایہ لگایا گیا۔

تیلی گلی میں شہری نو تعمیر شدہ علاقہ تیلی گلی کا دورہ کرتے ہوئے مسٹر میکنمارا اور ان کے ساتھیوں کو مزید اندازہ ہوا کہ واقعی لوگ اپنی رہائش گاہوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ تیلی گلی میں کپڑا ملوں کے اطراف نو تعمیر شدہ کئی منزلہ عمارتوں میں وہ افراد بستے ہیں جو اس سے قبل اپنی مخدوش بلڈنگوں کو مرمت کے لئے چھوڑ کر ٹرانزٹ کیمپ میں دن گذار کر ایک تکلیف دہ دور سے گذر چکے ہیں، اور اپنی پُرانی بلڈنگوں کی جگہ اپنے ہی علاقوں میں ان نئی عمارتوں میں واپس آ گئے ہیں۔ وفد نے دیکھا کہ ٹرانزٹ کیمپ کی بہ نسبت یہاں کے کرایہ داروں نے اپنے کمروں کو ہر طرح کی سہولت سے آراستہ کیا ہے اور یہ کہ قبل کی بستیوں کے باشندوں کی بہ نسبت یہاں کے باشندے زیادہ خوش اور مطمئن ہیں۔

مسٹر میکنمارا ایک پُرانی عمارت جو گرائی جانے والی تھی اور نصف خالی ہو چکی تھی، کے ٹوٹے پھوٹے زینوں پر چڑھے اور یہ عجیب تضاد دیکھا کہ غیر تسلی بخش ہوا دار چال میں بنے ہوئے ۱۲۰ مربع میٹر کے کمروں میں کرایہ دار رہ رہے ہیں۔ جبکہ قریب ہی نو تعمیر شدہ عمارتوں میں ۱۶۰ مربع میٹر کے کمروں میں ہوا اور روشنی کا اچھا انتظام ہے، پانی کا نل لگا ہوا ہے، غسلخانہ اور پکانے کے لئے ایک اونچی چوکی بھی موجود ہے۔ موصوف نے زیر تعمیر ایک عمارت کا بھی معائنہ کیا، جس میں چند کرایہ دار تعمیر شدہ حصّہ میں واپس آ چکے تھے اور ماہانہ ۱۶ روپے کا حقیر کرایہ ادا کر رہے تھے جبکہ پڑوس میں ہی ایک نئی تعمیر شدہ عمارت میں ماہانہ کرایہ ۶۵ روپیہ ہے۔

سرکاری اقدامات کی تعریف: بمبئی میں مکانات کے سلسلے میں حکومت کے اقدامات مسٹر میکنمارا کو بے حد پسند آئے۔ لیکن اس سلسلے میں مالی پہلو سے متعلق چند متضاد باتیں ان کی عقابی نظروں سے نہیں چھپ سکیں۔ کرایہ پر کنٹرول قانون کی وجہ سے پُرانی عمارتوں میں تعمیر سے قبل اور بعد میں کرایہ نہایت ہی کم رکھا گیا ہے۔ بظاہر یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ چونکہ مکان مالک مکانوں کی مرمت نہیں کرتے اور جن کی بلڈنگیں کافی سال پُرانی ہو چکی ہیں۔ ایسے مالکان کرایہ بڑھا کر نفع کمانے کے حقدار نہیں ہیں لیکن قانونی طور پر جس رقم کی ادائیگی کرایہ داروں پر واجب ہے اس کا ایک بڑا حصّہ، حکومت عمارت کی تعمیر پر اخراجات کے لئے کرایہ داروں کو ٹرانزٹ کیمپ میں آباد کرنے کے لئے اور اگر عمارت بن جائے تو ماہانہ ۶۵ روپیہ کرایہ کی صورت میں واپس لے لیتی ہے۔

حتیٰ کہ نواح شہر میں واقع ٹرانزٹ کیمپ کے باشندوں کو بھی مقامی حکام کو کرایہ کے طور پر ماہانہ ۳۰ روپے ادا کرنا پڑتے ہیں، جس میں مالک مکان کا اپنا پُرانا کرایہ، میونسپل ٹیکس اور "مرمت و تعمیری فنڈ"، کی رقم شامل ہوتی ہے۔
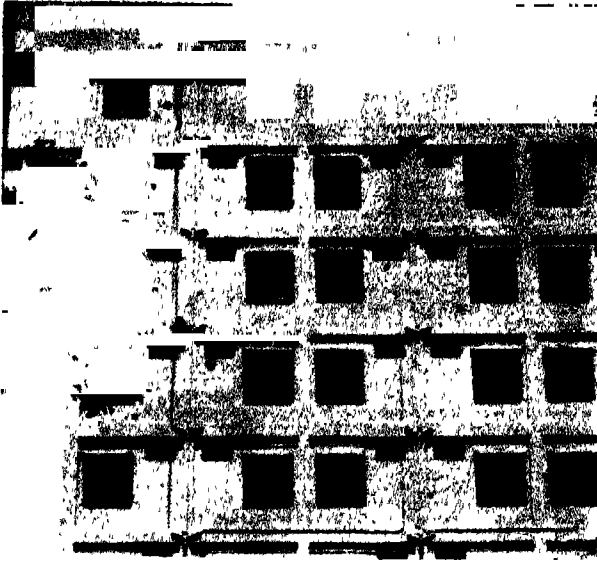
تیلی گلی میں ازسرِنو تعمیر کردہ عمارات کی جھلک۔ بمبئی میں تیلی گلی کئی منزلہ عمارت پر مشتمل ایک پرانی گندی بستی ہے جسے شہری تجدید اسکیم کے تحت بمبئی ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپ منٹ بورڈ نے چنا تھا۔
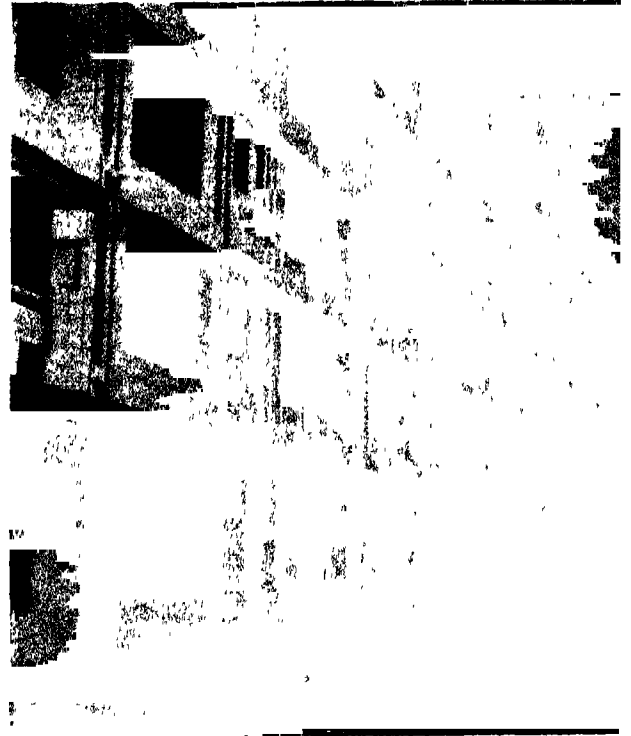
مختلف پروجیکٹوں کیلئے آئی ڈی اے سے طلب کیگئی

مالی امداد

نام پروجیکٹ		آئی ڈی اے قرضہ (امریکن ملین ڈالر میں)
۱) بمبئی آبرسانی، نالہ بندی وغیرہ	...	۵۵٫۰۰
۲) پروجیکٹ برائے احمدنگر و سولاپور اضلاع کے خشک علاقے	...	۱۰٫۸۰
۳) پروجیکٹ برائے بمبئی شہری نقل و حمل (بس ٹرانسپورٹ)	...	۲۵٫۰۰
۴) پروجیکٹ برائے کپاس	...	۱۸٫۰۰
۵) ریاست مہاراشٹر سیڈ پروجیکٹ ٭	...	۲۵٫۰۰ ٭
۶) پاور ٹرانسمیشن پروجیکٹ (مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کا جز)	...	۳۱٫۹۶
۷) مہاراشٹر آبپاشی پروجیکٹ	...	۷۰٫۰۰

٭ ہندوستان بھر میں تمام سیڈ پروجیکٹ کے لئے جس میں سے مہاراشٹر کے لئے دی جانے والی امداد ۲۷٫۵ کروڑ روپے ہوگی۔

شاستری نگر کی نئی جھونپڑپٹی بستی میں بھی ہر خاندان کو ماہانہ ۲۵ روپے کرایہ اس کے ساتھ ۱۱ روپے ادا کرنا پڑتے ہیں۔ شہر میں بھی رہنے والا کوئی غریب آدمی اپنے مکان کا کرایہ ۳۰ روپے ماہانہ دینے پر تیار نہیں ہوگا۔ وزیراعلیٰ شری شرد پوار سے ملاقات کے دوران مسٹر میکنمارا نے تجویز پیش کی کہ مکانات کے سلسلے میں حکومت اپنے ذرائع میں اضافہ کرے جس کی کافی گنجائش ہے۔

گنجان آبادکاری :

آپ نے یہ بھی خیال پیش کیا کہ ٹرانزٹ کیمپ میں گنجان آبادکاری کی جانی چاہیئے تاکہ زمینوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہو سکے۔

اگرچہ شہر کے مرکز میں کئی منزلہ عمارتوں کی تعمیر و مرمت کے لئے زیادہ سے زیادہ سرمایہ کی ضرورت سے موصوف متفق ہوئے لیکن آپ کی یہ تجویز تھی کہ ٹرانزٹ رہائشگاہوں کے لئے بھی دو منزلہ عمارتیں بنائی جائیں جس پر لاگت ۶۰۰ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

مسٹر میکنمارا نے سائن۔کولی واڑہ ٹرانزٹ کیمپ میں چھوڑی گئی غیر آباد کھلی جگہوں پر خاص توجہ دلائی۔ اس سلسلہ میں موصوف کو آگاہ کیا گیا کہ یہ جگہ ابھی حال ہی میں قبضہ میں لی گئی ہے، مزید یہ کہ کئی منزلہ عمارتوں کی تعمیر کے کافی اخراجات کی ضرورت ہے نیز یہ کہ مختصر عرصہ کے لئے یہاں ہر قسم کے مکانات کی تعمیر نہایت تیزی سے کی گئی جو ناگزیر تھی۔ ویسے یہاں کئی جگہ متعدد منزلہ مکانات ہیں اور دوسرے ایسے ہی مکانات زیرِ تعمیر ہیں۔
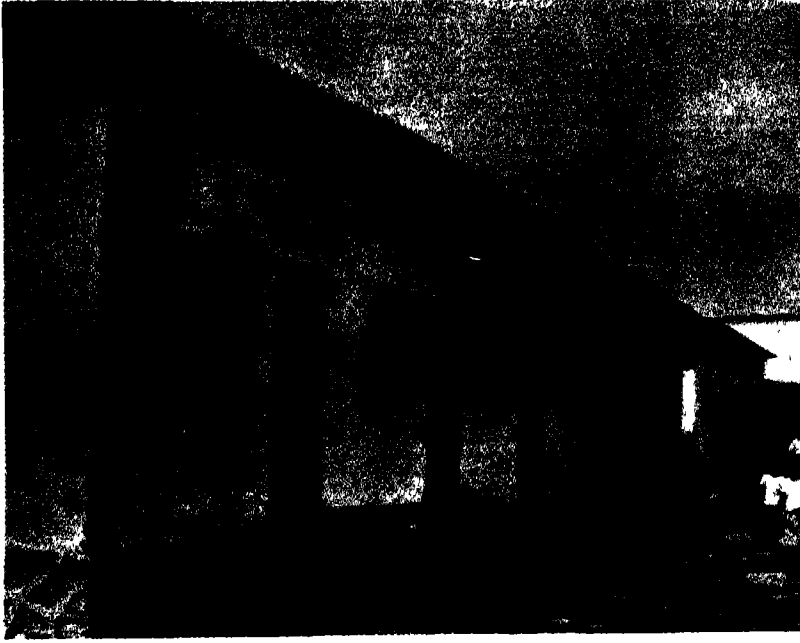
بمبئی کی اس شاستری نگر کالونی میں جھونپڑپٹی واسیوں کو فی الحال پاخانے اور نل پانی وغیرہ کی سہولتیں حاصل ہیں لیکن جھونپڑپٹی واسیوں نے بذاتِ خود اپنے گندے مکانات کو باقاعدہ پکے جدید مکانات میں تبدیل کرلیا۔ اس مقصد سے انہوں نے ۲۰۰، ۱ روپے فی کنبہ کے حساب سے اپنی ابتدائی رقم اسٹیٹ بنک آف انڈیا میں جمع کی اور اپنا معمار (آرکیٹیکٹ) اور عمارتی ٹھیکیدار مقرر کیا تاکہ ان کے جھونپڑوں کو گرا کر مکان (۱۵۰ مربع فٹ فرشی رقبہ) بنائیں۔

مسٹر میکنمارا اور ان کے ساتھی اگرچہ ہمارے معزز مہمان تھے لیکن وزیر اعلیٰ شری شرد پوار کے ہمراہ بات چیت کرتے ہوئے آپ نے نہایت انکساری سے کہا کہ وہ اور ان کے ساتھی ان تمام ممالک بشمول ہندوستان، مہاراشٹر کے خادم ہیں جو عالمی بنک سے قرضہ حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ کسی بھی قرض خواہ ملک پر کوئی بھی ناقابل عمل مالی تجویز ٹھونسی نہیں جاتی اور یہ کہ اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اسکیم قرض خواہ ملک کے مفاد میں ہے اور اسکیم کی تمام شرائط پر بحث کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ موصوف نے کہا کہ یہ ممکن تو نہیں ہے کہ ان کے دورہ کے دوران ہی کوئی اسکیم عالمی بنک سے مالی امداد حاصل کرنے کی غرض سے تیار کی جائے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ کسی اسکیم کا اعادہ کیا جائے۔ یہ کام عالمی بنک کے ماہرین اپنے باقاعدہ غیر اشتہاری دوروں کے دوران مکمل کرتے ہیں۔ موصوف کے دورہ سے یہ توقع قائم نہیں کی جاسکتی کہ اس کے نتیجہ میں مہاراشٹر کو ایک بڑی رقم بطور قرض عالمی بنک سے حاصل ہوگی۔ درحقیقت مرکزی حکومت کو اختیار ہے کہ وہ عالمی بنک سے مالی امداد حاصل کرنے کے قابل اسکیموں کا مکمل تجزیہ کرے۔

حالات زندگی پر نظر: عالمی بنک کے سربراہ کو اپنے اس دورے سے یہ موقع ضرور ملا کہ وہ ترقی پذیر ممالک میں سماجی معاشی زندگی میں تغیرات کا قریب سے مشاہدہ کرسکے۔ دوسرے لفظوں میں موصوف کو عوامی زندگی کے حالات جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ توقع ہے کہ اس کے نتیجہ میں ایسی تجاویز پیش کی جائیں گی جو ترقی پذیر ممالک میں سماجی و معاشی حالات کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوسکے۔

ترجمہ: ایم۔ اقبال

جھونپڑپٹی سدھار اسکیم کے تحت نل، پانی، سڑکوں پر روشنی، گندے پانی کی نکاسی، اور پاخانوں وغیرہ کی بہتر سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔

• بی. جی. ورگھیز

ترقیات سے متعلق خبریں یوں تو بے شمار آتی ہیں لیکن ان میں بے حد دلچسپ صرف چند ہی ہوتی ہیں مثلاً حال ہی میں محکمۂ زراعت کے ایک سینئر آفیسر نے یہ صحیح انکشاف کیا کہ ہمارے ملک ہندوستان نے اناج کی پیداوار میں نمایاں ترقی حاصل کی ہے اور یہ کہ ۱۹۴۳ء کے قحطِ بنگال اور اس سے بھی قبل کے مشکل حالات کا دور گذر چکا ہے اور اب ملک یقینی طور پر "قحط کے شکنجہ" سے آزاد ہوچکا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں وسیع پیمانے پر سبز انقلابِ ثانی کا آغاز ہوچکا ہے۔

۱۶۹ ملین ہیکٹر اراضی میں سے ۵۰ ملین ہیکٹر اراضی پر آبپاشی کے ذریعہ کاشتکاری اس بات کا ثبوت ہے کہ چند مخصوص خشک سالی کے آثار رکھنے والے علاقوں کو چھوڑ کر ہندوستان میں مجموعی طور پر زراعت اب موسمِ باراں کی مرہونِ منت نہیں ہی اعلیٰ اور زیادہ فصلی پیداوار کے قابل زمینوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ سال ۱۲۶ ملین ٹن اناج کی پیداوار ہوئی جو کہ ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتا ہے پہلی دفعہ ملک بھر میں چاول بغیر کسی پابندی کے کھلے بازار میں دستیاب ہو رہا ہے۔ لیکن اناج کی فراوانی ہونے کے باوجود تقسیم کاری کا مسئلہ موجود ہے کیونکہ اب بھی لاکھوں بے روزگار لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ ضرورت کے مطابق اناج خرید سکیں۔ یہ مسئلہ مرکزی اہمیت کا حامل ہے۔

اناج کی پیداوار میں فی الحال خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا ہے لیکن توقع ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے تناسب سے اس میں اضافہ ہمیشہ قائم رہے گا، بشرطیکہ اس سے پہلے کہ ملک کی زراعت میں اصلاح کاری کی تمام کوششیں ختم ہوجائیں آبادی پر کنٹرول ممکن ہوسکے۔

خصوصاً ان تین علاقوں میں جہاں مٹر، تیل کا بیج اور کپاس کی کاشت ہوتی ہے حوصلہ افزا نتائج کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اس سال کی ابتدا میں موسمِ گرما (تیسری) فصل کے طور پر یو۔ پی اور تاملناڈو میں ۳۰۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر مونگ کی مختصر عرصہ یعنی ۶۰ دنوں میں کاشت کی گئی۔ آئندہ دو یا تین سالوں میں مونگ اور ارہر کی پیداوار میں نمایاں اضافہ کی توقع ہے۔

کُل ہند مشترکہ پروگرام کے تحت حیدرآباد میں خشک زمینوں میں کاشت کے سلسلے میں مشترکہ فصلوں کے تجربات تیل کے بیج اور مٹر پر آزمائے گئے اور انھیں باجرہ، جوار اور کپاس کے ساتھ جوڑا گیا۔ نتیجہ کے طور پر یہاں اعلیٰ پیمانہ پر کاشت کی توقع ہے۔

پیداوار: کپاس کی پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ تیل کے بیج کی پیداوار میں اضافہ کی توقع ہے ساتھ ہی کپاس کے بیج کے تیل میں بھی اضافہ ممکن ہے۔ خریف فصل کے دوران مدھیہ پردیش میں سیاہ کپاس کی ۶ ملین ہیکٹر زراعتی زمین کو مجبوراً خالی چھوڑنا پڑا کیونکہ اچانک بارش کی وجہ سے اس زمین میں کثافت پیدا ہوجاتی ہے اور اس میں ہل چلانا مشکل ہوجاتا ہے۔ ایسی زمین میں گہرائی تک ہل چلانے کے بجائے یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایسی زمینوں میں سویابین کی فصل اُگائی جائے۔ اس کام کے لئے زمین کو ہموار کرکے نالہ بندی کا بہتر انتظام کرنا چاہیئے اور بوائی کا کام بارش شروع ہونے سے پیشتر ہی مکمل کرلیا جانا چاہیئے۔ زمین کے ایک وسیع ہموار حصّہ کو قابلِ کاشت بناکر نہ صرف یہ کہ زراعت میں مزید قوت پیدا ہوگی بلکہ تیل کے بیجوں کی فراہمی میں بھی اضافہ ہوسکے گا۔

اس سال کپاس کی ۷ ملین گانٹھوں کی پیداوار بھی زراعت میں اضافہ کی طرف ایک اشارہ ہے۔ گجرات میں اس سال ایک ملین ہیکٹر اراضی پر جہاں کپاس کی کاشت ہوتی ہے، جراثیم کش اور دیگر نگہبانی پروگرام پر عمل کیا جارہا ہے اس کے نتیجہ میں توقع ہے کہ نصف ملین گانٹھوں کی مزید پیداوار حاصل ہوگی۔

ایک جرسی بیل جو مصنوعی طریقہ پر مویشیوں کی افزائش نسل میں بھی بہت معاون ہوتا ہے۔

گجرات میں ۳۰،۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر منتقلی عمل کے ذریعہ کپاس کی کاشت کا کامیاب تجربہ کیا گیا ہے اور اب یہی تجربات مہاراشٹر اور کرناٹک میں دُہرائے جا رہے ہیں۔ اس تجربہ کا عمل یہ ہے کہ بارش سے ایک مہینہ قبل کپاس کے پودوں کو پلاسٹک کی تھیلیوں میں بھر دیا جاتا ہے تاکہ پودوں کو مناسب مقدار میں نمی حاصل ہو سکے اور ان کی جڑیں باقاعدہ کاشت سے قبل ایک خاص حد تک پہنچ جائیں جن کی وجہ سے پودے سخت بارش میں بھی ثابت رہ سکیں۔

لیکن یہ بات قابلِ تشویش ہے کہ ایک طرف تو کپاس کی فصل میں اضافہ دیکھا جا رہا ہے اور دوسری طرف گذشتہ چند سالوں سے کپاس کی کھپت میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ ۷۶-۱۹۷۵ء اور ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران کپاس کی کھپت ۷،۵۵ ملین گانٹھوں سے کم ہو کر ۶،۵۴ ملین گانٹھیں ہو گئی تھیں جبکہ مصنوعی سُوت کی کھپت اسی عرصہ کے دوران ۰،۵۲ ملین سے بڑھ کر ۱،۱۴ ملین ہو گئی تھی ہندوستان کی آب و ہوا کپاس کے لئے نہایت موزوں ہے اس کے علاوہ کپاس سے تیل کے بیج بھی حاصل ہوتے ہیں۔

رکاوٹیں: کپاس کی مارکٹنگ کے لحاظ سے موجودہ صورت حال باعث تشویش ہے کیونکہ کچے کپاس کی ایک بڑی مقدار یوں ہی بنا فروخت کے پڑی ہوئی ہے۔ اب جبکہ زراعت تجارتی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہوتی جا رہی ہے مارکٹنگ کی صورت حال میں ترقی بہت ضروری ہے۔ شکر، دُودھ، باغبانی اور سبزیوں کے معاملے میں مارکٹنگ میں رکاوٹیں ایک مسئلہ بن گئی ہیں۔

اس سال شکر کا "بحران" اس وجہ سے پیدا ہوا کہ ۶،۴ ملین ٹن شکر کی پیداوار ہونے کے باوجود کنٹرول کی وجہ سے شکر کے گھریلو استعمال اور شکر کی برآمد کی مانگ میں ایک حد تک کمی ہو گئی تھی۔ اگر کنٹرول اُٹھا دیا گیا تو شکر کے گھریلو استعمال میں اضافہ ہو سکتا ہے اور یہی بات زیرِ غور ہے۔ شکر کی پیداوار سیاست کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے جس کے پیچھے مضبوط حلقے کام کر رہے ہیں۔ شکر کی پالیسی میں یہ نقص ہے کہ یہ گنّے کے کاشتکار، شکر بنانے والوں اور (گڑ اور کھانڈسری) دیہی و شہری صارفین کے مابین توازن نہیں قائم رکھتی۔ اگر ایک نیشنل شوگر ڈیولپمنٹ اور مارکٹنگ بورڈ قائم کیا جائے تو اُمید ہے کہ اس کی مدد سے کھلے بازار اور اسی طرح کے معاون اقدامات کے ذریعے پیداوار اور قیمتوں کے بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

چقندر سے شکر حاصل کی جاتی ہے اس لئے اس کی فصل پر زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ چقندر سے شکر کے کارخانوں کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور یہ خود ایسی سبزی ہے جس سے نائٹروجن کی زیادہ مقدار زمین جذب کر سکتی ہے جو زراعت کے لئے نہایت مفید ہے۔ یو۔پی اور بہار میں واقع کارخانوں کو کوئلہ کی فراہمی سے گنّے کے استعمال شدہ حصّے جن سے اب تک ایندھن کا کام لیا جاتا رہا ہے، کاغذ وغیرہ بنانے کے کام آ سکتے ہیں۔

مختلف نسل کے گائے، بھینسوں کی اچھی نسل کے بیلوں کے ساتھ افزائش نسل کے پروگرام کے تحت اُمید ہے کہ آئندہ چند سالوں میں دُودھ کی دستیابی میں اضافہ ہو جائے گا۔ دُودھ سے بنی اشیا کے لئے دیہی مارکیٹ کی فراہمی کا وعدہ جو سیلاب۔ دوم تحریک کے دوران کیا گیا تھا، شاید کافی نہیں ہے۔ اسی لیے نیشنل ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ (این۔ ڈی۔ ڈی۔ بی) اور بھارتیہ ایگرو انڈسٹریز فاؤنڈیشن (بی اے آئی ایف) اس کام میں مدد کرنے کے لئے شری کھنڈ، کھوا اور چنے کی فراہمی کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ مٹھائیوں وغیرہ میں ان کا استعمال ہو سکے۔ دُودھ اور شکر کی دستیابی میں اضافہ کی باعث صحت عامّہ پر بھی اس کا اچھا اثر ہوگا۔

اسی طرح سے کھارے پانی میں جھینگوں کی افزائش نسل کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر یہ کوشش کامیاب رہی تو اُمید ہے ماہی گیر اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

مجموعی طور سے صورتحال اُمید افزا ہے لیکن اس کے لئے سچی لگن اور محنت ضروری ہے۔ کاشتکاری کے روایتی طریقوں میں تبدیلی ضروری ہے۔ مثلاً جب زراعت کے نئے طریقے نہیں تھے، اس وقت کسان لازمی طور سے بارش کی پہلی بوچھار کے ساتھ ہی خریف فصل کی بوائی شروع کر دیتے تھے۔ اس عمل سے دشواری یہ پیش آتی تھی کہ خریف کی بوائی جولائی میں شروع ہونے کے باوجود اکتوبر۔ نومبر تک اس کی کٹائی نہیں ہو پاتی۔ نتیجتاً ربیع فصل کو نومبر دسمبر تک ملتوی رکھنا پڑتا جس کی وجہ سے بخارات، حرارت اور دھوپ

ے حالات میں کافی ردّوبدل ہوجاتا ہے۔ اس طرح سے مارچ، اپریل کے
ران ربیع کی کاشتکاری سے گرمی اور خشک موسم کی وجہ سے اچھی فصل
امکان نہیں رہتا۔

کامیابی : پہلے کے مقابلے میں اس سال زیادہ کامیابیاں حاصل ہوئی
ں۔ مثلاً بہار، پنجاب اور ہریانہ میں نئے طریقوں سے اپریل مئی میں اگائی
ئی دھان کی فصل جون میں بوائی کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور اگست ستمبر میں
سل تیار ہو جاتی ہے، جبکہ موسم ربیع فصل کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ اس دوران
بپاشی کے ذریعے فروری۔ مارچ کے دوران تیسری فصل یا مختصر عرصہ والی
سل بھی اُگائی جا سکتی ہے۔ ان اقدامات سے ان ریاستوں میں چاول کی
ھی فصل حاصل کی جا سکتی ہے۔ مغربی بنگال میں اگست۔ ستمبر کے دوران دھان
ی فصل بوئی جاتی ہے ساتھ ہی رائی کی فصل کی تیاری کی جاتی ہے جس کی وجہ
سے اپریل۔ مئی کے دوران کھیت خالی رہتا ہے جب سفید جوٹ کے بجائے سنہری
وٹ کی کاشت بذریعہ آبپاشی کی جا سکتی ہے جو اگست تک تیار ہو جاتی ہے۔ اسی
رح اس میں اس طرح کا ردّوبدل کیا جا سکتا ہے کہ سنہری جوٹ کے بعد آلو اور مٹر
بوئے جائیں اور پھر دھان کی فصل اگائی جائے۔

قابلِ عمل تبدیلیاں : فروری و مارچ میں جبکہ موسم کچھ حد تک خشک
رہتا ہے، پمپ کے ذریعہ آبپاشی کو ترجیح دی جانی چاہئے۔ اس سے تیسری فصل
کی کاشت ممکن ہو سکتی ہے۔ پمپ کے ذریعہ اگر زمین دوز کنوؤں سے پانی
نکالا جائے گا تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ زیر زمین اتنا خلا پیدا ہو سکے گا کہ
اکا دکا برسات کا پانی اس میں جذب ہو سکے۔ زمین دوز پانی کے ذخیرے
کو محفوظ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسے علاقوں میں جہاں پانی سوراخوں
کے ذریعہ ضائع ہو سکتا ہے وہاں سیمنٹ وغیرہ سے ان سوراخوں کو بند
کیا جائے۔ یہ بات طے ہے کہ زمین دوز ذخیرۂ آب کو نالہ بندی، باندھ یا کسی
بھی طریقے سے محفوظ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ بارش کا پانی کئی سالوں تک
استعمال کیا جا سکتا ہے بلکہ اس سے سیلاب میں بھی کمی واقع ہو سکتی ہے۔

ٹیوب ویل : مغربی بنگال میں سطح آب اچھی ہونے کے باوجود یہاں پر صرف
۲۰،۰۰۰ آبپاشی پمپ ہیں جن سے ریاست بھر کے لئے صرف ۲ء۱ بجلی کی قوت
استعمال ہوتی ہے جبکہ پورے پنجاب میں زراعتی مقاصد کے لئے ریاست کی کل
استعمال شدہ بجلی کے ۵۲ فیصد بجلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوپی کے ضلع بستی
میں آئندہ پانچ سالوں میں ۲۰۰۰ ٹیوب ویل تعمیر کرنے کا پروگرام زیرِ غور
ہے۔ بہار اور یوپی میں ۵ ملین ٹیوب ویل تعمیر کرنے کے بارے میں سنجیدگی

جوار کی بھرپور فصل

سے غور کیا جا رہا ہے۔ اس کے نتیجہ میں چھوٹے کسانوں کی حالت میں سدھار
ہو سکے گا۔

حالیہ پنجسالہ منصوبے میں ۱۷ ملین ہیکٹر اراضی میں آبپاشی کا انتظام کرنا
شامل ہے۔ اگر ذخیرۂ آب، پانی کے استعمال پر کنٹرول اور ہمالیہ کے دامن میں
ہائیڈل پاور جنریٹر کا انتظام کیا جائے تو زراعتی مقاصد کے لئے بہترین نوائد
حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے گنگا، برہمپترا کے سلسلہ میں کارآمد منصوبہ بندی
بھی ضروری ہے۔ ان تمام باتوں کے لئے نیپال سے تعاون حاصل کرنا نہایت
ضروری ہے۔

زراعت سے متعلق مارکیٹنگ اور قرضوں کی فراہمی کے انتظامات میں
اصلاح ضروری ہے۔ زراعتی قیمتوں میں اضافہ ہر حال میں روکنا چاہیئے۔
شاید یہ کہنا بجا ہوگا کہ ملک میں مارکیٹنگ بورڈ قائم کئے جائیں جن کے ذریعہ
اناج، دودھ، شکر، کپاس اور جوٹ وغیرہ اشیاء کی لین دین ہو سکے۔ عوامی
تقسیم کاری کے عمل کو دوبارہ نافذ کیا جائے بلکہ اس انتظام کو دور دراز کے علاقوں
میں بھی پھیلایا جائے تاکہ سماج کے کمزور طبقات کو کچھ راحت حاصل ہو سکے
فوڈ کارپوریشن، کاٹن کارپوریشن اور اسی طرح کے اداروں میں بھی نئے انتظامات
ضروری ہیں۔ فی الحال صرف پنجاب، ہریانہ اور قریب کے علاقوں میں مارکیٹنگ
کا اچھا انتظام ہے۔ اسی نظام کو ہر جگہ قائم کیا جانا چاہیئے۔

جہاں تک قرضوں کی فراہمی کا تعلق ہے، اس پر بھی ازسرِ نو غور و خوض
لازمی ہے۔ اب بھی غیر منظم ادارے ۷۰،۰۰۰ روپے تک قرضہ جات فراہم کرتے ہیں۔

درخت کاری، باندھ اور نالہ بندی سے نہ صرف بارش کا پانی سال بھر کے لئے محفوظ رہتا ہے بلکہ اس کے باعث سیلاب مدھم پڑجاتا ہے۔

جبکہ منظم ادارے صرف ۲۰۰۰ روپے تک قرضوں کی سہولت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ریزرو بنک کے زراعتی قرضہ جاتی محکمہ، زراعتی مالی بحالی و ترقیاتی ادارہ اور زراعتی مالی ادارہ کے مابین ذمہ داریوں کی تقسیم میں پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔ لہذا یہ بہتر ہوگا اگر ان تمام قرضہ جاتی اداروں کو زراعتی ترقیاتی بنک کے زیر تحت لایا جائے۔

مذکورہ بالا اصلاحی اقدامات سے سبز انقلاب ثانی وجود میں آسکتا ہے لیکن اس کے لئے ضرورت ہے سیاسی قوت ارادی اور منظم اقدامات کی۔ پلاننگ کمیشن کے ڈاکٹر راج کرشنا کے زیر نگرانی اصلاح اراضی کمیٹی اس ضمن میں کافی مددگار ثابت ہو۔

لیکن یہ اقدامات اسی وقت موثر ثابت ہوں گے جب کمزور دیہی آبادی کو سماجی طور سے پورا پورا انصاف مل سکے، اور انہیں بھی مکمل فوائد حاصل ہوں جب تک دیہی آبادی کے ساتھ ٹھیک طور سے انصاف نہیں ہوسکے گا۔ ان میں موجود انتشار بڑھتا ہی رہے گا۔ ان کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے سماجی کوششوں کو تیز تر کیا جانا چاہیے۔

بنیاد: دوسرے سبز انقلاب کے لئے منظم اور وسیع پیمانے پر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے بینونر طریقے کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے اور جسے اب تک آٹھ یا نو ریاستوں نے اپنایا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری بڑی ضرورت فرٹیلائیزیشن کی ہے۔ فرٹیلائیزر کا استعمال دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے لیکن کچھ وجوہات کی بناء پر اس کی درآمد محدود ہے۔ آئندہ پانچ سالوں میں توقع ہے کہ نئے نئے فرٹیلائیزر پلانٹ قائم کئے جائیں گے اور اسی کے ساتھ بمبئی ہائی سے گیس حاصل کیا جائے گا تاکہ دونوں کی مدد سے مقامی ضرورت پوری کی جاسکے۔ یہ قابل ستائش ہے کہ حیاتیاتی فرٹیلائیزر بنانے میں کچھ حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے جس کی وجہ سے کیمیائی طور سے زراعتی کاموں میں بے حد مدد ملے گی۔ مختلف جراثیم کش طریقوں کے تجربات بھی کئے جارہے ہیں۔

ملکی زراعت سے متعلق مسائل اور وسائل اب چھ یا دس سال قبل کے مسائل سے مختلف ہیں۔ اس لئے اب صرف اناج کی پیداوار بڑھانے پر دھیان دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اب زراعت کے پھیلاؤ، اراضی کو قابل استعمال بنانا، پانی کے استعمال اور ساختی تبدیلیوں پر بھی غور کرنا ضروری ہے تاکہ ان اقدامات سے دیہی آبادی کی غربت دور ہوسکے۔ شہروں کے اطراف بسنے والے کئی چھوٹے کسان اپنی حالت سدھار سکتے ہیں اگر وہ باغبانی، مرغبانی، پھلوں کی اعلیٰ قسم حاصل کرکے ان کا بیوپار کریں۔ میونسپل انتظامیہ اپنے حلقے میں واقع "سبزی کی کاشت کرنے والے علاقوں کو ضروری سہولیات مثلاً بازار، نقل و حمل اور کولڈ اسٹوریج وغیرہ فراہم کرنے کے اقدامات کرنے چاہئیں۔ اس کے نتیجہ میں ایک نیا دیہی و شہری رابطہ قائم ہوسکتا ہے۔

اراضی اور پانی کے سلسلے میں جو اقدامات کئے جاتے ہیں ان سے مزدوری کے بھی مواقع نکل سکتے ہیں اور معاون کے بطور اناج۔ برائے کام جیسی اسکیمیں بھی چلائی جاسکتی ہیں۔ اب تک صرف گیہوں دستیاب تھا۔ اب چاول کی کاشت میں آسانیاں پیدا ہوجانے کی وجہ سے، چاول برائے کام جیسے پروگرام کو شروع کیا جاسکتا ہے۔

جاریہ سال کے دوران حکومت کوشش کر رہی ہے کہ جنوبی و مشرقی ریاستوں میں کچھ ۲۰۰۰۰ ٹن چاول اسی مقصد کے لئے استعمال ہوسکے۔

(بقیہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ کیجئے)

صنعتی ترقی مراکز اور اُن کی حکمتِ عملی

• ایل۔ کے۔ مَنّاٹکر (نامہ نگار اکنومکس ٹائمز، بمبئی)

حکومت مہاراشٹر کے لئے مرکز کی نئی حکمتِ عملی بڑی حوصلہ افزا ہے جس کا مقصد صنعتی مراکز کے توسط سے دیہی صنعتی ترقی کی راہ ہموار کرنا ہے جو سب سے آخر میں اُفق پر نمودار ہوئے ہیں اور سالِ رواں کے اختتام تک پوری طرح بارآور ہونگے۔ ریاستی وزیراعلیٰ شری شردپوار کو اُمید ہے کہ ضلع صنعتی مراکز مسئلہ بیروزگاری خصوصًا تعلیمیافتہ اشخاص میں بیروزگاری کے مسئلہ کو حل کرنے میں بڑے معاون ہوں گے۔

مہاراشٹر میں نئے صنعتی ترقی مراکز کے لئے ترقیاتی حکمتِ عملی کی صراحت کرتے ہوئے وزیراعلیٰ نے بتایا کہ دفاتر روزگار (ایمپلائمنٹ اکسچینج) پر سالانہ اندراج ۴٫۵ لاکھ ہے۔ ان کی ویٹنگ لسٹ نوسال پُرانی ہیں۔ پبلک اور پرائیویٹ سیکٹروں کے اداروں میں کھپت کی گنجائش مجموعی طور پر سالانہ نوے ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔

شری شردپوار نے فرمایا کہ ضلع صنعتی مراکز تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے خود روزگاری اسکیمات کو بڑھاوا دے سکتے ہیں۔ حکومت خود برسرکار صنعت کاروں کو ایک لاکھ روپے تک کی لاگت کے پُروجیکٹوں کے واسطے بحساب ۱۵ فیصد برائے غیر پسماندہ اقوام اور ۲۰ فیصد برائے پسماندہ اقوام تخمی سرمایہ امداد دیتی ہے۔ ایسے خاندان کے معاملہ میں جس کی سالانہ آمدنی ۴٫۸۰۰ روپے سے زیادہ نہیں ہے یہ شرح ۲۰ فیصد برائے غیر پسماندہ اقوام اور ۲۲½ فیصد برائے پسماندہ اقوام ہوگی۔

مہاراشٹر میں ۱۴ ضلع صنعتی ترقی مراکز کی یکم مئی یعنی مہاراشٹر کی سالگرہ کے دن سے تیز شروعات ہوئی ہے۔ ریاست کے بقیہ اضلاع اس سال کے اختتام سے قبل ضلع صنعتی اسکیم کے زمرہ میں آجائیں گے صنعتی فروغ کے ذمے دار ریاستی حکام پسماندہ اور قبائلی علاقے کی ترقی اور ضلع صنعتی مراکز کے ساتھ ان کی وابستگی کے لئے سرگرم ہیں۔

نئی ضلع صنعتی مراکز کی اسکیم کے تحت صنعت کاروں کو اپنی تجاویز کی منظوری کی خاطر ریاست کی راجدھانی یا اس سلسلے میں نئی دہلی جاکر دوڑ دھوپ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ ذمّے داری متعلقہ ضلع صنعتی مراکز کے حوالے کردی جائے گی جو دیہی اور نیم شہری علاقوں میں صنعتوں کے قیام میں ان کی مدد کریں گے۔ ایک طرح سے ضلع صنعتی مرکز ایک "انتظامی شعبہ"

ہوگا اور اس کی بدولت صنعت کار موجودہ 'لال فیتہ' کارروائیوں سے بچے رہیں گے اور اپنا کام موثر طریقے سے انجام دے سکیں گے۔

قبل ازیں ایک چھوٹے پیمانے کی صنعت قائم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، کیونکہ صنعت جاری کرنے سے قبل سرکاری ایجنسیوں سے لگ بھگ ۴۰ منظوریاں حاصل کرنا پڑتی تھیں۔ ہر ضلع صنعتی مرکز پر ایک جنرل مینیجر اور کارگزار منتظمین تعینات کئے گئے ہیں۔ کارگزار منتظمین کو اقتصادی چھان بین، مشینری و ساز و سامان، ریسرچ، توسیع اور تربیت، خام مال، سرمایہ، فروخت اور گھریلو صنعتوں کی دیکھ بھال کا کام سونپا گیا ہے۔

چھٹے منصوبہ کی بنیاد:

'بلاک پلان' یعنی حلقہ داری منصوبے اور ضلع صنعتی مراکز جنتا کی رہنمائی میں حکومتِ ہند نے چھٹے منصوبے کے دو سنگِ بنیاد قرار دیئے ہیں۔ عملی منصوبوں کا مقصد میدانی سطح پر خاص عملی اقدامات شروع کرنا ہے تاکہ انفرادی جماعت یا یونٹ کے حسب حال روز مرہ کی بنیاد پر معینہ حالات میں 'چھوٹے منصوبہ جات' دانش مندی اور احتیاط سے زیرِ عمل لائے جاسکیں۔ عملاً یہ سادہ 'مختصر المدت' سہل العمل اور محنت افزا منصوبے ہیں جن میں محض مادی ہی نہیں بلکہ انسانی تعمیر پر زور دیا گیا ہے۔ ان کا مقصد معینہ یہ ہے کہ کم سے کم ممکنہ مدت میں بھوکے اور فاقہ کش انسانوں کے لئے دن میں بھر پیٹ کھانا مہیا کیا جا سکے۔ درحقیقت 'عملی منصوبے' اور جماعتی کام ہی ترقی کی نئی حکمت عملی کے دو اہم ترین محرک ہیں۔

دہلی میں بالائی سطح پر ایک جماعت مقرر کی گئی ہے تاکہ ضلع صنعتی مراکز کی نگرانی کرے۔ حکومت نے اب تک ایسے ۲۰۰ مراکز کی منظوری دی ہے۔ ہر مرکز کا انتظام صنعتوں کے جائنٹ ڈائرکٹر کے رتبہ کا ایک عام مینیجر کرتا ہے جس کی اعانت سرمایہ، خرید و فروخت، تربیت، خام مال اور ساز و سامان کے لین دین کے معاملات میں مہارت خاص رکھنے والے افسران کرتے ہیں۔ دیس کے تمام اضلاع میں پہلے مجوزہ چار سال کے بجائے اب دو سال کی مدت میں ضلع صنعتی مراکز قائم کئے جائیں گے۔

نئی انقلابی اسکیمات کے ساتھ یہ صنعتی مراکز ملک میں صنعتوں کی تیز تر توسیع و ترقی میں بہت معاون ہوں گے۔ حکومت ہند کو امید ہے کہ مئی میں ضلع صنعتی مراکز کی اسکیم کی شروعات کے بعد سے تقریباً ۸۰ مراکز جاری ہو جائیں گے نیز رواں سال کے اختتام تک ملک میں ۴۰۰ اضلاع اس کے تحت آجائیں گے۔ ضلع صنعتی مراکز اسکیم بڑی جامع اسکیم ہے۔ اس کے تحت صنعت کاروں کو اپنی صنعتیں جاری کرنے کے لئے ایک ہی جگہ مختلف صنعتیں مہیا کی جائیں گی جو انھیں درکار ہوں۔ ضلع صنعتی مراکز منصوبہ جاتی رپورٹوں کی تیاری، مالیاتی اداروں اور بنکوں سے حصول اراضی اور سرمایہ، بجلی کے لئے ان کی منظوری اور خام مال اور مشینری کے حصول میں معاون ہوں گے۔ اس بات کی ضرورت بیان کی جاتی ہے کہ حکومت ہند تفصیل سے اس امر کی وضاحت کرے کہ صنعت کار ضلع صنعتی مراکز اپنی سرگرمیوں کے سلسلے میں کس قسم کی امداد پانے کی توقع کر سکتے ہیں۔ ضلع صنعتی مراکز کو کوئی مالیاتی مسئلہ درپیش نہ ہوگا، کیونکہ تعمیر کی لاگت حکومت ہند برداشت کرے گی اور ریاستی حکومت کی جانب سے مفت اراضی دی جائیگی مرکزی اور ریاستی حکومت اس بات کے لئے بھی آمادہ ہیں کہ گاڑی، فرنیچر اور ساز و سامان نیز دیگر ہنگامی ضروریات کے اخراجات برداشت کریں۔ لیکن ایک سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ کیا ضلع صنعتی مراکز کو چلانے کے لئے اہل کارکن مل سکیں گے، مرکزی وزیر صنعت شری جارج فرنانڈس نے یہ صلاح دی ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کی کمپنیاں اپنے تجربہ کار افسران کو ضلع صنعتی مراکز پر کام کرنے کے لئے دے سکتی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنی کمپنیاں اپنے افسران کو تعینات کرتی ہیں۔

اوّلین ضروریات:

ضلع صنعتی مراکز کی کامیابی سے کارگذاری کے لئے کچھ اولین ضروری شرائط ہیں (۱) سرمایہ کاری ماحول کو تقویت پہنچانا ضروری ہے۔ صنعتی مال کی مانگ بھی بڑھانا ہے۔ حالت مندی پر جس سے فی الحال مانگ کم ہونے کے سبب کئی صنعتوں کی نشو و نما میں خلل پڑا ہے، قابو پاکر اضلاع میں ضلع صنعتی مراکز کی کارگزاری کے لئے سازگار ماحول پیدا کرنا ہے

یہ بات واضح کی گئی ہے کہ بڑی صنعتوں اور بڑے صنعتی اداروں کے خلاف مرکز کا ظاہر کردہ رجحان کچھ زیادہ خوش آئند نہیں ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ بڑا صنعتی شعبہ بھی پسماندہ علاقوں کی ترقی میں معاون ہوتا ہے۔ چھوٹی صنعتیں مواقع ضرور بہم پہنچاتی ہیں لیکن ان کی زیادہ تر حیثیت ذیلی ہے۔ مرکز اور ریاستوں دونوں کی جانب سے صرف حقیقی راہِ عمل اختیار کرکے ہی ضلع صنعتی مراکز کی کارگذاری بہتر اور مؤثر ہو سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مرکزی حکومت امدادی اسکیم جو فی الحال ریاست کے منتخب پسماندہ علاقوں میں قائم کی جانے والی صنعتوں کے لئے جاری ہے، تمام دیہاتوں میں زیرعمل لانے کی تجویز پر غور کر رہی ہے یہ تجویز فی الحال پلاننگ کمیشن کے سامنے ہے، کیونکہ یہ کافی مالیات کی طالب ہے۔

بہرحال مغربی بنگال میں ضلع صنعتی مراکز کو بڑی ذمہ داری سونپی گئی ہے آئندہ سے ضلع صنعتی مراکز منصوبوں کی فنی جانچ پر توجہ دیں گے اور اس امر کے مجاز ہوں گے کہ فنی طور سے کسی کارآمد چھوٹی اسکیم کی منظوری دے سکیں۔ سارے مغربی بنگال میں مرکزی وزارت صنعت کی اسمال انڈسٹریز سروس انسٹی ٹیوٹ، کلکتہ یہ کام انجام دیا کرتی تھی لیکن اب ریاستی حکومت ضلع صنعتی مراکز کو زیادہ اختیار دینا چاہتی ہے۔

شری ونایک راؤ پاٹل، وزیر مملکت برائے صنعت نے بتایا ہے کہ ضلع صنعتی مراکز چودہ ۱۴ اضلاع ۔ قلابہ، رتناگیری، احمد نگر، جلگاؤں، دھولے، اورنگ آباد، ناندیڑ، پربھنی، بیڑ، وردھا، ایوت محل، بھنڈارہ، چندرپور اور بلڈانہ میں قائم کیے گئے ہیں۔ ضلع عثمان آباد میں ایک مرکز قائم کیا جانے والا ہے۔ تمام ضلع صنعتی مراکز نے ۸۳-۱۹۷۸ء کے عملی منصوبے تیار کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ منصوبے میں ضلع میں موجودہ صنعتی حالت، آئندہ پانچ سالوں میں قائم کیے جانے والے یونٹوں کی تعداد اور اضافی روزگار کے مواقع ظاہر کیے جائیں گے۔ تمام ضلع صنعتی مراکز اکتوبر سے پورے زور و شور سے سرگرم عمل ہیں۔

مہاراشٹر کا انتظام: مہاراشٹر اگلا خاکہ تیار کرنے کے کام میں لگا ہے تاکہ ضلع صنعتی مراکز منظم طریقے پر برابر کام کر سکیں۔ جنرل منیجر، ڈپٹی ڈائرکٹر صنعت کے ہم رتبہ درجہ اول افسر ہے اور منیجران درجہ دوم کے افسران ہیں جو صنعتی افسران کے ہم رتبہ ہیں۔ معاون عملہ مہاراشٹر اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور منیجر کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ سے لیا جا رہا ہے۔ مہاراشٹر انڈسٹریز کمشنر کے بیان کے مطابق جنرل منیجر، منیجران (صلاحکار) منیجران (توسیع، ترمیت، مشنری اور ٹیکنالوجی) اور منیجران (انفرا اسٹرکچر) نے کل چودہ ۱۴ ضلع صنعتی مراکز پر اپنا اپنا عہدہ سنبھال لیا ہے اور اپنا کام انجام دینا شروع کر دیا ہے۔ منیجران 'صنعتی جہاں بین' چودہ ۱۷ میں سے تیرہ ضلع صنعتی مراکز پر تعینات ہیں۔ اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ منیجران (کریڈٹ) اضلاع کے متعلقہ بڑے بینکوں سے لیے جائیں۔ اکثر منیجران (کریڈٹ) نے جن کا انتخاب حکام نے کیا ہے ہم اگست ۱۹۷۸ء تک اپنا کام سنبھال لیا تھا۔

حکومت ہند نے عمارات کی تعمیر کے لیے کل ۳۱ لاکھ روپے فی ضلع صنعتی مرکز کے حساب سے رقم مہیا کی ہے۔ ضلع صنعتی مراکز کے لیے حصول اراضی کی کارروائی جاری ہے۔ اور بسا اوقات دستیاب اراضی، سرکاری یا مڈک یا میونسپلٹی، یا امداد باہمی جماعت یا نجی ملکیت ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ مطلوبہ اراضی کا معاوضہ دینے کی غرض سے ۱۰ لاکھ روپے رقم مختص کرنے کی تجویز منظوری کے لیے حکومت کو پیش کی جائے۔ ایس آئی۔ ای۔ ٹی، حیدرآباد اور آئی۔ آئی۔ ایم، احمد آباد میں جنرل منیجران کی تربیت کا پروگرام تکمیل کے قریب ہے۔ مختلف طریقہ پر منیجروں کے لیے تربیتی کورس ملک کے مختلف مقامات پر چلائے جا رہے ہیں۔

جنرل منیجروں کو انتظامی، مالیاتی اور عملی اختیارات دیئے گئے ہیں تاکہ وہ ضلع سطح پر موثر طریقے سے اپنا کام انجام دے سکیں اور ایک جگہ ابھرنے ہوئے صنعت کاروں کو امداد بہم پہنچانے کے معاملے میں ان کی اعانت کر سکیں ان عملی اختیارات کے علاوہ بھی جنرل منیجروں کو مزید اختیارات تفویض کیے جائیں گے تاکہ ان کی کارگزاری اور بڑھے اور موثر رہے۔

ریجنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (آر۔ ڈی سی) اور ضلع صنعتی مراکز کے مابین رابطے پر غور کرنے کے لیے ماہ جون میں احمد نگر میں منعقدہ کانفرنس بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ شری ڈی۔ جے مدن، چیرمین ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کونکن اور ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف وِدربھ لمیٹڈ اس سلسلے میں ایک نقشہ تیار کر رہے ہیں تاکہ یقینی طور پر ضلع صنعتی مراکز اور ریجنل ڈیولپمنٹ کارپوریشنز کے درمیان فوری رابطہ قائم ہو سکے۔ ضلع صنعتی مراکز کے لیے نگراں عملہ پہلے سے طے شدہ نمونہ کے مطابق ہے۔ ترٹے کمیٹی کی سفارش کی روشنی میں حکومت کی جانب سے منظور کردہ نئے نظام کے تحت بہ لحاظ عہدہ جائنٹ ڈائرکٹران صنعت علاقائی ترقیاتی کارپوریشنوں کے منیجنگ ڈائرکٹران ہیں۔ صنعتوں کے جائنٹ ڈائرکٹران کی حیثیت سے علاقائی ترقیاتی کارپوریشنوں کے ڈائرکٹران ضلع صنعتی مراکز کے کاموں کی نگرانی ذمے دار ہوں گے اور اس طرح علاقائی ترقیاتی کارپوریشنوں اور ضلع صنعتی مراکز کے درمیان یقینی قریبی رابطہ قائم رہ سکے گا۔

ضلع صنعتی مراکز نے کس قدر نیا جوش و خروش پیدا کیا ہے۔ اس کا اظہار بخوشی امداد کی پیشکش سے ہوتا ہے جو مہاراشٹر انڈسٹریز کمشنر کے دفتر میں مستقل صنعتی یونٹوں، متعدد ایوانات تجارت و صنعت اور مختلف منظم جماعتوں کی جانب سے بکثرت موصول ہوئی ہیں۔ پبلک سیکٹر کے اداروں کو بھی دلی کی جانب سے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس کام میں تعاون دیں خصوصاً ضلع صنعتی اداروں کو درکار کئی قسم کا مال مہیا کرنے میں مدد کریں۔

خلاصہ کی تیاری: کسی قسم کی صنعت کا قیام ایک کٹھن اور پیچیدہ کام ہے آئندہ صنعت کار کو بڑی آزمائش سے گذرنا پڑتا ہے، سرکاری قواعد ضوابط کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا حکومت مہاراشٹر ایک خلاصہ مرتب کر رہی ہے۔ جس میں طریقہ کار اور ضابطہ کے بارے میں ٹھیک ٹھیک معلومات درج ہوگی جس کی نئے صنعت کاروں کو تعمیل کرنا پڑتی ہے۔ یہ معلومات جلد ہی ضلع صنعتی مراکز کو دیدی جائے گی۔ یہ ابھرنے والے نئے صنعت کاروں کے لیے ایک مشعل راہ اور بڑی کارآمد ثابت ہوگی جو ضلع صنعتی مراکز سے امداد کے طالب ہوتے ہیں۔

ریاستی محکمۂ صنعت، اسمال انڈسٹریز سروسیز انسٹی ٹیوٹ اور مختلف بنکوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً مرتب کردہ اضلاع جائزہ رپورٹیں بہ سال بناتی ہیں کیونکہ ان سے متعلقہ ضلع صنعتی مرکز کے حلقے میں خام مال کی جگہ، مقامی مانگ اور مقامی ماہر کاریگروں کے بارے میں جانکاری ملتی

ہے ۔ اب ضلع صنعتی مراکز کے جنرل منیجران دستیاب جائزہ رپورٹوں پر بڑی باریکی سے نظر ڈال کر اپنے اضلاع کی صنعتی گنجائش وغیرہ کے بارے میں تازہ ترین مقامی جامع جائزہ مرتب کریں گے ۔

ضلع صنعتی مراکز پر اور اطراف میں ترقی یافتہ مقامات اور بڑے یونٹوں کے گرد و نواح میں ذیلی صنعتوں کی توسیع و ترقی کے لئے بڑی گنجائش ہے ۔ لہٰذا خیال یہ ہے کہ کسی ایجنسی کو یہ کام سونپا جائے جو بڑے یونٹوں سے رابطہ قائم کرکے مواقع کی نشان دہی کرے ۔ بڑے یونٹوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ ذیلی صنعتوں کے قیام میں سرگرم حصہ لیں ۔ ماہ جون میں احمد نگر میں منعقدہ اجلاس میں یہ طے پایا تھا کہ ایس آئی سی او ایم کے مینجنگ ڈائرکٹر اسمال انڈسٹریز سروس انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے ذیلی صنعتوں کی توسیع کے لئے مفصل پروگرام وضع کریں جو فوری طور سے زیر عمل لایا جاسکے اور تیزی سے نتائج برآمد ہوں ۔

جامع عملی منصوبہ : جنرل منیجران کی جانب سے تیار کردہ مقامی جائزہ پر فنی ، مالی اور ضلع صنعتی مراکز کے علاقوں میں مارکیٹ صورت حال کے لحاظ سے مناسب نظر ڈالنا ہوگی ۔ احمد نگر اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ہر ضلع کے لئے ایک جامع عملی منصوبہ تیار کیا جائے ۔ علاقائی ترقیاتی کارپوریشنوں کے مینجنگ ڈائرکٹران کو اس معاملے میں عملی تحریک اور رہنمائی کرنا ہوگی ۔ ایک با لحاظ مناسب خاکہ وضع کرنا ہوگا جس میں نئے صنعتی یونٹوں کے لئے مواقع نیز ان کی انفرادی اور مجموعی گنجائش روزگار ظاہر کی جائے گی ۔ فی الحال علاقائی ترقیاتی کارپوریشنیں نئے یونٹوں کے فروغ کے لئے علاقہ داری نشانے مقرر کرکے عملی منصوبے وضع کرنے میں مصروف ہیں ۔ جلد ہی علاقائی ترقیاتی کارپوریشنوں کی رپورٹیں حقیقی شکل میں سامنے آجائیں گی ۔

بڑی صنعتیں کیا کرسکتی ہیں ؟

مستقل صنعتی یونٹ جو ضلع صنعتی مراکز کو ٹھوس امداد دینے میں ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں ۔ اپنی صلاحیت کے لحاظ سے ایک یا دو ضلع صنعتی مراکز لے کر قابل قدر خدمت انجام دے سکتے ہیں ۔ کم سے کم کچھ ضروری مال جس کی ضلع صنعتی مراکز کو شدید ضرورت ہو مستقل صنعتی یونٹ یا کاروباری ادارے انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت مہیا کرسکتے ہیں ۔ مستقل یونٹوں کے پاس تربیت یافتہ عملہ ہے جس کے ذریعے وہ چھوٹی صنعتوں کے لئے ترقیاتی گنجائش کا اندازہ کرنے میں معاون ہوسکتے ہیں ۔ یہ لازمی امر ہے کہ مفصل جائزہ لیا جائے تاکہ متوقع صنعتوں اور ان اشیاء کی جن کے لئے مواقع ہیں ، نشان دہی کی جاسکے ۔ پھر اس معلومات کی روشنی میں ان اشیاء کے لئے پروجیکٹ خاکے تیار کئے جائیں ۔ یہ تمام کام مستقل صنعتی اداروں کی صلاحیت اور ذرائع سے باہر نہیں ہے ۔ اسی طرح بڑے ادارے ضلع صنعتی مراکز کی اشیاء کی اضافی مانگ پر بھی توجہ دے سکتے ہیں ۔

خرید و فروخت کے میدان میں بڑے یونٹ ضروری تجارتی جانکاری ، صنعت کاروں کو فن تجارت میں تربیت اور اپنے خریداری پروگرام میں ضلع صنعتی مراکز کو خاص ترجیح دے سکتے ہیں ، مال کی مانگ کے لئے نئی تحریک کرسکتے ہیں جبکہ فی الحال کوئی مانگ نہ ہو اور چھوٹے پیمانے کے یونٹوں کے تیار کردہ مال کی خریداری کا ذمہ لے سکتے ہیں ۔ ضلع صنعتی مراکز یونٹوں کو درپیش ان مسائل کو حل کرنے میں مستقل یونٹوں کو محض منافع کے جذبے سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ اسے ایک سماجی ذمہ داری سمجھ کر اپنا کام انجام دینا چاہیئے ۔ آخر میں یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ مستقل یونٹ اپنی انتظامی جمعیت میں سے ایک عاملہ جماعت نامزد کردیں جو ضلع صنعتی مراکز کے ساتھ مسلسل بات چیت کے ذریعہ رابطہ قائم رکھے گی ۔

* * * * * * * * * * * * * * تلخیص : عبدالوحید خاں جامی

خشک سالی کے خلاف جنگ

خشک سالی کے حالات مہاراشٹر کے لئے نئے نہیں ہیں۔ اس کے زیادہ تر اضلاع برسات کے رحم وکرم پر مشتمل علاقوں کے تحت آتے ہیں۔ سالانہ معمولی بارش کے سبب حالات ہمیشہ غیر یقینی رہتے ہیں اور بعض اضلاع تو مستقل خشک سالی کے شکار رہتے ہیں۔

دوسری مشکل یہاں یہ ہے کہ دیگر ریاستوں کے مقابلے میں یہاں آبپاشی کے تحت آنیوالے علاقوں کا' فیصد بہت کم ہے۔ مہاراشٹر کی بدقسمتی یہ بھی ہے کہ یہاں بڑی ندیاں نہیں ہیں اور نہ ہی بڑے دریائی منصوبے۔ ریاست کی منصوبہ بندی میں خشک سالی ایک ضروری حصہ بن گئی ہے اس لئے اس کے منصوبے تیار کرتے وقت ریاست کے بعض حصوں میں ممکنہ خشک سالی کے لئے ضروری گنجائش رکھنی پڑتی ہے۔ اس سال بارش نہ ہونے یا ضرورت سے کم ہونے کے سبب خریف کی فصل دھولے، ناسک، جلگاؤں، احمد نگر، پونے، سانگلی، سولاپور اور ستارا اضلاع کے بعض حصوں میں کافی حد تک متاثر ہوئی ۱۸۶۳ موضع جات میں یا تو بوائی بالکل ہوئی ہی نہیں یا جہاں ہوئی بھی وہاں بارش نہ ہونے سے بُری طرح متاثر ہوئی۔

اگست کے اختتام پر جو بارش ہوئی اس سے بعض علاقوں میں خریف کی فصل میں کچھ بہتری پیدا ہوئی جو کہ آغاز میں بارش کی کمیابی سے ممکنہ طور پر متاثر ہونے والے تھے۔

۹۰۰ موضع جات میں آنے واری چار آنے سے کم ہے، ۳۰۰ سے زائد موضع جات میں چار سے چھ آنے اور تقریباً ۶۰۰ موضع جات میں چھ آنے ہے۔

بہرحال یہ اعداد عارضی ہیں۔ جب نئی حکومت نے جولائی میں انتظام سنبھالا، اس نے سب سے پہلے خشک سالی سے متاثر علاقے کے عوام کو راحت فراہم کرنے کا کام اپنے ذمے لیا۔ متاثرہ علاقوں میں راحت کے اقدام کئے گئے وہ یوں ہیں:

۱۔ روزگار ضمانت اسکیم کے تحت تمام تندرست افراد کو روزگار فراہم کرنا
۲۔ پینے کے پانی کی فراہمی ۳۔ جانوروں کے لئے چارہ کی فراہمی
۴۔ ضعیف، لاچار، نابینا اور معذور افراد کو جو کہ راحت کاموں میں ملازمت

قلت کے کاموں پر مردوں کے ساتھ عورتیں بھی بڑی تعداد میں کام کرتی ہیں۔

کے لائق نہیں ہیں ان کو مفت راحت کی تقسیم۔

۵۔ متاثرہ موضع جات میں لگان اور دوسرے سرکاری بقایا جات کی وصولی کی معطلی۔

روزگار: حکومت نے ۱۹۷۴-۷۵ء سال سے جو پالیسی اپنا رکھی ہے کہ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کے کاشتکاروں اور کھیتی مزدوروں کو راحتی کام کے طور پر روزگار فراہم کرنا وہ روزگار ضمانت اسکیم کے تحت عمل پذیر ہے۔ خاص کر پیداواری اور محنت پر مشتمل کاموں جیسے چھوٹے آبپاشی کے کام، دریائی تالاب، نالا باندھنے، بڑے اور درمیانی آبپاشی پراجیکٹس پر نہریں کھودنے کے کام، جنگل لگانے کے کام ہاتھ میں لئے گئے۔ ایسے علاقے جہاں یہ کام نہیں ہوسکتے وہاں سڑکوں کی تعمیر کام شروع کیا گیا۔ متاثرہ علاقے میں تقریباً ۴۲۴ ایسے کام جاری ہیں جن میں ۲،۶۰ لاکھ سے زائد افراد روزگار سے لگے ہیں یہ کام دھولے ناسک، جلگاؤں، احمد نگر، پونے، سانگلی، سولاپور اور ستارا اضلاع میں کئے جا رہے ہیں۔

پینے کے پانی کی فراہمی: ۹۱۰ موضع جات جہاں عام طور پر پینے کے پانی کی قلت محسوس کی جاتی ہے وہاں پر پانی کی کمی کو دور کرنے کے لئے اقدام کے طور پر ۵۴۸ موضع جات میں موجود کنوؤں کو گہرا کرنے، چوڑا کرنے اور دوبارہ پانی نکالنے کا کام، ۳۱۰ موضع جات میں نئے برمائی کنوؤں کی تعمیر اور ان پر ہاتھ پمپ لگانے، بجلی پانے، موضع جات میں بجلی کے پمپ لگانے اور ہاتھ پمپوں کی مرمت، نجی کنوؤں کی حصولی، عارضی نل پانی فراہمی اسکیمیں ٹینکروں اور بیل گاڑیوں کے ذریعے ان ۱۴۱ موضع جات میں پانی کی فراہمی

جہاں کہ دوسرے اقدامات نہیں کئے جاسکتے اور جہاں ۱،۵ کلومیٹر کے رقبہ میں پانی موجود نہیں ہے۔

چارے کی فراہمی: متاثرہ علاقوں میں چارے کی فراہمی جاری رکھنے کے لئے نجی ٹھیکیداروں کو جو گراس نیلام کے ذریعہ فروخت کئے جاتے ہیں وہ روک دیئے جائیں گے۔ اسی طرح محکمہ جنگلات کے پاس جو گھاس موجود ہوگی وہ متاثرہ علاقوں کو فراہم کی جاسکے گی۔ اس کے علاوہ متاثرہ علاقوں کے ضرورتمند کاشتکاروں کو چارہ، خشک گھاس خرید و فروخت یونینوں کو آپریٹیو سوسائیٹیوں اور رجسٹرڈ خیراتی اداروں کے ذریعے فراہم کی جائے گی۔ متذکرہ اداروں کی جانب سے چارے کی نقل و حمل و دیگر اخراجات حکومت ادا کرے گی۔ یونینوں اور سوسائیٹیوں وغیرہ کو فی کس ۱۵۰۰۰ روپے پیشگی ادا کیا جائے گا۔ جہاں پر انتظام یونینوں/سوسائیٹیوں کے ذریعے ممکن نہ ہوگا، وہاں محکمہ جنگلات خود بھی چارہ ڈلوانے اور فروخت مرکز شروع کریگا۔ کلکٹران کو ہدایت کی گئی ہے کہ جہاں ضروری ہو وہاں مویشی کیمپ منظم کئے جائیں۔ ایسی کوشش جاری ہے کہ مہاراشٹرا اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن بیج فارمز اور زراعتی یونیورسٹیوں کے پاس موجود فاضل چارے کا ذخیرہ حاصل کیا جائے۔ گجرات کے ضلع پنچ محل سے ۱۵۰۰۰ ٹن خشک گھاس حاصل کی جائے گی۔ کاشتکاروں کو فی کس ۳۰۰ روپے تک کا تقاوی قرض چارے کی خریداری کے لئے منظور کیا جائے گا۔

باقی صفحہ ۴۲ پر

قلت سے متاثرہ علاقوں میں خصوصاً ایسے کام انجام دئے جاتے ہیں جن سے پیداوار بڑھے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں مزدوروں کو روزی ملے۔

ادیباسیوں کی زراعتی پیداوار پر واجب منافع کی ضمانت

مندرج قبائل زیادہ تر ریاست کے ۱۳ اضلاع میں آباد ہیں اور ان کی تعداد ۲۹٫۵۴ لاکھ ہے۔ اس مضمون میں مختصراً اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مہاراشٹر قبائلی معاشی حالت (سُدھار) ایکٹ ۱۹۷۶ء کے نفاذ عمل سے ادیباسیوں کو کیا فائدہ پہنچے گا جس کا مقصد ادیباسیوں کے استحصال کا انسداد ہے۔

مہاراشٹر کے ۱۳ اضلاع یعنی تھانے، ناسک، دھولے، قلابہ، پُونے، احمد نگر، جلگاؤں، ناگپور، بھنڈارہ، چندرپور، امراؤتی، ایوت محل اور تعلقہ کنواٹ، ضلع ناندیڑ میں مندرج قبائل کی کثیر آبادی ہے۔ ریاست میں مندرج قبائل کی کل آبادی ۲۹٫۵۴ لاکھ ہے اور قبائلی ضمنی منصوبہ علاقہ میں ان کی تعداد ۲۱٫۵۹ لاکھ ہے۔ ریاست میں خاص مندرج قبائل یہ ہیں:
بھیل، کولی، مہادیو، بادونر کولی، ملہار کولی، راج گونڈ، گونڈ، دارلی، کونکنا، ٹھاکر یا ٹھکر، کاتھوڈی (کاتھاری) کولی، ملہار، اندھ، کورکری اور ڈھانکا۔

صدیوں سے بیوپاریوں اور ساہوکاروں کے درمیان ملی بھگت چلی آ رہی ہے اور وہ قبائل کا ناجائز طریقے پر استحصال کر رہے ہیں۔ لہٰذا ۱۹۷۶ء میں علیٰحدہ ضمنی منصوبہ جاری کرنے وقت ایک خاص مقصد یہ تھا کہ بیوپاریوں اور ساہوکاروں کے ہاتھوں قبائل کی اس لوٹ کھسوٹ کو روکا جائے۔ اس مقصد کے تحت مہاراشٹر قبائلی معاشی حالت (سُدھار) ایکٹ ۱۹۷۶ء وضع کیا گیا، جس کی غرض وغایت یہ تھی (الف) نجی طور سے روپیہ کی لین دین کی ممانعت، اور (ب) ریاستی حکومت کی جانب سے مقررہ زراعتی اور معمولی جنگلاتی پیداوار کی اجارہ دارانہ خریداری۔ ریاستی حکومت نے ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء سے ۸۴ قبائلی تعلقہ جات میں سے ۴۰ میں مقررہ زراعتی اور معمولی جنگلاتی پیداوار کی اجارہ دارانہ خریداری جاری کی ہے۔

ضروری سرمایہ کی فراہمی: یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ قبائلی علاقوں میں ساہوکار پیشگی بیوپار کر کے قبائل سے سودا کر لیتے ہیں تاکہ وہ فصل کٹنے کے بعد پیداوار ان کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ ان ساہوکاروں کا طریقۂ کار یہ تھا کہ بیکاری کے مہینوں میں یعنی مئی سے اختتام ستمبر تک جبکہ قبائلی افراد کو پیسے کی شدید ضرورت رہتی ہے (کیونکہ اس وقت فصل کی کٹائی نہیں ہوتی اور موسم باراں اور بارش کے باعث کھیت کے کام یا عام کام جاری نہیں رہتے) وہ قبائلی افراد کو کچھ پیشگی دیتے، مثلاً ایک قبائلی کو ۶۰ روپے تک رقم دیتے اور اس کے بدلے اس کی ایک کوئنٹل دھان یا دیگر پیداوار کا سودا کر لیتے۔ اس طرح ایک قبائلی کو درحقیقت اپنی ایک کوئنٹل دھان پیداوار پر صرف ۶۰ روپے ملتے حالانکہ اس کا منڈی بھاؤ ۱۲۰ روپے سے لے کر ۲۰۰ روپے تک ہوتا ہے۔ اس طرح فی الحقیقت ساہوکار اور بیوپاری اس پیشگی سودے کے ذریعے آئندہ کے لئے غریب قرض دار کو جکڑ لیتے۔ وہ قرضدار کی آئندہ فصل یا محنت کے دعویدار بن جاتے اور قرض دار ہمیشہ نقصان میں رہتا۔ لہٰذا قبائل کے لئے ضروری سرمایہ کی فراہمی کی شدید ضرورت تھی اور اسی سبب سے قبائلی تعلقہ جات میں جہاں مہاراشٹر قبائلی معاشی حالت (سُدھار) ایکٹ کے قوانین نافذ ہیں اس طرح نجی طور سے روپے کے لین دین کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

ان حالات میں ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ قبائلی ضمنی منصوبہ علاقوں میں جہاں مہاراشٹر قبائلی معاشی حالت (سُدھار) ایکٹ بابت ۱۹۷۶ء کے قوانین ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء سے لاگو ہوں گے درکار قرض قبائلی افراد کو دیا جائے (۴۰ تعلقہ جات کے ناموں کی فہرست منسلک درج ہے)۔ اس مقصد کے تحت حکومت نے یہ اسکیم منظور کی اور ۳ کروڑ روپے کی رقم مہیا کی تاکہ "کنزمپشن فائیننس ڈسبرسمنٹ ریوولونگ فنڈ" قائم کیا جائے۔
درکار سرمایہ سے متعلق پروگرام 'ٹرائبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن' ادیباسی امداد باہمی انجمنوں کے توسط سے زیر عمل لا رہی ہے۔ ایسی ۲۵۸ ادیباسی امداد باہمی انجمنوں کے ذریعہ ریاستی حکومت قبائلی ضمنی منصوبہ علاقوں میں بیوپاریوں اور ساہوکاروں کو ہٹانا چاہتی ہے۔ درکار قرض کا ستر فیصد حصہ جنس کی شکل میں (یعنی (۱) اناج (۲) گھاسلیٹ (۳) کپڑے (۴) نمک اور خوردنی تیل) اور ۳۰ فیصد نقد دیا جاتا ہے۔ اسکیم کے تحت شرح سرمایہ یہ ہے:

ا) ایک مندرج قبائلی کُنبہ کو ۲۵۰ روپے
ے کی رقم جو طویل المدتی قرض کے ماسوا دیگر
ام قرضہ جات کے معاملہ میں کسی ادارے
مول حکومت کا زیر بار نہیں ہے۔
۲) ایک ایسے مندرج قبائلی کُنبہ کو ۱۲۵
پے تک کی رقم جو طویل المدتی قرضہ جات کے
سوا دیگر تمام قرضہ جات کے معاملے میں کسی ادارہ
مول حکومت زیر بار ہے۔
۳) ایک ایسے قبائلی کُنبہ کو ۱۰۰ روپے تک
رقم جس کے پاس کوئی زمین نہیں ہے اور
س کا اصل ذریعہ آمدنی کسی بھی قسم کی محنت
دیہی دستکاری ہے۔
ستمبر ۱۹۷۸ء کے اختتام تک ۲٫۵۴
روڑ روپے کی رقم تقسیم کی جاچکی تھی جس میں
سے ۷۰ تا ۷۵ فیصد قرض بے زمین قبائلی
شخاص کو دیا گیا ہے۔ اس طرح اس اسکیم سے
ضیاب ہونے والوں کی اکثریت قبائل کے
قیقی ضرورت مند یعنی غریب بے زمین
بائلی اشخاص کی تھی۔

جارہ دارانہ خریداری :

یہ اسکیم اولاً ۱۹۷۷ء کے دوران ریاست
ے، تعلقہ جات میں زیرِ عمل لائی گئی اور قبائلی
ن وقت سے دوبارہ اسکیم کے طالب ہیں لہٰذا
طے کیا گیا کہ قبائلی ضمنی منصوبہ علاقے میں واقع
۴ تعلقہ جات میں سے ۴۰ میں ۱۱ر اکتوبر ۷۸ء
سے یہ اسکیم زیرِ عمل لائی جائے۔
اس اسکیم کو زیرِ عمل لانے کے لئے حکومت
ے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے چیف ایجنٹ کے طور پر
مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹو ٹرائبل ڈیولپمنٹ
کارپوریشن" قائم کی جائے۔ حکومت نے اس
کارپوریشن کو ایک کروڑ روپے کی رقم حصہ سرمایہ
ے طور پر دی ہے نیز اس نے مہاراشٹر اسٹیٹ
وآپریٹو بنک سے قرض رقم اُٹھائی ہے تاکہ اسکیم

تعلقہ جات، زراعتی پیداوار اور خریداری مراکز کی فہرست

تعلقہ جات	زراعتی پیداوار	معمولی جنگلاتی پیداوار	خریداری مراکز کی تعداد
ضلع ٹھانے :			
دھانو	ناگلی، واری، تور اور اُڑد	مہوا بیج اور گوند	۲۱
تلساری	دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) ناگلی، واری، تور اور اُڑد	مہوا بیج اور گوند	۸
جوہر	دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) ناگلی، واری، نگر بیج، تور اور اُڑد	مہوا بیج اور گوند	۲۴
بال گھر	ناگلی اور اُڑد	مہوا بیج، گوند اور چارہ	۱۰
واڑا	ناگلی، واری، نگر بیج، تور اور اُڑد	مہوا بیج	۱۰
شاہ پور	ناگلی اور واری	مہوا بیج اور گوند	۹
مرباد	ناگلی، واری اور اُڑد	" " " "	۳
ٹکھاڈا	دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) ناگلی، واری، تور، اُڑد اور نگر بیج	مہوا بیج اور گوند	۵
ضلع ناشک :			
بکلان	جوار، دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) مونگ پھلی، اُڑد، چنا اور نگر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۰
ڈنڈوری	جوار، دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) واری، ناگلی، مونگ پھلی، چنا، اُڑد اور نگر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۱
اِگت پوری	دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) ناگلی، چنا اور نگر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۰
کلوان	دھان، چنا اور نگر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۸
ناشک	دھان، جوار، مونگ پھلی اور چنا	" " " "	۷
پینٹ	واری، دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) ناگلی، اُڑد اور نگر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۲
سرگانا	دھان (بھٹکے اور بنا بھٹکے) واری، ناگلی، جوار، مونگ پھلی اور نگر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۷

کی عمل آوری کے لئے ذرائع کو کافی بڑھایا جائے۔ کارپوریشن نے کافی انتظامی اور مارکیٹنگ اسٹاف مقرر کیا ہے جن میں اکثریت قبائلی افراد کی ہے۔ ٹرائبل ڈیولپ منٹ کارپوریشن، ادیباسی کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے توسط سے یہ اسکیم چلائے گی۔ ٹرائبل ڈیولپ منٹ کارپوریشن جو زراعتی اور معمولی جنگلاتی پیداوار حاصل کریگی اسکی تفصیل منسلک فہرست میں درج ہے۔

کلکٹروں کو اختیارات:

قبائلی اضلاع کے کلکٹروں کو مراکز خریداری کھولنے یا بند کرنے کے اختیارات دیدیئے گئے ہیں جہاں مندرج قبائل کے لوگ اور دیگر اشخاص مقررہ زراعتی اور معمولی جنگلاتی پیداوار اور اشیاء لاکر رکھیں گے۔ اب تک ۸۸ وصولی مراکز کھولے جا چکے ہیں۔ ان مراکز پر باڑہ، پانی نیز پیداوار سکھانے اور صاف کرنے کی دیگر سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے ہدایات جاری کردی گئی ہیں۔

متعلقہ ضلع کلکٹران مال اور اشیاء کا بھاؤ مقرر کریں گے جو بڑی منڈی میں جہاں ادیباسی حسب دستور اپنی پیداوار فروخت کرتے تھے، موجودہ بھاؤ کے لگ بھگ ہوگا۔ اس طرح مقررہ بھاؤ وہی ہوں گے جو قریب ترین منڈی میں ہوں گے البتہ اس میں نقل وحمل اور اوپری خرچ شامل نہ ہوگا۔ مختلف اشیاء اور خریداری نرخ مقرر کرنے کے لئے اس خرچ یا وصولی کے بارے میں ٹرائبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے نمائندے کلکٹروں کو آگاہ کریں گے۔ کلکٹروں کو ہدایت کردی گئی ہے کہ وہ ٹرائبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے عملہ اور تحصیل داران، نیز مربوط قبائلی ترقیاتی منصوبہ جات کے پروجیکٹ افسر کے توسط واعانت سے خریداری مراکز کو بسرعت اس بھاؤ سے آگاہ کریں۔

تعلقہ جات	زراعتی پیداوار	معمولی جنگلاتی پیداوار	خریداری مراکز کی تعداد
ضلع دھولے:			
اکل کوا	جوار، تور، اُڑد، دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) اور مہوا بیج	گوند، ہلڈا اور چارولی	۱۴
تلوڈا	جوار، تور، اُڑد، مونگ، دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) اور چنا	مہوا بیج اور گوند	۱۱
اکرانی	اُڑد، جوار، تور، دھان، (چھلکے اور بنا چھلکے) چنا	مہوا بیج، گوند اور چارولی	
نندربار	مونگ پھلی، جوار، گیہوں، اڑد، مونگ، تور، چنا، دھان (چھلکے بنا چھلکے) باجرہ اور کاسٹر بیج۔	مہوا بیج	۱۴
نواپور	جوار، مونگ پھلی، تور، اُڑد گیہوں، دھان (چھلکے بنا چھلکے) چنا، مونگ، ناگلی اور کیسٹر بیج	مہوا بیج	۱۹
ساکری	مونگ پھلی، گیہوں، جوار، دھان (چھلکے بنا چھلکے) اُڑد، مونگ، باجرہ، ناگلی اور چنا		۲۰
ستہادا	جوار، مونگ پھلی، گیہوں، اُڑد، مونگ اور چنا	گوند	۴
شیرپور	مونگ پھلی، جوار، مونگ اور اڑد	گوند	
ضلع احمدنگر:			
اکولہ	باجرہ، دھان (چھلکے بنا چھلکے)، ناگلی، واری اور نیگر بیج	ہڑ	۲۴
ضلع پونے:			
امبے گاؤں	جوار، دھان (چھلکے، بنا چھلکے) مونگ پھلی اور واری	ہڑ	۵
جنر	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) مونگ پھلی اور جوار	ہڑ	۶
کھیڈ	مونگ پھلی، جوار اور دھان (چھلکے اور بنا چھلکے)	ہڑ	۳

تعلقہ جات	زراعتی پیداوار	معمولی جنگلاتی پیداوار	خریداری مراکز کی تعداد
ضلع امراؤتی :			
میل گھاٹ	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے)، جوار، تور، اُڑد، چنا، مونگ پھلی، مرچ، کیسٹر بیج، سیسم اور گوند	ہڑ اور مہوا بیج	۱۵
ضلع ایوت محل :			
کیلاپور	جوار، تور، گیہوں، مونگ، چنا، اُڑد اور کیسٹر بیج	گوند اور مہوا بیج	۶
پوسد	....	گوند اور مہوا بیج	۳
ایوت محل	جوار، تور، گیہوں، مونگ، اُڑد، چنا اور کیسٹر بیج	گوند اور مہوا بیج	۸
وانی	جوار، تور، گیہوں، چنا، مونگ، اُڑد اور کیسٹر بیج	گوند اور مہوا بیج	۱۰
ضلع بھنڈارہ :			
گونڈیا	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) تور اور اُڑد	گوند اور مہوا بیج	۳
ساکولی	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) اور تور	گوند اور مہوا بیج	۱۰
ضلع ناگپور :			
رام ٹیک	جوار، دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) گیہوں، تور، السی اور چنا	گوند	۹
ضلع چندرپور :			
برہم پوری	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) جوار، السی اور اُڑد	مہوا بیج اور گوند	۳۰
چندرپور	.....	گوند	۱۰
گڈچرولی	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) جوار، چنا، گیہوں، السی، اُڑد اور کیسٹر بیج	گوند اور مہوا بیج	۲۵
سرونچہ	دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) جوار، اور کیسٹر بیج	" " " "	۱۵
وارورا	جوار، دھان (چھلکے اور بنا چھلکے) گیہوں، السی، تور، مونگ اور چنا	گوند اور مہوا بیج	۱۵

اس طرح بیوپاریوں کے ہاتھوں ادیباسیوں کے استحصال کے انتظامیہ اور ٹرائبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کو مناسب طریقے سے روکنے کا
انسداد کی غرض سے اس اسکیم کو کامیابی سے زیر عمل لانے کے لئے ضلع لایا گیا ہے۔ ●●
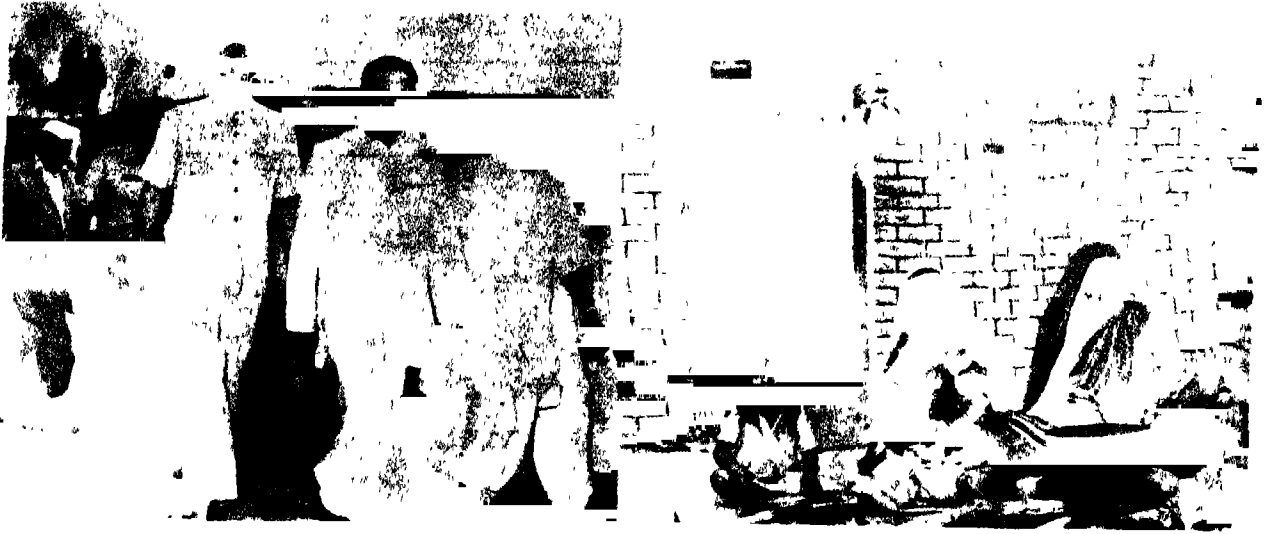
بے گھروں کو گھر: ۔ضلع ناندیڑ کے مقام سوگاؤں میں بسائے گئے اس نئے مکاں میں دوبارہ بسائے گئے ایک فساد زدہ خاندان کی خواتین اپنے کام میں مشغول نظر آ رہی ہیں۔

فساد زدہ علاقوں کے دورے پر شری رام دھن (ایم۔پی) جو مندرجہ اقوام وقبائل سے متعلق پارلیمنٹری کمیٹی کے چیرمین ہیں ۔

مراٹھواڑہ علاقے میں فساد زدہ افراد کی بازآبادکاری

مُصیبت زدہ لوگوں کی اخلاقی خِدمت

• بی۔ایس۔ھ رار۔ سینئر اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف انفارمیشن

گزشتہ جولائی میں مراٹھواڑہ یونی ورسٹی کے نام کی تبدیلی کے مسئلہ پر ہنگامہ آرائی نے مراٹھواڑہ علاقے کے کمزور طبقات کے افراد کو بیحد متاثر کیا تھا۔ ناندیڑ، عثمان آباد، پربھنی، بیڑ اور اورنگ آباد یہ تمام علاقے اس فساد کی زد میں آ گئے تھے۔ اس فساد میں ہر ضلع کو کافی نقصان پہنچا تھا۔

لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ریاستی حکومت نے فسادات کو کچلنے کے لئے نہایت تیزی سے اقدامات کئے اور متاثرہ لوگوں کی بازآبادکاری کی کوششیں کیں۔ درحقیقت ان کے اقدامات کو مصیبت زدہ لوگوں کی اخلاقی خدمت کہا جاسکتا ہے۔

اس فساد کے نتیجہ میں مراٹھواڑہ کے ۲۰۱ دیہاتوں میں ۲ ۱،۹۲ افراد

فساد زدہ افراد کی بازآبادکاری کے لئے سوگاؤں میں نئی بستی کی تعمیر میں معروف مرد وخواتین ۔مصیبت زدہ اور غریب طبقہ کے لوگوں کی بازآبادی کے لئے بنائے جانے والے یہ مکانات ریاستی حکومت کی اخلاقی روش کی زندہ یادگار ہوں گے۔ ان بدنصیب لوگوں کے لئے کی جانے والی کوششیں اعلیٰ اخلاقی قدروں کا نمونہ ہیں۔

اور ۷۶۴ و ۱ خاندان متاثر ہوئے۔ کل ۶۰۲ مکانات اور جھونپڑے تباہ ہوئے تقریباً ۹۷۵ و ۸۰ روپئے کے نقصانات کا اندازہ کیا گیا ہے۔ ناندیڑ میں تقریباً ۴۷۷ مکانات تباہ ہوئے۔ ۶۰۲ مکانات جزوی طور سے تباہ ہوئے۔ صرف اس طرح اندازاً ۹۹٫۹۶۳ و ۱۱ روپئے کے نقصانات ہوئے۔ اس کے علاوہ ۶۶ ,۱,۷۱ ,۱۲ روپئے کی مالیت کی جائداد (زیادہ تر غریب طبقات کی جائداد) تباہ ہوئی۔ فصلوں کے نقصانات کا اندازہ تقریباً ۶۲۳ و ۳۱ و ۱ روپئے ہے۔ انفرادی ملکیت مثلاً دکانات اور گاڑیوں وغیرہ کو بھی نشانہ بنایا گیا اور اس طرح کل ۹۳۵، ۴۷ و ۲ روپے کی مالیت کی انفرادی جائداد کو نقصان پہنچا۔ اگر مکانات اور انفرادی ملکیت کے نقصانات گنے جائیں تو کل ۶۶۴ ,۴۱ ,۲۸ روپے کے نقصانات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ریاستی حکومت نے بغیر کسی تاخیر کے حالات پر قابو پانے کے لئے فوری اقدامات کئے۔ حالات سے نپٹنے کے لئے اور متاثرہ لوگوں کی باز آبادکاری کے لئے وزیر اعلیٰ شری تر دواڑ کے زیر قیادت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے تقرر کے وقت وزیر اعلیٰ نے فرمایا: "پہلا کام جو ہمیں کرنا ہے وہ ہے امن کی بحالی اور لوگوں کے دلوں سے ڈر اور بے اعتمادی کی دوری۔ اس مقصد کے لئے عوام کا تعاون نہایت ضروری ہے۔ یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ مسئلہ صرف لوگوں کی باز آبادکاری تک محدود نہیں ہے۔ اس مسئلہ کے کئی پہلو ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ سماج کے کمزور اور مصیبت زدہ افراد کے لوگوں کا اعتماد حاصل کیا جانا چاہیئے۔ ان لوگوں میں اس قدر اعتماد پیدا کیا جانا چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے دلوں سے ڈر کو نکال پھینکیں ہمیں یہ ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ جس سے لوگوں کو اپنی زندگی محفوظ اور مستحکم ہونے کا یقین ہو سکے۔"

باز آبادکاری کا کام قدرتی آفت کے سطور پر اور اسی پیمانہ پر کیا جانا چاہیئے۔ یہ ایک اہم فیصلہ تھا اور اس سمت میں کئے گئے اقدامات بھی

عارضی رہائش گاہیں فوری باز آبادکاری کے لئے فراہم کی گئیں۔ اورنگ آباد میں تعلقہ جالنہ کے بدنا پور مقام پر اس طرح کی ایک رہائش گاہ۔

ضلع پربھنی میں اوڈھگاؤں میں یہ نئے مکانات تعمیر کئے گئے ہیں۔

متاثرہ علاقوں میں امن کی بحالی کے بعد اِکلارا میں نئے مکانات میں باز آباد کیا گیا ایک خاندان جس کی ایک خاتون اپنے روزانہ کے کام کاج میں مشغول نظر آ رہی ہے۔
درمیان میں (نیچے) مرنلا میں نئے مکانات

مختلف اسکیموں کے تحت عطا کردہ امداد اور

نمبر شمار	ضلع کا نام	کُل عطا کردہ امداد — محکمۂ محصول کی جانب سے — عام امداد — تعداد افراد	رقم	کاروباری باز آبادکاری کے لئے امداد — تعداد افراد	رقم	محکمۂ سماجی بہبود کی جانب سے — عارضی متاثرہ لوگوں کے لئے مالی امداد — تعداد افراد	رقم	گھر کے ساز... تلافی کے... — تعداد ا...
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
			روپے		روپے		روپے	
۱	پربھنی	۱۹۹	۴۲,۱۹۲/۵۰	۱۳۱	۱,۷۱,۷۹۸/۷۸	...	....	۲۹
۲	بیڑ	۲۰۰	۶,۰۶۵/۰	۲	۷۰۰/۰۰	...	....	۵۶
۳	عثمان آباد	۷۶۹	۳۷,۸۹۵/۰۰	۷	۱,۵۵۰/۰۰	۲۵	۱,۸۶۰/۰۰	۱۵
۴	اورنگ آباد	۳۳۴	۱۲,۴۶۵/۰۰	۷	۲۲۵/۰۰	...	....	۱۲
۵	ناندیڑ	۶,۶۹۹	۲,۴۴,۷۷۱/۵۰	۳۱	۶,۶۱۵/۰۰	۶۰	۱۸,۸۲۵/۰۰	۱۰
	میزان کُل:	۸,۲۰۱	۲,۴۳,۳۸۹/۰۰	۱۷۸	۱,۸۱,۰۵۸/۷۸	۸۵	۲۰,۶۸۵/۰۰	۵۲

بانوڑا میں ایک مکان تکمیل کے قریب۔
درمیان میں (اوپر) اِکلارا کی ایک صاف سُتھری بستی میں صرف چالیس دنوں میں ۱۸ مکانات تعمیر کئے گئے اور ۱۶ مکانات کی مرمت کی گئی۔ اس بستی کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بازآبادکاری پروگرام پر صرف سرکاری نظریہ سے عمل کیا جا رہا ہے، بلکہ یہاں انسانی ضرورتوں کا بھی پورا خیال رکھا گیا ہے۔

…لاقے میں بازآبادکاری کام کی ترقی

…ن زدہ جائداد کی …ان کو امداد	عام امداد		کُل تقسیم کردہ امداد					
			کاروباری بازآبادکاری کے لئے امداد		عارضی متاثرہ لوگوں کے لئے مالی امداد		گھر کے حادثے میں نقصان زدہ جائداد منقولہ کی تلافی کے لئے افراد خاندان کو امداد	
رقم	تعداد افراد	رقم	تعداد افراد	رقم	تعداد افراد	رقم	تعداد افراد	رقم
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸
روپے		روپے		روپے		روپے		روپے
۱,۰۳,۲۳۷	۱۹۹	۴۲,۱۹۲/۵۰	۱۳۱	۱,۷۱,۷۹۸/۷۸	...	....	۴۳۹	۳۸,۰۰۰/۰۰
۵,۸۵۵/	۲۰۰	۶,۰۶۵/۰۰	۲	۷۰۰/۰۰	...	....	۵۶	۵,۸۵۵/۰۰
۱۸,۱۵۰/	۷۶۹	۳۷,۸۹۵/۰۰	۶	۱,۳۰۰/۰۰	۲۴	۱,۶۱۰/۰۰	۷۵	۱۶,۵۵۰/۰
۱۹,۱۰۹/	۳۳۴	۱۲,۴۶۵/۰۰	۷	۲۲۵/۰۰	...	..../۰۰	۸۲	۱۹,۱۰۹/۰۰
۱,۱۵,۳۱۰/	۶,۶۹۹	۲,۴۴,۷۷۱/۵۰	۳۱	۶,۶۱۵/۰۰	۶۰	۱۸,۸۲۵/۰۰	۷۹۰	۱,۱۵,۳۱۰/۵۰
۲,۶۱,۶۶۱/	۸,۲۰۱	۳,۴۳,۳۸۹/۰۰	۷۷	۱,۸۰,۸۰۸/۷۸	۸۴	۲۰,۴۳۵/۰۰	۱,۴۴۲	۱,۹۴,۸۲۴/۵۰

اورنگ آباد کے نزدیک ہرسول
کے مقام پر ٹرانزٹ رہائش گاہ

اسی قدر اہم تھے۔ اس سے قبل کسی حکومت نے انسان سے ہی ہونیوالی معیبتوں کو اس جذبہ سے حل کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔

نئی حکومت نے صرف جانی و مالی نقصان کی تلافی یا متاثرہ لوگوں کو مالی امداد دینا ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ لوگوں کی باز آبادکاری پر بھی فوری توجہ دی۔ فسادزدہ لوگوں کی امداد کے لئے اس حکومت نے انسانی و اخلاقی رویہ اپنایا تاکہ عوام محسوس کرسکیں کہ حکومت ان کے ساتھ ہے۔ ان تمام اضلاع میں باز آبادکاری کا کام واقعی نہایت تیزی سے مکمل کیا گیا۔

حکومت نے ۲۰۰۰ روپیہ مالی امداد ایسے خاندان کو دینے کا فیصلہ کیا ہے جس کا کوئی کماؤ فرد فساد میں ہلاک ہوا ہے۔ ۱۰۰۰ روپیہ دیگر ہلاک شدگان کے خاندان کو دیا جائیگا۔ عارضی طور سے بے گھر ہونے والے کو ۵۰۰۰ روپیہ بطور قرض اور ۲۵۰ روپیہ بطور امداد دیا جائیگا۔ ۱۵۰۰ روپیہ تعمیر و مرمت مکان کے لئے منظور کیا گیا ہے۔ فسادزدہ خاندان اس مقصد کے لئے ۴۰۰۰ روپیہ تک قرض حاصل کرسکتے ہیں۔ اس قرضے پر حکومت کوئی سود نہیں لے گی اور یہ رقم ۱۰ سالوں میں ۱۰ مساوی قسطوں میں واپس لوٹانی ہوگی۔ اب تک ۸۲۵۵ افراد کو ۳,۴۶,۰۰۷ روپیہ کی مالی امداد تقسیم کی جاچکی ہے۔ محکمہ سماجی بہبود کی جانب سے ۱۵۳۷ افراد کو روپیہ ۶۴۴۳,۸۲,۲ کی امداد دی جاچکی ہے۔ اس رقم میں سے ۷۶۹ افراد کو ۴۶۰,۴۷,۱۳ روپے نئے مکان کی تعمیر کے لئے اور ۹۱۱ افراد کو ۳۲۷,۲۷,۱ روپیہ مکان کی مرمت اور بطور قرض دیا گیا ہے۔

باز آبادکاری پروگرام میں غریب اور مصیبت زدہ افراد کو پانی اور بجلی

ضلع ناندیڑ میں سوگاؤں کے مقام پر پتھر کے ایسے پختہ مکانات صرف دس دنوں میں تعمیر کئے گئے جو ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کی فراہمی کا خاص خیال رکھا گیا ہے ۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ لوگ حکومت سے قرض لینے سے بچ جائیں ۔

نئے مکان کی تعمیر پر ۱۵۰۰ روپیہ لاگت ہوگی اور اس میں قبل کے مکان سے بہتر سہولیات مہیا ہوں گی ۔ حکومت نے اس بات پر بھی خاص توجہ دی ہے کہ بازآبادکاری کام میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو ۔ مثلاً اگر مالی امداد کے لیے کوئی مناسب ہدایت نہ ہو یا کسی خاص اسکیم کے لیے حکومت کی منظوری حاصل نہ ہو تب بھی ان باتوں کو بنیاد بناتے ہوئے بازآبادکاری کا کام روکا نہیں جائیگا ۔ اس بات کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے کہ دوبارہ بسائے گئے افراد کو کچھ نہ کچھ روزگار دیا جائے تاکہ وہ اپنے خاندان کی کچھ کفالت کر سکیں ۔

یہ تمام اقدامات متاثرہ افراد کا اعتماد بحال کرنے میں کامیاب ثابت ہوئے ہیں ۔ وقتی طور پر عارضی رہائش کا بندوبست کر دیا گیا ہے ۔ لیکن یہ طے کیا گیا ہے کہ فساد میں مکمل طور سے تباہ شدہ مکانات کی جگہ پکے مکانات بنائے جائیں گے ۔ شری کے جی سری نواسن کو متاثرہ اشخاص کے لیے معینہ وقت پر مکانات کی تعمیر کے پروگرام پر عمل آوری کے لیے خصوصی سکریٹری برائے بازآبادکاری مقرر کیا گیا ہے ۔ اور یہ پروگرام ان ہی کے زیرِ نگرانی تکمیل تک پہنچا ہے ۔ اس پروگرام کا خاص مقصد مضبوط اور پائیدار مکانات کی تعمیر ہے اور یہ خوشی کی بات ہے کہ فساد زدہ لوگوں نے بھی اس پروگرام میں حصہ لے کر اپنے مکانات کی تعمیر مکمل کی ۔ اس کے علاوہ انہیں اپنی مالی حالت سدھارنے کے لیے کچھ روزگار بھی حاصل ہوا ۔

آج ضلع پربھنی کے سرسام ، ناوکی ، اڈگاؤں اور دیگر مقامات پر نئی ، صاف ستھری بستیاں نظر آتی ہیں جو کہ ریاستی حکومت کی اخلاقی روش کی زندہ یادگار ہے ۔ ۴۲ مکانوں پر مشتمل اڈگاؤں بستی ایک مثالی بستی ہے ۔ سرسام اور ناوکی کے مقام پر پتھر سے بنے ہوئے مضبوط اور پائیدار مکانات آئندہ کئی سالوں تک بے مثال بازآبادکاری اقدامات کی یاد دلاتے رہیں گے ۔ اسی طرح کی دوسری بستیاں سوگاؤں اور بالی رام پور (ضلع ناندیڑ) تیمبورنی ، پتوڈا اور دیگلور (تعلقہ بیلاؤلی) اور ایکلارا (تعلقہ مکھیڑ) کے مقامات پر بسائی گئیں ہیں ۔

حال ہی میں مندرجہ اقوام قبائل کی بہبود سے متعلق ریاستی قانون ساز کمیٹی کے چیرمین شری ٹی ۔ بی ۔ کامبلے ، ایم ۔ ایل ۔ اے نے ۱۵ دیگر ممبران کے ساتھ فساد زدہ علاقوں کا دورہ کیا ۔ اس وفد نے بازآبادکاری کام کا باریک بینی سے معائنہ کیا اور لوگوں سے پوچھ تاچھ کی ۔ شری کامبلے ایکلارا بستی سے بیحد متاثر ہوئے جہاں ۸۱ نئے مکانات بنائے گئے ہیں ، اور ۱۲ مکانات کی مرمت کی گئی ہے ۔ یہ تمام مکانات ۴۰ دنوں میں تعمیر کیے گئے ۔ شری کامبلے نے حکومت کے اقدامات کی تعریف کرتے ہوئے اپنے تاثر کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے ۔ " یہ بستی اس بات کا ثبوت ہے کہ بازآبادکاری کام پر عمل آوری صرف سرکاری احکامات کے پیشِ نظر نہیں کی گئی ہے بلکہ اس بستی کی تعمیر میں بدنصیب فساد زدہ افراد کے تئیں حکومت کی مخلصانہ امداد کی جھلک پائی جاتی ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ حکومت نے ایکلارا کی اس غیر آباد زمین کو ایک مثالی بستی بنانے میں دل کی گہرائی سے کام کیا ہے " ۔

اس کمیٹی کے ایک اعلیٰ رکن شری پی ۔ این ۔ بھوج نے ناندیڑ کے کلکٹر شری نالینا کشن کے اقدامات کی تعریف کرتے ہوئے کہا ۔ " شری نالینا کشن نے جو کام کیے ہیں ، یوں لگتا ہے جیسے وہ بھی فساد زدہ افراد میں سے ایک ہوں ۔ آپ نے جنگی پیمانہ پر اس پروگرام کو مکمل کرنے کے لیے عملہ کی رہنمائی کی اور اس کام کو نہایت ہی قلیل مدت میں ختم کرنے کی کامیاب کوشش کی ۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حکومت نے صرف زبانی یقین دہانیاں نہیں کیں بلکہ ان یقین دہانیوں کی تکمیل کے لیے سنجیدگی سے کوشش بھی کی " ۔ آپ نے مصیبت زدگان لوگوں سے اپیل کی کہ وہ وسیع النظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو کچھ بھی ہوا اسے بھلانے کی کوشش کریں اور دیوالی کا تہوار روشن مستقبل کی امید افزا خواہشات کے ساتھ منائیں ۔

فساد زدہ افراد نئے مکانات میں منتقل ہو رہے ہیں ۔ نئے تعمیر شدہ مکانات میں پھر سے زندگی کے آثار قائم ہو رہے ہیں ۔ خواتین اب اپنے گھریلو کام میں دوبارہ مشغول نظر آتی ہیں ۔ اور تمام علاقے میں امن و امان بحال ہے بے شک بازآبادکاری پر عمل آوری یہاں حسبِ معمول ہی طور سے نہیں کی گئی بلکہ اس پروگرام کے ذریعہ لوگوں کے دلوں سے خوف اور بے اطمینانی کو دور کرنے کی بھی کوشش کی گئی ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تمام اقدامات کے نتیجہ میں سماج کے ہر شعبہ کے افراد کے مابین محبت اور دوستی کا جذبہ دوبارہ قائم ہو جائے گا ۔

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیفات کے خاتمے پر یا پشت پر اپنا مکمل پتہ ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں ۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر فرمائیں ۔ غیر مطلبیدہ مضامین کی ایک نقل اپنے پاس ضرور رکھیں ۔

(ادارہ)

بہتر ماحول :۔ نئے مکانات میں بنیادی ضرورتیں مثلاً پانی وغیرہ کی دستیابی سے یہاں رہائش کی صورتحال بہتر ہوگی

مندرجہ اقوام و قبائل کی بہبود سے متعلق پارلیمنٹری کمیٹی کے اراکین نے فسادزدہ افراد سے حالات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

(نیچے بائیں طرف) فسادزدہ لوگوں کو صرف مکانات ہی نہیں دیئے گئے بلکہ انہیں روزگار بھی مہیا کیا گیا۔ اسمال فارمر ڈیولپمنٹ ایجنسی کی جانب سے بھینسیں تقسیم کی گئیں۔

(نیچے دائیں طرف) تعلقہ دیگلور میں وزرگا میں تعمیر شدہ ٹین کی چھت والا مکان۔

سوگاؤں میں جاری
تعمیری کام کا ایک منظر
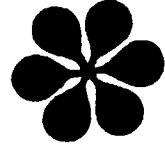
ضلع ناندیڑ کے تعلقہ بیلولی میں تیمبھورنی کے
مقام پر واقع ۳۵ گھروں پر مشتمل نئی بستی کے اس نئے گھر
میں نئی امیدیں لئے ہوئے آباد ایک فساد زدہ خاندان

بلی رام پور میں تیزی سے بنتی ہوئی نئی بستی
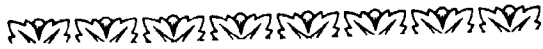
ضلع ناندیڑ میں تعلقہ بیلولی میں خوتسنور کے مقام پر
گھر کے دروازے کا جوکھٹا لگایا جا رہا ہے۔
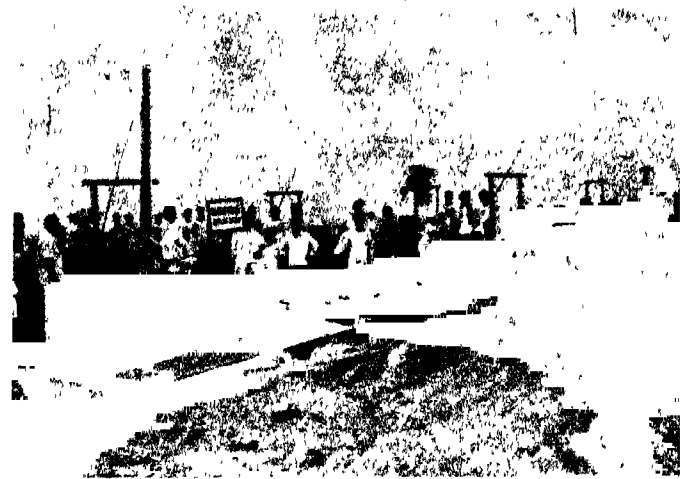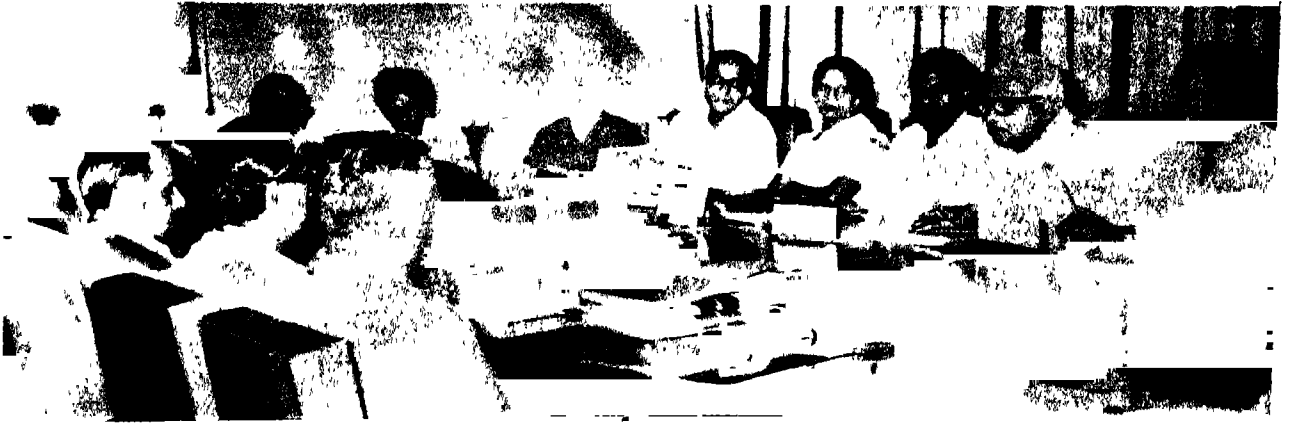
۲۳ ر اکتوبر کو منترالیہ، بمبئی میں "ہریجنوں پر تشدد اور مندرجہ اقوام کی معاشی ترقی و دیگر معاملات" کے عنوان پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کا افتتاح مرکزی وزیر مملکت برائے داخلہ شری دھنک لال منڈل نے کیا۔ (دائیں سے بائیں) مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے داخلہ شری بھائی ویدیہ، شری منڈل، وزیر برائے سماجی بہبود شری اے ایس کستور اور وزیر مملکت برائے سماجی بہبود شریمتی شاستی نائیک تصویر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مراٹھواڑہ کے فساد زدگان کو دی گئی امداد کی تفصیلات

تفصیل	پربھنی	عثمان آباد	ناندیڑ	بیڑ	اورنگ آباد	کل رقم
۱. تعداد افراد جنھیں عطیاتی امداد دی گئی امدادی رقوم (روپے میں)	۱۹۹ ۴۲،۱۱۲/۵۰	۸۲۳ ۴۰،۵۹۵/۰۰	۶،۶۹۹ ۲،۴۴،۷۷۱/۵۰	۲۰۰ ۶،۰۶۵/۰۰	۳۳۴ ۱۲،۴۶۵/۰۰	۸،۲۵۵ ۳،۴۶،۰۰۷/۰۰
۲. دوسرے فرقہ کے لوگوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے دلت طبقہ کے افراد جنھیں محکمۂ سماجی بہبود اسکیم برائے دلت کے تحت امداد دی گئی ... ... اور امدادی رقوم (روپے میں)	۴۳۹ ۱،۰۳،۲۳۷/۰۰	۱۱۰ ۲۰،۰۱۰/۰۰	۸۵۰ ۱،۲۴،۱۳۵/۵۰	۵۶ ۵،۸۵۵/۰۰	۸۲ ۱۹،۱۰۹/۰۰	۱،۵۳۷ ۲،۸۲،۳۴۶/۵۰
۳. تعداد تعمیر شدہ مکانات اور اخراجات کے لئے دی گئی رقم (روپے میں)	۷۷ نہیں دی گئی	۴۰ ۲۰،۰۷۷/۴۰	۶۵۲ ۱۳،۲۶،۹۶۹/۵۲	— —	— —	۷۶۹ ۱۳،۴۷،۰۴۶/۸۲
۴. تعداد افراد، جنھیں دکان کی مرمت/تعمیر کے لئے امداد دی گئی اور امدادی رقم (روپے میں)	۳۱ ۱،۷۱،۷۹۸/۷۸	— —	۷۷۱ نہیں دی گئی	۲ ۷۰۰/۰۰	۷ ۲۲۵/۰۰	۹۱۱ ۱،۷۲،۷۲۳/۷۸

ریاستی حکومت کے پیشِ نظر

۱۰ لاکھ ٹن اناج کی پیداوار

• اے۔ بی پاٹل۔ ایڈیٹر شیتکری پونے

"مہاراشٹر کے کچھ ترقی پسند کسان مختلف قسم کی فصلوں میں زیادہ سے زیادہ پیداوار کا ریکارڈ قائم کر چکے ہیں۔ جسے دنیا بھر کے کسانوں میں بہترین پیداوار کے مقابلتاً پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے فقط چند کسانوں کی حد تک مہاراشٹر کو ایک ترقی پسند ریاست کہا جا سکتا ہے۔ لیکن عام کسان کی پیداوار کا اوسط بہت ہی کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مہاراشٹر میں مختلف فصلوں کی پیداوار بھی اوسطاً بہت کم ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی پوری قوت عام کسانوں کی اوسط پیداوار کو بڑھانے میں صرف کرنی چاہیئے۔ ہماری حکومت نے مہاراشٹر کے عام کسان کی زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے ہر قسم کے چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔"

یہ ہیں وہ خیالات جن کا اظہار مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ۲ر اکتوبر کو کسانوں کے ایک اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اس موقع پر بیشتر ترقی پسند کسان اور مہاراشٹر کے مقابلۂ فصل کے انعام یافتگان کو ممبئی کے راج بھون میں مدعو کیا گیا تھا اور مہاراشٹر کے عزت مآب گورنر نے اُن کی عزت افزائی فرمائی تھی۔ مہاراشٹر کے زرعی حالات کے متعلق محترم وزیر اعلیٰ کا مندرجہ بالا بیان دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مہاراشٹر کے کسانوں نے فی ہیکٹر زرعی پیداوار بڑھانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ لیکن اس راہ میں بہت سی دشواریاں اور رکاوٹیں بھی ہیں جنھیں پہلے ہموار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اولاً یہ کہ ریاست میں

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار ایک پائلٹ پروجیکٹ حلقہ میں اعلیٰ مخلوط جوار کی بھرپور فصل دیکھ رہے ہیں۔ شری شرد پوار نے پائلٹ پروجیکٹ اسکیم اس وقت شروع کی تھی جبکہ وہ وزیر زراعت تھے۔ اب آپ وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ریاست کے سربراہ ہیں لہٰذا امید ہے کہ اناج کی پیداوار میں خوب افزائش ہوگی۔

صرف ۱۱ فیصد قابل کاشت زمین کے لئے سینچائی کا انتظام ہے اور بقیہ زمین پر پیداوار کا دارومدار بارش کے رحم وکرم پر ہے۔ ساتھ ہی مہاراشٹر کی جملہ زیر کاشت زمین کے صرف ۱/۴ حصہ پر بس وقتاً فوقتاً بارش ہوتی ہے دوسرے یہ کہ تمام کسانوں میں سے ۵۰/۱ چھوٹے کسان ہیں جن کے قبضہ میں ۲ ہکٹر سے بھی کم زمین ہے۔ ان مسائل کو پہلے حل کرنا ہوگا تاکہ ریاست کی زرعی پیداوار میں اضافہ ہو۔

بہترین پیداوار: ۷۸-۱۹۷۷ء میں مہاراشٹر کی زرعی پیداوار بہترین تھی۔ اس سال ۶۴،۶۴،۱۰۴ لاکھ ٹن کی پیداوار نے ملک کی دوسری ریاستوں کو حیرت زدہ کر دیا تھا کیونکہ ۷۳-۱۹۷۲ء میں اناج کی پیداوار نہایت کم یعنی صرف ۳۶،۳۰ لاکھ ٹن تھی اور اس سال ریاست مہاراشٹر نادیدہ قحط کا شکار تھی۔ اس کے بعد کے برسوں میں بھی پیداوار میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا تھا، کیونکہ جگہ جگہ ناکافی بارش نے اپنا اثر دکھایا تھا اور متعدد حلقے قحط میں مبتلا تھے۔ اس لحاظ سے ۷۸-۱۹۷۷ء کی پیداوار ایک عجوبہ سے کم نہ تھی۔ ریاستی حکومت کے جنگی پیمانے پر اختیار کردہ بہت سے اقدامات نے اپنا معجزہ دکھایا تھا۔ ان اضافوں کا سبب اعلیٰ قسم کے بیجوں کھادوں اور کیڑے مار دواؤں کا استعمال وغیرہ تھا۔ ان سب سے بڑھ کر اہم یہ بات تھی کہ کسانوں نے کاشتکاری کے موجودہ طریقوں کو دل کھول کر اختیار اور استعمال کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ اسی وجہ سے حالات میں بہت تیزی سے تبدیلی آئی اور اب اناج کے سلسلہ میں خود کفیل ہونے کا نشانہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

نئے طریقے: جیسا کہ وزیر اعلیٰ مہاراشٹر نے فرمایا، مہاراشٹر میں ترقی پسند کسانوں کی کمی نہیں ہے۔ مہاراشٹر کے کئی کسانوں نے فصلوں کے کل ہند اور ریاستی مقابلوں میں متعدد امتیازات اور انعامات جیتے ہیں۔ جلگاؤں ضلع کے ایک کسان، شری موہن لال لودھا نے فصلِ خریف میں ۱۲۸ کوئنٹل فی ہیکٹر کے حساب سے جوار پیدا کی۔ اور ۵،۰۰۰ روپے کا پہلا انعام جیتا تھا اور ساتھ ہی "کرشی پنڈت" کا قابل رشک و معزز کل ہند خطاب بھی حاصل کیا۔ اسی طرح ضلع پونے کے سنور مل سدمل نے ایک ہیکٹر میں ۱۲۸ کوئنٹل گیہوں پیدا کیا اور کل ہند پیمانے پر پہلے انعام کے مستحق قرار دیئے گئے۔ انھیں بھی "کرشی پنڈت" کے خطاب سے نوازا گیا۔ مہاراشٹر میں دوسرے بھی کسان ہیں جنھوں نے فی ہیکٹر ریکارڈ پیداوار حاصل کی ہے۔ لیکن ہم اوسطاً خریف جوار اور گیہوں کی پیداوار کا اندازہ لگائیں تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ مہاراشٹر میں خریف کی فصل جوار کا اوسط ۵ کوئنٹل فی ہیکٹر ہے اور گیہوں کا صرف ۸،۵ کوئنٹل فی ہیکٹر۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے (جو اس وزیر زراعت تھے) ایک اسکیم "پائلٹ پروجیکٹ" کے طور پر ۷۶-۱۹۷۵ء میں فصل ربیع کے لئے رائج کی تھی۔ اس اسکیم کے مطابق ۲۵۰ تا ۴۰۰ ہیکٹر والے علاقوں میں کسانوں کو ان کے قریب ترین مقام تک وہ تمام معلومات اور وسائل بہم پہنچائے گئے جو اچھی پیداوار کیلئے ضروری ہوا کرتے ہیں۔ زراعتی امور، جن میں عملی کام بھی شامل ہے، کی نگرانی اور کئی دوسری ایجنسیوں کی معرفت انجام دیئے گئے۔ حکومت نے اس حلقے میں اوسطاً ۸،۵ کوئنٹل گیہوں فی ہیکٹر کے مقابلے میں کم

***

صحافیوں کی یہ جماعت گیہوں کی بھرپور فصل دیکھ رہی ہے جو ضلع ایوت محل میں ساتی کھیڈ پروجیکٹ کے کمانڈ ایریا میں اگائی گئی ہے۔ بہت سے کسان یہاں اوسطاً ۳۱ تا ۵۰ کوئنٹل پیداوار دیکھ کر حیران رہ گئے جبکہ یقینی طور پر کم سے کم ۲۰ کوئنٹل فی ہیکٹر پیداوار ہوتی ہے
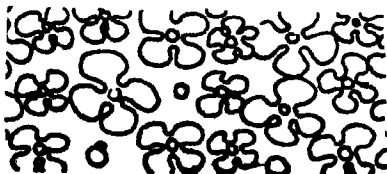
ازکم ۲۰ کوئنٹل فی ہیکٹر کی گارنٹی شدہ مقدار حاصل کی تھی، اس سال گیہوں اور
دھان کے لئے ایسے ۸۶ " پائلٹ پروجیکٹ " قائم کئے گئے تھے۔

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ کسانوں کو ضروری چیزیں مثلاً بیج، کھاد اور کیڑے
مار دوا کی کافی مقدار وقت پر نہ مل سکی ہو، اگرچہ وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے
ور استعمال کرنے کے لئے بہت ہی بیتاب تھے۔ اس لئے حکومت نے جو
پہلا قدم اٹھایا وہ یہ کہ اس نے کسانوں کی ضرورت کو پورا کردیا۔

صرف بیج ہی زرعی پیداوار کو بڑھانے کا ذریعہ نہیں ہیں، کسانوں کو بھی
جدید زراعتی طریقوں سے واقف ہونا چاہیئے اسی وجہ سے زراعتی اسٹاف
اور ٹکنیکل معلومات رکھنے والے افراد کو متعین کیا گیا تاکہ کسانوں کو جدید
دانہ مات سے آگاہ کیا جاسکے۔

'پائلٹ پروجیکٹ' کی اسکیم کو فوری طور پر عمل میں لایا گیا۔ کسانوں کو
تمام ضروری معلومات پہنچائی گئیں۔ آبیاری کی سہولتیں دی گئیں ۔
فسران اور وزیروں کی وجہ سے کسانوں میں بھی جوش و خروش پیدا ہوگیا۔
فی الحال جوار کے ۲۴۲ پائلٹ پروجیکٹ، دالوں کے ۱۴۱ پائلٹ پروجیکٹ
وغیرہ شروع کئے گئے ہیں۔

اس بات کی قوی اُمید ہے کہ حکومت ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۱۱۰ لاکھ ٹن اناج
کا نشانہ حاصل کرلے گی۔

• ترجمہ : عبداللہ

صفحہ ۱۷ کا بقایا

تحریک : اس قسم کے پروگراموں کی تحریک موثر منصوبہ بندی اور وسیع
پیمانے پر مقامی شرکت سے حاصل ہوسکتی ہے۔ پنچایت راج سے متعلق اشوک
مہتہ کمیٹی بھی منصوبہ بندی و ترقیات کی بابت اہم سفارشات پیش کرنے
کی کوشش کر رہی ہے۔

سبز انقلابِ ثانی سے صحت عامہ پر اچھا اثر پڑنے کے علاوہ دیہی علاقوں
میں سرمایہ کاری اور صنعتی تحفظ کے لئے فاضل سرمایہ بھی حاصل ہوسکتا ہے ۔
ملکی معیشت کو بھی اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہمارا ملک ایک عالمی ـــ
بنتا جارہا ہے اس لئے اناج ، سبزیاں، پھل ، گوشت اور دودھ کی مقامی طور
پر ضرورت پوری کرنے کے بعد ان اشیاء کی برآمد کے لئے ایک وسیع پروگرام
ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مختلف معاملات میں ابھی نابرابری قائم ہے۔ سب سے
پہلے ہندوستانی خواتین کی غیر مساوی حیثیت کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔ خواتین
کے مسائل سے جو غفلت برتی جارہی ہے اس پر ہمارے سیاستدانوں اور
معاشی ماہرین کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ زراعتی پروگراموں میں خواتین
کی شرکت اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جبکہ دیہاتوں میں آباد خواتین کی تعلیم
و تربیت پر خاص دھیان دیا جائے۔ کیرالا میں دیکھا گیا ہے کہ مرد و خواتین میں
مساوات، خواتین کی اعلیٰ تعلیمی و عملی قابلیت اور ترقیاتی کاموں میں شرکت
کی وجہ سے آبادی پر کافی حد تک کنٹرول قائم رہا ہے۔ اگر آبادی پر کنٹرول کے
سلسلے میں کیرالا کی مثال ہندوستان بھر میں دوہرائی جائے تو اس کی وجہ خاندانی
منصوبہ بندی نہیں بلکہ مساوی تعلیم و ترقی کا اصول ہوگا۔ شادی کی عمر کا حالیہ
قانون (۲۱ سال مردوں اور ۱۸ سال عورتوں کے لئے) رائج ہونے پر یہ ضروری
ہے کہ خواتین کے لئے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں اس
لئے کہ غیر شادی شدہ عورتیں گھر پر بیکار پڑے رہنا پسند نہیں کریں گی۔
سبز انقلابِ ثانی کی آمد ہے۔ آیئے ہم اس کے استقبال کی تیاری کریں۔

(بشکریہ ۔ اسٹیٹسمین)

• ڈاکٹر این. ایچ کلکرنی
ڈپٹی سکریٹری (صحتِ عامہ)

ریاستی حکومت خاندانی بہبود کے پروگرام پر ۱۹۵۷ء سے عمل آوری کر رہی ہے، مگر ۱۹۶۸ء تک بہت کم کامیابی مل سکی۔ ۱۹۶۸ء کے بعد سے خاندانی بہبود میں جو ترقی ہوئی وہ اطمینان بخش تھی۔ یہ احساس ہونے کے بعد کہ جتنے بھی فوائد اور ترقیاں حاصل ہوئی ہیں وہ سب اگر پوری طرح سے نہیں تو کافی حد تک ضائع جائیں گی۔ اگر آبادی میں ہونے والا بے تحاشہ اضافہ روکا نہ گیا۔ اس لئے حکومت مہاراشٹر نے نومبر ۱۹۷۵ء میں ایک نئی مدرّجی زبردست مہم اپنانے کا فیصلہ کیا۔

جدید طریقہ:

اس نئے طریقے میں (ا) اس پروگرام میں ہر سطح پر مقبول قیادت کو یکجا کر کے عملی مدد بہم پہنچائی جائے گی۔ جس میں عوام کی براہ راست شمولیت ہوگی (ب)، اس کوشش میں سرکاری اور نیم سرکاری تمام ایجنسیوں کو شامل کیا جائے گا۔ (ج) ایک بڑے پیمانے پر عوام کی تربیت تاکہ اس کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور کی جا سکیں۔ اس پالیسی کا آخر کار مقصد یہ ہے کہ آبادی کی روک تھام کی مہم کو عوامی زندگی کا ایک حصہ بنا دیا جائے۔

خوش قسمتی سے مہاراشٹر میں اس پروگرام کو عوام کی جانب سے خاطر خواہ حوصلہ افزائی ملی ہے۔ ۴ ماہ کی قلیل مدت میں یعنی مارچ ۱۹۷۶ء تک ۶ء۱ لاکھ خاندانی منصوبہ بندی کے آپریشن کئے گئے جبکہ حکومت ہند کی جانب سے ۲ء۳ لاکھ کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا۔

اعلیٰ کارکردگی:

مارچ ۱۹۷۶ء کی قابلِ ذکر کامیابی لوگوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی اور مقامی لیڈرشپ کی وجہ سے ۷۷-۱۹۷۶ء سال کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کے آپریشنوں کے لئے ۱۰ لاکھ کا نشانہ مقرر کیا گیا۔ پہلے چھ مہینوں میں یہ پروگرام بڑی خوبی سے چلتا رہا اور اس سے حوصلے بلند ہوتے رہے۔ اس لئے حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی کے آپریشن کا نشانہ ۷۷-۱۹۷۶ء کیلئے ۱۲ لاکھ مقرر کر دیا لیکن ریاست میں مارچ ۱۹۷۷ء تک محض ۸ء۳۲ لاکھ آپریشن ہی کئے جا سکے ریاست میں اس سے قبل کبھی اتنا زبردست ریکارڈ قائم نہیں ہوا تھا ۱۹۷۵ء کے دوران ۶ء۱۲ لاکھ خاندانی منصوبہ بندی کے آپریشن کئے گئے تھے ۷۸-۱۹۷۷ء سال کے دوران نس بندی پروگرام کو زبردست دھچکا پہنچا، اور صرف ۸ء۱ لاکھ نس بندی آپریشن ہوئے جبکہ نشانہ ۴ لاکھ نسبندی کا تھا۔ جب سے یہ پروگرام شروع ہوا اس وقت سے لیکر اگست ۱۹۷۸ء تک ریاست میں ۴۴ء۷۷ لاکھ آپریشن کئے گئے۔

جبکہ کل ہند سطح پر اس کے تحت ۲۲ء۵ فی صد جوڑے لائے گئے۔ مہاراشٹر میں یہ اوسط ۳۵ء۱ فیصد جوڑوں کا تھا مہاراشٹر میں جون ۱۹۷۸ء تک یہ اوسط فی ہزار ۶۹ء۷ کا تھا۔ مہاراشٹر میں تقریباً ۹۹ لاکھ جوڑے افزائش نسل کے تحت آتے ہیں جن میں سے ۳۵ء۵۴ لاکھ جوڑوں کو جون ۱۹۷۸ء تک مختلف خاندانی بہبود کے تحت تحفظ عطا کیا گیا۔

ریاست نے خاندانی بہبود پروگرام میں گذشتہ کئی سالوں سے بہتر کارکردگی دکھائی ہے، جو اس حقیقت سے ظاہر ہو جائے گا کہ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۶ء کے درمیان ملک میں اس ریاست کو اس پروگرام میں بہترین کارکردگی پر گیارہ مرتبہ انعام حاصل ہوا۔

ماں اور بچے کی صحت پر خاص زور

آبادی کی روک تھام کے لئے ریاست کی مہم کوئی الگ کیا ہوا پروگرام نہیں ہے بلکہ آنے والی نسلوں کو ایک خوش حال اور ثمر آور زندگی فراہم کرنے والے پروگرام کا ایک ضروری حصہ ہے اور اس انجام کو مدنظر رکھتے ہوئے ماں اور بچے کی صحت پر خاص زور دیا جاتا ہے کیونکہ جب ہم لوگوں سے اپنے خاندان کو محدود رکھنے کے لئے کہتے ہیں تو ہمیں زندہ رہنے والے بچوں کو صحت مند اور بار آور مستقبل کی مناسب ضمانت بھی دینی ہوتی ہے۔ خاندانی بہبود کی خدمات

۱۴ ابتدائی صحت مراکز اور ۲۴۴ء۳ ضمنی مراکز کے ذریعہ فراہم کی جارہی ہیں
س کے علاوہ ریاست میں ۴۴ پوسٹ پارٹام مراکز کے ذریعہ ماں اور بچے
صحت کے لئے خدمت کی جارہی ہے ۔ یہ خدمات شہری اور دیہی
اقوں کے ہر سطح پر موثر طور پر ہم آہنگی کے ساتھ جاری ہیں۔ اس پروگرام
ے تحت مندرجہ ذیل تین پروگرام شروع کئے گئے ہیں :

۱) متعدی بیماریوں سے تحفظ پروگرام
۲) غذائی انیمیا سے حفظ ماتقدم کی تدبیر۔
۳) وٹامن 'اے' کی کمی سے بچوں میں پیدا ہونے والی رتوندی سے تحفظ کی تدبیر۔

قامی قائدین کی شمولیت :

گذشتہ دس سال سے ریاست' عوام اور مقامی نمائندوں کو تعلیم اور
بیت کے ذریعہ اس پروگرام میں عملی شرکت کے لئے تیار کرتی رہی ہے ۔
زشتہ دس سال میں ہمیں جو کامیابی ملی ہے وہ غیر مرکزیت کی پالیسی
ے سبب ملی جبکہ ضلع پریشد کے غیر سرکاری عہدیدار اس پروگرام میں عملی طور
بشامل رہے ہیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ بڑے پیمانے پر ٹریڈ یونینوں ،
ہمبر آف کامرس، خواتین انجمنیں اور رضاکار تنظیموں کو شامل کیا جائے تاکہ
س پروگرام کو "عوامی پروگرام" میں تبدیل کر دیا جائے ۔

ریاست مہاراشٹر کے لئے ۷۹-۱۹۷۸ء کے واسطے جو سطح مقرر کی
ئی ہے وہ ۴۵ء۳ لاکھ رضاکارانہ نسبندی ، ۵۲۰۰۰ لوپ لگانے اور
۱۰۷۵۰ مانع حمل گولیوں کے استعمال کرنے والے اس میں شامل ہیں'
ی طرح ماں بچے کی صحت کے پروگرام میں بھی حد مقرر کی گئی ہے ۔

ضاکارانہ پروگرام :

ریاستی حکومت خاندانی بہبود کے پروگرام سے پوری طرح منسلک
ہے، اور وہ لوگوں کو رضاکارانہ طور پر اسے قبول کرنے کے لئے کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کرے گی ۔ جیسا کہ حکومت ہند نے اپریل ۱۹۷۷ء میں
بادی پالیسی کے اعلان میں کہا ہے۔ حکومت مہاراشٹرا سے پوری طرح
بنائے گی ۔ لوگوں کو ہر ذرائع سے اس سلسلہ میں روشناس کرایا جائے گا ۔

بائلی ضمنی منصوبہ صحت سیکٹر کے تحت :

ریاست کی قبائلی آبادی کو مزید سہولتیں فراہم کرنے کی غرض سے ایک
بائلی ضمنی منصوبہ الگ سے تیار کیا گیا ہے جس کے لئے منصوبے کے تین
سالوں کے دوران ۲۰ء۶۷ لاکھ روپے کے صرفہ کی گنجائش رکھی گئی ہے

ان ۱۳ اضلاع میں جن کو قبائلی علاقہ قرار دیا گیا ہے اس ضمنی منصوبے کے تحت
مندرجہ ذیل پروگرام پورے کئے جائیں گے :

۱) ۴۶ نئے پرائمری صحت مراکز کا قیام
۲) ۱۲ پرائمری صحت مراکز کی دیہی اسپتالوں میں تبدیلی
۳) ۴۶ ضلع پریشد ڈسپنسریوں کی پرائمری صحت یونٹوں میں تبدیلی
۴) ۴۶ دیہی خاندانی بہبود مراکز کا قیام
۵) دس گشتی صحت خدمات یونٹوں کا قیام
۶) دیہی اور کاٹج اسپتالوں کو ۲۲ ایمبولنس کی فراہمی
۷) پانچ گشتی سروس و مرمت یونٹوں کا قیام
۸) کاٹج اسپتالوں میں موجود سہولتوں میں اضافہ
۹) قبائلی امیدواروں کو نرسنگ ، ایکسرے ، لیبوریٹری سروسیز وغیرہ میں تربیت ۔
۱۰) ملیریا جیسی بیماریوں کی روک تھام پر زور
۱۱) اغذیہ پروگرام کا آغاز ۔

کثیر مقصدی مراکز اور کمیونٹی صحت مراکز :

حکومت ہند کی اپنائی گئی پالیسی کے مطابق مہاراشٹر میں کثیر مقصدی
مرکز اور کمیونٹی صحت ورکرز کی اسکیم کو نافذ کیا جائے گا تاکہ خاندانی بہبود کے فوائد گھر
گھر پہنچ سکیں۔ خاص طور پر دیہی علاقوں میں ۔ دیہی صحت اسکیم ۲ر اکتوبر ۱۹۷۷ء
کو ریاست میں تقریباً ۱۰۰ پرائمری صحت مراکز میں شروع کی گئی تھی ۔ کمیونٹی صحت
مراکز کی اصل تربیت پہلے مرحلے کے طور پر پانچ اضلاع میں یعنی کولہاپور ، رتناگیری
اکولہ ، امراؤتی اور وردھا نیز بقیہ اضلاع کے ۲۰ پرائمری صحت مراکز پر شروع کی
گئی تھی ۔

دائیوں کی تربیت کا پروگرام :

ریاست کو ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ۸۰۰۰ دائیوں کی تربیت کا نشانہ دیا گیا
تھا۔ اس نشانے کے تحت اس سال کے دوران یعنی ۲۸۰۷ دائیوں کی تربیت
ریاست کر سکی ۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ۷۹-۱۹۷۸ء سال کے دوران ۵۰۰۰ دائیوں
کو تربیت دی جائے گی ۔

تربیت کا یہ پروگرام اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ ۸۲-۱۹۸۱ء تک
۲۵۰۸۰۷ دائیوں کو تربیت دی جاسکے گی ۔

• ترجمہ : اے ۔ ڈی پاشا

۷۹-۱۹۷۸ء کے لئے

ریاستِ مہاراشٹر کی ربیع پیداوار مُہم

حکومت مہاراشٹر نے ریاست میں اناج کی پیداوار زیادہ سے زیادہ بڑھانے کو بڑی اہمیت دی ہے کیونکہ اناج کے معاملہ میں یہ قلت کی ریاست رہی ہے اس خیال سے کہ اناج اور دالیں فاضل اناج والی ریاستوں سے درآمد نہ کرنا پڑیں حکومت نے زراعتی پیداوار بڑھانے کے لئے خریف اور ربیع مہمیں چلائیں اس کے باعث اناج کی پیداوار سال ۷۴-۱۹۷۳ء کی ۴۵ء۷۰ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۱۰۴ لاکھ ٹن تک پہنچ گئی اب ارادہ یہ ہے کہ سال ۷۹-۱۹۷۸ء میں اناج کی پیداوار ۱۱۰ لاکھ ٹن تک پہنچادی جائے جس میں ۷۵ لاکھ ٹن فصل خریف اور ۳۵ لاکھ ٹن فصل ربیع میں ہوگی۔

ریاست کا ایک مقصد یہ ہے کہ فی ہیکٹر زرخیزی بڑھائی جائے۔ اس سال کے دوران ۱۱۰ لاکھ ٹن پیداوار کا مقررہ نشانہ حاصل کرنے کے لئے کاشتکاری کے پیکیج طریقے اور مختلف فصلوں کے لئے پائیلٹ پُروجیکٹ کی شروعات قابلِ ذکر ہیں۔

ربیع فصل مہم شروع کرنے وقت پالیسی کے تحت ان باتوں پر زور دیا گیا ہے:

۱۔ اناج کی فصلیں اگانے کے مختلف ذرائع سے سینچائی پانی کا زیادہ سے زیادہ استعمال۔

۲۔ مخصوص خریف علاقہ اور ربیع علاقہ کے بارے میں سخت روایتی رجحان کو بدلا جائے اور جہاں کہیں ممکن ہو مناسب ربیع فصل بوئی جائے، تاکہ ۳۵ لاکھ ٹن کا نشانہ پورا کیا جاسکے۔

۳۔ جہاں کہیں ممکن ہو مخلوط قسم کی جوار کی رسدی نصل بڑھائی جائے۔

۴۔ ممکنہ حد تک گیہوں اور دھان فصل کی کاشت کی حوصلہ افزائی ہو۔

۵۔ زیادہ سے زیادہ علاقہ دُہری کاشت کے تحت لایا جائے۔

۶۔ جہاں کہیں کنوئیں کا پانی دستیاب ہو وہاں کم سے کم پانی کا حصہ محض نقد فصلوں کے بجائے گیہوں اور جوار کی فصل کے لئے استعمال کیا جائے۔

۷۔ اناج، دال اور روغنی تخم کی مخلوط اور اعلیٰ پیداواری اقسام کے تحت رقبۂ کاشت زیادہ سے زیادہ بڑھایا جائے۔

۸۔ کوآپریٹیو مارکٹنگ فیڈریشن، مہاراشٹر اگرو۔ انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور دیگر ایجنسیوں کے ذریعہ کافی مقدار میں کھاد کی فراہمی، اور متوازن طریقے پر کھاد کے زیادہ سے زیادہ استعمال کی ضرورت۔

۹۔ تر اور خشک کھیتی باڑی کے سلسلہ میں کاشتکاری کے جدید ترین پیکیج طریقہ ہائے کاشت کے بارے میں زراعتی معلومات کی اشاعت۔

۱۰۔ وسیع پیمانے پر تحفظ فصل اقدامات

ربیع پائلٹ پُروجیکٹ:

ارادہ یہ ہے کہ ۷۹-۱۹۷۸ء کی فصل ربیع کے دوران اعلیٰ مخلوط جوار، گیہوں، چنا، گرمائی دھان نیز تلہن مثلاً کُسم اور السی کی کاشت کے لئے پائلٹ پُروجیکٹ شروع کئے جائیں۔

مہاراشٹر میں دالوں کی پیداوار ناکافی ہے۔ ریاست میں دالوں کی فصل ربیع میں چنا سب سے بڑی فصل ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جہاں کہیں نمی رہتی ہے وہاں ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ زمین پر چنے کی فصل بوئی جائے۔ دالوں کی پیداوار بڑھانے میں اچھے بیج، کھاد اور پودوں کی نگہداشت از بس ضروری ہے۔ ۷۹-۱۹۷۸ء کے لئے دالوں کی پیداوار کا نشانہ ۶۰ء۲ لاکھ ٹن رکھا گیا ہے۔

ربیع آئل سیڈ ڈیولپمنٹ پُروگرام: تلہن کی افزائش کے لئے ایک

جامع پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ فصل ربیع کے لئے دالوں وغیرہ کی پیداوار کا نشانہ ۲٫۶۰ لاکھ میٹرک ٹن رکھا گیا ہے۔ کوشش یہ ہوگی کہ کسم، تلہن اور موسم گرما کی مونگ پھلی کے تحت رقبۂ کاشت بڑھایا جائے نیز کھیتی باڑی کے ترقی یافتہ طریقے اختیار کر کے فی ہیکٹر پیداوار بڑھائی جائے۔

مالیاتی بندوبست: چونکہ حکومت کی جانب سے کسی قسم کی نقادی نہیں دی جاتی، لہٰذا امداد باہمی اور قومیائے بنک کسانوں کو ضروری قرض دیتے ہیں ایک ہیکٹر کے لئے فصل سرمایہ کی سفارش کردہ حد حسب ذیل ہے:

فی ہیکٹر مالی ضروریات

نمبر شمار	فصل	بیج	کھاد	کیڑا مار ادویہ	دیگر نقد وغیرہ	کل
	۱	۲	۳	۴	۵	۶
		روپے	روپے	روپے	روپے	روپے
۱	مخلوط جوار	۷۵	۴۳۰	۶۰	-	۵۶۵
۲	گیہوں	۲۵۰	۴۳۰	۵۰	-	۷۳۰
۳	مخلوط مکئی	۷۰	۴۳۰	۱۳۰	-	۶۳۰
۴	مخلوط اعلیٰ اقسام دھان	۶۰	۴۳۰	۱۱۰	-	۶۰۰
۵	کسم	۶۰	۲۰۰	۴۰	۲۵۰	۵۵۰
۶	السی	۴۰	۱۹۴	۶۶	۵۰	۳۵۰
۷	گرما کی مونگ پھلی	۵۰۰	۲۷۵	۱۱۵	۴۱۰	۱۳۰۰

ربیع اور موسم گرما کے دوران مخلوط اور اعلیٰ پیداواری اقسام کے لئے مقررہ نشانہ

اعداد لاکھ ہیکٹر میں

فصل	۱۹۷۵-۷۶ء: نشانہ	۱۹۷۵-۷۶ء: کامیابی	۱۹۷۶-۷۷ء: نشانہ	۱۹۷۶-۷۷ء: کامیابی	۱۹۷۷-۷۸ء: نشانہ	۱۹۷۷-۷۸ء: کامیابی	۱۹۷۸-۷۹ء: مجوزہ	۱۹۷۸-۷۹ء: نشانہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
مخلوط جوار	۳٫۰۰	۰٫۷۴	۳٫۰۰	۰٫۵۸	۱٫۰۰	۰٫۶۴		۱٫۰۰
مخلوط اعلیٰ پیداواری اقسام گیہوں	۱۲٫۰۰	۹٫۷۶	۱۲٫۰۰	۹٫۲۲	۱۲٫۰۰	۹٫۹۰		۱۲٫۰۰
مخلوط مکئی	۰٫۰۵	۰٫۰۸	۰٫۱۰	۰٫۱۱	۰٫۱۵	۰٫۱۲		۰٫۱۵
گرمائی دھان	۰٫۴۵	۰٫۳۱	۰٫۵۳	۰٫۱۹	۰٫۵۰	۰٫۲۶		۰٫۴۰
گرمائی مخلوط جوار	۰٫۱۴	۰٫۰۶	۰٫۱۶	۰٫۰۱	۰٫۰۷	۰٫۰۱		۰٫۰۷
ٹوٹل	۱۵٫۶۴	۱۰٫۹۵	۱۵٫۷۹	۱۰٫۱۲	۱۳٫۷۲	۱۰٫۰۳		۱۳٫۹۲

گیہوں کی بھرپور فصل

تربیتی پروگرام :

مختلف مقامات پر زراعتی کارکنوں اور کسانوں کے لئے تربیتی پروگرام جاری کیا گیا ہے تاکہ وہ زراعتی پیداوار کے سلسلہ میں تازہ ترین فنی معلومات حاصل کرسکیں۔

رابطہ کمیٹیاں : پروگرام کی کامیابی کے ساتھ عمل آوری کے لئے ضلع، تعلقہ اور گاؤں کی سطح پر رابطہ کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔

پرچار : مختلف فصلوں کی کاشت کے بارے میں خصوصاً فصل ربیع مہم کے موقع پر تیار کردہ زراعتی کتابچے وغیرہ توسیعی اداروں اور کسانوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے کافی انتظام کیا گیا ہے۔ اسی طرح موقع بموقع ریڈیو، ٹیلیویژن اور اخبارات کے ذریعہ فنی معلومات کی تشہیر کی جاتی ہے۔

حکومت نے کسانوں کے فائدے کے لئے کئی اسکیمیں جاری کی ہیں اس زبردست مہم میں ضلع پریشد، محکمۂ زراعت کے افسران اور دیگر متعلقہ ریاستی محکمہ جات، کوآپریٹو بنک، گاؤں، تعلقہ اور ضلع سطح پر دیگر ادارے اور رابطہ کمیٹیاں زراعتی پیداوار پروگرام کی تیاری اور کامیابی کے ساتھ عمل آوری میں لازمی کردار ادا کر رہی ہیں بہترین اقسام کے بیج، کھاد، کیڑا مار ادویہ، اور دیگر ساز و سامان کسانوں کو مہیا کیا گیا ہے۔

مختلف فصلوں کے لئے پیکیج طریقے وضع کئے گئے ہیں۔ ہماری زراعت میں اہم فنی تبدیلی لانے کے لئے سائنٹفک آلات اور صلاحیت موجود ہے اگر خشک و تر اراضی پر کھیتی کرنے والے کسان حکومت کی امداد اور سائنٹفک معلومات سے فائدہ اٹھا کر جدید فنی طریقۂ کاشت اختیار کریں تو وہ شاندار کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

صفحہ ۲۳ سے آگے

ریاست میں خشک سال کے حالات پر گہری نظر رکھی جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جاتا ہے۔ حال ہی میں مذکرہ اضلاع میں جو خشک سالی کے حالات بڑھ رہے ہیں اور اس کے لئے جو راحتی اقدامات کئے گئے ان کا جائزہ لینے کی غرض سے وزیر اعلیٰ نے ایک بیٹھک بلائی تھی جس میں ریاستی اسمبلی کے اراکین متعلقہ اضلاع کے اور محکموں کے سکریٹریز اور افسران نے شرکت کی تھی۔ جیسا کہ بیٹھک میں طے کیا گیا کہ جو بڑے اور درمیانی آبپاشی پراجیکٹس کے لئے نہریں کھودنے کا کام منظور ہو چکا ہے اس کو بغیر تاخیر کے ترجیحی بنیادوں پر شروع کر دیا جائے۔ ان کاموں کا جو سروے کرنا ہے وہ جلد سے جلد کیا جائے اور کوشش کی جائے گی کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے کام شروع کر دیا جائے۔

دریائی نالابوں کے کام کے لئے جو موجودہ معاشی پیمانہ ہے اس کو اب ۵۵۰۰ روپے سے بڑھا کر ۷۵۰۰ روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح مٹی بساؤ کام اور نالا باندھنے کے کام کو ۲۲ ہیکٹر کی بجائے ۱۶ ہیکٹر مرکب علاقہ کر دیا گیا ہے۔

حکومت نے نو۹ اضلاع میں قلت اثرات پر قابو پانے فوری اقدامات شروع کئے اور درخت کاری، نالہ بندی، تحفظ اراضی اور نہروں کی کھدائی وغیرہ جیسے سودمند کام شروع کئے تاکہ لوگوں کو روزگار ملے۔

بچّوں میں کمیّت غذا کا تدارک
قوت بخش غذا کی فراہمی

ہمارے ملک میں بچّوں میں غذائیت کی کمی ایک اہم اور شدید مسئلہ ہے جو خاص طور سے بڑے بڑے شہروں کی گندی بستیوں میں رہنے والے بچوں کے معاملے میں تشویشناک صورت اختیار کر چکا ہے۔

حکومت مہاراشٹر ایک خاص غذائی پروگرام زیر عمل لا رہی ہے تاکہ شہری گندہ بستیوں میں چھوٹی عمر کے بچوں میں کمیت غذا کا تدارک کیا جائے اور ان کے لئے قوت بخش غذا بہم پہنچائی جائے۔
فی الحال اس پروگرام سے مستفیض ہونے والوں کی تعداد ۲,۳۳,۸۰۰ ہے۔ جن میں چھ سال سے کم عمر والے بچے، حاملہ اور زچہ خواتین شامل ہیں۔
ریاستی حکومت نے جولائی ۱۹۷۰ء میں یہ اسکیم منظور کی تھی تاکہ بچوں میں

ہر سال ۶ سال عمر کے زمرے میں آنے والے تقریباً تین لاکھ بچے "خاص غذائی پروگرام" سے مستفید ہوتے ہیں جو ریاست میں شہری گندہ بستیوں میں جاری کیا گیا ہے۔

اس غذائی پروگرام سے صرف چھوٹے بچے ہی نہیں بلکہ حاملہ اور زچہ خواتین بھی فیضیاب ہوتی ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے شہروں میں تقریباً ۱۵۰۰ غذائی مراکز کے ذریعے یہ پروگرام چلایا جا رہا ہے۔ ایک مرکز سے سال میں ۳۰۰ دن تک ۲۰۰ بچوں کے لئے قوت بخش غذا مہیا کی جاتی ہے

بمبئی اور پونے شہر میں مہیا کی جانے والی قوت بخش غذا میں بڑا نان شامل ہے جو خاص طور سے ماڈرن بیکریز لمیٹیڈ تیار کرتا ہے۔

کمیت غذا کا تدارک کیا جائے ابتدا میں یہ اسکیم بمبئی عظمیٰ میں ایسے بچوں کے لئے جاری کی گئی تھی لیکن بعد از اں ۱۹۷۲ء میں پونے اور ناگپور جیسے دیگر بڑے شہروں کی گندہ بستیوں میں جاری کر دی گئی۔ فی الحال 'غذائی مراکز' جو اس اسکیم کے تحت بچوں کو قوت بخش غذا مہیا کرنے کے لئے کھولے گئے ہیں، یہ پروگرام تمام بڑے شہروں میں زیر عمل لا رہے ہیں جن میں بمبئی، پونے، ناسک، سولاپور، کولہاپور ناگپور، امراؤتی، چندر پور، اورنگ آباد، ستارا، سانگلی اور احمد نگر شامل ہیں۔ اس طرح ریاست میں اس سال تقریباً تین لاکھ بچے اس پروگرام سے فائدہ اٹھا سکیں گے جو ۱۵۰۰ غذائی مراکز کے ذریعے زیر عمل لایا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر مرکز ایک سال میں ۳۰۰ دن تک ۲۰۰ بچوں کو کھلاتا ہے۔

شہر بمبئی میں ماڈرن بیکریز انڈیا لمیٹیڈ، کی تیار کردہ خاص قسم کے سویا دار نان بچوں کے لئے فراہم کئے جاتے ہیں۔ ہر بچہ کو اس نان میں سے تقریباً ۶۵ گرام کے برابر حصہ دیا جاتا ہے۔ پونے میں بھی اسی کمپنی کی تیار کردہ اسی قسم کی بریڈ مہیا کی جاتی ہے۔ دیگر مقامات پر میٹھے بند یا ؤ (ہر ایک کا وزن تقریباً ۸۲ گرام) بچوں کے لئے فراہم کئے جاتے ہیں۔ حاملہ اور زچہ خواتین کے لئے ۲۰ گرام پروٹین اور ۵۰۰ کیلوریز نیز بچے کے لئے اتنی ہی مقدار دی جاتی ہے۔

۱۹۷۴-۷۵ء سے یہ اسکیم اقل ترین ضروریات پروگرام کے جز کے طور پر اسٹیٹ سیکٹر کو منتقل کر دی گئی ہے اور ریاستی فنڈ سے اس کے لئے سرمایہ دیا جاتا ہے۔

اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ ہر بچہ کو روزانہ سو گرام معاون غذا ملے، جس میں دس بارہ گرام اچھی کوالٹی کا پروٹین شامل ہو۔ اس غذا سے تقریباً ۲۰۰ تا ۳۰۰ کیلوریز ملنا چاہیئے۔ لیکن مرکز کی جانب سے غذا پر خرچ کی حد معین کر دینے کے باعث فی الحال بچوں کو دی جانے والی غذا کی مقدار ۶۵ تا ۸۲ گرام ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

حال ہی میں یعنی ۱۹۷۶ء میں 'ورلڈ فوڈ پروگرام' کے عہدیداروں نے مرکزی حکومت سے اتفاق رائے کرتے ہوئے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ شہری گندہ بستیوں میں جاری خاص غذائی پروگرام کے لئے ۵۰۰،۴ میٹرک ٹن گیہوں اور ۶۰۰ میٹرک ٹن اسکم ملک پاؤڈر (ایس ایم پی) دیں گے۔ مرکزی حکومت نے اس پیشکش کو قبول کر لیا تھا اور "پلان آف آپریشن" نامی معاہدہ ہو گیا تھا۔ ریاستی حکومت نے بھی یہ پیشکش قبول کر لی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت بمبئی اور پونے میں اس سے پیشتر فیضیاب ہونے والوں کے علاوہ مزید ۳۵ء۱ لاکھ بچے، حاملہ اور زچہ خواتین مستفیض ہوں گی۔ انھیں غذائیت سے بھرپور نان یا بند ملیں گے جو "ورلڈ فوڈ پروگرام" کی جانب سے بطور عطیہ دیئے ہوئے گیہوں اور اسکم ملک پاؤڈر سے تیار کئے جائیں گے۔ اس پروگرام کے تحت چھوٹے پیمانے پر وٹامن گولیاں اور فورلک ایسڈ وغیرہ بھی مہیا کیا جاتا ہے۔

محکمۂ صحت عامہ کے تعاون سے معمولی پیمانے پر متعدی بیماریوں سے تحفظ وغیرہ کا کام بھی انجام دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ پروگرام قبل مدرسہ بچوں کی بہبودی کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے لہذا ریاستی حکومت اس کے لئے مزید سرمایہ

حاصل کرنے کی غرض سے سخت کوشش کر رہی ہے تاکہ اس پروگرام کو اور وسیع بڑھا سکے اور دیگر شہروں میں بھی جاری کیا جا سکے۔ اُمید ہے کہ مزید سرمایہ مل جانے کے بعد ریاستی حکومت تمام شہروں کی گندہ بستیوں میں رہنے والے ایسے بچوں کے لئے قوت بخش غذا مہیا کر سکے گی جن کی تعداد ایک لاکھ ہے۔

●●

اسکولی بچّوں کے لئے غذائی پروگرام

ہمارے دیس کی خاصی آبادی نوعمر بچّوں کی ہے۔ آبادی کا ۴۲ فیصد حصّہ ۱۵ سال سے کم عمر بچّوں کا ہے۔ ہندوستان کے لگاتار پانچ سالہ منصوبہ جات میں سماجی ترقی پروگراموں پر بہت کچھ توجہ دی گئی، جس کے نتیجہ میں شرح اموات ۲۷،۴ فی ہزار سے گھٹ کر ۱۵ فیصد فی ہزار رہ گئی (۱۹۷۱-۷۵ء) پھر بھی زیادہ ترقی یافتہ اقوام کے مقابلہ میں کم سِن بچوں میں شرح اموات زیادہ ہے۔

جیسا کہ ہمارے پانچ سالہ منصوبوں کا مقصد ہے انسانی ذرائع کی ترقی میں بچوں میں بیماری اور شرح اموات کے مسئلہ پر اب بڑی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ ناقص اور کم غذا ہی بچوں میں بڑے پیمانے پر بیماری اور شرح اموات کا واحد سب سے بڑا سبب ہے۔

اسکول غذائی پروگرام کے تحت ۶ تا ۱۱ سال عمر کے پری اسکول اور پرائمری اسکول کے بچوں کے لئے ۸۰ گرام 'سکھڑی' (فی بچّہ) سال میں ۲۰۰ دن تک دی جاتی ہے۔ اس سے دہرا مقصد پورا ہوتا ہے۔ 'سکھڑی' سے ایک طرف غذائیت میں کمی جزوی طور سے دور ہو جاتی ہے نیز اس سے اسکول میں حاضری بھی بڑھ سکتی ہے۔ اس غذا کی لاگت ۳۰ پیسے روزانہ ۱۰۰ گرام ہے۔

چوتھے منصوبہ کی مدّت کے دوران ۳۰ حلقہ جات میں مستفید ہونے والوں کی تعداد ۲،۲۵،۰۰۰ تھی۔ پانچویں منصوبہ میں یہ نشانہ ۵،۲۵،۰۰۰ تھا۔ بہر صورت پانچویں منصوبہ کے اختتام پر فیضیاب ہونیوالوں کی تعداد صرف ۱،۰۶،۰۰۰ ہی رہی۔

اقل ترین ضروریات پروگرام نئی حکومت کے ۲۴ نکاتی پروگرام میں شامل ہے۔ ارادہ ہے کہ اسے منصوبہ جاتی مدّت ۱۹۷۸-۸۳ء میں جاری رکھا جائے۔ کُل ۵۵ لاکھ بچوں کو اس پروگرام کے تحت لانے کے لئے بڑے پیمانے پر کوشش نیز سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔ ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران مزید توسیع کر کے ابتدا کر دی گئی ہے تاکہ ۶-۱۱ عمر کے زمرہ میں مزید ۲،۲۲ لاکھ بچوں کو شامل کیا جا سکے جو ۸۷ سوکھے علاقوں میں زیادہ خطرے میں ہیں قبائلی منصوبہ کے تحت ۲،۶۰ لاکھ بچے شامل کئے جائیں گے۔ مصارف یہ ہیں:

سال	شامل بچوں کی تعداد (لاکھ میں)	مصارف (لاکھ روپے)
۱۹۷۹-۸۰ء	۲۰	۱،۲۰۰
۱۹۸۰-۸۱ء	۳۱	۱،۸۶۰
۱۹۸۱-۸۲ء	۴۲	۲،۵۲۰
۱۹۸۲-۸۳ء	۵۵	۳،۳۰۰

کُل میزان: ۸،۸۸۰ روپے۔ اس طرح منصوبہ مدّت کے لئے کُل خرچ ۹۱،۵۲ کروڑ روپے ہوگا۔

اِطلاع

'قومی راج' کا اگلا شمارہ ۲۵ نومبر اور ۱۰ دسمبر کا مشترکہ شمارہ ہوگا اور جنگلی جانوروں سے متعلق مضامین اور تصاویر پر مشتمل خصوصی نمبر ہوگا۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

رفیق جعفر

دیوالی - ایک اہم تہوار

• کئی خصوصیات کی وجہ سے ہمارا ملک دنیا میں اپنا ایک الگ مقام رکھتا ہے۔ ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر کئی تہوار منائے جاتے ہیں اور ہر تہوار اپنی تاریخی اہمیت رکھتا ہے جس سے کہ ہندوستان کی قدیم روایتیں اُجاگر ہوتی ہیں۔ سچ پوچھئے تو اس ملک میں تہواروں کی وجہ سے ہی زندگی کی اعلیٰ قدریں ابھی تک قائم ہیں۔ ورنہ اس نفسا نفسی کے دور میں جبکہ رشتے ناطے، قدریں اور تہذیب و تمدن اپنا اثر کھو چکے ہیں اور نئے نئے اقدار جنم لے رہے ہیں جو کہ مغربی ممالک سے مُستعار لئے ہوئے ہیں۔ ایسے میں روایتیں یا اعلیٰ قدریں کوئی خاص معنی نہیں رکھتے۔ یہ تو یہاں کے تہواروں کی ہی دین ہے کہ ہمارے ہاں انسان' انسان کی طرح رہتا ہے، انسان کی طرح سوچتا ہے اور انسان کی ہی طرح جیتا ہے۔ زندگی کے ساتھ ہمارا یہ رویہ ایک مثالی ہے جو غیر ممالک کے لوگوں کے لئے قابلِ رشک بھی ہے اور قابلِ عبرت بھی!

دیوالی ہندوستان کا ایک قدیم اور عظیم تہوار مانا جاتا ہے۔ سال بھر لوگ اس تہوار کا انتظار کرتے ہیں۔ اس کی آمد کی خبر سے سبھی خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔ ویسے یہ تہوار ہندوؤں سے منسوب ہے لیکن یہاں کے ہر مذہب کا آدمی اس سے سرشار اور فیضیاب ہوتا ہے گویا کہ یہ ایک قسم کا قومی تہوار ہے۔ اس دن ہر آدمی اس کوشش میں رہتا ہے کہ اس کی خوشی میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں۔

یہ ایک خالص ہندوستانی تہوار ہے جو ہمیں بچپن ہی سے اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ دراصل اس میں ایک خاص قسم کی کشش اور لطف یہ ہے کہ اس میں پٹاخے جلائے جاتے ہیں، حسب حیثیت اپنے اپنے گھروں کو سجایا جاتا ہے صاف صفائی ہوتی ہے۔ گھروں کی دیواروں پر چونا یا پینٹ لگایا جاتا ہے۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دعوتیں دیتے ہیں۔ پکوان ہوتے ہیں۔ مٹھائیاں بنتی ہیں۔ لکشمی دیوی کی پُوجا پاٹ کے انتظامات ہوتے ہیں۔ عورتیں، مرد بچے سبھی لکشمی پُوجا کرتے ہیں۔ مندروں میں بھی بڑے شاندار طریقے سے پُوجا ہوتی ہے۔ اور اس دن یہ سب سرگرمیوں اور ظاہری روشنیوں کے علاوہ لوگوں کے دل بھی روشنیوں سے پرنظر آتے ہیں اور لوگ آپس میں ساری کدورتیں اور مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر محبت کا ثبوت دیتے نظر آتے ہیں اس دن جی چاہتا ہے کہ یہ وقت یہ نظارے یہیں رُک جائیں۔

دیوالی کے دن اگر کوئی ہندوستانی اپنے ملک سے باہر بھی رہے تو وہ یہ تہوار ضرور مناتا ہے۔ وہ وہاں پر اپنے ہندوستانی بھائیوں سے ملتا ہے۔ اور اپنی اعلیٰ روایتوں کو تازہ کرتا ہے۔ غیر ممالک میں بسنے والے ہندوؤں نے اس تہوار کو دنیا کے ہر گوشے میں پہنچا دیا ہے۔ یہ لوگ غیر ملکیوں کو بھی اس تہوار میں شریک کرتے رہے ہیں۔ اس کا وہ پس منظر بھی ان کو بتاتے رہے ہیں جس سے کہ ہمارے ہندوستان کی تہذیب اُجاگر ہوتی ہے اور غیر ملکی اس تہذیب کی اعلیٰ روایتوں کے قائل ہو جاتے ہیں اور ہندوستانی لوگ اس پس منظر کو یاد کر کے اپنا ایمان تازہ کر لیتے ہیں۔

کچھ تہوار ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ علاقائی اہمیت رکھتے ہیں اور وہ انہی علاقوں میں دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں۔ ان مخصوص علاقوں سے ہٹ کر ان تہواروں کی دھوم دوسرے علاقوں میں نہیں ہوتی، مگر دیوالی ان گنے چُنے تہواروں میں سے ایک اہم ترین تہوار ہے جو کہ ہندوستان کی ہر ریاست میں زور و شور سے منایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے گاؤں میں تو اس تہوار کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ یہ فصل کٹنے کے فوراً بعد آتا ہے۔ سارے گاؤں والے فصل کی کٹائی اور اپنی کمائی پر خوش رہتے ہیں۔ اس پر دیوالی کا یہ تہوار ان کی خوشیوں کو دوبالا کرتا ہے۔ شہروں میں چونکہ پیسہ بہت ہوتا ہے اس لئے یہاں پر کچھ زیادہ ہی ہنگامہ نظر آتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ بس ہم ہندوستانیوں نے ابھی ابھی لنکا کو فتح کیا ہے اور جشن منا رہے ہیں۔ بہرحال گاؤں کے تیور الگ ہیں اور شہروں کے الگ۔

شہروں میں غیر ملکی لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آئے ہوئے ہوتے ہیں ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ابھی کچھ ہی دنوں میں دیوالی کا تہوار آئے گا تو وہ 'دیوالی' کی خاطر یہاں ٹھہر جاتے ہیں کیونکہ وہ دیوالی کی اہمیت سے پہلے سے ہی واقف ہوتے ہیں۔ ایسی بھی مثالیں سامنے آئی ہیں کہ غیر ملکی خاص طور پر یہ تہوار دیکھنے کے لئے ہندوستان آئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ "دیوالی" کی رات بہت سے

حضرات سڑکوں، گلیوں، فٹ پاتھوں اور بازاروں میں اپنے بازو میں
لگائے گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو چیز انھیں اچھی لگے گی اُسے کیمرے
ریلیں گے۔ یہاں کی رونق کو جیتی جاگتی دیکھنے کے لئے یہ لوگ مووی
ستعمال کرتے اور سلولائیڈ کے ذریعہ اپنے ملک میں بھی اُسے خود دوبارہ
ہ اور اپنے ساتھیوں کو بھی دکھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ لوگ ہندوستان
والی کے بارے میں سُنی ہوئی داستانیں دُہراتے ہیں۔

س تہوار کی شروعات دھن ترس سے ہوتی ہے۔ اس دن گھر میں
در پر صفائی کا انتظام ہوتا ہے۔ ایک دیا جلایا جاتا ہے اور لکشمی پوجا
ہے۔ اسی دن مارواڑی یا بنئے پُرانا کھاتا بند کر کے نیا کھاتا کھولتے
پنی گرہ سے پیسے دینا بُرا شگون تصور کرتے ہیں۔ اور اس بات کا خاص
کھتے ہیں کہ اپنا پیسہ باہر نہ جائے ہاں اگر کوئی انھیں پیسہ دے تو لے لینے
ر خوش ہوتے ہیں یہ رواج عام لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ اس دن کوئی نہ
ئی چیز خریدی جاتی ہے خاص طور پر گھر کا برتن، یہ خریدی بہت ہی شبھ
جاتی ہے اور رنگولی بھی اسی دن سجائی جاتی ہے۔

ھن ترس کے دوسرے دن کالی چودس آتی ہے۔ یہ غالباً اور اس کے
ر کے لوگ زیادہ اہتمام سے مناتے ہیں۔ یہ کالی دیوی کلکتہ والی کے نام
سُوب ہے۔ سارے ہندوستان میں اس دن ایک مخصوص طبقہ یعنی
دنا کرنے والے بہت ہی سرگرم نظر آتے ہیں۔ ان کی عقیدت کے اعتبار
ی دن ان کا علم تازہ ہوتا ہے۔ عموماً جادوگر حضرات شمشان گھاٹ میں
م کا ریاض کرتے ہیں اور مہا کالی کی پوجا دھوم دھام سے کرتے ہیں۔

ب باری آتی ہے دیوالی کی۔ ہندوستانی کلینڈر وکرم سموت کے لحاظ
سال ختم ہو کر نیا سال شروع ہوتا ہے جیسے اس دیوالی سے دو ہزار تینتیس
سال شروع ہوتا ہے۔ اس دن ہندوؤں کے ہر طبقے اور ہر مکتب خیال کا
شمی پوجا کرتا ہے اور ہر گھر میں بھگوان رام کے گُن گائے جاتے ہیں۔ اصل
یوہار رام کے لنکا فتح کر کے راون کو شکست دے کر سیتا کو صحیح سلامت
یا واپس لے آنے کا جشن ہے۔ ویسے رام کے بن باس بھیجے جانے کی
ن بہت لمبی چوڑی ہے اور پھر اس سے ہر ہندوستانی واقف ہی ہے۔

اجہ دشرت اجودھیا کے راجہ تھے۔ ان کی تین بیویاں تھیں۔ کوشلیا،
ور کیکئی۔ ان سے انھیں چار لڑکے ہوئے تھے۔ کوشلیا سے رام، سُمترا
ہمن اور کیکئی سے بھرت اور شترگھن۔ ان میں رام سب سے بڑے
لعزیز تھے۔ یہ چاروں بھائی آپس میں بہت ہی پیار و محبت سے رہا
تھے۔ ان کی محبت مثالی تھی۔ لیکن ایک دن عجیب بات ہو گئی کہ کیکئی
جہ سے دو شرطیں رکھیں کہ میرے بیٹے بھرت کو گدی پر بٹھایا جائے اور
۱۴ سال کے لئے بن باس بھیج دیا جائے۔ راجہ دشرت اپنے وعدے
راج

کے پکّے تھے۔ انھوں نے اپنی تیسری بیوی کیکئی سے اس وقت ایک وعدہ
کیا تھا جبکہ کیکئی نے راجہ دشرت کے رتھ کا ایک پہیہ ٹوٹ جانے پر اپنی
انگلی لہولہان کر کے راجہ کی جان بچائی تھی۔ راجہ نے اس وقت وعدہ کیا
تھا کہ کیکئی جب بھی جو کچھ مانگے گی دیدیں گے۔ چنانچہ جب کیکئی نے تجویز رکھی
تو راجہ نے قبول کر لی، اور بھرت کو گدی سونپ دی اور رام کو بن باس بھیج
دیا۔ رام کے ساتھ ان کی پتنی سیتا بھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ چھوٹے بھائی
لکشمن بھی چل پڑے۔ قصہ مختصر یہ کہ جنگل میں رام اور لکشمن ہرن کے شکار میں
مگن دور نکل گئے، سیتا اکیلی رہ گئیں۔ اب صرف لکشمن ریکھا ہی ان کی
محافظ تھی۔ لنکا کے راجہ راون نے موقع غنیمت جانا اور کسی طرح ایک سادھو
کا بھیس بدل کر سیتا کو لکشمن ریکھا سے باہر لے آیا اور سیتا کو اغوا
کر لیا۔ راون کی اس حرکت کے پیچھے ایک انتقام کا جذبہ تھا کہ سیتا کے دیور
لکشمن نے راون کی بہن سُرپنکھا کی ناک کاٹ دی تھی۔ ناک کاٹنے کی وجہ
یوں بیان کی جاتی ہے کہ سُرپنکھا لکشمن کو اپنے حُسن کے جال میں پھانسنا
چاہتی تھی اور ان کے پیچھے پڑ گئی تھی اور لکشمن قطعاً اُسے نہیں چاہتے تھے۔

خیر جب سیتا کا اغوا ہو گیا تو ہنومان جی نے جو رام کے سچّے بھگت تھے، لنکا
میں بڑی ہوشیاری اور چابکدستی سے قدم رکھا اور سیتا کی حفاظت کے لئے
پہنچ گئے۔ مختصر یہ کہ انھوں نے سارے لنکا کو جلا کر راکھ کر دیا۔ رام اور لکشمن
بھی وہاں پہنچے اور انھوں نے بڑی بہادری اور جوانمردی سے سیتا کو حاصل
کیا اور اپنے ملک اجودھیا چلے آئے یہاں انھیں پتہ چلا کہ ان کے پتا جی
راجہ دشرت کا دیہانت ہو چکا ہے اور بھرت نے گدّی پر بیٹھنے کے بجائے
اپنے بھائی رام کے پیر کی کھڑاویں (جوتیاں) گدی پر رکھ دی ہیں۔

دیوالی کا یہ تہوار رام کی واپسی کے جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ مندرجہ
بالا کہانی میں بھائیوں کی محبت کی ایک زبردست مثال ملتی ہے جبکہ یہ
بھائی سگے نہیں سوتیلے تھے۔ راون اور رام کی جنگ اور پھر ہنومان جی کی
وفاداری، راجہ دشرت کا وعدہ، بھرت کی عقیدت اور اُصول پسندی، لکشمن
کا اپنے بھائی رام کے ساتھ شانہ بہ شانہ چلنا، سیتا کا اپنے پتی سے پیار اور
ہر حال میں ساتھ دینا۔ یہ سب کی سب باتیں اپنے اندر بڑی وسعتیں رکھتی
ہیں، بڑی گہرائی و گیرائی رکھتی ہیں۔

الغرض اس کہانی کو یاد رکھیں تو انسانیت کا دامن چھوٹتا نہیں ہے
یہ دراصل حق و باطل کی جنگ میں حق کی فتح کی کہانی ہے جو ہمیشہ ہم ہندوستانیوں
کے دلوں میں پیار و محبت، حق اور انصاف کے دیئے روشن رکھے گی۔

گیا اندھیرا آئی دیوالی ؛ کہانی اس کی ایک مثالی
آپس میں ہم ہاتھ ملائیں ؛ دیوالی کے دیپ جلائیں

اُردو ڈرامہ کے فروغ کے لئے "ایکٹ" کا ورکشاپ

'ایکٹ' یعنی ایکٹرس کم ٹوگیدر نے اُردو ڈرامہ کی دنیا میں اپنی نوعیت کا شاید پہلا ورکشاپ ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ اکتوبر کو بھولا بھائی میموریل انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے انہیں کے ہال میں منعقد کیا جو توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ ۲۵ افراد پر مشتمل جسمیں منتظمین بھی شامل ہیں ڈرامہ کے شائقین کے ایک گروہ نے اُردو ورکشاپ میں شرکت کی۔ ان تمام حضرات کو اُردو ڈرامے سے دلچسپی ہے اور انھوں نے اپنے آپ کو اُردو ڈرامے کے لئے مخصوص کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور سنجیدگی سے اُردو ڈرامہ کی ترقی میں سرگرم عمل ہیں۔ 'ایکٹ' بھی اُردو ڈرامہ کی خدمت اور برصغیر میں اس کی ترقی کے لئے کوشاں ہے۔

اس ورکشاپ میں ماہر فن حضرات کو مدعو کیا گیا تھا جنھوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ پیش کیا۔ جو ان ڈراموں کے شائقین کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ان فن کاروں میں سراج سید صاحب نے زبان اور آواز کے استعمال پر اپنے تاثرات بیان کئے رمیش پانڈے صاحب نے اس کے برعکس خاموش اداکاری (مائم) کی اہمیت بیان کی۔ پروفیسر فصیح احمد صدیقی صاحب نے اپنے مقالے کے ذریعہ لوگوں کو اُردو ڈرامے کے ماضی، حال اور مستقبل سے روشناس کروایا۔ سردار عرفان صاحب کا فنِ اداکاری پر بیان سامعین کے لئے نہ صرف باعثِ حظ تھا بلکہ اس فن کو جاننے کے لئے ایک زرّین موقع بھی۔ اقبال نیازی نے المیہ اُردو ڈرامے پر روشنی ڈالی۔ نتن سیٹھی صاحب نے پروڈکشن (تخلیق) پر اپنے تاثرات بیان کئے اور آخر میں پروفیسر صدیقی صاحب اور ریحان موسٰی صاحب نے ہدایتکاری کے رموز سے 'ایکٹ' کے حضرات کو آگاہ کیا۔

ویسے تو مختلف زبانوں میں اس قسم کے کئی ورکشاپ ہو چکے ہیں جن میں "اوِنکار" "بہوروپی گروپ" اور "تھیٹر گروپ" کے ورکشاپ قابلِ ذکر ہیں اس نوعیت سے اُردو کا یہ ورکشاپ کافی اہمیت رکھتا ہے جو نومشق حضرات کو نہ صرف ڈرامے کے فن کی باریکیوں سے آگاہ کرواتا ہے بلکہ مشق کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔

اُردو کے اس ورکشاپ کے دوران پچاس سے زیادہ اصلاحی مشقیں کی جا چکی ہیں۔ جن میں انفرادی اور اجتماعی طور پر لوگوں کو اپنی فن اداکاری کا فی البدیہہ اظہار کرنے کا موقع ملا تھا۔

'ایکٹ'، یعنی ایکٹرس کم ٹوگیدر کے اس ڈراماتی ٹروپ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ اُردو ڈرامے کو برصغیر میں اس مقام تک پہنچایا جائے جس پر آج ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ڈرامے جلوہ افروز ہیں۔ 'ایکٹ' کے نظریہ سے اُردو کا مطلب ہندی اور اُردو کی آمیزش شدہ ہندوستانی نہیں بلکہ اس سلیس اور شستہ زبان سے مُراد ہے جو کہ آج بھی ہندوستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں رائج ہے۔

'ایکٹ' ان تمام خواتین و حضرات کا خیر مقدم کریگا جو اس ادارہ کو اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن تعاون دینے کے متمنی ہیں اس سلسلے میں وہ ایکٹ سے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں:

ایکٹرس کم ٹوگیدر

پوسٹ بکس نمبر ۹۸۲۶، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۵۰

نوجوانوں کے ادارہ "ایکٹ" کے زیر اہتمام "اُردو ڈرامہ" ورکشاپ" میں ایک تمثیلی منظر میں بائیں سے دائیں:

* شعیب صدیقی * شیخ لال * دل راج
* شاہنواز آتش * عمران * عرفان * نعیم احمد
* عبداللہ اور سراج سید۔

دیوالی کی رات

سال بھر سے منتظر تھے جس چمکتی رات کے — وہ چمکتی رات آئی نور برساتی ہوئی ! !
آج ، اِک اِک شے نظر آتی ہے اس ماحول میں — مسکراتی رقص کرتی جھومتی گاتی ہوئی ! !
دیکھتے ہی دیکھتے تبدیل منظر ہو گیا — شام آئی ، زندگی کا حُسن پھیلاتی ہوئی
دل کشی تازہ گلابوں کی ہے چہروں سے عیاں — چِتونوں کی جوت ہے تاروں کو شرماتی ہوئی
سرخوشی معصوم بچّوں کی ہے کتنی جانفزا — رنگ و بُو کی موج ہے ہر سمت لہراتی ہوئی
خوشنما ہے رنگ و روغن ہر در و دیوار کا — جِن کی تابش آئینہ آنکھوں کا چمکاتی ہوئی
ہو رہے ہیں لکشمی پُوجا کے سارے اہتمام — رات آئی ، زندگی کا راز سمجھاتی ہوئی
یہ رسیلی راگنی ، یہ سیلِ رنگ و موجِ نور — ان مناظر پر نظر جاتی ہے اِتراتی ہوئی !
یہ مسرت کے جلو میں کامرانی کا جلوس — خامشی بھی آج جیسے بولتی گاتی ہوئی
سب نچھاور ہو رہے ہیں اس درخشاں رات پر — اب دِلوں سے موجِ غم جاتی ہے کتراتی ہوئی

راس آئے دیس والوں کو یہ دیوالی کی رات
اب جو رات آئے وہ آئے بن کے خوشحالی کی رات

• ادیب مالیگانوی
شوکت پریس، نیاپورہ ۔ مالیگاؤں (ناشک)

غزلیں

• حیاؔت وارثی
باغِ انوار۔ لکھنؤ ۳

ہر صبح نکلتے ہیں ہر شام کو ڈھلتے ہیں
سورج کی طرح اُن کے انداز بدلتے ہیں

شاید کسی راہی کو سائے کی ضرورت ہو
اس واسطے اے یارو ہم دھوپ میں چلتے ہیں

نظریں نہ اُٹھانا تم اندیشۂ طوفاں ہے
موجوں کی طرح دل کے جذبات مچلتے ہیں

یہ رات کی تاریکی قاصد ہے سویرے کی
جذبے کی حرارت سے پتھر بھی پگھلتے ہیں

احساس و عمل دونوں ہیں دشمنِ جان و دل!
پروانے بھی جلتے ہیں دیوانے بھی جلتے ہیں

چہروں کے تغیر کا احساس نہیں ہم کو
ہم جب بھی بدلتے ہیں آئینے بدلتے ہیں

منزل نے حیاتؔ اُن کے خود بڑھ کے قدم چومے
منزل کا یقیں لے کر جو گھر سے نکلتے ہیں

• ڈاکٹر نایاب لکھنوی
نیا پورہ۔ مالیگاؤں

نظروں کا جو نظروں سے تصادم بھی نہیں ہے
جذبات میں اب دل کے تلاطم بھی نہیں ہے

حاصل تھی خوشی جن سے ملاقات کی اکثر
بالواسطہ اب اُن سے تکلم بھی نہیں ہے

دیکھا ہے جو اس جلوہ گہہ ناز کا عالم
تسکینِ نظر محفلِ انجم بھی نہیں ہے

اُن سے دلِ سادہ کو توقع ہے کرم کی!
جن میں کوئی اندازِ ترحم بھی نہیں ہے

کیا جانئے ہنس ہنس کے وہ کیا سوچتا ہوگا
دیوانہ بڑی دیر سے گم سُم بھی نہیں ہے

محظوظ ہو کیسے کوئی اِس رنگِ چمن سے
کانٹوں میں کشش، گل میں تبسم بھی نہیں ہے

میں بے سر و ساماں سہی، خود دار ہوں لیکن!
کہنے کو مجھے نازِ تنعم بھی نہیں ہے

کیا آس لگائے کوئی ساقی سے کرم کی
میخانے میں لبریز کوئی خُم بھی نہیں ہے

نایابؔ نوازش ہے یہ اربابِ سخن کی
حالانکہ مرے پاس ترنم بھی نہیں ہے

• ندا فاضلی
باندرہ، بمبئی ۵۱...۴۰۰

س کو بھی یہاں دیکھئے ہشیار بہت ہے
اید یہ صدی وقت سے بیزار بہت ہے

ساتوں کی گذرگاہ سے تنہا نہ گذر یئے
دو چار قدم بعد یہ دشوار بہت ہے

لئے ہی ہوا اب بھی کھنک اٹھتے میں موسم
ٹی ہوئی پازیب میں جھنکار بہت ہے

گھر آئی گھٹا باندھیئے سامانِ سفر!
پردیس کی برسات شرربار بہت ہے

ارگی شائستہ ہوئی جاتی ہے ورنہ
ں دور میں گنجائشِ انکار بہت ہے

*

• شوق ماہری
زینب منزل، کھنڈوہ

رندوں کو یہ مانا کہ غمِ تشنہ لبی ہے
ساقی کی شکایت تو بڑی بے ادبی ہے

خاکِ دلِ برباد کو اتنا نہ کریدو!
دامن کو بچاؤ کہ ابھی آگ دبی ہے

بیٹھا ہوں ترے سامنے بے عرض و گزارش
یہ حسنِ طلب ہے کہ مری بے طلبی ہے

کہہ دو یہ غمِ دہر سے فرصت نہیں مجھ کو
شیشہ میں ابھی اور شرابِ عنبی ہے

کس منہ سے کریں آرزوئے صبحِ تمنا
اپنے تو مقدر میں وہی تیرہ شبی ہے

اے شوق ادھر دل ہے، ادھر سنگِ حوادث
اور اس پہ غضب یہ ہے کہ شیشہ طلبی ہے

• اشفاق انجم (مالیگاؤں)

حیران ہوں نصیب کی بخشش کو دیکھ کر
سائے سے اپنے دھوپ میں محروم ہیں شجر!

قبضے میں اپنے ہوتی فضاؤں کی مملکت
اڑتے اگر ہواؤں کی رفتار دیکھ کر

اُن سے ملے تو خود سے بھی پہچان ہو گئی
ورنہ ہم اپنی ذات سے اب تک تھے بے خبر

ہر ٹکڑے میں بس ایک ہی تصویر پاؤ گے
دیکھو تو اپنی ذات کا آئینہ توڑ کر

نشتر سے لوگ کرتے ہیں زخمِ جگر رفو
یہ رسم تو کہاں سے چلی میرے چارہ گر

انجم زمیں سے جن کی جڑیں رشتہ توڑ لیں
دیکھا ہے سب نے سوکھ کے گرتے ہیں وہ شجر

*

می راج

وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے بمبئی میں ۱۰ اکتوبر کو منعقدہ سینئر آئی پی ایس افسران کے اجلاس سے خطاب کیا۔ اس تصویر میں دائیں جانب وزیر مملکت برائے امور داخلہ شری بھائی ویدیہ اور انسپکٹر جنرل آف پولس، شری وی وی چوبل اور بائیں جانب آئی پی ایس افسران تشریف فرما ہیں۔

خبریں ۔ تصویروں میں

بمبئی میں ۱۰ اکتوبر کو مہاراشٹر لیبر ویلفیئر بورڈ کی سلور جوبلی کے موقعہ پر للت کلا بھون کا افتتاح وزیراعلیٰ شری شرد پوار کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر وزیر محنت و سیاحت شری سوشیل کمار شندے اور وزیر مملکت برائے مالیات ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا بھی موجود تھے۔

۱۵ اکتوبر کو وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے سدھارتھ نگر باندرہ (مشرقی) میں جھونپڑپٹی سدھار کا رسمی افتتاح کیا۔ یہ بستی سدھارتھ کالونی ڈیولپمنٹ پروجیکٹ، باندرہ ایسٹ کمیونٹی سینٹر اور سی ای بی ای ایم اور ہالینڈ کے اشتراک سے قائم کی جارہی ہے۔ تصویر میں یہاں تعمیر کی جانے والی ایک عمارت کا نمونہ دیکھا جاسکتا ہے۔

وزیراعلیٰ، شری شرد پوار (دائیں طرف) آنجہانی پروفیسر این. ایس پھڈکے کی میت پر پھول چڑھا رہے ہیں. بائیں طرف ارتھی جلوس کا منظر

۲۱ راکتوبر کو ڈائرکٹوریٹ برائے ثقافتی امور کی جانب سے ریاست مہاراشٹر کیرتن مہوتسو کا افتتاح وزیر مملکت برائے ثقافتی امور شری ونایک راؤ پاٹل نے کیا۔ وزیر موصوف کو تقریر کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

ربیع ہم و خریف فصل پر غور و خوض کرنے کے لئے پونے میں پونے ڈویژن افسران کے ایک منعقدہ اجلاس سے وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے خطاب کیا۔ وزیر مملکت برائے دیہی ترقیات، شری پرتاپ سنگھ بھوسلے، وزیر مملکت برائے زراعت، شری سری پت راؤ بوندرے وزیر زراعت شری جی اے دیشمکھ، وزیراعلیٰ شری شرد پوار، وزیر تعاون، شری این ڈی پاٹل، وزیر محنت شری سوشیل کمار شندے اور وزیر مملکت برائے امور داخلہ، شری بھائی ویدیا اس جلسہ میں شریک تھے۔
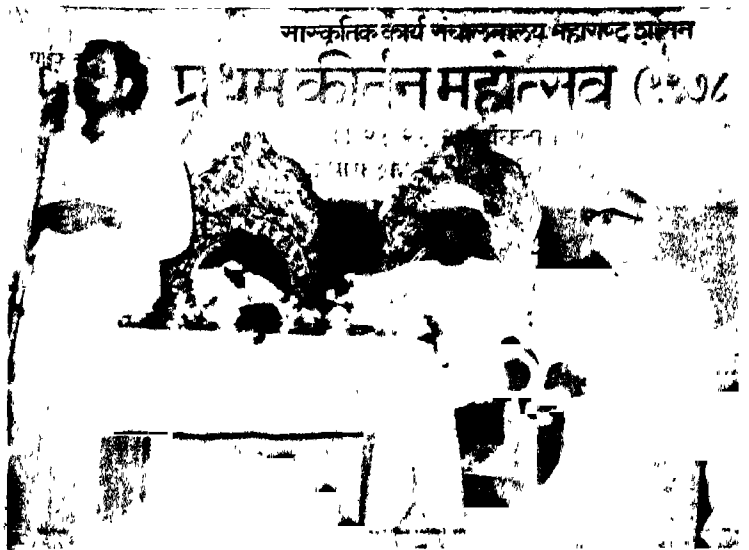
وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ۱۴ نومبر کو ورلی ممبئی میں نہرو پلانیٹیریم میں آلودگی آب و ماحول کے مسائل پر ایک سیمینار کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ تصویر میں نہرو پلانیٹیریم کے سکریٹری شری رجنی پٹیل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔
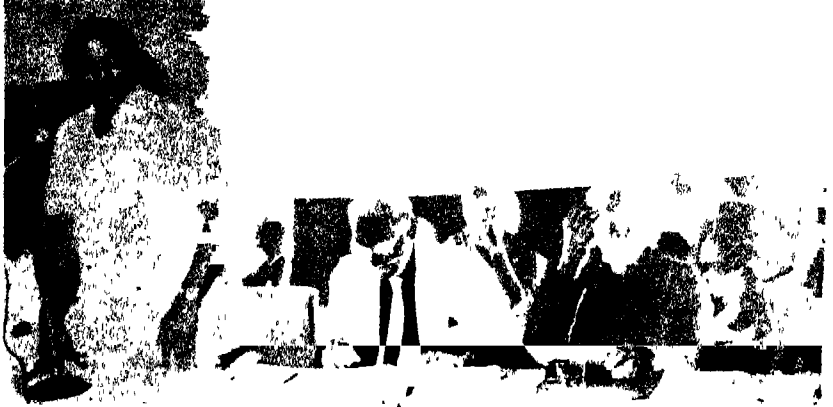
انصار پروگریسو ایسوسی ایشن (ماہم) کے زیر اہتمام گذشتہ دنوں ایک رنگا رنگ تقریب منعقد ہوئی جس میں اثر بن یحییٰ صاحب کی تصویر "حسرت موہانی۔ ایک سیاسی ڈائری" کا افتتاح بھی عمل میں آیا۔ ایسوسی ایشن کے ایک عہدیدار محمد احمد صاحب، عالی جناب نہال احمد صاحب وزیر برائے روزگار، مین پاور ڈیولپ منٹ، ٹیکنیکل تعلیم و تربیت کو بیج لگا رہے ہیں۔

تصویر میں دائیں جانب عالی جناب اتم راؤ پاٹل، وزیر برائے محصول و بازآبادکاری، وسط میں عالی جناب سونو سنگھ پاٹل، مرکزی وزیر مملکت برائے امور داخلہ دیکھے جا سکتے ہیں۔

ایڈیشنل چیف سیکریٹری شری کے۔ کے۔ بھوگمے نے ۵ نومبر کو آل انڈیا سول سروسیز سوئمنگ مقابلے میں انعامات تقسیم کئے۔ زیر نظر تصویر میں آپ مہاراشٹر کے شری اے۔ جی۔ پوار کو انعام دے رہے ہیں۔

وزیر مملکت برائے آبپاشی شری شیواجی راؤ پاٹل نے حال ہی میں ۱۸ بے زمین زراعت پیشہ مزدوروں میں گائے خریدنے کے لیے ۳۶۰۰ روپیہ کے قرضہ جات تقسیم کیے۔ یہ رقم اسٹیٹ بنک آف انڈیا کی موٹالا۔ شاخ اور اسمال فارمرس ڈیولپ منٹ ایجنسی کی جانب سے مہیا کی گئی ہے تصویر میں ایک زراعت پیشہ خاتون وزیر موصوف سے چیک لے رہی ہیں۔

۲۱ اکتوبر کو نائیگام پولس ہیڈ کوارٹر بمبئی میں قائم شہید پولس جوانوں کی یادگار پر وزیر مملکت برائے داخلہ شری بھائی ویدیہ نے پھول چڑھائے۔

حکومت مہاراشٹر کے چیف ڈائریکٹر برائے اطلاعات و عوامی رابطہ شری ایم آر پاٹل نے "کلا ڈنڈی" نامی آرٹ نمائش کا افتتاح کیا۔ یہ نمائش ضلع تھانہ کی امبرناتھ میونسپل کونسل کی جانب سے امبرناتھ میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں ۲۵ مانے ہوئے فنکاروں کے فنی نمونے پیش کیے گئے تھے۔

وزیر صحت عامہ ڈاکٹر (شریمتی) پرمیلا ٹوپلے نے ضلع اکولہ میں منعقدہ ایک خصوصی کیمپ میں سیلاب زدگان کو روزمرہ کی اشیا تقسیم کیں۔ تقریباً ۹۱۳ خاندانوں کو اس کیمپ میں پناہ دی گئی تھی۔

ذیلی ہدایتی کمیٹی

حکومت مہاراشٹر نے ایک ریاستی سطح کی ذیلی ہدایتی کمیٹی تشکیل دی ہے جو کہ مرکزی حکومت کی صنعتی پالیسی میں اعلان کردہ چھوٹے پیمانے کے صنعتی سکٹر کی، ترقی پر مزید زور دینے کی غرض سے قائم کی گئی ہے۔

انڈسٹریز کمشنر کمیٹی کے چیرمین ہیں جو کہ ریاست میں ذیلی صنعتوں کی ترقی کے لئے بہتر ڈھانچہ، ربط باہمی اور مقررہ وقت کے پروگرام تیار کریگی۔

سیلاب راحت کیلئے وزیر اعلیٰ کی اپیل کارگر

تمام ٹریڈ یونینوں کے نمائندوں، اخباروں کے مدیران، مشتہرین اور دواساز اداروں نے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار کو یقین دلایا ہے کہ وہ مغربی بنگال اور دیگر ریاستوں میں سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لئے عوام کو بیدار کرنے کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کریں گے اور بھرپور تعاون کریں گے۔

ٹریڈ یونین نمائندوں نے ایک زبان ہو کر طے کیا کہ وہ ورکروں سے اپیل کریں گے کہ جن کی آمدنی ۵۰۰ روپے سے کم ہے وہ پانچ روپے اور اگر ۵۰۰ روپے سے زیادہ ہے تو دس روپے اس فنڈ کے لئے عطیہ دیں۔

انھوں نے وزیر اعلیٰ سے درخواست کی کہ وہ مناسب ہدایات جاری کریں تاکہ آمدنی کے ذرائع ہی میں سے انتظامیہ متذکرہ رقم فنڈ کے لئے وضع کرے۔

اس بیٹھک میں شری سوشیل کمار شندے، وزیر محنت، شری کے۔ کے موگھے ایڈیشنل چیف سکریٹری، ٹریڈ یونینوں کے لیڈران، اخباروں کے مدیران، مشتہرین اور دواساز صنعت کے نمائندوں نے شرکت کی۔

بنگال کے سیلاب سے متاثرہ افراد کی امداد کیلئے صنعتکاروں کی یقین دہانی

صنعت کاروں اور کاروباری حلقوں کے نمائندوں نے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار کو مغربی بنگال اور دیگر ریاستوں کے سیلاب سے متاثرہ افراد کی بحالی کے لئے وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ میں دل کھول کر امداد کرنے کی یقین دہانی کی۔

اس سے قبل وزیر اعلیٰ نے صنعت کاروں اور کاروباری حلقوں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے ان سے بنگال کے سیلاب زدوں کی امداد کے لئے ہر ممکن تعاون کی اپیل کی تھی۔ آپ نے کہا کہ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی ہمیں اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے تمام تر ذرائع کا استعمال کر کے بنگال کے سیلاب زدگان کی امداد کرنی چاہیئے۔

اس میٹنگ میں موجود تمام افراد نے وزیر اعلیٰ کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ ملازمین کے عطیہ جات کے علاوہ بذاتِ خود بھی وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ میں چندہ دیں گے۔

شری رجنی پٹیل نے سیلاب راحت فنڈ اکٹھا کرنے کے بارے میں کی گئی کارکردگیوں پر روشنی ڈالی۔

میئر کا عطیہ: اس سے قبل میئر، شری وامن راؤ مہاڈک نے وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ میں دو چیک بالترتیب ۲,۴۱,۹۹۶ روپے اور ایک لاکھ روپے، مراٹھواڑہ کے متاثرہ افراد کے لئے پیش کئے۔

وزیر اعلیٰ راحت فنڈ میں عطیہ

سنسکار بال مندر مادھو باغ اسکول بمبئی کے بچوں نے وزیر اعلیٰ کے راحت فنڈ میں مشرقی ہند کے سیلاب سے متاثرہ افراد کے لئے ۱۱۱ روپے کا عطیہ دیا۔

گورنر شری صادق علی کی جانب سے نامزد کردہ چار نئے ممبران لیجسلیٹو کونسل سروشری الیاس پوار، ایم جی ویدیہ، اتور سانگستانی اور این ڈی مہانور نے ۲۰ اکتوبر کو کونسل ہال، بمبئی میں حلف لیا۔ مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے چیرمین شری آر۔ ایس گوائی نے ان نئے ممبران سے عہدہ اور رازداری کا حلف اٹھوایا۔ اس تصویر میں شری مہانور اور شری پوار حلف لیتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔

سری نگر میں مہاراشٹر پویلین کی تعریف

سری نگر میں منعقدہ چالیسویں کل ہند صنعت و دستکاری نمائش ۲۰ اکتوبر کو ختم ہوئی۔ مقام نمائش سنٹرل مارکیٹ میں منعقدہ اختتامی تقریب کی صدارت جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ جناب شیخ عبداللہ نے فرمائی۔

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر کی جانب سے لگائے ہوئے مہاراشٹر پویلین کو اسٹیٹ پویلین کے درجہ میں علم آرائش اور ترتیب پر توصیفی سند ملی۔ کل ہند نمائش میں یہ پویلین خاص طور سے جاذب نظر رہا اور سری نگر میں کشمیر کے باشندوں اور سیاحوں سب ہی نے یکساں طور پر اس کی تعریف کی۔ ۷ ستمبر کو اس نمائش کے افتتاح کے بعد چالیس دن کی مدت میں ایک لاکھ پچھتر ہزار سے زیادہ لوگوں نے یہ پویلین بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

شری ایم۔ کے دیش پانڈے، ڈپٹی ڈائرکٹر (اگزیبیشن) ۲۰ اکتوبر کو سری نگر میں وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر، جناب شیخ عبداللہ کے دست مبارک سے چالیسویں صنعت و دستکاری نمائش میں مہاراشٹر پویلین کو دی گئی خاص توصیفی سند قبول فرما رہے ہیں۔

* *

سیلاب راحت ہفتہ

ریاست میں ۹ سے ۱۵ دسمبر تک سیلاب راحت ہفتہ منایا جائے گا۔ اس کا فیصلہ ۲۴ اکتوبر کو طلبا، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے نمائندوں کی منترالیہ میں منعقدہ ایک میٹنگ میں کیا گیا۔

اس میٹنگ کا اہتمام سیلاب راحت مہم کے سلسلہ میں سٹیزن فلڈ ریلیف کمیٹی نے تعلیمی کمیونٹی کے تعاون کو حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔

شری سدانند ورد ے، وزیر تعلیم نے فرمایا کہ مغربی بنگال اور دیگر ریاستوں میں ناگہانی آفت ہمارے لئے ایک چیلنج ہے۔ انھوں نے اس بات پر اعتماد کا اظہار کیا کہ ایسے نازک موقع پر بمبئی اور مہاراشٹر کے افراد سیلاب سے متاثرہ اپنے بھائی بہنوں کی بروقت امداد کریں گے اور دل کھول کر تعاون دیں گے۔

وزیر محصول اور کمیٹی کے نائب صدر شری اتم راؤ پاٹل نے سیلاب سے متاثرہ دیہی علاقوں کے افراد کی امداد کے لئے چوطرفہ امدادی پروگرام وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ کیونکہ دیہی علاقوں کے افراد کو زیادہ نقصان پہنچا ہے اور کثیر تعداد میں ان کے مویشی ضائع ہوئے ہیں۔

بمبئی کے میئر شری وامن راؤ مہاڈک نے میونسپل ملازمین اور اساتذہ کی جانب سے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کی۔

شری رام جوشی، وائس چانسلر بمبئی یونیورسٹی نے فرمایا کہ یونیورسٹی کمیونٹی اس موقع پر یکجا ہو کر ہر ممکن امداد کی سعی کرے گی۔ انھوں نے اس بات کا بھی یقین دلایا کہ وقت ضرورت طلبا رضاکاروں کی حیثیت سے امداد کے لئے حاضر رہیں گے۔ ایک ضمنی کمیٹی شری رام جوشی کی صدارت میں مرتب کی گئی تاکہ اساتذہ اور طلبا کی سرگرمیوں کو اس سلسلہ میں جاری کیا جا سکے۔

شری رجنی پٹیل، کمیٹی کے صدر نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ شری شنکر راؤ کالے وزیر مملکت برائے تعلیم نے شکریہ ادا کیا۔

ایس ایس سی طلبہ کیلئے اسناد

ایسے طلبہ جو مارچ ۱۹۷۵ء میں منعقدہ ایس ایس سی امتحان (نئے اور پرانے کورس) میں شریک ہوئے تھے اور جنھوں نے قومی لیاقتی وظائف کے لئے درخواستیں دی تھیں لیکن وہ وظائف حاصل نہیں کر سکے تھے کیونکہ ان کے والدین کی آمدنی ۶۰۰۰ روپے سے زیادہ تھی۔ اب انھیں لیاقت کی اسناد اور ۱۰۰ روپے نقد انعام دیا جا رہا ہے۔

لیاقت کی یہ اسناد ایس ایس سی امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ کے اسکولوں کو بھیج دی گئی ہیں۔

یومِ اقوام متحدہ

یومِ اقوام متحدہ کے موقع پر مرکزی وزیر مملکت برائے امور خارجہ شری سمرینید کنڈو نے ایک جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ادارہ اقوام متحدہ نے تمام چھوٹی اقوام کو انفرادیت اور خود اعتمادی عطا کی ہے۔

شری کنڈو، مہاراشٹرا اقوام متحدہ ایسوسی ایشن اور ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز اور یونسکو ادارہ جات کے اسٹیٹ فیڈریشن کے اشتراک سے منعقدہ ایک پروگرام میں بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کر رہے تھے۔

اس موقع پر شری ایس۔ بی چوان وزیر مالیات، منصوبہ بندی و برقی قوت نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

شری کنڈو نے فرمایا کہ انجمن اقوام متحدہ کے بغیر دُنیا کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس انجمن ہی سے دُنیا میں امن قائم رکھنے کی اُمیدیں قائم ہیں۔

شری کنڈو نے فرمایا کہ اسلحوں کی دوڑ نیز دولتمند اور غریب ممالک کے درمیان تفرقہ کو مٹانے میں اقوام متحدہ کو کافی مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ لیکن ترقی یافتہ ممالک اس بات پر ضرور رضامند ہوں گے کہ وہ غریب ممالک کو اپنی جدید تکنیکی معلومات سے مستفید کریں۔

شری چوان نے فرمایا کہ جواہر لال نہرو کے عہد سے ہی ہندوستان اقوام متحدہ میں ہمیشہ جائز مطالبات کے لئے لڑتا آیا ہے اور آج بھی ہم اسی پالیسی پر گامزن ہیں۔

شری ایم۔ آئی۔ آریا تھر ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے فرمایا کہ امسال اسی قسم کے پروگرام کا اہتمام مہاراشٹر کے تمام اضلاع میں کیا گیا ہے، تاکہ عوام کو اقوام متحدہ کے اغراض ومقاصد سے روشناس کرایا جا سکے نیز اقوام متحدہ کی دیگر ایجنسیوں مثلاً ایف۔ اے۔ او، ڈبلیو۔ ایچ۔ او، اور یونیسف سے متعلق لوگوں کو معلومات بہم پہنچائی جا سکے۔

پولس یادگار دِن پریڈ۔ پولس کمشنر کا خراجِ عقیدت

'پولس یادگار دن' ۲۱ اکتوبر کو ناگپور میں پولس لائنز ٹاکلی میں ان پولس افسران اور پولس سپاہیوں کی یاد میں منایا گیا جنھوں نے قوم کی خاطر اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے جانیں قربان کر دیں۔

پولس کمشنر شری ایچ۔ سی المیڈا نے پورے ملک کے ۵۸۳ پولس کے شہدا کو خراجِ عقیدت پیش کیا، جنھوں نے اپنے فرض کی ادائیگی کرتے وقت اپنی جان دی۔ ان میں ۱۲ مہاراشٹرا اور ایک ناگپور کے پولس جوان کا نام بھی شامل ہے۔

قومی راج

فرض کی ادائیگی میں جاں بحق ہونے والے پُولس کے جوانوں کو خراجِ عقیدت

ان دس بہادر پولس کے جوانوں کی یاد میں جنھوں نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو لداخ میں اپنے فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے جانیں قربان کیں، نیز ان تمام دیگر پولس افسران کی یاد میں جو فرض کی ادائیگی میں جاں بحق ہوئے، ممبئی میں ۲۱ اکتوبر کو سالانہ 'پولس یادگار دن' پریڈ منعقد ہوئی۔

شری بھائی ویدیہ، وزیر مملکت برائے داخلہ نے نائیگاؤں پولس صدر مقام پر واقع یادگار پر پھول چڑھائے۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے شری ویدیا نے فرمایا کہ اپنے فرض کی ادائیگی میں پولس کے جوانوں کی قربانی ہم سب کے لئے روحانی فیضان کا ذریعہ ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ ہندوستان کے ہر شہری کو ان افسران اور پولس کے جوانوں پر فخر ہے جنھوں نے وطن کے لئے فرض ادا کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دی۔

پورے ہندوستان سے ایسے تمام افسران اور پولس جوانوں کے نام پریڈ کے موقع پر پڑھ کر سُنائے گئے جنھوں نے فرائض کی ادائیگی میں اپنی جانیں قربان کیں۔

ودربھ علاقے کے ترقیاتی کاموں پر حکومت کی خصوصی توجہ۔ (شری اڈک)

شری گووندراؤ اڈک، وزیر آبپاشی نے ۲۱ اکتوبر کو ناگپور میں فرمایا کہ سرکار ودربھ علاقے کے مختلف مسائل پر خاص طور سے توجہ دے رہی ہے اور یہ کہ آبپاشی سے متعلقہ عوامی شکایتوں کا ازالہ کرنے کے لئے خصوصی اقدامات کئے جائیں گے۔

محکمہ کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے شری اڈک محکمہ آبپاشی کی ڈویژنل بیٹھک کو خطاب کر رہے تھے۔

آبپاشی پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد کو معاوضہ دینے کا حوالہ دیتے ہوئے شری اڈک نے افسران کو ہدایت کی کہ وہ ان معاملات میں جلد از جلد تصفیہ کریں نیز ان افراد کیلئے متبادل اراضی کا فوری طور پر انتظام کریں۔

وزیر موصوف نے آبپاشی کے تحت ضمانت روزگار اسکیم کے لئے زیادہ سے زیادہ فنڈ استعمال کرنے پر زور دیا اور اس سلسلہ میں کئے گئے اقدامات پر اطمینان ظاہر کیا۔

معذوروں کو وظائف، آمدنی کی حد میں اضافہ

حکومت مہاراشٹر نے موجودہ تعلیمی سال سے نابینا، بہرے اور جسمانی طور پر معذور طلبہ کو وظائف دینے کی اسکیم کے تحت ان کے والدین کی سالانہ آمدنی کی حدود بڑھا کر ۳۶۰۰ روپئے کے بجائے ۴۸۰۰ روپے کر دی ہے۔ ●●

,UMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for without prepayment of postage*

قومی راج
"جنگلی جانور نمبر
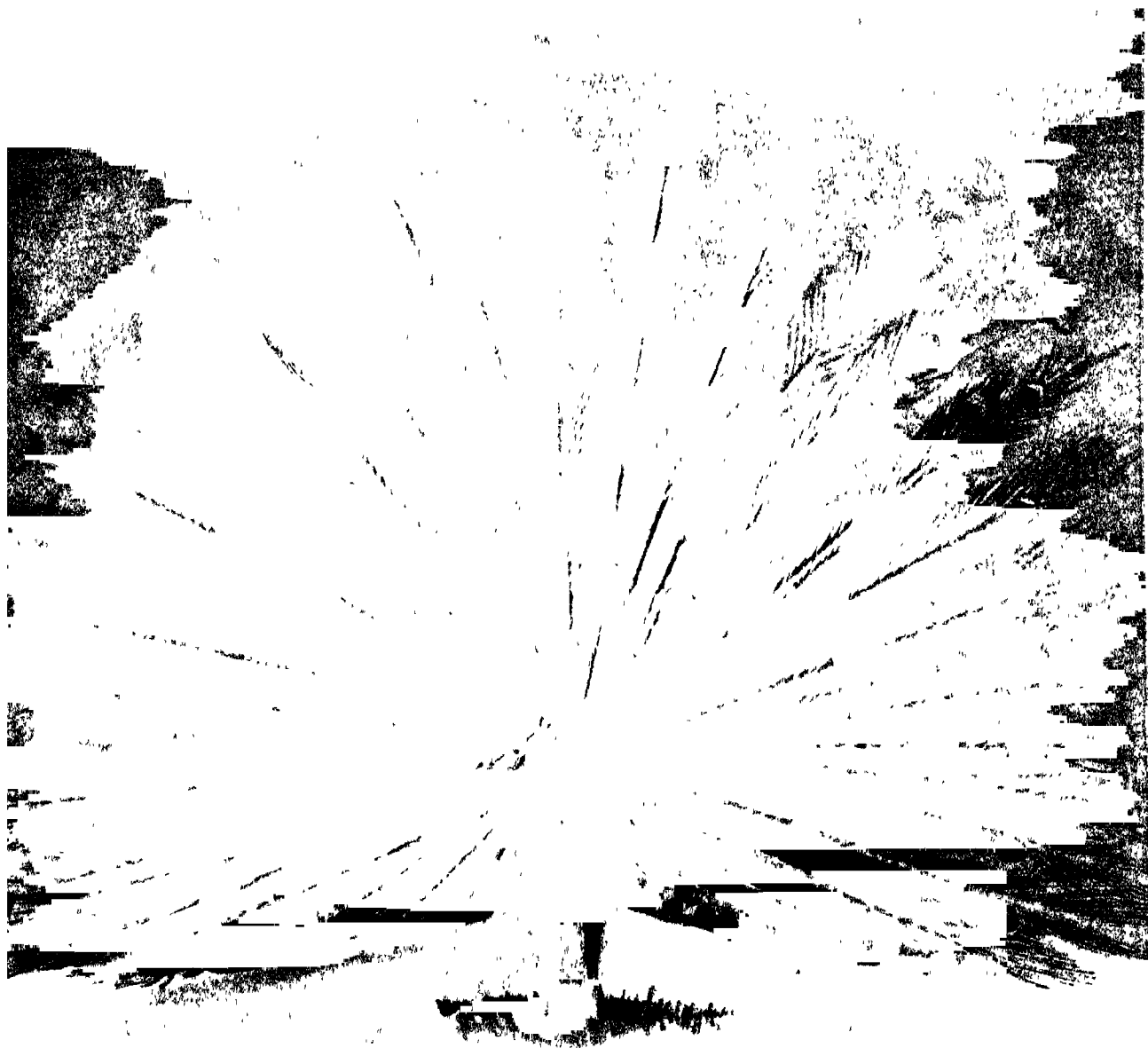
قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۵ شمارہ نمبر ۲۲ و ۲۳

۲۵ نومبر اور ۱۰ دسمبر ۱۹۷۸ء مشترکہ شمارہ

"جنگلی جانور" نمبر

نگران: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

نغمہائے گفتنی

ہر سال پورے ملک میں دسمبر کے پہلے ہفتہ (۳ دسمبر تا ۱۰ دسمبر) جنگلی جانوروں سے متعلق ہفتہ منایا جاتا ہے۔ امسال بھی یہ ہفتہ منایا گیا اور اسی سلسلہ میں قومی راج کا یہ خصوصی شمارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اس حقیقت سے انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جو جنگلات پھیلے ہوئے ہیں وہ جنگلی جانوروں کی قدیمی آماجگاہ ہیں اور آج بھی مختلف قسم کے جانور، جو دنیا کے اکثر حصوں میں نایاب ہوچکے ہیں، ان میں آباد ہیں۔ مثال کے طور پر گجرات کے گیر جنگلات میں ببر شیر کی نسل اب تک قائم ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ببر شیر صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کے قریب تھے۔ مگر حکومت کے بروقت اقدام نے انھیں پھر اپنی حفاظت میں لے لیا۔

اسی طرح مختلف آبی پرندے جن کے مختلف رنگ، مختلف چہکاریں، انسان کو خوشیاں بخشتی ہیں، ہندوستان کی ندیوں اور تالابوں میں بسے ہوئے ہیں اور ان کی رونق دوبالا کر رہے ہیں۔ اسی شمارے میں "پرندوں کی دنیا" پر شری سی۔ بی داس پُترے کا مضمون بھی شامل ہے جسے پڑھ کر آپ کو پرندوں کے بارے میں نئی معلومات حاصل ہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی شیر، چیتا، شیر ببر، اود بلاؤ، مینڈرل (لنگور) سارس، کالا ہرن وغیرہ پر بھی معلوماتی مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔

اپنی رائے سے نوازیں۔

خواجہ عبدالغفور

سرورق:۔ ہندوستان کا عظیم پرندہ تغدار

سرورق ۲و۳ • رنگ برنگی توتا۔ میکسیکو تا بولیویا
• سنہرا توتا۔ پناما تا ارجنٹائن

آخری سرورق:۔ لم ڈھینگ

قارئین کی رائے

• سید شاہد انیس
۲۱۷۵ - قاسم جان اسٹریٹ، بلیماران، دلّی ۱۱۰۰۰۶

"قومی راج" خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ یہ پہلا رسالہ ہے، جس میں ہم نے اتنی تفصیل سے 'فلم نگری' (قومی راج ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء) کے متعلق پڑھا۔ شکریہ!

— • —

• محمد رضی الدین معظم
۸۲۶ - رحیم منزل، شاہ گنج، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲

۲۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء کا شمارہ عین انتظار میں ملا۔ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ خداوند کریم 'قومی راج' کے شماروں کی عظمت و رفعت کو قائم رکھے اور نظر بد سے بچائے۔ (آمین)
معنوی اعتبار سے تو اس وقت بھی گرانقدر شماروں میں شامل ہے اور صد آفرین ہے آپ حضرات کی عالی ہمتی پر کہ آپ سبھوں نے گذشتہ روایات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔
محترم المقام گلزار زتشی دہلوی صاحب کے معجز نگار قلم سے "برنت وہ سب سے اونچا ....." شمارہ کی جان ہے۔ ہمارے شہر ہمارے قصبات - "پونے" پڑھ کر دل بھر کر دعائیں نکلیں۔ خدارا اس سلسلے کو جاری رکھئے۔ آج اس قسم کی تحریریں نعمتِ عظمیٰ ہیں۔
محبوب راہی کی نظم "دلوالی" بھی خوب ہے۔
مختصراً یہ کہتے ہوئے رخصت ہوں گا کہ 'قومی راج' اتنا خوبصورت اتنا پیارا پرچہ ہے کہ کوئی دشمن بھی ہو تو آپ کی جرأت، خوش سلیقگی اور حسنِ انتظام کی داد دیئے بغیر نہ رہے گا۔

— • —

• شہزادہ گل
- دکاس نگر، دہرہ دون (یو۔ پی)

ایک دوست نے 'قومی راج' کا "اقبال نمبر، شراب بندی نمبر، فلم نگری نمبر، ۱۰ ستمبر کا صنعتی نمبر مجھے بھجوایا، دوستی کا حق ادا کر دیا 'قومی راج' واقعی ایک اردو کا ایسا رسالہ ہے جو ہر اردو داں کے مطالعہ میں رہنا چاہیئے۔

— • —

• حفیظ الرحمٰن
کنگھی محل، بیکن گنج - کانپور

'شراب بندی نمبر' کے بعد قومی راج کا ۲۵ اکتوبر ۷۸ء کا شمارہ "سحر انگیز - فلم نگری" دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ "شراب بندی نمبر کی طرح یہ نمبر بھی ہر طرح قابلِ تعریف اور قابلِ داد ہے۔ اس قدر معلوماتی، دلکش اور معیاری اردو پندرہ روزہ شائع کرنے پر حکومتِ مہاراشٹر مبارکباد کی مستحق ہے۔

— • —

• ایچ۔ اے۔ عرفانی
حسین گنج، لکھنؤ

جناب محبوب راہی صاحب کی رائے (قومی راج ۲۵ اکتوبر ۷۸ء) سے میں اور میرے تمام احباب پوری طرح متفق ہیں کہ 'قومی راج' ہر لحاظ سے اس قدر خوبصورت ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کے دلکش رسائل کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ ۲۵ اکتوبر کے شمارے میں 'پونے' سے متعلق تاریخی معلومات سے پُر مضمون بہت پسند آیا۔ " سٹری دیوی شانتا رام سے ملاقات " اور فلم نگری کی سیر بھی بہت خوب رہی اور بے حد معلوماتی۔ 'دو آنکھیں بارہ ہاتھ' اور اس کے ساتھ اسی شمارے میں " دارانا نگر" سے متعلق دلچسپ سبق آموز، معلوماتی مضمون پڑھ کر - آپ سب کو مبارکباد پیش کروں گا۔ " مہم جوئی کے دلچسپ افسانے" کی طرح - ایک جیتی جاگتی - بلکہ خوشحالی کی طرف قدم بڑھاتی ایسی بستی کی کہانی اس مضمون میں پیش کی گئی ہے کہ اس کا جس قدر زیادہ سے زیادہ پرچار ہو - بڑا نیک، مستحسن اور قابلِ تعریف کام ہوگا۔ ایسے حقائق جو قدروں کے دھارے کو بدل دیں ایسے مضامین جو دلوں میں خوشحالی کی سمت بڑھنے کی رہنمائی کر سکیں، صرف 'قومی راج' میں پڑھنے کو ملتے ہیں اور " دارانا نگر" اس کی مثال ہے۔

— • —

• سلطان احمد ساحل — جمشید پور

'قومی راج' ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء سحر انگیز - فلم نگری' نظر نواز ہوا - فلم نگری کے متعلق معلوماتی مضامین سے آگاہی ہوئی - واقعی آپ کا عزمِ مصمم قابلِ ستائش ہے۔ جس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ براہِ کرم ادبی مضامین کے لئے کچھ صفحات اور بڑھا دیئے۔ عنایت ہوگی۔ طباعت اور کتابت کے لئے ایک مرتبہ پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں!

"وَن پَرانی ہفتہ" - ۱۹۷۸ء

ـــــ وزیر اعلیٰ کی اپیل

شری شرد پوار
وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

ہمارے جنگل اور ان میں پائے جانے والے قسم قسم کے جانور ایک بڑا اہم ورثہ ہیں جو قدرت نے ہمیں عطا کیا ہے۔ ہمارے یہ طرح طرح کے جانور بڑی شان بان والے ہیں۔ شاندار شیر، قوی ارنا بھینسہ، خوشنما سانبھر اور خوبصورت ہرن، نایاب جانور ہیں۔ طرح طرح کے خوش رنگ اور خوش الحان پرندے ہیں۔ یہ بیش قیمت قومی ورثہ ہمارے لئے قابلِ فخر ہے۔

بہرحال معاشی خوش حالی کی دُھن میں ہم جنگلات کو بُری طرح کاٹتے اور اُجاڑتے رہے تاکہ ایندھن، عمارتی لکڑی اور کاشت کے لئے زمین حاصل کی جائے۔ قدرتی طور پر اس سے غریب جانور بھی حیران پریشان ہو گئے۔ کھال، گوشت، سینگ یا محض شوق کی خاطر جنگلی جانوروں اور پرندوں کے شکار کی وجہ سے ان کی جان خطرہ میں پڑ گئی۔ چیتے اور شیر جیسے جانوروں کی نسل معدوم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مستقبل میں ہماری نسلیں اس قابلِ قدر ورثہ سے محروم نہ ہوں تو اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان جنگل کے جانوروں کی پوری طرح حفاظت اور دیکھ بھال کی جائے۔

فی الحال حکومت مہاراشٹر اس معاملہ میں جو کچھ بھی ممکن ہے وہ کر رہی ہے۔ لیکن اس کوشش میں لوگوں کا تعاون نہایت ضروری ہے تب ہی پوری کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ انسان، جنگل اور جنگلی جانور سب ایک ہی کائنات اور ماحول کا حصّہ ہیں اور جب ان کے باہمی توازن میں خلل پڑتا ہے تو پورا ماحول ہی متاثر ہوتا ہے۔

جنگلات کی اندھا دھند بربادی سے نہ صرف جانور ہی متاثر ہوتے ہیں بلکہ آب و ہوا وغیرہ پر بھی اس کا ناموافق اثر پڑتا ہے اور انسان بھی محفوظ نہیں رہتا۔ لہٰذا اب وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر روشن خیال شہری اس قدرتی دولت یعنی جنگل اور جنگلی جانوروں کی حفاظت اور دیکھ بھال کی فکر کرے۔ لہٰذا میں 'وَن پَرانی ہفتہ' کے موقع پر جو ہم اس سال ۳ر دسمبر سے ۱۰ر دسمبر ۷۸ء تک منائیں گے، مہاراشٹر کے تمام باشندوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ خود اپنے نیز آئندہ نسلوں کے فائدے کی خاطر اس قدرتی دولت کی حفاظت کے کام میں پوری طرح تعاون کریں۔

*****

قدرت کے عطیہ کی حفاظت

شری چھیدی لال گپتا، وزیر جنگلات کی اپیل

شری چھیدی لال گپتا
وزیر جنگلات

فیاض قدرت نے ہمارے دیس کو جنگل اور اس کے پرانیوں کی صورت میں بیش بہا عطیہ دیا ہے۔ ہمارے بزرگ جنگلات اور اس کے جانوروں کے شیدائی تھے۔ ہمارے قدیم فکر و خیال، فلسفہ اور تہذیب و تمدن میں جنگل کی پُرسکون فضا اور دلکشی رچی بسی ہے۔ لیکن ان سرسبز جنگلات کی بربادی سے اس کے پرانی بھی نابود ہونے لگے۔ حقیقت میں یہ بات اب ہماری سمجھ میں آئی ہے کہ قدرتی توازن کو برقرار رکھنے کی کس قدر ضرورت ہے۔
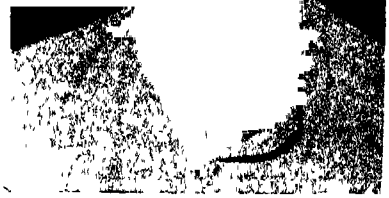
انسان کی ہوس، غارتگری، سنگدلی اور جہالت ہی کے سبب اس بیش قیمت ورثہ کی بربادی ہوتی ہے۔ ریاست کے بعض حصّوں، مغربی مہاراشٹر اور مراٹھواڑہ میں جانوروں کی آبادی تشویشناک حد تک گھٹ گئی ہے اور عظیم ہندوستانی تغدار (GREAT INDIAN BUSTARD) اور سانبھر جیسے جانور کمیاب ہیں۔

حکومت جنگلی جانوروں کی شکل میں اس 'دولت' کی حفاظت کے لئے پوری تندہی سے کوشش کر رہی ہے لیکن یہ کوشش اسی وقت سودمند اور کارگر ہوگی جبکہ خود عام لوگوں میں اس مٹتی ہوئی دولت کی حفاظت کا احساس پیدا ہو اور وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ جنگل اور اس کے پرانی یا جانور بڑی معاشی قدر و قیمت رکھتے ہیں اور انسانی فلاح و بہبود کے لئے لازمی ذریعہ ہیں۔ قانونی اور عملی کارروائی گو لازمی ہے لیکن جنگل اور ان کے پرانیوں کی حفاظت کے لئے محض اتنا ہی کافی نہیں۔ اس کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ موثر پرچار اور تعلیم و تربیت پر زور دیا جائے اور رائے عامہ کو صحیح خطوط پر ہموار کیا جائے۔ جنگل اور اس کے جانوروں کی زندگی کی بحالی ہر شہری کو عزیز ہونی چاہیئے۔

ہمیں اپنے دلوں میں جنگلی جانوروں یعنی قدرت کے اس عطیہ کی حفاظت کا پورا پورا احساس پیدا کرنا چاہئے اور اپنی قومی فلاح و بہبود اور خوش حالی کی خاطر اس عام اور مشترکہ فرض کو انجام دینا چاہیئے۔

عظیم ہندوستانی پرندہ - تغدار

• ونود مون

جی۔ فلیٹ، ویسٹرن انڈیا کلب کوارٹرز۔ ڈاکٹر کویاجی روڈ، پونے - ۱

تغدار - (GREAT INDIAN BUSTARD) عظیم ہندوستانی پرندہ ہے ۔ مقامی طور سے اسے اضلاع احمد نگر اور سولا پور میں مالڈھوک، ضلع اورنگ آباد کی تحصیل ویج پور میں 'کالڈھوک'، ضلع احمد نگر کی تحصیل نیواسے میں 'کولو ہکمانے' اور اضلاع چندر پور اور راوت محل میں 'ہمب' کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ بڑا سُبک پا دوڑنے والا پرندہ ہے۔ قدرے بھاری پن کی وجہ سے یہ ایک دم اوپر اڑ نہیں سکتا بلکہ ہوائی جہاز کی طرح کچھ دور دوڑ کر پرواز شروع کرتا ہے۔ اس کا وزن تیرہ تا اٹھارہ کلوگرام ہوتا ہے۔ یہ پرندہ کرۂ ارض پر پچاس ساٹھ ملین سال پہلے سے صحرا نورد ہے۔ جنگلات کے بارے میں دستیاب ریکارڈ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ عظیم ہندوستانی تغدار جو چند دہائی قبل

جھاڑیوں اور گھاس سے پٹا، کوہستانی قطعہ جہاں بیچ میں کھیت بھی ہوں۔ "تغدار" پرندوں کی پسندیدہ آماجگاہ ہے ۔

آسٹریلیا کا "کوری تغدار"

تیس چالیس کے غول میں نظر آتا تھا اب کمیاب ہو گیا ہے، اور اس کی نسل قریب قریب معدوم ہو رہی ہے۔

فی الحال کرۂ ارض کے چار مختلف جغرافیائی خطوں یعنی یوریشیائی افریقی، ایشیائی اور آسٹریلوی خطہ جات میں یہ پرندہ ملتا ہے۔ اول مغربی حصہ اسپین، پرتگال، وسطی یورپ، شمالی افریقہ، سعودی عرب اور مشرقی چین پر مشتمل خطہ میں چار اقسام نسل کے تغدار پائے جاتے ہیں۔ دوئم براعظم افریقہ کے شمالی حصہ کو چھوڑ کر باقی پورے خطہ افریقہ میں تغدار کی چھ نسلیں اور سولہ اقسام ہیں۔ برصغیر ہند تیسرے ایشیائی خطہ میں آتا ہے جہاں تغدار کی سہ نسل اور سہ اقسام ہیں۔ مہاراشٹر میں پایا جانے والا عظیم ہندوستانی تغدار ان ہی تین میں سے ایک نسل سے تعلق رکھتا ہے۔

آخری آسٹریلوی خطہ میں تغدار کی صرف ایک نسل اور قسم پائی جاتی ہے۔

دنیا کے ان تمام جغرافیائی خطوں میں تغدار کی ۲۳ اقسام ہیں جن میں سے اکیلے افریقہ ہی میں ۱۹ اُنیس اقسام ہیں۔ مہاراشٹر میں پائے جانے والے تغدار کی نسل چاروں جغرافیائی خطوں میں موجود ہے۔

بہرحال عظیم ہندوستانی تغدار جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے دیگر خطوں کے تغدار کے مقابلے میں خاصا بڑا، خوبصورت اور رو بدار ہوتا ہے۔

یہ اصلاً بڑا تیز رو پرندہ ہے۔ اور خاص مقررہ جگہ ہی پر اس کا مسکن ہوتا ہے۔ گو یہ پرندہ دور تک پرواز کی قوت و صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ عارضی مقامی ہجرت ہی کا عادی ہے جو دس پندرہ کلو میٹر تک ہی محدود رہتی ہے۔ ہندوستان میں ۶۸° مشرقی تا ۸۴° مشرقی طول البلد اور ۳۲° شمالی اور ۹° شمالی عرض البلد کے درمیان واقع خطہ میں اس کا جائے مسکن ہے۔ اس خطہ میں اس کے قدرتی مسکن کی حالت بدل گئی ہے، اور اس کے باعث یہاں اس پرندہ کی آبادی بھی خاصی گھٹ گئی ہے۔ اب یہ کرناٹک، آندھرا پردیش، مہاراشٹر، گجرات راجستھان اور مدھیہ پردیش میں خاص خاص جگہ کبھی کبھار ہی نظر آتا ہے۔ قدرے پہاڑی سرزمین جہاں گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوں، اس پرندے کا مثالی مسکن ہوتا ہے۔

روپ رنگ: یہ بڑا اسٹول، خوشنما روپ رنگ والا پرندہ ہے سر پر کلغی، لمبی چونچ، اونچی رنگین گردن، سیاہ بھورے پر، سفید سینہ، سُبک لمبی ٹانگیں۔ نر اور مادہ رنگ روپ میں مشابہ ہوتے ہیں، البتہ مادہ قد میں نر سے چھوٹی ہوتی ہے۔ نر کا وزن تیرہ تا اٹھارہ کلو گرام ہوتا ہے۔ یہ پرندہ آج کل اکیلا تنہا یا دو تین کے ساتھ نظر آتا ہے۔ دو دہائی قبل پچیس تیس پرندوں کے غول عام طور سے نظر آتے تھے۔ حال ہی میں مہاراشٹر کے بعض حصوں میں آٹھ دس پرندے یکجا دکھائی دیئے تھے۔

یہ قدرے شرمیلا، لیکن بہت چالاک اور تیز نظر پرندہ ہے۔ یہ دشمنوں اور خصوصاً زمین کے برابر برابر دبے دبے پاؤں آنے والے انسانوں پر بڑی تیز نظر رکھتا ہے۔ اس کا سیاہ و بھورا رنگ زمین کے رنگ سے اس طرح گھل مل جاتا ہے کہ تیز ترین دوربین سے بھی اس کا پتہ چلانا مشکل ہوتا ہے۔ خالق نے اس پرندہ کی حفاظت کے لئے اُسے یہ بڑا کارگر عطیہ دیا ہے۔ دشمن سے بچنے کے لئے یہ جھاڑیوں کی آڑ میں چھپ جاتا ہے یا اڑ جاتا ہے۔ پرواز کے دوران پروں کو دھیرے دھیرے متواتر حرکت دیکر یہ طویل فاصلہ باآسانی طے کر لیتا ہے۔ عموماً یہ تقریباً ستر تا سو میٹر بلندی پر پرواز کرتا ہے۔

ویسے تو تغدار سبزی خور پرندہ ہے، لیکن کیڑے مکوڑے اور الابلا بھی چٹ کر جاتا ہے۔ جھینگر، ٹڈی اور ایسے ہی دیگر کیڑے مکوڑے

وغیرہ خوب مزے سے کھاتا ہے۔ اس طرح یہ اناج کی فصلوں کو ان سے پہنچنے والے نقصان سے بچاتا ہے۔ سانپ، چھپکلی اور ایسے ہی رینگنے والے چھوٹے موٹے دوسرے کیڑے نیز جوار، باجرہ اسے مرغوب ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بیشتر اوقات یہ پرندے باجرہ اور جوار کے کھیتوں میں یا ان کے اِرد گرد چُگتے نظر آتے ہیں۔

افزائشِ نسل :

مادہ تغدار قد میں نسبتاً چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کا قد نر کے مقابلے میں ۱۸ یا ۲۰ سینٹی میٹر کم ہوتا ہے۔ مادہ کے نچلے سینے کے اوپر کا حصہ کمتر ہی یکساں سیاہ پروں سے بھرا ہوتا ہے۔ افزائشِ نسل کا موسم عموماً برسات کے آغاز سے چند دن پیشتر شروع ہوتا ہے اور ابتدائی برسات میں ایک مہینہ یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ جاری رہتا ہے۔ اس زمانے میں نر تغدار ملکر اپنے خاص نرالے انداز سے پیار و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض تغدار بڑے بڑے پر پھیلا کر مور ناچ کے مانند بڑی آن بان سے چلتے ہیں یا فضا میں ترانۂ جنگ گاتے ہوئے اُڑ جاتے ہیں؛ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ رقیبوں کو دور رکھیں اور مادہ پرندوں کو لبھائیں۔ اس اثناء میں نر تغدار صحبت اور تکمیلِ خواہش کی صورت نکال لیتے ہیں۔

پرندوں کے جوڑوں کے آپس میں ملاپ کے کچھ عرصہ بعد مادہ پرندہ کسی چھوٹی جھاڑی کی آڑ میں یا جوار اور باجرہ کے کھیت میں محفوظ جگہ انڈہ دیتی ہے۔ عموماً وہ خاصا بڑا ایک ہی انڈا دیتی ہے۔ کبھی کبھار ہی اس کے دو انڈے ہوتے ہیں۔ انڈا ۸ سینٹی میٹر لمبا اور ۵ سینٹی میٹر گول ہوتا ہے۔ انڈے دینے اور بچے پیدا کرنے کا زمانہ اپریل سے اکتوبر تک رہتا ہے۔ جبکہ خریف جوار اور باجرہ کی فصلیں کھڑی ہوتی ہیں۔ کھیت میں نرائی یا گھریلو مویشی کے لئے گھاس پھوس جمع کرتے وقت کھیت مزدوروں کو ایسے انڈے نظر آجاتے ہیں۔ جنگلی جانور (تحفظ) ایکٹ ۱۹۷۲ء کی فہرستِ اول میں مندرج اقسام میں یہ پرندہ شامل ہے لہٰذا قانون کے تحت اس پرندے کے انڈہ کو ضائع کرنے یا اس کا شکار کرنے کے جرم پر کم سے کم چھ ماہ کی سزائے قید اور پانچ سو روپے جرمانہ رکھا گیا ہے۔ قدرت کے ہر شیدائی اور باضمیر شخص کا فرض ہے کہ ان قوانین کا پرچار کرے اور اس بے مثال پرندے کو بربادی سے بچائے۔

چند دہائی قبل اضلاع احمد نگر، سولاپور، چندر پور، ایوت محل اور اورنگ آباد کی سطح مرتفع اس شاندار پرندہ کا مسکن تھی اور وہاں ان کی خاصی بہتات تھی۔ مراٹھواڑہ خطہ میں سبھی اضلاع ان کی آماجگاہ تھی۔ یہ خوبصورت پرندہ قدرے ڈرپوک واقع ہوا ہے اور انسان کو اپنے آس پاس پاکر سہم جاتا ہے۔ بیل گاڑی یا جیپ اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ سماج دشمن اور خود غرض آدمی اس پرندے کی اس عادت سے خوب فائدہ اُٹھاتا ہے۔

اس پرندے کی نسل اب قریب قریب معدوم ہوتی جارہی ہے جس کا وجود اس دنیا میں تقریباً ساڑھ ملین سال سے چلا آرہا ہے۔ قدرت کے بہت سے عناصر کے مابین یہ پرندہ بھی خصوصاً مزارعین کے لئے فیض رساں ہے۔ اس کی نسل کو بچانے کا مقصد یہی ہے کہ بڑے پیمانے پر اناج کی فصلوں کو کیڑے مکوڑوں کی دست برد سے بچالیا جائے۔ اور اس طرح انسان کو خوشحالی نصیب ہو۔

اس پرندے کی اقسامِ نسل کو قانوناً اور عملاً محفوظ رکھنے کے مقصد سے ریاستی حکومت نے فی الحال یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس پرندے کے لئے "سینکچوری" یعنی مامن قائم کیا جائے۔ اس معاملے میں عملی اقدامات کئے جارہے ہیں۔ قانون کی رُو سے اس پرندے کی پوری طرح حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے اور اسے ضرر پہنچانے کے جرم پر سخت ترین سزا تجویز کی گئی ہے۔

بہر حال اس بے نظیر پرندے کے تحفظ کے کام میں نیک دردمند، خدا ترس اور فرض شناس افراد، ماہرینِ حیوانات اور خصوصاً مزارعین سبھی کی جانب سے عملی تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم سب کو پورے عزم اور استقامت کے ساتھ اس پُروقار پرندے ۔ عظیم ہندوستانی تغدار ۔ کی حفاظت کا بیڑا اٹھانا چاہئے۔

••

تلخیص: عبدالوحید خاں جامی

شہد اور شہد کی مکھی

★

ایس. ایم سلیم
خلافت کمپاؤنڈ، موتی شاہ روڈ، ممبئی ۲۷...۴
قومی راج

انسان کے قدم جب زمین پر پڑے تب ہی سے وہ زمین کی ان چیزوں کی تلاش میں لگ گیا جو اس کے لئے فائدہ مند ہو سکتی تھیں۔ اس نے اپنی حفاظت کے خیال سے اوزار بنائے، ان ہتھیاروں سے اس نے جانوروں کا شکار کیا۔ جانوروں کا گوشت کھا کر اس کی کھال سے اپنے لئے لباس تیار کئے۔ پالتو جانوروں کو پال کر ان سے کام لیا۔ ان کو ہل میں جوتا۔ جب اس نے ذرا چین کا سانس لیا تو ایک دن اس کی نظر درختوں پر لٹکتے ہوئے چھتّوں پر پڑی۔ شہد کے چھتّے دیکھ کر اس کی پیاس اُبھر پڑی۔ کسی طرح اُس نے شہد حاصل کیا اس کو چکھا اور یقین کیا کہ شہد اس کے لئے نقصاندہ چیز نہیں بلکہ اچھی چیز ہے، اس کا مزہ اسے بہت اچھا لگا۔ پھر کیا تھا، پھر تو روزمرّہ ہی اُسے استعمال میں لانے لگا۔

لیکن شہد کس طرح تیار ہوتا ہے یہ کم دلچسپ نہیں ہے۔ یوں تو شہد کی مکھیوں کے چھتّہ سے شہد ملتا ہے، مگر شہد کا چھتّا تیار کرنے میں شہد کی مکھیوں کو کڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ کئی مکھیاں اسی وجہ سے ہلاک بھی ہو جاتی ہیں کئی تیز دھوپ سے جھلس جاتی ہیں، لیکن پھر بھی اپنا کام نہیں چھوڑتیں، بڑی ہمّت سے وہ شہد کا چھتّہ تیار کر ہی لیتی ہیں۔ ایک چھتّہ کی مکھیاں مل کر کسی ایک قسم کے پھول کو چن لیتی ہیں۔ جس میں رس اور خوشبو زیادہ سے زیادہ ہو۔

شہد کا چھتّہ ایک ریاست کی طرح ہوتا ہے جہاں راجہ رانی اور رعایا سبھی ہوتے ہیں، راجہ کو 'ڈرائن'، رانی کو 'کوئین' اور رعایا کو مزدور کہا جاتا ہے۔ چھتّے میں دو طرح کے خانے ہوتے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے، بڑے خانے میں شاہی لوگ یعنی راجہ اور رانی کے انڈے رکھے جاتے ہیں اور چھوٹے خانے میں مزدور مکھیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک چھتّے میں صرف ایک رانی ہوتی ہے اس کے پَر بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ رانی کا کام صرف انڈے دینا ہوتا ہے جب شہد کا چھتّہ پُورا ہو جاتا ہے تو یہ بڑے شان سے چھتّے کا معائنہ کرتی ہے۔ اور ایک ایک خانے کے شہد کا مزا لے کر دیکھتی ہے۔ پوری تسلّی کرنے کے بعد وہ انڈے دینا شروع کرتی ہے ڈرائن کی تعداد ایک چھتّے میں تقریباً سو ہوتی ہے ان کا کام صرف انڈے کی دیکھ بھال کرنا ہوتا ہے۔ چھتّہ بنانے کا سارا کام مزدور مکھیاں کیا کرتی ہیں۔ ڈرائن نر ہوتا ہے، رانی مادہ ہوتی ہے۔ مزدوروں میں نر اور مادہ دونوں ہوتے ہیں۔ نر مزدور پھولوں کی تلاش میں جاتے ہیں اور مادہ مزدور چھتّہ سنبھالتی ہیں۔ جب پہلی راجکماری پیدا ہوتی ہے تو وہ سبھی انڈوں کو بے کار کر دیتی ہے۔ جس میں یہ رانی پیدا ہونے والی ہوتی ہے اور خود اس چھتّہ کی مالکن بن جاتی ہے۔ سب ہی انڈوں میں سے جب مکھیوں کے بچوں کا جنم ہو جاتا ہے تو راجہ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ مادہ مزدور بچوں کو اُڑنا، پھرنا اور چلنا سکھاتی ہیں۔ جب بچے اُڑنے کے لائق ہو جاتے ہیں تو اس چھتّے کی سب ہی مکھیاں ایک نئے چھتّے کی بُنیاد ڈالتی ہیں۔ اس چھتّے کی رانی پہلے چھتّے کی راجکماری ہوتی ہے اگر کسی حادثے میں رانی مَر جاتی ہے تو راجکماری کو رانی بنا دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شہزادی موجود نہ ہو تو سب مزدور مکھیاں مل کر کوئی دوسری مادہ مکھی کو رانی بنا لیتی ہیں۔ اگر چھتّے میں کوئی انڈا نہ ہو تو سب ہی مکھیاں کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں اور چھتّہ جھڑ جاتا ہے ساری مکھیاں ہلاک ہو جاتی ہیں

اگر رانی ناکارہ ہو جائے تو اُسے سب ہی مزدُور مکھیاں مِل کر مار ڈالتی ہیں۔

ایک نئے چھتّے کی بُنیاد رکھنے پر سب مزدُور اپنے کام پر لگ جاتے ہیں

مزدُور مکھیوں کا نچلا ہونٹ کچھ لمبا ہوتا ہے۔ جو یوں دیکھنے میں نظر نہیں آتا لیکن جب وہ پھُول پر بیٹھتی ہیں تو اپنا ہونٹ پھیلا دیتی ہیں اور اس پھُول کا سارا رس کھینچ لیتی ہیں۔ رس کا کچھ حصّہ تو وہ پی جاتی ہیں اور کچھ حصّہ وہ اپنے پیٹ پر بنے تھیلے میں بھر لیتی ہیں۔ پھُولوں سے رس لے کر جب وہ لوٹتی ہیں تو اس چھتّے پر کھڑا دربان پہلے ان کا مُنہ سُونگتا ہے۔ اگر اس مکھی کے مُنہ سے کسی طرح کی کوئی بَدبُو آرہی ہو تو اُسے وہیں مار ڈالتا ہے۔ لیکن اگر ایسی کوئی بات نہ ہو تو اُسے اندر جا کر شہد جمع کرنے کی اجازت مِل جاتی ہے۔ اس طرح سے شہد جمع ہوتا رہتا ہے۔ جاڑوں میں جب پھُول پتے سب جھڑ جاتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کے پاس اور کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا تب مزدور مکھیاں شاہی خاندان یعنی رانی اور راجہ کو مار ڈالتی ہیں۔ گرمی کے دِنوں میں یہ اپنے پنکھوں سے ہوا کر کے چھتّوں کو ٹھنڈا رکھتی ہیں۔ شہد کی مکھیوں کے بچّوں کے لئے ایک قسم کا کھانا رکھا جاتا ہے۔ جسے 'بی بریڈ' (BEE BREAD) کہتے ہیں۔ 'بی بریڈ' چکھنے میں بہت ہی کڑوا ہوتا ہے۔

پُرانے زمانے سے ہی شہد کو ایک بہت ہی عجیب و غریب اور قیمتی شئے مانا جاتا ہے۔ مہاراشٹر میں مہابلیشور کے مقام پر شہد بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے اور بڑے پیمانے پر اس کی تجارت بھی ہوتی ہے۔ عموماً ادیباسی لوگ شہد اکٹھا کرنے کا کام کرتے ہیں اور ان کی آمدنی کا یہ ذریعہ بڑا سُود مند ہے۔

پیدائش کے بعد بچوں کا پہلا اناج شہد ہی ہوتا ہے۔ آیورویدک طریقہ علاج میں شہد کو دوا کی شکل میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ادویات کی تیاری میں اس کا کافی استعمال ہوتا ہے۔ شہد کمزور دل والوں کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ کمزوری دُور کرنے کے لئے ڈاکٹر بھی شہد لینے کی صلاح دیتے ہیں۔ شہد میں شکر کے علاوہ بہت سے وٹامن بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۹۵۳ء میں بھارت میں BEE KEEPING کا پروگرام بنا تھا، جو شروع میں ۱۳۰ گاؤں سے شروع ہوا اور لگ بھگ ۱۹۶۶ء میں ۱۶۰۰ گاؤں تک بڑھ گیا۔ شہد ہمارے لئے ایک طرح کا قدرت کا تحفہ ہے جسے قدرت نے ہمیں دیا ہے۔ جو کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔

★★★

قارئین کیلئے ضروری اعلان :

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے، لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

• احمد صدیقی

۱۶۳ - منہاج پور، الہ آباد (یو-پی)

اِنھیں بھی جینے دو

مادرِ وطن اور برصغیر ہندوستان کو قدرت نے اپنی وافر نعمتوں سے نوازتے ہوئے اسے بے انتہا اور بیش بہا عطیات سے مالا مال کیا ہے۔ یہاں کی مٹی، پیداوار، معدنیات، پھل، پھول اور بیل بوٹے جس شئے پر نظر ڈالیئے، آپ بہ شدت کے ساتھ محسوس کریں گے کہ اپنی عطیات کو فراخدلی کے ساتھ بخشنے کے لئے ہندوستان کے تئیں قدرت مقابلتاً زیادہ مہربان ہے۔ خزینۂ قدرت سے موتی نکالنے والے یا یوں کہیئے کہ مادرِ وطن کی مٹی سے سونا پیدا کرنے والے یہاں کے کسان اس میں پیش پیش ہیں۔

کاشتکاری سے قطع نظر آپ کو ہندوستان میں جنگلوں کی تعداد بھی زیادہ نظر آئے گی۔ ملک کے طول وعرض کے وسیع علاقوں میں آپ کو جنگلات نظر آئیں گے۔ ان جنگلوں کو قدرت نے مختلف النوع انداز کے درختوں اور پھل پھول سے نوازا ہے۔ آپ ہندوستان کے جنگلات کے بارے میں معلومات فراہم کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اچھی خاصی تعداد میں یہاں طرح طرح کے جانور یعنی درندے، چرندے اور پرندے پائے جاتے ہیں۔

ہمارے ملک کے جنگلوں میں پانچ سو نسل کے جانور، ... ۲ نسل کے پرندے اور .... ۳ نسل کے کیڑے مکوڑے پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر کی نسلیں آج ختم ہو چکی ہیں اور بہت سے جانداروں کا وجود ختم ہوتا جا رہا ہے۔ خوبصورت سینگوں والے ہرن جسے بارہ سنگھا کہا جاتا ہے، ان کی تعداد ۱۹۶۹ء میں ستر رہ گئی تھی۔ وائلڈ لائف فنڈ کی کوششوں سے اب ان کی تعداد میں مزید کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔

سوامپ ڈیئر جو چند برس قبل جنوبی ہند میں بہت نظر آتا تھا اب صرف کانھا نیشنل پارک میں دکھائی دیتا ہے۔ منی پور کا تھامن ڈیئر یا براؤن اینٹڈ ڈیئر کی نسل اب ختم ہونے کے قریب ہے۔

پرندوں میں 'پنک ہیڈڈ ڈک'، 'سنڈرس کورنچ' اور 'پہاڑی کوئل' کی نسلیں بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ 'گریٹ انڈین بسٹرڈ' اور 'لالہ تیتر' اب ختم ہونے کے قریب ہیں۔

پچاس سال قبل .... ۴ شیر ہندوستان کے جنگلوں میں گھوما کرتے تھے لیکن آج ان کی تعداد کل ... ۲ کے قریب باقی رہ گئی ہے۔ ببر شیر جو ملک کے میدانی علاقوں میں عام تھا، آج گجرات کے جنگلوں میں اپنی بقا کے لئے جد و جہد کر رہا ہے۔ اب وہاں صرف دو سو ببر شیر باقی بچے ہیں۔ چیتا جو راجستھان میں کافی تعداد میں پایا جاتا تھا، آج ہندوستان میں اس کا وجود باقی نہیں رہ گیا ہے۔ گلدار (پینتھر) قریب قریب ہر علاقے میں پائے جاتے ہیں، لیکن ان کی تعداد میں بھی اب کمی آتی جا رہی ہے۔ کچھ کے جنگلی گدھوں کی اپنی ہی کہانی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۴۶ء میں اُن کی تعداد ۳۰۰۰ اور پانچ ہزار کے درمیان تھی لیکن ۱۹۶۲ء میں وہ صرف ۸۷۰ رہ گئے تھے تب سے اب تک ان کی تعداد مزید گھٹ گئی ہے۔

جنگل اور جانوروں کی تعداد ملک کی اقتصادی حالت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ فطری خوبصورتی میں ہندوستان کے جنگل افریقہ سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ سیاحوں کو کھجراہو اور تاج محل کے ساتھ جنگلوں میں شیر یا گینڈا دکھانے کی کوشش کی جائے تو غیر ممالک سے ہندوستان میں آنے والے سیاحوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو سکتا ہے۔ جس طرح حکومت مہاراشٹر نے چار بڑے نیشنل پارک اور آٹھ مامن (وائلڈ لائف سینکچوریز) قائم کئے ہیں جہاں قدرتی ماحول میں جنگلی جانور سلامتی سے رہتے ہیں۔

(باقی ص ۱۲ پر)

جانوروں کے تحفّظ کا مسئلہ

• ھارون رشید، ایم۔ایس سی (علیگ)

مغل شہنشاہ جہانگیر شکار کے بے حد شوقین تھے۔ ایک مشاق اور ماہر شکاری ہونے کے ناطے انھوں نے خود اپنے ہاتھوں ۸۶ شیر ۹۰ ریچھ اور ۱۳۷۲ ہرن شکار کئے تھے۔ لیکن زندگی کے آخری ایّام میں انھوں نے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگالیا تھا کہ جنگل کے جانوروں کو اتنی کثیر تعداد میں محض اپنے شوق کی خاطر مارنا بےرحمی کی دلیل ہے لہذا عہد کرلیا تھا کہ آئندہ وہ اپنے ہاتھوں سے کسی بھی جانور یا پرندے کو نہیں ماریں گے۔ برسوں گذرجانے کے بعد بھی جہانگیر کے اس تاریخی فیصلے کی اہمیت یونہی برقرار ہے۔ اگر بھارت میں جانوروں کی بڑھتی ہوئی نسل کشی کو روکنا ہے تو بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ عوام جہانگیر کے کے فیصلے پر پابندی سے عمل کریں اور مُلک کو مستقبل میں ہونیوالے ناقابلِ تلافی نقصان سے بچالیں۔

زمین کے سینے پر بھارت ایک خولصورت ترین ملک ہے۔ میلوں لمبے جنگلات، آسمانوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے پہاڑ، ہرے بھرے کھیت، ناگن کی طرح بل کھاتے ہوئے دریا، اور گنگناتے ہوئے جھرنے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگاتے ہیں۔ یہاں قدرت کا حُسن اپنے پورے عُروج پر ہے۔ جنگلوں اور کھیتوں میں قلانچیں بھرتے ہوئے جانور اور فضاؤں میں محوِ پرواز حسین پرندے، ہماری تہذیب وثقافت کی علامت ہیں۔ کوئل کی کوک، بلبل کا نغمہ، پپیہے کا برہا راگ اور چشمِ غزالاں نے ہماری شاعری کی خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔

لیکن پچھلے کئی سالوں میں پیشہ ور شکاریوں اور تاجروں نے اپنے شوق اور دولت بٹورنے کی خاطر جانوروں اور پرندوں کا بڑی بے دردی سے صفایا کیا ہے۔ نتیجتاً بہت سے پرندوں اور جانوروں کی نسلیں ختم ہونے کے قریب ہوگئی ہیں۔ ہر سال لاکھوں خرگوش، بلّیاں، سانپ، اور مختلف پرندے چوری چھپے موت کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے ہیں تاکہ اُن سے حاصل شدہ کھال اور پَروں سے ہر آن بدلتے ہوئے فیشن کے نت نئے تقاضوں کو پُورا کیا جاسکے۔ پاکستان اور افغانستان کے بعد بھارت تیسرا ملک ہے جو ترقی یافتہ ممالک کو "کراکل" (KARAKUL) اُون سپلائی کرتا ہے۔ یہ اُون بھیڑ کے بچوں کو ان کی پیدائش کے ایک دن بعد مار کر حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مُشک کی لالچ میں ہزاروں ہرن موت کی نیند سُلا دیئے جاتے ہیں ایک اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں ۳ کروڑ جانور ہر سال مارے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ہماری حکومت نے غیر ممالک کو بندروں کی سپلائی رُوک کر قابل قدر قدم اُٹھایا ہے، یہ بندر جو انسانیت کی بھلائی کے نام پر منگوائے جاتے تھے انسانیت سوز مظالم کا شکار ہوتے تھے۔

جانوروں کو بے خانماں و برباد کرنے میں دوسرا بڑا ہاتھ جنگلوں کی بے تحاشا کٹائی کا ہے۔ بھارت کا ۲۰ فیصد رقبہ جنگلات سے گھرا ہوا ہے۔ صنعت وحرفت کی ترقی اور بڑھتی ہوئی آبادی کو بسانے کے لئے اَن گنت درخت کاٹے جا رہے ہیں۔ اس غیر دانشمندانہ حرکت کی وجہ سے جانوروں کی آبادی تو کم ہو ہی رہی ہے ساتھ ساتھ مُلک بھی بلاؤں کا شکار ہو رہا ہے لہذا سائنسدانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امسال سیلاب نے ملک کے طول وعرض میں جو تباہی مچائی ہے اُس کی ایک وجہ دریاؤں کے کنارے درختوں کی کمی بھی ہے۔ برسات کے موسم میں پانی بغیر کسی رکاوٹ کے شُتر بے مہار کی

طرح من مانی سمت کو چل نکلتا ہے اور اپنے ساتھ تباہی و بربادی کے اَنمٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔

جدید معاشرے نے اپنی نشوونما کی خاطر جنگلات کو کاٹ کر جو غلطی کی ہے اس کا اندازہ مشہور ماہر حیوانیات جیرالڈ ڈریل کی کتاب 'TWO IN THE BUSH' کے مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے دورے کے بعد لکھی تھی۔

"۔ نیوزی لینڈ کے لوگ تیزی سے جنگلات کی صَفائی کر رہے ہیں اور وہاں اپنے پالتو جانوروں کے لئے چراگاہیں بنوانا قابل فخر بات سمجھتے ہیں۔ مشہوُر پرندہ پین گوین (PENGUIN) کو اُس کے قُدرتی ماحول سے الگ کیا جا رہا ہے اور اُن کی آبادی حیرت انگیز طور پر کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس سلسلے کے لئے ذمّے دار وہ کسان اور لالچی شکاری بھی ہیں جو آئے دن پرندوں کے ٹھکانوں پر حملہ کرتے ہیں، اُن کے انڈوں کو توڑتے ہیں اور پین گوین کی ذرا سی مزاحمت پر اُسے مار ڈالتے ہیں۔" (صفحہ ۴۷)

اس سلسلے میں جناب فیصل ابوغزن کا بیان بھی پیش ہے جو انھوں نے اقوامِ متحدہ کی ایک میٹنگ میں دیا ہے۔ فیصل شرق وسطیٰ میں جانوروں کے تحفظ کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

"شکاریوں کی دھاندلی اور حکومتوں کی لاپرواہی کی وجہ سے شمال میں ترکی سے لے کر جنوب میں یمن تک کے علاقہ میں تقریباً سبھی بڑے جانوروں کی نسلیں ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔"

(ایونٹس ۶ راکتوبر ۷۸ء)

ہمارے صوبہ مہاراشٹر کا ۲۲ فیصد علاقہ یعنی ۶۵۰۰۰ مربع کلومیٹر کا رقبہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ چند سال قبل تک اِن جنگلوں میں انسان کی مُسلسل یلغار جانوروں کی زندگیاں اجیرن کئے ہوئے تھی۔ ۱۹۷۱ء کا ایک سرکاری رسالہ یوں رقمطراز ہے:

"۔ حالات کی سنگینی کی وجہ سے بہت سے جانور صفحۂ ہستی سے مٹتے جا رہے ہیں، جنگلی بھینسا، ہرن اور بارہ سنگھا کی نسلیں اب ناپید ہو چکی ہیں۔"

ہندوستان کے کئی اور صوبوں کی طرح مہاراشٹر کے جنگلات بھی قدرت کی فیاضی کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ ان جنگلات کا بیشتر حصّہ صوبے کے مشرق میں واقع ہے۔ ان جنگلات میں شیر، چیتے، سانبھر، ہرن، نیل گائے اور بہت سے دوسرے جانور آباد ہیں۔ پرندوں کے معاملے میں ہمارا صوبہ اور بھی زیادہ خوش نصیب ہے۔ مندرجہ ذیل چارٹ مہاراشٹر کے جانور، پرندے اور مچھلیوں کی اقسام اور ان کی تعداد کو واضح کرتا ہے:

نمبر	جانور، پرندے اور مچھلیاں	اقسام (spices) کی تعداد
۱.	دودھ پلانے والے یا پستانیے	۸۵
۲	پرندے	۴۶۰
۳	رینگنے والے جانور	۹۸
۴	جل بھومیے	۲۲
۵	میٹھے پانی کی مچھلیاں	۱۸

(یہ چارٹ مہاراشٹر اسٹیٹ کے پبلسٹی ڈپارٹمنٹ سے حاصل کیا گیا ہے۔)

ویسے تو ہمارے ملک میں جانوروں کے تحفّظ کا قانون ۱۸۸۷ء میں نافذ ہو گیا تھا لیکن مہاراشٹر میں کمیٹی کا قیام ۱۹۵۳ء میں عمل آیا تھا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ۱۹۶۱ء میں جانوروں کے تحفظ کا قانون پورے صوبے میں نافذ کر دیا گیا تھا۔ جانوروں کی نسلوں کو یوں مٹتے دیکھ کر مہاراشٹر سرکار نے ان کی حفاظت کے لئے جو اقدامات کئے وہ یقیناً قابلِ تعریف ہیں۔ آج سے چند سال پیشتر تک پورے صوبے میں جانوروں کے لئے صرف ایک پناہ گاہ تھی۔ یہ پناہ گاہ رادھا نگری کے مقام پر واقع تھی۔ اسی طرح تاڈوبا کے مقام پر صرف ایک نیشنل پارک ہے جس کا رقبہ ۱۲۷ مُربع کلومیٹر ہے۔ لیکن آج جانوروں کی پناہ گاہوں کی تعداد ۸ ہو چکی ہے، جن میں "ڈھکنا کول کاز"، "یوال"، "ناگ زیرا" اور "نانسا" کی پناہ گاہیں قابلِ دید ہیں۔

تاڈوبا کے علاوہ بوریولی کا نیشنل پارک نہایت منظم اور جدید طریقے پر بنایا گیا ہے۔

جانوروں کی حفاظت گاہیں، نیشنل پارک اور فورلیسٹ پارک کے قیام نے حالات میں بڑا حوصلہ بخش سدھار پیدا کیا ہے۔ اس سلسلے میں مہاراشٹر سرکار کے محکمۂ جنگلات کی کارکردگی بھی قابلِ تعریف ہے۔ وارڈن اور حفاظتی دستے جنگلات اور پناہ گاہوں کی کڑی نگرانی رکھتے ہیں۔ جانوروں اور پرندوں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

کامیابی کی کہانی

"فی ہیکٹر ۸۷ کوئنٹل جوار کی پیداوار کا ریکارڈ"

• اے. جی پاٹل، ایڈیٹر "شیتکاری" پونے

مہاراشٹر میں یوں تو کئی کسان ایسے ہیں جنھوں نے ریاستی اور ملکی سطح پر پیداوار کا ریکارڈ قائم کیا ہے لیکن پھر بھی چند کسان ایسے ہیں جو اس بات پر یقین ہی نہیں رکھتے کہ فصلوں کی پیداوار میں کسی قسم کا ریکارڈ قائم کیا جا سکتا ہے اسی طرح کچھ کسان یہ سمجھتے ہیں کہ صرف بڑے کسان ہی فصلوں کی پیداوار سے متعلق مقابلوں میں حصہ لے سکتے ہیں اور انعام حاصل کر سکتے ہیں اور یہ کہ چھوٹے کسان شاید ہی حصہ لیتے ہوں گے اور مشکل سے انعام حاصل کرتے ہوں گے. یہ تمام باتیں غلط ہیں کیونکہ پیداوار سے متعلق مقابلوں میں حصہ لینے کیلئے زمین کی پیمائش کی کوئی حد مقرر نہیں ہے.

اب ستارا ضلع، تعلقہ وائی، موضع بھوئنج کے شری لکشمن بھیکا جی دھر گڈے کی مثال لیجئے. آپ نے سال برائے ۷۸-۱۹۷۷ء کے ریاستی سطح پر جوار کی پیداوار کے مقابلے میں ۲،۵۰۰ روپے کا پہلا انعام جیتا ہے اس مقابلے میں آپ نے جوار کی ۸۷ کوئنٹل، ۷۶ کلوگرام، ۲۷۵ گرام پیداوار پیش کی. در حقیقت جوار کی یہ پیداوار ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ مجموعی طور سے ہمارے یہاں جوار کی پیداوار بہت معمولی ہوتی ہے.

شری دھر گڈے کی اس کامیابی کا راز کیا ہے؟

شاید کچھ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ شری دھر گڈے ایک بڑی اراضی کے مالک اور اونچے درجے کے کسان ہوں گے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے پاس تقریباً صرف دو ہیکٹر زمین ہے. اس کے علاوہ اس زمین کے صرف ایک چھوٹے سے قطعہ پر آبپاشی کی جا سکتی ہے. اسی طرح اس علاقہ میں بارش بھی غیر یقینی ہے.

شری دھر گڈے کاشتکاری کے لئے پلان مرتب کرتے ہیں اور زراعت کے جدید طریقے اپناتے ہیں. آپ نے ایس. ایس سی کیا ہے اور زمینوں کی نوعیت کی بابت ایک کورس کیا ہے. آپ کو کہیں بھی اچھی نوکری مل سکتی تھی لیکن ان کا زیادہ رجحان اپنی زمین میں کاشتکاری کی طرف ہی تھا. چنانچہ آپ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور ریاستی سطح پر پیداوار سے متعلق مقابلے میں اول انعام حاصل کیا.

طریقہ کاشت: شری دھر گڈے کی قطعہ زمین مدھم سیاہ نوعیت کی ہے جس میں نالہ بندی کی اچھی گنجائش ہے. کھیت میں گیہوں بونے کے بعد آپ نے دو مرتبہ ہل جوتا. اس کے بعد آپ نے ایک ہیکٹر میں کھاد سے لدی ہوئی ۵۰ گاڑیوں کی کھاد پھیلا دی پھر آپ نے دن بھر ڈیڑھ ہزار بھیڑوں کو اس ایک ہیکٹر زمین میں بٹھائے رکھا. آپ کا کہنا ہے کہ فطری کھاد اچھی فصل کے لئے معاون ثابت ہوتی ہے اس لئے آپ نے اپنے کھیت میں زیادہ سے زیادہ دیہاتی کھاد کا استعمال کیا. فطری کھاد زمین میں ڈالنے کے بعد چار دفعہ کھیت میں ہل چلایا.

آپ نے جوار کی بوائی کے لئے جوار کی ایک عمدہ قسم سی ایس ایچ-I کا انتخاب کیا. ۲۹ جون ۱۹۷۷ء کو کھیت بویا گیا. آپ کی خواہش تھی کہ پودوں کی پیداوار زیادہ سے زیادہ ہو، اس لئے آپ نے ۱۵ کیلوگرام جوار کے بیج ایک ہیکٹر زمین میں بو دیئے.

شری دھر گڈے کی کوشش تھی کہ زراعت کے تمام اچھے طریقوں کو اپنایا جائے، اس لئے آپ نے کیمیاوی کھادوں کا استعمال کیا. اس کے علاوہ آپ نے ۲½ کیلوگرام یوریا اور ۵۰ کیلوگرام ۱۹: ۱۹: ۱۹: فرٹیلائزر مکسچر کا استعمال کیا. چونکہ اس دوران بارش کا سلسلہ منقطع رہا لہٰذا آپ نے دو دفعہ آبپاشی کی. شروع شروع میں فصلوں میں کاٹ چھانٹ کی اور خالی جگہوں میں نئے پودے بوئے.

چونکہ آپ نے اپنی فصل کی بہترین نگہداشت کی تھی اس لئے فصل کی

حالت بہت بہتر تھی اور فصل جراثیم یا بیماریوں کے اثرات سے محفوظ رہی، اس کے باوجود احتیاطی تدبیر کے طور پر آپ نے دو مرتبہ ۴۰ کیلو گرام بی۔ایچ۔سی اور ۴۰ کیلوگرام سلفر کا چھڑکاؤ کیا۔

شری دھر گڈے نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ججوں اور مقابلے میں حصہ لینے والے دیگر کسانوں کی موجودگی میں فصل کاٹی تھی۔ اور اس طرح صرف ایک ہیکٹر زمین سے جوار کی ۸۷ کوئنٹل، ۶۷ کیلوگرام اور ۲۷۵ گرام فصل حاصل کی، اور مہاراشٹر میں اول انعام حاصل کیا۔

اخراجات سے متعلق آپ نے بتایا کہ کل ۴,۴۰۰ روپیہ خرچ ہوا۔ جبکہ حاصل کی گئی فصل کی قیمت ۱۰,۰۰۰ روپے ہے۔ اس طرح سے ایک ہیکٹر پر جوار کی فصل سے آپ کو ۵,۶۰۰ روپے کا منافع حاصل ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر منصوبہ بند طریقوں سے کاشت کی جائے اور زراعت کے کارآمد طریقے اپنائے جائیں تو جوار کی فصل سے بھی منافع حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شری دھر گڈے ایک چھوٹے کسان ہیں اور انھوں نے خریف جوار کی فصل کا ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اگر شری دھر گڈے زیادہ سے زیادہ فصل حاصل کر سکتے ہیں تو مہاراشٹر کے دوسرے کسان بھی اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور ریاستی سطح پر کاشتکاری میں ایک نیا انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔

●●

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

گوحوری جیسے مارنے کی وارداتیں اب کم ہوگئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر وہ جانور یا پرندے جن کی نسلیں ختم ہوگئی تھیں یا مٹنے کے قریب تھیں اب دوبارہ دکھائی دینے لگے ہیں۔ خوش قسمتی سے مہاراشٹر سرکار کو اس وقت ڈاکٹر سالم علی، ظفر فتح علی اور ڈاکٹر پنڈت جیسے جید لوگوں کی خدمات حاصل ہیں۔ یہ لوگ اپنے میدان میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ جسونت سنگھ اور شری تلوالکر جیسے صحافی بھی مشاورتی بورڈ کے ممبران ہیں۔

لیکن مہاراشٹر میں جانوروں کے تحفظ کے سلسلے میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ آلودگی کا مسئلہ بوتل کے جن کی طرح ہمارے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ آبی اور فضائی آلودگی جانوروں کے لئے خطرہ بن چکی ہے۔ چمنیوں سے نکلتا ہوا زہریلا دھواں، کارخانوں سے خارج شدہ فاسد مادہ، پرندوں اور مچھلیوں کے لئے پیغامِ اجل ثابت ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم جانوروں کو بندوق کی گولی سے بچانے کے ساتھ ساتھ آلودگی سے بھی بچائیں۔ آلودگی کا مسئلہ ابھی اس قابل ہے کہ اس کا حل تلاش کیا جا سکے۔ اگر یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا تو انسان اور جانور دونوں اس سے بُری طرح متاثر ہوں گے اور پھر کئی مغربی ممالک کی طرح ہمارے پاس بھی کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا۔

◊◊◊

بقیہ ”اِنھیں بھی جینے دو“ صفحہ ۱۰ سے آگے

ہر سال ہندوستان کے چمڑے کے کاروبار میں لاکھوں کی تعداد میں مختلف قسم کے سانپوں کی کھالیں استعمال ہوتی ہیں۔ انسان خود خوف کی وجہ سے سانپوں کو مار ڈالتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج جو ہے ہماری تیار فصلوں سے ۳۵ فیصد اور گوداموں میں بھرے اناج کے ذخیروں کو ۱۰ سے ۱۵ فیصد تک تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ دنیا کے دُوسرے جنگلوں میں سانپوں کو محفوظ رکھنے کے لئے حفاظتی قدم اُٹھائے جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے یہاں بھی سانپوں کا تحفظ کیا جائے تاکہ اناج ضائع نہ ہو۔

ہندوستان میں شکار کھیلنے کا ایک عجیب وغریب شوق تھا، اور اب بھی یہ شوق بعض ہندوستانیوں میں موجود ہے لیکن اس شوق پر کبھی کسی کا کوئی قابو نہیں رہا، بلکہ من مانی کرنے کی آزادی ملی رہی۔ گذشتہ پچاس برسوں میں شکار کے شوق میں کافی تعداد میں جانوروں کو مارا گیا ان میں سب سے زیادہ نقصان گوشت خور جانوروں کا ہوا۔ کیونکہ ان کو مارنے میں استعجاب اور خطرہ کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔ سرگودھا کے مہاراجہ نے اپنی حیات میں کل گیارہ سو شیر مارے تھے۔ اسی طرح متعدد راجہ مہاراجہ تھے جنھوں نے سیکڑوں کی تعداد میں شیروں کا شکار کیا تھا۔

آج اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ملک کے جنگلوں اور یہاں کے جنگلی جانوروں کی پُوری حفاظت کی جائے تاکہ قدرت کا یہ انمول خزانہ محفوظ رہ سکے۔

ریاستی حکومتیں اس سلسلہ میں بہتر اقدامات کر رہی ہیں، جس کے بہتر نتائج برآمد ہو رہے ہیں، البتہ ان اقدامات کو مزید موثر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ جنگلی جانوروں کی شکل میں قدرت کے اس عطیہ کی بھی حفاظت ہو سکے اور جنگل کا قدرتی ماحول برقرار رہ سکے۔

**

ہندوستانی آبی پرندے

یہ ایک حقیقت ہے کہ پرندوں کی حفاظت خاص طور سے آبی پرندوں کی حفاظت کرنے کا سہرا ہندوستان کی قدیم تہذیب کے سر ہے۔ پرندوں کی حفاظت کا اہتمام، جہاں تک تاریخی اوراق ساتھ دیتے ہیں سمراٹ اشوک کے دورِ حکومت سے چلا آرہا ہے۔ سمراٹ اشوک نے جہاں انسانوں کی آسائش کے لئے درخت اُگائے، سڑکیں بنوائیں، کنویں کھُدوائے وہیں جانوروں اور پرندوں کی حفاظت کے لئے بھی احکام جاری کئے۔ اسی وقت سے ہندوستان میں کئی جانور اور مختلف پرندوں کی نہ صرف حفاظت کی جاتی ہے بلکہ وہ عقائد میں اس طرح گھُل مِل گئے ہیں کہ ان کی پرستش ہونے لگی ہے۔ اسی زمانے میں شکار کے شوقین اپنا شوق ان مقامات پر جاکر پورا کرتے تھے جو حکمراں کی دسترس سے باہر ہوں۔ شکار کرنے وقت اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ پرندوں کے انڈے بچوں کا موسم نہ ہو۔ اور جہاں تک ممکن ہو ہوائی فائر کرکے ہی جی بہلا لیا کریں۔

موجودہ دور میں جس تیز رفتاری سے جنگلات کا خاتمہ ہو رہا ہے اس سے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا ہے کہ ہم لاکھ جتن کریں ہمارے جنگلی جانور اور پرندے بہت جلد صفحۂ ہستی سے مِٹ جائیں گے۔ حالانکہ کئی نسلیں تو اسی وقت بھی ختم ہوگئی ہیں۔ اس بات سے سب متفق ہیں کہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کو محفوظ رکھا جائے تاکہ جنگل کی رونق میں اضافہ ہو۔ سرکاری اور غیر سرکاری پیمانے پر سب ہی اس کو تسلیم کرتے ہیں مگر بنیادی باتوں کا خیال کسی کے ذہن میں جاگزیں نہیں ہوتا۔ بالکل عام بات ہے کہ جنگلی جانور اسی وقت محفوظ رہ سکتے ہیں جبکہ ان کے لئے بڑے بڑے جنگل محفوظ کئے جائیں۔ شکاریوں کا گذر وہاں ممنوع قرار دیا جائے۔ بڑی سے بڑی ضرورت کے وقت بھی درختوں کو نہ کاٹا جائے۔

مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ تجارتی فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے جنگلوں کا صفایا ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اس میں بسنے والے جانور اور پرندے بھی ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ دراصل ہونا تو یہ چاہئے کہ نہ صرف جنگلوں کو محفوظ رکھا جائے بلکہ ان آبی پرندوں کے لئے تالابوں اور جھیلوں کو بھی محفوظ رکھا جائے تاکہ پرندے بے خوف وخطر وہاں رہ سکیں اور اپنی تعداد میں اضافہ کرتے رہیں۔

یہ ہماری پرانی تہذیب ہی کی دین ہے کہ آج بھی ہندوستان کے مختلف حصوں میں گاؤں کے کنارے جو چھوٹے چھوٹے تالاب یا جھیلیں ہیں اور جن میں آبی پرندے آباد ہیں وہ گاؤں والوں ہی کی ہمدردی اور پرندنوازی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ گاؤں کے یہ لوگ بڑے سے بڑے افسر کو اپنے تالاب کے پرندوں پر بندوق چلانے کی اجازت نہیں دیتے جس کے بدلے میں انھیں اکثر اوقات بڑی سے بڑی قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں مگر وہ قربانی دینا گوارہ کر لیتے ہیں۔

ہمارے ملک میں آبی پرندوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ جن میں سے کئی ایسے ہیں جو پانی کی سطح پر ہی انڈے دیتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو رات دن پانی کے کنارے رہتے ہیں مگر انڈے درختوں پر گھونسلہ بنا کر دیتے ہیں اور وہیں اپنے بچوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اس طرح کے پرندوں کی دو ہزار مختلف قسمیں ہیں۔ ان دو ہزار مختلف اقسام کے پرندوں میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو سال بھر ملک میں ہی رہتے ہیں مگر بعض ایسے ہوتے ہیں جو موسم کے فرق کو محسوس کرتے ہوئے یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں اور موسم سرما کے شروع ہوتے ہی اپنے ملک میں واپس آجاتے ہیں۔ ہجرت کرنے والے پرندے یہاں پر انڈے نہیں دیتے بلکہ موسم سرما کے ختم ہوتے ہوتے وہ اپنے مسکن واپس چلے جاتے ہیں اور وہیں پہاڑوں کے دامن میں انڈے دیتے ہیں اور بچوں کی نشوونما کرتے ہیں۔

ان ہجرت کرنے والے پرندوں میں خاص طور سے قابل ذکر آبی پرندے ہمالین بطخ، مختلف قسم کی مرغابیاں، لمبی چونچ والی جل مرغی، مختلف قسم کے بگلے، سارس وغیرہ ہیں۔

اسی طرح ہمارے تالابوں اور جھیلوں میں مستقل رہنے والے پرندوں میں مرغابیاں، سیخ پر، سرخاب، ٹیل، بگلے، بطخ، چپٹی ناک والی

ہمارے ملک میں آبی پرندوں کی "جنت" تامِلناڈو کی ' ویدان تھنگل ' سینکچوری ہے۔ اس سینکچوری کے نگہبان اطراف کے گاؤں والے ہیں جنھیں سرکاری طور پر اس کی حفاظت کرنے کی ذمّہ داری ملی ہوئی ہے۔ کوئی شخص ملکی ہو یا غیر ملکی یہاں بندوق نہیں داغ سکتا۔ بالفرض اگر کسی سے اس قسم کی غلطی ہو بھی جائے تو یہی لوگ اسے مناسب سزا دیتے ہیں۔ سرکاری مداخلت ان پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ جان کی بازی لگا کر یہ لوگ اس میں آباد آبی پرندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح کڈّپا ضلع کے یوچپلے مقام پر بھی آبی پرندوں کی خاصی بڑی سینکچوری ہے جس کی حفاظت بھی گاؤں والے کرتے ہیں۔ یہاں کے پرندے گاؤں والوں پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں اور ان کی قربت بھی بَرداشت کر لیتے ہیں۔

اسی طرح سلطان پور جھیل بھی پرندوں کے لئے بڑی پُرکشش ہے حالانکہ آبی پرندے یہاں پر انڈے نہیں دیتے مگر جھیل ان پرندوں سے اَٹی پڑی رہتی ہے۔ گجرات کی مان سرور جھیل موسم سرما میں ہجرت کرنے والے پرندوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے، اور لاکھوں پرندے دن رات یہاں کی پُرسکون فضا میں ہنگامہ بپا کرتے ہیں۔

ہندوستان کی سب سے بڑی اور سب سے پُرانی آبی پرندوں کی آماجگاہ

مُرغابیاں، بن ڈوبی، سارس، چہے، جل مُرغی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

بگلوں کی سیکڑوں کی قسمیں ہیں مگر جہاں تک ان کے گھر بنانے کی عادت کا تعلق ہے وہ سب کی ایک ہی ہے۔ اُتھلے پانی میں چھوٹے چھوٹے درختوں پر یہ اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ اور انھی گھونسلوں میں انڈے دیتے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ وہ اُتھلے پانی میں اُگے ہوئے درختوں پر اس لئے گھونسلے بناتے ہیں تاکہ انھیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں یا پانی کے دوسرے جانور بآسانی مل سکیں اور وہ اپنا نیز اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکیں۔ ان کے بچے بڑے خوش خوراک ہوتے ہیں اور وہ اپنے جسم کے وزن کی برابر غذا کھا جاتے ہیں۔ ان کے بڑھنے کی رفتار بھی بڑی تیز ہے۔ بعض اوقات ایک درخت پر دس پندرہ بگلے گھونسلہ بنا لیتے ہیں اور بغیر لڑے جھگڑے اپنے اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ملنساری، بھائی چارگی اور میل محبت کی اس سے بڑی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ اس کے برعکس کچھ آبی پرندے جیسے سارس وغیرہ چھُپ کر لمبی لمبی گھانس کے درمیان انڈے دیتے ہیں، اور وہیں اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ اگر ایک مرتبہ انھیں انڈے دینے کی جگہ پسند آجاتی ہے تو وہ ہمیشہ اسی جگہ آجاتے ہیں۔ اپنی جگہ بدلنا ہرگز پسند نہیں کرتے، کبھی کبھی شکاری اسی جگہ ان کی تاک میں رہتے ہیں اور موقع پا کر ان کا شکار بھی کر لیتے ہیں۔

بھرت پور کی "کیولا دیو گھانا" ہے۔ جہاں نہ صرف ہندوستانی آبی پرندے رہتے ہیں بلکہ ہجرت کرنے والے پرندوں کی بھی سینکڑوں قسمیں موسم سرما میں یہاں آجاتی ہیں، جنھیں دیکھنے کے لئے دور دور سے سیاح آتے ہیں اور پرندوں کے اس عظیم اجتماع کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ جس وقت یہ پرندے فضا میں اڑتے ہیں، ایک بے مثال منظر پیش کرتے ہیں۔

مہاراشٹر میں آبی پرندوں کی کمی ہے۔ یہاں پر دیہاتوں کی ندیوں اور چشموں میں بہت ہی عام قسم کے آبی پرندے پائے جاتے ہیں جو اکثر پانی کی قلت کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ممبئی، قلابہ، رتناگیری کے ساحل سمندر پر سمندری پرندے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں انھیں 'سی گل' کہا جاتا ہے۔ ان کی مشابہت کبوتر جیسی ہوتی ہے، مگر جسامت کبوتر سے بڑی۔ بازو، گردن اور دُم سیاہ اور نیچے کا حصّہ سفید ہوتا ہے دیکھنے میں کبوتر جیسے خوبصورت ہوتے ہیں۔ مرغابیوں کی طرح 'سی گل' بھی اپنی بڑی بڑی ٹکڑیوں میں رہتے ہیں۔ ایک ساتھ اُڑتے ہیں اور ایک ہی ساتھ چگتے پھرتے ہیں۔ ملّاح ان پرندوں کو متبرک مانتے ہیں۔ جب کبھی کوئی کشتی یا جہاز سمندری طوفان کی وجہ سے اپنا راستہ بھٹک جاتا ہے اور گہرے پانی میں ادھر ادھر پھرتا رہتا ہے اس وقت اگر 'سی گل' نظر آجاتے ہیں تو انھیں زندگی واپس مل جاتی ہے کیونکہ 'سی گل' ہمیشہ ساحل پر ہی رہتے ہیں اور ان کا نظر آنا ظاہر کرتا ہے کہ ساحل اطراف میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ پرندہ متبرک شمار کیا جاتا ہے عام طور سے اس کا شکار بھی نہیں کیا جاتا۔ عادت و اطوار کے لحاظ سے یہ بڑی معصوم طبیعت کا مالک ہے اور بہت جلد مچھیروں سے مانوس ہو جاتا ہے۔

مہاراشٹر سرکار نے ممبئی سے تھوڑے ہی فاصلے پر، پرندوں کی ایک سینکچوری قائم کی ہے جس کا نام کرنالہ برڈ سینکچوری ہے۔ یہاں پر ہندوستان کے مختلف پرندے آباد ہیں۔ ہر صبح اور شام پرندوں کی چہچہاہٹ فضا میں زندگی کے نغمے بکھیرتی ہے۔ کرنالہ میں چونکہ بڑے گھنے جنگلات ہیں جو ہرے بھرے و شاداب پیڑوں سے اَٹے پڑے ہیں، اس وجہ سے یہ پرندوں کا قدرتی مسکن بھی بن گیا ہے۔ اس کی شہرت اب مہاراشٹر سے نکل کر پورے ملک میں ہو گئی ہے۔ اکثر بدیسی ملکوں سے آنے والے سیاح بھی اپنے پروگرام میں 'کرنالہ' کو ضرور رکھتے ہیں اور یہاں آکر ہندوستانی پرندوں کو دیکھ کر اپنا دل خوش کرتے ہیں۔ کوئل، جو کہ پورے ملک میں اپنی میٹھی 'کوک' سے مشہور ہے، کرنالہ میں بڑی تیزی کے ساتھ اپنی تعداد بڑھاتی جا رہی ہے۔

آبی پرندوں میں اگر راج ہنس کا تذکرہ نہ کیا جائے تو بڑی بے انصافی ہوگی۔ تمام آبی پرندوں میں راج ہنس بڑا خوبصورت اور باوقار پرندہ ہے اس کی بھی بے شمار قسمیں ہیں۔ راج ہنس اپنے بچّوں سے بے انتہا پیار کرتا ہے۔ ایسے موقع پر جبکہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ ہو کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا، بلکہ اس وقت حملہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ راج ہنس میں طاقت بھی بہت ہوتی ہے۔ اپنے بازوؤں سے وہ سیار، کتے اور لومڑی جیسے درندوں کو بآسانی مار ڈالتا ہے۔ اگر کسی انسان کی ٹانگ پر اس کے بازو کی ضرب پڑ جائے تو ٹانگ کی ہڈی ٹوٹے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پرانے زمانے میں اگر کسی شہر کے تالاب میں راج ہنس ہوں تو وہ حکمراں کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ انھیں نہ تو کوئی مار سکتا تھا اور نہ ہی تالاب سے اڑا سکتا تھا۔

ندی، تالاب یا جھیل کے کنارے کنارے ہندوستان کے مشہور پرندے 'سارس' کو دیکھا جا سکتا ہے جو تمام آبی پرندوں کا حاکم ہوتا ہے۔ زیادہ تر

سارس ان تالابوں یا جھیل کے قریب رہتا ہے جو گاؤں دیہاتوں کے پاس ہوں۔ سارس کی چال بڑی پُرکشش ہوتی ہے اور وہ بڑے نپے تلے قدموں سے چلتا ہے۔ سارس زیادہ بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا بلکہ زیادہ تر اپنے جوڑے کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اس کے جسم پر بڑے خوبصورت پَر ہوتے ہیں۔ سر گلابی رنگ کے پروں سے مزین ہوتا ہے۔ سارس طاقتور بھی بہت ہوتا ہے مگر کسی پر تشدد نہیں کرتا۔ لیکن جب مدمقابل ہی اسے اُکسائے تو وہ اپنے بازوؤں کو استعمال کرتا ہے۔ اس کی چونچ بڑی سخت، مضبوط اور لمبی ہوتی ہے جس سے وہ بآسانی چھوٹی موٹی مرغابی یا جنگلی خرگوش کو پکڑ کر نگل سکتا ہے۔ سارس کی اپنے جوڑے سے محبت ضرب المثال ہے۔ وہ اکیلا نہیں رہ سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی سارس کے جوڑے میں سے نر یا مادہ کو مار ڈالے تو دوسرا اُس کے فراق میں کھانا پینا ترک کر دیتا ہے اور بھوک پیاس میں ہی مر جاتا ہے، اس لئے سارس کا شکار کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ پرندوں میں سارس بڑا پُروقار اور متین پرندہ ہے۔

اگر ہم اپنے پرندوں کی دولت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اس بات کا تہیہ کرنا ہوگا کہ اپنی تفریح کی خاطر کسی بھی پرندے کا شکار نہ کریں۔ درختوں کی حفاظت اپنا اولین فرض سمجھیں اور جنگلات کاٹنا فوراً بند کر دیں۔ ان مقامات پر جہاں جنگلات تو ہیں مگر پانی وافر مقدار میں نہیں ہے، وہاں پانی کے چشمے کھود دے جائیں اور ان میں پانی بھر دیا جائے۔ ان کاموں سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ پرندے انسانی جھلک دیکھ کر بجائے اُڑنے کے اُن سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور یہی انسانیت کی معراج ہوگی۔

●●

پرندوں کی دنیا

• سی۔ جی داس پٹّرے، چیف کنزرویٹر برائے جنگلات
ریاست مہاراشٹر۔ پونے

پرندے قدرت کی وہ مخلوق ہیں جن کی میٹھی چہچہاتی ہوئی آواز سے سارے ماحول میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ پھلوں سے لدے درختوں کی شاخوں پر چہچہاتے ہوئے پرندوں کی سُریلی آواز جب آپ کے کانوں سے ٹکراتی ہے تو آپ اپنے سارے دُکھ درد بھول جاتے ہیں جنگل میں بسنے والے جانداروں میں پرندے سب سے خوشنما مخلوق ہیں۔

شاید عقل اسے تسلیم نہ کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ پرندوں کی نیک فال کے طور پر قدر کی جاتی ہے۔ پُرانے زمانے میں انسان اس آسمانی مخلوق سے اپنی قسمت کے ستارے مِلانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ پرندوں کی اُڑان اور ان کی آواز سے پیشین گوئیاں کی جاتی تھیں۔

آسمان میں اُڑنے والے یہ پرندے ہمارے لئے ہمیشہ دلچسپ رہے ہیں۔ کئی دوسرے جاندار مثلاً پروں والی مچھلیاں، چھپکلیاں، رینگنے والے سانپ، تھیلی دار اور کُترنے والے جانوروں میں بھی اُڑنے کی قوت پائی جاتی ہے۔ انسان نے بھی مشین کے ذریعے اُڑنے کی قوت حاصل کرلی ہے۔

پرندوں کی نسل کے کچھ جانور ایسے ہیں جو اُڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اس کا سبب یہ ہے کہ ارتقاء کے دوران ہی ان پرندوں کی عادات اس طرح تبدیل ہوجاتی ہیں کہ انھیں اُڑنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ نتیجتاً پنکھوں کی ہڈیاں آہستہ آہستہ بے طاقت ہوجاتی ہیں۔ اس سلسلے میں شترمرغ، کیوی اور اسی طرح کے کئی طویل جسامت والے پرندوں کی مثال دی جاسکتی ہے۔ پینگوین پرندے ہی کی ایک عجیب قسم ہے جس کے پنکھ صرف تیزی سے حرکت کرتے رہتے ہیں جو اُڑنے کے لئے نہیں بلکہ تیرنے میں آسانی اور تیزی پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ ہندستان میں ایسے پرندے نہیں پائے جاتے۔ یہ حقیقت ہے کہ کئی پرندوں کے لئے اُڑنا ہی ان کے لئے زندگی ہے۔

پرندے اپنے پروں کی وجہ سے دیگر جانوروں کے درمیان آسانی سے

۳- کنگ فشر نامی چڑیا

بہلائے جا سکتے ہیں۔ پرندوں کا درجۂ حرارت دیگر جانوروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ (اوسطاً ۱۰۶ فارن ہیٹ)، اس کے علاوہ چار قسم کے جانور یعنی سمندری مچھلیاں، خشکی اور تری دونوں پر بسنے والے جانور، دودھ پلانے والے اور رینگنے والے جانوروں کی چند خصوصیات بھی پرندوں سے ملتی جلتی ہیں۔

رینگنے والے جانوروں سے پرندوں کا بہت قریبی تعلق ہے۔ ان ہی رینگنے والے جانوروں کی نشانیاں پرندوں کے پیروں اور پنجوں میں دیکھی جاتی ہیں۔ درحقیقت پرندوں کے پر بھی رینگنے کی قوت رکھنے والے اعضاء کی تبدیل شدہ صورت ہیں۔ دونوں پر اور نشانیوں میں ایک ہی کیمیائی اجزا شامل ہیں اور اسی کے پیش نظر ماہر حیوانیات یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پرندے محض اعلیٰ قسم کے رینگنے والے جانور ہیں۔

زمانۂ قدیم کے پرندے :

زمانۂ قدیم کے پرندوں میں آرکیوپٹریکس (ARCHAEOPTERYX) کو سب سے پرانا پرندہ سمجھا جاتا ہے۔ اس پرندے کی مشابہت کم و بیش کوّے سے ملتی جلتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ پالیوزوئیک (PALAEOZOIC) زمانے میں سب سے پہلے زمین پر اس پرندہ کا وجود تھا۔ اندازاً ۱۴۵ سے ۱۸۰ ملین سال پہلے جرازک (JURASSIC) دور میں ان قدیم پرندوں کا ارتقا ہوتا رہا اور ان کی نسلیں قائم ہوتی رہیں۔

بین الاقوامی ادارہ برائے فطری ماحول کے مطابق ۱۶۰۰ قبل مسیح میں تقریباً ۸۶۴۸ پرندوں کی قسمیں پائی جاتی تھیں۔ اس وقت سے اب تک تقریباً ۹۳ نسلیں ناپید ہو چکی ہیں اور پرندوں کی ۱۸۷ نسلیں اب بھی خطرات سے دوچار ہیں۔ ان میں سارس، طوطے اور ہُدہُد کی چند خاص قسمیں شامل ہیں۔

ہندوستان میں ۲۰۶۱ قسم کے پرندے پائے جاتے ہیں جن میں سے ۳۵۰ قسم کے پرندے صرف موسم سرما میں نظر آتے ہیں جو شمالی حصوں سے ہجرت کرکے یہاں آتے ہیں۔ ۴۵۹ قسم کے پرندوں کو مہاراشٹر کی آب و ہوا بہت ہی راس آتی ہے۔

پرندوں کی عادات :

پرندوں کی نظر اور قوتِ سامعہ بہت تیز ہوتی ہے۔ ان میں فاصلہ کی چیزوں سے فوراً نظر ہٹا کر نزدیک کی چیزوں پر نظریں مرکوز کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ سیکنڈ سے بھی کم وقت میں پرندے بڑی سے بڑی چیزوں پر سے نظریں ہٹا کر باریک سے باریک چیز دیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے اگر پرندوں کی چہچہاہٹ، ان کی قلابازیاں اور اٹھکھیلیوں سے لطف اندوز ہونا ہے تو اپنے آپ کو ان کی نظروں سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ پرندوں کی قوتِ شامہ کمزور ہوتی ہے اسی لئے وہ غلیظ جگہوں میں بھی اپنی غذا ڈھونڈ نکالنے میں کوئی گھن محسوس نہیں کرتے۔ پرندوں کا اعصابی نظام بہت بہتر ہوتا ہے۔ مختلف جسامت اور رنگین پر، پرندوں کو آپس میں قریب لانے میں نہایت مددگار ہوتے ہیں۔ پرندوں کی آواز خاص طور پر نر اور مادہ کے ملاپ کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

یوریشیائی بگلا

سنہری کلغی پرندہ

آواز کی مدد سے مادہ اپنے حریف کو دھمکاتی ہے اور اپنے عزیز نر کو دعوتِ وصل دیتی ہے۔ اسی آواز کی مدد سے پرندے اپنے علاقے کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ بغیر کسی مداخلت کے وہ اپنے خاندان کی پرورش کر سکیں۔ اکثر اوقات نر اور مادہ کا ملاپ ان کے اصلی گھونسلوں سے دور کسی اور جگہ واقع ہوتا ہے۔

نر اور مادہ کے ملاپ پرندوں میں دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ پرندوں میں نر اور مادہ ساتھ ہی ساتھ اپنے خاندان کی پرورش کرتے ہیں۔ اور کچھ پرندوں میں ملاپ کے بعد نر، مادہ پر خاندان کی پرورش کی ذمہ داری چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

انڈے دینے کے وقت مادہ پرندوں کو سخت مشکلات پیش آتی ہیں ملاپ کے بعد ہی سے مادہ گھونسلہ بنانے اور مناسب غذا کی تلاش میں مشغول ہو جاتی ہے۔ کچھ نر اپنی مادہ کو وصل کے دوران اور انڈے دینے کے موسم میں غذا مہیا کرتے ہیں۔ اس قسم کی عادات دراصل ایک دوسرے کے وفادار رہنے کی ضمانت ظاہر کرتی ہے۔ کبھی کبھار نر پرندے بھی انڈے سینے، بچوں کو کھلانے اور گھونسلے کی حفاظت میں مادہ کی مدد کرتے ہیں۔ کچھ پرندوں میں ساتھی کے انتخاب میں طویل عرصہ گذر جاتا ہے لیکن انتخاب ہو چکنے کے بعد ان میں دائمی ملاپ قائم رہتا ہے۔ پرندوں میں ۹۰ فیصد ایک ہی جوڑی پر قائم رہتے ہیں۔ ایسے پرندوں میں ماں اور باپ دونوں ہی اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ایک سے زیادہ کی جوڑی مرغیوں، بطخوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں کافی مقدار میں غذا دستیاب ہوتی ہے اور اس لئے نر اور مادہ میں سے کوئی بھی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرتا ہے یا ان کے بچے انڈے سے نکلتے ہی چگنا شروع کر دیتے ہیں۔

شمالی امریکہ میں کالی چڑیوں کی قسم کے پرندوں میں نر اپنی مادہ کی اس وقت تک حفاظت کرتا ہے جب تک کہ وہ انڈے نہیں دے دیتی۔ اس کے بعد وہ دوسری مادہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جب دونوں مادہ پرندوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں تو نر دونوں کے بچوں کی پرورش کرتا ہے۔

شکاری پرندے :

گدھ، عقاب، چیل، باز اور شاہین شکاری پرندے کہلاتے ہیں۔ گدھ دیکھنے میں تو بہت بدصورت ہوتا ہے لیکن ہوا میں اس کی اڑان دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ گدھ کی قسم کے پرندے مُردہ جانوروں کے گوشت پر گذارہ کرتے ہیں۔ عقاب، چیل، باز اور شاہین زندہ جانوروں مثلاً چھوٹے پرندے، چوہے، چھپکلیاں، سانپ وغیرہ کا شکار کرتے ہیں۔ ایسے شکاری پرندے اکثر گھونسلے بنانے کے موسم میں مُرغ خانوں کے لئے مُصیبت بن جاتے ہیں۔ آئے دن کوئی نہ کوئی چوزہ غائب ہو جاتا ہے۔ باز کو خصوصی تربیت دی جاتی ہے کہ وہ بتائے ہوئے پرندوں کا شکار کر لائے۔

عقاب طاقتور شکاری پرندہ ہے شاہی حیثیت اور آزادانہ طبیعت کا مالک ہے۔ مذہبی عقیدہ میں اس پرندہ کی بیحد قدر کی جاتی ہے۔ مرغی خانے پر ان پرندوں کا حملہ چاہے بُرا سمجھا جائے لیکن اگر یہ خرگوش، چوہے اور دیگر کیڑے مکوڑوں کا صَفایا نہ کریں تو ہماری فصلیں چوہوں وغیرہ سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اگر گدھ نہ ہوں تو مُردہ جانوروں کا گوشت سڑ کر ماحول میں تعفن پھیلا سکتا ہے۔ پرندوں کا انسانوں پر یہ احسان بُھلایا نہیں جا سکتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ان شکاری پرندوں کی انسانوں کے ہاتھوں ہلاکت نے اُن کی تعداد کم کر دی ہے۔ دنیا بھر میں ان پرندوں کی ۵۰ اقسام خطرات سے دوچار ہیں۔

کوئل

جنگلی کبوتر

فارموسا کا خوبصورت مور

شکار کئے جانے والے پرندے:

شکار کئے جانے والے پرندوں میں دونوں قسم یعنی خشکی اور تری پر پائے جانے والے پرندے شامل ہیں۔ کبوتر، فاختہ، مور اور مورنیاں وغیرہ خشکی کے پرندے ہیں۔ مُرغابیاں، بگلے، سارس اور بطخ وغیرہ آبی پرندے ہیں۔ ان پرندوں میں مور کا شکار، جسے ہمارا قومی پرندہ تسلیم کیا گیا ہے، قانوناً منع ہے۔ شکار کی وجہ سے ان پرندوں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی جا رہی ہے جس پر سنجیدگی سے غور کیا جانا چاہئے۔

خوبصورت پرندے:

پرندوں کی خوبصورتی کو شاعروں نے اپنی شاعری اور آرٹسٹوں نے اپنی تصویروں میں ہمیشہ جگہ دی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ شاعری میں نکھار اور تصویروں میں کشش پیدا ہوتی ہے۔

عجیب و غریب پرندے:

چھوٹے پرندوں میں طوطے، بگلے، ابابیل، لقا اور کئی آبی پرندے، خوشنما اور رنگین ہوتے ہیں۔ ان کے عادات و اطوار، ترنم ریز آواز اور جاذبِ نظر اُڑان کسی بھی دیکھنے والے کو گھنٹوں مسحور کر سکتی ہیں۔ سُرخ رنگ کے پرندوں کی تعریف میں ڈاکٹر سلیم علی کہتے ہیں:

"اس چھوٹی سی مخلوق کے خوش رنگ پروں سے بھرے بازو جب ہوا میں اُڑان کے لئے پھیلتے ہیں تو سورج کی روشنی میں ان کا وجود ایسا نظر آتا ہے جیسے اصل لال و جواہر ہوں۔"

ہمالیہ کے پرندے:

ہمالیہ کے دامن میں رہنے والے پرندوں مثلاً مونال، ٹراگوپان وغیرہ دیکھنے میں بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔

چونچ اُوپر کی جانب کر کے آواز نکالتے ہوئے

پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے "خوش آمدید" کہتے ہوئے۔

نر بگلا، اپنی مادہ کے ساتھ

اُلّو

بیرونی پرندے : پرندے چاہے کسی بھی علاقے کے ہوں اپنے خوشنما پَروں کی بدولت خوبصورت ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں جنگلوں میں ناچتے ہوئے مور کو دیکھ کر کوئی بھی لُطف اندوز ہوسکتا ہے۔ پہاڑی مینا کا پھُدکنا اور اس کی مسحور کُن آواز دیکھنے اور سُننے والوں کا دل موہ لیتی ہے۔ اسی طرح دنیا بھر میں کہیں نہ کہیں پرندوں کی چند قسمیں نہایت خوبصورت ہوتی ہیں۔ خاص طور سے چین، شمالی ایشیا، آسٹریلیا اور نیوگینیا کے تیتر خوبصورتی میں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔

پرندے اور کیڑے مکوڑے :

کہا جاتا ہے کہ سطح زمین پر کیڑے مکوڑوں کی .... سو قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی آبادی اور غذا ایک مسئلہ ہے۔ اگر ان کیڑوں کے خاتمہ کے لئے قدرتی ذرائع نہ ہوں تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ دنیا جلد ہی پودوں اور پھلوں سے خالی ہو جائے گی اور زندگی کے کوئی آثار باقی نہ رہ سکیں گے۔ پرندے ان کیڑوں پر قابو پانے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ پرندوں کے ذریعے ہی کیڑوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر ڈبلیو۔ ای کولینج کے مطابق گھریلو چڑیاں اپنے وزن سے تقریباً ۲۲۰ سے ۲۶۰ گُنا کیڑوں کا صفایا روزانہ کرتی ہیں۔ چھوٹے پرندوں کی جوڑی کیڑوں کے ۱۲۰ ملین انڈے کھا جاتی ہے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ پرندے کیڑوں کے خاتمے کا ایک قدرتی ذریعہ ہیں۔ اور ایک صحت مند اور زندگی سے بھرپور ماحول قائم رکھنے میں انسان کی مدد کرتے ہیں۔

پرندے اور ضرر رساں جانور :

ضرر رساں جانور مثلاً چوہے اور دیگر مضر کیڑے جو فصلوں اور اناج کو کھا جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بیماریاں پھیلاتے ہیں، شکاری پرندوں مثلاً اُلّو، باز وغیرہ کی وجہ سے قابو میں رہتے ہیں۔ اس لئے ان کا وجود انسانوں کے لئے بہت ضروری ہے۔

صاف صفائی کرنے والے پرندے :

گِدھ، چیل اور عام کوّے صاف صفائی کرنے والے پرندے کہلاتے ہیں۔ یہ پرندے مُردہ جانور اور دیگر غلیظ اشیاء پر گذارہ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ماحول صاف سُتھرا رہتا ہے۔ اگر مردہ جانور کا گوشت پڑے پڑے سڑ جائے تو نہ صرف یہ کہ ماحول میں تعفن پھیلے گا بلکہ بیماریاں پھیلنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے یہ گِدھ ہی ہیں جو مُردہ جانوروں کا گوشت کھا کر ماحول کو گندہ ہونے سے بچاتے ہیں۔

پرندے اور بیجوں کی صفائی :

مُلبُل اور ابابیل، صندل کے بیجوں میں کیڑوں کی کمی کے ذمہ دار ہیں۔

انسانی غذا کے پرندے :

پرندے جن کا شکار کیا جاتا ہے اور چند آبی پرندے انسان کی من بھاتی غذا ہیں۔

تجارتی مقاصد میں کام آنے والے پرندے :

پرندوں کے پَر ماضی میں خواتین کی ٹوپیوں کے لئے بہت استعمال کئے جاتے تھے جس کے نتیجہ میں سفید بگلوں کی تعداد میں کمی واقع ہوگئی تھی آزادی سے پہلے بگلوں کی افزائش کا انتظام کیا جاتا تھا۔ اب مور کے پَروں کی بازار میں مانگ بڑھ گئی ہے، لیکن شکر ہے کہ ہمارے قومی پرندے 'مور' کے شکار کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

پالتو پرندے اور میوزیم کے پرندے :

پہاڑی مینا، بُلبُل، شاما، کُکّو۔ ان تمام پرندوں کی میٹھی آواز اور اُن کی اٹھکھیلیاں بے حد دلچسپ ہوتی ہیں اس لئے ان کو پالا جاتا ہے

میکسیکو اور
شمالی ارجنٹائنا
کا
خوبصورت عقاب
جو
ایک گرگٹ پر
جھپٹ رہا ہے

ۓطوں کو پیشین گوئی کرنے والے بے حد پسند کرتے ہیں اور انھیں
سے روزی کماتے ہیں۔ ماضی میں باز کو کھیلوں کے لئے تربیت دی جاتی
ی۔ کبوتروں سے پیغام رسانی کا کام لیا جاتا تھا۔ میوزیم میں پنجروں میں
ہ رنگ برنگے پرندے، جوان اور بوڑھے ہر ایک کے لئے دل چسپی کا
ا مان پیدا کرتے ہیں۔

انسان کے دشمن پرندے :

اس میں کوئی شک نہیں کہ چند پرندے انسانوں کے استعمال کی
یزوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مثلاً باز مُرغیاں اُٹھا لے جاتا ہے، ہُدہُد
ڑیوں میں سوراخ کر دیتے ہیں، چڑیاں اور طوطے اناج اور پھلوں کا
صفایا کرتے ہیں، لیکن ان تمام ناخوشگوار کاموں کے باوجود انسانوں کے
لئے پرندوں کے مُفید کردار کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے ان پرندوں
سے انسان کو کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ خود ہی سوچیئے اگر
پرندے نہ ہوں تو ہزاروں اور کروڑوں کی تعداد میں کیڑے مکوڑوں کا دنیا
پر غلبہ ہو جائے گا۔ ظاہر ہے ایسے ماحول میں انسان کا رہنا دشوار ہو جائےگا
یہ صحیح ہے کہ پرندوں سے ہوائی جہاز ٹکرانے کے حادثات ہوتے ہیں۔
لیکن کیا یہ صحیح ہے کہ ہر ایک ہوائی حادثہ کی وجہ صرف پرندے ہوں؟

قدرتی خزانے سے قربت :

پرندوں کے متعلق قدرتی سائینس کا مطالعہ کرنے والے سائنسداں ہوں
یا عام شخص دونوں کے لئے پرندوں کی قربت ضروری ہے۔ اس کے لئے مندرجہ
ذیل طریقے آزمائے جا سکتے ہیں:

۱) غذا کے ذریعہ پرندوں کو متوجہ کرنا: صحن میں ینا ہگاہ بنا کر اس
میں اناج، پاؤ روٹی کے ٹکڑے اور پھولوں کے بیج بکھیرے جائیں تو پرندے
متوجہ ہو سکتے ہیں۔

۲) پانی کے ذریعے: غذا کے ساتھ ساتھ پینے اور نہانے کے لئے
پانی بھی پرندوں کے لئے اہم ہے۔ پرندے بہتا ہوا پانی پسند کرتے

۔ اس لئے اونچی جگہ سے پانی کو ایک سوراخ سے بہاتے ہوئے کسی
ے برتن میں جمع کیا جائے۔ پرانی بالٹی کو اونچی جگہ پر پیندے میں سوراخ
کے رکھیں تو اس میں سے پانی بہہ کر نیچے رکھے ہوئے چوڑے برتن
جمع ہوتا رہے گا۔

۲) پناہگاہ کے ذریعے : ہوا، سردی اور دشمنوں سے بچنے کے لئے پرندوں
پناہگاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ سب سے اچھی پناہگاہ کوئی میوہ دار پیڑ
جھاڑیاں ہوسکتی ہیں جہاں انھیں محفوظ رہنے کے ساتھ ساتھ غذا بھی
تیاب ہو۔ صندوق نما پناہگاہ تیار کی جاسکتی ہے جس میں مناسب
ار میں غذا اور پانی کا انتظام کیا جانا چاہیئے۔

خلاصہ : جب دنیا میں انسان کا وجود ہوا تو اس نے اپنے آرام
ائش کے لئے قدرت کے دیگر ذرائع کو کام میں لانے کی کوشش شروع
دی۔ پہلے پہل اس کا یہ اقدام صرف اپنی بہتری کے لئے تھا لیکن بعد
ں میں کائنات پر غلبہ حاصل کرنے کا شوق جنون کی حد تک بڑھتا گیا
یسی صنعتی اداروں کے وجود میں آنے کی وجہ سے تمام جانداروں کی زندگی
طرہ پیدا ہوگیا ہے۔

سترھویں صدی میں دنیا کی آبادی ۵۰۰ سے ۵۵۰ ملین تھی جو بڑھ
۱۹۸۰ء میں ۴۰۰۰ ملین ہو جانے کی توقع ہے۔ انسانوں کی بڑھتی
ئی آبادی قدرت کے نظام میں بگاڑ پیدا کرسکتی ہے۔ صنعتوں کے پھیلاؤ
ے جانداروں کے لئے خطۂ زمین پر روز بروز خطرات بڑھتے جارہے ہیں
ںھوں اور آلودگی سے ماحول غیر صحت مند ہوتا جارہا ہے۔ جراثیم کش
دیہ سے جانوروں کی آبادی بھی گھٹتی جارہی ہے۔

جنگلات، ماحول اور جانداروں کی حفاظت کے خیال کے ساتھ اب
ید کی ایک کرن دکھائی دی ہے۔ پرندوں کو بھی جانداروں کی صف
ں شامل کرکے اُن کی حفاظت کی جانی چاہیئے، کیونکہ پرندے بھی انسان
ے لئے کئی فائدہ مند کام انجام دیتے ہیں۔

ترجمہ: ایم۔ اقبال

درمیانی صفحہ کی تصاویر

۲۰۔ افریقہ کا کلغی دار، نیلا تورَیکو ۔
۱۷۔ جھینگر نما ٹڈے ۔
۱۸۔ خانہ بدوش ٹڈیوں کی جوڑی ۔
۱۹۔ تکاہی، جس کی نسل ۵۰ سال سے نابود
سمجھی جاتی تھی ۔ ۱۹۴۸ء میں بازیافت ہوا ۔
۱۴۔ ہدہد ۔
۱۲۔ سیاہ ڈرنگو ۔
۹۔ شاما ۔
۶۔ سرخ گل مچھے والی بلبل ۔
۵۔ نیلانی کیچر، ایک کیڑے خور چڑیا ۔
۱۵۔ ہریل ۔
۱۰۔ گریٹ گرے شرائک ۔
۷۔ پہاڑی مینا ۔
۱۶۔ قرمزی پشت دار کٹھ پھوڑ ۔
۱۳۔ ایک جنگلی مرغ ۔
۱۱۔ چکانا، لمبی دم والا پرندہ ۔
۸۔ نکیلی دمدار، سنڈگرز ۔
۲۔ افریقہ کا سکریٹری برڈ ۔
۱۔ جنوبی میکسیکو اور کوسٹاریکا کا "کوئے زل"
نامی خوبصورت پرندہ ۔
۳۔ ہمالیائی تیتر ۔
۴۔ نیوگنی کا مور نما سرخ دم والا پرندہ ۔

17

18

9
12
13
14
15

5
6
7

شمس کنول
169-A/5487 کنموّر نگر ع۲ وکرولی (ایسٹ) بمبئی نمبر ۸۳

کہتے ہیں کہ سانپ ہی کے توسط سے شیطان نے بہشت میں حضرت آدم کو گندم کھانے پر اکسایا اور پھر آدم و حوا کو بہشت سے نکلوایا۔ شیطان کا مددگار بننے پر سانپ کو بھی قدرت کی جانب سے سزا ملی۔ یعنی وہ دنیا میں پیٹ کے بل چلنے پر اور مٹی کھانے پر مجبور کیا گیا۔ شیطان نے بھی سانپ سے دغا کی۔

کہا جاتا ہے کہ جب کرشن جی دریائے جمنا سے اپنی گیند نکالنے کے لئے جمنا میں کودے تو ایک بڑے سانپ نے انہیں کاٹ لیا، اسی زہر نے کرشن جی کو سانولا سلونا بنادیا۔

سانپ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اپنے وجود سے کئی گنا بڑے شکار کو ثابت و سالم ہی نگل جاتا ہے۔ اس کے جبڑے اور جسم کی بناوٹ ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اس کے جبڑے اور پیٹ کی ہڈیوں سے شکار خود بخود پھسل کر اس کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ سانپ کے پیر، بازو اور پنجے نہیں ہوتے۔ مگر اس کے جسم کی مخصوص ساخت کی ہڈیاں ہی اس کو اپنی غذا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ سانپ کے سر اور پیٹھ کی ہڈیاں آپس میں کچھ اس طرح جڑی ہوتی ہیں کہ وہ جدھر چاہے مڑ جاتا ہے اور بآسانی کنڈلی مار کر بیٹھ جاتا ہے اور جتنا چاہے اپنے جبڑوں کو کھول لیتا ہے۔ اس کی پسلیاں اس کی پیٹھ کے مہروں سے جڑی ہوتی ہیں۔ چنانچہ سانپ اپنی پسلیوں کی لچک ہی کے ذریعہ رینگتا ہے۔ اس کو رینگنے میں اپنے جسم کے چھلکوں سے بھی مدد ملتی ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنی پسلیوں، مہروں اور چھلکوں کی مدد سے رینگنے والی اس مخلوق کو گھوڑا دوڑ کر بھی نہیں پکڑ سکتا اور اپنی انہی پسلیوں اور چھلکوں کی مدد سے سانپ زمین پر دُم کے بل کھڑا بھی ہو جاتا ہے۔

سانپ کے منہ کے نیچے کا جبڑا اس کی کھوپڑی سے بھی لمبا ہوتا ہے یعنی نچلا جبڑا اوپری جبڑے سے جڑا ہوا نہیں ہوتا بلکہ کھوپڑی کے آخری سرے سے لگا ہوا ہوتا ہے۔ اسی لئے سانپ اپنا منہ جتنا چاہے پھیلا سکتا ہے اور اپنی جسامت سے زیادہ بڑی جسامت کے شکار کو بھی نگل سکتا ہے۔

وہ اپنے جسم کی مخصوص بناوٹ ہی کی وجہ سے چھت یا درخت سے زمین پر گر کر بھی زخمی نہیں ہوتا۔

سانپ کا حلق اور معدہ بھی FLEXIBLE (لچک دار) ہوتا ہے۔ اپنی ضرورت کے مطابق وہ انہیں زیادہ سے زیادہ پھیلا لیتا ہے۔ اسی لئے نگلی ہوئی چیز اس کے جسم میں گانٹھ سی دکھائی دیتی ہے۔

سانپ بھی بلی کی طرح CARNIVOROUS (گوشت خور یا درندہ صفت)

جانور ہے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ بعض سانپ مٹی کھاتے ہیں۔ بعض گوشت اور بعض محض ہوا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر چارلس اوڈن کا کہنا ہے کہ چونکہ نیچر کے کیمیائی عمل سے ہوا میں پانی، معدنیات اور حیوانات کے اجزا تحلیل ہوتے رہتے ہیں اسی لئے ہوا بھی سانپ کے لئے غذا ثابت ہوتی ہے اور ایسی غذا جو اسے ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ کئی ہفتوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانپ جاڑے کے موسم میں اپنی بانبی سے مہینوں باہر نہیں نکلتا جو سانپ گوشت خور ہوتے ہیں وہ مچھلیاں، چڑیاں، چھپکلیاں، مینڈک، خرگوش بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور بھوکے ہونے پر وہ حیوان کے ساتھ انسان کو بھی اپنی خوراک بنانے سے نہیں چوکتے۔ بعض سانپ اپنے بچے بھی کھا جاتے ہیں۔

سانپ کئی طرح سے شکار کرتا ہے۔ اپنے شکار کو ڈس کر مار ڈالنا تو عام طریقہ ہے بڑے سائز کا سانپ اپنے شکار کے گرد لپیٹ کر، اپنی گرفت میں کس کر اور پھر اسے مروڑ کر مار ڈالتا ہے۔ مگر سانپ کا اپنی آنکھوں کے سحر سے کسی کو اپنا شکار بنا لینا عجیب سی بات ہے لیکن ہے حقیقت! سانپ کی آنکھوں کے پپوٹوں پر باریک اور شفاف پردا لگا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی آنکھیں کبھی نہیں جھپکتیں، ہر وقت چمکتی رہتی ہیں اور دیکھنے والے کو گھورتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب کسی سحر آمیز آنکھوں کے حامل سانپ سے کسی پرندے یا کسی جانور یا کسی انسان کی آنکھیں چار ہوتی ہیں تو نظروں کا ایک سلسلہ بندھ جاتا ہے۔ پرندہ ہو یا چوپایہ یا انسان، وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ جہاں کھڑا ہوتا ہے وہیں سن ہو کر رہ جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سانپ بڑھ کر اسے اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ ممکن ہے یہ بات بہت سوں کے لئے قابل یقین نہ ہو مگر کتاب "ونڈرفل تھنگس آف آل نیشنز" میں سانپ کی افسوں سازی سے متعلق کئی باتیں واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ذیل میں درج ہے:-

> ایم' ولبنٹ کا بیان ہے کہ میں مشرق کے ایک دور دراز ملک میں سفر کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک گلہری پر پڑی جو خوشی اور مستی سے بہت ہی دلکش انداز میں جھوم رہی تھی۔ گلہری کی اس نرالی حرکت پر مجھے انتہائی تعجب ہوا اور پھر سبب معلوم کرنے کے لئے میں اپنے گھوڑے سے اترا۔ آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ اب وہ گلہری جھومنے اور ناچنے کی بجائے زمین پر لیٹ چکی ہے اور پھر وہ لڑھکتی ہوئی آگے کی طرف بڑھ رہی ہے اور اپنے منہ سے تکلیف آمیز آواز بھی نکال رہی ہے۔ پھر اچانک مجھے سامنے کے ایک درخت کے ایک موٹے تنے کے سوراخ میں سے سر نکالے ہوئے ایک رٹیل سنیک (سانپ کی وہ قسم جس کی دم میں سے چلنے کے وقت آواز آتی ہے) نظر آیا۔ میں نے زور سے اپنی چھڑی سانپ کے سر پر ماری، اس کے مار پڑی یا نہیں مگر وہ سوراخ کے اندر چھپ گیا اور پھر طلسم ٹوٹ گیا، گلہری فوراً ہوش میں آ گئی اور جان بچا کر بھاگ گئی!"

سانپ میں اپنے شکار کو اپنے اوپر فریفتہ کر لینے کی جو قوت پائی جاتی ہے اس کا ذکر "ریڈرز ڈائی نیچرل ہسٹری" میں اس طرح آیا ہے کہ "چونکہ یہ حیوان اعضائے نقل و حرکت سے محروم ہے اسی لئے نیچر نے اس کو فریفتہ کر لینے کا جادو بخشا ہے۔ ورنہ پھر سانپ کس طرح کسی اڑنے والے پرندے اور دوڑنے والے خرگوش کو اپنی غذا بنا سکتا تھا!"

سانپین اکثر گرم جگہ میں انڈے دیتی ہے مگر اپنے انڈوں کو وہ خود نہیں سیتی بلکہ فضا کی گرمی ہی سے بچے نکل آتے ہیں۔ کہتے ہیں بعض زہریلی سانپین کے پیٹ کے اندر ہی اس کے انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ کوڑیالی سانپین پندرہ سے بیس انڈے دیتی ہے اور زمین پر کسی پڑاوے یا کوڑے کے ڈھیر کے پاس دھوپ میں انڈے رکھ کر چلی جاتی ہے۔ سانپین کے انڈوں کی لمبائی ایک ایک انچ ہوتی ہے وہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

سانپ کے زہریلے ہونے کا اس کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندوستان میں بعض چھوٹے سانپ بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ڈسا ہوا پانی بھی نہیں مانگتا۔ البتہ زیادہ تر چھوٹے سائز کے سانپ زیادہ زہریلے نہیں ہوتے اور ان میں سے بعض تو بہت ہی خوبصورت اور بے ضرر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض بہت بڑے سانپ بھی ضروری نہیں کہ موذی ہی ہوں۔ بہت بڑے سائز کے سانپ اپنی غذا عموماً اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ تالاب، نہر یا جھیل کے کنارے گھات لگائے پڑے رہتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی شکار ادھر سے گزرتا ہے اس کو لپیٹ جاتے ہیں اور اپنے طاقتور جسم کو اس حد تک تانتے ہیں کہ اس شکار کی ہڈیاں چور چور ہو جاتی ہیں۔ شکار کے مرنے پر اس کو نگل جاتے ہیں۔ اژدہا تو بچھڑاوں اور بکروں کو آسانی سے نگل جاتا ہے اور نگلنے کے بعد وہ ساکت ہو جاتا ہے اپنے شکار کو ہضم کرنے میں اسے کئی دن لگ جاتے ہیں۔

سانپ کے نہ صرف دونوں جبڑے تیز نوکدار دانتوں پر مشتمل ہوتے ہیں بلکہ سانپ کے تالو میں بھی دانتوں کی دو قطاریں ہوتی ہیں مگر زہریلے سانپ کے اوپری جبڑے دانتوں سے محروم ہوتے ہیں بلکہ دانتوں کی جگہ زہر سے بھری ہوئی جھلیاں ہوتی ہیں جو کافی بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ جب سانپ کسی کو کاٹتا ہے تو دباؤ سے یہ جھلیاں پھٹ جاتی ہیں اور ان کا زہر انسان کے خون میں فوراً سرایت کر جاتا ہے کہتے ہیں کہ سانپ کے سر میں ایک زہریلا غدود ہوتا ہے اسی غدود

سے زہر رس رس کر ان تھیلیوں میں آتا رہتا ہے۔ چھیڑنے پر یا شکار کے نزدیک ہونے پر وہ اپنی دوشاخی زبان جلدی جلدی اندر باہر لے جاتا ہے۔ بعض سانپ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی زبان دوشاخی نہیں ہوتی بلکہ تیر کے پھل کی طرح نوک دار ہوتی ہے۔ سانپ تھوڑی مدت کے بعد اپنی کینچلی اتار دیتا ہے۔ جب وہ کینچلی میں ہوتا ہے تو بہت سست رہتا ہے اور چھپا رہتا ہے۔ دراصل ایک لمبے عرصے کے بعد جب سانپ کی جلد پرانی اور سخت ہو جاتی ہے اور اس کے چلنے اور رینگنے میں رکاوٹ بننے لگتی ہے تو وہ اپنی پرانی جلد کو گردن کے پاس سے چیر کر نکل آتا ہے۔ اسی عمل کو کینچلی اتارنا یا کینچلی جھاڑنا کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں سانپ جھاڑیوں میں سے ہو کر گذرتا ہے اور اس کی کینچلی جھاڑیوں میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ بعض عورتیں سانپ کی کینچلی کو اپنی آنکھوں سے لگانا مفید سمجھتی ہیں۔ ان کے خیال میں ایسے عمل سے آنکھیں کبھی نہیں دکھتیں۔

سانپ کے ساتھ ساتھ سپیروں کا ذکر بھی ضروری ہے۔ سپیرے خانہ بدوش ہوتے ہیں اور ہر کن ذات سے تعلق رکھتے ہیں وہ اپنا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شیو نے ایک دانا شخص کی پرورش کی۔ اس کا نام جالندر تھا۔ جالندر نے کانیپا کو اپنا چیلا بنایا۔ اور کانیپا ہی سپیروں کا جدِ امجد ہے۔ موسم گرما میں سپیرے نینی تال، بھیم تال، رانی کھیت اور کٹھمنڈو جیسے پہاڑی بستیوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور سردیوں میں وہ میدان میں اتر آتے ہیں۔ رکشا بندھن ان کا سب سے اہم تہوار ہے۔ سانپ پکڑنا، بین بجا کر سانپ کا تماشا دکھانا اور سانپ کے کاٹے ہوئے انسانوں کا علاج کرنا ان کا روزگار ہے۔

ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے منتروں کے زور پر زہریلے سانپوں کو بانبیوں سے باہر نکال کر ان کا زہر دور کر دیتے ہیں اور پھر ہم ان کو چھیڑتے ہیں اور ان سے کھیلتے ہیں اور سانپ ہمیں نہیں کاٹ سکتے۔" دراصل جن سانپوں سے وہ بین بجا کر کھیلتے ہیں ان کے منہ کے اندر کی زہر کی تھیلیاں وہ پہلے ہی نکال دیتے ہیں۔ وہ جڑی بوٹیوں سے نہ سانپوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں اور نہ سانپ کے کاٹے کا علاج وہ اپنے منتروں سے کر پاتے ہیں۔

حیوانات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اکثر حیوانات پر موسیقی کا خوشگوار اثر ہوتا ہے۔ بچھڑا، چوہا اور گھوس موسیقی کی لہروں سے کافی متاثر ہوتے ہیں۔ اگرچہ سانپ کے کان نہیں ہوتے مگر موسیقی کی لہریں اس کے اعصاب کو اتنا زیادہ متاثر کرتی ہیں کہ وہ مست ہو کر لہرانے لگتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سانپ اور نیولا جب لڑتے ہیں اور سانپ جب نیولے کو ڈستا ہے تو نیولا فوراً دوڑ کر کوئی بوٹی کھا آتا ہے۔ جو اس کو سانپ کے زہر سے متاثر نہیں ہونے دیتی۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ بوٹی دراصل دُردا نام کی گھاس ہوتی ہے اور وہی گھاس ان سپیروں کے پاس ہوتی ہے جو سانپ کے کاٹے کا علاج کرتے ہیں اور اس گھاس سے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ پرانے زمانے میں وہ ہون میں بھی جلائی جاتی تھی تاکہ فضا پاک و صاف ہو جائے اور صحت افزا بن جائے۔

سانپ کے کاٹے کا علاج منتروں سے بھی ہوتا رہا ہے اور جڑی بوٹیوں سے بھی مگر سو برس پہلے بمبئی کے "ٹائمز آف انڈیا" نے یہ خبر دی تھی کہ خود سانپ کا خون کوڑھ کے ایک مریض کے لئے اکسیر ثابت ہوا۔ ۱۲ رمئی ۱۸۷۴ء کا "ٹائمز آف انڈیا" لکھتا ہے :-

"ایک کوڑھی اپنے مرض کوڑھ سے عاجز آ کر خودکشی کرنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ ایک درخت کے تنے میں رسی باندھ کر لٹک گیا۔ اسی لمحہ ایک راہ گیر نے اسے خودکشی سے روکا اور زندگی سے بیزاری کی وجہ معلوم کی۔ مرض کی نوعیت جان کر اس نے مشورہ دیا کہ وہ کسی طرح ایک ناگ پکڑے اور اپنے منہ سے ناگ کا خون چوس لے، کوڑھ کا مرض جاتا رہے گا۔ اس کوڑھی نے وہی کیا۔ وہ قطعی طور پر صحت یاب ہو گیا۔ اس کی گھناؤنی بیماری کی بنا پر اس کی بیوی جو اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی اس کے پاس واپس آ گئی۔ اس واقعہ کے بعد وہ دونوں میاں بیوی بہت عرصے تک خوش و خرم زندگی بسر کرتے رہے اور زندہ رہے۔"

مگر آج سپیروں کے منتروں اور جڑی بوٹیوں کے طریقِ علاج پر نہ عوام کو اعتقاد رہا ہے نہ خواص کو۔ چند برس پہلے دہلی کے قصبے مولاڈ بند کے مشہور سپیرے درگا ناتھ نے کہا تھا کہ "ریڈیو اور سنیما کی بڑھتی ہوئی تفریح نے ہمارے سانپ اور بین کے تماشے کے چارم کو ختم کر دیا ہے اور ڈاکٹری علاج کے رواج نے ہماری جڑی بوٹیوں کو بے اثر بنا دیا ہے۔ ہمارے کنبے سے ہمارا یہ آبائی پیشہ اب ختم ہوا ہی چاہتا ہے۔ ہمارے خاندان کے چار لڑکے میٹرک کر چکے ہیں اب ظاہر ہے کہ وہ سپیرے بننے سے رہے۔"

سکونت کے اعتبار سے سانپ کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ (۱) جو خشکی میں رہتے ہیں (۲) جو پانی میں بستے ہیں اور (۳) جو دونوں حالتوں میں پائے جاتے ہیں یعنی خشکی اور پانی میں بھی۔ لیکن اپنے طبعی مزاج کی بنا پر سانپ پانچ طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم ہائیڈروفائیڈ یعنی بحری سانپ کی ہے۔ یہ سانپ بحرِ ہند اور دوسرے چھوٹے سمندروں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی دم چپٹی ہوتی ہے اور یہ سانپ انتہائی زہریلا ہوتا ہے۔ دوسری قسم وائپرڈی ہے۔ یہ سانپ بھی زہریلا ہوتا ہے۔ اس کا سر چپٹا اور بڑا ہوتا ہے۔ افریقہ کے دوشاخی زبان والے سانپ بھی اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں اور امریکہ کا رٹیل سنیک بھی اسی قبیل کا ہوتا ہے۔ تیسری قسم لوبرائیڈ کی ہے۔ یہ سانپ بے ضرر ہوتا ہے اور ساری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ چوتھی قسم میں باڈی سانپ

یعنی اژدہے آتے ہیں۔ اژدہا چالیس پچاس فٹ تک لمبا ہوتا ہے۔ یہ بہت سی عجیب و غریب حکایتوں کی بنا پر مشہور سانپ ہے۔ پانچویں قسم امفس بینڈی ہے۔ یہ سانپ چھپکلی کی طرح ہوتا ہے۔ یہ ڈھیلی ڈھالی ہڈیوں والا سانپ نہیں ہوتا۔ اس کے ڈھانچے کی ساخت بہت مضبوط ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ نہ تو زیادہ منہ پھیلا سکتا ہے اور نہ کوئی بڑا شکار نگل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چیونٹیوں اور چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑوں ہو کو اپنی غذا بناتا ہے۔ یہ سانپ انسانوں کو بہت کم گزند پہنچاتا ہے۔

نیچر کی رو سے سانپ ایک اہم جاندار شئے ہے۔ یہی نہیں بلکہ انسان نے بھی اسے اپنی زندگی میں بڑی اہمیت دے رکھی ہے۔ لغوی اعتبار سے سانپ کے لئے 'سرپ'، 'ناگ'، 'مار'، 'اجگر'، 'اژدر'، 'کبرا'، 'افعی'، اور 'رسی' جیسے متبادل الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ناسخ کا شعر ہے ؎

عشق گیسو میں یہ عالم ہے دل بیتاب کا
نالۂ پیچاں جو ہے اک سانپ ہے سیماب کا

کہاوت ہے کہ سانپ اور چور دبے پیر چوٹ کرتا ہے!" اسی سانپ سے متعلق ایک محاورہ ہے 'سانپ چھاتی پر پھرنا' اس محاورے کو مومن نے کس خوبی سے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے ؎

چھاتی پہ اس کے کیوں نہ پھرے سانپ قبر میں
جو ہو ڈسا ہوا تری زلف سیاہ کا

"سانپ سا لہرانا" کے معنی اگرچہ صدمہ گزرنے کے ہیں مگر عارف نے اس محاورے کو یوں اپنایا ہے ؎

زلف کو رخ سے اٹھاؤ یہ بھی کوئی حسن ہے
جب ہوا لگتی ہے بس اک سانپ سا لہرائے ہے'

'سانپ سونگھ جانا!' کے معنی ہیں سانپ کا ڈس جانا یا انسان کا بے حس و حرکت ہو جانا۔ ایک کہاوت ہے کہ 'سانپ تو نکل گیا مگر راستہ برا پڑا!' یعنی آفت سے تو بچ گئے، مگر شگون برا ہوا۔ سانپ سب جگہ ٹیڑھا چلتا ہے۔ مگر اپنے بل میں سیدھا جاتا ہے!" اس کے معنی ہیں کہ برا آدمی ساری دنیا میں برے کام انجام دیتا ہے۔ مگر اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی شریف بن جاتا ہے کہاوت ہے کہ سانپ کا کاٹا رسی سے ڈرتا ہے!' یعنی جو انسان کسی موذی سے تکلیف اٹھاتا ہے وہ ہمیشہ اس جیسی صورت والے سے ڈرتا رہتا ہے۔ جرأت کا شعر ہے ؎

چمن میں دیکھوں کیا سنبل کو ہوں اس زلف کا مارا
مثل ہے سانپ کا کاٹا ہوا رسی سے ڈرتا ہے

ایک مثل یہ بھی ہے کہ 'سانپ کا بچہ سنپولیا!' یعنی برے شخص کی اولاد بھی بری ہوتی ہے۔ 'سانپ کے پاؤں پیٹ میں ہونا' بھی ایک مثل ہے جس کے معنے ہیں بد ذات کی بدی ظاہر نہیں ہوتی۔ 'سانپ کی لکیر' بھی ایک محاورہ ہے۔ یعنی وہ نشان جو سانپ کے چلے جانے کے بعد زمین پر رہ جاتا ہے۔ اس محاورے کو بھی ناسخ نے اپنے ایک شعر میں کمال خوبی سے استعمال کیا ہے ؎

مانگ سب کہتے ہیں جس کو سانپ کی ہے وہ لکیر
کینچلی موباف ہے اور اس کی چوٹی مار ہے

سانپ سے متعلق یہ محاورہ بھی اردو زبان میں اکثر استعمال ہوتا ہے کہ سانپ نکل گیا۔ لکیر پیٹا کرو۔ یعنی موقع کھو کر اب پچھتایا کرو یا جو چیز اب قابو سے نکل گئی اب اس کا ذکر کیا؟

سانپ کے متعلق ایسی بہت سی باتیں عوام میں (خصوصی طور پر عورتوں میں) مشہور ہیں جو دلچسپ تو ہیں مگر ان کی صحت کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ جیسے :-

سانپ پر حاملہ عورت کا اگر سایہ پڑ جائے تو سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور پھر وہ وہیں ٹھہر جاتا ہے، آگے نہیں بڑھ پاتا۔ سانپ بدلہ ضرور لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص سانپ کو مار دے تو اس کی سانپن سینکڑوں میل سے آ کر اس شخص کو ضرور ڈس لے گی۔ جب کہیں سانپ کا ذکر چھڑ جائے تو وہ ذکر گھنٹوں جاری رہتا ہے۔ چند باتوں ہی کے بعد وہ ذکر ختم نہیں ہو جاتا۔ وہ شخص جو اپنے ماں باپ کی جیٹھی (پہلوٹی) اولاد ہو اگر بھاگتے ہوئے سانپ کے سامنے آ جائے تو سانپ رک کر بے حس و حرکت پڑ جائے گا یعنی جیٹھے شخص کو سانپ گزند نہیں پہنچائے گا۔ بعض سانپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے منہ سے آگ کے شرارے نکلتے ہیں۔ بعض سانپ اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ مارنے والے کی لاٹھی جب ان پر پڑتی ہے تو وہ پھٹ جاتی ہے اور مارنے والے کا بازو سوج جاتا ہے۔ سانپ جب بہت خوش ہوتا ہے تو وہ اپنے من (دل) کو رات کے وقت اپنے منہ کے ذریعہ زمین پر اگل دیتا ہے۔ سانپ کا من رات میں چاند کی مانند چمکتا ہے اور سانپ اس کی روشنی میں تمام جنگل کی سیر کرتا پھرتا ہے۔ سانپ کا من جس کے ہاتھ آ جائے وہ بادشاہ بن جائے، زندگی بھر ہر آفت سے بچا رہے۔ وہ نہ آگ میں جلے اور نہ پانی میں ڈوبے۔ نصیر کا شعر ہے ؎

تمہارا خال رخ زلفوں میں جب اسے سمیت چمکا
تعجب ہے کہ دو مار سیہ میں ایک من چمکا'

غرضیکہ سانپ سے متعلق ایسی سب باتیں خوش خیالیاں ہیں۔ اور دل بہلانے کی کہانیاں ہیں۔

رینگتی مخلوق

• آلِ رسول نظمی

سانپوں میں میری دلچسپی آج کی نہیں، بہت بچپن کی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ زمانۂ طالبِ علم میں جہاں کہیں کسی سپیرے کو سانپوں کا کھیل کرتے ہوئے دیکھ لیتا تھا، مجھے نہ مدرسے کی سُدھ رہتی تھی نہ گھر جانے کا ہوش۔ شاید اس لگاؤ کی وجہ یہ ہے کہ سانپ مجھے بہت بھلے لگتے ہیں۔ میں جب بھی کسی سانپ کو دیکھتا ہوں، خدا کی قدرت کی تعریف کئے بنا نہیں رہتا۔ اس کے جسم کی ساخت، اس کا رنگ رُوپ، پھن اور سب سے بڑھ کر اس کی دوہری نظر آنے والی زبان۔

عجیب جادو ہے اس رینگتی مخلوق میں۔ میں نے جنگل میں کئی بار سانپ کو دوڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ ایک لکیر سی نظر آتی ہے۔ پلک جھپکی کہ لکیر غائب۔ میرا خیال ہے کہ رینگنے والے حشرات الارض میں سانپ شاید سب سے زیادہ تیز رفتار ہے۔

سانپوں سے میرے اس والہانہ لگاؤ نے مجھے مدراس جانے پر مجبور کر دیا مجھے ایک دوست سے معلوم ہوا تھا کہ مدراس میں ایک سانپ گھر بنا ہوا ہے جہاں دیس بدیس کے بے شمار سانپوں کا بیش قیمت اور انوکھا ذخیرہ موجود ہے سانپوں کا یہ پارک ایک ایکڑ رقبۂ اراضی میں واقع ہے یہ زمین تملناڈ کے محکمۂ جنگلات نے خصوصی طور پر سانپ گھر کی تعمیر کے لئے عطا کی ہے۔ اس پارک میں مختلف اقسام کے سانپوں کے رہنے، ان کی نگہداشت اور خوراک کی فراہمی کے عمدہ انتظامات کئے گئے ہیں۔ سانپ گھر کو چلانے کے لئے بمبئی کے ایک ادارے ورلڈ وائلڈ لائف انڈیا نے ساڑھے سترہ ہزار روپے کی امداد دی ہے۔ یہ پارک نجی ملکیت ہے۔

مدراس اسنیک پارک کی تھوڑی سی دیر کی سیر کے دوران مجھے سانپوں سے متعلق چند ایسی باتیں معلوم ہوئیں جن پر شاید آپ یقین نہ کریں۔

پارک کے حکام نے بتایا کہ دنیا میں ڈھائی ہزار سے زیادہ اقسام کے سانپ پائے جاتے ہیں اور ہندوستان میں تقریباً دو سو طرح کے سانپ ہیں۔ ہندوستانی سانپوں میں صرف چار قسم کے سانپ زہریلے اور خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ سانپ ہیں کوبرا، کریٹ، رسلز وائپر اور سا اسکیلڈ وائپر۔

بڑے سانپوں کی خوراک چوہے، مینڈک، چڑیاں اور چھپکلیاں ہوتی ہیں۔ سانپ انڈے کبھی کبھی کھاتا ہے اور دودھ کبھی نہیں پیتا۔ میں نے جب سانپوں کے دودھ نہ پینے کی بات سُنی تو یقین نہیں آیا۔ ہمارے یہاں تو کتابوں تک میں تذکرہ ملتا ہے کہ سانپ دودھ پیتا ہے۔ ناگ پنچمی کے روز ہزاروں سپیرے سڑکوں پر مجمع لگائے سانپ کے دودھ کے لئے پیسے وصول کرتے نظر آتے ہیں۔ پارک کے حکام نے مجھے بتایا کہ سانپ کے دودھ پینے کی بات ویسی ہی غپ ہے جس طرح کہ یہ مشہور ہو گیا ہے کہ مور کی مادہ جنسی اختلاط کے

بغیر صرف اپنے نر کے آنسو پی کر حاملہ ہو جاتی ہے اور پھر انڈے دیتی ہے۔

مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ سانپ کی کچھ مادائیں انڈے دیتی ہیں اور کچھ بچے جنتی ہیں۔ کوبرا کی مادہ بیس انڈے دیتی ہے۔ غیر زہریلے سانپوں میں جنوبی امریکہ کا اناکونڈا اور ملیشیا کا ریگل پائیتھن تیس فٹ سے بھی زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کا راک پائیتھن (پہاڑی اژدھا) غیر زہریلے سانپوں میں سب سے لمبا ہوتا ہے اس کی لمبائی اٹھارہ فٹ تک ہوتی ہے۔ زہریلے سانپوں میں ہندوستان میں کنگ کوبرا (ناگ راج) سب سے لمبا یعنی اٹھارہ فٹ تک ہوتا ہے۔ افریقہ کا بلیک ممبا اور جنوبی امریکہ کا بُش ماسٹر اور آسٹریلیا کا تائی پَن بارہ فٹ تک لمبا ہوتا ہے۔ شمالی امریکہ میں پایا جانے والا ریٹل اسنیک (جو چلتے وقت عجیب سی آواز کرتا ہے) آٹھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ سانپ کی عمر دس سے بیس سال اور کبھی تیس سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

سانپ کے کاٹے کی دوا (تریاق) پریل بمبئی میں واقع ہافکن انسٹی ٹیوٹ نے بنائی ہے۔ یہ ہندوستان کے چاروں زہریلے سانپوں کے کاٹے کے لئے اکسیر ہے۔ سانپ کا زہر پوری طرح چڑھنے میں اور زندگی ختم کر دینے میں عموماً تین چار گھنٹے لیتا ہے مگر تریاق کا انجکشن جتنی جلدی ہو سکے لے لینا چاہیئے۔ سانپ کے کاٹے کی دوسری دوائیں مثلاً مجمع باز دوا فروشوں کی جڑی بوٹیاں وغیرہ کا استعمال اطمینان بخش نہیں ہیں۔

ہندوستان کا سب سے خطرناک سانپ کریٹ ہے۔ بغیر زہر کا سانپ اگر کاٹ لے تو زخم کو اچھی طرح صاف کر دینا چاہیئے اور احتیاطاً اس جگہ نشتر لگا کر تھوڑا سا خون بہا دینا چاہیئے۔

سانپ اپنی کینچلی سال میں تقریباً دس پندرہ بار اتارتا ہے۔ یہ عمل ان کے بڑھنے میں مدد دیتا ہے۔ نئی عمر میں سانپ زیادہ کینچلی بدلتا ہے۔ ایک بڑے ناگ سے کچھ بوندوں سے لے کر ایک سی سی تک زہر نکل سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے سانپوں کا کاٹا جان لیوا نہیں ہوتا۔

میں نے سانپ گھر کے افسر سے دریافت کیا کہ ہندوستان میں سانپوں کے بارے میں جو طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں ان میں کتنی سچائی ہے۔ اس پر انہوں نے جو کچھ بتایا وہ اس طرح تھا۔

سانپ بدلا نہیں لیتے۔ وہ آدمی سے ڈرتے ہیں۔ ہندوستان میں پائی جانے والی چھپکلیاں اور گرگٹ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کے کان نہیں ہوتے وہ اپنے جسم کے مساموں کے توسط سے آہٹ محسوس کرتے ہیں۔ ایک تندرست سانپ ایک سال تک بغیر کھائے رہ سکتا ہے، مگر اسے پانی ضرور ملنا چاہیئے۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایک مخصوص قسم کا سانپ اپنے لعاب سے ایک منی تیار کرتا ہے جس سے روشنی نکلتی ہے۔ یہ بات غلط اور بے بنیاد ہوتی ہے۔ سانپ سے کوڑھ نہیں لگتا۔ وہ صاف اور خشک ہوتے ہیں۔ سانپ دودھ سے نفرت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت سانپ جوڑا کھا رہا ہو اس وقت اگر کوئی انسان وہاں پہنچ جائے تو سانپ کا جوڑا اسے پاتال تک نہیں چھوڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نر کئی کئی ماداؤں کو آسودہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ سانپ عالم سرخوشی میں جس وقت اپنی مادہ سے محو اختلاط ہوتا ہے، ایسے میں کوئی شخص اگر ادھر آ نکلے تو وہ اس جوڑے کا نہیں البتہ ان ماداؤں میں سے کسی ایک کا شکار بن جاتا ہے جو وہیں کہیں چھپی ہوئی اپنی باری کا انتظار کرتی ہوتی ہیں۔

مدراس اسنیک پارک کے منتظمین ملک کے مختلف مقامات پر سانپوں کی نمائش کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس پارک میں سانپوں کے علاوہ دوسرے حشرات الارض کے طرز حیات، خوراک، افزائش نسل وغیرہ پر تحقیق کی جاتی ہے۔ یہ ادارہ وقتاً فوقتاً سانپوں سے متعلق معلومات پر مشتمل پمفلٹ شائع کرتا رہتا ہے۔

آج اگرچہ میں لڑکپن کی حدوں کو کافی پیچھے چھوڑ آیا ہوں مگر اب بھی دفتر آتے وقت راستے میں کوئی بھی سپیرا سانپوں کا کھیل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو غیر ارادی طور پر میرے قدم اس طرف اٹھ جاتے ہیں۔ اور اس دن دفتر دیر سے پہنچنے کے جواز میں مجھے بس یا ٹرین کے حادثے کی کہانی گھڑنی پڑتی ہے۔ مجھے بمبئی آئے ہوئے آٹھ نو سال ہوئے ہیں اس مدت میں نہ جانے کتنی لوکل ٹرینوں کو پٹری سے اتار چکا ہوں اور نہ جانے کتنی بسوں کو الٹ چکا ہوں۔ سانپوں کا تماشا دیکھنے کی عادت چھٹتی ہی نہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کسی دن افسر نے مجھے سانپ کا کھیل دیکھنے والوں کی بھیڑ میں سب سے آگے کھڑے دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟

●●

کیچوا اور بچھو

• خورشید جہاں اڈوانی - ملاڈ، بمبئی ۴۰۰۰۹۵

کیچوا:

کیچوا جسے دنیا کا حقیر ترین کیڑا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں جب حیوانات، حشرات الارض کے ماہر ڈاکٹر اسکاٹ نے چالیس سال تحقیق کرنے کے بعد کچھ باتیں معلوم کیں تو ساری دنیا حیران رہ گئی۔ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ یہ کیڑا زندہ زمین میں رہ کر ساری دنیا کو محفوظ اور سلامت رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کی دنیا بھر میں ۲ ہزار اقسام کا اب تک پتہ چلا ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق ساری دنیا کے کیچوے ہر دسویں سال زمین کی بالائی سطح میں ایک انچ کا اضافہ کرتے ہیں۔ یہ کیڑا اپنے اندر نر مادہ دونوں کی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ علم الاعضا کے ماہرین کی تفتیش و تحقیق کے مطابق اس کی عمر طبعی چھ سال ہے۔ آسٹریلیا میں ۱۲ فٹ لمبا کیچوا پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک قسم جو سب سے چھوٹی ہوتی ہے قندیل کی طرح چمکتی ہی رہتی ہے۔ کیچوے کی ایک اور قسم ہے جو اپنی حفاظت کے لئے اپنے حملہ آور پر ۱۲-۱۴ انچ کی دوری تک ایسی مٹی پھینک سکتا ہے جس میں سوڈا کاسٹک، پوٹاشیم اور دوسرے تیزابی مادے ہوتے ہیں۔

ان سب میں عام طور پر پایا جانے والا چار انچ لمبا کیچوا ہی سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے جسم کے اندر پانچ جوڑوں کے علاوہ دو انتہائی مضبوط کلائیاں ہوتی ہیں۔ چار انچ لمبے کیڑے میں ۱۲۰ پسلیاں ہوتی ہیں۔ اگر اس کو عین وسط میں سے کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیں، جب بھی یہ زندہ رہے گا۔ اس طرح یہ سر والا حصہ دُم اور دُم والا حصہ سر بنالے گا۔ یہ حیرت انگیز طاقت قدرت نے کسی اور جاندار کو عطا نہیں کی نہ تو اس کے کان ہیں نہ آنکھیں ہیں اس کی چھٹی حس اتنی تیز ہے کہ یہ سورج کی ہلکی سی روشنی اور ماحول میں پیدا ہونے والے ارتعاش سے باخبر ہو کر جان بچانے کے لئے زمین کے اندر گھس جاتا ہے۔

یہ پھیپھڑوں سے محروم ہے اس لئے اپنی کھال کی مدد سے سانس لیتا رہتا ہے۔ البتہ زیادہ بارش میں اس کا دم گھٹنے لگتا ہے کیونکہ پانی کے اندر اس کو زندہ رہ سکنے کے لئے مناسب مقدار میں آکسیجن نہیں ملتی ہے۔ صرف ہوا کے سہارے کچھ کھائے بغیر پانی میں بھی یہ چھ سات ماہ تک زندہ رہ سکتا ہے البتہ جب سخت گرم موسم شروع ہوتا ہے تو یہ زمین کے اندر گھسنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی وہ قابل قدر جد و جہد شروع ہو جاتی ہے جو زمین پر رہنے بسنے والوں کے لئے نعمت سے کم نہیں اور شاید قدرت نے اس حقیر کیڑے کی تخلیق اسی لئے کی بھی ہے زمین میں داخل ہوتے ہوئے یہ اوپری سطح کی معمولی مٹی کھاتا ہے اور اسے زمین کے نیچے اُگل دیتا ہے پھر وہاں کی مٹی کو کھاتا ہے اور اُسے زمین کی اُوپری سطح پر لاکر اُگل دیتا ہے اس طرح زمین کے اندر سے جو مٹی وہ اوپری سطح پر اُگلتا ہے۔ اس میں قیمتی معدنیات شامل ہوتی ہیں۔ اس کی نچلی تہہ سے لائی ہوئی مٹی میں عام مٹی سے پانچ گنی نائیٹریٹ، دوگنا کیلسیم نصف گنا میگنیشیم، سات گنا فاسفورس اور گیارہ گنا پوٹیشیم ہوتا ہے ایک ایکڑ رقبہ میں عام طور پر سوا لاکھ کیچوے ہوتے ہیں جو اس رقبہ میں ایک سال کے اندر ۱۲ ½ ٹن ایسی قیمتی مٹی نیچے سے اوپر لے آتے ہیں۔ غرضیکہ کیچوا ایک ایسا زراعتی کیمسٹ ہے جو اس اہم خدمت کے سبب اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

کیچوے کے چلنے کا طریقہ یہ ہے کہ جسم کے آخری سرے کو پھیلاتے ہیں اور آگے کے حصے سے آگے بڑھ جاتے ہیں اگر زمین کھُردری ہو تو کیچوا اپنے جسم سے ایک رقیق مادہ خارج کر کے زمین کو چکنا بنا دیتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ یہ کیچوے بھُورے رنگ کے ہوتے ہیں لیکن ان کے انڈوں کی تھیلی جب تازہ ہوتی ہے اس وقت ہرے رنگ کی ہوتی ہے جو بعد میں ہلکے بھورے رنگ کی ہو جاتی ہے۔ عام طور پر یہ تھیلی دو یا تین انچ لمبی، مضبوط اور خاردار ہوتی ہے۔ انڈے دینے کے بعد یہ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔

سوئیٹزرلینڈ اور نیو ساؤتھ ویلز میں بڑے لمبے کیچوے پائے جاتے ہیں۔ اس قسم کا کیچوا اکتالیس فٹ ۳ انچ لمبا اور اس کا وزن ۱۰ اونس تک ہوتا ہے۔

بچھو:

بچھو ایک موذی ترین کیڑا ہے۔ اس کی شکل و صورت

جوں کی توں ۴۰ چالیس کروڑ برس سے ایک ہی طرح کی ہے۔ بچھو کا تعلق چیونٹیوں، کیڑے مکوڑوں اور دوسرے آٹھ ٹانگوں والے حشرات الارض سے ہے۔ دنیا بھر میں اس کی پانچ سو سے زائد قسموں کا پتہ چلایا جا چکا ہے۔ ان میں سب سے خطرناک "کالا بچھو" ہوتا ہے۔

عام بچھو مٹیالی رنگت کے ہوتے ہیں۔ ان کے منہ کے سامنے دو طاقتور اعضاء شکنجے کی شکل کے ہوتے ہیں جنھیں وہ اوپر اور سامنے کی طرف تانے رکھتا ہے۔ یہ دونوں اعضا جھینگا مچھلی کے پنجوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ بچھو کا جسم دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے، پہلے حصے کو (PREABDOMEN) اور دوسرے حصے کو (POSTABDOMEN) کہتے ہیں۔ بعض بچھو ۲ پر ۳ انچ اور کچھ ۶ تا ۷ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ وسطی امریکہ میں پائے جانے والے بچھو کی لمبائی ۲ پر ۳ انچ ہوتی ہے۔ افریقہ اور جنوبی امریکہ میں دس انچ کی لمبائی والے بچھو بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ شکم کا اگلا حصہ اس کے سر اور جڑے ہوئے سینے پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں سات حلقے نما حصے ہوتے ہیں۔ شکم سے پچھلا حصہ پانچ حلقہ نما ٹکڑوں میں بٹا ہوتا ہے اور قدرے پتلا ہوتا ہے۔ شکم کے پچھلے حصے میں اس کی دم ہوتی ہے جس کے آخری سرے پر چھوٹی سی زہر کی تھیلی ہوتی ہے۔ اس تھیلی کے منہ پر ایک سخت خم دار اور تیز کانٹا ہوتا ہے اسے ڈنک کہتے ہیں۔ اس کے ڈنک میں چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ شکار کے جسم میں زہر داخل کر دیتا ہے۔ اس کے کلچھڑے کے ڈھکنے کے پیچھے کنگھیوں کا ایک جوڑا ہوتا ہے۔ شکم کے اگلے حصے میں دو سے لے کر پانچ یا آٹھ تک آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس کا منہ معدے کی جانب اگلے اور پچھلے ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کے منہ کے سامنے جو دو اعضاء شکنجے کی شکل کے ہوتے ہیں ان کے ذریعے وہ اپنی خوراک تلاش کرتا ہے اور عموماً رات میں۔ چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے بچھو کی مرغوب غذا ہیں۔ چیونٹیاں اور گھاس تو اس کی پسندیدہ خوراک ہے۔ بچھو فاقہ کشی کا بہت عادی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بچھو ایک سال تک بغیر کسی خوراک کے زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ بچھو جو نم مٹی کی زمین پر رہتے ہیں، انھیں تو پانی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جنگل میں پائے جانے والے بچھو کئی کئی مہینے بغیر پانی کے رہ سکتے ہیں۔ اب تک یہ وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ بچھو فاقہ کیوں کرتا ہے۔

بچھو، جونہی سن بلوغت کو پہنچتا ہے اس کا خول اترتا ہے۔ بچھو کے بالغ ہوتے ہی اس کی جنس پہچانی جا سکتی ہے۔ نر بچھو کی دم پتلی اور جسم پتلا دبلا ہوتا ہے اور مادہ کی دم اور جسم مقابلتاً فربہ ہوتا ہے۔

مباشرت کے فوراً بعد مادہ نر پر حملہ کر دیتی ہے اور اگر نر بچھو بھاگ جائے تو اس کی جان بچتی ہے، ورنہ مادہ بچھو اسے مار کر کھا جاتی ہے۔

مباشرت کے چند گھنٹوں کے بعد مادہ کے پیٹ میں چھوٹے چھوٹے انڈے پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں پھر ایک ہفتہ کے اندر ننھے منے زندہ بچے جنم لیتے ہیں۔ جن کی تعداد ایک تحقیق کے مطابق پچیس سے چالیس تک ہوتی ہے اور یہ پیدا ہوتے ہی مکمل بچھو ہوتے ہیں یعنی آٹھ پیر اور دو سے بارہ تک آنکھوں والے بچھو، جن کے جسم پر بے حد حساس رواں ہوتا ہے۔ یہ ننھے منے بچھو ابتداً ماں کی پیٹھ پر سوار رہتے ہیں ان کے منہ میں قدرتی طور پر ایک سیال مادہ رہتا ہے جس کی وجہ سے ان کو بھوک نہیں لگتی، اور نہ وہ کچھ کھانا پینا پسند کرتے ہیں گویا وہ سیال مادہ ہی جو ان کے منہ میں ہوتا ہے ان کی خوراک ہوتی ہے اگر ماں کی طرف سے کچھ مل جائے تو وہ کھا لیتے ہیں۔ ایک ہفتہ بعد وہ بالغ ہو جاتے ہیں اور ماں کی پیٹھ پر بنی تھیلی سے نیچے زمین پر اتر آتے ہیں اور اپنی آزادی کی زندگی شروع کرتے ہیں۔

بعض اقسام کے بچھو ایسے بھی ہوتے ہیں جو ماں کی پیٹھ پر سوار اپنی ماں کو ہی سب سے پہلی خوراک بناتے ہیں۔ ان کی آپس کی لڑائی بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ جیتنے والا طاقتور بچھو اپنے مقابل ہارنے والے بچھو کو مار کر کھا جاتا ہے۔

اس کے پیٹ میں آٹھ سوراخ ہوتے ہیں۔ اگر ان سوراخوں میں سے سات سوراخ بند کر دیئے جائیں تب بھی اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن اگر آٹھواں سوراخ بھی بند کر دیا جائے تو وہ مر جاتا ہے۔

بچھو سورج کی روشنی سے دور رہا کرتا ہے۔ تمام دن وہ سر چھپائے بیٹھا رہتا ہے۔ وہ درختوں کی چھالوں، پہاڑ کے سوراخوں، گھاس پھوس کے ذخیروں کے نیچے دبکا رات کی آمد کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ جونہی رات کی تاریکی پھیلتی ہے وہ اپنے شکار کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ جھینگر، کیڑے مکوڑے، پتنگے اور چھپکلی اس کی خوراک بنتے ہیں۔ وہ انھیں مضبوطی سے شکنجے میں کس لیتا ہے۔ اگر شکار پھر بھی حرکت کرے تو ایک ڈنک کی ضرب اسے خاموش کر دیتی ہے۔

بچھو عام طور پر گرم ممالک میں پایا جاتا ہے۔ کبھی کبھار بچھو انسانی آبادی میں آ جاتا ہے تو وہ برتنوں، بستر کے تکیوں اور خالی جوتوں کے اندر چھپ جاتا ہے۔ وہ ایسے کمروں کے کونوں میں بھی رہتا ہے جو استعمال میں نہیں آتے۔ بچھو آگ سے بہت گھبراتا ہے اور خوفزدہ ہوتا ہے۔

باقی ص۵۳ پر

فیشن — جانوروں کی قربان گاہ

• ایم۔ اقبال

ہمارے مُلک ہندوستان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ ایسے مہاتماؤں کا دیش رہا ہے جنھوں نے اہنسا کا پرچار صرف انسانی زندگی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ حیوانات کی زندگی کی حفاظت کو بھی اس میں شامل کیا۔ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھئے تو آپ کو سُنہری الفاظ میں نظر آئیں گے سمراٹ اشوک، مہاتما گوتم بُدھ جیسے مہاپُرشوں کے نام جنھوں نے جانوروں کی ہتھیا کے خلاف آواز بلند کی اور دنیا کو امن کا پیغام سُنایا۔

آج بھی ہماری موجودہ حکومت "وائلڈ لائف" کی علمبردار ہے۔ اس تحریک کے ذریعے جانوروں کی زندگی کو قیمتی سمجھتے ہوئے ان کی زندگی کی حفاظت کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ ایسے قانون وضع کئے گئے ہیں جن کی رُو سے جانوروں کا شکار ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزا کا مستحق گردانا گیا ہے۔ اسی طرح کی جدوجہد دنیا کے کئی حصوں میں جاری ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ دولت کی لالچ نے انسان کو اس قدر گمراہ کر دیا ہے کہ وہ آج بھی جانوروں کے لئے موت کا سوداگر بنا ہوا ہے۔

کیا آپ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ آپ کی کمر کے گرد لپٹا ہوا خوبصورت پٹہ، آپ کے جسم پر آپ کی شان دوبالا کرتا ہوا قیمتی فر کوٹ، اور آپکو خوابوں کے شہزادے سے بھی زیادہ حسین بنانے والے یہ مختلف کریم، فیس پاؤڈر، لپ اسٹک وغیرہ، یہ تمام چیزیں جانوروں کو اذیت ناک عذاب دے کر اُن سے زندگی چھین کر حاصل کی جاتی ہیں؟

آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ سب کچھ کیسے حاصل کیا جاتا ہے۔ چمڑے کی چیزوں میں سب سے خوبصورت اور قیمتی، سانپ کے چمڑے سے تیار اشیاء مثلاً پٹہ، پاکٹ، ہینڈ بیگ وغیرہ پسند کئے جاتے ہیں۔ اسے حاصل کرنے کے لئے سانپ کو پکڑ کر ایک کیل سے جو اس کے سر میں ٹھونکی جاتی ہے، درخت کی جڑ سے لٹکا دیا جاتا ہے۔ سانپ ایک جاندار جانور ہے اس کا سر لمبا ہونے کی وجہ سے کیل اس کے سر میں سے گزر بھی جائے تو اس کی موت نہیں ہوتی۔

سانپ کو اس طرح لٹکانے کے بعد زمین سے چھوتی ہوئی اس کی دُم کو پیروں

میں داب کر نرخرے سے ذرا نیچے سے اس کی کھال تیز دھار چاقو سے اُدھیڑی جاتی ہے۔ کھال نکالنے کے بعد سانپ کو اسی حالت میں تڑپتا چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ یا تو درد کی تاب نہ لاتے ہوئے مر جاتا ہے یا پھر اُسے دوسرے جانور چبا ڈالتے ہیں۔ ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ زندہ سانپ کی اُتاری ہوئی کھال زیادہ قیمتی گردانی جاتی ہے۔

سیل ایک ایسا سمندری جانور ہے جو انسان کی آرائش کے لئے اپنے ننھے ننھے معصوم بچوں کی قربانی دیتا ہے۔ ناروے اور کنیڈا میں سیل کی کھالوں کا بیوپار عام ہے۔ سمندر کے کنارے سیل کے بچوں کو دردناک طریقے سے موت کی نیند سُلا کر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ماں باپ سے الگ کر دیا جاتا ہے سیل کے بچوں کو ڈنڈوں سے مار مار کر موت کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے تاکہ ان کی کھال خراب نہ ہو۔ کبھی کبھار تو بچہ مار سے صرف بیہوش ہو جاتا ہے، اور اسی حالت میں اس کی کھال اُتار لی جاتی ہے۔

افغانستان میں کرکل نامی ایک جانور ہوتا ہے جو بھیڑ سے مُشابہت رکھتا ہے جو انسان سے پناہ مانگتا ہے۔ اس جانور کی کھال کے لئے ماں اور بچہ دونوں کو اذیت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ ماں کو لکڑی سے اس قدر مارا جاتا ہے کہ وہ وقت سے پہلے ہی اپنے بچے کو جنم دے دیتی ہے۔ بچہ حاصل ہوتے ہی فوراً اسے دو بانسوں کے سہارے لٹکا دیا جاتا ہے اور زندہ ہی اس کی کھال اُتار لی جاتی ہے۔ کرکل کے ایسے بچوں کی کھال اور بال نہایت نرم اور ملائم ہوتے ہیں۔ اس طرح حاصل کی ہوئی کھال کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

شیر اور چیتے بھی شاید اپنے شکار کے ساتھ اتنی درندگی نہیں کرتے ہونگے جتنی درندگی انسان جانوروں کی کھال حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ ان درندوں کو پھانسنے کے بعد ایک لمبی لکڑی لائی جاتی ہے جس کے سرے پر ایسا گولا بندھا ہوتا ہے جس کے ٹوٹتے ہی چھوٹے چھوٹے چھرے باہر نکل پڑتے ہیں۔ اس لکڑی سے درندے کو خوب ستایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غصہ میں آکر لکڑی سے بندھے ہوئے گولے کو چبانے کے لئے منہ میں پکڑ لیتا ہے گولا ٹوٹتے ہی تمام چھرے درندے کے منہ سے ہوتے ہوئے اس کے جسم کے نازک حصوں میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ اس سے یا تو درندے کی موت واقع ہوتی ہے یا وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، اور اس سے پیشتر کہ وہ ہوش میں آئے اس کی کھال اس کے جسم سے علیحدہ ہو چکی ہوتی ہے۔

مختلف قسم کے فیس پاؤڈر، کریم وغیرہ چونکہ کیمیائی اثر رکھتے ہیں اس لئے یہ جانچنے کے لئے کہ ان کے استعمال سے کوئی ناخوشگوار ردعمل تو نہیں ہوتا ہے تجرباتی لمحوں میں انہیں خرگوش، بندر وغیرہ جیسے جانوروں پر آزمایا جاتا ہے۔ اکثر اوقات خرگوش کی آنکھوں میں کیمیائی نسخے ڈالے جاتے ہیں اور ان سے جو انہیں تکلیف پہنچتی ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیمیائی نسخے میں اگر کچھ فرق ہو تو خرگوش اپنی آنکھیں کھو بیٹھتے ہیں۔ بندروں کے جسم پر چند کیمیات مل دیئے جاتے ہیں جن سے انہیں بڑی بُری بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ ان جانوروں کو تکلیف پہنچا کر ان پر کئے گئے تجربات کے نتائج اخذ کئے جاتے ہیں اور پھر انہی کیمیات کو انسان کے استعمال کے قابل بنایا جاتا ہے۔

اسی قسم کی اذیتیں دے کر بارہ برگ سے مُشک حاصل کی جاتی ہے، جن سے عطریات تیار کئے جاتے ہیں۔ ہاتھیوں کے دانت حاصل کرنے کے لئے ہاتھیوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ انسانوں کی اس درندگی کے نتیجہ میں یہ بے زبان جانور اپنی نسل آہستہ آہستہ کھوتے جا رہے ہیں۔ اس صورتِ حال پر اگر ابھی قابو نہیں پایا گیا تو وہ دن دور نہیں جب دنیا سے تمام جانور ناپید ہو جائیں گے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے شاید صرف ان کی تصویریں ہی باقی رہیں۔

ببر شیر

چیتا درختوں پر چڑھنے میں ماہر ہوتا ہے، مگر شیر اس معاملے میں بڑا اناڑی اور شیر ببر تو درختوں پر چڑھنا بالکل جانتا ہی نہیں۔ دراصل اُسے درخت پر چڑھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ وہ اس قدر طاقتور اور شہ زور ہوتا ہے کہ اپنے پنجے کے ایک ہی وار سے بھینس جیسے بڑے جانور کو گرا سکتا ہے۔ شیر کے مقابلے میں ببر شیر زیادہ دہاڑتا ہے۔

ببر شیر ہندوستان میں صرف گجرات کے گیر نامی جنگلات ہی میں پایا جاتا ہے۔ اس کی نسل بھی وہیں بڑھائی جا رہی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ شمالی اور وسطی بھارت میں بھی شیر ببر بہت عام تھے لیکن پالتو جانوروں کو انھوں نے اپنا لقمہ بنانا شروع کر دیا اس وجہ سے انسان ان کا دشمن بن گیا اور بڑے پیمانے پر ان کا شکار کرنا شروع کر دیا

ببر شیر کا شکار بھی زیادہ مشکل نہیں تھا کیونکہ یہ گھنے جنگلات کے مقابلہ میں کھلے میدانوں کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ افریقہ میں ابھی تک ببر شیر جنگل کا راجہ بنا ہوا ہے۔ شیر ببر جب پوری طرح بڑھ جاتا ہے تو اس کی گردن پر گھنی ایال پوری طرح نکل آتی ہے۔ یہ ایال گردن، کندھوں اور ٹھوڑی کے کچھ حصوں پر پڑی رہتی ہے۔ ببر شیرنی کے ایال نہیں ہوتی۔ ببر شیر کی ایال بھی تین برس کی عمر کے بعد ہی نکلتی ہے۔ ببر شیر آسانی سے ہل جاتا ہے اور زیادہ دشواری بغیر اُسے سدھایا جا سکتا ہے۔

شیر

ہمارے ملک میں ایک پرانی کہاوت چلی آرہی ہے کہ اگر جنگل میں کسی شیر سے سامنا ہوجائے تو اُسے 'ماما' کہہ کر پکارو، پھر وہ تمھیں نہیں ستائے گا۔ لیکن آجکل اس شاندار اور دہشت انگیز ماما سے ملاقات ہونے کے امکانات بتدریج کم ہی ہوتے چلے جارہے ہیں کیونکہ شیروں کی تعداد روز بروز گھٹتی جارہی ہے۔

ہندوستانی جنگلوں کا مانا ہوا بادشاہ شیر ہے۔ شیر طاقت اور جسامت میں شیر ببر کے برابر ہوتا ہے لیکن شکل وصورت، نقل وحرکت' وقار وحسن میں وہ شیر ببر سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔

عام طور سے شیر کھلی ہوئی جگہوں میں رہتے ہیں۔ دن میں وہ لمبی لمبی گھاس میں لیٹے رہنا پسند کرتے ہیں۔ شیر بڑے عمدہ تیراک ہوتے ہیں۔ اکثر وقتِ ضرورت چڑھتی ہوئی ندی میں بھی چھلانگ لگانے اور پار کرنے سے نہیں چوکتے، کیونکہ شیر کی کھال بڑی قیمتی ہوتی ہے اور بدیسی ملکوں میں اس کی بڑی مانگ ہے اس لئے شیروں کو بڑے پیمانے پر موت کے گھاٹ اتارا جارہا ہے۔ حالانکہ حکومت نے اس کے شکار پر سخت پابندی عائد کردی ہے، مگر چوری چھپے لوگ اس کا شکار کر ہی لیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس کی نسل بھی روز بروز گھٹتی جارہی ہے پہلے تو ہندوستان بھر کے جنگلوں میں شیر پایا جاتا تھا مگر اب یہاں کے بہت کم اضلاع میں شیر پایا جاتا ہے۔ حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندی سے اُمید ہوگئی ہے کہ یہ خوبصورت جانور صدیوں تک ہمارے جنگلوں کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا رہے گا۔

ہر چڑیا گھر میں شیر کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے چڑیا گھر سُونا سونا لگتا ہے۔ کئی جگہ تو ایسے چڑیا گھر قائم کردیئے گئے ہیں جہاں شیر با آسانی اپنی نسل بڑھا سکتا ہے۔ اس کے لئے قدرتی ماحول' جنگل اور پانی کے چشمے بھی بنائے گئے ہیں۔ پتھروں کو جوڑ کر غار بھی بنادیئے ہیں اور ان کے آرام کے لئے لمبی لمبی گھاس بھی اگادی ہے جس سے شیر اپنے آپ کو قیدی نہیں سمجھتے اور قدرتی ماحول میں آزاد سمجھتے ہیں

قومی راج

کالا ہرن

ایک زمانہ تھا جب پنجاب، اُتر پردیش، راجستھان، مدھیہ پردیش میں ایک ایک ہزار ہرنوں کی ڈار جنگلوں میں نظر آتی تھی، مگر اب اس قسم کے نظارے بڑی مشکل سے دکھائی پڑتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ۲۰ یا ۳۰ ہرنوں کی ڈار کبھی کبھار نظر آجاتی ہے۔ ہرن میدانوں میں رہنا پسند کرتے ہیں چاہے وہاں کھیتی باڑی ہی کیوں نہ ہو رہی ہو۔ کسانوں کو ان سے بیر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فصلوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں اور ہری بھری کھیتی چر جاتے ہیں۔

ہرنوں میں صرف کالے ہرن کے سینگ ہوتے ہیں جو چکاردار یا دوسری قسم کے ہرنوں کے سینگ سے کہیں زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ اکثر ان کے سینگوں کی لمبائی دو فٹ سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ ان کے سینگ سیدھے اور اوپر کو اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور بیچ بیچ میں بل کھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سینگ اور چمکدار رنگ اسے ایسی خوبصورتی، شان اور وقار بخشتے ہیں جو کسی اور ہرن کو نصیب نہیں ہے۔ اپنی ان انفرادی خصوصیات کی وجہ سے یہ دور ہی سے پہچان لیا جاتا ہے۔

ہرنوں کی دیگر تمام قسموں کی طرح یہ بھی جگالی کرتے ہیں۔ جو بھی غذا انھیں ملتی ہے پہلے وہ اُسے دانتوں سے چبائے یا باریک کئے بغیر یوں ہی نگل جاتے ہیں۔ بعد میں وہ فرصت کے اوقات میں اس غذا کو منہ میں واپس لاتے ہیں اور اپنے دانتوں سے باریک کر لیتے ہیں اور منہ میں لگدی سی بنا کر پھر نگل جاتے ہیں۔ اس کے دانت چکی کے پاٹوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ یہ جانور اپنی حفاظت نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ کسی بھی ایک جگہ زیادہ دیر نہیں ٹھہرتا کیونکہ انھیں شکاری درندوں کا ڈر لگا رہتا ہے۔ اسی لئے وہ تھوڑی سی دیر میں جتنی بھی گھاس نگل سکتے ہیں نگل لیتے ہیں اور پھر کسی محفوظ مقام پر بیٹھ کر اطمینان سے چباتے رہتے ہیں۔ قدرت نے انھیں دوڑنے کی قوت بخشی ہے اور اپنی اس برق رفتاری ہی کی وجہ سے وہ شیر اور چیتوں سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ درندوں کو بھی معلوم ہے کہ یہ تیز رفتار دوڑ سکتے ہیں اس لئے وہ ان کا شکار اس وقت کرتے ہیں جبکہ یہ کہیں بیٹھا ہو یا اس کی نظر شیر اور چیتے پر نہ پڑی ہو، بس اسی وقفے میں شکار ہو جاتا ہے۔ اگر اسے ذرا سی بھی آہٹ آجائے تو یہ ہوا سے باتیں کرنے لگتا ہے۔

چمپانزی

اگر ہم چمپانزی اور بن مانس کا جائزہ لیں تو ہمیں چمپانزی زیادہ تہذیب یافتہ نظر آئے گا۔ اس حد تک تہذیب یافتہ کہ شاید اُسے جانوروں میں اپنا شمار کرانا ناگوار گزرے۔ وہ آدمی سے بہت مشابہت رکھتا ہے آج زمین پر جتنے آدمی نما (یعنی آدمی کی نوع سے رشتہ رکھنے والے) جانور موجود ہیں ان میں آدمی سب سے زیادہ چمپانزی ہی سے ملتا جلتا ہے۔

چمپانزی آدمیوں کے درمیان رہنا پسند کرتا ہے۔ وہ جنگل کے ہیرو "ٹارزن" کا مستقل ساتھی ہے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ ٹارزن کی فلموں میں جن چمپانزیوں نے کام کیا ہے، کبھی کبھی انھوں نے اپنا پارٹ ٹارزن کا رول ادا کرنے والے انسانوں سے بھی زیادہ سوجھ بوجھ کے ساتھ کیا ہے۔ چمپانزی کی عمر بھی عموماً اتنی ہی ہوتی ہے جتنی انسان کی زندگی۔ چمپانزی اکثر آدمیوں کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھاتے ہیں، چاء پیتے ہیں، اور زیادہ ترقی یافتہ چمپانزی سگریٹ نوشی بھی کرتے ہیں۔ وہ بڑے نپے تلے انداز میں سگریٹ کا دھواں اندر لیتے ہیں اور بڑی نفاست کے ساتھ اپنے نتھنوں سے باہر نکالتے ہیں۔ چمپانزیوں کو ٹھنڈ پسند نہیں ہے۔ اس لئے وہ کپڑے پہننے کی اہمیت کو جلد ہی سیکھ جاتے ہیں۔ جیسے ہی اُسے نیا لباس مل جاتا ہے وہ اپنے پُرانے کپڑوں کے چیتھڑے کر ڈالتا ہے تاکہ دوبارہ اسے پُرانے کپڑے نہ پہننا پڑیں۔

جنگل میں بھی چمپانزی جھاڑوں کے بجائے سطح زمین پر رہنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ بندروں کا سارا قبیلہ چیتے سے بہت زیادہ دہشت زدہ رہتا ہے لیکن چمپانزی اپنی تعداد کے بوتے پر محفوظ رہتے ہیں۔ پھر وہ حیرت انگیز حد تک طاقتور بھی ہوتے ہیں۔ ان کے لمبے لمبے بازو بڑے مضبوط ہوتے ہیں۔ اُن کا اصل وطن مغربی افریقہ ہے۔

اُود بلاؤ

اُود بلاؤ دنیا کے تقریباً تمام حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی خاص غذا مچھلیاں ہیں۔ وہ بڑے ماہر تیراک ہوتے ہیں۔ پانی میں انھیں اٹھکھیلیاں کرتے دیکھ کر بڑا لطف آتا ہے۔

اُود بلاؤ جس ڈھنگ سے زندگی بسر کرتا ہے اس کے لئے اس کا جسم بڑی کاریگری اور خوبصورتی سے بنایا گیا ہے۔ اس کا جسم لمبا اور چھریرا ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ کھلا کھلا اور چپٹا بھی، اس لئے یہ بلا کا تیرنے والا ہوتا ہے۔ پانی میں بڑی سہولت سے نیچے اوپر آجا سکتا ہے۔ اس کی دم چپٹی اور تقریباً ایک فٹ لمبی ہوتی ہے۔ کان بہت چھوٹے چھوٹے اور ٹانگیں بھی اگرچہ چھوٹی ہوتی ہیں مگر ہوتی بڑی مضبوط ہیں۔ پاؤں کی انگلیاں تیز ناخنوں سے لیس ہوتی ہیں اور انگلیوں کے بیچ جھلی ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح بطخ کی انگلیوں کے بیچ ہوتی ہے۔ یہ جھلی لگے پنجے کسی ناؤ کے پتوار کی طرح کام کرتے ہیں اور انہی کی وجہ سے بطخ اور اُود بلاؤ پانی میں تیزی سے گھوم پھر سکتے ہیں۔ اُود بلاؤ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ جب چاہے اپنے نتھنوں اور کانوں کے سوراخ بند کر سکتا ہے۔ اس خوبی کی وجہ سے وہ مختصر وقفے کے لئے پانی کے اندر ڈوبا رہ سکتا ہے۔ مچھلیاں پکڑتے وقت یہ صلاحیت اس کے بہت کام آتی ہے۔ اود بلاؤ عام طور سے پانچ یا چھ کا جھرمٹ ملا کر گھومتے ہیں۔ جس میں ماں باپ اور بچے شامل ہوتے ہیں۔ جب وہ مچھلیاں پکڑنے اور کھیلنے میں معروف نہ ہوں تو وہ زمین میں بنے ہوئے بلوں میں پڑے رہتے ہیں۔ یہ بڑے چنچل، کھیل کود اور غل غپاڑے کے رسیا جانور ہیں۔ ٹیلوں سے نیچے پھسلنے اور لڑھکنے میں انھیں بہت مزا آتا ہے۔ مٹی یا برف کی ڈھلانوں پر انھیں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑنے بھاگنے میں بڑا ہی لطف آتا ہے۔ مچھلیاں پکڑنے کا کام رات کو کرتے ہیں۔ عام طور سے کئی اُود بلاؤ مل کر شکار کرتے ہیں۔ وہ مچھلیوں کو ایک دوسرے کی طرف ہانکتے ہیں تاکہ پکڑنے میں آسانی ہو۔

ہمارے ملک میں اُود بلاؤ مچھیروں کی مدد کرنے کے لئے پالا جاتا ہے انھیں سدھانا مشکل نہیں ہوتا۔ کتے کی طرح یہ بھی جلد ہی اپنے مالک کے اشاروں پر کام کرنے لگتے ہیں۔ اُود بلاؤ تازہ پانی کے جانور ہیں۔ اور دریاؤں یا جھیلوں میں رہتے ہیں۔ گرمیوں میں ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور سردیوں میں دلکش سرخی مائل بادامی بن جاتا ہے۔ اُود بلاؤ کی سمور بہت گھنی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ امریکہ کے شمالی بحرالکاہل کے سمندری ساحل پر اُود بلاؤ بکثرت پائے جاتے ہیں۔

**

منڈرل

(لنگور)

مینڈرل دراصل بیبون (بن مانس) خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی بہت سی قسمیں ہیں، لیکن ان سب میں چونکا دینے والا حلیہ مینڈرل یعنی لنگور کا ہوتا ہے جو ہمارے ملک میں تو نہیں ہوتا بلکہ ہمارے ملک کے چڑیا گھروں میں افریقہ سے آتا ہے۔

مینڈرل کے سراپا میں دھنک کے سارے رنگ یکجا معلوم ہوتے ہیں، اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ رنگ عموماً ایسی جگہ پر جھلک دکھاتے ہیں جہاں دیکھنے والوں کو ان کے نظر آنے کی امیدیں بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ مینڈرل کا منہ ارغوانی ہوتا ہے۔ ناک کے دونوں طرف چمکیلے نیلے رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ ناک انگارے جیسی لال ہوتی ہے۔ دوسری انتہا اس کی دُم کے نیچے موجود ہوتی ہے، جہاں گلناری، ارغوانی اور بنفشئی رنگ کے بڑے بڑے دھبے عجیب سماں باندھتے ہیں۔ مینڈرل کے سمور کا عام رنگ زیتونی بھورا ہوتا ہے۔ ٹھوڑی پر چھوٹی سی نوکیلی زرد داڑھی ہوتی ہے۔ رنگوں کی یہ بہار صرف نر کے حصے میں آتی ہے۔

مینڈرل چونکہ غضب کا شہ زور اور عیار ہوتا ہے اس لئے آسانی سے پکڑا نہیں جاتا۔ عام طور پر کم عمر مینڈرل ہی پکڑ میں آتے ہیں۔ خونخوار اور درندہ صفت ہونے کے باوجود مینڈرل سبزی خور جانور ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دوسرے بن مانسوں کی طرح یہ بھی اپنے نباتاتی کھانے نیادہ مزیدار بنانے کی خاطر اکثر اس میں چیونٹیاں اور کنکھجورے تک ملا لیتا ہے۔

●●

عثمان خان

چیتا

چیتا جنگل کا سب سے زیادہ خوبصورت سجیلا جانور ہے۔ مگر اس کے ساتھ نہایت خطرناک بھی۔ چیتا، شیر سے زیادہ عیار اور ببر شیر سے زیادہ تند خو اور آتش مزاج ہوتا ہے۔ اور درندوں میں تقریباً سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اس کے پنجے کی ضرب بہت ہی شدید ہوتی ہے۔ قدرت نے اُسے بجلی جیسی کوند سے نوازا ہے۔ آناً فاناً یہ بڑے بڑے احاطے اور باڑھیں پھاند جاتا ہے۔ اور جس جگہ شیر اپنا سر بھی نہیں چھپا سکتا وہاں یہ اپنا پورا بدن سمیٹ لیتا ہے۔ اسے قدرت نے پھرتی سے درختوں پر چڑھنے کی صلاحیت بخشی ہے اور یہ درخت پر چھپ کر اپنے شکار کا انتظار کرتا ہے، جیسے ہی شکار اس کے پنجے کے نیچے آیا، یہ ایک ہی جست میں اسے دبوچ لیتا ہے۔ اس کے برعکس شیر درخت پر چڑھ ہی نہیں سکتا۔ چیتا مردم خور نہیں ہوتا لیکن بعض کو اتفاقاً مردم خوری کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ چیتا نہایت عیار شکاری جانور ہے۔ یہ اکثر ہری گھاس کے میدان میں جہاں چیتل یا ہرن بکثرت پائے جاتے ہیں وہاں اپنے بدن کو سمیٹ کر ایک چھوٹے سے دائرے کی شکل دے دیتا ہے اور اپنی دُم کو اوپر نیچے کرتے ہوئے ان تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ بیچارے اس کی حقیقت کو تب سمجھتے ہیں جب وہ ان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ انسان کی انگلیوں کے نشانات کی طرح دو چیتوں کی رنگت ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہوتی ہے ایران کے چیتے کا رنگ گہرا خاکستری اور داغ سیاہ ہوتے ہیں۔ جاوا کا چیتا گہرے بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ افریقی چیتے قد میں سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ نر چیتا اوسطاً ۶ فٹ اور ۸ء۱ انچ لمبا اور وزن میں ۱۱۲ پونڈ ہوتا ہے۔ چیتے کی دُم تقریباً ایک گز لمبی ہوتی ہے اس لئے وہ غیر معمولی طور پر لمبا اور بڑا نظر آتا ہے۔ تاہم قد و قامت کا چیتے کی قوت اور صلاحیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ حیرت انگیز جانور گوناگوں پُرفریب چالوں سے شکار کرتا ہے۔ اس کی مرغوب غذا بندروں کا گوشت ہے۔ یہ اس درخت پر حملہ آور ہوتا ہے جہاں لنگوروں اور بندروں کا مسکن ہوتا ہے۔ یہ بجلی کی سی کوند کے ساتھ درخت پر چڑھ جاتا ہے، اور ایک آدھ بندر کو مار کر اپنی مرغوب غذا حاصل کر لیتا ہے۔

قدرت نے اسے ممکنہ خطرے کے پیشِ نظر راڈر سسٹم سے نوازا ہے اُس کی مونچھوں اور اگلی ٹانگوں پر سخت روؤں کے گچھے راڈر کا کام دیتے ہیں۔ یہ آلاتِ لمس اسے فوراً ہوشیار کر دیتے ہیں۔ اس کی قوتِ سامعہ بھی بہت تیز ہوتی ہے ہلکی سے ہلکی آواز بھی اسے ہوشیار کر دیتی ہے۔

اس کی چھلانگ تقریباً ۲۰ فٹ کی ہوتی ہے۔ اس کے پاؤں اتنے نرم اور گدیلے ہوتے ہیں کہ یہ اگر خشک پتوں پر سے بھی گذر جائے تو آواز نہیں ہوتی۔ چیتے کا خوبصورت رنگ اور گلاب نما سیاہ داغ بھی شکار کرنے اور دشمن سے بچنے میں بڑے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی داغدار کھال اتنی

پُرفریب ہوتی ہے کہ سیاہ داغ کچھ اس طرح جھلملاتے ہیں کہ آنکھیں دھوکا کھا جاتی ہیں اور جسم کا ڈیل ڈول چھپ جاتا ہے۔

چیتے کا جیون ساتھی صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ نر و مادہ ایک دوسرے سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتے ہیں۔ اگر مادہ کسی شکاری کا شکار ہو کر مرجاتی ہے تو نر مادہ کے قریب حسرت و یاس کی تصویر بنا بیٹھا رہتا ہے اور یہاں تک کہ وہ بھی اپنی جان دے دیتا ہے۔ مادہ ایک جھول میں تین یا چار بچے جنتی ہے۔ حمل کی مدت ۳ مہینے کی ہوتی ہے۔ بچے پیدائش کے وقت تقریباً اندھے ہوتے ہیں۔ جب یہ چار ماہ کے ہوتے ہیں تو شکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جونہی یہ اپنے چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلنا شروع کرتے ہیں تو مادہ انھیں شکار کی تربیت دینا شروع کر دیتی ہے۔ وہ انھیں اپنی متحرک دم کو پکڑنا سکھاتی ہے اور جونہی بچے دم پر حملہ آور ہوتے ہیں وہ اسے ہٹا لیتی ہے اور وہ اس طرح بار بار کرتی ہے تاکہ بچے پھرتیلے اور ہوشیار ہو جائیں۔

جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ انھیں شکار کا عملی مظاہرہ کرانے اپنے ساتھ لے جاتی ہے اور شکار کے تمام طور طریقے انھیں سکھاتی ہے۔ یہ بھی شیرنی کی طرح ادھ مرا جانور اپنے بچوں کے آگے لاکر ڈال دیتی ہے تاکہ بچے اسے خود مار کر اپنا شکار حاصل کر سکیں۔ ○○

*****
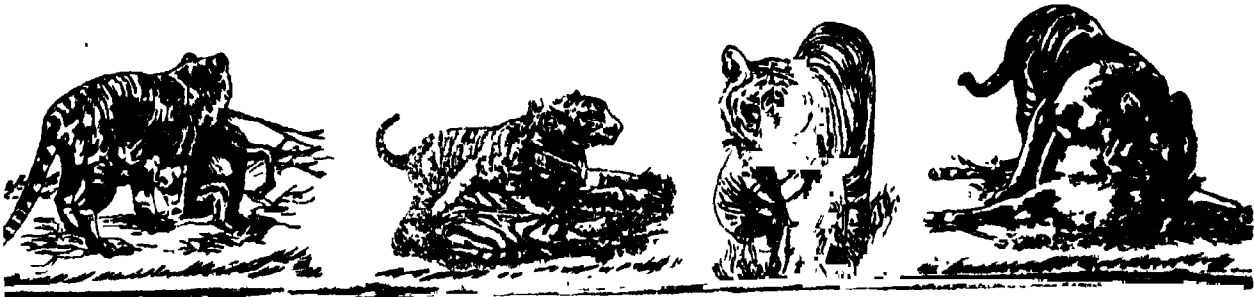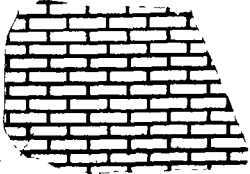
صدر جمہوریہ ہند شری این سنجیوا ریڈی نے ۱۹ر نومبر کو امراؤتی میونسپل کونسل کے صد سالہ جشن کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں صدر موصوف حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔ گورنر مہاراشٹر شری صادق علی اور وزیر شہری ترقیات شری حشو ایڈوانی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہندوستانی پرندوں کی نایاب قسم کا تحفظ

بمبئی نیچرل ہسٹری سوسائٹی کی بروقت آگہی سے ہندوستان میں پائے جانے والے پرندوں کی نایاب قسم تغدار (گریٹ انڈین بسٹرڈ) کی ناپید ہوتی ہوئی نسل کی حفاظت کے اقدامات کا آغاز کیا گیا ہے۔

سوسائٹی کے صدر ڈاکٹر سلیم علی نے ماحول کی حفاظت و قدرتی تحفظ کے عنوان پر منعقد ایک سیمینار میں مذکورہ بالا حقیقت کا انکشاف کیا۔ آپ نے بتایا کہ کسی عرب ملک نے وزارت تجارت سے ہندوستانی تغدار کا شکار کرنے کی اجازت مانگی تھی اور وزارت اجازت دینے پر رضامند بھی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے وزارت نے یہ معاملہ ہماری سوسائٹی کے روبرو پیش کیا۔

عرب ممالک میں ان پرندوں کی زبردست مانگ کا علم رکھتے ہوئے سوسائٹی نے اجازت دیئے جانے کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اس کے علاوہ مرکزی حکومت کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ پاکستان میں ان پرندوں کا صفایا کرنے کے بعد اب ان پرندوں کے لئے ہندوستان کی طرف توجہ دی گئی ہے

تین روزہ سیمینار میں ہندوستان کے جنگلی جانوروں کے تحفظ کے مسائل پر غور کیا گیا۔ اس کے علاوہ جنگلات کی اہمیت اور ان کے تحفظ کے بارے میں بھی بحث کی گئی۔ سیمینار سے خطاب کرنے والوں میں شری ایم ایس، کرکرے، شری پرکاش گوکھلے، پروفیسر شریمتی کمد پورے، شری جے، سی، ڈینیل، شریمتی ڈی ایس ورابوا اور شری ایم۔ آر مون شامل تھے۔ یہ سیمینار صحافتی فورم کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا۔

یہ فورم اخبارات کے ادارتی شعبہ سے تعلق رکھنے والے صحافتی اور حکومت کے اطلاعاتی شعبوں کے اشتراک سے قائم کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد عوام سے براہ راست تعلق رکھنے والے سائنسی معاملات پر غور کرنا ہے۔

لون اسکالرشپ کی وصولی سیل کی تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے ڈائرکٹر آف ایجوکیشن پونے کی سربراہی میں متعلقہ قرض لینے والوں سے دیئے گئے لون اسکالرشپ کی وصولی کے لئے دو سیل تشکیل کئے ہیں۔

حکومت ہند مستحق طلباء کے لئے لون اسکالرشپ کا اہتمام ۶۴-۱۹۶۳ء سے کر رہی ہے۔ ان طلباء کو قرض کی رقم کی ادائیگی روزگار پانے کے ایک سال بعد یا اسکالرشپ ختم ہونے کے تین سال بعد جو بھی پہلے ہو شروع کرنی ہوتی ہے یہ قرض سود سے مبرا ہوتا ہے۔ لیکن قسط وار ادائیگی میں بے قاعدگی کی بنا پر اس قسط کے اوپر ۶ ٪ سے بحساب سود لگایا جاتا ہے۔ اگر قرض لینے والے کسی صورت میں ادائیگی نہ کر سکے تو اس سے اراضی محصول کی شکل میں بقایا وصول کیا جاتا ہے۔

ذاتی پیشے کے لئے تخمی رقم، وزیر اعلیٰ کا اعلان،

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ہندو ٹیکنولوجیکل انسٹی ٹیوٹ آف مولانا آزاد ایجوکیشن سوسائٹی کا ۳ نومبر کو اورنگ آباد میں افتتاح کیا۔

مرکزی وزیر پروفیسر مدھو ڈنڈوتے نے اس موقع پر صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے ہندو جہ فاونڈیشن کی جانب سے نادار طبقات کے لئے خاص طور سے پسماندہ علاقوں میں تعلیمی و طبی سہولتوں کی فراہمی کے لئے کئے گئے اقدام کی ستائش کی۔

شری پوار نے بعض شرائط کی بنا پر ایسے بے روزگار افراد کے لئے جو کہ اپنا ذاتی پیشہ شروع کرنا چاہتے ہیں ۲۰٪ اصل تخمی رقم کی سرکاری امداد کا اعلان کیا۔ یہ تخمی رقم اس ۲۵٪ رقم کا حصہ ہوگی جو کہ مذکورہ افراد کو اپنا ذاتی پیشہ شروع کرنے کے لئے ضروری ہے، یہ ۲۰٪ تخمی رقم ان افراد کے لئے سودمند ثابت ہوگی جو کہ ۲۵٪ رقم ذاتی پیشہ شروع کرنے کے لئے نہیں نکال سکتے۔

صنعتوں کے لئے مشاورتی کمیٹی

حکومت مہاراشٹر نے وزیر صنعت کی سربراہی میں صنعتوں کے لئے ریاستی مشاورتی کمیٹی تشکیل کی ہے۔ یہ کمیٹی سابقہ ریاستی صنعتوں کی کمیٹی کے بدلے تشکیل کی گئی ہے۔

وزیر مملکت برائے صنعت کمیٹی کے نائب صدر ہیں۔

صدر جمہوریہ ہند شری این۔ سنجیوا ریڈی امراؤتی میں قیام کے دوران سینٹرل جیل بھی تشریف لے گئے تھے جہاں "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک (۱۹۴۲ - ۱۹۴۵ء) کے دوران آپ کو قید کیا گیا تھا۔ بائیں جانب صدر موصوف کوٹھڑی (سیل 'ی') کے پاس کھڑے ہیں جس میں آپ کو اور سابق صدر شری وی۔ وی۔ گیری کو مقید کیا گیا تھا۔ دائیں طرف صدر موصوف "وزیٹر رجسٹر" پر دستخط فرما رہے ہیں۔

سماجی نابرابری کا مقابلہ

یہاں لال گنج ناگپور میں منعقدہ ایک جلسے میں مہاتما جیوتی با پھلے کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے جنرل ایڈمنسٹریشن شری بھائی ویدیہ نے فرمایا کہ مہاتما پھلے نے سماجی مساوات کے لئے ایک بے مثال سماجی انقلاب پیدا کیا تھا۔ اور جنھیں آنجہانی ڈاکٹر امبیڈکر بھی اپنا گرو مانتے تھے۔ مہاتما پھلے کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے شری بھائی ویدیہ نے فرمایا کہ مہاتما پھلے نے آج سے ڈیڑھ سو سال قبل لڑکیوں اور ہریجنوں کے لئے اسکول شروع کیا تھا۔ جبکہ حالات بھی بہت ہی خراب تھے۔ مگر انھوں نے بھلائے گئے لوگوں کے لئے علم کا دروازہ کھول دیا تھا۔

آخر میں شری ویدیہ نے عوام کو تلقین کی کہ وہ مہاتما کی زندگی سے سبق لیں اور سماجی نابرابری کے خلاف زبردست جد و جہد کریں۔

اس سے قبل شری ویدیہ نے مہاتما پھلے اور ڈاکٹر امبیڈکر کی تصویروں پر پھول چڑھائے۔

چھوٹی صنعتیں بھی معیاری ساز و سامان تیار کر سکتی ہیں۔

اگر چھوٹی صنعتوں کو بھی موقع دیا جائے تو یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ وہ بھی بڑے اور درمیانی سیکٹروں کی طرح اچھی اور معیاری اشیاء تیار کر سکتے ہیں۔ اس بات کا اظہار مہاراشٹر کے وزیر صنعت شری سوشیل کمار شندے نے اسمال انڈسٹریز فیئر ۱۹۷۸ء نئی دہلی میں مہاراشٹر پویلین کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔

وزیر موصوف نے فرمایا کہ برآمد کرنے کے مقابلے میں چھوٹے سیکٹروں نے کافی نمایاں کام انجام دیئے ہیں جو کہ اس سے قبل مفقود تھے۔ کئی دشواریوں کے باوجود چھوٹے سیکٹروں نے آج نہ صرف ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ ممالک کی منڈیوں میں بھی کامیابی کے ساتھ اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ مہاراشٹر کا حوالہ دیتے ہوئے وزیر موصوف نے فرمایا کہ یہاں حکومت نے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی کے لئے ترغیباتی اقدام کئے ہیں اور اس ضمن میں دوسری جگہوں سے یہاں کا فیصد زیادہ ہے نئی صنعتی پالیسی کی وضع کرنے کے بعد چھوٹے پیمانے کی صنعتوں پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔ ۵۰۰ آئیٹم جو کہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے لئے وقف کر دینے کی وجہ سے نئے جوکھم اٹھانے والوں کی راہیں ہموار کر دی گئی ہیں۔

اس موقع پر شری موہن دھاریہ مرکزی وزیر برائے کامرس اور شری سوشیل کمار شندے مہاراشٹر کے وزیر صنعت بھی شامل تھے۔

شری شری پت راؤ بوندرے وزیر مملکت برائے زراعت نل پانی سپلائی اسکیم کا افتتاح فرما رہے ہیں۔ جو پور لے تعلقہ پنہالہ ضلع کولھاپور میں ۴ لاکھ روپے کی لاگت سے جاری کی گئی ہے۔

"وشواکوش" کی طباعت پر سرکاری مطبع کو اعزاز

۲۵ نومبر ۱۹۷۸ء کو کلکتہ میں ۱۹ ویں کل ہند طباعت کانفرنس و نمائش منعقد ہوئی۔ سرکاری مطبع خانوں میں چھپی "مراٹھی وشواکوش" جلد ششم کو بہترین طباعت پر دوسرا انعام دیا گیا۔ یہ قابلِ فخر انعام شری این۔ وائی۔ ریگے، مینیجر، گورنمنٹ پریس، وائی نے حکومت مہاراشٹر کے مطبع خانوں کی جانب سے قبول کیا۔

۵۴ فنی نمونوں اور ۱۱۲۲ صفحات پر مشتمل "وشواکوش" جلد ششم ہی صرف ایسی مراٹھی کتاب ہے جسے اس کانفرنس و نمائش میں انعام سے نوازا گیا۔ حالیہ سالوں کے دوران سرکاری مطبع خانوں نے بہترین طباعت اور ڈیزائن کے لئے اب تک کل ۲۵ انعامات جیتے ہیں یہ نمایاں کارکردگی کسی بھی ریاستی حکومت یا حکومتِ ہند کے مطبع خانوں کے مقابلے میں لاجواب ہے۔

بھنڈارہ سالانہ منصوبہ کے لئے پانچ کروڑ سے زائد روپے

جاریہ سال کے لئے ضلع بھنڈارہ کے سالانہ منصوبے پر صرفہ کی رقم ۵,۸۱,۱۵,۰۰۰ روپے ہے۔ جس میں سے ٹرائیبل سب پلان پر ۱,۰۱,۹۷,۰۰۰ روپے اور بقیہ غیر قبائلی ضمنی منصوبے کے لئے ہوگی۔

یہ اطلاع حال ہی میں یہاں پر منعقدہ ایک جائزہ کمیٹی میں دی گئی جو کہ ضلع منصوبے میں مختلف اسکیموں کے نفاذ سے متعلق تھی۔

شری چھیدی لال گپتا، وزیر جنگلات و شراب بندی نے صدارت کی۔

اکتوبر تک مختلف اسکیموں پر ۳,۰۳,۲۹,۰۰۰ روپے صرف ہوئے۔

شری جی سی ترپاٹھی کلکٹر نے بھنڈارہ تعلقہ میں چھوٹی بچت میں جمع کی گئی ۸،۳۴ لاکھ روپے کی رقم وزیر موصوف کو پیش کی۔

جاریہ سال میں اس ضلع میں چھوٹی بچت کی مد میں ۸۲٫۵ لاکھ روپے جمع کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔

گورنر کے ہاتھوں انسٹرومنٹ فیکٹری کا افتتاح

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۲۱ نومبر کو مگاؤں انسٹرومنٹ فیکٹری کا افتتاح کیا۔ جو ۵ لاکھ روپے کی لاگت سے ساونت واڑی ضلع رتناگیری کے انڈسٹریل اسٹیٹ میں قائم کی گئی ہے۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے شری صادق علی نے کہا کہ بنیادی ضروریات جیسے اسکول، بجلی، پانی وغیرہ کی فراہمی دیہی علاقوں میں مناسب طور پر ملنی ہی چاہیئے۔ کیونکہ دیہی علاقوں میں ملک کی آبادی کا زیادہ حصہ آباد ہے ــ انھوں نے مزید کہا کہ اس قسم کے صنعتی اقدام سے یہاں کے لوگوں کو روزگار فراہم ہوگا۔

گورنر نے فرمایا کہ "دیہی علاقوں کی ترقی ہی اصل ترقی ہے"۔

اس سے قبل شری صادق علی نے انڈسٹریل اسٹیٹ اینڈ ہینڈی کرافٹ انڈسٹری میں فروٹ پروسیسنگ فیکٹری یونٹ کا دورہ کیا۔

شری بھاڈے بطور ایلوک آیکت

حکومت مہاراشٹر کے سابق چیف سیکریٹری شری ایس۔ ڈی۔ بھاڈے نے ۲۸ نومبر کو راج بھون میں ایک سادہ سی تقریب میں اپلوک آیکت کے عہدے کا حلف لیا۔

گورنر شری صادق علی نے شری بھاڈے سے حلف لیا جو کہ شری ایل۔ ایم۔ ناڈکرنی کی جگہ پر آئے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شرولپوار اس موقع پر موجود تھے۔

لالہ لاجپت رائے کو وزیر اعلیٰ کا خراج عقیدت

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے ایک پیغام کے ذریعہ شری لالہ لاجپت رائے کی پچاسی سالہ برسی کے موقع پر ان کو خراج عقیدت پیش کیا۔

وزیر اعلیٰ نے اپنے پیغام میں فرمایا لالہ لاجپت رائے کو سورگباش ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن آج بھی ان کا نام ہمارے درمیان ایک درخشاں ستارے کے مانند ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہندوستانی ہوگا جو اس بے مثال شخصیت کے کارہائے نمایاں کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا ہو۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو کہ لالہ لاجپت رائے کی سرگرمیوں سے بچا ہو۔

غرضیکہ سیاسی، معاشی، محنت، ہریجنوں کی بھلائی، طلباء کی ضروریات آزادیٔ نسواں یا صنعتی ترقی یعنی سماجی خوش حالی کے ہر پہلو میں آپ نے نمایاں کام انجام دیئے۔ ان تمام سرگرمیوں میں گھرے رہنے کے باوجود بھی جب کبھی ملک کے کسی حصے میں آفت ناگہانی یا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو لالہ جی ہمیشہ کی طرح پیش پیش رہے۔ لالہ جی ان چند لوگوں میں سے تھے جو کہ ملک و قوم کی ترقی کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا بھی زندگی کی معراج سمجھتے تھے۔

ان کی زندگی مشعل راہ ہے۔ جو ملک کے نوجوانوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ لالہ جی کی ۵۰ سالہ برسی کی تقریب ۱۷ نومبر کو منائی گئی۔ آپ نے اپنے پیغام میں مزید کہا کہ یہ ایسا موقع ہے جب ہم اس عظیم شہید اعظم کی یاد کو تازہ کر سکتے ہیں۔ اور خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کر سکتے ہیں۔

جسمانی طور پر معذوروں کو وظائف

جسمانی طور پر معذور ملازم افراد اور ان کے مالکان کو قومی انعامات دینے کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں:

ایسے مالکان جو کہ جسمانی طور پر معذور افراد کو روزگار فراہم کر رہے ہیں انھیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ شری این۔ جے۔ پنٹو امپلائمنٹ افسر، اسپیشل امپلائمنٹ ایکسچینج فار فزیکلی ہینڈی کیپڈ، مظفر آباد ہال، ہیراکٹر روڈ، بمبئی نمبر...... کو تمام تفصیلات مع درخواست معہ درخواست فارم کے روانہ کریں۔

پسماندہ طبقات کے لئے ملازمتوں کا تحفّظ

اسکول کے منتظمین کو آگاہی

خالی جگہوں پر پسماندہ طبقات کے اُمیدواروں کی تقرری کے سلسلہ میں بعض امداد پانے والے غیر سرکاری ثانوی اسکولوں کے منتظمین کے خلاف شکایات موصول ہوئی ہیں۔ اس کے مدنظر حکومت مہاراشٹر نے کوتاہی برتنے والے منتظمین کے خلاف ضابطہ کے تحت مناسب کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ثانوی اسکول ضابطے کے تحت ایسے اسکولوں کے منتظمین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کُل تدریسی و غیر تدریسی عملہ میں سے ۳۴ فیصد جگہیں درجِ فہرست جاتیوں، درجِ فہرست قبائل، خانہ بدوش قبائل اور دیگر پسماندہ طبقات کے افراد کے لئے محفوظ رکھیں۔

نیوی کے لئے ہدایتی کورس

حکومت مہاراشٹر نے پری کیڈٹ ٹریننگ سینٹر احمد نگر پر آرٹیفائسر اپرنیٹس کے طور پر نیوی میں نئے داخل ہونے والے افراد کے لئے اٹھارہ دن ہدایتی کورس کا انعقاد کیا ہے۔ کورس کی مدت ۲۹ جنوری ۱۹۷۹ء سے ۲۹ مارچ ۱۹۷۹ء تک ہوگی۔ اس تربیت کے دوران ۷ طلبا کو داخلہ دیا جائے گا۔

چھوٹی بچت کے ایجنٹوں کی حوصلہ افزائی

حکومت مہاراشٹر نے چھوٹی بچت سے متعلق سرکاری اور غیر سرکاری مقررہ ایجنٹوں کی حوصلہ افزائی کے لئے بنیادی مقررہ رقم سے زیادہ اکٹھا کرنے کی صورت میں ۶,۵۹۷ روپے کے انعامات دینے کا اعلان کیا ہے۔

(صفحہ ۳۸ سے آگے)

کچھ سائنسداں بچھو کا زہر نکال کر بیچتے ہیں، بچھوؤں کا زہر حاصل کرنے کے لئے بچھو فارم بنائے گئے ہیں جہاں پر ہزاروں بچھوؤں کی پرورش اور دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ بچھوؤں کا زہر نکالنے کے لئے ان کے جسم میں بجلی کی لہر دوڑائی جاتی ہے۔ بجلی کی لہر سے اس کے جسم میں زہر کی تھیلی سُکڑ جاتی ہے اور تپش سے زہر ٹپکنے لگتا ہے۔ تقریباً سات سو بچھوؤں سے ایک چمچہ زہر حاصل ہوتا ہے۔ جسے خشک کر کے پاؤڈر کی شکل میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس وقت اس کا وزن تقریباً سو ملی گرام ہوتا ہے۔ ایک بچھو سے صرف چار بار ہی زہر حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے زہر کا خزانہ خالی ہو جاتا ہے اور پھر اپنی خوفناک شکل کے باوجود وہ خطرناک نہیں رہ جاتا۔

عام طور پر بچھوؤں میں دو قسم کے بچھو ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کے ڈنک مارنے سے صرف سوجن ہوتی ہے اور اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی شہد کی مکھی یا بھڑ کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ دوسری قسم کا بچھو زیادہ زہریلا ہوتا ہے اور جب ڈنک مارتا ہے تو انسان کا پورا اعصابی نظام متاثر ہو جاتا ہے۔ چھوٹے بچوں کے علاوہ نوجوانوں کی بھی اس کے زہر سے موت ہو سکتی ہے۔

کچھ ایسے زہریلے بچھوؤں کا ذکر بھی سُننے میں آیا ہے کہ اگر وہ پختہ بانس پر ڈنک ماردیں تو بانس کی گانٹھیں چٹخ چٹخ کر ٹوٹنے لگتی ہیں۔ جب کبھی بچھو کو سانپ نگلنے کی کوشش کرتا ہے تو زہریلا بچھو اس کے منہ پر بار بار ڈنک مارتا ہے اور اس طرح سانپ اس کے زہر سے دم توڑ دیتا ہے جب کہ معمولی زہر والے بچھو سانپ کی غذا بن جاتے ہیں۔

سب سے زیادہ زہریلا "کالا بچھو" ہوتا ہے۔ اس کے ڈنک مارنے سے سانپ جیسی زہریلی مخلوق بھی دم توڑ دیتی ہے۔ سب سے حیرت انگیز بات یہ بھی ہے کہ بچھو کے کان نہیں ہوتے اور وہ اپنے پیروں کے ذریعے آوازوں کو سُنتا ہے اور شکار کی تلاش کے دوران اپنے جسم کے حسّاس بالوں سے کام لیتا ہے۔

یُوتھ فورم: یُوتھ فورم کا مستقل فیچر، کیریئر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھُوت چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔ اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

خبریں ـ تصویروں میں

گورنر شری صادق علی، حال ہی میں بہاری صاحب کولہاپور میں چاندی اُدیوگک سنگھ تشریف لے گئے تھے۔ گورنر موصوف وہاں چاندی کے زیورات ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے ۷ نومبر کو 'سہیادری' میں مہاراشٹر کے پارلیمانی ممبران کے ساتھ متعدد مسائل مثلاً ریلوے راستے، قومی شاہراہیں، تھرمل پاور سٹیشنوں کو ناکافی کوئلہ کی فراہمی، شکر پر کنٹرول اُٹھانے اور بعدازاں مسائل بمبئی عظمیٰ کا مسئلہ نقل و حمل، زراعتی پیداوار کی قیمتوں میں گراوٹ اور پیاز کی برآمد وغیرہ پر تبادلۂ خیال کیا۔

وزیراعلیٰ شری شرد پوار ۴ نومبر کو لال باغ (بمبئی) میں تماشہ کلا کلاونت وکاس منڈل کے زیراہتمام منعقدہ تقریب میں خطاب فرما رہے ہیں۔ شری پوار نے منڈل کو ایک لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کا اعلان کیا۔ اس رقم کا نصف حصہ فن تماشہ کے تحفظ اور بقیہ نصف حصہ نادار تماشہ فن کاروں کو امداد دینے میں صرف کیا جائے گا

شری بھائی ویدیہ، وزیر مملکت برائے امور داخلہ پُونے میں چودھویں پولیس چوکی کا افتتاح کر رہے ہیں۔ پُونے کے میئر شری رام بھاؤ وڈکے اور پولیس کمشنر شری ایس۔ جی۔ ساہستر بھوجنے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار آنجہانی ڈاکٹر جیوراج مہتہ کو گلہائے عقیدت نذر کرتے ہوئے۔
ڈاکٹر جیوراج مہتہ ریاست گجرات کے اول وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے تھے۔ آپ نے طویل علالت کے بعد ۷ر نومبر کو بمبئی میں رحلت فرمائی۔

درج فہرست جاتیوں اور درج فہرست قبائل کی بہبودی سے متعلق اسٹیٹ لیجسلیچر کمیٹی نے حال ہی میں مراٹھواڑہ میں فسادزدگان کی باز آبادکاری کام کا معائنہ کیا۔ کمیٹی کے چیرمین شری ٹی۔ پی کانبلے کا فساد سے متاثرہ ایک خاتون استقبال کر رہی ہیں۔ یہ تصویر اس موقعہ کی ہے جبکہ کمیٹی کے ممبران ضلع ناندیڑ کے تعلقہ کیھر میں اکلارا مقام پر بازآبادکاری کمیٹی کی جانب سے تعمیر کردہ مکانات کا دورہ کر رہی تھی۔

شری شیواجی راؤ پاٹل، وزیر مملکت برائے آب پاشی نے حال ہی میں بلڈانہ ضلع کرشی اودیوگک سرو سیوا سنگھ کی میڈیکل شاپ کا افتتاح کیا۔ ادویات کی مانگ پوری کرنے کی غرض سے سنگھ نے یہ دوکان کھولی ہے۔

وزیر اعلیٰ شری شرد پوار ضلع پونے کے تعلقہ امبے گاؤں میں "ڈِنگے بند" کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے۔

ستارا ضلع کے وائی تعلقہ میں بھوئینج کے شری مدن پرتاپ راؤ بھوسلے نے زراعت کے جدید طریقے پر کریلے کی کاشت کی۔ نتیجہ ہمت افزا رہا۔ زیرِ نظر تصویر میں کریلے کی بھرپور فصل دیکھی جا سکتی ہے۔ شری بھوسلے زراعت میں گریجویٹ ہیں۔
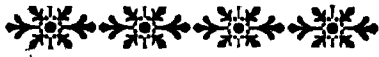
شری بھائی ویدیہ وزیر مملکت برائے امور داخلہ ۱۰ر نومبر ۷۸ء کو ناگپور میں مہاراشٹر ورکنگ جرنلسٹس کنفیڈریشن کی سلور جوبلی تقریب میں افتتاحی تقریر کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں شری بھائی ویدیہ کی دائیں طرف شری ایس۔ بی چوان وزیر برائے مالیات جو مہمان خصوصی بھی تھے اور شری دتّہ میگھے وزیر مملکت برائے ایمپلائمنٹ اور مین پاور ڈیولپمنٹ بالترتیب تشریف فرما ہیں۔ شری نگیشور راؤ نائب صدر انڈین فیڈریشن آف ورکنگ جرنلسٹس نے صدارت کی۔